(مترجم) سید منور محمد باہروی ممتاز الافاضل .. مطبع نذیر پریس امرتسر ۱۳۶۱ھ .. ص ۵۰۶

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فاسئلوا اھل الذکر ان کنتم لا تعلمون

زاد العقبیٰ

ترجمہ

باب الطہارت
عروۃ الوثقیٰ

عمدۃ الافاضل زبدۃ الاماثل جناب مولوی سید نذر محمد صاحب باہروی ممتاز الافاضل
ناظم دینیات امامیہ یتیم خانہ دہلی نے ترجمہ کیا

اور

جناب آغا نثار احمد صاحب ریٹائرڈ ڈپٹی کلکٹر و آنریری جنرل سکریٹری
امامیہ یتیم خانہ ہملٹن روڈ دہلی نے شائع کیا

نذیر پرنٹنگ پریس امرتسر میں باہتمام سید مسلم حسن زیدی پرنٹر چھپا

تعداد ۵۰۰ ایڈیشن اول سنہ ۱۹۴۳ء قیمت قسم دوم ۱۲ علاوہ محصول ڈاک

دیباچہ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ جَعَلَ الْاِنْسَانَ اٰیَةَ الْکُبْرٰی وَخَلَقَہٗ لِتَحْصِیْلِ الْعُقْبٰی
وَالصَّلوٰةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی مُحَمَّدٍ اَشْرَفِ الْاَنْبِیَآءِ الَّذِیْ اَتَانَا بِالشَّرِیْعَةِ الْبَیْضٰی
وَاٰلِہِ الَّذِیْنَ ھُمْ اَعْلَامُ الْھُدٰی وَعُرْوَةُ الْوُثْقٰی مَنِ اسْتَمْسَکَ بِھَا نَجٰی وَ
مَنْ تَخَلَّفَ عَنْھَا غَرَقَ فَھَوٰی

اَمَّا بَعْدُ عاصی رب احد اذل عباد صمد السید نذر محمد ابن السید صفی الحسین عفا اللہ الذی لم یلد ولم یولد عن جرائمہما
دھر الابد ساکن گگرولی (سادات باہرہ) ضلع مظفر نگر بخدمت طالبان راہ ہدایت وسالکان مسلک عبادت و طاعت
غرض پرداز ہے کہ انسان کیلئے اعمال وعبادات کی صحت ودرستی کا معیار صرف دو صورتوں میں ہے یا خود
انسان عالم و باخبر ہو کہ احکام الٰہی و فرامین رسالت پناہی کو قرآن و احادیث سے استنباط کر کے عمل کر سکے
اسی کو دوسرے الفاظ میں اجتہاد کہا جاتا ہے یا علماء اعلام سے دریافت کر کے اسپر عمل پیرا ہو جسے تقلید کہتے
ہیں جو کہ ایک عقلی وفطری چیز ہے لیکن چونکہ ہر کس و ناکس کی رسائی ایسے عالم و مجتہد جامع الشرائط (جکو اعلم فالاعلم
سے تعبیر کیا جاتا ہے) تک دشوار اور ایک حد تک ناممکن ہے کہ جس سے وقت ضرورت مسائل شرعیہ دریافت
کئے جا سکیں لہٰذا ایسے رسالہ وکتاب کی کہ جو عامۃ البلوی احکام و مسائل مرد و زن پر مشتمل اور حاوی ہو ضرورت
ہے تاکہ ہر فرد بشر اُس سے فائدہ اٹھا سکے اور ایسی جامع احکام شرعیہ ہمہ صفت موصوف کتاب فی زماننا باتفاق
حضرات مجتہدین صرف عُروۃ الوثقیٰ (محشی بحواشی خاتم الفقہا والمحققین ناصر الملۃ والدین حامی مذہب شیعہ
محی آثار الشریعۃ اکمل العلماء الربانیین وافقہ المتقدمین والمتأخرین حضرت السید ابوالحسن صاحب قبلہ صفہانی
مدظلہ العالی) ہی ہے چونکہ یہ کتاب عربی زبان میں ہے اس لئے عوام الناس بآسانی اس سے فائدہ نہیں اُٹھا سکتے
تھے بنابریں ضرورت داعی ہوئی کہ اس کا اردو ترجمہ کر دیا جائے تاکہ مومنین کو مسائل شرعیہ کی تحصیل میں سہولت
ہو جائے۔ خدا کا شکر ہے کہ یہ خواہش پوری ہوئی اور سردست کتاب الطہارۃ کا ترجمہ ہو گیا اور اس ترجمہ کو
زادُ العُقبیٰ کے اسم سے موسوم کر دیا۔ ذات رب العزت سے امید ہے کہ اسکو قلوب مومنین میں
جاگزین فرما کر عمل کی توفیق عنایت فرمائے فھو الموفق والمعین

نذر محمد

تقریظ

صُوْرَۃ تَقْرِیْظِ قُدْسی القاب فخر المحققین والمجتہدین مروّج شریعتِ خیر المُسْلمِیْن محی شریعت غرّا ناشر شرع نبی جناب مُفتی سَیّد اَحْمَد علی صاحب قبلہ ادام اللہ وجودہٗ مجتہد العصر والزمان

بِاِسْمِہٖ عَزَّ شَانُہٗ

حَامِدًا وَمُصَلِّیًا اس میں شک نہیں کہ کتاب العروۃ الوثقیٰ مصنّفہ حضرت اُستاد علام آیۃ اللہ فی الانام آقا سیّد محمد کاظم یزدی طباطبائی طاب ثراہ فقہ کی جامع ترین کتاب ہے۔ اردو میں اس کا ترجمہ مومنینِ ہند کے لئے بہت مفید ہے۔ خصوصاً جبکہ مع حاشیہ مجتہدی ترجمہ کیا جائے اس ضرورت کو محسوس کرکے عمدۃ العلماء الکرام زبدۃ الفضلاء العظام مولانا سیّد ندر محمد صاحب ممتاز الافاضل دام شرفہ نے عملی اقدام فرمایا ہے اور کتاب الطہارت کا ترجمہ کرکے مجھے بھی دکھلایا۔ چنانچہ مجھے جہاں اختلاف تھا، میں نے اس کو ظاہر کر دیا ہے۔ اب اس کتاب پر عمل کرنا انشاءاللہ جائز اور موجب اجر ہو گا۔ خداوند عالم مترجم فاضل اور بانئ طبع کو اس کا ثوابِ جمیل کرامت فرمائے۔ وَمَا تَوْفِیْقِیْ اِلَّا بِاللہِ الْحَسِیْبِ عَلَیْہِ التَّوَکُّلُ وَاِلَیْہِ اُنِیْبُ ؛ فقط

(دستخط) احمد علی (ابن حضرت مفتی عباس موسوی)

۲۱۔ جمادی الاول سنہ ۱۳۶۱ ہجری

اصطلاحات

جب تک کوئی شخص کسی فن کی اصطلاحات سے واقف نہ ہو۔ اس فن کے
مطالب کا سمجھنا اس کے لئے مشکل ہوتا ہے لہٰذا ان اصطلاحات کی تشریح کر دینا
ضروری ہے جن سے مسائل فقہ میں بکثرت سابقہ پڑتا ہے اور اس کتاب میں بھی اکثر
بیشتر استعمال کی گئی ہیں۔

اقویٰ وغیرہ کی تشریح۔ اقویٰ یا اظہر یا اشبہ یا اصح یا ظاہر یہ ہے یا قوت سے
خالی نہیں ہے، کے الفاظ میں جب مجتہد کسی مسئلہ کا حکم بیان کرے تو اسکو مجتہد کا فتویٰ
سمجھنا چاہئے۔

تردّد و توقّف کی تشریح۔ بعض مواقع پر ایسا ہوتا ہے کہ مسئلہ کے حکم کی نفی و اثبات
کے دونوں پہلوؤں کے متضاد اور مخالف دلائل میں مجتہد کی رائے تصفیہ نہیں کر سکتی
ایسے مقامات پر مجتہدین توقف و تردّد و نظر و اشکال، تامل وغیرہ کے الفاظ استعمال کرتے
ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ مجتہد اس مقام پر اپنی رائے کو صاف صاف اظہار کرنے میں قاصر
ہے مگر اس کی دو صورتیں ہیں:-

اوّل صورت یہ ہے کہ مجتہد مسئلہ میں کوئی سامنے حکم رکھ کر اس میں تردد ظاہر کرے
مثلاً یوں کہے کہ فلاں شے کے حرام ہونے میں اشکال ہے تو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہاں
اس شے کی حرمت کا مخالف پہلو یعنی عدم حرمت مجتہد کے نزدیک روشن تر ہے اگرچہ شے کی
حرمت بھی انکی نظر میں قابل التفات ہے ایسی شکل میں مجتہد کے نزدیک جو حکم راجح (مثال
میں حرام نہ ہونا) ہو مقلد اس پر عمل کر سکتا ہے اور احتیاط پر بھی اور اس مسئلہ میں دوسرے
مجتہد کی تقلید بھی کر سکتا ہے۔

دوم صورت یہ ہے کہ مجتہد مسئلہ میں کسی معیّن حکم کے متعلق تردّد کا اظہار نہ کرے بلکہ مسئلہ کو
سرے ہی سے محل اشکال قرار دیدے اور اسکی رائے کا رجحان کسی پہلو بھی معلوم نہ ہو۔ پس ایسی
صورت میں مقلد کو چاہئے کہ یا تو اس مسئلہ میں احتیاط پر عمل کرے یا اس میں کسی دوسرے مجتہد

کا معتقد ہو جائے ؛

اصالت کی تشریح - اصالت عدم - اگر چیز کے موجود نہ ہونے میں ابتداءً شک پیدا ہو تو چونکہ عدم ازلی ہے اور بعد میں حادث ہونے والی چیز ہے اسلئے جبتک اس عدم کے خلاف کوئی دلیل اس کے وجود پر معلوم نہ ہو جائے اسکو معدوم ہی سمجھا جائیگا - اسی کو علم اصول فقہ میں اصالت عدم سے تعبیر کرتے ہیں ؛

اصالت برائت :- یہ بھی اصالت عدم کے ماتحت ہے یعنی کسی شخص کو ابتداءً یہ شبہ ہو کہ فلاں امر کا فریضہ مجھ پر عائد ہے یا نہیں تو چونکہ عائد نہ ہونا اصلی ہے اس لئے اسکو اصل برائت کی بنا پر بری الذمہ سمجھیں گے ؛

اصالت استصحاب :- اگر کسی شے کے متعلق پہلے ابتداءً تو کسی خاص حالت کا علم ہو پھر بعد کو اسکی حالت سابقہ پر باقی ہونے نہ ہونے میں شک پیدا ہو تو اس شے کو حالت سابقہ پر اسوقت تک باقی سمجھا جاویگا جبتک کہ سابقہ حالت میں تبدیلی ہو جانیکا یقینی طور پر علم ہو جائے مثلاً کل ہم نے زید کو اپنی آنکھوں سے بیمار دیکھا تھا آج ہمکو شک ہوا کہ وہ زندہ موجود ہے یا نہیں تو ہم اسکو زندہ ہی سمجھیں گے جبتک کہ کسی یقینی ذریعہ سے ہمکو اسکی موت معلوم نہ ہو جائے - صرف شک پیدا ہو جانے سے ہمارا سابقہ یقین زائل نہیں ہو سکتا - اسی کو اصول فقہ کی اصطلاح میں اصالتِ استصحاب سے تعبیر کیا جاتا ہے - مثلاً اگر کوئی شخص پہلے سے باوضو تھا اور وضو کے بعد حدث کا صادر ہونا اسکو یقینی طور سے معلوم نہیں ہے اور اسکو اپنے باوضو ہونے نہ ہونے میں شبہ پیدا ہو جائے تو فقہاء مجتہدین اصالت استصحاب ہی کی بناء پر اس شخص کا وہی وضو باقی قرار دیتے ہیں ؛

اصالت اشتغال :- باقاعدہ شغل یہ بھی استصحاب سے ملتی جلتی چیز ہے اس کا استعمال ایسے مقام پر ہوتا ہے کہ جب کسی شخص کے ذمہ کوئی فریضہ یقینی طور پر عائد ہو چکا ہو اور بعد میں اسکو شبہ ہو کہ میں نے اپنے ذمہ کے فریضہ کو ادا کر دیا یا نہیں تو سابقہ یقین کو باقی رکھتے ہوئے یہ طے ہو گا کہ فریضہ اس شخص کے ذمہ میں باقی ہے اور اس نے ادا نہیں کیا ہے ؛

اصالتِ عدم و اصالت استصحاب میں فرق یہ ہے کہ اصالت عدم کسی امر میں

ابتدائے شک پیدا ہونے کی حالت میں جاری کی جاتی ہے اور اصالت استصحاب
کو ابتدائے شک کے موقعہ پر نہیں بلکہ ایک شے کی حالت سابقہ معلوم نہ ہونے کے
بعد اس حالت کے باقی رہنے یا نہ رہنے میں شبہ پیدا ہوجانے کے موقعہ پر جاری
کیا جاتا ہے بالکل یہی فرق اصالت براءت اور اصالت اشتغال میں ہے ۔

وَجہ تسمیّہ

فرقہ فطحیہ = اُس گروہ کو کہتے ہیں کہ جو عبداللہ ابن صادق آل محمدؑ کی امامت کے
مدعی اور قائل ہیں چونکہ داعی امامت عبداللہ ابن فطیح تھا اس وجہ سے اس جماعت کا
نام فطحیہ ہوگیا ۔

فرقہ واقفیہ = یہ فرقہ ساتویں امام کو مانتے ہیں اور اُن کی وفات کے قائل نہیں
انہی حضرت پر امامت کو ختم مانتے اور توقف کرتے ہیں اس وجہ سے اس جماعت کا
نام واقفیہ قرار پا گیا ۔

فہرست مضامین

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

بیان تقلید

مسئلہ نمبر ۱۔ ہر مکلف (مرد و عورت بالغ و عاقل) پر واجب ہے کہ اپنی عبادات اور معاملات میں یا اجتہاد کرے یعنی مجتہد ہو یا تقلید کرے یا احتیاط پر عمل کرے ۔

مسئلہ نمبر ۲۔ اقوی یہ ہے کہ ہر شخص کو احتیاط پر عمل کرنا جائز ہے خواہ مجتہد ہو یا غیر مجتہد لیکن احتیاط کرنے والے پر واجب ہے کہ اجتہاد یا تقلید کے ذریعے سے احتیاط پر عمل کرنے کے طریقہ کو اچھی طرح سمجھ لے، تب عمل کرے ۔

مسئلہ نمبر ۳۔ احتیاط کی مختلف صورتیں ہوتی ہیں کبھی کسی فعل کے بجالانے میں احتیاط ہوتی ہے مثلاً کسی امر میں احتمال یہ ہو کہ اسکا بجالانا واجب ہے اور یقین یہ ہو کہ اس کا کرنا حرام نہیں ہے پس اُس وقت اُس امر کے بجالانے میں احتیاط ہوگی اور کبھی کسی امر کے ترک کرنے میں احتیاط ہوتی ہے مثلاً کسی امر میں احتمال یہ ہو کہ اسکا بجالانا حرام ہے لیکن یقین ہو کہ یہ واجب نہیں ہے پس اس وقت اُسکے ترک کرنے میں احتیاط ہے اور کبھی کسی امر کو دو طرح علیحدہ علیحدہ ایک وقت بجالانے میں احتیاط ہوتی ہے مثلاً مکلف کو معلوم نہ ہو کہ اس وقت مجھے نماز قصر پڑھنی چاہئے یا اتمام اُس وقت احتیاط یہ ہے کہ ایک نماز دونوں طریقوں سے ادا کرے ۔

مسئلہ نمبر ۴۔ اقوی یہ ہے کہ ایسی احتیاط بھی جائز ہے جو کہ مستلزم تکرار ہو یعنی جس کے حصول میں ایک ہی عبادت کو چند مرتبہ بجالانا پڑتا ہو۔ اگرچہ بذریعہ اجتہاد یا بذریعہ تقلید اُس حکم میں یکسوئی بھی ہوسکتی ہو۔ مثلاً کوئی شخص بذریعہ اجتہاد یا بذریعہ تقلید یہ معلوم کرسکتا ہے کہ نماز اخفاتی میں بِسۡمِ اللّٰهِ بلند آواز سے پڑھنا واجب ہے یا آہستہ تو بغیر تحقیق مسئلہ کئے ہوئے ایک ہی نماز کو ایک مرتبہ آہستہ بسم اللہ کہہ کر ادا کرے اور دوسری مرتبہ بلند آواز سے بسم اللہ کہہ کر پڑھے ۔

مسئلہ نمبر ۵۔ اس مسئلہ میں کہ احتیاط پر عمل کرنا جائز ہے مکلف کو لازم ہے کہ یا خود اجتہاد کرکے اس کے جواز کو سمجھے یا کسی مجتہد کی تقلید کرے کیونکہ اس مسئلہ میں مابین مجتہدین بہت

کچھ اختلاف ہے ۔

مسئلہ نمبر۶۔ ضروری مسائل میں تقلید کی ضرورت نہیں ہے مثلاً نماز روزہ وغیرہ کے واجب ہونے میں۔ اسی طرح یقینی مسائل میں بھی جب مکلف کو یقین حاصل ہو جائے تو تقلید کی ضرورت نہیں۔ ان کے علاوہ مسائل میں وہ شخص جو مجتہد نہ ہو اگر احتیاط پر عمل نہ کر سکے تو اس پر مجتہد کی تقلید واجب ہے اور اگر احتیاط کو سمجھ سکتا ہو تو اسے اختیار ہے خواہ تقلید کرے یا احتیاط پر عمل کرے ۔

مسئلہ نمبر۷۔ جاہل لوگ اگر کسی مجتہد کی تقلید نہ کریں اور نہ مطابق احتیاط عمل کریں تو انکا عمل باطل[1] ہوگا ۔

مسئلہ نمبر۸۔ تقلید کی تعریف یہ ہے کہ کسی مجتہد معین کے فتاویٰ پر عمل[2] کرنا کوئی شخص اپنے اوپر لازم کر لے اگرچہ ابھی تک ان فتاویٰ پر عمل نہ کیا ہو بلکہ ابھی اس مجتہد کا فتویٰ ابھی نہ جانا ہو پس اگر مجتہد کے فتاویٰ کی کتاب یا رسالہ کو حاصل کرے اور یہ اپنے اوپر لازم کرے کہ جو کچھ فتاوے اس میں ہیں ان پر عمل کرونگا تو تقلید کیلئے اسقدر کافی ہے ۔

مسئلہ نمبر۹۔ اقویٰ یہ ہے کہ مجتہد میت کی تقلید پر باقی رہنا جائز ہے ہاں ابتداءً کسی مجتہد میت کی تقلید کرنا جائز نہیں ہے ۔

مسئلہ نمبر۱۰۔ جب کوئی شخص مجتہد میت کی تقلید ترک کر کے مجتہد حی کا مقلد ہو جائے تو اب اسکو مجتہد میت کی تقلید کی طرف لوٹنا جائز نہ ہوگا ۔

مسئلہ نمبر۱۱۔ ایک مجتہد حی کی تقلید ترک کر کے دوسرے مجتہد حی کی تقلید کرنا جائز نہیں ہے مگر اس صورت میں جبکہ دوسرا مجتہد پہلے مجتہد سے اعلم ہو ۔

۱؎ جبکہ اس جاہل کا عمل خلاف واقع کے ہو یا اس کا عمل عبادت سے تعلق رکھتا ہو اور اس عبادت میں قصد قربت ہو سکے جیسا کہ اس کا ذکر انشاء اللہ آئیگا ۔ اصفہانی مدظلہ

۲؎ عمل کی غرض سے کسی مجتہد کے فتوٰی کو جاننا اور حاصل کرنا اعمال کی صحت کیلئے کافی ہے پس اتنی ہی تقلید کی صحت عملیات میں ضرورت ہے لیکن مجتہد مردہ کی تقلید پر باقی رہنے کے جواز میں یہ تقلید مذکور ناکافی رہیگی۔ اسی طرح ایک مجتہد زندہ کی تقلید سے دوسرے مجتہد زندہ کی تقلید کی طرف رجوع کرنے کے ناجائز ہونے میں یہ تقلید کفایت نہ کرے گی۔ پس ان ہر دو امور کے لئے جو تقلید کافی ہو سکتی ہے۔ وہ عمل کے ساتھ ہے۔ جاننا اور معلوم کرنا رسالہ کا لینا محض تقلید کے لئے کافی نہیں بلکہ عمل بھی ہونا چاہیے ۔ اصفہانی مدظلہ

مسئلہ نمبر ۱۲۔ احوط یہ ہے کہ حتی الامکان اعلم کی تقلید واجب ہے اور مجتہد اعلم کو دریافت کر کے جاننا بھی واجب ہے ۰

مسئلہ نمبر ۱۳۔ اگر دو مجتہد علم و فضل میں برابر ہوں تو مکلف کو اختیار ہے کہ جس کی چاہے تقلید کرے۔ ہاں اگر اُن دونوں میں ایک شخص ورع اور تقویٰ میں بڑھا ہُوا ہو تو اُسی کی تقلید کرنی چاہیئے ۰

مسئلہ نمبر ۱۴۔ اگر کسی مسئلہ میں مجتہد اعلم کا کوئی فتویٰ نہ ہو تو اُس مجتہد کے مُقلد کو خاص اُس مسئلہ میں غیر اعلم مجتہد سے فتویٰ لینا اور اس پر عمل کرنا جائز ہے اگرچہ یہ شخص احتیاط پر بھی عمل کر سکتا ہو ۰

مسئلہ نمبر ۱۵۔ اگر کوئی شخص ایسے مجتہد کی تقلید کرے جو مجتہد میت کی تقلید پر باقی رہنے کو جائز جانتا ہو پھر وہ مجتہد انتقال کر جائے تو اب اُس شخص کو اس مسئلہ بقاء بر تقلید میت میں اپنے مجتہد مذکور یعنی میت کی تقلید پر باقی رہنا جائز نہیں ہے بلکہ واجب ہے کہ مجتہد زندہ اعلم کی طرف رجوع کر کے دریافت کرے کہ اسکے نزدیک بقاء بر تقلید میت جائز ہے یا نہیں اور جو فتویٰ وہ دے اُس پر عمل کرے ۰

مسئلہ نمبر ۱۶۔ ایسے جاہل کا عمل باطل ہے جو سمجھتا ہو کہ تقلید کرنی چاہیئے لیکن بغیر تقلید کے اعمال بجالائے اگرچہ وہ اعمال مطابق واقع کے ہوں۔ہاں وہ جاہل جسے تقلید کا خیال ہی نہ ہو یا خیال تو ہو لیکن عمل کے وقت تقلید کرنے میں غفلت کر جائے اور البتہ عمل میں قصد قربت کر لیا ہو تو اُسکا یہ عمل اگر اُس مجتہد کے فتویٰ کے مطابق ہوتا ہو کہ جسکی تقلید اُس نے بعد میں کی ہے تو صحیح ہوگا لیکن اسکے ساتھ بھی احوط یہی ہے کہ چاہیئے اُس کا گذشتہ عمل اُس مجتہد کے فتویٰ کے بھی مطابق ہو کہ جسکی تقلید اُس عمل کے بجالانے کے وقت اُس پر واجب تھی (مثلاً کسی کو نماز جمعہ کے عدم وجوب کا اعتقاد ہے اور اُس نے نماز جمعہ پڑھ لی۔ بعد میں اُسکو اپنے مجتہد کا فتویٰ معلوم ہُوا کہ نماز واجب تھی تو اُسکی یہ نماز صحیح نہ ہوگی اس لئے کہ یہ بہ نیت قرب نماز نہیں ادا کر سکتا تھا اسواسطے کہ وہ اُسکے عدم وجوب کا اعتقاد رکھتا تھا۔ اس حالت میں نیت قربت کافی نہ ہوگی)

مسئلہ نمبر ۱۷۔ مجتہد اعلم اُس مجتہد کو کہتے ہیں جو مسئلہ فقہیہ کے استنباط کرنے کے قواعد

لہ جبکہ وہ اعمال عبادت کی قسم سے ہوں۔ اصفہانی مدظلہ

اور ذرائع کو سب سے زیادہ جانتا ہو اور اس مسئلہ کے مثل دوسرے مسائل اور احادیث پر سب سے زیادہ عبور رکھتا ہو۔ اور احادیث کے معنی اور مطلب کو سب سے بہتر اور صحیح سمجھتا ہو۔ مختصر یہ کہ مسائل فقہیہ کے استنباط کرنے میں وہ سب سے افضل ہو اور ایسے مجتہد اعلم کے معلوم کرنے کا ذریعہ اہل خبرہ اور اہل استنباط یعنی ارباب علم و فضل اور صاحبان فہم و بصیرت و اجتہاد ہیں کہ یہ لوگ جس مجتہد کو اعلم سمجھیں لوگوں کو بھی اُس مجتہد کو اعلم سمجھنا چاہیئے۔

مسئلہ نمبر ۱۸۔ احوط یہ ہے کہ مجتہد افضل یعنی اعلم کے ہوتے ہوئے مجتہد غیر افضل یعنی غیر اعلم کی تقلید جائز نہیں ہے بلکہ اگر کسی مسئلہ میں مجتہد غیر اعلم کا فتویٰ مجتہد اعلم کے موافق بھی ہو۔ جب بھی اُس خاص مسئلہ[1] تک میں مجتہد غیر اعلم کی تقلید جائز نہیں ہے۔

مسئلہ نمبر ۱۹۔ لوگوں کو ایسے عالم کی تقلید نہیں کرنی چاہیئے جو مجتہد نہ ہو بلکہ غیر مجتہد پر اگرچہ وہ عالم بھی ہو مجتہد اعلم کی تقلید واجب ہے۔

مسئلہ نمبر ۲۰۔ کسی عالم کا مجتہد ہونا علم وجدانی (شہادت قلبی دل کی گواہی دینے) سے معلوم ہو سکتا ہے مثلاً معتقد اہل خبرہ یعنی ارباب علم و فضل اور صاحبان فہم و بصیرت سے ہے اور اس کا دل گواہی دیتا ہے کہ فلاں عالم مجتہد ہے تو اس کو مجتہد سمجھ سکتا ہے۔ اسی طرح اگر اہل خبرہ سے دو عادل شخص کسی کے مجتہد ہونے کی گواہی دیں اور اُن کے مقابلہ میں دوسرے ایسے ہی دو عادل شخص اُسکے مجتہد نہ ہونے کی گواہی نہ دیں تو اس عالم کو مجتہد سمجھ سکتے ہیں۔ اسی طرح اگر کسی عالم کا مجتہد ہونا اسقدر مشہور ہو گیا ہو جس سے لوگوں کو اُسکے مجتہد ہونے پر اطمینان حاصل ہو جائے تو اُسکا مجتہد ہونا بھی شرعاً ثابت ہو جائے گا۔ رہا کسی مجتہد کا اعلم ہونا، پس اسکی معرفت ذاتی تحقیق و علم سے ہو سکتی ہے یا ایسی شہادت سے جس میں کوئی اختلاف نہ کرے یا ایسی شہرت سے جو مفید علم ہو۔

مسئلہ نمبر ۲۱۔ اگر دو مجتہد ایسے ہوں جن میں ایک کا دوسرے سے اعلم ہونا معلوم نہ ہو سکے اور نہ ایک کی اعلمیت پر کسی عادل کی گواہی حاصل ہو سکے اسوقت اگر ایک کے دوسرے سے عالم ہونے کا صرف گمان بھی ہو تو اسی کی تقلید واجب ہوگی بلکہ اگر ایک کے اعلم ہونے کا محض احتمال ہو تب بھی اُسی کی تقلید کرنی ہوگی اور اگر یہ معلوم ہو کہ یا تو یہ دونوں مجتہد علم میں

---

[1] اگرچہ اقوی اس خاص صورت میں جواز ہے۔ اصفہانی مدظلہ

برابر ہیں یا فلاں مجتہد ان دونوں میں دُوسرے سے اعلم ہے اور دُوسرے مجتہد کے پہلے سے اعلم ہونے کا احتمال بھی نہ ہو تو ایسی صورت میں احوط یہ ہے کہ جس مجتہد کے اعلم ہونے کا احتمال ہے اُسی کی تقلید کی جائے۔

مسئلہ نمبر ۲۲۔ جس مجتہد کی تقلید صحیح ہے اُس میں چند شرطوں کا ہونا ضروری ہے (۱) بالغ ہونا (۲) عاقل ہونا (۳) مومن اثنا عشری ہونا (۴) عادل ہونا (۵) مرد ہونا نہ عورت یا خنثیٰ (۶) بنا بر ایک قول کے آزاد ہونا نہ غلام (۷) مجتہد مطلق ہونا یعنی فقہ کے کل احکام میں قوتِ اجتہاد رکھتا ہو۔ کیونکہ مجتہد متجزی[1] (جو صرف بعض مسائل میں اجتہاد کرسکتا ہے) کی تقلید جائز نہیں ہے (۸) زندہ ہونا کیونکہ مجتہد میت کی تقلید ابتداءً جائز نہیں۔ ہاں تقلید میت پر باقی رہنا جائز ہے جیسا کہ سابقاً بیان ہوچکا (۹) اعلم[2] ہونا کیونکہ احوط یہ ہے کہ اگر اعلم کی تقلید ممکن ہو تو غیر اعلم کی تقلید جائز نہیں ہے (۱۰) ولدالزنا نہ ہو (۱۱) طلبِ[3] دنیا میں منہمک اور اُسکے حاصل کرنے میں یا دُنیا داروں کے وضع و طریقہ کو اختیار کرنے میں مشغول نہ رہتا ہو۔ کیونکہ حدیث میں ہے من کان من الفقھاء صائناً لنفسہ حافظاً لدینہ مخالفاً ھواہ مطیعاً لامر مولاہ فللعوام ان یقلدوہ یعنی جو فقیہ کہ اپنے نفس کا محافظ ہو اپنے دین کی محافظت کرتا ہو اپنے ہوا و ہوس نفسانی کا مخالف اور احکام و مطلوبات خداوند عالم کا مطیع و فرمانبردار ہو اُسی کی تقلید لوگوں کو کرنی چاہیے۔

مسئلہ نمبر ۲۳۔ انسان کو واجبات کے بجالانے اور محرمات سے بچے رہنے کا جو ملکہ پیدا ہوجاتا ہے اُسی کو عدالت کہتے ہیں اور اس عدالت کی پہچان اُس شخص کی ایسی ظاہری نیکی اور تقدس سے ہوسکتی ہے جس سے اُس کا عادل ہونا یقیناً یا بطور گمان کے واضح ہوسکے اسی طرح اُس کی پہچان دو عادل شخصوں کی شہادت یا ایسی شہرت سے بھی ہوسکتی ہے جو مفید علم ہو اور جس سے اطمینان حاصل ہوسکے۔

---

[1] جبکہ مجتہد مطلق مفقود ہو تو مجتہد متجزی کی تقلید کا جائز ہونا بعید نہیں جس مسئلہ میں وہ اجتہاد کرچکا ہے اسکی تقلید جائز ہے (اصفہانی مدظلہ) [2] اعلمیت اور اعلم ہونا شرط جواز تقلید مجتہد نہیں بلکہ شرط یہ ہے کہ غیر اعلم کا فتویٰ اعلم کے فتویٰ کے خلاف نہ ہو تو غیر اعلم کی تقلید میں کوئی مضائقہ نہیں ہے (اصفہانی مدظلہ) [3] دُنیا اور طلب دُنیا کی طرف متوجہ ہونا اگر بطریق حرام ہو تو یہ طلب موجب فسق و فجور ہوگی جو کہ منافی عدالت ہے (بقیہ حاشیہ صفحہ پر دیکھو)

مسئلہ نمبر ۲۴۔ جبکہ کسی مجتہد میں ایسا تغیر پیدا ہو جائے جس سے شرائط اجتہاد مفقود ہو جائیں تو اُس کے مقلدین پر واجب ہے کہ اُسکی تقلید ترک کر کے دُوسرے مجتہد کی تقلید کریں ؛

مسئلہ نمبر ۲۵۔ اگر کسی شخص نے ایسے عالم کی تقلید کر کے جو مجتہد جامع الشرائط نہ تھا ایک زمانہ تک بسر کی تو وُہ اُس شخص کی مثل ہے جس نے تقلید کی ہی نہیں۔ غرض اُس کی حالت وہی ہے جو جاہل قاصر یا مقصر کی ہوتی ہے ؛

مسئلہ نمبر ۲۶۔ اگر کسی شخص نے ایسے مجتہد کی تقلید کی جو مجتہد میت کی تقلید پر باقی رہنے کو حرام جانتا ہے پھر وہ مجتہد مر گیا اور اب اُس نے ایسے مجتہد کی تقلید کی جو مجتہد میت کی تقلید پر باقی رہنے کو جائز سمجھتا ہے تو اُس شخص کو جائز ہے کہ پہلے مجتہد (یعنی مجتہد میت) کی تقلید پر کل مسائل میں باقی رہے سوائے اُس مسئلہ خاص یعنی حرمتِ بقا بر تقلید میت کے ؛

مسئلہ نمبر ۲۷۔ ہر مکلف پر واجب ہے کہ عبادات کے اجزاء، شرائط۔ موانع اور مقدمات کا علم حاصل کرے لیکن اگر کسی عمل کو بغیر اُن چیزوں کا علم حاصل کئے ہوئے بجا لایا اور اجمالی طور سے اس قدر اسکو علم ہے کہ اس عمل میں اُس کے اجزاء و شرائط موجود تھے اور موانع برطرف تھے تو وہ عمل صحیح ہوگا اگرچہ اُسکو تفصیلی طور پر اس کا علم نہ ہو ؛

مسئلہ نمبر ۲۸۔ ہر شخص پر واجب ہے کہ عام طور پر جن مسائل شکیات و سہو کی اکثر ضرورت واقع ہوتی ہے اُن کا علم حاصل کرے۔ ہاں اگر کسی کو اطمینان ہو کہ مجھے شک یا سہو نہیں ہوگا تو اُسکا عمل صحیح ہوگا اگرچہ اُس نے اُن مسائل کے احکام کا علم حاصل نہ کیا ہو ؛

مسئلہ نمبر ۲۹۔ تقلید کرنی جس طرح واجب اور حرام کاموں میں واجب ہے اسی طرح مستحب مکروہ اور مباح امور میں بھی واجب ہے بلکہ ہر شخص پر واجب ہے کہ جو کام وہ کرتا ہو اُس کے حکم شرعی کا علم حاصل کرے۔ کسی ذریعہ سے بھی حاصل کر سکے خواہ تقلید سے یا اس کے علاوہ کسی دُوسری صورت سے۔ خواہ وہ کام عبادت ہو یا معاملہ یا معمولی

بقیہ حاشیہ صفحہ ۵۔ پس اس کا ذکر شرائط مذکورہ میں فضول ہے بے معنی ہے کیونکہ اس میں عدالت ہی نہیں رہتی۔ اس کے اعتبار میں صفت عدالت سے دست بردار ہونا پڑتا ہے جو بڑی مزدوری ہے اور اگر تحصیل دُنیا بذریعہ حلال و جائز ہے تو جواز تقلید کیلئے مُضر و مانع نہیں اور جو صفتیں کہ حدیث میں مذکور ہیں وہ عدالت سے مراد ہیں وہ تعبیر ہیں عدالت کی وہ معنی ہیں عدالت کے (اصفہانی مدظلہ)

عادت کی باتیں ؛

مسئلہ نمبر ۳۰ - کسی شخص کو اگر یہ معلوم ہو کہ فلاں کام حرام نہیں ہے لیکن یہ معلوم نہ ہو کہ واجب ہے یا مباح یا مستحب تو اُس فعل کو اس خیال سے کر سکتا ہے کہ شاید خدا کو فعل مطلوب ہو اور اس امید پر کہ وہ اس فعل سے خوش ہو کر ثواب عطا فرمائے اور اگر یہ معلوم ہو کہ یہ کام واجب نہیں ہے لیکن اُسکا حرام یا مکروہ یا مباح ہونا معلوم نہ ہو تو اس کام کو اس خیال سے ترک کرنا جائز ہے کہ شاید یہ فعل خداوند عالم کو ناگوار ہو ؛

مسئلہ نمبر ۳۱ - کسی امر میں اگر مجتہد کی پہلی رائے بدل جائے تو اُس کے مقلدین کو جائز نہیں کہ اُس رائے سابق پر باقی رہیں ؛

مسئلہ نمبر ۳۲ - جب کسی مسئلہ میں مجتہد اپنے فتویٰ سے عدول کرکے توقف و تردد کرے اور کسی صورت پر اُسکی رائے مستقر نہ ہو تو اُس کے مقلد پر واجب ہے کہ احتیاط پر عمل کرے یا اُس مجتہد کے علاوہ دیگر علماء میں جو سب سے اعلم ہو اُس کی طرف صرف اس خاص مسئلہ میں رجوع کرے ؛

مسئلہ نمبر ۳۳ - اگر دو مجتہد علم میں برابر ہوں تو مقلد کو اختیار ہے کہ جس کی چاہے تقلید کرے اور یہ بھی جائز ہے کہ چند مسائل میں ایک مجتہد کی اور چند میں دوسرے کی تقلید کرے لیکن اگر ایک مجتہد دوسرے سے عدالت یا تقویٰ اور پرہیزگاری وغیرہ میں بڑھا ہوا ہو تو اولیٰ بلکہ احوط یہ ہے کہ اسی مجتہد کی تقلید کرے ؛

مسئلہ نمبر ۳۴ - اگر کوئی شخص ایسے مجتہد کی تقلید کرے جو اس امر کا قائل ہو کہ کسی مجتہد کی تقلید کرنے کے بعد اُسکو ترک کرنا حرام ہے خواہ اُسکو ترک کر کے مجتہدِ اعلم ہی کی تقلید کیوں نہ کرے پھر وہ شخص اُس مجتہد سے زیادہ اعلم کسی اور مجتہد کو پائے تو احوط یہ ہے کہ پہلے مجتہد کی تقلید ترک کر کے اِس مجتہد کا مقلد ہو جائے اگرچہ پہلا مجتہد اس تبدیلِ تقلید کو ناجائز کہے[۱]

مسئلہ نمبر ۳۵ - اگر کسی نے کسی شخص معین کی اس خیال سے تقلید کی کہ یہ زید ہے بعدہٗ معلوم ہوا کہ وہ زید نہیں بلکہ عمرو ہے تو اگر دونوں مجتہد (زید اور عمرو) فضیلت میں برابر ہوں اور مقلد نے یہ قید نہ کی ہو کہ مجھے بالخصوص زید ہی کی تقلید مقصود ہے تو

---

[۱] جبکہ یہ اعلم عدول کو واجب کرتا ہو۔ ترک تقلید اوّل کو واجب کرتا ہو (اصفہانی مدظلہٗ)

تقلید صحیح ہوگی ورنہ مشکل ہے ؎

مسئلہ نمبر ۳۶ - مجتہد کے فتویٰ کا چند طریقوں سے علم حاصل ہوتا ہے (۱) یا تو خود مجتہد کی زبان سے مقلد سنے (۲) یا اُس کے فتویٰ کو دو عادل شخص بیان کریں (۳) یا ایک ہی عادل شخص بیان کرے بلکہ صرف ایک ایسے مُوثق شخص کا بیان کرنا بھی کافی ہے جس سے مقلد کو اطمینان حاصل ہو جائے اگرچہ وہ مُوثق شخص عادل نہ ہو (۴) یا اُس مجتہد کے ایسے رسالہ میں اُس کا فتویٰ دیکھا جائے جس کی غلطی سے محفوظ ہونے کا اطمینان ہو ؎

مسئلہ نمبر ۳۷ - اگر کسی نے ایسے شخص کی تقلید کی جس میں فتویٰ دینے کی قابلیت نہیں ہے بعد ازاں اُس مقلد کو اپنی غلطی معلوم ہوئی تو اب اُس پر اُس مجتہد کی تقلید ترک کر دینا اور دوسرے مجتہد اعلم کی تقلید کرنی واجب ہے اور گذشتہ اعمال مثل اُس جاہل کے عمل کے ہیں کہ جس نے کسی کی تقلید کی ہی نہ ہو اسی طرح اگر غیر اعلم کی تقلید کی تو بنا بر احوط[1] اب اُسکی تقلید ترک کر کے اعلم کی تقلید کرنی واجب ہے اور اگر کسی نے مجتہد اعلم کی تقلید کی لیکن کچھ دِنوں بعد دوسرا مجتہد اُس سے علم میں بڑھ گیا اور اب یہی اعلم ہے تو بنا بر احوط پہلے کی تقلید ترک کر کے اُس دوسرے مجتہد کی تقلید کرنی واجب ہے ؎

مسئلہ نمبر ۳۸ - اگر مجتہدِ اعلم دو شخصوں میں منحصر ہو (یعنی یقیناً معلوم ہو کہ مجتہدِ اعلم اِنہی دو میں سے ہے اور کوئی تیسرا نہیں ہے) اور کسی ایک کو معین کرنا ممکن نہ ہو تو دونوں کے اقوال میں جو قول احتیاطی ممکن ہو اُس پر عمل کرے۔ دونوں کے فتویٰ میں احتیاط کرنا ممکن ہو تو اُس پر عمل کرے یہی احوط ہے اور اگر یہ ممکن نہ ہو تو اختیار ہے کہ اِن دونوں میں سے جس کی چاہے تقلید کرے ؎

مسئلہ نمبر ۳۹ - کسی شخص کو اگر اِس امر میں شک ہو کہ جس مجتہد کی تقلید میں کرتا ہوں وہ مر گیا یا اُس کی کوئی رائے بدل گئی ہے یا اُس میں ایسی بات پیدا ہو گئی ہے کہ جس سے اب اُس کی تقلید جائز نہیں تو مقلد کو اُس شک پر عمل کرنا واجب نہیں ہے بلکہ جب تک اس مجتہد کی حالت واضح نہ ہو جائے۔ اُس وقت تک اُسی مجتہد کی تقلید پر باقی رہ سکتا ہے ؎

مسئلہ نمبر ۴۰ - اگر کسی شخص کو یہ معلوم ہو کہ وہ کچھ دِنوں تک اپنی عبادات بغیر تقلید

---

[1] بلکہ اقویٰ اس میں اور اس کے مابعد میں (اصفہانی مدظلہٗ)

بجالاتا رہا ہے لیکن اُس زمانہ کی مقدار معلوم نہ ہو۔ پس اگر اُس کو اپنی عبادات کی کیفیت اور اُن کا واقع کے مطابق ہونا یا اُس مجتہد کے فتویٰ کے مطابق ہونا معلوم ہو جس کی تقلید کرنا اب اس پہ واجب ہے تو اُس پر کوئی تکلیف نہیں ورنہ احوط یہ ہے کہ جس مقدار پر اُس کو برأت ذمہ کا یقین ہو جائے اس قدر عبادات کو قضا کرے۔ اگرچہ بعید نہیں کہ جسقدر زمانہ بلا تقلید رہنا یقینی ہو صرف اُسی زمانہ کا قضا کرنا کافی ہو اور جا[1]نشین ہو۔

مسئلہ نمبر ۴۱ ۔ اگر کسی کو یہ معلوم ہو کہ اُس کے گذشتہ اعمال حالتِ تقلید میں انجام پائے لیکن یہ نہ معلوم ہو کہ وہ تقلید صحیح تھی یا نہیں تو اُس کو صحیح ہی سمجھے۔

مسئلہ نمبر ۴۲ ۔ اگر کسی شخص نے کسی مجتہد کی تقلید کی پھر اُس کو شک ہوا کہ معلوم نہیں یہ مجتہد جامع الشرائط ہے یا نہیں۔ تو اُس پر اس مجتہد کے حال کی تحقیق کرنی واجب ہے۔

مسئلہ نمبر ۴۳ ۔ جس شخص میں فتویٰ دینے کی قابلیت نہ ہو اُس کو فتویٰ دینا حرام ہے اسی طرح جس شخص میں قاضی یعنی مقدمات و مرافعات کا حاکم ہونے اور اُن کے فیصل کرنے کی قابلیت نہ ہو اُس کو قاضی بننا حرام ہے اور اگر وہ قاضی بن کر کوئی حکم دے تو اُس کا حکم قابل عمل نہ ہوگا اور نہ اُس کی طرف مرافعہ کرنا لوگوں کو جائز ہوگا اور نہ اُس کے اجلاس پر گواہی دینی جائز[2] ہوگی بلکہ جو مال اُس کے حکم سے لیا جائیگا وہ حرام ہوگا اگرچہ اُس مال کا لینے والا اپنے جائز حق سے اُس کو لے۔ ہاں اگر کسی شخص کا حق پانا ایسے ہی قاضی یعنی حاکم کی طرف رجوع کرنے پر منحصر ہو اور دوسری صورت نہ ہو تو اُس خاص صورت میں ایسے قاضی یعنی حاکم کی طرف مقدمات وغیرہ میں رجوع کرنا جائز ہے۔

مسئلہ نمبر ۴۴ ۔ مجتہد اور قاضی میں عدالت کا ہونا واجب ہے اور عدالت کا ثبوت دو عادل اشخاص کی شہادت یا مجتہد اور قاضی کے ساتھ ایسی معاشرت رکھنے سے ہو سکتا ہے جس سے اُس مجتہد یا قاضی میں ملکہ عدالت کے موجود ہونے کا علم ہو جائے یا اُس پر اطمینان حاصل ہو کہ اُس میں یہ موجود ہے یا اُس مجتہد یا قاضی کا عادل ہونا اس قدر مشہور ہو کہ

---

[1] بلکہ قضا کا واجب نہ ہونا بعید نہیں ہے ہرگز جبکہ عمل کے وقت غفلت ہو اور عملیات میں قصد قربت کر لیا ہو اور عبادات کی کیفیت سے لاعلمی ہو اور اعمال کا واقع کے مطابق ہونا محتمل ہو تو ان سب صورتوں میں قضا کا واجب نہ ہونا بعید نہیں (اصفہانی مدظلہ)

[2] اگر شہادت نہ دینے میں خوف ضرر نہ ہو (مفتی احمد علی صاحب مدظلہ)

اُس سے اُس کی عدالت کا علم حاصل ہو جائے۔

مسئلہ نمبر ۴۵۔ اگر کوئی شخص اپنے بالغ ہونے کے بہت دنوں کے بعد اس امر میں شک کرے کہ میرے گذشتہ اعمال تقلید سے انجام پائے ہیں یا نہیں تو اُس کو جائز ہے کہ ان سب اعمال کو صحیح سمجھے لیکن آیندہ کیلئے اپنے اعمال کو فوراً بذریعہ تقلید صحیح کرنا اُس پر واجب ہے۔

مسئلہ نمبر ۴۶۔ جاہل شخص پر واجب ہے کہ مسئلہ تقلید اعلم کے واجب ہونے یا واجب نہ ہونے میں مجتہد اعلم کی تقلید کرے اور مجتہد غیر اعلم اگر تقلید اعلم کے واجب نہ ہونے کا فتویٰ دے تو اسکی تقلید جائز نہ ہوگی بلکہ اگر مجتہد اعلم بھی تقلید اعلم کے واجب نہ ہونے کا فتویٰ دے تو اُس کے اس فتویٰ پر عمل کرنا بھی مشکل ہے[1] لہٰذا جاہل شخص کے لئے مسائل فرعیہ میں یقینی صورت صرف یہی ہے کہ وہ مجتہد اعلم کی تقلید کرے۔

مسئلہ نمبر ۴۷۔ اگر دو مجتہدوں سے ایک احکام عبادات میں اور دوسرا احکام معاملات میں اعلم ہو تو احوط یہ ہے کہ عبادات میں پہلے کی اور معاملات میں دوسرے کی تقلید کی جائے اور یہی حکم اُس وقت بھی ہے جبکہ ایک مجتہد چند مسائل اجتہادیہ میں اور دوسرا چند دوسرے مسائل عبادات میں اعلم ہو۔

مسئلہ نمبر ۴۸۔ اگر کسی شخص نے کسی مجتہد کا فتویٰ غلط بیان کردیا تو اُس پر واجب ہے کہ جن لوگوں نے اُس فتویٰ کو اس سے معلوم کیا ہے ان کو مطلع کردے کہ اُس مجتہد کا فتویٰ یہ نہیں ہے اسی طرح اگر مجتہد نے اپنا فتویٰ بیان کرنے میں خود غلطی کی ہے تو اُس پر واجب ہے کہ اس غلطی کا اعلان کردے۔

مسئلہ نمبر ۴۹۔ کسی شخص کو اگر اثناء نماز میں کوئی ایسا مسئلہ پیش آجائے جس کا حکم اس کو معلوم نہ ہو تو اُس مسئلہ کے متعلق جو حکم اُس وقت سمجھ میں آئے اُس پر اس نیت سے عمل کرنا اُس کو جائز ہے کہ نماز تمام کرکے اُس کے حکم کو دریافت کرلوں گا اور اگر حکم مسئلہ میری سمجھ اور عمل کے خلاف ثابت ہوگا تو اپنی نماز کا اعادہ کرلوں گا۔ پس اگر وہ ایسا کرے اور اس کا وہ عمل صحیح ثابت ہو تو اُس پر نماز کا اعادہ واجب نہیں ہے۔

[1] اس میں کوئی اشکال نہیں ہے (اصفہانی مدظلہ)

مسئلہ نمبر ۵۰۔ جاہل شخص پر واجب ہے کہ جس زمانہ میں وہ مجتہد یا مجتہد اعلم کی تحقیق کر رہا ہو۔ اُس زمانہ میں احتیاط[1] پر عمل کرے ۔

مسئلہ نمبر ۵۱۔ جس شخص کو مجتہد نے اوقاف یا اموال قُصّر[2] میں تصرف کے لئے اذن دیا ہو یا وکیل کیا ہو وہ مجتہد مذکور کے مرجانے سے معزول ہو جاتا ہے مگر جو شخص مجتہد کی طرف سے وقف کا متولی یا اموال قُصّر کا منتظم مقرر کیا ہوا ہو تو اُس کا متولی اور قیم ہونا مجتہد کی موت سے علی الاظہر[3] باطل نہ ہوگا بلکہ بدستور باقی رہیگا ۔

مسئلہ نمبر ۵۲۔ مجتہد میت کی تقلید پر باقی رہنے کے مسئلہ میں بغیر مجتہد حی کی تقلید کئے ہوئے اگر کوئی شخص مجتہد میت کی تقلید پر باقی رہے تو گویا وہ بغیر تقلید کے اعمال بجالایا ۔

مسئلہ نمبر ۵۳۔ اگر کسی نے ایسے مجتہد کی تقلید کی ہو جو تسبیحات اربعہ کے ایک مرتبہ پڑھنے کو کافی سمجھتا ہے اور اس مُقلِد نے بھی ایک ہی مرتبہ پڑھا یا ایسے مجتہد کی تقلید کی جو تیمم میں ایک ہی ضرب کافی سمجھتا ہے اور اس مقلد نے بھی ایک ہی ضرب لگائی - بعد ازاں وہ مجتہد مرگیا اور اس مقلد نے اب ایسے مجتہد کی تقلید کی جو تین مرتبہ تسبیحات اربعہ پڑھنے یا دو مرتبہ ضرب لگانے کو واجب جانتا ہے تو اُس مُقلِد پر گذشتہ اعمال کا اعادہ کرنا واجب نہ ہوگا۔ اسی طرح اگر مقلد نے کوئی عقد[4] واقع کیا یا ایقاع[5] ایسے مجتہد کی تقلید کرکے کیا جو اُس عقد یا ایقاع کو صحیح سمجھتا ہے۔ پھر وہ مجتہد مرگیا اور اب اُس مقلد نے ایسے مجتہد کی تقلید کی جو اُس عقد یا ایقاع کو باطل سمجھتا ہے تو اس صورت میں یہ مقلد اُس عقد یا ایقاع کو صحیح ہی سمجھے گا۔ ہاں آئندہ ایسا عقد یا ایقاع کرنے میں اس دوسرے مجتہد کے فتویٰ پر

---

[1] یا چند قولوں میں سے جو قول اور فتویٰ احتیاط پر مشتمل ہو اُس پر عمل کرے (اصفہانی مدظلہ)

[2] قُصّر یعنی مجنون وسفیہ ونابالغ اطفال (مترجم)

[3] اس میں اشکال ہے لہذا احتیاط یہی ہے کہ مجتہد حی کی جانب سے کوئی شخص قائم ہونا چاہئے اور اس احتیاط کو ترک نہ کرنا چاہئے (اصفہانی مدظلہ)

[4] عقد مثلاً نکاح یا بیع یا اجارہ جس میں طرفین سے صیغہ پڑھے جانے کی ضرورت ہے (مترجم)

[5] ایقاع مثلاً طلاق یا ظہار یا عتق جن میں صرف ایک جانب سے صیغہ پڑھے جانے کی ضرورت ہوتی ہے (مترجم)

عمل کرنا واجب ہوگا اور اگر ایسے مجتہد کی تقلید کی جو کسی شے (مثلاً آبِ غسالہ) کی طہارت کا قائل ہے پھر وہ مجتہد مرگیا اور اب اس شخص نے ایسے مجتہد کی تقلید کی جو اس شے کی نجاست کا قائل ہے تو اس مُقلِّد کی نماز اور گزشتہ اعمال سب صحیح رہینگے اگرچہ اسی شے کے ساتھ اُن اعمال کو بجالایا ہو۔ البتہ وہ شے اگر ابھی تک باقی ہے تو اب اس مُقلِّد کیلیئے وہ طاہر نہ ہوگی کیونکہ نیا مجتہد اسکو نجس کہتا ہے اور یہی حکم کسی چیز کے حلال یا حرام ہونے میں بھی جاری ہوگا۔ پس اگر پہلے مجتہد نے مثلاً غیر حدید کے ذبح کرنے کو جائز کہا۔ اور اُس پر عمل کرکے مقلِّد نے اسیطرح کسی جانور کو ذبح کیا پھر وہ مجتہد مرگیا اور اب اُس مقلِّد نے ایسے مجتہد کی تقلید کی جو غیر حدید سے ذبح کرنے کو حرام کہتا ہے تو مقلِّد نے اس ذبح کئے ہوئے جانور کو بیچدیا یا کھالیا تھا تو اُسکا بیچنا یا کھانا صحیح رہیگا ہاں اگر وہ ذبح کیا ہوا حیوان ابھی موجود ہے تو اب اُسکی بیع جائز ہوگی اور نہ اُسکا کھانا۔ اسی طرح دوسرے مسائل کو سمجھنا چاہیئے۔

مسئلہ نمبر ۵۴۔ جو شخص کسی کی جانب سے کسی کام مثلاً عقد جاری کرنے یا ایقاع کرنے یا خمس یا زکوٰۃ یا کفارہ دینے کیلیئے وکیل مقرر ہو تو اگر وکیل و موکّل تقلید میں مختلف ہوں۔ یعنی ہر شخص علیحدہ علیحدہ مجتہد کا مُقلِّد ہو تو وکیل پر واجب ہے کہ اپنی ذاتی تقلید یعنی اپنے مجتہد کے مطابق عمل نہ کرے بلکہ موکّل یعنی وکیل کرنے والے شخص کی تقلید یعنی اُس کے مجتہد کے فتویٰ کے مطابق عمل کرے یہی حکم وصی کا بھی ہے مثلاً کسی مُردہ شخص کی نماز ادا کرنے کے لیئے کوئی شخص کسی کی طرف سے وصی مقرر ہو تو اُس پر واجب[1] ہے کہ اُس مُردہ شخص کے مجتہد کا جو فتویٰ ہو اُس کے مطابق نماز ادا کرانے میں عمل کرے۔

مسئلہ نمبر ۵۵۔ اگر کسی چیز کا بیچنے والا ایسے مجتہد کا مُقلِّد ہو جو مثلاً بیع معاطات (بغیر خرید و فروخت کا مقررہ شرعی صیغہ جاری کئے ہوئے مالک اپنا مال خریدار کو دے اور خریدار قیمت مالک کے حوالے کرے) یا صیغہ عقد کو فارسی زبان میں جاری کرنے کا قائل ہو اور خریدار ایسے مجتہد کا مُقلِّد ہو جو ایسی بیع کو باطل کہے تو یہ بیع کی[2] طرف سے بھی صحیح نہیں ہوگی کیونکہ خرید و فروخت کا تعلق دو طرف سے ہوتا ہے جس کا لازم یہ ہے

---

[1] ظاہر یہ ہے کہ وصی اپنے مجتہد کے فتویٰ کے مطابق عمل کرے گا نہ کہ وصیت کرنیوالے کے مجتہد کے مسائل کے (اصفہانی ظلہٗ)

[2] ظاہر صحت بیع ہے محض بائع کی طرف سے اور وجہ مذکور کمزور اور ضعیف ہے (اصفہانی ظلہٗ)

کہ دونوں طرف سے صحیح طریقہ پر انجام پائے اور یہی حکم یعنی اس معاملہ کا بھی باطل ہونا ہے جس میں طرفین میں سے ایک شخص کا مذہب اس معاملہ کا باطل ہونا اور دوسرے شخص کا مذہب اس کا صحیح ہونا ہو۔

مسئلہ نمبر ۵۶ - مقدمات کے مرافعہ میں حاکم کے معین کرنے کا اختیار مدعی کو ہوتا ہے ہاں اگر مدعا علیہ کا اختیار کیا ہوا حاکم اعلم ہو تو یہی اعلم حاکم رہیگا بلکہ اگر اعلم موجود ہو اور اسکی طرف مرافعہ بھی ہو سکتا ہو تو احوط یہ ہے کہ اسی کی طرف ہر حالت میں رجوع کی جائے یعنی خواہ مدعی رجوع کرے یا مدعا علیہ۔

مسئلہ نمبر ۵۷ - حاکم یعنی مجتہد جامع الشرائط کے حکم کا توڑنا کسی شخص کو جائز نہیں بلکہ دوسرا مجتہد بھی اس کے حکم کو نہیں توڑ سکتا۔ ہاں اگر پہلے مجتہد کی خطا ظاہر ہو تو دوسرا مجتہد اسے توڑ دے گا۔

مسئلہ نمبر ۵۸ - اگر کسی شخص نے کسی مجتہد کا فتویٰ دوسرے شخص سے بیان کیا۔ پھر اس مسئلہ میں اس مجتہد کی رائے بدل گئی تو بیان کرنے والے شخص پر واجب نہیں ہے کہ جن لوگوں نے اس سے پہلا مسئلہ سنا ہے ان کو مجتہد کی رائے بدلنے سے آگاہ کرے۔ اگرچہ احتیاط مستحبی یہی ہے کہ آگاہ کردے بخلاف اس کے کہ اگر اس بیان کرنیوالے کو معلوم ہو کہ میں نے خود مجتہد کا فتویٰ بیان کرنے میں غلطی کی ہے تو اس پر واجب ہے کہ لوگوں کو اس سے مطلع کرے۔

مسئلہ نمبر ۵۹ - کسی مجتہد کا فتویٰ بیان کرنے میں اگر دو شخص اختلاف کریں اور بیان میں تعارض ہو تو دونوں کے قول کو ترک کر دینا چاہیے[1] اور یہی حکم دو خبر یعنی شہادتوں کا بھی ہے ہاں اگر مجتہد کا فتویٰ لوگوں سے کچھ سنا گیا اور خود مجتہد کی زبان سے اس کے خلاف سنا گیا تو خود مجتہد کے بتائے ہوئے فتویٰ کو مقدم کرنا چاہیے۔ اسی طرح اگر مجتہد کے رسالہ میں فتویٰ کچھ ہو اور خود اس کی زبان سے اس کے خلاف سنا جائے تب بھی زبان سے سنے ہوئے فتویٰ کو ہی اختیار کرنا چاہیے اور اسی طرح اگر مجتہد کا فتویٰ لوگوں سے کچھ سنا گیا اور اس کے رسالہ میں اس کے خلاف دیکھا گیا تو ایسی صورت میں اس کے رسالہ میں جو لکھا ہو اسکو ترجیح دیکر

---

[1] جبکہ دونوں موثق ہونے میں برابر ہوں ورنہ جو ثقہ ہونے میں بڑھا ہوا ہوگا اسکی نقل اور خبر قابل اعتبار اور لائق عمل سمجھی جائے گی (اصفہانی ظلہ) مختصر یہ ہو کہ ان دونوں میں جو موثق یا موثق تر ہوگا اسکے قول کو ترجیح دی جائیگی (مترجم)

اُس پر عمل کرنا چاہیئے بشرطیکہ رسالہ کی غلطی سے محفوظ ہونے کا اطمینان ہو۔

مسئلہ نمبر ۶۰۔ اگر کسی شخص کو ایسا مسئلہ پیش آئے جس کا حکم معلوم نہ ہو اور نہ مجتہد عالم وہاں موجود ہو پس وہ مسئلہ جس کام کے متعلق ہے اگر اُس کام کو مسئلہ دریافت کرنے تک روک سکتا ہے تو روکنا واجب ہے اور اگر روک نہیں سکتا ہو لیکن احتیاط پر عمل کر سکتا ہو تو ایسا ہی کرے اور اگر احتیاط بھی ناممکن ہو تو الاَعلم فالاَعلم کی رعایت کرکے دوسرے مجتہد کی طرف رجوع کرنا جائز ہے اور اگر وہاں کوئی دوسرا مجتہد یا اُس کا رسالہ بھی نہ ہو تو مشہور علماء کے قول پر عمل کر سکتا ہے۔ بشرطیکہ کوئی شخص ایسا مل جائے جو قول مشہور بین العلماء کو بتا سکے۔ اب اگر قول مشہور پر عمل کیا۔ بعد ازاں اُس قول کا اپنے مجتہد کے فتویٰ سے مخالف ہونا ظاہر ہو تو اُس شخص پر اُس فعل کا اعادہ یا قضا واجب ہوگی اور اگر قول مشہور بھی معلوم نہ ہو سکے تو فوت شدہ علماء میں جو زیادہ لائق ہو اُسکے قول کی طرف رجوع کرنی چاہیے اور اگر یہ بھی ناممکن ہو تو اپنے گمان پر عمل کرے اور اگر دونوں صورتوں میں سے کسی ایک پر بھی گمان حاصل نہ ہو سکے تو اختیار ہے کہ جس صورت پر چاہے اُس وقت عمل کرے اِس لئے کہ اُس وقت کی تکلیف یہی ہے لیکن ہر صورت میں بعد کو جب اپنے مجتہد کا فتویٰ معلوم ہو تو اُس وقت دیکھے کہ جو فعل کر چکا ہے اگر اُس فتویٰ کے مطابق تھا تو خیر اور اگر مخالف تھا تو عمل مذکور کا اعادہ یا قضا واجب ہوگی۔

مسئلہ نمبر ۶۱۔ اگر کسی نے ایک مجتہد کی تقلید کی بعد ازآں وہ مجتہد مر گیا پھر دوسرے کی تقلید کی وہ بھی مر گیا۔ تیسرے کی تقلید کی جو کہتا ہے کہ مجتہد میت کی تقلید پر باقی رہنا واجب یا جائز ہے۔ پس ایسی صورت میں آیا اِس مقلد کو مجتہد اوّل کی تقلید پر باقی رہنا چاہیئے یا مجتہدِ ثانی کی تقلید پر۔ اِس میں اختلاف ہے لیکن اظہر[1] یہ ہے کہ ثانی کی تقلید پر باقی رہے اور احوط یہ ہے کہ احتیاط کی رعایت کرے۔

مسئلہ نمبر ۶۲۔ تقلید کے لئے صرف اسقدر کافی ہے کہ مقلد اپنے مجتہد کے فتوی کا رسالہ اپنے پاس رکھ لے اور جو کچھ فتاوی اُس میں ہوں اُن کے مطابق عمل کرتے رہنے کو اپنے اوپر لازم کرے۔ اگرچہ ابھی اُن فتاوی کا علم حاصل نہ ہو اور کسی پر عمل کرنے کا موقعہ نہ ملا ہو۔ اب اگر

---

[1] بلکہ اظہر مجتہد اول کی تقلید پر باقی رہنا ہے اگر تیسرا مجتہد بقا کو واجب جانتا ہے اِسی طرح دوسرے مجتہد کی تقلید پر باقی رہنا اظہر ہے اگر تیسرا مجتہد جواز بقا کا قائل ہے (اصفہانی مدظلہ)

اب اگر وہ مجتہد مرجائے تو اُس کی تقلید پر باقی رہنا اُس کو جائز ہے اگرچہ فتاویٰ کو نہ جاننے کی صورت میں بلکہ جاننے کے بعد اُن پر عمل نہ کرنے کی صورت میں بھی احوط[1] یہی ہے کہ مجتہد میت کی تقلید ترک کر کے مجتہد حی کی طرف رجوع کرے بلکہ بنا بر ایک وجہ کے احوط مستحبی یہی ہے کہ مجتہد سابق میت کی تقلید پر مطلقاً باقی نہ رہے اگرچہ اُسکے فتویٰ کو جانا بھی اور اُن پر عمل بھی کیا ہو۔

مسئلہ نمبر ۶۳۔ جن مسائل میں مجتہد اعلم کوئی فتویٰ نہ دے بلکہ محض احتیاط بیان کرے اُن مسائل میں مقلد کو اختیار ہے خواہ اپنے مجتہد کے اُن احتیاطات پر عمل کرے خواہ دوسرے مجتہد کی طرف برعایت الاعلم فالاعلم رجوع کرے۔

مسئلہ نمبر ۶۴۔ اس کتاب العروۃ الوثقیٰ میں جو احتیاط مذکور ہے وہ یا تو استحبابی ہے اور وہ وہ ہے جو کسی فتویٰ کے بعد ہو یا اس سے فتویٰ ملا ہوا ہو یا وجوبی ہے اور وہ وہ ہے جس کے ساتھ کوئی فتویٰ نہ ہو اور اسی احتیاط وجوبی کو احتیاط مطلق بھی کہتے ہیں اس میں مقلد کو اختیار ہے خواہ اُس پر عمل کرے خواہ کسی دوسرے مجتہد کی طرف رجوع کرے۔ پہلی قسم یعنی احتیاط استحبابی پس مقلد کو نہ اس پر عمل کرنا واجب ہے، اور نہ دوسرے مجتہد کی طرف رجوع کرنا جائز ہے بلکہ اُس کو اختیار ہے خواہ محض فتویٰ پر عمل کرے اور احوط کو ترک کر دے خواہ اس احتیاط استحبابی ہی پر عمل کرے۔

مسئلہ نمبر ۶۵۔ دو مجتہد اگر علم و فضل میں برابر ہوں تو مقلد کو اختیار ہے کہ جسکی چاہے تقلید کرے۔ اِسی طرح اُس کو جائز ہے کہ بعض احکام میں ایک کی اور بعض میں دوسرے کی تقلید کرے بلکہ ایک ہی عمل کے چند احکام میں ایک کی اور چند میں دوسرے کی تقلید کر سکتا ہے لیکن دونوں صورتوں میں یہ ضروری ہے کہ جس مسئلہ میں ایک کی تقلید کر چکا ہی اُس میں دوسرے کی تقلید نہیں کر سکتا۔ یہانتک کہ اگر ایک کا فتویٰ ہو کہ جلسہ استراحت یعنی سجدہ ثانیہ کے بعد کسی قدر بیٹھ جانا واجب ہے، اور تسبیحات اربعہ کو تین مرتبہ پڑھنا مستحب ہے اور دوسرے کا فتویٰ اس کے برعکس ہو تو جائز ہے کہ اول مجتہد کے تسبیحات اربعہ کو تین مرتبہ پڑھنے کے مستحب ہونے میں اور دوسرے کے جلسہ استراحت کے مستحب ہونے میں

---

[1] یہ احتیاط ترک نہ ہونی چاہئے (اصفہانی مدظلہ)

تقلید کرے ۔

مسئلہ نمبر ۶۶ ۔ یہ امر پوشیدہ نہ رہے کہ احتیاط کی موقعوں کو سمجھنا جاہل کیلئے نہایت مشکل ہے کیونکہ اس میں ضرورت کافی اطلاع حاصل ہونے کی اور باوجود کافی اطلاع اور علم کے بھی بعض اوقات دو احتیاطوں میں اختلاف پیدا ہوجانے سے دقت ہوتی ہے کیونکہ اس وقت ایک کو ترجیح دینا ضروری ہے اور بعض اوقات مسئلہ میں جو اشکال ہوتا ہے اسکی جانب توجہ ہی نہیں ہوتی ۔ پس مقلد احتیاط کرتا تو ہے لیکن حقیقتاً اس احتیاط کے ترک کرنے میں احتیاط ہوتی ہے ۔ مثلاً یہ مسئلہ سمجھنا چاہیئے کہ جو پانی حدث اکبر کے رفع کرنے میں استعمال ہو رہو اُس سے وضو نہ کرنا احوط ہے لیکن جب سوائے اسکے دُوسرا پانی ممکن ہی نہ ہو تو اب احوط یہ ہے کہ اسی پانی سے وضو کیا جائے بلکہ یہ واجب ہوگا کیونکہ اُس ترک وضو کی احتیاط استحبابی تھی اور احوط یہ ہے کہ اُس پانی سے وضو بھی کرے اور پھر تیمم بھی ۔ اسی طرح احوط یہ ہے کہ تسبیحات اربعہ کو تین مرتبہ پڑھے لیکن جب وقت تنگ ہو اور تسبیحات اربعہ کو تین مرتبہ پڑھنے سے یقین ہو کہ نماز کا وقت نکل جائیگا تو اس صورت میں اس احتیاط کو ترک کرنا احوط یا لازم ہے ۔ اسی طرح گچ پر تیمم کرنا احتیاط کے خلاف ہے لیکن جب اسکے تیمم کے لئے کوئی دُوسری چیز نہ ہو تو احوط اسی گچ پر تیمم کرنا ہے اور اگر تر مٹی بھی موجود ہو تو احوط یہ ہے کہ گچ پر بھی تیمم کرے اور اُس تر مٹی پر بھی ۔

مسئلہ نمبر ۶۷ ۔ تقلید صرف فرعی احکام میں کی جاتی ہے لہذا اصُولِ دین اصُولِ فقہ ۔ مسائل نحو و صرف وغیرہ میں تقلید نہیں ہوسکتی ۔ اسی طرح موضوعات مُستنبطہ عرفیہ[1] یا لغویہ یا موضوعات صرفہ میں بھی تقلید نہیں ہوسکتی پس اگر کسی بہنے والی چیز میں مُقلِد کو شک ہو کہ یہ شراب ہے یا سرکہ اور مجتہد کہہ دے کہ یہ شراب ہے تو اُس کے شراب ماننے میں مجتہد کی تقلید جائز نہیں ہوگی البتہ اس حیثیت سے اُسکا قول مقبول ہوسکتا ہے کہ وہ مخبر عادل ہے جس طرح کسی جاہل لیکن عادل شخص کی خبر پر اعتماد ہوسکتا ہے ہاں موضوعات مستنبطہ شرعیہ میں مثل نماز روزہ وغیرہ کی تقلید ہوسکتی ہے جس طرح احکام عملیہ میں ہوتی ہے ۔

[1] ظاہر یہ ہے کہ ان میں تقلید جاری ہوسکتی ہے (اصفہانی مدظلہ)

مسئلہ نمبر ۶۸۔ مجتہد سے جو امور متعلق ہوتے ہیں یا اُن کے سوائے تقلید کے اور کسی چیز میں مجتہد کا اعلم ہونا ضروری نہیں ہے۔ رہا ان یتیموں مجنونوں اور اوقاف کا ولی ہونا جنکا کوئی ولی معین ہو یا اُن وصایا کا ولی ہو جانا جنکا کوئی وصی معین ہو پس ان امور میں یا انہیں کی مثل دوسرے امور میں مجتہد کا اعلم ہونا ضروری نہیں ہے ہاں قاضی (حاکم شرع) کے بارے میں احوط یہ ہے کہ وہ اعلم ہو اپنے شہر میں بھی اور ان مقامات میں بھی جہاں کے اسکے یہاں مرافعہ کرنے میں لوگوں کو کسی قسم کا حرج نہ ہو ؛

مسئلہ نمبر ۶۹۔ اگر کوئی مجتہد اپنے کسی فتویٰ کو بدل دے تو اُس پر یہ واجب ہے یا نہیں کہ اپنے مقلدین کو اس تبدیل فتوے سے مطلع کرے اس مسئلہ میں دو صورتیں ہیں اول یہ کہ اگر سابق (پہلا) فتویٰ احتیاط کے موافق تھا تو ظاہر ہے کہ مطلع کرنا واجب نہیں دوم یہ کہ سابق (پہلا) فتویٰ احتیاط کے مخالف تھا تو اس صورت میں احوط یہ ہے کہ مطلع کردے بلکہ یہ احتیاط قوّت سے خالی نہیں ؛

مسئلہ نمبر ۷۰۔ مقلّد کو جائز نہیں ہے کہ کسی حکم میں شک شبہ ہو تو اس میں اصالت براۃ یا اصالت طہارت یا استصحاب کو جاری کرے لیکن شبہات موضوعیہ میں بعد اس کے کہ ان چیزوں کی حجیت میں مجتہد کی تقلید کرچکا ہو اصالت مذکورہ کو جاری کرسکتا ہے مثلاً اس میں شک ہو کہ جو شخص فعل حرام سے جنب ہوا ہو اُس کا پسینہ نجس ہے یا نہیں تو اس میں اصالت طہارت نہیں جاری کرسکتا لیکن اس مسئلہ میں کہ اس پانی میں یا اسکے غیر میں کوئی نجاست گرگئی ہے یا نہیں اصالت طہارت جاری کرسکتا ہے ؛

مسئلہ نمبر ۷۱۔ جو مجتہد عادل نہ ہو یا جسکی حالت معلوم نہ ہو اُسکی تقلید جائز نہیں اگرچہ اسکے فتویٰ پر وثوق اور اطمینان بھی ہو۔ ہاں ایسا شخص خود اپنے فتویٰ پر عمل کرسکتا ہے اسی طرح مجتہد غیر عادل یا مجہول الحال کا حکم اور اُس کے تصرفات امور عامہ میں جاری نہیں ہوسکتے اور نہ اوقاف و وصایا یا اموال قُصّر و غیب میں اُس کی ولایت جائز ہوسکتی ہے ؛

مسئلہ نمبر ۷۲۔ مقلد کا یہ گمان کہ مجتہد کا فتویٰ یہی ہوگا کہ اُس پر عمل کرنے کے لئے کافی نہیں ہوسکتا مگر اس وقت کہ مجتہد کی زبان سے جو فتویٰ سُنا ہے اُسکے ظاہری لفظ یا اُس فتویٰ کے بیان کرنے والے کی عبارت یا مجتہد کے جو الفاظ اُس کے رسالہ میں ہیں اُن سے یہ گمان حاصل ہوا ہو۔ غرض یہ کہ گمان حجت نہیں ہوسکتا مگر اس وقت کہ مجتہد کے ظاہر الفاظ یا مجتہد کے فتویٰ بیان کرنے والے کے ظاہر الفاظ سے یہ گمان پیدا ہوا ہو ؛

فصل بیان آب

پانی کی دو قسمیں ہیں۔ مطلق اور مضاف مثلاً وہ پانی جو پھلوں وغیرہ کے نچوڑنے سے پیدا ہوتا
ہے جیسے آب انار کہ انار کے دانوں کے نچوڑنے سے پیدا ہوتا ہے یا وہ پانی جس میں دوسری
چیز گھل گئی ہو جیسے شربت کہ پانی میں شکر گھلی رہتی ہے یا وہ پانی جو دوسری چیز سے مل گیا ہو
جیسے عرق گلاب کہ گلاب کے پھول کو پانی میں جوش دینے سے ہوتا ہے پس ان قسموں کے پانی
کی اگر یہ حالت ہے تو اس کو محض پانی نہیں کہتے ہیں بلکہ جب استعمال کرتے ہیں تو اضافت
صفت کیساتھ تو اس کو آب مضاف کہینگے ؛

آب مطلق کی کئی قسمیں ہیں (الف) وہ پانی جو زمین سے پھوٹ کر نکلے اور زمین پر
بہے تو اس کو شرع میں آب جاری کہتے ہیں (ب) وہ پانی جو پھوٹ کر نکلے لیکن زمین پر
نہ بہے (ج) کنوئیں کا پانی (د) بارش کا پانی (ہ) ایک کر پانی (و) کر سے کم پانی جسکو شرع
میں آب قلیل کہتے ہیں۔ پانی کی ان قسموں کا حکم یہ ہے کہ اگر یہ کسی نجاست سے نہ ملیں تو
خود بھی پاک ہیں اور حدث اور خبث سے دوسری چیزوں کو بھی پاک کردینگی ؛

مسئلہ نمبر ۱۔ آب مضاف اگر کسی نجاست سے نہ ملے تو خود پاک رہیگا لیکن کسی نجس
چیز کو پاک نہیں کر سکتا اور نہ اس سے غسل یا وضو صحیح ہوگا۔ اگرچہ اس کے سوا دوسرا پانی
میسر نہ ہو اور اگر آب مضاف نجاست سے مل جائے تو فوراً نجس ہو جائیگا اگرچہ وہ آب
مضاف مقدار میں ہزاروں کر ہو کیونکہ نجاست کے محض ملاقات سے وہ کل کا کل نجس
ہو جاتا ہے اگرچہ نجاست بہت کم یعنی مثل سر سوزن کے بھی ہو۔ ہاں اگر آب مضاف
اوپر سے نیچے کی طرف گرتا ہو اور اس کا گرنے والا حصہ کسی نجاست سے ملجاتا ہو تو اوپر
کا حصہ نجس نہ ہوگا مثلاً اگر لوٹے میں گلاب ہو اور اوپر سے اسکو کسی کافر کے ہاتھ پر
انڈیلیں تو جو حصہ کافر کے ہاتھ سے ملحق ہو رہا ہے وہ تو نجس ہو جاتا ہے اور جو لوٹے میں
ہے وہ پاک رہیگا اگرچہ وہ اس پانی میں اور اس پانی میں جو کافر کے ہاتھ میں اتصال بھی ہو

[1] بعید نہیں ہے آب قلیل و آب مضاف میں موضع ملاقات سے عدم سرایت نجاست کا دارومدار قوت کے
ساتھ نکلنے پر چاہئے۔ اوپر سے نیچے گرے یا نیچے سے مثل فوارہ کے اوپر (اصفہانی مدظلہ)

برخلاف اسکے اگر کسی حوض میں گلاب ہو اور اُسکے کونے میں کافر ہاتھ ڈال دے تو حوض کا کل گلاب نجس ہو جائے گا۔

مسئلہ نمبر ۲۔ اگر محض آب مطلق کا عرق کھینچیں تو بھی وہ عرق آب مطلق ہی رہیگا اور اسکا حکم نہ بدلیگا۔ البتہ اگر اسکے ساتھ دوسری چیز مثلِ گلاب وغیرہ کے ملا کر عرق کھینچا جائے تو وہ پانی آب مطلق نہ رہیگا بلکہ مضاف ہو جائیگا۔

مسئلہ نمبر ۳۔ کسی عرق کا اگر عرق کھینچیں تو یہ نیا عرق بھی آب مضاف ہی رہیگا۔

مسئلہ نمبر ۴۔ اگر نجس آب مطلق یا آب مضاف کا عرق کھینچا جائے تو پاک ہو جائیگا اس لئے کہ پہلا نجس پانی یا عرق استحالہ ہو کر پہلے بھاپ ہو گیا اور اسکے بعد دوبارہ عرق ہوا ہے اور ظاہر ہے کہ استحالہ سے نجس چیز پاک ہو جاتی ہے۔

مسئلہ نمبر ۵۔ اگر کسی پانی کے بارے میں یہ شک پیدا ہو کہ یہ آب مطلق ہے یا آب مضاف تو اگر اسکی پہلی حالت معلوم ہو (مثلاً دوپہر کو شک ہوا اور صبح کو یقین تھا کہ یہ آب مطلق ہے) تو اسکو اب بھی ویسا ہی سمجھنا چاہئے اور اگر پہلی حالت معلوم نہ ہو تو اسکے نہ آب مطلق ہونے کا حکم کیا جائیگا نہ آب مضاف ہونیکا۔ ہاں اسقدر یقینی ہے کہ ایسے پانی سے نہ رفع حدث ہو سکتا ہے نہ رفع خبث اور اگر کم ہو اگرچہ بقدر کر ہو تو نجس نہ ہوگا کیونکہ احتمال یہ ہے کہ آب مطلق ہے اور چونکہ اصل یہ ہے کہ ہر پانی طاہر ہے جبتک کہ اسکی نجاست کا علم نہ ہو لہذا یہ بھی بسبب اسکی نجاست معلوم نہ ہونے کے طاہر رہیگا۔

مسئلہ نمبر ۶۔ نجس آب مضاف عرق کھینچنے یا آب کر یا آب جاری میں مستہلک ہو جانے سے (اس طرح ملجائے کہ پھر اسکا کچھ پتہ نہ چلے) پاک ہو جاتا ہے۔

مسئلہ نمبر ۷۔ نجس آب مضاف اگر آب کر میں ڈالا گیا اور ابھی خود مستہلک نہ ہونے پایا تھا کہ آب کر اُسکے ملنے سے مضاف ہو گیا اور وہ نجس آب مضاف بھی مستہلک ہو گیا اور اسکا پتہ نہیں کہ پہلے آب مضاف مستہلک ہوا ہے یا پہلے آب کر مضاف ہوا ہے تو اس صورت میں آب کر کے نجس نہ ہونے کا حکم دینا ہو تو ہو سکتا ہے مگر مشکل ہے۔

۱؎ اگر اتنی مقدار میں ملایا گیا ہو کہ جس کے سبب سے آب مضاف کہلایا جا سکے (احمد علی مدظلہ)

۲؎ اس کی طہارت مشکل ہے (احمد علی مدظلہ) ۳؎ عرق کھینچنے سے طاہر ہو جانا مشکل ہے (احمد علی مدظلہ)

مسئلہ نمبر ۸ - اگر کسی شخص کے امکان میں فقط ایسا میلا پانی ہے جو مٹی مل جانے سے مضاف ہو گیا ہے اور دوسرا صاف اور مطلق پانی اسکو میسر نہیں ہے مگر نماز کا وقت وسیع ہے تو اس شخص پر بنابر احوط واجب ہے کہ انتظار کرے اور جب اُس میلے پانی کی مٹی نیچے بیٹھ جائے اور وہ پانی صاف ہو جائے تو اُس وقت اسی پانی سے وضو کرے لیکن اگر نماز کا وقت تنگ ہے تو چاہیئے کہ اس پانی کو ترک کر دے اور تیمم کر کے نماز پڑھے کیونکہ پہلی صورت میں پانی نہ ملنے کا صدق نہ تھا اور دوسری صورت میں پانی نہ ملنا صادق آتا ہے ؛

مسئلہ نمبر ۹ - آب مطلق کی جتنی قسمیں ہیں یہاں تک کہ آب جاری بھی، اگر کسی نجاست کے ملنے سے اُسکا مزہ یا بو یا رنگ بدل جائے تو کل پانی نجس ہو جائیگا لیکن چند شرطوں کے ساتھ - پہلی یہ کہ پانی کا مزہ یا بو یا رنگ خود نجاست کے ملنے سے بدل جائے پس اگر کسی نجس چیز کے قریب ہونے سے یہ چیزیں بدل جائیں تو نجس نہ ہوگا جیسے کہ کسی تالاب کے کنارے خشک زمین پر کوئی مردہ جانور پڑا ہو اور اُسکی بو سے اُس تالاب کا پانی بھی بدبودار ہو جائے تو اس سے تالاب کا پانی نجس نہ ہوگا۔ دوسرے یہ کہ پانی کا مزہ یا بو یا رنگ بدل کر نجاست کی صفت اس میں آ جائے نہ یہ کہ متنجس (وہ چیز ہے جس میں کوئی نجاست لگ جائے مثلاً انگلی میں خون لگ گیا تو انگلی متنجس کہی جائے گی) کی صفت آئے جیسے نجس شیرہ اگر حوض میں اتنا پڑ جائے کہ اُس سے حوض کا پانی سُرخ یا زرد ہو جائے تو اُس سے وہ پانی نجس نہ ہوگا۔ ہاں اگر پیشاب یا پاخانہ کے پڑ جانے سے حوض کا پانی بدبودار یا بدمزہ ہو جائے یا رنگ بدل جائے تو بیشک وہ پانی نجس ہو جائے گا البتہ اگر متنجس چیز کے آب مطلق میں پڑ جانے سے آب مطلق آب مضاف ہو جائے تو بیشک وہ پانی نجس ہو جائیگا لیکن نجاست کے پڑ جانے سے یہ مطلب نہیں کہ صرف عین نجاست کے پڑنے سے ہی پانی نجس ہو جائیگا بلکہ اگر متنجس چیز کے پانی میں پڑ جانے سے پانی کا رنگ یا بو یا مزہ بدل کر اُسکا وہ رنگ یا بو یا مزہ ہو جائے جو اس نجاست کا تھا جو متنجس میں لگی ہوئی تھی تو اُس وقت بھی پانی نجس ہو جائے گا مثلاً شیرہ میں پاخانہ پڑ گیا تھا جس سے وہ شیرہ متنجس ہو گیا بعدہ وہی شیرہ حوض میں گر گیا اور شیرہ کی رنگ سے حوض کا پانی سُرخ ہو گیا مگر مضاف نہ ہوا اور شیرہ میں جو پاخانہ مل گیا تھا اُسکی بو حوض کے پانی میں آ گئی تو اگرچہ شیرہ کے سُرخ رنگ آ جانے سے تو حوض کا پانی نجس نہ ہوگا اس لئے کہ وہ متنجس کا رنگ ہے لیکن پاخانہ کی بو آ جانے سے حوض کا پانی نجس ہو جائے گا اس لئے

کہ نجاست (یعنی پاخانہ) کی بُو آگئی تیسری شرط یہ ہے کہ آب کثیر میں تغیر حسی (آنکھ سے دیکھکر
جان لے کہ اس پانی کا رنگ بدل گیا یا ناک سے سونگھ کر سمجھ لے کہ اُسکی بُو بدل گئی یا زبان
سے چکھ کر جان لے کہ اسکا مزہ بدل گیا) پیدا ہوجائے کیونکہ تغیر تقدیری یعنی باطنی تغیر ہونے
سے پانی نجس نہ ہوگا مثلاً کسی پانی کا رنگ سرخ یا زرد ہو اور اتنا خون اس میں گرجائے جس سے
پانی کا رنگ بدل جاتا اگر پہلے سے سرخ نہ ہوتا تو اس خیال سے اُس پانی کو نجس نہ سمجھیں گے
اسی طرح اگر بڑی مقدار میں ایسا پیشاب جس میں کوئی رنگ نہ ہو حوض میں گرجائے اور خیال ہو
کہ پیشاب اس حوض میں اس کثرت سے گرا ہے کہ اگر اسکے رنگ ہوتا تو پانی کا رنگ مزہ
بدل جاتا۔ تب بھی وُہ پانی نجس ہوگا یا اگر کوئی پانی پہلے ہی سے بدبودار تھا اب اس میں کوئی
ایسی مُردہ شے پڑ گئی کہ اگر وُہ پانی پہلے سے بدبودار نہ ہوتا تو اس مُردہ شے کے پڑ جانے سے
ضرور بدبودار ہوجاتا تب بھی وُہ پانی نجس نہ ہوگا پس حاصل یہ ہے کہ مذکورہ بالا کُل مثالوں میں
اقویٰ یہ ہے کہ جبتک وُہ پانی مطلق رہے اور مضاف نہ کہلائے اُس وقت تک وُہ طاہر ہی رہیگا؛

مسئلہ نمبر ۱۰۔ اگر آب کثیر میں کسی نجاست کے پڑجانے سے رنگ بُو اور مزہ کے سوا اور
کوئی صفت پانی کی بدل جائے مثلاً پہلے سرد تھا۔ نجاست پڑجانے سے گرم ہوگیا یا پہلے گرم
تھا۔ نجاست پڑجانے سے سرد ہوگیا یا پہلے پتلا تھا اب گاڑھا ہوگیا تو اس سے وُہ پانی
نجس نہ ہوگا۔ ہاں ان اوصاف کے بدل جانے سے اگر وُہ پانی مضاف ہوجائے گا تو
البتہ نجس ہوسکتا ہے؛

مسئلہ نمبر ۱۱۔ نجاست کے پڑجانے سے پانی کا رنگ یا بُو یا مزہ بدل جانے سے یہ
مقصود نہیں ہے کہ جو رنگ نجاست کا ہوگا اگر وہی پانی کا بھی ہو تو پانی نجس ہوگا ورنہ پاک
بلکہ مطلب یہ ہے کہ کوئی رنگ بھی اُس نجاست کے پڑنے سے پانی میں پیدا ہوگا وہی پانی کو
نجس کردیگا مثلاً پانی میں خون گر گیا اور بجائے سُرخ ہونے کے پانی کا رنگ زرد ہوگیا۔
تب بھی پانی نجس ہوجائیگا یا پاخانہ پیشاب پڑنے سے پانی بدبودار ہوگیا لیکن وُہ بدبو نہیں
ہے جو پاخانہ پیشاب میں تھی تب بھی وُہ پانی نجس ہوجائیگا۔ پس آب کثیر کے رنگ یا بُو یا مزہ
بدل کر نجس ہونے کا مطلب محض یہ ہے کہ اس کا مزہ یا بُو یا رنگ نجاست کے پڑنے سے

۱؎ اس میں اور تیسری فرض میں اشکال ہے پس احتیاط ترک نہ ہونی چاہئے (اصفہانی مدظلہٗ)

بدل جائے اگرچہ یہ چیزیں کیفیت میں نجاست کے مزہ یا رنگ یا بُو سے مختلف ہوں ؀
مسئلہ نمبر ۱۲۔ نجاست کے پڑنے سے پانی کے اصلی رنگ یا بُو یا مزہ یا عارضی رنگ یا بُو یا مزہ کے زائل ہو کر بدل جانے میں کوئی فرق نہیں ہے پس اگر کوئی سرخ یا سیاہ چیز گر جانے سے پانی سرخ یا سیاہ ہوجائے پھر اُس میں پیشاب گر جائے جس سے اُس کا رنگ سفید ہوجائے تو چونکہ نجاست کے گر جانے سے اُس کا پہلا رنگ بدل گیا ہے لہذا یہ پانی نجس ہو جائے گا اسی طرح اگر نجاست گر جانے سے پانی کا عارضی مزہ یا عارضی بُو بدل جائے تب بھی پانی نجس ہو جائے گا ؀
مسئلہ نمبر ۱۳۔ اگر حوض کے ایک طرف نجاست کے پڑنے سے صرف وہیں کا پانی متغیر ہو گیا تو صرف اُتنا حصہ نجس ہو جائیگا لیکن اس حصہ کے علاوہ جو پانی حوض میں ہے اگر کُر سے کم ہے تو حوض کا کُل پانی نجس ہو جائیگا۔ اگر ایک کُر ہے یا زیادہ ہے تو نجس حصہ کے علاوہ جو پانی ہے وہ پاک رہیگا اور اگر اس پاک پانی کے مل جانے سے اُس گوشہ کا تغیر بھی زائل ہوجائے جو نجس ہو گیا تھا تو اقوی یہ ہے کہ وہ بھی پاک ہو جائیگا اگرچہ اس نجس پانی اور اس حوض کے پاک پانی میں امتزاج نہ ہُوا ہو یعنی دونوں اچھی طرح ایک دوسرے میں نہ مل گئے ہوں بلکہ سطحی طور پر اتصال ہو گیا ہو ؀
مسئلہ نمبر ۱۴۔ اور اگر آب کثیر میں کوئی نجاست گر گئی اور اس وقت اُس پانی میں کوئی تغیر پیدا نہیں ہُوا اور کچھ مُدت کے بعد تغیر پیدا ہو گیا تو اگر معلوم ہو کہ اُس پانی میں جو تغیر اب پیدا ہُوا ہے وہ اُسی نجاست سے ہُوا ہے جو پہلے اس میں گری تھی تو وہ پانی نجس ہو جائیگا اور اگر معلوم نہ ہو تو پاک رہیگا ؀
مسئلہ نمبر ۱۵۔ اگر کوئی مُردہ چیز آب کثیر کے کنارہ اس طرح پڑی ہو کہ کُل حصہ تو پانی سے علیحدہ ہو اور صرف ذرا سا حصہ پانی میں ہو جس سے وہ پانی بدبُودار ہو جائے تو اگرچہ یہ پانی صرف اِتنے ہی حصہ سے بدبُودار نہیں ہُوا ہے جو پانی میں تھا بلکہ جو پانی سے باہر تھا اُس کے سبب سے بھی بدبُودار ہُوا تب بھی نجس ہو جائیگا۔ ہاں اگر اُس مُردہ کا کُل بدن پانی سے باہر ہو اور صرف قریب ہونے سے پانی بدبُودار ہو جائے تو اب البتہ نجس نہ ہو گا ؀
مسئلہ نمبر ۱۶۔ اگر کوئی نجاست آب کثیر میں پڑ جائے بعد ازاں اس میں شک ہو کہ اس سے پانی میں تغیر ہُوا یا نہیں تو وہ پانی طاہر ہی رہیگا۔ اسی طرح اگر پانی میں تغیر ہو جائے

لیکن اس میں شک ہو کہ جو تغیر اس میں پیدا ہوا ہے وہ نجاست کے گرنے سے ہوا ہے یا پانی سے علیحدہ جو نجاست ہے اُس کے قریب ہونے سے ہوا ہے تب بھی وہ پانی طاہر رہیگا اسی طرح اگر دو چیزیں ایک پاک اور دوسری نجس ایک ہی رنگ یا بُو یا مزہ کی گر جائیں اور پانی میں تغیر پیدا ہو جائے لیکن یہ معلوم نہ ہو کہ یہ تغیر پاک چیز سے پیدا ہوا ہے یا نجاست کے تو اب بھی وہ پانی پاک ہی رہیگا۔

مسئلہ نمبر ۱۷۔ اگر پانی میں خون اور سرخ رنگ یا دوسری کوئی سرخ چیز ایک وقت میں گریں اور دونوں سے مِلکر پانی سُرخ ہو جائے تو اب بھی وہ نجس نہ ہو گا ہاں اگر محض خون سے سُرخ ہو جاتا تو البتہ نجس ہوتا۔

مسئلہ نمبر ۱۸۔ اگر حوض یا تالاب وغیرہ کا آب کثیر متغیر ہو کر نجس ہو جائے اور بغیر اسکے کہ ایک کُر طاہر پانی اس میں ڈالا جائے یا بغیر آب جاری سے ملے ہوئے اُس کا تغیر خود بخود زائل ہو جائے تو پانی پاک نہ ہو گا ہاں وہ پانی جو جاری ہو (جیسے دریا کا) یا پھوٹ کر نکلتا ہو (جیسے چشمہ وغیرہ کا) متغیر ہو جائے اور پھر اس کا تغیر خود بخود زائل ہو جائے تو چونکہ مادہ سے یعنی زمین کے اندر کے پانی سے وہ متصل ہے لہذا پاک ہو جائیگا۔ اسی طرح اگر حوض یا تالاب وغیرہ کا ایک طرف کا پانی متغیر ہو کر نجس ہو جائے اور بقیہ حصہ ایک کُر کے برابر ہو تو تغیر زائل ہونے کے بعد اُس سے مِلکر یہ بھی پاک ہو جائیگا جیسا کہ اُوپر مذکور ہوا۔

فصل آبِ جاری کے بیان میں

آبِ جاری اُس پانی کو کہتے ہیں جو زمین سے پھوٹ کر نکلے اور سطح زمین کے اُوپر بہنے لگے جیسے نہر اور دریا کا پانی یا زمین کے نیچے کی سطح میں بہنے لگے جیسے قنات جو باولی کی طرح ایک بڑا پھیلا ہوا اندارا ہوتا ہے اور اکثر ملک عراق ایران وغیرہ میں بنتا ہے پس یہ پانی کسی قسم کی نجاست ملنے سے نجس نہیں ہوتا خواہ ایک کُر ہو یا ایک کُر سے کم ہو۔ خواہ زور سے فوارہ کی طرح پھوٹ کر پانی زمین سے نکلتا ہو خواہ آہستہ آہستہ رِستا ہو غرض کسی طرح بھی جب تک پھوٹ کر نکلتا رہیگا وہ نجس نہ ہو گا اور جو پانی زمین سے پھوٹ کر نکلے مگر زمین کے اوپر یا نیچے جاری نہ ہو بلکہ ٹھہرا ہوا ہو اُس کا بھی یہی حکم ہے

مسئلہ نمبر ۱۔ وہ پانی جو زمین پر بہتا تو ہو لیکن اُس کے مادہ (مادہ سے مُراد وہ پانی ہے جو زمین کے نیچے رہتا ہے اور جس میں سے پھوٹ کر یا رس کر پانی زمین کے اُوپر آتا ہے) نہ ہو یعنی زمین سے پھوٹ کر یا رس کر نہ نکلتا ہو (مثلاً مینہ برس کر موقوف ہوگیا اور جو پانی زمین پر جمع ہوگیا تھا وہ بہنے لگا) تو وہ ایک کُر سے کم ہوگا تو نجاست ملنے سے نجس ہوجائیگا۔ ہاں ایسا پانی اگر اُوپر سے نیچے کی طرف بہتا ہو اور نجاست صرف نیچے والے پانی سے ملجائے تو اوپر کا پانی نجس نہ ہوگا اگرچہ کُل پانی ایک کُر سے کم ہی ہو۔

مسئلہ نمبر ۲۔ جو پانی ایک کُر سے کم ہو لیکن یہ نہ معلوم ہو کہ یہ زمین سے پھوٹ کر یا رس کر نکلتا ہے یا بغیر زمین سے پھوٹے ہوئے کسی دوسرے ذریعہ سے جمع ہوگیا ہے وہ نجاست کے ملنے سے نجس ہوجائیگا[۱]۔

مسئلہ نمبر ۳۔ آب جاری کے نجاست سے ملکر پاک رہنے اور نجس نہ ہونے کی شرط یہ ہے کہ وہ مادہ سے متصل یعنی ملا ہُوا ہو۔ پس اگر کوئی پانی مادہ سے ملا ہُوا نہ ہو بلکہ مثلاً مادہ اوپر ہو جیسا کہ پہاڑوں پر اکثر ہوتا ہے کہ پانی اوپر سے پھُوٹتا یا رستا ہے اور وہاں سے ٹپک کر یا رس کر نیچے آتا ہے تو اُس کا حکم یہ ہے کہ پانی کے وُہ قطرے جو اوپر مادہ میں ہیں یا ٹپکنے اور رسنے میں مادہ سے متصل ہیں وُہ تو پاک رہیں گے اور نجاست ملنے سے نجس نہ ہوں گے ہاں اس پانی کا وہ حصہ جو اوپر سے ٹپک کر یا رس کر نیچے جمع ہو گیا ہے وہ آب جاری کا حکم نہیں رکھتا کیونکہ مادہ سے متصل نہیں ہے پس اگر کُر سے کم ہوگا تو نجاست ملنے سے فوراً نجس ہوجائے گا۔

مسئلہ نمبر ۴۔ مادہ کے لئے شرط یہ ہے کہ زمین کے اندر وہ اتفاقاً نہ آگیا ہو بلکہ ہمیشہ رہتا ہو۔ پس اگر بارش کا پانی یا دوسرا کوئی اور پانی زمین کے نیچے جمع ہوجائے اور زمین کے کریدنے یا کھودنے پر پانی پھُوٹنے لگے تو آب جاری میں اس کا شمار نہ ہوگا۔ آب جاری کا حکم اُس پر جاری نہیں ہوگا[۲]۔

---

[۱] جبکہ اُس سے پہلے بھی مادہ کے وجود کا علم نہ ہو (اصفہانی مدظلہ)

[۲] بلکہ آب جاری کا حکم اس پر جاری ہوگا جبکہ عرفاً اس پر صاحب مادہ ہونا صادق آتا ہو گا اس کو مادہ والا پانی کہتے ہوں تو جاری کے حکم میں ہوگا (اصفہانی مدظلہ)

مسئلہ نمبر ۵۔ اگر پانی کا مادے سے اتصال موقوف ہو جائے مثلاً جہاں سے پھوٹ کر پانی نکلتا تھا وہاں مٹی بھر گئی اور اب پانی پھوٹ کر باہر نہیں آتا تو جس قدر پانی جمع ہے اسپر حکم آب راکد جاری ہوگا۔ ہاں اگر اُس مٹی کو نکال دیں اور پھر وہاں سے پانی نکلنے لگے اور اوپر کے پانی سے اتصال ہو جائے تو اب پھر اس پانی کا حکم آبِ جاری کا ہو جائے گا اگرچہ چھوٹ کر پانی باہر نہ نکلے بلکہ صرف باہر کا پانی اندر کے پانی سے مل جائے پس نجس نہ ہونے اور پاک رہنے کی شرط صرف اُوپر کے پانی کا مادہ سے متصل رہنا ہے۔

مسئلہ نمبر ۶۔ آب راکد اگر آب جاری سے متصل ہو تو اُسکا حکم بھی آب جاری ہی کا ہے مثلاً حوض اگر نالی وغیرہ کے ذریعے سے نہر سے متصل ہو تو اُس حوض کا حکم آب جاری کا رہیگا۔ اسی طرح نہر کے کناروں کا پانی بھی آب جاری کا حکم رکھتا ہے اگرچہ اِن کناروں کا پانی بہتا نہ ہو بلکہ ٹھہرا ہوا ہو لیکن نہر سے متصل ہو۔

مسئلہ نمبر ۷۔ وہ چشمہ جو صرف جاڑے میں پھوٹتے ہیں اور گرمی میں نہیں پھوٹتے تو اُن کا حکم صرف پھوٹنے ہی کے زمانہ میں آب جاری کا رہیگا۔

مسئلہ نمبر ۸۔ اگر آب جاری کا کچھ حصہ نجاست سے متغیر ہو جائے اور بعض حصہ اپنی اصلی حالت پر رہے تو جو حصہ متغیر نہیں ہوا ہے وہ اگر مادہ سے متصل ہوگا تو پاک رہیگا۔ اور نجاست کے ملنے سے نجس نہ ہوگا اگرچہ اتنا حصہ ایک کُر سے کم ہی کیوں نہ ہو اور جو حصہ نجاست سے متغیر ہو گیا ہے اُسکو دیکھنا چاہیے کہ اگر اُسکا پورا قطر (یعنی حلقہ یا گردہ) متغیر ہو گیا ہے تو اُسکا حکم اب آب راکد کا ہوگا اور اگر پورا قطر متغیر نہیں ہوا ہے تو جتنی دُور تک کا پانی متغیر ہوا ہے صرف وہی نجس ہوگا اور باقی پاک رہیگا کیونکہ وہ مادہ کے متصل ہے۔

فصل آب راکد اور کُر کے بیان میں

آب راکد ٹھہرے ہوئے پانی یعنی اُس پانی کو کہتے ہیں جو زمین سے پھوٹ کر نہیں نکلے بلکہ کسی دوسرے طریقہ سے کسی مقام پر جمع ہو گیا ہو اور کسی مادہ سے متصل نہ ہو یعنی زمین کی نیچے جو پانی جمع ہے اُس سے یا کسی دریا یا نہر یا چشمہ سے ملا ہوا نہ ہو جیسے بارش کا پانی جمع ہو گیا

یا کسی کنوئیں سے پانی نکالا گیا اور وہ زمین پر جمع ہو گیا پس ایسا پانی اگر مقدار میں ایک کُر سے کم ہو تو وہ آب قلیل ہے اور اس میں اگر ذرہ سی بھی نجاست ملجائیگی تو فوراً نجس ہو جائیگا اگرچہ یہ نجاست سوئی کی نوک کے برابر ہی کیوں نہ ہو مثلاً کسی سوئی کا سرا بدن میں چبھ گیا اور اس میں اتنا تھوڑا خون لگ گیا جو نظر بھی نہیں آتا بعد ازاں وہ سوئی ایسے پانی میں گر گئی جو ایک کُر سے کم ہے تو کل پانی نجس ہو جائے گا خواہ یہ پانی ایک ہی جگہ اکٹھا ہو، خواہ اس طرح علیحدہ علیحدہ ہو کہ نالی وغیرہ سے ایک دوسرے میں ملا ہو پس اگر کئی چھوٹے چھوٹے گڑھوں میں تھوڑا تھوڑا پانی ہو اور نالی کے ذریعے سے ہر گڑھے کا پانی دوسرے سے ملا ہو۔ لیکن سب میں اتنا کم ہو کہ کل گڑھوں کا پانی اگر جمع کیا جائے تب بھی ایک کُر نہ ہو تو ایسی صورت میں اگر ایک گڑھے میں نجاست گرے تو کل گڑھوں کا پانی نجس ہو جائے گا ہاں اگر ہر گڑھے میں ایک کُر کے برابر پانی نہ ہو لیکن اگر کل جمع کیا جائے تو ایک کُر ہو جائے اور ایک گڑھے میں نجاست گر جائے تو نہ اس گڑھے کا پانی نجس ہوگا اور نہ دوسروں کا بلکہ سب پاک رہیگا۔

مسئلہ نمبر ۱۔ آب قلیل میں نجاست مل جانے سے پانی نجس ہو جاتا ہے خواہ نجاست پانی میں پڑے خواہ پانی نجاست پر پڑے۔ غرض دونوں صورتوں میں کوئی فرق نہیں ہے۔

مسئلہ نمبر ۲۔ کُر وزن کے حساب سے بارہ سو رطل عراقی کے برابر ہوتا ہے اور پیمائش کے حساب سے ۴۲ ۷/۸ بالشت[۱] ہوتا ہے۔ بس من شاہی کے حساب سے جو بارہ سو اسی (۱۲۸۰) مثقال کا ہوتا ہے ایک کُر دو سو ساڑھے بانوے حقہ بھر ہوگا۔

مسئلہ نمبر ۳ اگر نصف مثقال یعنی ایک رتی بھی کُر سے کم پانی ہوگا تو نجاست ملنے سے فوراً نجس ہو جائیگا اور اس پہ آب قلیل کے احکام جاری ہو جائیں گے۔

مسئلہ نمبر ۴۔ آب قلیل جس جگہ ہو وہاں کی سطحیں اگر برابر نہ ہوں بلکہ کوئی اونچی ہو اور کوئی نیچی تو اگر اوپر کی سطح میں نجاست مل جائے تو نیچے کی سطح بھی اور اگر نیچے کی سطح میں نجاست مل جائے تو اوپر کی سطح بھی نجس ہو جائے گی۔ ہاں اگر وہ پانی اوپر سے نیچے کی طرف گرتا ہوا ہو اور

---

[۱] اقوی چھتیس بالشت پانی ہونا مقدار کُر کے لئے کافی ہے اسطرح سے کہ لمبائی اور چوڑائی تو تین تین بالشت ہو اور گہرائی چار بالشت ہو بلکہ ستائیس بالشت پانی کا ہونا مقدار کیلئے خالی از قوت نہیں ہے (اصفہانی مدظلہ)

نیچے نجاست مل جائے تو صرف نیچے کا پانی نجس ہوگا اور اوپر کا پانی نجس نہ ہوگا بلکہ پاک ہی رہیگا خواہ سچائی اور پستی تسلیمی ہو خواہ تشریحی[1]۔

مسئلہ نمبر ۵ ۔ اگر حوض کے ایک طرف کا پانی جم کر برف ہو جائے اور جو پانی باقی رہ جائے وہ ایک کُر سے کم ہو تو اس بقیہ پانی میں نجاست ملنے سے یہ فوراً نجس ہو جائیگا بلکہ وہ جما ہوا پانی جو گھل گھل کر پانی ہوتا جائیگا وہ حوض کے بقیہ پانی سے مل کر نجس ہوتا جائیگا اسی طرح اگر بہت سی برف ہو اور اُس سے تھوڑا سا پانی گھل کر اتنا پانی ہو جائے جو مقدار میں ایک کُر سے کم ہو تو وہ بھی نجاست ملنے سے نجس ہو جائیگا اور برف سے ملے رہنے کے سبب سے پاک قرار نہیں دیا جائیگا جما ہوا پانی نجس ہونے سے نہیں روکیگا ۔

مسئلہ نمبر ۶ ۔ اگر کسی پانی میں شک ہو کہ یہ کُر بھر ہے یا ایک کُر سے کم ہے تو اگر اسکی پہلی حالت معلوم نہ ہو (مثلاً ایک گڑھے میں پہلی دفعہ پانی دیکھا اور معلوم نہیں ہوتا کہ ایک کُر ہے یا نہیں) تو احوط یہ ہے کہ اُسکو ایک کُر سے کم سمجھیں اگرچہ اب بھی اقویٰ یہی ہے کہ اگر اس میں کوئی نجاست ملجائے تو اس سے وہ نجس نہ ہوگا بلکہ پاک رہیگا لیکن ساتھ ہی اسکے اُس پر آبِ کُر کا حکم بھی جاری نہیں ہو سکتا پس جس نجس چیز کے پاک کرنے میں اسکی شرط ہے کہ اُس پر ایک کُر پانی گرایا جائے وہ چیز اس پانی سے (جسکے ایک کُر ہونے میں شک ہی) پاک نہیں ہو سکتی ۔ اسی طرح جو نجس چیز اُس میں غوطہ دی جائے گی وہ بھی پاک نہیں ہوگی اگر اُسکی پہلی حالت معلوم ہے کہ ایک کُر تھا (مثلاً پنجشنبہ کو یقین تھا کہ ایک کُر سی زیادہ ہے لیکن جمعہ کو دیکھا تو معلوم ہُوا کہ اس میں سے کچھ نکال لیا گیا ہے اور اب پتہ نہیں چلتا کہ اتنا پانی نکلنے کے بعد جو پانی رہ گیا ہے وہ ایک کُر ہے یا ایک کُر سے کم ہے) تو اب بھی اُس کو ایک کُر سمجھینگے اور اُس سے طہارت وغیرہ کا کام لیں گے ۔

مسئلہ نمبر ۷ ۔ اگر کسی پانی کے بارہ میں یقیناً معلوم ہو کہ پہلے ایک کُر سے کم تھا اور پھر دوسرا پانی اُس سے ملگیا جس سے ایک کُر یا ایک کُر سے زیادہ ہو گیا ۔ اسی اثناء میں اس

---

[1] جبکہ بلندی تشریحی ہو جو کہ تسنیم کے مشابہ ہو یعنی پانی اوپر سے نیچے کی طرف دفع اور قوت کے ساتھ بہتا ہو بلکہ ہم پہلے ہی کہہ چکے ہیں کہ جریان آب کا دار و مدار تدافع پر ہے جو کہ قوت کے ساتھ ہو اگر نیچے سے اوپر کی طرف پانی جاتا ہو (اصفہانی مدظلہ)

اس میں کوئی نجاست بھی مل گئی اب یہ معلوم نہیں ہوتا ہے کہ نجاست جو اس پانی میں مل گئی ہے وہ
اس وقت ملی جبکہ یہ پانی ایک کُر سے کم تھا یا اس وقت ملی ہے جب دوسرا پانی اس میں مل چکا
تھا۔ اور اسکی مقدار ایک کُر ہو چکی تھی پس اگر نجاست کے ملنے کی تاریخ اور دوسرے پانی
کی مل کر ایک کُر ہو جانے کی تاریخ معلوم نہ ہو یعنی دونوں باتوں میں سے کوئی بھی معلوم نہ ہو۔
تو اس صورت میں اس پانی کو پاک سمجھیں گے اور یہی جانیں گے کہ جب یہ پانی ایک کُر
ہو چکا تھا اس وقت اس میں نجاست ملی۔ اسی طرح اگر پانی کے ایک ہو جانے کا وقت یا
تاریخ تو معلوم ہو اور نجاست ملنے کی تاریخ معلوم نہ ہو تب بھی اس پانی کو پاک سمجھیں گے
یہ فتویٰ ہے لیکن دونوں صورتوں میں احوط مستحبی یہ ہے کہ دونوں حالتوں میں اس پانی سے
پرہیز کریں اور اگر یہ دونوں صورتیں نہ ہوں بلکہ صرف نجاست ملنے کی تاریخ معلوم ہو۔ تو
اس پانی کو نجس سمجھیں گے اور اگر اسکے برعکس صورت ہو یعنی کسی پانی کے بارے میں یقیناً
معلوم ہو کہ پہلے ایک کُر تھا اور اس کے بعد گھٹ کر ایک کُر سے کم رہ گیا اور اس میں نجاست
بھی مل گئی تو اگر پانی کے گھٹنے کی تاریخ اور نجاست کے ملنے کی تاریخ دونوں میں سے کوئی
بھی معلوم نہ ہو تو اس پانی کو پاک سمجھینگے یا پانی کے گھٹنے کی تاریخ تو معلوم نہ ہو لیکن نجاست
کے ملنے کی تاریخ معلوم ہے۔ تب بھی اُس کو پاک سمجھینگے لیکن ان دونوں صورتوں میں احوط
یہی ہے کہ اس پانی کے استعمال سے پرہیز کیا جائے اور اگر صرف کُر سے کم ہو جانے کی تاریخ
معلوم ہو تو اس پانی کو نجس سمجھا جائے احکام نجس اُس[1] پر جاری ہوں گے۔

مسئلہ نمبر ۸۔ اگر کُر بھر پانی میں کوئی نجاست نظر پڑے لیکن یہ معلوم نہ ہو سکا کہ یہ نجاست
اس میں اُس وقت پڑی تھی جب یہ پانی ایک کُر سے کم تھا یا اُس وقت پڑی جب ایک کُر
ہو چکا تھا تو اس شک کی حالت میں اُس پانی کو پاک سمجھیں گے لیکن اگر نجاست ملنے کی تاریخ
معلوم ہو تو یہ حکم نہ ہوگا بلکہ اُس وقت کی حالت کے مطابق حکم ہوگا۔

مسئلہ نمبر ۹۔ اگر کسی جگہ پانی جمع ہو رہا ہے اور جب وہ پورا کُر ہونے لگا اُسی وقت
اُس میں نجاست بھی گر گئی۔ یعنی اُس پانی کا ایک کُر پورا ہونا اور نجاست کا گرنا دونوں
باتیں ایک ہی وقت ساتھ ساتھ ہوئیں تو اس حالت میں اس پانی کو پاک سمجھیں گے اگرچہ

۱؎ بلکہ علی الاقوی اُس پر حکم طہارت جاری کیا جائے گا (اصفہانی مدظلہ)

احوطؔ مستحبی یہی ہے کہ اُس سے بھی اجتناب کیا جائے +

مسئلہ نمبر ۱۰۔ اگر دو حوض یا دو گڑھے ہوں اور یہ معلوم ہو کہ ایک میں پورا کر بھر پانی ہے اور دوسرے میں ایک کر سے کم پانی ہے لیکن تعیین کے ساتھ معلوم نہ ہو کہ فلاں پورا کر بھر ہے اور فلاں کر سے کم ہے بعد ازاں ایک حوض میں کوئی نجاست گر گئی اب خواہ تعیین کے ساتھ یہ معلوم ہو کہ فلاں میں نجاست گری ہے خواہ یہ بھی تعیین کے ساتھ معلوم نہ ہو غرض ہر حالت میں دونوں حوض پاک ہی رہینگے اگرچہ تعیین کے ساتھ معلوم ہونے کی حالت میں احوطؔ مستحبی یہی ہے کہ اُس سے پرہیز کیا جائے +

مسئلہ نمبر ۱۱۔ اگر دو حوضوں میں پانی ہو جس میں تعیین کے ساتھ معلوم ہو کہ فلاں کا پانی نجس ہے اور فلاں کا پاک۔ بعد ازاں کسی حوض میں کوئی نجاست گر جائے اور تعیین کے ساتھ معلوم نہ ہو کہ یہ نجاست پاک والے حوض میں گری ہے یا نجس پانی والے حوض میں تو اس صورت میں جو حوض طاہر تھا اس پر بوجہ شک نجاست کا حکم جاری نہ ہوگا بلکہ وہ پاک ہی رہیگا +

مسئلہ نمبر ۱۲۔ اگر ایک کر پانی ایسا ہو کہ شک ہو یہ آب مطلق ہے یا آب مضاف۔ بعد ازاں اس پانی میں کوئی نجاست مل جائے تو اس کو نجس نہیں سمجھینگے بلکہ پاک ہی رہیگا اور اگر دو کر پانی ہوں جنمیں معلوم ہو کہ فلاں کر کا پانی آب مطلق ہے اور فلاں کا آب مضاف۔ پھر اُن دونوں میں سے کسی ایک میں کوئی نجاست گر گئی لیکن یہ معلوم نہ ہو کہ کس کر میں گری ہے تو اس صورت میں دونوں کر کے پانی کو پاک ہی سمجھینگے کسی کو نجس قرار نہیں دینگے +

مسئلہ نمبر ۱۳۔ اگر نجس آب قلیل میں اتنا پاک یا نجس پانی ملا دیں جس سے آب قلیل پورا ایک کر پانی ہو جائے تو اقوی یہ ہے کہ اب بھی وہ نجس ہی رہیگا +

فصل آب بارش کے بیان میں

بارش کا پانی برسنے کی حالت میں بالکل آب جاری کا حکم رکھتا ہے پس صرف نجاست ملنے سے کبھی نجس نہیں ہوگا جبتک کہ اُس میں تغیر نہ ہو جائے خواہ بارش اس کثرت سے برسے کہ پرنالہ وغیرہ جاری ہو جائیں یا زمین پر بہنے لگے خواہ اتنا کم برسے کہ بہنے نہ پائے بلکہ اگر

---

۱ یہ ترک نہ ہونی چاہئے (اصفہانی مدظلہ) ۲ بلکہ اقوی ہے جبکہ یہ معلوم ہو کہ دونوں پہلے کر سے کم تھے (اصفہانی مدظلہ، ۳ بلکہ احوط (اصفہانی مدظلہ)

صرف بوندیاں پڑتی ہوں اور عام ہو۔ پر اسکو کہیں کہ بارش ہورہی ہے تب بھی وہ آب جاری ہی کے حکم میں ہے بشرطیکہ بارش کا صدق ہوتا ہو۔ ہاں اگر نجاست ملنے سے اسکا رنگ یا مزہ یا بو بدل جائے تو آب جاری کی طرح یہ بھی متغیر ہوجائیگا خلاصہ یہ کہ بارش جس وقت تک ہورہی ہو اس وقت تک اس کے احکام اور آب جاری (دریا نہر چشمہ وغیرہ) کے احکام میں کوئی فرق نہیں ہے پس اگر بارش ہو رہی ہو اور ایک کر سے کم مثلاً ایک لوٹا پانی زمین پر جمع ہو جائے اور اس میں نجس چیز کو غوطہ دیں تو اگرچہ وہ پانی ایک کر سے کم ہے لیکن چونکہ بارش کے پانی سے ملا ہوا ہے اور حکم آب جاری کا رکھتا ہے لہذا وہ نجس چیز پاک ہو جائیگی اور وہ پانی بھی نجس نہ ہوگا؀

مسئلہ نمبر۱۔ اگر کسی نجس کپڑے یا فرش کے اوپر بارش کا پانی اس طرح پڑے کہ کل کپڑا یا فرش بھیگ جائے تو اس کے اوپر کا اور نیچے کا کل حصہ پاک ہوجائیگا اور اسکے نچوڑنے یا کئی مرتبہ پانی میں ڈالنے کی ضرورت بھی نہیں رہیگی اور اگر اس کپڑے یا فرش کا کل حصہ نہ بھیگے بلکہ بعض حصہ بھیگے اور بعض حصہ خشک رہے تو جس حصہ پر بارش کا پانی پڑیگا صرف اسی قدر اوپر اور نیچے سے پاک ہوگا اور جو خشک ہوگا وہ نجس ہی رہیگا۔ یہ کل حکم اس وقت کا ہے جبکہ کپڑے یا فرش سے اصل نجاست زائل ہونے کے بعد اس پر پانی پڑے اور اگر اصل نجاست زائل نہیں ہوئی ہے تو پاک نہیں ہوگا ہاں اگر بارش ہی کے پانی سے نجاست بھی زائل ہوجائے اور اس کے بعد پھر بارش کا پانی اس پر پڑے تو بیشک وہ پاک ہوجائیگا

مسئلہ نمبر۲۔ نجس پانی کسی برتن میں مثل مٹکہ۔ صراحی۔ پیالہ۔ کوزہ وغیرہ کے ہو اور اسکو بارش میں رکھ دیں جس سے بارش کا پانی اس پر پڑجائے تو وہ برتن بھی اور اسکا نجس پانی بھی دونوں پاک ہوجائینگے لیکن برتن کا صرف اتنا ہی حصہ پاک ہوجائیگا جتنے میں پہلے سے نجس پانی تھا اور اس کے باقی حصے جو نجس ہوں گے مثل اوپر کے حصہ یا باہر کے حصوں کی جب تک وہ نجس پانی نہیں پہنچا تھا۔ ان پر بھی اگر آب بارش پڑیگا تو وہ بھی پاک ہوجائیں گے ورنہ وہ نجس ہی رہیں گے اور اس برتن میں جو نجس پانی تھا اسکے پاک ہونے کیلئے یہ ضروری نہیں ہے کہ بارش کا پانی اس میں اچھی طرح ملجائے اور نہ اسکی ضرورت ہے کہ بارش کا پانی

؀ احوط یہ ہے کہ بطور پر سخت زمین پر پانی کا بہنا معتبر ہے (اصفہانی مدظلہ)

اُس کی تمام ظاہری سطح پر پہنچ جائے اگرچہ احوط مستحبی یہی ہے کہ بارش کا پانی اُس نجس پانی سے اچھی طرح مل جائے اور اُس کی تمام سطح تک پہنچ جائے۔

مسئلہ نمبر ۳۔ اگر کسی نجس زمین پر پانی برسے اور اُس بارش کا پانی آسمان سے سیدھا اس زمین پر گرے تو وہ نجس زمین پاک ہو جائیگی۔ اسی طرح اگر بارش اس طور سے پڑے کہ برسے تو کہیں لیکن ہوا کے زور سے اُس نجس زمین پر گرے تب بھی وہ زمین پاک ہو جائے گی برخلاف اسکے اگر کسی مکان پر بارش ہوتی ہو اور اس پر سے ٹپک کر دوسرے نجس مکان پر وہ پانی گرے تو وہ نجس مکان پاک نہ ہو گا ہاں اگر زمین پر جاری ہو کر کسی چھت والے مکان پر وہ پانی پہنچے تو بیشک یہ مکان پاک ہو جائیگا۔

مسئلہ نمبر ۴۔ اگر بارش کا پانی چھت وغیرہ سے ٹپکے تو اُس کا حکم بارش کا نہ ہو گا (خود پاک ہو گا دوسرے کا پاک کرنیوالا نہ ہو گا) بلکہ اگر کسی درخت کے پتے پر بارش ہو اور اُس پر سے زمین پر ٹپکے تو بھی یہ زمین کا پاک کرنیوالا نہ ہو گا۔ پس اگر زمین نجس ہو اور درخت پر سے بارش کا پانی اُس پر ٹپکے تو زمین پاک نہ ہو گی نجس کی نجس ہی رہیگی ہاں اگر پتے وغیرہ پر جمع ہو کر زمین پر نہ گرے بلکہ برسنے میں پتے وغیرہ سے صرف لگ کر زمین پر گرے تو بیشک وہ زمین پاک ہو جائیگی اس لئے کہ بارش کا پانی آسمان سے گرتے وقت اگر کسی چیز سے ٹکر کھا کر یا کسی چیز پر سے ہو کر گرتا ہے تو اس کا مضائقہ نہیں یہ دوسرے کو پاک کر سکتا ہے۔

مسئلہ نمبر ۵۔ اگر کسی حوض یا گڑھے میں نجس پانی ہو اور اُس پر پانی برسے تو اس حوض یا گڑھے کا پانی پاک ہو جائیگا اور اگر وہ حوض یا گڑھا چھت کے نیچے ہو (یعنی آسمان اور اس حوض یا گڑھے کے درمیان میں کوئی چیز حائل ہو) اور اُس چھت میں کوئی سوراخ ہو جس کے ذریعے سے بارش کا پانی اس حوض یا گڑھے میں برسے تب بھی وہ حوض یا گڑھا پاک ہو جائے گا۔ اسی طرح اگر برسنے کی حالت میں ہوا سے اُڑ کر پانی نجس حوض میں گرے یا پرنالہ کے ذریعے سے بارش کا پانی حوض میں گرے تو وہ نجس حوض پاک ہو جائیگا۔

مسئلہ نمبر ۶۔ اگر کسی نجاست پر (مثل پیشاب یا پاخانہ یا خون کے) پانی برسے اور اُس پر سے اُڑ کر یا ٹپک کر دوسری جگہ گرے تو اگر اصلی نجاست اس پانی میں نہیں آگئی ہے اور نہ اُس میں تغیر ہُوا ہے بلکہ محض نجاست پر گر کر دوسری جگہ گرا ہے تو یہ جگہ نجس نہ ہو گی بلکہ پاک ہی رہیگی۔

مسئلہ نمبر ۷۔ اگر نجس چھت پر پانی برسے اور چھت کے اندر سرایت کر کے وہاں سے اُس کے قطرے زمین پر ٹپکیں تو وہ قطرے نجس نہیں ہوں گے بلکہ پاک رہینگے اگرچہ عینی نجاست چھت پر موجود رہی ہو اور اسی پر پانی برس کر چھت میں جذب ہوا ہو لیکن اس حکم میں شرط یہ ہے کہ چھت سے نیچے جو پانی ٹپکا ہو وہ بارش ہوتے وقت ٹپکا ہو اس لئے کہ اگر بارش ہو کر موقوف ہو جائے اور اُس کے بعد جو پانی چھت پر برس کر نجاست سے مِلا اور جمع ہو چکا تھا وہ چھت کے اندر پہنچکر ٹپکے گا تو نجس قرار پائیگا بعینہ یہی حکم اس بارش کے پانی کا بھی ہے جو نجس چھت پر برسنے کے بعد پرنالہ سے جاری ہو ؛

مسئلہ نمبر ۸۔ اگر نجس چھت سے بارش کے پانی کے قطرے گریں تو وہ قطرے پاک ہونگے خواہ چھت کی سطح پاک ہو یا نجس مگر شرط یہ ہے کہ یہ قطرے بارش ہونے کی حالت میں گریں تب ہی پاک ہوں گے ورنہ نہیں ؛

مسئلہ نمبر ۹۔ اگر خشک نجس مٹی پر پانی برسے اور اُس کے نیچے تک پہنچکر اُسکو گیلا کردے یہاں تک کہ وہ گارا ہو جائے تو وہ مٹی پاک ہو جائے گی ؛

مسئلہ نمبر ۱۰۔ نجس بوریہ یا فرش اگر زمین پر پڑا ہو اور اُس پر پانی برسے تو پاک ہو جائے گا۔ اور اگر اُس کے نیچے کی زمین بھی نجس ہو اور بارش اُس تک پہنچ جائے تو زمین بھی پاک ہو جائیگی۔ ہاں اگر بوریہ یا فرش زمین سے علیحدہ ہو اور پانی اُس پر برسے پھر اُس پر سے ٹپک کر نجس زمین پر پہنچ جائے تو اُس صورت میں اُس نجس زمین کا پاک ہونا مشکل ہے جیسا کہ اوپر اسی قسم کا مسئلہ لکھا گیا ہے کہ اگر درخت کے پتہ سے بارش کا پانی نجس زمین پر ٹپکے تو اُس زمین کا پاک ہونا مشکل ہے ؛

مسئلہ نمبر ۱۱۔ اگر بارش کی حالت میں نجس برتن کے کل مقامات پر پانی پڑ جائے تو وہ پاک ہو جائے گا لیکن اگر کُتے کے چاٹنے سے کوئی برتن نجس ہوگا تو اس طرح پاک ہونا مشکل ہے ہاں اگر مٹی سے مانجھنے کے بعد اُس کو بارش کے نیچے رکھدیں تو وہ بھی پاک ہو جائیگا اور اب کئی مرتبہ دھونے کی ضرورت نہیں ہوگی ؛

فصل آب حمام کے بیان میں

حمام کے چھوٹے چھوٹے حوضوں کا پانی اگر خزانہ سے متصل ہو تو اُس کا حکم مثل آب جاری

کے ہے لیکن اس حکم میں شرط یہ ہے کہ وُہ پانی جو خزانہ میں ہے ایک کُر سے کم نہ ہو یا چھوٹے
حوضوں کا پانی اور خزانے کا پانی ملکر ایک کُر سے کم نہ ہو خواہ خزانہ کی سطح ان حوضوں کی سطح
سے اونچی ہو خواہ نیچی خواہ برابر۔ اور اگر حمام کے چھوٹے حوضوں کا پانی نجس ہو جائے تو
ان کے پاک کرنے کے لئے ضروری ہوگا کہ خزانہ یعنی بڑے حوض سے متصل کردئیے جائیں
جن میں ایک کُر یا ایک کُر سے زیادہ پانی ہے اگرچہ خزانہ اونچا ہو اور حوض سب نیچے ہوں
اور اتصال بھی بسبب شیر دہان (پائپ) کے ہو تب بھی پاک ہو جائیگا اور حمام کے
مثل جو اور پانی ہوں اُن کا بھی یہی حکم ہے مثلاً اگر کسی بلند زمین پر ایک کُر یا ایک کُر
سے زیادہ پانی ہو اور اس کے نیچے کوئی چھوٹا حوض ہو جو نجس ہو جائے پھر شیر دہان
(پائپ) کے ذریعہ سے اوپر والے پانی کے متصل ہو جائے تو وُہ چھوٹا حوض جو نجس تھا
پاک ہو جائیگا۔ اسی طرح اگر اُس حوض میں کوئی متنجس چیز دھوئی جائے تب بھی اوپر والے
پانی سے متصل ہونے کی وجہ سے وُہ پاک ہو جائیگا۔

فصل آبِ چاہ کے بیان میں

کنوئیں کا پانی جو زمین سے پھوٹ کر نکلتا ہے اُس کا حکم بعینہ آبِ جاری کا ہے خواہ ایک
کُر ہو خواہ ایک کُر سے کم ہو نجاست ملنے سے نجس نہیں ہوتا بلکہ پاک ہی رہتا ہے ہاں
اگر اُس کا رنگ یا بُو یا مزہ نجاست ملنے سے بدل جائے تو جس طرح آبِ جاری نجس
ہو جاتا ہے اسی طرح یہ بھی نجس ہو جائیگا اور اگر کنوئیں کے پانی کا مزہ یا بُو یا رنگ نجاست
گرنے سے بدل جائے بعد ازاں خود بخود وُہ تغیر زائل بھی ہو جائے یعنی اُس کا رنگ یا
بُو یا مزہ جیسا کہ نجاست پڑنے کے قبل تھا پھر ویسا ہی ہو جائے تو کنوئیں کا پانی پاک
ہو جائیگا اس لئے کہ آبِ جاری کی طرح یہ بھی زمین سے پھوٹ کر نکلتا ہے اور مادہ سے
متصل رہتا ہے اور فقہ کی کتابوں میں جو لکھا ہے کہ فلاں نجاست گرنے سے اس قدر اور
فلاں نجاست گرنے سے اس قدر پانی کنوئیں سے نکالنا چاہئے اس کا مطلب یہ ہے کہ
اس قدر پانی کنوئیں سے نکالنا مستحب ہے نہ یہ کہ کنواں نجس ہو گیا یا اُس قدر پانی نکالنا

ﻪ احتیاط اسی میں ہے کہ دونوں پانی اس اتصال کے بعد عرف میں ایک کہلائیں (اصفہانی مدظلہ)

واجب ہے ہاں اگر کنواں ایسا ہو کہ جس میں زمین کے اندر سے پھوٹ کر پانی نہیں نکلتا بلکہ اُس میں بارش کا پانی جمع ہو گیا اور اُس کنوئیں کا پانی مادہ سے متصل نہ ہو تو ایسے کنوئیں کا پانی اگر ایک کُر ہو گا تو نجاست گرنے سے نجس نہ ہو گا اور اگر ایک کُر سے کم ہو گا تو نجس ہو جائیگا اس لئے کہ اگرچہ اب بھی یہ کنواں ہی کہا جاتا ہے مثل اُن کنوؤں کے کہ جن میں بارش کا پانی جمع ہو جاتا ہے اور پھوٹ کر نہیں نکلتا لیکن کنوئیں کا حکم شرعی حیثیت سے اُس پر جاری نہ ہو گا۔

مسئلہ نمبر۱۔ کسی کنوئیں کا پانی جو مادہ سے متصل ہو نجاست گرنے سے اگر متغیر ہو جائے تو محض اُس تغیر کے زائل ہو جانے سے پاک ہو جائیگا اگرچہ وہ تغیر خود ہی زائل ہو جائے اور اگر پانی برسنے یا اس کنوئیں کا پانی کھینچنے سے وہ تغیر زائل ہو جائے تو بدرجۂ اولیٰ پاک ہو جائیگا۔ اِس طور سے پاک ہونے میں یہ شرط نہیں ہے کہ کنوئیں میں نیچے سے پانی پھوٹ کر بھی نکلا ہو۔ خلاصہ یہ کہ اگر کنوئیں میں نجاست گر گئی اور اُس کے پانی کا رنگ یا بو یا مزہ بدل گیا۔ اس کے بعد نیچے سے کچھ پانی بھی نہیں نکلا بلکہ جسقدر پانی پہلے تھا اب بھی وہ اُتنا ہی رہ گیا اور پانی کا رنگ یا مزہ یا بو جو بدل گیا تھا وہ ایک روز میں پہلے جیسا ہو گیا تو وہ کنواں خود بخود پاک ہو جائے گا اور اس کی ضرورت نہیں کہ کنوئیں میں بارش کا پانی گرے جس سے وہ تغیر زائل ہو جائی یا اُس سے اتنا پانی کھینچا جائے جس سے وہ تغیر زائل ہو جائے یا نیچے سے پانی پھوٹ کر کنوئیں میں آ جائے جس سے وہ تغیر زائل ہو جائے۔

مسئلہ نمبر۲۔ اقوی یہ ہے کہ نجس آب راکد خواہ ایک کُر ہو یا کُر سے کم ہو ایک کُر پاک پانی یا آب جاری یا پھوٹ کر نکلنے والے پانی سے ذرا سا متصل ہو جانے سے پاک ہو جاتا ہے اگرچہ اچھی طرح دونوں پانی ایک دوسرے میں نہ ملیں۔ اُسی طرح اگر بارش کا پانی اُس پر پڑے تب بھی وہ پاک ہو جائیگا۔

مسئلہ نمبر۳۔ ایک پانی کے دوسرے پانی سے ملنے کی کئی صورتیں ہیں لیکن پانی کے پاک ہونے میں ان اقسام سے کوئی فرق نہیں یعنے جس طرح بھی نجس پانی کُر بھر پانی یا آب جاری وغیرہ سے مل جائے گا پاک ہو جائیگا پس اگر کُر بھر پاک پانی اوپر ہو اور نجس پانی نیچے ہو اور اوپر کا پانی نیچے گرے جس وقت دونوں مل جائیں تو نیچے والا نجس پانی پاک ہو جائیگا اس بنا پر اگر ایک کُر پاک پانی نجس پانی میں ڈالا جائے تو یہ ضروری نہیں ہے کہ پورا پانی اس

میں گرجائے بلکہ اگر اُس کُر کا پانی گرتے وقت تھوڑی دیر نجس پانی سے ملجائے پھر اُس کا گرنا موقوف ہوجائے تو اب بھی یہ نجس پانی پاک ہوجائیگا ہاں اگر ایک کُر پاک پانی نیچے ہو اور نجس پانی اُوپر سے اُس میں گرایا جائے تو اوپر والا نجس پانی گرتے وقت نیچے کے پاک پانی سے جو ملیگا اُس سے پاک نہ ہوگا۔

مسئلہ نمبر ۴۔ اگر کوئی آب خورہ (کوزہ) نجس پانی سے بھرا ہُوا ہو اور اُسکو حوض کے پانی میں غوطہ دیں تو پاک[۱] ہوجائیگا اور یہ ضروری نہیں ہے کہ اُس پانی کو پھینک کر پھر اُس کوزہ کو غوطہ دیکر پاک کریں۔

مسئلہ نمبر ۵۔ اگر کوئی پانی نجاست سے متغیر ہوجائے اور اُس کے پاک کرنے کے لئے ایک کُر پاک پانی اُس پر ڈالا جائے جس سے نجس پانی کا تغیر زائل ہوجائے تو وہ نجس پانی پاک ہوجائیگا اور اب دوسرا کُر ڈالنے کی ضرورت نہیں رہیگی لیکن اس شرط سے کہ نجس پانی میں گرتے وقت وہ ایک کُر پاک پانی اپنی حالت پر باقی ہو یعنی کُل پانی اکٹھا ہو اور نیچے کے متغیر پانی میں گرنے سے اس میں کوئی تغیر نہ ہُوا ہو اس لئے کہ اگر نجس پانی کا تغیر زائل ہونے سے قبل وہ پاک کُر بھر پانی متغیر ہوجائے یا اُس کے اجزا متفرق ہوجائیں اس طرح کہ پورا کُر پانی اکٹھا نہ ہو اور نہ پہلے اسکا رنگ وغیرہ باقی رہے تو وہ خود نجس ہوجائیگا اور اُس نجس پانی کو پاک نہ کرسکیگا پس بہتر یہ ہے کہ پہلے نجس پانی کا تغیر زائل کردیا جائے اُسکے بعد ایک کُر پانی ڈالا جائے یا ایک کُر پانی سے متصل کردیا جائے تو اس صورت میں وہ پاک کُر بھر پانی نجس نہ ہوگا اور نجس پانی ضرور پاک ہوجائیگا۔

مسئلہ نمبر ۶۔ پانی کا نجس ہونا تین طرح سے ثابت ہوسکتا ہے اوّل یہ کہ خود انسان کو اس کا نجس ہونا یقیناً معلوم ہو۔ دوسرے یہ کہ لوگ کسی پانی کے نجس ہونے کی گواہی دیں اور اگر صرف ایک عادل شخص کسی پانی کے نجس ہونے کو بیان کرے تو اس سے اُس پانی کا نجس ثابت ہونا مشکل ہے لیکن اس پانی سے بھی پرہیز کرنا احوط ہے جسکو ترک نہیں کرنا چاہئے تیسرے پانی جس شخص کا مال ہے یا جس شخص کے گھر میں وہ پانی ہے وہ شخص اگر اس کے نجس ہونے کو کہے تب بھی اسکی نجاست ثابت ہوجائیگی اگرچہ وہ شخص عادل نہ ہو اور اقوی یہ ہے کہ

---

[۱] اس میں تامل ہے (اصفہانی مدظلہ)

مطلق ظن (گمان) سے کوئی پانی نجس ثابت نہیں ہوگا بلکہ پاک ہی رہیگا ÷

مسئلہ نمبر ۷۔ کسی پانی کا مالک اگر اسکے نجس ہونے کی خبر دے اور دو عادل شخص اس پانی کے پاک ہونے کی گواہی دیں تو عادلوں کی گواہی[1] پر عمل کرنا چاہئے اور اگر گواہی میں بھی اختلاف ہو یعنی دو عادل اشخاص نے کسی پانی کے نجس ہونے کی خبر دی اور دوسرے دو عادل اشخاص نے اسکے پاک ہونے کی خبر دی تو دونوں فریق کا دعوی ساقط ہو جائیگا بشرطیکہ جس شخص نے اس پانی کے پاک ہونے کو کہا ہے وہ اس سبب سے کہ اس پانی کے پاک ہونے کو وہ جانتا ہے اور اگر اس سبب سے کہا ہے کہ اس نے اس پانی کو نجس ہوتے نہیں دیکھا ہے۔ تو اس صورت میں اس شخص کے قول پر عمل کیا جائیگا جس نے نجس ہونیکا دعوی کیا ہے

مسئلہ نمبر ۸۔ اور اگر دو عادل اشخاص کسی پانی کے پاک ہونے کی گواہی دیں اور چار عادل اسکے نجس ہونے کی تو مفید[2] نہیں ہے کہ جو لوگ اس پانی کو نجس کہتے ہیں انہیں کا اعتبار کیا جائے اس لئے کہ پاک کہنے والے دو آدمی کے عوض نجس کہنے والے دو آدمی ہو گئے لہذا یہ چار آدمی کا قول تو ساقط ہو گیا۔ اب صرف دو آدمی ایسے رہ گئے جو محض اس کے نجس ہونیکا دعوی کرتے ہیں لہذا نجس ہی سمجھا جائیگا ÷

مسئلہ نمبر ۹۔ کسی پانی کا ایک کر ہونا دو صورتوں سے ثابت ہوتا ہے پہلے اس طرح کہ کسی شخص کو کسی پانی کے کر بھر ہونے کا یقین ہو جائے دوسرے[3] کسی کے گواہی دینے سے اور پانی کے مالک کے بیان کرنے سے بھی اسکے ایک کر ثابت ہونے کی صورت ہے۔ لیکن اشکال سے خالی نہیں جیسا کہ صرف ایک عادل شخص کے خبر دینے سے بھی اس کے ایک کر ثابت ہونے میں اشکال ہے ÷

مسئلہ نمبر ۱۰۔ نجس پانی کا پینا حرام ہے ہاں مجبوری میں (کہ دوسرا پاک پانی ملتا نہیں اور پیاس رکتی نہیں) جائز ہے البتہ جانوروں یا بچوں کو نجس پانی پلانا جائز ہے اور یہ بھی جائز ہے کہ خریدار سے اس پانی کی نجاست بیان کرنے کے بعد اس کو بیچ دیا جائے ÷

۱ جبکہ شہادت اور گواہی اصل طہارت کی وجہ سے نہ ہو چونکہ اصل میں ہر چیز پاک ہے تا وقتیکہ نجاست کا علم نہ ہو اس بنا پر گواہی دینے والا اسکی طہارت کی گواہی نہ دے تو گواہی کو مقدم رکھا جائیگا ورنہ خالی اشکال سے نہیں (اصفہانی مدظلہ)

۲ یقیناً بعید ہے (اصفہانی مدظلہ) ۳ اس میں اشکال ہے (اصفہانی مدظلہ)

فصل آبِ غسالہ کے احکامات کے بیان میں

آب قلیل سے اگر پیشاب یا پاخانہ کے مقام کو دھوکر پاک کریں تو یہ آب قلیل آبِ استنجا کہا جائیگا اور اگر کسی دُوسری چیز کو دھوئیں تو وُہ پانی غسالہ کہا جائیگا پس جس پانی سے وضو کیا گیا ہو وُہ پاک ہے اور اُس سے وضو یا غسل بھی کرسکتے ہیں اور نجس چیزوں کو پاک بھی کرسکتے ہیں اور بالکل یہی حکم اُس پانی کا بھی ہے جو مستحب غسلوں میں استعمال ہُوا ہو۔ رہا وُہ پانی جس سے رفع حدثِ اکبر (مثلاً غسل جنابت) کیا گیا ہو۔ پس اُس سے غسل کرتے وقت اگر بدن پاک تھا تو اُس پانی کے خود بھی پاک رہنے اور دوسری چیز کو پاک کرنے میں بھی کوئی شک نہیں ہے بلکہ اقویٰ یہ ہے کہ رفع حدث (مثل وضو یا غسل) کرنے میں بھی اسکا استعمال کرنا جائز ہے اگرچہ احوط[1] (مستحبی) یہ ہے کہ اگر دُوسرا پانی ممکن ہو تو اُس پانی سے پرہیز کیا جائے۔ رہا وُہ پانی جو استنجا میں استعمال کیا گیا ہو اگرچہ وُہ استنجا پیشاب کا ہو اگر اُس میں وُہ شرائط پائے جائیں جو آئندہ مذکور ہونگے تو وُہ خود بھی پاک ہے اور دوسری نجس چیزوں کو بھی اُس سے پاک کر سکتے ہیں لیکن رفع حدث (وضو یا غسل) میں اُسکا استعمال کرنا جائز نہیں ہے اور نہ مستحبی وضو یا غسل اس سے صحیح ہوگا۔ رہا وُہ پانی جو استنجا کے سوا دوسری کسی چیزوں کے پاک کرنے میں استعمال کیا گیا ہو پس وضو اور غسل میں اس کا استعمال جائز نہیں ہے اور فی نفسہ وُہ پانی پاک ہے یا نجس اس میں اختلاف ہے اقویٰ یہ ہے کہ جس قدر پانی سے نجاست زائل ہوئی ہے وُہ تو یقیناً نجس ہے اور جو اُس کے بعد استعمال کیا گیا ہے اُس سے بھی اجتناب کرنا احوط[2] ہے مثلاً کسی کپڑے میں خون لگ جائے تو جتنے پانی سے اُس خون کو دھوئیں وُہ تو یقیناً نجس ہے اور خون چھوٹنے کے بعد اب اُس کپڑے پر جو پانی گرایا جائے اُس سے پرہیز کرنا احوط ہے۔

مسئلہ نمبر ۱۔ گھڑے یا کسی اور برتن سے پانی لیکر غسل کرتے وقت پانی کے جو قطرے اُس برتن میں پڑتے ہیں اُسکے پاک ہونے میں کوئی اشکال نہیں ہے اگرچہ ہم اسکے بھی قائل ہوئیں کہ حدث اکبر (غسل جنابت وغیرہ) کا غسالہ استعمال کرنا جائز نہیں ہے۔

---

[1] یہ احتیاط ترک نہ کی جائے (اصفہانی مدظلہ)

[2] اگرچہ اقویٰ اُس غسالہ کی طہارت ہے کہ جسکے بعد محل نجاست پاک ہو جاتا ہے (اصفہانی مدظلہ)

مسئلہ نمبر ۲۔ اوپر لکھا گیا ہے کہ اگر چند شرائط پائے جائیں توجو پانی استنجا میں استعمال کیا گیا ہے۔ وہ پاک رہیگا پس وہ شرائط یہ ہیں (الف) استنجا کرنے سے اُس پانی کا رنگ یا بو یا مزہ نہ بدلا ہو (ب) علیحدہ سے کوئی دوسری نجاست اس میں نہ مل گئی ہو (ج) پاخانہ یا پیشاب کا جو اصلی مقام ہے اُس سے زیادہ مقام تک پاخانہ یا پیشاب نہ پھیل گیا ہو اسلئے کہ صرف مقام مخصوص کی نجاست زائل کرنے کا نام استنجا ہے اگر اسکے حوالی میں بھی پاخانہ یا پیشاب پھیل گیا ہے تو اسکے پاک کرنیکا نام استنجا نہیں ہے لہٰذا ایسی صورت میں استنجا کا پانی بھی پاک نہ رہیگا (د) پیشاب یا پاخانہ کے ہمراہ کوئی دوسری نجاست مثل خون وغیرہ کے نہ نکلی ہو ہاں وہ خون جو پیشاب یا پاخانہ کا جزو سمجھا جاتا ہے اگر نکلا ہو تو اُس کا مضائقہ نہیں یعنی صرف ایسا خون جو پاخانہ یا پیشاب کے ہمراہ نکلیگا تو آب استنجا پاک رہیگا (ہ) آب استنجا میں پاخانہ کے چھوٹے ریزے محسوس نہ ہوں اور اگر پاخانہ میں چھوٹے کیڑے یا غیر ہضم شدہ غذا کا کوئی ریزہ ہو یا ایسی کوئی چیز ہو جسکو پاخانہ کہیں تو اسکا کوئی مضائقہ نہیں کیونکہ اِن چیزوں کا شمار پاخانہ میں نہیں ہے۔

مسئلہ نمبر ۳۔ آب استنجا کے پاک ہونے میں یہ شرط نہیں ہے کہ پاخانہ کے مقام پر پہلے پانی گرایا جائے اُس کے بعد ہاتھ سے ملا جائے۔ ہاں احوط (مستحبی) یہی ہے کہ پہلے پانی گرانا اور اُس کے بعد ہاتھ سے ملنا آب استنجا کے پاک ہونے کی شرط سمجھا جائے۔

مسئلہ نمبر ۴۔ اگر کوئی شخص استنجا کرنے کے قصد سے ہاتھ کو پاخانہ یا پیشاب تک لایا پھر ہاتھ کو ہٹا لیا اور استنجا نہ کیا پھر دوبارہ ہاتھ کو وہاں لے گیا تو اگر فوراً لے گیا ہے تو کوئی مضائقہ نہیں ہے اور اگر دیر کے بعد لے گیا ہے تو اب اس کا حکم استنجا کا نہ ہوگا اور اُس پر حکم استنجا جاری نہ ہوگا بلکہ اسکو علیحدہ سے پاک کرنا ہوگا۔

مسئلہ نمبر ۵۔ پیشاب کے استنجا کے لئے جس میں دو مرتبہ پانی گرانا چاہئے پہلا گرایا ہوا اور دوسرا گرایا ہوا دونوں پانی پاک ہیں اور دونوں کی طہارت میں کوئی فرق نہیں ہے

مسئلہ نمبر ۶۔ پاخانہ کا جو مقام فطری طور پر خدا نے مقرر کر دیا ہے اُسکے سوا کسی مقام سے کسی کے پاخانہ نکلے تو غور کرنا چاہیے کہ اگر اس شخص کا پاخانہ برابر اُسی مقام سے نکلتا ہے اور یہی عادت جاری ہو گئی ہے اور دوسرے مقام سے نہیں نکلتا تو اس مقام کے پاخانہ کا بھی وہی حکم ہے جو فطری مقام کا ہے اور اگر اس مقام سے برابر نہیں نکلتا بلکہ

کبھی کبھی نکل آتا ہے اور برابر دُوسرے مقام سے نکلتا ہے تو اس جدید مقام کے پاخانہ کا حکم مثل دُوسری نجاستوں کے ہے کہ اُس کے غسالہ سے بھی پرہیز کرنا واجب ہے +

مسئلہ نمبر ۷۔ اگر کسی پانی کے بارے میں یہ شک ہو کہ یہ استنجا کا غسالہ ہے یا کسی دوسری نجاست کا غسالہ ہے تو اسکو پاک سمجھنا چاہیئے لیکن احوط مستحبی یہ ہے کہ اُس سے بھی پرہیز کیا جائے +

مسئلہ نمبر ۸۔ اگر ایک کُر پانی میں کوئی شخص غسل کرے یا استنجا کرے تو اُس کُر کا پانی حدث اکبر کا غسالہ یا استنجا کا غسالہ یا نجاست خبثی کا غسالہ نہیں کہا جائیگا +

مسئلہ نمبر ۹۔ اگر آب استنجا میں اس امر کا شک ہو کہ علیحدہ سے کوئی نجاست اس میں پڑگئی ہے یا پاخانہ کے ساتھ ہی کوئی دوسری نجاست آگئی ہے تو اس شک کا اعتبار نہ کرنا چاہیئے اور آب استنجا کو پاک سمجھنا چاہیئے +

مسئلہ نمبر ۱۰۔ جو پانی رفع حدث اکبر (غسل جنابت وغیرہ) یا استنجا کرنے یا کسی نجس چیز کے پاک کرنے میں استعمال کیا گیا ہے اُس کے نجس ہونے یا اُس سے نجس چیز کو پاک کرنے کی قابلیت باقی نہ رہنے کا تعلق صرف آب قلیل سے ہے اس لئے کہ جو پانی کُر بھر یا کُر سے زیادہ ہو مثل خزانہ حمام وغیرہ کے وُہ تو اس قسم کے استعمال سے نجس ہو ہی نہیں سکتا۔ اور دُوسری نجس چیزوں کے پاک کرنے کی قابلیت بھی اُس میں یقیناً رہیگی +

مسئلہ نمبر ۱۱۔ کسی نجس کپڑے کو دھو کر نچوڑنے کے بعد جو پانی کپڑے میں لگا رہ جائے وُہ پاک ہے۔ اب اگر وُہ نچوڑا جائے تو اُسکو غسالہ نہیں کہینگے اور نہ غسالہ کا کوئی حکم اس پر جاری ہوگا۔ یہ تو اُس صورت کا حکم ہے جب پانی برتن سے کپڑے پر گرا کر پاک کریں اور اگر کپڑے کو برتن میں رکھ کر پاک کریں تو اسکو دھو کر نکالنے اور اُس پانی کو پھینکدینے کے بعد جو تری برتن میں رہ گئی ہے اُسکو بھی غسالہ نہیں کہیں گے اور نہ غسالہ کا کوئی حکم اُس پر جاری ہوگا +

مسئلہ نمبر ۱۲۔ نجس کپڑے وغیرہ کے پاک کرنے میں جو ہاتھ نجس ہو جاتا ہی کپڑے وغیرہ کے پاک ہوتے ہی وُہ بھی خود بخود پاک ہو جاتا ہے اب اسکو علیحدہ دھونے کی ضرورت نہیں ہے اسی طرح کسی برتن میں رکھ کر کسی نجس چیز کو مثل کپڑے وغیرہ کے دھوئیں تو اُس نجس چیز کے پاک ہوتے ہی وُہ برتن بھی پاک ہو جائیگا اور اُس کے علیحدہ پاک

کرنے کی ضرورت نہیں ہے ؛
مسئلہ نمبر ۱۳- پانی کی جس مقدار سے نجس چیز پاک ہو جائیگی اگر اس سے زیادہ پانی اس
نجس چیز پر گرایا جائیگا تو اس نجس چیز کے پاک ہو جانے کے بعد وہ زاید مقدار کا پانی پاک
رہے گا۔ اگرچہ کل پانی ایک ہی مرتبہ گرایا گیا ہو اور آہستہ آہستہ نہیں بلکہ کل دفعۃً گرا دیا گیا ہو۔ لیکن
باوجود اسکے اس زاید مقدار سے بھی پرہیز کرنا احوط اور اولیٰ ہے ؛
مسئلہ نمبر ۱۴- جس نجاست کے پاک ہونے میں کئی مرتبہ کا دھونا ضروری ہے مثل پیشاب
کے اگر اس کا غسالہ کسی چیز پر پڑ جائے تو اب اس چیز کے پاک کرنے کیلئے کئی مرتبہ دھونا
ضروری نہیں ہے اگرچہ احوط مستحب ہے ؛
مسئلہ نمبر ۱۵- جس چیز کا دھونا احوط مستحب ہے اس کے غسالہ سے پرہیز کرنا بھی
مستحب ہے ؛

فصل آب مشتبہ کے بیان میں

جس پانی کے نجس ہونے کا شک ہو اس کو پاک سمجھنا چاہئے لیکن اگر یہ معلوم
ہو جائے کہ پہلے یہ نجس تھا اور اب معلوم نہ ہوتا ہو کہ پاک ہوا یا نہیں تو ایسی صورت
میں اس مشکوک پانی کو نجس سمجھنا چاہئے اور اگر کسی پانی کے آب مطلق ہونے میں شک
ہو یعنی مشتبہ ہو کہ یہ آب مضاف ہے یا مطلق، تو اسکو آب مطلق سمجھنا نہیں چاہئے
لیکن اگر یہ معلوم ہو جائے کہ پہلے یہ آب مطلق تھا اور اب معلوم نہ ہوتا ہو کہ اپنی
اس حالت (اطلاق) پر باقی ہے یا نہیں تو اس صورت میں البتہ اس مشکوک
پانی کو آب مطلق ہی سمجھنا چاہئے اور اگر کسی پانی کے مباح ہونے کا شک ہو یعنی شبہ
ہو کہ یہ آب غصبی ہے یا مباح تو اسکو مباح سمجھنا چاہئے اور اس کا ہر قسم کا استعمال جائز
ہے لیکن اگر یہ معلوم ہو جائے کہ پہلے یہ دوسرے کا مال تھا یا دوسرے شخص کے
پاس تھا جس کے مالک ہونیکا احتمال ہو تو اس صورت میں اس مشکوک پانی کو غصبی
سمجھنا چاہئے اور اس کا کسی قسم کا استعمال جائز نہیں ہے ؛
مسئلہ نمبر ۱- نجس یا غصبی پانی اگر عدد محصور میں مشتبہ ہو جائے مثلاً دس برتنوں
میں پانی ایک جگہ ہو اور معلوم ہو کہ ان دس برتنوں میں ایک برتن کا پانی یقیناً نجس

یا غصبی ہے لیکن خاص کر وہ برتن معلوم نہ ہو تو اُن کل برتنوں کے پانی سے پرہیز کرنا واجب ہے۔ برخلاف اسکے اگر عدد غیر محصور میں مشتبہ ہو جائے مثلاً ہزار برتنوں سے ایک کا نجس ہونا معلوم ہو تو اس صورت میں کسی برتن سے پرہیز کرنا واجب نہ ہوگا بلکہ سب کو استعمال کر سکتے ہیں ÷

مسئلہ نمبر ۲۔ آب مضاف اگر عدد محصور میں مشتبہ ہو جائے تو جائز ہے کہ اُس پانی سے غسل یا وضو کو اتنی مرتبہ کریں جس سے آب مطلق کے استعمال کرنے کا علم حاصل ہو جائے۔ اسکو یوں سمجھنا چاہیئے کہ ایک لوٹہ میں آب مطلق اور دوسرے میں آب مضاف ایک جگہ رکھا ہوا تھا۔ اب دونوں لوٹوں کے ایک جگہ ہونے سے دونوں مشتبہ ہو گئے اور پتہ نہیں چلتا کہ کس میں آب مطلق ہے اور کس میں آب مضاف، تو چاہیئے کہ انسان دونوں سے وضو یا غسل کرے۔ اسلئے کہ جس لوٹہ میں آب مضاف ہے اُس کا وضو تو بیکار ہوگا اور جس میں آبِ مطلق ہے اُس کا صحیح ہو جائیگا برخلاف اسکے اگر ایک ہی لوٹہ سے وضو کریگا تو ممکن ہے کہ وہ آب مضاف ہو اس لئے اُس کا وضو صحیح نہ ہوگا اور اگر تین لوٹے ایک جگہ ہوں جن میں ایک میں تو آبِ مضاف اور دو میں آبِ مطلق ہو اور تینوں مشتبہ ہو جائیں تو چاہیئے کہ صرف دو لوٹوں کے پانی سے وضو کرے اسلئے کہ اس میں مضاف تو ایک ہی ہے لہذا دوسرے لوٹے کا پانی ضرور مطلق ہوگا پس اس طرح دونوں لوٹوں کے پانی سے وضو کرنے سے یقیناً ایک وضو آبِ مطلق سے ہو جائیگا لیکن برخلاف اسکے اگر اُن تینوں لوٹوں میں سے دو میں آب مضاف اور صرف ایک میں آب مطلق ہے تو تینوں سے وضو کرنا چاہیئے اس لئے کہ اگر دو ہی سے وضو کریگا تو ممکن ہے کہ دونوں لوٹے مضاف ہی پانی والے ہوں لہذا تیسرے لوٹے سے بھی وضو کر لینے سے یقین ہو جائیگا کہ آب مطلق سے وضو ضرور ہوا اور اگر چار لوٹے ہوں جن کے دو میں آب مضاف اور دو میں آب مطلق ہو تو تین لوٹوں سے وضو کرے تاکہ ایک لوٹے کے آب مطلق ہونے اور وضو صحیح قرار پانے کا یقین ہو سکے خلاصہ یہ کہ آب مضاف والے برتن کا جو عدد ہو اُس سے ایک عدد زیادہ کر کے وضو کرنا چاہیئے تاکہ آب مطلق سے بھی وضو کرنے کا یقین حاصل ہو سکے اور اگر آبِ مضاف عدد غیر محصور میں مشتبہ ہو جائے تو ہر ایک کا استعمال کرنا جائز

له لیکن سب کا استعمال نہ ہو (اصفہانی مدظلہ)

ہوگا۔ مثلاً آبِ مضاف کا صرف ایک لوٹہ ہے اور آبِ مطلق کے ہزاروں سینکڑوں لوٹوں میں وہ مشتبہ ہوگیا تو کسی ایک لوٹہ سے وضو کر لینا کافی ہوگا اور کسی لوٹہ سے پرہیز کرنے کی ضرورت نہیں ہے پس معیار غیر محصور کا یہ ہے کہ اشتباہ کا جو علم اجمالی حاصل ہوا ہے وہ علم قرار نہ دیا جا سکے اور جو آب مضاف کہ مشتبہ ہو رہا ہے وہ بمنزلہ عدم قرار دیا جائے یعنی اس کثرت سے عدد ہوں کہ یہ خیال کر سکیں کہ اس میں آب مضاف ملا ہی نہیں ہے پس اس پر شبہ بدویہ کا حکم بھی جاری نہ ہوگا لیکن پھر بھی احتیاط کرنا اولیٰ ہے۔

مسئلہ نمبر ۳۔ اگر کسی شخص کے پاس سوائے ایک لوٹہ پانی کے دوسرا نہ ہو اور نہ ممکن ہو اور اس پانی کے بارے میں شک ہو کہ یہ مضاف ہے یا مطلق اور اس کا بھی یقین نہ ہو کہ پہلے مطلق تھا تو چاہئے کہ اسکو ترک کر کے نماز کیلئے تیمم کرے اور اس سے بھی بہتر[۲] یہ ہے کہ تیمم بھی کرے اور اسی پانی سے وضو بھی کرے۔

مسئلہ نمبر ۴۔ کسی شخص کے پاس ایک ہی پانی ایسا ہو جس کے متعلق اسکو صرف اتنا معلوم ہو کہ یہ پانی یا نجس ہے یا مضاف تو اس کا پینا جائز ہے مگر اس سے وضو کرنا جائز نہیں ہے اور یہی حکم ہے اس صورت میں بھی جب یہ معلوم ہو کہ یہ پانی یا مضاف ہے یا غصبی کہ اس کا پینا جائز ہے اور اس سے وضو نا جائز۔ لیکن اگر یہ معلوم ہو کہ یہ پانی نجس ہے یا غصبی تو اس کا پینا بھی جائز نہیں ہے اور نہ اس سے وضو کرنا جائز ہے جو لوگ ایسے پانی سے وضو کرنے کو جائز کہتے ہیں اُنکا قول بہت ضعیف ہے۔

مسئلہ نمبر ۵۔ اگر دو لوٹوں میں سے ایک میں آب طاہر اور دوسرے میں آب نجس، یا ایک میں آب مباح اور دوسرے میں آب غصبی ہو اور دونوں ایک جگہ ہو کر مشتبہ ہو جائیں پھر ایک لوٹہ کا پانی پھینک دیا جائے تو اب صرف دوسرے لوٹے کے پانی سے وضو کرنا جائز نہیں ہوگا اگرچہ نجاست یا غصبیت کا علم اجمالی بھی اب زائل ہو چکا ہو اور اگر دو لوٹوں میں سے ایک میں آب مضاف اور دوسرے میں آب مطلق ہو اور دونوں مشتبہ ہو جائیں بعد ازاں ایک لوٹے کا پانی پھینک دیا جائے تو اب صرف دوسرے

---

[۱] بلکہ جاری ہوگا پس احتیاط واجب ہے (اصفہانی مدظلہ)

[۲] بلکہ تیمم اور وضو دونوں کو احتیاطاً ترک نہ کرنا چاہئے بلکہ دونوں کو کرنا چاہئے (اصفہانی مدظلہ)

لوٹے سے وضو کر کے نماز پڑھنا صحیح نہ ہوگا بلکہ احوط یہ ہے کہ اس لوٹے سے وضو بھی کیا جائے اور تیمم بھی ؛

مسئلہ نمبر ۶۔ اوپر بیان کیا گیا ہے کہ اگر آب نجس عدد محصور میں مشتبہ ہو جائے تو کل سے پرہیز کرنا واجب ہے لیکن اگر کسی دوسرے لوٹے کا پانی ان مشتبہ لوٹوں کے کسی لوٹے کے پانی سے مل جائے تو اب اس دوسرے لوٹے کا پانی نجس قرار نہیں دیا جائیگا۔ بلکہ پاک ہی رہیگا لیکن احوط مستحبی یہ ہے کہ اس سے بھی پرہیز کیا جائے ؛

مسئلہ نمبر ۷۔ اگر ایک لوٹے میں پاک اور دوسرے میں نجس پانی ہو اور دونوں مشتبہ ہو جائیں اور ان دو کے سوا تیسرا پانی ممکن نہ ہو تو چاہئے کہ دونوں کو ترک کر کے نماز کیلئے تیمم کیا جائے اس صورت میں یہ اختلاف ہے کہ کیا تیمم کرنے کے قبل ان دونوں لوٹوں کے پانی کو پھینک دینا واجب ہے یا ان دونوں کا پانی رہتے ہوئے بھی تیمم صحیح ہو سکتا ہے اقوٰی یہی ہے۔ کہ اس پانی کا پھینکنا واجب نہیں ہے اور اسکے ہوتے ہوئے بھی تیمم ہو سکتا ہے لیکن احوط یہی ہے کہ پہلے اس پانی کو پھینکدیا جائے اسکے بعد تیمم کیا جائے ؛

مسئلہ نمبر ۸۔ اگر دو لوٹوں میں پانی ہو اور معلوم ہو کہ فلاں کا پانی نجس ہے اور فلاں کا پاک بعد ازاں ایک غیر معین لوٹے کا پانی پھینکدیا جائے اور اب معلوم ہوتا نہ ہو کہ پاک پانی پھینکا گیا ہے یا نجس، تو جو پانی ابھی باقی ہے اسکو پاک سمجھنا چاہئے اس لئے کہ یہ شبہ بدویہ کے حکم میں ہے اسکے برخلاف وہ صورت ہے کہ اگر ان دو لوٹوں سے کسی ایک کے نجس ہونے کا اجمالی علم ہو پھر ایک کا پانی پھینکدیا جائے کہ اس صورت میں باقیماندہ پانی سے پرہیز کرنا واجب ہے اس لئے کہ اسکے پھینکنے کے قبل بھی اس سے پرہیز کرنا واجب تھا۔ پس دونوں مثالوں میں فرق ہے۔ پہلی صورت میں باقی پانی کے متعلق شبہ بدویہ ہے اور دوسری صورت میں آب باقی شبہ کی ایک طرف واقع ہو رہا ہے اس بناء پر اس سے پرہیز کرنا واجب ہوگا اور پہلے کو پاک سمجھنا ہوگا ؛

نمبر ۹۔ اگر کسی شخص کو فقط زید کی طرف سے یہ عام اجازت حاصل ہے کہ ہماری ہر چیز کو تم استعمال کر سکتے ہو اور عمرو کی طرف سے اسکو یہ اجازت نہیں ہے اب اس شخص کو

لہ جبکہ پہلی حالت شبہ محصورہ کے اطراف وجوہ آب میں نجاست کی نہ ہو تو یہ حکم صحیح ہو ورنہ احتیاط مذکور ترک نہ کی جائے۔ (اصفہانی ظلہ)

پانی کا ایک ایسا برتن ملا جس کو وہ نہیں جانتا کہ آیا زید کا ہے یا عمرو کا تو اُس برتن سے پانی کا استعمال کرنا اس شخص کو جائز نہیں ہوگا اسی طرح اگر اُس شخص کو یہ معلوم ہے کہ پانی کا یہ برتن زید کا مال ہے لیکن یہ اُس کو معلوم نہیں ہے کہ زید نے اُسکو استعمال کرنے کی اجازت دی ہے یا عمرو نے تو اس صورت میں بھی اُس برتن کا پانی استعمال کرنا جائز نہیں ہوگا۔

مسئلہ نمبر ۱۰۔ اگر کسی شخص کے پاس دو برتنوں میں پانی ہے ایک پاک اور دوسرا نجس پھر دونوں برتن مشتبہ ہو جائیں بعد ازآں وہ شخص ایک برتن کے پانی سے وضو یا غسل کرے پھر دوسرے برتن کے پانی سے وضو یا غسل سے دھوئے ہوئے بدن کو پاک کر کے دوبارہ وضو یا غسل کرے تو اقوی یہ ہے[1] کہ اُسکا وضو یا غسل صحیح ہو جائے گا لیکن احوط یہ ہے کہ اگر ان دونوں کے علاوہ کوئی پانی ملسکتا ہو تو اس قسم کے وضو یا غسل کو ترک کر دے اور اگر نہ ملسکتا ہو تو احوط یہ ہے کہ ایسے وضو یا غسل کے ساتھ تیمم بھی کرے۔

مسئلہ نمبر ۱۱۔ اگر کسی شخص کے پاس دو برتنوں میں پانی تھا جن میں سے ایک سے اُس نے وضو یا غسل کیا پھر فارغ ہونے کے بعد اُسکو معلوم ہوا کہ ایک برتن کا پانی نجس تھا لیکن یہ معلوم نہیں تھا کہ نجس پانی وہی تھا جس سے وہ وضو یا غسل کر چکا ہے یا وہ ہے جو ابھی دوسرے برتن میں موجود ہے ایسی صورت میں اُس شخص کے وضو یا غسل کا صحیح ہونا مشکل ہے۔ اس لئے کہ یہاں فارغ ہو جانے کا قاعدہ جاری ہونا محل اشکال ہے ہاں اگر وہ شخص پہلے سے یہ جانتا تھا کہ ان دونوں میں سے ایک کا پانی نجس ہے اور دوسرا پاک اور وضو یا غسل کیا اور بعد فارغ ہونے کے اب شک کرتا ہے کہ آیا اُس نے پاک پانی سے وضو کیا ہے یا نجس سے، اس صورت میں ظاہر یہ ہے کہ اُسکا وضو یا غسل صحیح ہے اس لئے کہ یہاں فارغ ہونیکا قاعدہ جاری ہوگا۔ ہاں اب بھی اگر وہ یہ جانے کہ وضو کرتے وقت وہ ایک پانی کے نجس ہونے سے غافل تھا تو اب پھر فارغ ہونیکا قاعدہ جاری ہونا مشکل ہے۔

مسئلہ نمبر ۱۲۔ اگر کسی شخص کے پاس دو لوٹوں میں پانی ہو ایک مباح اور ایک غصبی اور دونوں مشتبہ ہو جائیں بعد ازآں وہ شخص کسی ایک لوٹے کے پانی سے وضو کر لے

---

[1] لیکن نماز کی صحت ان دونوں کے ساتھ خالی اشکال سے نہیں ہے ہاں اگر نماز کو مکرر پڑھے اور ہر وضو کے بعد نماز پڑھے تو نماز کا صحیح ہونا بعید نہ ہوگا۔ (اصفہانی مدظلہ)

توغصبی پانی کے تاوان ادا کرنے کا حکم اُس شخص پر نہیں کیا جائیگا ہاں اگر بعد میں ثابت ہو جائے کہ جس پانی سے اس نے وضو کیا ہے وہ غصبی ہی تھا تو اب البتہ تاوان کا حکم کیا جائیگا ۔

فصل جھوٹے پانی کے بیان میں

نجس العین یعنی کُتا، سور اور کافر کا چھوا ہوا پانی نجس ہے اور جو جانور اصل میں طاہر ہیں مثل بکری۔ گھوڑے وغیرہ کے اُن کا چھوا ہوا پانی پاک ہے اگرچہ اُن کا گوشت حرام ہی جیسے بلی کہ اسکا گوشت حرام ہے لیکن چونکہ آدمی کی طرح یہ جانور پاک ہے لہذا اسکا چھوا ہوا پانی بھی پاک ہے اسی طرح جو جانور مسخ شدہ ہو یا فضلہ خوار ہو۔ اسکا چھوا ہوا پانی بھی پاک ہے پس بھیڑیے گیدڑ۔ چوہے اور کل حیوانات (سوائے کُتے، سور اور کافر کے) چھوا ہوا پانی پاک ہے ہاں جس جانور کا گوشت کھانا حرام ہے اُسکا چھوا ہوا پانی استعمال کرنا مکروہ ہے سوائے اہل ایمان کے اور بعض علمائے نے کہا ہے کہ بلی کا چھوا ہوا پانی استعمال کرنا بھی مکروہ نہیں ہے اسی طرح جن جانوروں کا گوشت کھانا مکروہ ہے مثل گھوڑے ۔ خچر اور گدھے وغیرہ کے اُن کا چھوا ہوا پانی استعمال کرنا بھی مکروہ ہے۔ اسی طرح وہ عورت جو حالتِ حیض میں ہو اور اس امر میں متہم ہو کہ وہ نجاست وغیرہ سے چنداں احتیاط نہیں کرتی تو اسکا چھوا ہوا پانی استعمال کرنا بھی مکروہ ہے اور کچھ حائضہ عورت کی تخصیص نہیں بلکہ ہر اس شخص کا چھوا ہوا پانی استعمال کرنا مکروہ ہی جس پر نجاست وغیرہ سے احتیاط کرنے کا اطمینان نہ ہو ۔

فصل نجاسات کے بیان میں

نجاستیں بارہ ہیں اوّل پیشاب اور دوسرے پاخانہ اُس حیوان کا ہے کہ جس کا گوشت کھانا حرام ہے خواہ انسان ہو یا اور کوئی حیوان ہو۔ بری ہو یا بحری۔ چھوٹا ہو یا بڑا۔ لیکن یہ سب اس شرط سے کہ وہ حیوان جانور خون جہندہ رکھتا ہو یعنی اگر اس جانور کو ذبح کریں تو خون اسکا رگ سے اُچھل کر نکلے۔ ہاں جن اُڑنے والے جانوروں کا گوشت کھانا حرام ہے اُن کا پیشاب اور پاخانہ اقوی یہ ہے کہ نجس نہیں ہے اگرچہ احوط یہی ہے کہ اُن کے پیشاب اور پاخانہ سے بھی پرہیز کیا جائے خاصکر چمگادڑ، اور اس میں بھی خاصکر اسکے پیشاب سے اور جن حرام جانوروں کا گوشت کھانا حرام ہے اُن میں کوئی فرق نہیں ہے خواہ اُنکی حرمت اصلی ہو جیسے درندہ حیوانات

جیسے وہ مرغی جس نے فضلہ کھایا
مثل شیر وغیرہ کے خواہ عارضی ہو مثل اُس جانور کے جو فضلہ خوار ہو
ہو یا مثل اُسکے جو سُور کا دودھ
سے جس سے انسان نے وطی کی ہو خواہ فرج میں یا دُبر میں یا
پیا ہو لیکن پیشاب اور پاخانہ ان جانوروں کا جن کا
پٹھے جیسے وہ بکری جس نے سور کا دودھ
گوشت کھانا حلال ہے پس یہ پاک ہیں یہاں تک کہ گدھے، گھوڑے اور خچر تک کے
پیشاب اور پاخانہ پاک ہیں۔ اسی طرح جس جانور کا گوشت کھانا حرام ہے لیکن خون رگ سے
اُچھلکر نہیں نکلتا اُس کا پیشاب پاخانہ بھی پاک ہیں جیسے اُس مچھلی کا جس کا گوشت کھانا حرام
مسئلہ نمبر ا۔ اگر کوئی چیز بدن کے اندر پاخانہ یا پیشاب بن جائے بعد ازاں باہر نکلے
تو وہ نجس ہوگی بشرطیکہ باہر نکلنے پر اس میں پاخانہ یا پیشاب نہ لگا ہو۔ اگرچہ اندر اُس میں
پاخانہ یا پیشاب لگ چکا ہو مثلاً کوئی شخص چھوارہ کھا گیا اور اُس کی گٹھلی پاخانہ کی مقام
سے باہر نکلی پس اگرچہ اندر اُس میں پاخانہ لگ گیا تھا لیکن اگر باہر نکلنے پر اُس پر پاخانہ نہ
لگا ہو تو وہ نجس نہیں ہوگی اسی طرح اندر سے کوئی کیڑا پاخانہ کے مقام سے نکلے اور اس میں
پاخانہ نہ لگا ہو تو وہ بھی پاک ہے۔ ہاں اگر باہر سے کوئی چیز اندر ڈالی گئی اور معلوم ہوا کہ اندر
اُس میں پاخانہ یا پیشاب لگ گیا ہے تو اُس کے پھر باہر نکلنے پر اس سے پرہیز کرنا احوط
واجبی ہے مثلاً عمل دینے کا آلہ پاخانہ کے مقام میں ڈالا گیا اور یقین ہوگیا کہ اندر اس میں
پاخانہ لگ گیا ہے اگرچہ باہر نکلنے پر اس میں پاخانہ نہ لگا ہو تو اس آلہ کو نجس سمجھنا چاہئے۔
ہاں اگر اندر پاخانہ یا پیشاب لگنے کا علم نہ ہو بلکہ شک ہو تو وہ چیز پاک ہے پس مثلاً عمل
کی دوا اندر جانے کے بعد اگر باہر نکلے اور اُس کے پاخانہ لگے ہوئے باہر نکلنے یا اندر اُس
میں پاخانہ لگنے کا یقین نہ ہو تو پاک ہے ٭

مسئلہ نمبر ۲۔ جن جانوروں کا گوشت کھانا حلال ہے اُن کا پیشاب یا پاخانہ بیچنا
جائز ہے اور جس کا گوشت کھانا حرام ہے اُن کا پیشاب اور پاخانہ بیچنا جائز نہیں ہے
ہاں دوسری طرح اُس سے نفع اُٹھانا جائز ہے مثلاً زمین کی کھاد بنانا یا درختوں کی
جڑ میں دینا یا حمام کے گرم کرنے میں جلانا جائز ہے ٭

مسئلہ نمبر ۳۔ اگر کوئی جانور حیوان ایسا ہو جس کے گوشت کھانے کے متعلق حرام
یا حلال ہونا معلوم نہ ہو تو اسکا پیشاب پاخانہ پاک سمجھا جائیگا نجس[1] نہیں کہا جائیگا۔ اگرچہ

[1] جبکہ شبہ موضوعی ہو لیکن جبکہ شبہ حکمی ہو تو عامۃ الناس پر واجب ہے کہ احتیاط پر عمل کریں (بقیہ صفحہ ۴۷ پر دیکھو)

اسکا گوشت بمقتضائے اصل (گوشت میں اصل حرمت ہے جب تک کہ کسی کی حلیت معلوم نہ ہو) حرام قرار دیا جائے گا۔ اسی طرح اگر کسی جانور کے بارے میں معلوم نہ ہو کہ اسکا خون جہندہ (ذبح کے وقت اچھل کر نکلنے والا) ہے یا نہیں تو اسکا پیشاب و پائخانہ بھی نجس قرار نہیں پائیگا جیسا کہ اگر کسی چیز میں شک ہو کہ یہ حلال گوشت والے جانور کا فضلہ ہے یا حرام گوشت والے کا، یا شک ہو کہ فلاں جانور کا ہے جسکا فضلہ پاک ہوتا ہے یا فلاں جانور کا جسکا فضلہ نجس ہوتا ہے یا جیسے کسی چیز کو دیکھا اور معلوم نہ ہوا کہ وہ چوہے کی مینگنی ہے یا چمگادڑ کی۔ پس ان کل صورتوں میں طہارت کا حکم کیا جائیگا۔

مسئلہ نمبر ۴۔ سانپ کا فضلہ پاک ہے کیونکہ اسکا خون جہندہ ہونا معلوم نہیں ہے ہاں بعض علمائے عظام سے منقول ہے کہ سانپ کا خون جہندہ ہوتا ہے لیکن ممکن ہے کہ اس مسئلہ میں سانپ کی قسمیں مختلف ہوں یعنی بعض کا خون جہندہ نہ ہو اور بعض کا ہو۔ اسی طرح گھڑیال کا فضلہ بھی پاک ہے اسلئے کہ اسکے خون جہندہ ہونے میں شک ہے اگرچہ جناب شہیدؒ سے حکایت کیگئی ہے کہ آپنے فرمایا کہ دریائی جانوروں میں ماسوا گھڑیال کے اور کسی کا خون جہندہ نہیں ہوتا لیکن گھڑیال کا خون جہندہ ہونا معلوم نہیں اور یہ بھی معلوم نہیں کہ سوائے گھڑیال کے اور کسی دریائی جانور کا خون جہندہ نہیں ہوتا (یعنی ہر دو امور سے کسی کا یقین نہیں) پس ہو سکتا ہے کہ گھڑیال کا خون جہندہ نہ ہو اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ دوسرے دریائی جانور کا خون بھی جہندہ ہو۔

تیسری نجاست منی ہے۔ ہر اُس جانور کی کہ جس کا خون جہندہ ہو یعنی اگر وہ جانور ذبح کیا جائے تو اچھل کر رگ سے خون نکلے خواہ اس جانور کا گوشت حرام ہو یا حلال و ریا کا نر ہو یا خشکی کا۔ اسکے علاوہ جتنی قسم کی رطوبت کتے، سور اور کافر کے سوا جانوروں سے نکلتی ہیں خواہ وہ رطوبت فرج سے نکلے یا دُبر سے سب پاک ہیں۔ اگرچہ پیشاب کے مقام سے نکلے مثل مذی، ودی اور وذی کے۔ ہاں پیشاب یا پائخانہ نجس ہے۔

چوتھی نجاست ہر وہ مُردہ جانور ہے جس کا خون اُچھل کر نکلتا ہو خواہ اسکا گوشت حلال ہو

بقیہ حاشیہ صفحہ ۴۶۔ یا اپنے مجتہد کی طرف رجوع کریں جیسا کہ اُسکا حلال گوشت نہ ہونا اور اسکا جائز نہ ہونا نیز دوسری صورت سے مخصوص ہو لیکن پہلی صورت میں اُسکا کھانا جائز ہو جبکہ یہ معلوم ہو جائیگا کہ یہ قابل تزکیہ اور ذباحت ہو (صفہانی مدظلہ)

یا حرام۔ اسی طرح مُردہ کے بدن کا جو ٹکڑا اُس سے علیحدہ ہو جائے وُہ بھی نجس ہے اگر چہ کتنا ہی چھوٹا ہو۔ ہاں جانور کے بدن کی وُہ چیزیں جن میں جان نہیں ہوتی مثلاً روئیں، بال، پر، ہڈی، سینگ، چونچ، دانت، ناخن، چنگل، سُم مثل گائے بکری وغیرہ کے اور اُس انڈے کے چھلکے اوپر کا چھلکا سخت ہو گیا ہو خواہ حلال جانور کا ہو یا حرام کا۔ خواہ ان کو مُردہ کے جسم سے کاٹا جائے یا اُکھیڑا جائے لیکن اگر یہ چیزیں مُردہ کے جسم سے اُکھیڑی جائیں تو چاہئے کہ جلد میں ان چیزوں کے کنارہ کا جو حصّہ لگا ہو اُسکو دھو لیا جائے تاکہ مُردہ کے جسم کی جو نجس رطوبت ان چیزوں میں لگی تھی وُہ زائل ہو جائے اور یہ چیزیں پاک ہو جائیں یہاں تک کہ بال، روئیں اور پر جو مُردہ جانور کے بدن سے اُکھیڑے جائیں اُن کو بھی دھو لینا چاہئے اسی طرح اجزائے مذکورہ کے حکم میں وُہ چیز بھی ہے جو بکری یا بھیڑ کے بچے کے پیٹ میں ہوتی ہے اور جس میں اُسکا پیا ہُوا دُودھ رہتا ہے اور اُس میں پنیر مایہ ہوتا ہے اس کو فارسی میں شیردان برّہ یا بزغالہ کہتے ہیں کہ وُہ بھی مُردہ جانور کا پاک ہے۔ اسی طرح مُردہ جانور کے پستان میں جو دُودھ ہے وُہ بھی پاک ہے اور نجس جگہ سے نکلنے کے سبب نجس نہیں ہوگا لیکن احوط یہ ہے کہ ایسے دُودھ سے پرہیز کیا جائے خاصکر اگر یہ دُودھ ایسے جانور کا ہو جس کا گوشت کھانا حلال نہیں ہے۔ ہاں یہ واضح رہے کہ مُردہ جانور کے اجزائے مذکورہ کو جو طاہر کیا گیا ہے یہ اُس صورت میں ہے جبکہ وُہ چیزیں اُس جانور کی نہ ہوں جو نجس العین ہیں مثل کافر، کُتے اور سُور کے اسلئے کہ ان کے کُل اجزاء نجس ہیں خواہ اُن میں جان ہو یا نہ ہو کسی صورت سے کوئی چیز پاک نہیں۔ یہ بھی خیال رہے کہ ظاہری حصّہ شیردان جو کہ مُردہ سے متصل ہو، اُسکو دھونا لازمی ہے۔

مسئلہ نمبر ۱۔ کسی جانور کی زندگی میں اُس کے جسم سے وُہ اجزا جن میں جان ہوتی ہے جُدا ہوں تو وُہ بھی مثل مُردہ کے نجس ہیں البتہ وُہ چھوٹے چھوٹے اجزاء جو بعض اوقات انسان کے بدن سے نکلتے ہیں اور جُدا ہوتے ہیں مثل مسّہ اور آبلہ اور اُس چمڑے کے جو ہونٹ سے جُدا ہوتا ہے یا خارش والے کے بدن سے کھجانے کے وقت مثل چمڑے کے جُدا ہوتا ہے وُہ سب پاک ہیں۔

۱؎ اس میں احتیاط ترک نہیں ہونی چاہئے (اصفہانی مدظلہ)

مسئلہ نمبر ۲۔ اقوٰی یہ ہے کہ نافہ مشک جو زندہ ہرن کے جسم سے نکالا جاتا ہے پاک ہے اگرچہ احوط یہ ہے کہ اس سے پرہیز کرنا چاہیئے لیکن اسکے اندر کا مشک بے اشکال پاک ہے ہاں وہ نافہ مشک جو مردہ ہرن کے جسم سے نکالا جاتا ہے اسکا طاہر ہونا مشکل ہو اسی طرح اسکے اندر کے مشک کے طاہر ہونے میں بھی اشکال ہے ہاں وہ مشک جو مسلمان کے ہاتھ سے لیا جائے وہ پاک ہے اگرچہ معلوم نہ ہو کہ زندہ ہرن سے نکالا گیا یا مردہ سے۔

مسئلہ نمبر ۳۔ جس جانور کا خون جہندہ نہ ہو اسکا مردہ پاک ہے مثل چھپکلی، بچھو، چھچھوندر، مچھلی کے۔ اسی طرح سانپ اور نہنگ کا مردہ بھی پاک ہے اگرچہ ایک قول اس کے متعلق یہ ہے کہ ان دونوں کا خون جہندہ ہوتا ہے لیکن چونکہ اس قول پر یقین نہیں ہے یہ بات ثابت نہیں لہٰذا ان دونوں کا مردہ بھی پاک ہے باوجودیکہ اگر یہ ثابت بھی ہو جائے کہ بعض قسم کے سانپ کا خون جہندہ ہوتا ہے تب بھی یہ لازم نہیں کہ جن قسموں کے سانپ کا خون جہندہ ہونے میں شک ہے اُن کے مردہ سے بھی اجتناب کیا جائے۔

مسئلہ نمبر ۴۔ اگر کسی چیز کے بارہ میں شک ہو کہ یہ کسی جانور کے بدن کا ٹکڑا ہے یا نہیں تو اسکو پاک سمجھنا چاہیئے۔ یہی حکم اُس صورت میں بھی ہے جب معلوم ہو کہ یہ چیز کسی جانور کے بدن کا ٹکڑا ہے لیکن اس میں شک ہو کہ اُس جانور کا خون جہندہ ہی یا نہیں اُس وقت میں بھی اسکو پاک سمجھنا چاہیئے۔

مسئلہ نمبر ۵۔ مُردہ جانور سے مطلب یہ ہے کہ شرعی قاعدہ سے اسکا تزکیہ نہ کیا گیا ہو خواہ اپنی موت سے مرا ہو یا قتل کیا گیا ہو یا شرعی قاعدہ کے خلاف ذبح کیا گیا ہو۔

مسئلہ نمبر ۶۔ جو گوشت۔ چربی اور چمڑہ (کھال) مسلمانوں کے ہاتھ سے لیا جائے وہ طاہر ہے اگرچہ اسکا تزکیہ کیا جانا معلوم نہ ہو اور یہی حکم اُس چربی۔ کھال اور گوشت کے متعلق بھی ہے جو مسلمانوں کے رہنے کی زمین پر پڑا ہوا ملے وہ بھی پاک ہے بشرطیکہ اُس پر مسلمانوں کے استعمال کرنے کا نشان پایا جاتا ہو لیکن باوجود پاک ہونے کے احوط یہ ہے کہ اُس سے بھی اجتناب کیا جائے۔

---

(۱) اُس نافہ میں کہ جس سے قبل جدا ہونے کے حیات کا زوال ہو جائے ورنہ اس میں اشکال ہے (اصفہانی مدظلہ)

(۲) جبکہ رطوبت مسریہ اُس میں ہرن کے مرنے کے وقت موجود ہو (اصفہانی مدظلہ)

مسئلہ نمبر ۷ - جو کھال یا گوشت کافر کے ہاتھ سے لیا جائے یا اُن لوگوں کے بسنے کی زمین میں پڑا ہوا ہے اسکو نجس سمجھنا چاہئے ہاں اگر اسکا یقین ہو جائے کہ پہلے یہ مسلمان کے ہاتھ میں تھا تو اُس کو نجس نہیں سمجھنا چاہئے ۔

مسئلہ نمبر ۸ - مُردہ جانور کی کھال دباغت سے پاک نہیں ہو سکتی بلکہ کوئی مُردہ چیز کسی طرح پاک نہیں ہو سکتی سوائے مسلمان آدمی کی میت کے کہ وہ غسل میت کے سبب سے پاک ہو جاتی ہے ۔

مسئلہ نمبر ۹ - حمل کا وہ بچہ جس میں روح نہیں پڑی ہے اگر ساقط ہو جائے تو نجس ہے اسی طرح وہ چوزہ بھی جس میں رُوح نہ پڑی ہو۔ انڈے سے گر جائے تو نجس ہے ۔

مسئلہ نمبر ۱۰ - اقویٰ یہ ہے کہ اگر مُردہ بدن سے کوئی چیز مس ہو جائے اور رطوبت دونوں میں سے کسی میں نہ ہو تو وہ چیز نجس نہیں ہو گی اگرچہ احوط یہ ہے کہ جو چیز مُردہ سے مس ہو جائے اُس کو دھو لینا چاہئے خاصکر اُس وقت کہ انسان کے مُردہ سے غسل دینے کے قبل کوئی چیز چھو جائے ۔

مسئلہ نمبر ۱۱ - مُردہ کے نجس ہونے میں شرط یہ ہے کہ اُس کے کُل بدن سے رُوح نکل چکی ہو۔ اِس لئے کہ اگر بدن کے بعض حصہ کی رُوح نکل چکی ہو اور بعض کی باقی ہو تو وہ نجس نہ ہو گا ۔

مسئلہ نمبر ۱۲ - بدن سے روح نکلتے ہی مُردہ نجس ہو جاتا ہے اگرچہ بدن میں ابھی گرمی باقی ہو اور سرد نہ ہوا ہو اور اس حکم میں انسان اور غیر انسان کے درمیان میں کوئی فرق نہیں ہے ہاں انسان کا مُردہ چھونے سے غسل مس میت اُس وقت واجب ہوتا ہے جبکہ اُس کا بدن سرد ہونیکے بعد اُسکو چھوا ہو ۔

مسئلہ نمبر ۱۳ - مُضغہ (شکم کا وہ بچہ جو خون منجمد ہونیکے بعد گوشت کے لوتھڑے کی صورت میں آجاتا ہے) اگر شکم سے نکل آئے تو نجس ہے اسی طرح وہ جھلی جو بچہ کے پیدا ہونے کے وقت اسکے جسم پر لپٹی ہوتی ہے اور گوشت کا وہ ٹکڑہ بھی جو بچہ پیدا ہونیکے وقت اس کے ہمراہ شکم سے باہر نکلتا ہے نجس ہے ۔

مسئلہ نمبر ۱۴ - زندہ جانور کے بدن سے اگر کوئی ٹکڑہ کاٹا جائے لیکن جسم سے بالکل علیحدہ نہ ہو جائے بلکہ اسکے چمڑہ سے لگا ہوا لٹکتا رہے تو جبتک اِس طرح بدن سے

ملا رہیگا پاک رہیگا اور اگر بدن سے بالکل علیحدہ ہو جائے تو اب نجس ہو جائیگا ہاں مثلاً اگر ہاتھ کاٹا جائے لیکن صرف پتلی جھلی میں لگا رہے تو احوط یہ ہے کہ اس سے پرہیز کرنا چاہیئے ؛

مسئلہ نمبر ۱۵ - جند بیدستر جو ایک مشہور دوا ہے اور مشہور ہے کہ وہ دریائی کتے کا خصیہ ہوتا ہے اگر اس پر یقین نہ ہو کہ یہ دریائی کتے کا خصیہ ہے اور احتمال ہو کہ جانور کے جسم کی کوئی چیز نہیں ہے بلکہ اگر کوئی دوسری دریائی چیز ہے تو وہ پاک بھی ہے اور اُسکا استعمال حلال بھی ہے اور اگر یہ یقین ہو کہ یہ دریائی کتے کا خصیہ ہے تو بلا شک و شبہ وہ حرام ہے لیکن نجس نہیں ہے بلکہ پاک ہے کیونکہ یہ معلوم نہیں کہ اس جانور کا خون جہندہ ہوتا ہے ؛

مسئلہ نمبر ۱۶ - دانت اکھاڑنے یا ناخن کاٹنے میں اگر کچھ گوشت بھی بدن سے اُسکے ساتھ نکل آئے تو وہ اگر بہت کم ہے تو پاک ہے ورنہ نجس ہے ؛

مسئلہ نمبر ۱۷ - اگر کسی شخص نے صرف ایک ہڈی کہیں پائی اور اس میں شک ہوا کہ یہ ہڈی پاک جانور کی ہے یا نجس جانور کی تو اُسکو پاک سمجھنا چاہیے اگر چہ اس قدر بھی معلوم ہو کہ یہ ہڈی آدمی کی ہے اور یہ معلوم نہ ہو کہ کافر کی ہے یا مسلمان کی تو وہ بھی پاک ہے ؛

مسئلہ نمبر ۱۸ - اگر کوئی کھال پڑی ہوئی ملے اور معلوم نہ ہو کہ یہ ایسے جانور کی ہے جس کا خون جہندہ ہوتا ہے یا ایسے جانور کی ہے جسکا خون جہندہ نہیں ہوتا ۔ مثلاً مچھلی وغیرہ کی تو اُس کو پاک سمجھنا چاہیئے ؛

مسئلہ نمبر ۱۹ - مُردہ جانور کا بیچنا حرام ہے لیکن اقوٰی یہ ہے کہ دوسری طرح اُن کاموں میں کہ جن میں طہارت کی شرط نہیں ہے اس سے نفع اُٹھانا جائز ہے[۱] ؛

پانچویں نجاست خون ہے ہر اُس جانور کا خون جس کا خون جہندہ (رگ سے اُچھل کر نکلنے والا) ہو خواہ آدمی کا یا کسی دوسرے جانور کا ۔ بڑے کا ہو یا چھوٹے کا ۔ خون خواہ زیادہ ہو یا کم ۔ ہر حالت میں نجس ہے ہاں اُس جانور کا خون جس کا خون جہندہ نہ ہو طاہر ہے خواہ

---

[۱] اس میں اشکال ہے (اصفہانی مدظلہ)

وہ جانور بہت بڑا ہو یا بہت چھوٹا مثلاً مچھلی۔ مچھر۔ پسّو۔ کھٹمل وغیرہ کے۔ اسی طرح وہ خون
بھی پاک ہے جو جانور کے جسم کا نہ ہو مثلاً وہ خون جو جناب سیدالشہداء ارواحنا فداہ کی
شہادت کے بعد مختلف شہروں میں پتھروں کے نیچے سے جوش مار کر نکلتا تھا وہ بھی
پاک تھا اور جانور کے ذبح کرنے اور جس قدر اس وقت خون معمولی طور پر اس کے جسم سے
نکلتا ہے اس کے نکلنے کے بعد جو خون اس جانور میں رہ جائے خواہ رگوں میں ہو یا گوشت
میں یا دل میں یا جگر میں وہ سب پاک ہے ہاں اگر وہ خون جو گردن میں ہو اور جانور کے سانس
لینے سے اندر چلا جائے تو وہ نجس ہے۔ اسی طرح جانور کے ذبح کرنے کے بعد اگر اس طرح
لٹکا دیا جائے کہ اسکا سر اوپر ہو جس سے گردن کا خون نیچے چلا جائے تو یہ خون بھی نجس
ہے اور جس قدر خون جانور کے جسم سے ذبح کے بعد عام طور پر نکلتا ہے اس کے بعد
اس کے جسم کے بچے ہوئے خون کے پاک رہنے میں بنا بر احوط یہ شرط ہے کہ وہ ذبیحہ
(ذبح کیا ہوا جانور) ایسا ہو کہ جس کا گوشت کھانا حلال ہے پس احوط یہ ہے کہ جس جانور کا
گوشت[1] کھانا حرام ہے اس کا اس قسم کا خون بھی نجس سمجھا جائے ؛

مسئلہ نمبر ۱۔ علقہ یعنی وہ خونِ بستہ جو منی سے ماں کے رحم میں استحالہ ہو کر بنتا ہے
انسان کا ہو یا جانور کا نجس ہے یہاں تک کہ وہ خون بستہ بھی جو انڈے میں ہو جب اسکو
مرغی کے نیچے بچہ نکالنے کے لئے بٹھائیں۔ اسی طرح بچہ نکلنے کے لئے جن انڈوں پر
مرغی کو بٹھاتے ہیں ان میں ابھی علقہ یعنی خونِ بستہ نہ پیدا ہوا ہو لیکن انڈے میں خون
کی بوندیں پڑ گئی ہوں تو خون کی ان بوندوں سے بھی پرہیز کرنا احوط ہے۔ ہاں اگر خون کی
وہ بوندیں زردی میں ہوں اور اس زردی پر باریک سی جھلی ہو جس سے زردی سفیدی
میں اور سفیدی زردی میں نہ ملتی ہو تو ان بوندوں سے سفیدی نجس نہ ہوگی مگر جب
وہ جھلی پھٹ جائے گی تو سفیدی بھی نجس ہو جائے گی ؛

مسئلہ نمبر ۲۔ جو خون جانور کے ذبح کرنے اور مطابق معمول خون نکل جانے کے بعد
جانور کے پیٹ میں رہ جائے وہ اگرچہ پاک ہے لیکن حرام ہے ہاں گوشت کے اندر کا وہ

---

[1] اسی طرح اگر حلال گوشت جانور کے کسی جزو غیر ماکول میں خون ہوگا تو وہ بھی نجس ہو مثلاً تلی جگر کہ جنکا
کھانا حرام ہے اگرچہ حلال گوشت والے جانور ہی کے کیوں نہ ہوں ان میں جو خون ہوگا وہ نجس سمجھا جائیگا ؛ (اصفہانی مدظلہ)

خون حرام نہیں ہے جو اُس میں پیوست ہو اور اُس گوشت کا جزو شمار کیا جائے۔

مسئلہ نمبر ۳۔ اگر کسی جسم سے سفید خون نکلے اور اس کا علم فرض کیا جا سکے کہ یہ خون ہی ہے تو نجس ہے جیسا کہ ایک روایت میں وارد ہوا ہے کہ امام حسن عسکریؑ نے ایک مرتبہ فصد کھلوائی تو آپ کے جسم مبارک سے سفید رنگ کا خون نکلا اور اسی طرح وہ خون بھی نجس ہے جس پر کوئی دوا ڈالی گئی ہو اور اس نے اُس خون کے رنگ کو بدل کر سفید کر دیا ہو۔

مسئلہ نمبر ۴۔ وہ خون جو کبھی دودھ دوہنے کے وقت دودھ میں پایا جاتا ہے خود بھی نجس ہے اور اُس سے وہ دودھ بھی نجس ہو جاتا ہے۔

مسئلہ نمبر ۵۔ ذبح کئے ہوئے جانور کے پیٹ سے حمل کا جو بچہ نکلتا ہے وہ اپنی ماں کے ذبح ہو کر حلال ہو جانے سے خود بخود حلال ہو جاتا ہے اور پھر اس بچہ کے ذبح کرنے کی ضرورت نہیں رہتی۔ اُس کا تمام خون پاک ہے لیکن یہ خون کی طہارت اشکال سے خالی نہیں ہے۔

مسئلہ نمبر ۶۔ جو جانور کسی آلۂ شکار (مثلاً تیر یا شکاری کُتّے وغیرہ) کے ذریعہ سے شکار کیا جاتا ہے اُس کے جسم سے رُوح نکل جانے کے بعد جو خون اُس میں بچ گیا ہے اُس کا پاک ہونا مشکل[۱] ہے اگرچہ اُسکے پاک ہونے کا حکم بے وجہ نہیں ہے لیکن تیر لگنے یا شکاری کُتّے کے پکڑنے کے وقت جس قدر خون اُس جانور کے جسم سے نکل گیا وہ تو یقیناً نجس ہے بے اشکال ناپاک ہے۔

مسئلہ نمبر ۷۔ اگر کسی شخص نے کوئی خون دیکھا اور اسکو شک ہوا کہ یہ خون کسی جانور کا ہے یا غیر کا تو اُس خون کو پاک سمجھنا چاہئے اسی طرح کسی شخص نے کوئی سرخ چیز دیکھی اور اس کو شک ہوا کہ یہ خون ہے یا کوئی دوسری سرخ چیز تو اُس کو بھی پاک سمجھنا چاہئے اسی طرح اگر یہ معلوم ہو کہ یہ خون فلاں جانور کا ہے لیکن یہ معلوم نہ ہو کہ اُس جانور کا خون جہندہ ہوتا ہے یا نہیں مثلاً سانپ کا یا گھڑیال کا خون دیکھا تو ایسا خون بھی پاک ہے اور اسی طرح وہ خون بھی پاک سمجھا جائیگا جس کی نسبت یہ معلوم نہ ہو کہ بکری کا ہے یا مچھلی کا۔ پس اگر کوئی شخص مثلاً اپنے کپڑے پر کوئی خون دیکھے اور اُسے یہ معلوم نہ ہو کہ وہ خون اُس کے

---

[۱] جو خون کہ اُس کے گوشت اور رگوں میں ہے بے اشکال پاک ہے (اصفہانی مدظلہ)

بدن کا ہے یا کسی مچھر یا پسّو کا تو اُس خون کو بھی پاک سمجھنا چاہئے لیکن جو خون کہ ذبح کئے
ہوئے جانور کے پیٹ میں معمولی خونِ ذبح نکلنے کے بعد بچ رہا ہے اُسکے بارے میں اگر
شک ہو کہ یہ پاک ہے اور طاہر کی قسم سے ہے (یعنی جس قدر خون ذبح کرنے کے بعد نِکل
جاتا ہے اُسکے بعد پیٹ میں جو بچ رہتا ہے اور جو پاک ہوتا ہے اُس میں سے یہ خون ہی
یا نجس ہے اور نجس کی قسم سے ہے (یعنی اُس خون سے ہے جو ذبح کرنے کے وقت عام
طور پر نکلتا ہے اور وہ نجس ہوتا ہے) تو بظاہر استصحاب پر عمل کرکے اس پر نجاست کا حکم
کیا جائیگا اگرچہ ایسا حکم بھی اشکال سے خالی نہیں بلکہ اس میں تفصیل کا احتمال ہے اِسطرح
کہ اگر اُس جانور کے پیٹ میں بچے ہوئے خون کے متعلق صرف اس خیال سے شک ہوا ہی
کہ شاید یہ خون جانور کے سانس لینے کے سبب سے گلے سے پیٹ میں آگیا ہے تو اس صورت
میں اُس خون کو پاک سمجھنا چاہئے کیونکہ اُسکا یقین کوئی نہیں کہ وہ گلے سے آیا ہے۔ لہذا
اصل یہ ہے کہ یہ خون پیٹ ہی کا ہے جو ذبح کا خون بقدرِ معمول نکل جانے کے بعد پیٹ میں بچ
رہا ہے اور اگر اُس خون کے متعلق شک اِس خیال سے ہوا ہے کہ شاید یہ خون جانور کے سر
کے اونچے مقام پر ہونے کے سبب سے گلے سے پیٹ میں آگیا ہو تو اس صورت میں اُس خون
کو نجس سمجھنا چاہئے کیونکہ اس کا یقین تو ہے نہیں کہ یہ خون اوپر سے پیٹ میں آگیا ہے
لہذا اصل یہ ہے کہ جو خون جسم کا اصلی خون ہے اور ابھی ذبح کا خون جسقدر مقدار میں نکلنا چاہئے
وہ نہیں نکلا ہے پس نجس ہے ۞

مسئلہ نمبر ۸ ۔ کسی زخم یا دُنبل سے کوئی چیز زرد رنگ کی نکلے اور شک ہو کہ یہ
خون ہے یا دوسری چیز تو اُس کو پاک سمجھنا چاہئے اِسی طرح زخم یا دُنبل سے کوئی تر چیز
نِکلے لیکن تاریکی کی وجہ سے نظر نہ آئے اور شک ہو کہ یہ خون ہے یا ریم (پیپ) تو
اُسکو بھی پاک سمجھنا چاہئے اور یہ واجب نہیں ہے کہ جس طرح بھی ہو اُس کا یقین حاصل
کیا جائے کہ یہ خون ہے یا ریم ۞

مسئلہ نمبر ۹ ۔ بدن کھجانے سے کوئی تر چیز نکلے جس میں شک ہو کہ خون ہے یا ریم
یا زرد رطوبت تو اُس تر چیز کو پاک سمجھنا چاہئے ۞

مسئلہ نمبر ۱۰ ۔ وہ زرد رطوبت جو زخم پر اچھے ہونے کے وقت جم جاتی ہے پاک
ہے لیکن اسکے متعلق اگر معلوم ہو کہ وہ خون ہے یا اُس میں خون مِلا ہے تو وہ نجس ہے

ہاں اگر وہ خون استحالہ کے ذریعے سے کھال بن گیا ہو تو پاک ہے ۔

مسئلہ نمبر ۱۱۔ گوشت پکتے وقت جب اُس کا شوربا جوش کھائے اور اس میں کوئی قطرہ خون کا گر جائے تو وہ خون بھی نجس رہیگا اور وہ شوربا اور گوشت بھی نجس ہو جائیگا اگرچہ خون بالکل ہی ذرا سا ہو اور شوربہ میں مستہلک بھی ہو جائے (یعنی اس طرح مل جائے کہ اب خون کا کسی طرح پتہ نہ چلے) اس مسئلہ کے بیان کی ضرورت اس وجہ سے ہوئی کہ ایک ضعیف حدیث میں آگیا ہے کہ خون اگر شوربہ میں اُسکے جوش کھاتے وقت گر جائے تو آگ کی گرمی اُسکو پاک کر دیگی لیکن چونکہ یہ حدیث ضعیف ہے لہٰذا اُس کی نجاست زائل نہیں ہو سکتی اور نہ اِس حدیث پر عمل کیا جا سکتا ہے ۔

مسئلہ نمبر ۱۲۔ اگر کوئی شخص اپنے کسی جانور کے بدن میں کوئی سوئی چبھوئے یا چاقو گڑائے تو اگر یہ معلوم نہ ہو کہ جسم کے اندر اس سوئی یا چاقو میں خون لگ گیا ہے تو اُس سوئی یا چاقو کو پاک سمجھنا چاہیے اور اگر یہ معلوم ہو کہ اندر اس پر خون لگ گیا تھا لیکن جب جسم کے باہر نکالا تو اُس وقت صاف تھا تو اس صورت میں احوط یہ ہے کہ اُس سوئی یا چاقو سے پرہیز کیا جائے ۔

مسئلہ نمبر ۱۳۔ اگر دانتوں سے خون نکلے اور مُنھ کے اندر ہی تھوک یا لعاب دہن میں مستہلک ہو جائے (اچھی طرح گھُل کر مل جائے) تو ظاہر یہ ہے کہ پاک ہے بلکہ اُسکا نگل جانا بھی جائز ہے ہاں اگر باہر سے کوئی خون مُنہ کے اندر داخل ہو کر تھوک میں مُستہلک ہو جائے تو احوط یہ ہے کہ اُس سے پرہیز کیا جائے (وہ پھینکدیا جائے اور نگلنا نہیں چاہیے) اور اس سے بھی اَولیٰ (بہتر) یہ ہے کہ کُلی وغیرہ کر کے مُنہ دھو لیا جائے ۔

مسئلہ نمبر ۱۴۔ ناخن یا بدن پر چوٹ لگ جانے سے اگر اُس ناخن یا کھال کے نیچے خون جم جائے اور استحالہ ہو کر گوشت یا کھال نہ بن جائے بلکہ خون ہی کہا جائے تو یہ خون نجس ہے پس اگر وہاں سوراخ ہو جائے اور اُس سوراخ پر پانی پہنچ جائے تو پانی نجس ہو جائیگا لہٰذا اس حالت میں وضو یا غسل کے صحیح ہونے میں اشکال ہے پس وضو یا غسل کرنے کے لیے واجب ہے کہ وہ خون نکال لیا جائے اور وہ مقام طاہر کر لیا جائے بشرطیکہ اُس خون کے وہاں سے نکالنے میں کسی قسم کا حرج نہ ہو اور اگر حرج ہو تو واجب ہے کہ اُس سوراخ پر کوئی چیز مثل پٹی وغیرہ کے لگا کر وضو یا غسل کیا جائے یہ حکم تو اُس صورت

کا ہے جب معلوم ہو کہ یہ جمی ہوئی چیز خون ہی ہے لیکن اگر اسکا یقین نہ ہو بلکہ یہ احتمال ہو کہ
ہے تو یہ گوشت ہی مگر کچل جانے کے سبب سے خون ایسا ہو گیا ہے جیسا کہ اکثر ہوتا ہے تو اس
متورت میں اُسکو خون نہ سمجھیں گے اور نہ نجس بلکہ وہ پاک ہے ؛
چھٹی اور ساتویں نجاست خشکی کا رہنے والا کتا اور سور ہے نہ دریائی (کہ وہ پاک
ہے) اسی طرح اِن دونوں جانوروں کی ہر قسم کی رطوبت اور اُن کے جسم کا ہر جزو نجس ہے
اگرچہ وہ جزو جاندار نہ بھی ہو مثلاً بال یا ہڈی وغیرہ کہ یہ بھی نجس ہیں اور اگر خواہ ان دونوں میں جفتی
ہونے سے یا اُن دونوں سے کسی ایک کے کسی دوسرے جانور مثل بکری، دُنبی وغیرہ کے
ساتھ جفتی کرنے سے کوئی بچہ پیدا ہو تو اگر اس بچہ کی صورت شکل وغیرہ سے اُسکو کُتا یا سُور کہیں
تو یہ بچہ بھی کُتا یا سُور ہی قرار پائیگا اور نجس ہو گا اور اگر اُس کو کُتا یا سُور نہ کہیں بلکہ کوئی دُوسرا
جانور مثل بکری۔ دُنبی وغیرہ کے کہیں یا بالکل نئی قسم کا وہ بچہ ہو جسکی شکل و صورت کا کوئی
جانور دُنیا میں نہ ہو تو یہ بچہ پاک قرار پائیگا اگرچہ احوط یہ ہے کہ اگر کُتے یا سُور کے آپس میں
یا کسی دوسرے جانور کے ساتھ جُفتی کرنے سے کوئی ایسا جانور پیدا ہو جو حلال جانوروں
میں سے کسی جانور کے مشابہ نہ ہو کسی حلال جانور کا نام اُس پر نہ بولا جاتا ہو نہ کسی حلال جانور میں اُس
کا شمار ہو سکتا ہو تو اُس سے پرہیز کیا جائے بلکہ احوط تو یہ بھی ہے کہ کُتے یا سُور کے کسی
حلال جانور کے ساتھ جُفتی کرنے سے کوئی جانور پیدا ہو تو اگر اُس جانور پر خاص کر اُس حلال
جانور کا (جو اُس جانور کا باپ یا ماں ہے) نام صادق نہ آئے تو اُس سے بھی پرہیز کیا جائے
پس اگر کوئی کتا کسی بکری کے ساتھ یا کوئی بکرا کسی کُتیا کے ساتھ جُفتی کرے اور اُس جُفتی
سے کوئی بچہ پیدا ہو تو اگر اس بچہ پر بکری یا بکرے کا نام صادق نہ آئے تو اُس بچہ سے پرہیز
کرنا (اسکو حرام اور نجس سمجھنا) احوط ہے اگرچہ اُس پر کُتے کا نام بھی صادق نہ آئے بلکہ نئی
وضع کا جانور ہو ؛
آٹھویں نجاست کافر ہے خواہ کسی قسم کا کافر ہو کیونکہ کافر کی جتنی قسمیں ہیں سب
نجس ہیں۔ مرتد کی جتنی قسمیں ہیں سب نجس ہیں پس یہود و نصاریٰ اور مجوسی بھی نجس ہیں
اسی طرح کافروں کے بدن کی ہر قسم کی رطوبت اور اس کا ہر جزو نجس ہے خواہ وہ جزو جاندار ہو
مثل گوشت کھال کے یا جاندار نہ ہو مثل ہڈی بال کے۔ اور کافر سے مُراد ہر وہ شخص ہے جو
خدا کے وجود اُسکی خدائی اُسکی توحید اور رسالت یا ضروریات دین سے کسی ضروری امر کا انکار

کرے بشرطیکہ وہ ان چیزوں کی ضروریات دین سے ہونے کی طرف اس طرح ملتفت بھی ہو کہ اُسکا ان چیزوں کا انکار دراصل جناب رسالتمآبؐ کی رسالت کا انکار کرنا قرار پائے یہ تو فتویٰ ہے لیکن احوط یہ ہے کہ جو شخص ضروریات دین سے کسی ضروری امر کا انکار کرے اُسکو نجس سمجھنا چاہئے وہ کافر ہے اگرچہ وہ اس ضروری دین کے ضروریات دین ہونے کی طرف ملتفت نہ بھی ہو تو بھی وہ کافر ہے رہے بچے، پس کافر کے بچے اپنے باپ کے تابع ہونے کے سبب سے کافر ہیں یعنی اگرچہ بچہ کا کوئی مذہب نہیں لیکن حکم شرع یہ ہے کہ کافر کے بچے کو کافر ہی سمجھنا چاہئے کیونکہ وہ ہر امر میں اپنے باپ کے راہ پر رہتا ہے مگر بالغ ہونے کے بعد وہ مسلمان ہو جائیں تو پاک ہو جائینگے۔ اسی طرح کافر کا بچہ اگر بالغ ہونے کے قبل ہی اسلام لائے اور اُسکو عاقل ممیز بھی سمجھ سکیں اور اُس کا اسلام لانا بھی بصیرت سے ہو۔ یعنی وہ سمجھ بوجھ کر اور اسلام کی حقیقت اور دوسرے مذہبوں کا بطلان تسلیم کر کے مسلمان ہوا ہو تو اقویٰ یہ ہے کہ وہ بھی مسلمان قرار دیا جائے۔ اور کافر کا بچہ مطلقاً نجس ہے خواہ وہ اپنے مذہب کی رو سے بھی حلال زادہ ہو خواہ حرامزادہ، ہاں اگر کسی بچہ کا صرف باپ یا صرف ماں مسلمان ہو تو چونکہ بچہ اپنے والدین سے اُس شخص کا تابع قرار دیا جاتا ہے جو کہ اشرف ہو اور مسلمان بوجہ اسلام، کافر سے بوجہ کفر کے اشرف ہے لہٰذا وہ بچہ بھی مسلمان ہی قرار دیا جائیگا بشرطیکہ وہ ولدالزنا نہ ہو بلکہ اس شرط کا بھی لحاظ نہیں وہ مطلقاً مسلمان قرار پائیگا (اگرچہ ولدالزنا ہی ہو) بنا بر اس وجہ کے جو اصالت طہارت کے مطابق ہے

مسئلہ نمبر ۱۔ اقویٰ یہ ہے کہ مسلمان کا وہ بچہ جو زنا سے پیدا ہوا ہو پاک ہے خواہ زنا ایک طرف سے ہو خواہ دونوں طرف سے بلکہ اگرچہ اُس کے ماں باپ میں سے صرف ایک ہی مسلمان ہو تو بھی وہ پاک ہے جیسا کہ بیان ہو چکا ہے۔

مسئلہ نمبر ۲۔ مسلمانوں میں جو لوگ فرقہ غالی یا خارجی یا ناصبی مذہب کے ہوں وہ یقیناً نجس ہیں اور اس میں کوئی اشکال نہیں ہے۔ رہے مجسمہ اور مجبرہ اور فرقہ صوفیہ کے وہ لوگ جو مسئلہ وحدت الوجود (ہمہ اوست) کے قائل ہیں پس اگر یہ لوگ احکام اسلام

---

۱ بالخصوص جبکہ قیامت کا منکر ہو (ابوالحسن مدظلہ)

۲ جبکہ زنا ایک طرف سے ہو اور جو کافر ہو وہ زانی نہ ہو تو اُس کے مسلمان ہونے میں اشکال ہے بچہ پر کفر کا حکم لگانا چونکہ شرعاً وہ کافر سے ملحق ہے بعید نہ ہوگا (ابوالحسن مدظلہ)

کے پابند ہوں تو اقویٰ یہ ہے کہ وہ بھی پاک ہیں اور اگر یہ معلوم ہو کہ یہ لوگ اپنے مذہب
کے مفسد اور باطل عقائد و اعمال و لوازم کے پابند ہیں تو یہ سب بھی نجس ہیں ؂
فرقۂ غالی مسلمانوں کا وہ فرقہ ہے جو معاذ اللہ جناب امیرؑ کے خدا ہونے کا معتقد ہے
اور خارجی وہ فرقہ ہے جو جناب امیرؑ سے بغض اور دشمنی رکھنے کا معتقد ہے۔ فرقۂ ناصبی
وہ فرقہ ہے جو حضراتِ اہل بیتؑ کا دشمن ہے۔ اور مجسمہ وہ فرقہ ہے جو معاذ اللہ خداوند
عالم کے صاحب جسم اور اعضا ہونے کا معتقد ہے۔ اور مجبرہ وہ فرقہ ہے جو اس کا قائل
ہے کہ انسان اپنے افعال کے بجا لانے میں بالکل مجبور ہے اور جو کچھ وہ کرتا ہے دراصل اسکا
فاعل خدا ہی ہے اور یہ اُسکا کوئی اختیار اُسکے افعال پر نہیں ہے یہ کل فرقے اسلام کے ہیں ؂

مسئلہ نمبر ۳۔ شیعوں کے وہ فرقے جو اثنا عشریہ نہیں ہیں مثل واقفیہ فطحیہ اور
اُن لوگوں کے جو صرف چھ امام یا چھ سے کم یا زیادہ اماموں کی امامت کے قائل ہیں
پاک ہیں بشرطیکہ یہ لوگ باقی اماموں کی عداوت کا اظہار نہ کریں اور نہ اُن حضرات کو دشنام
دیں کیونکہ اُن حضرات سے عداوت کریں گے یا اُن کو دشنام دیں گے تو فرقہ ناصبی میں اُنکا
شمار ہوگا لہذا نجس قرار پائیں گے ؂

مسئلہ نمبر ۴۔ جس شخص کے مسلمان یا کافر ہونے میں شک ہو اُسکو پاک سمجھنا چاہئے
اگرچہ اسلام کے بقیہ احکام اُسکے حق میں نہیں جاری ہوں گے ؂

نویں نجاست شراب ہے بلکہ ہر وہ چیز جو اپنے اصل میں بہنے والی ہو اور اُس کے
استعمال سے مستی یا نشہ پیدا ہو وہ نجس ہے اگرچہ کسی خارجی سبب سے عارضی طور پر وہ خشک
ہو جائے مثلاً شراب کسی صورت سے جم جائے تو اگرچہ وہ فی الحال بہنے والی نہیں ہے
لیکن چونکہ دراصل بہنے والی ہے لہذا وہ بھی نجس ہے برخلاف اُس نشہ والی چیز کے جو
اپنی اصل میں بہنے والی نہ ہو کہ اگرچہ وہ بھی حرام ہے لیکن نجس نہیں مثلاً بھنگ کہ اگرچہ نشہ پیدا
کرتا ہے لیکن چونکہ اُس کی خلقت خشک ہی ہوتی ہے لہذا پاک ہے اگرچہ اُس میں پانی بھی ملائیں

مسئلہ نمبر ۱۔ اکثر علما نے فرمایا ہے کہ آبِ انگور (یعنی انگور کے نچوڑنے سے جو عرق
اُس میں سے نکلتا ہے) جوش کھانے کے بعد جبتک دو تہائی اُس کا جل کر کم نہ ہو جائے اُس
وقت تک وہ بھی شراب کے شمار اور حکم میں ہی لہذا نجس ہے۔ پس یہ قول اگرچہ احوط
ہے لیکن اقویٰ[1] یہ ہے کہ یہ آبِ انگور پاک ہے ہاں اسکے حرام ہونے میں کوئی شبہ

[1] اقویٰ نجاستِ عصیرِ انگور ہے اگر نشہ دے یا خود بخود جوش کھا جائے اور پاک نہ ہوگا (بقیہ صفحہ ۵۹ پر)

نہیں ہے۔ بے اشکال حرام ہے خواہ آگ سے جوش کھایا ہو یا دھوپ کے یا خود بخود رکھا رہنے سے۔ ہاں جب اس کا دو تہائی کم ہو جائیگے تو حلال ہو جائے گا۔ خواہ یہ دو تہائی آگ سے کم ہو یا دھوپ سے یا ہوا سے۔ بلکہ اقویٰ یہ ہے کہ مجرد تیزی پیدا ہونے کے ساتھ وہ حرام ہو جائیگا اگرچہ جوش کھانے کی حد تک نہ پہنچے اور اس حکم میں انگور کے عرق اور خود انگور میں کوئی فرق نہیں ہے پس اگر خود انگور میں جوش آجائے بغیر اس کی کہ اس کا عرق نچوڑا جائے تو وہ بھی حرام ہو جائیگا۔ رہا خرما اور کشمش اور منقی اور ان کا عرق پس اقویٰ یہ ہے کہ جوش کھا جانے سے یہ چیزیں حرام نہ ہونگی اگرچہ احوط یہ ہے کہ اگر یہ چیزیں بھی جوش کھا جائیں تو ان کے کھانے پینے سے بھی پرہیز کیا جائے بلکہ انکو نجس بھی سمجھا جائے۔

مسئلہ نمبر ۲۔ آب انگور جوش کھانے کے بعد اور دو تہائی کم ہونے کے قبل شیرہ ہو جائے تو احوط یہ ہے کہ وہ حرام سمجھا جائے اگرچہ اسکے حلال قرار دینے کی بھی ایک وجہ ہے اور اس بنا پر اگر آب انگور کا جوش کھا کر دو تہائی کم ہونا مستلزم ہو اس کے جل جانے کو یعنی بغیر جلے ہوئے دو تہائی کم نہ ہو سکے تو بہتر یہ ہے کہ اس پر تھوڑا پانی ڈال دیا جائے اور جوش دیا جائے کہ اب اس کا دو تہائی کم ہو جائے گا تو بے شبہ حلال ہو جائیگا۔

مسئلہ نمبر ۳۔ اقویٰ یہ ہے کہ شوربے اور پلاؤ وغیرہ میں منقی یا کشمش یا خرما ڈالا گیا ہو تو اگرچہ جوش کھا گیا ہو اس کا کھانا جائز ہے غرضکہ جس حالت سے اور جس طرح سے ہو اس کو کھا سکتے ہیں۔

دسویں نجاست فقاع جو ایک قسم کی شراب ہے جسکو عرب میں ایک خاص طریقہ سے جو سے بناتے ہیں اور جس میں نشہ خفی ہوتا ہے اور اگر جو کے علاوہ کسی چیز سے بنائیں تو وہ نہ حرام ہے اور نہ نجس۔ ہاں اگر اس میں نشہ پیدا کرنے کی قوت آجائے گی تو یہ بھی نجس اور

بقیہ حاشیہ صفحہ ۵۹۔ مگر جبکہ سرکہ ہو جائے پاک ہو جائیگا تینوں قسموں میں سے کسی قسم کا بھی ہو اس میں کوئی فرق نہیں لیکن اگر آگ کے ذریعہ سے جوش کیا جائے اور دو تہائی اسکا جل کر کم نہ ہو تو اقویٰ سب میں اسکی طہارت ہے اور حرمت ہے آب انگور اور منقہ میں نہ خرمے میں۔ پس آب خرما حلال ہے حرام نہیں (ابوالحسن مدظلہ)

۱؎ صرف آگ اور دھوپ سے دو تہائی کم ہو جانے پر اکتفا کرنا احوط ہے (ابوالحسن مدظلہ)

۲؎ منقی اور کشمش کے متعلق جبکہ یہ معلوم ہو کہ ان کا اندرونی حصہ جوش کھا گیا ہے تو انکی حلت میں اشکال ہے

(بقیہ صفحہ ۶۰ پر)

حرام ہوجائے گی ۔

مسئلہ نمبر۱- مَاءُ الشَّعِیر (جو کا عرق) جس کو طبیب لوگ اپنے معالجات میں استعمال کرتے ہیں۔ فقاع نہیں ہے لہذا پاک بھی ہے اور حلال بھی ہے ۔

گیارھویں نجاست اُس شخص کا پسینہ[۱] ہے جو فعل حرام کر کے جنب ہوا ہو خواہ وہ فاعل ہو خواہ مفعول۔ خواہ وہ پسینہ جماع کرنے کی حالت میں اُسکے جسم سے نکلا ہو یا جماع سے فارغ ہونے کے بعد اور غسل سے قبل خواہ مرد کا ہو یا عورت کا خواہ زنا سے ہو مثلاً مرد عورت سے زنا کرے یا غیر زنا سے مثلاً مرد کسی جانور کے ساتھ یہ فعل حرام کرے یا جلق لگا کر (یعنی اپنے ہاتھ سے مقام معلوم سے منی نکال کر) جنب ہو یا اسی طرح اور جتنی صورتیں حرام سے جنب ہونے کی ہوں جن کی حرمت ذاتی ہو اُن سے جنب ہوا ہو بلکہ اقوی یہ ہے کہ مرد اپنی منکوحہ یا ممتوعہ زوجہ سے بھی حیض کی حالت میں وطی کرے یا روزہ واجب معین میں جماع کرے یا حالت[۲] ظہار میں کفارہ ادا کرنے کے قبل جماع کرے اور پسینہ نکلے تو یہ پسینہ بھی نجس ہے ۔

مسئلہ نمبر۱- جو شخص فعل حرام سے جنب ہوا ہو وہ غسل جنابت کرے اور غسل تمام ہونے کے قبل اُس کے جسم سے پسینہ نکلے تو یہ بھی نجس ہے پس چاہیے کہ ایسا شخص ٹھنڈے پانی میں غسل کرے تا کہ اُس وقت پسینہ نہ نکلے اور اگر سرد پانی میں غسل کرنا ممکن نہ ہو تو گرم ہی پانی میں غسل ارتماسی کرے اور جب پانی سے نکلنے لگے اُس وقت غسل کی نیت کرے یا پانی کے اندر غسل کے قصد سے اپنے بدن کو حرکت دے ۔

بقیہ حاشیہ صفحہ ۵۹۔ پلاؤ کا مثلاً حلال ہونا خالی اشکال سے نہیں ہے اسی طرح جبکہ انکا عرق یا پانی مثلاً شوربہ میں نکلے اور اس میں گھل مل جائے منقی سے مثلاً جو آب خارج ہو اور شوربے میں مستہلک نہ ہو۔ تو اسکے حلال ہونے میں بھی اشکال ہے ہاں خرما اگر پلاؤ وغیرہ میں ڈالکر کھایا جائے کسی عنوان سے بھی ہو۔ بہر حال حلال ہے اس کے کھانے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے (ابوالحسن مدظلہ)

۱ اقوی اسکی طہارت ہے۔ اگرچہ اس میں نماز جائز نہیں ہے پس جسقدر امور اسکی نجاست پر مُترتب ہوتے ہیں سب ساقط ہیں (ابوالحسن مدظلہ)

۲ ظہار کا مطلب یہ ہے کہ شوہر دو عادلوں کے سامنے اُن شرطوں کے پائے جانے کے بعد جو کہ طلاق میں معتبر ہیں اپنی زوجہ سے کہے انت علی کظہر امی یا زوجتی کظہر امی یا اختی یا بنتی مثلاً تو بغیر کفارہ دیے وطی کرنا حرام ہے اور کفارہ بشرط امکان ایک غلام آزاد کرنا ورنہ دو مہینے برابر روزہ رکھنا اور اس پر قدرت نہ ہونے کی حالت میں ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلانا ہے (مترجم)

مسئلہ نمبر ۲۔ اگر کوئی شخص فعل حرام سے جنب ہونے کے بعد اور غسل جنابت کرنے سے قبل دوبارہ فعل حلال کرنے سے جنب ہوا یا فعل حلال سے جنب ہونے کے بعد پھر فعل حرام سے جنب ہوا اور ان دونوں صورتوں میں دوبارہ جنب ہونے کے بعد پسینہ اُس کے جسم سے نکلا تو ظاہر یہ ہے کہ یہ پسینہ بھی نجس ہے خاصکر پہلی صورت میں۔

مسئلہ نمبر ۳۔ کوئی شخص فعل حرام سے جنب ہونے کے بعد کسی عذر شرعی سے غسل نہ کر سکے اور تیمم کر لے اور اُس کے بعد پسینہ نکلے تو ظاہر یہ ہے۔ کہ یہ پسینہ نجس نہیں ہے اگرچہ احوط یہ ہے کہ جب تک وہ غسل نہ کرے۔ اُس وقت تک اُس کا پسینہ نجس ہی سمجھا جائے اور اگر تیمم کرنے کے بعد اُس کا عذر شرعی رفع ہو گیا۔ مثلاً پانی مل گیا یا اُس کا مرض جاتا رہا تو اب جو پسینہ اُس کے جسم سے نکلے گا وہ نجس ہو گا کیونکہ عذر شرعی رفع ہونے سے اُس کا تیمم ٹوٹ گیا۔

مسئلہ نمبر ۴۔ اگر نابالغ بچہ فعل حرام کرے یا اُس کے ساتھ فعل حرام کیا جائے اور اُس کے بعد اسکے جسم سے پسینہ نکلے تو اُس کے نجس ہونے میں اشکال ہے اور احوط یہ ہے کہ لوگ اُس کو غسل کرنیکا حکم دیں کیونکہ اقویٰ یہ ہے کہ نابالغ بچہ کا غسل بھی صحیح ہے۔

بارھویں نجاست فضلہ خوار اونٹ کا پسینہ بلکہ مطلق حیوان فضلہ خوار کا پسینہ ہی بنا بر قول احوط کے۔

مسئلہ نمبر ۱۔ لومڑی۔ خرگوش۔ چھپکلی۔ بچھو۔ چوہا بلکہ کل مسوخات (مثل بندر سانپ وغیرہ) سے بھی پرہیز کرنا احوط مستحبی ہے۔ اگرچہ اقویٰ یہ ہے کہ یہ سب پاک ہیں۔

مسئلہ نمبر ۲۔ جس چیز کے پاک یا نجس ہونے میں شک ہو وہ پاک سمجھی جائیگی خواہ اُس چیز کے نجس ہونے کا شبہ اس خیال سے ہو کہ ممکن ہے یہ چیز اعیان نجسہ سے ہو یعنی اُن چیزوں سے ہو جو فی نفسہ نجس ہیں جیسے پیشاب یا خون وغیرہ سے یا اس خیال سے ہو کہ اگرچہ یہ چیز فی نفسہ تو پاک تھی لیکن دوسری نجاست لگ جانے سے ممکن ہے کہ نجس ہو گئی ہو غرض جس سبب سے بھی اُس کے نجس ہونے میں شک و شبہ ہو اُسکا لحاظ نہیں کیا جائیگا اور وہ پاک ہی کے حکم میں رہے گی اور بعض علما نے کہا ہے کہ خون کے بارہ میں اصل یہ ہے کہ نجس ہے یعنی کسی نے کوئی خون دیکھا اور شک کیا کہ پاک خون کی

قسم سے ہے مثلاً مچھر کا یا مچھلی کا ہے یا کہ نجس خون کی قسم سے ہے مثلاً انسان کا تو اسکو
نجس سمجھنا چاہیے لیکن یہ قول ضعیف ہے بلکہ خون بھی شک کی صورت میں پاک ہی
سمجھا جائیگا۔ ہاں جو چیزیں بیان کی گئیں اُن سے وہ رطوبت مستثنیٰ ہے جو منی
نکلنے کے بعد استبرا یا بول کرنے کے قبل نکلے یا پیشاب کے بعد استبرا سے پہلے نکلے
کیونکہ شک کی حالت میں یہ دونوں رطوبتیں نجس ہیں ۔

مسئلہ نمبر ۳ ۔ اقویٰ یہ ہے کہ حمام کا غسالہ پاک ہے اگرچہ اُسکی نجاست کا گمان
بھی ہو لیکن احوط یہ ہے کہ اس سے پرہیز کیا جائے ۔

مسئلہ نمبر ۴ ۔ اگر کوئی شخص یہود و نصاریٰ کے عبادت خانوں میں نماز پڑھنی
چاہے اور اُسکی نجاست کا بھی شک ہو تو مستحب یہ ہے کہ وہاں پانی چھڑک لے تاکہ
شک جاتا رہے اگرچہ وہ عبادت خانہ شک کی صورت میں بھی پاک ہی ہیں ۔

مسئلہ نمبر ۵ ۔ جس چیز میں یا جہاں پر پاک اور نجس ہونے میں شک ہو وہاں اُسکی
تحقیق کرنا واجب نہیں بلکہ پاک سمجھے اگرچہ اس کا صحیح علم حاصل ہونا بھی اُس وقت
ممکن ہو بشرطیکہ پہلے اُس چیز کے نجس ہونے کا علم نہ رہا ہو

فصل نجاست کے ثابت ہونیکے بیان میں

جاننا چاہئے کہ جو نجاستیں پہلے مذکور ہوئیں اُن کے سوا کسی چیز کا نجس یا
متنجس ہونا علم وجدانی سے ثابت ہوتا ہے مثلاً کسی رطوبت کو انسان دیکھے اور
اسکا نفس یقین کرے کہ یہ پیشاب ہے یا کسی کپڑے کو کوئی کافر اُٹھا کر مسلمان کو دے
اور مسلمان کے نفس کو یقین ہو جائے کہ اُس کافر کے ہاتھ میں تری تھی اور یقیناً وہ
تری اس کپڑے میں لگی ہے لہذا یقیناً یہ کپڑا نجس ہوا ہے۔ پس پہلی مثال نجس ہونے
کی ہے اور دوسری متنجس ہونے کی۔ اسی طرح نجاست دو عادل شخص کی گواہی
دینے سے ثابت ہوتی ہے کہ دونوں خبر دیں کہ یہ چیز متنجس ہو گئی ہے یا نجس ہے اور ایک
عادل کی گواہی نجاست کے بارے میں خالی اشکال سے نہیں پس احتیاطاً اُس سے پرہیز
کرنا چاہئے۔ اسی طرح نجاست اس شخص کے قول سے ثابت ہوتی ہے کہ جس کے تصرف
میں جسکے قبضہ میں کوئی چیز ہو (خواہ وہ شخص اُس چیز کا مالک ہو خواہ اجیر ہو۔ خواہ

اُس کے پاس یہ چیز بطور عاریت ہو خواہ بطور امانت خواہ بطور غصب کے ہو) وہ اُس کے نجس ہونے کی خبر دے اور گمان سے کوئی چیز نجس ثابت نہیں ہوتی اگرچہ گمان قوی ہی ہو۔ پس گھی دودھ یا پنیر وغیرہ جو صحرا نشینوں سے دیہاتیوں سے لیا جائے محکوم بہ طہارت ہے، اگر اُس کی نجاست کا گمان ہو بلکہ کہہ سکتے ہیں کہ ان چیزوں کے نجس سمجھنے میں احتیاط بھی نہیں ہے بلکہ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ احتیاطاً ان چیزوں سے پرہیز کرنا مکروہ بلکہ حرام ہو جاتا ہے جب یہ احتیاط وسواس حاصل ہونے کے محل میں ہو۔

مسئلہ نمبر ۱۔ کسی چیز کے پاک یا نجس سمجھنے میں وسواسی (شکی) آدمی کے علم کا اعتبار نہیں کیا جائیگا اگرچہ اُس کو یقین ہی کیوں نہ حاصل ہو۔

مسئلہ نمبر ۲۔ تفصیلی علم کی طرح اجمالی علم بھی ہے۔ پس اگر کسی کو معلوم ہو کہ فلاں دو چیزوں میں سے ایک چیز یقیناً نجس ہے تو دونوں سے پرہیز کرنا واجب ہے۔ ہاں اگر وہ دونوں چیزیں ایسی ہیں کہ اُن میں کی ایک اس شخص کے مبتلا ہونے کے محل نہ ہو تو اس صورت میں اُس دوسری چیز سے جو اس شخص کے مبتلا ہونے کی محل ہے پرہیز کرنا واجب نہیں ہے۔

مسئلہ نمبر ۳۔ کسی چیز کی نجاست کی اگر دو عادل گواہی دیں تو اُس پر اعتبار کرنے کے لئے یہ ضروری نہیں ہے کہ اُس گواہی کے صحیح اور راست ہونے کا گمان ہی حاصل ہو۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ ان کے مقابل دوسرے دو عادل شخص اس کی طہارت کی گواہی نہ دیں کیونکہ معارضہ کے وقت میں پہلی گواہی پر عمل کرنا ضروری نہیں ہوگا۔

مسئلہ نمبر ۴۔ گواہی میں یہ ضروری نہیں ہے کہ دونوں عادل اپنی شہادت کا مستند بھی بیان کریں (یعنی کس سبب سے وہ شہادت دیتے ہیں) ہاں اگر اُن دونوں نے اپنے مستند کو بیان کر دیا اور جس شخص سے بیان کیا ہے اُس کو معلوم ہے کہ مستند صحیح نہیں مثلاً جس چیز کو یہ نجس سمجھتے ہیں وہ حقیقت میں نجس نہیں ہے تو اس شخص کے لئے اُس چیز کا نجس ہونا ثابت نہیں ہوگا۔

مسئلہ نمبر ۵۔ اگر دو عادل شخص کسی چیز کی نجاست کی خبر تو نہ دیں لیکن موجب نجاست یعنی ذریعہ نجاست کو بیان کر دیں تو اس سے اُس چیز کی نجاست ثابت ہو جائے گی اگرچہ وہ دونوں یا اُن کا ایک عادل اُس ذریعہ سے کسی چیز کے نجس ہونے کا قائل نہ ہو بلکہ

اگر کوئی شخص اپنے اجتہاد سے یا اپنے مجتہد کے فتوے کے سبب سے فعل حرام سے جنب
ہونیوالے کے پسینہ کو نجس سمجھتا ہے یا آب غسالہ کو نجس سمجھتا ہے اور دو عادل شخص جو ان
دونوں چیزوں کو پاک سمجھتے ہیں اُس سے کہیں کہ فلاں کپڑے میں فعل حرام سے جنب ہونے
والے کا پسینہ لگ گیا ہے یا اُس میں آب غسالہ لگ گیا ہے تو اس قدر سُن لینے سے اُس
شخص پر اس کپڑے کی نجاست ثابت ہو جائے گی اور اس سے پرہیز کرنا واجب ہوگا۔
اگرچہ اُن دونوں عادلوں کے نزدیک وہ کپڑا پاک ہی رہیگا +

مسئلہ نمبر ۶۔ اگر دو عادل کسی چیز کی نجاست کی گواہی دیں لیکن دونوں کا مستند
(نجس کہنے کی وجہ) مختلف ہو۔ تب بھی نجاست ثابت[1] ہو جائے گی اگرچہ ہر ایک کے مستند
کی خصوصیات نہیں ثابت ہوں گے مثلاً اُن دونوں میں سے ایک شخص کہے کہ فلاں کپڑے
میں پیشاب لگ گیا ہے اور دوسرا کہے کہ اس میں خون لگ گیا ہے۔ اس صورت میں اُس
کپڑے کی نجاست تو ثابت ہو جائے گی لیکن کوئی خاص نجاست (خون کی نجاست یا پیشاب
کی نجاست) نہیں بلکہ صرف وہی نجاست ثابت ہوگی جو دونوں (خون اور پیشاب) میں قدر
مشترک ہے اور یہ بھی اُس صورت میں کہ ایک عادل دوسرے کے قول کی تکذیب نہ کرے
اور اگر ہر ایک دوسرے کی تکذیب کرے یا اُس کے بیان سے انکار کرے مثلاً ایک کہے
اُس کپڑے میں پیشاب لگ گیا اور دوسرا کہے کہ پیشاب نہیں لگا ہے بلکہ خون لگا ہے
تو اس صورت میں اس کپڑے کے نجس قرار دینے میں اشکال ہے +

مسئلہ نمبر ۷۔ کسی چیز کے نجس ثابت ہونے کے لئے اجمالی شہادت بھی کافی ہوتی ہے
مثلاً دو عادل کہہ دیں کہ ان دونوں چیزوں میں[2] سے ایک یقیناً نجس ہے اور خاص اُس نجس
چیز کو معین کرکے نہ بتائیں تو دونوں چیزوں سے پرہیز کرنا واجب ہو جائے گا۔ اور اگر

---

[1] اس میں تامل ہے (ابوالحسن مدظلہ) [2] جبکہ جس نجاست کی اجمالاً شہادت دیجاتی ہے وہ ایک ہو مثلاً
دونوں عادل بیان کریں کہ ایک قطرہ پیشاب کا ان دونوں برتنوں میں سے کسی ایک برتن میں یقیناً گرا ہے لیکن یہ معلوم نہیں کہ
وہ برتن کونسا ہے اور اگر شہادت میں اجمال ہے اس طور سے کہ ہر شاہد کا مقصود اور مراد تو ایک ہی ہے مگر تعبیر میں
اختلاف ہو ایک کہتا ہو کہ پیشاب گرا۔ دوسرا کہتا ہے کہ خون گرا تو شہادت ناکافی ہوگی جبتک کہ جو ایک کا قول ہو وہی دوسرے
کا نہ ہو۔ اسی طرح شہادت قابل اعتبار نہ ہوگی جبکہ ان دونوں کے کلاموں سے اُنکے مرادوں میں اختلاف ہو (ابوالحسن مدظلہ)

ایک عادل اجمالی شہادت دے اور دوسرا خاص اُس نجس چیز کو معین کر کے بتائے مثلاً ایک کہو ان دونوں میں سے ایک نجس ہے اور دوسرا کہے کہ خاص کر فلاں چیز نجس ہے تو اس مسئلہ میں کئی وجہ[1] ہیں ایک یہ کہ دونوں سے پرہیز کرنا واجب دوسرے یہ کہ نہیں بلکہ فقط اُس معین چیز سے پرہیز کرنا واجب ہے. تیسرے یہ کہ کسی سے بھی پرہیز کرنا واجب نہیں بلکہ دونوں کو طاہر ہی کے حکم میں سمجھ سکتے ہیں ٭

مسئلہ نمبر ۸ - اگر دو عادل گواہوں میں سے ایک کہے کہ فلاں چیز اس وقت نجس ہے اور دُوسرا کہے کہ پہلے یہ چیز نجس تھی اور اس وقت میں نہیں جانتا کہ نجس ہے یا پاک ایسی صورت میں ظاہر یہ[2] ہے کہ اُس سے پرہیز کرنا واجب ہے. اسی طرح اگر دونوں عادل کسی چیز کے متعلق گواہی دیں کہ پہلے یہ چیز نجس تھی تب بھی وُہ چیز نجس ثابت ہو جائے گی کیونکہ اس صورت میں قاعدہ استصحاب جاری ہوگا ٭

مسئلہ نمبر ۹ - اگر ایک عادل کہے کہ فلاں چیز اس وقت نجس ہے اور دُوسرا کہے کہ یہ پہلے نجس تھی اور اب پاک ہے پس ظاہر یہ ہو کہ یہ گواہی کافی نہ ہوگی اور اُس چیز کی نجاست کا حکم نہ ہوگا ٭

مسئلہ نمبر ۱۰ - اگر زوجہ یا خادمہ یا لونڈی مرد کی اُس کپڑے یا گھر کے اُس برتن کے نجس ہونے کی خبر دیں جو اُن کے قبضہ یا تصرف یا استعمال میں ہے تو اُس کپڑے یا برتن کی نجاست ثابت ہو جائے گی۔ اسی طرح اگر بچہ کی دایہ یا دیوانہ کا نگران اُس کے بدن کے نجس ہونے یا اُس کے کپڑے کے نجس ہونے کی خبر دے تو اُسکی نجاست ثابت ہو جائیگی اسیطرح اگر آقا اپنے غلام یا لونڈی کے بدن یا کپڑے کے نجس ہونے کی خبر دے اُس حال میں کہ وہ غلام یا لونڈی اُس آقا کے پاس یا اُسکے مکان میں ہوں جب

---

[1] درمیانی وجہ اچھی اور محل اُن وجوہ کا نیز وُہ شہادت ہے کہ جہاں جس چیز کی شہادت دیجارہی ہے وُہ مجمل اور گواہی میں بھی اجمال ہو لیکن اگر معلوم ہو یا محتمل ہو کہ مراد گواہ عادل کی ایک نجاست ہے جو کہ معین ہے گواہ کی نزدیک مگر مقام شہادت میں وُہ مجمل ہے - پس بلا اشکال اِن دونوں میں سے ایک کی نجاست ثابت نہ ہوگی جب تک کہ وُہ چیز کہ جس کی نجاست کی شہادت دی جاتی ہے معین اور محفوظ نہ ہو با ایں ہمہ دوسرا شاہد بھی معین کی گواہی دیتا ہو (ابوالحسن مدظلہ)

[2] اس میں تامل ہے بلکہ منع ہے - خواہ گواہ اس کے متعلق اس وقت اپنی لاعلمی بیان کرے یا جو اُس کے نزدیک شاہد ہو اس کی جہالت بیان کرے - (ابوالحسن مدظلہ)

بھی نجاست ثابت ہو جائے گی۔

مسئلہ نمبر ۱۱۔ اگر کوئی چیز دو شخصوں کے قبضہ میں ہو مثل دو شریکوں کے تو ہر شخص کا قول اس کی نجاست کے متعلق قابل عمل ہوگا۔ ہاں اگر ایک اسکو نجس اور دوسرا پاک کہے تو دونوں کا قول ساقط ہو جائیگا جیسے دو گواہیاں اختلاف کے وقت ساقط ہو جاتی ہیں اور اگر کسی چیز کے نجس یا پاک ہونے میں دو عادل کی گواہی اور مالک یا قابض کے قول میں اختلاف ہو تو دونوں عادل کی گواہی کو ترجیح دی جائے گی اور اُس پر عمل کرنا ہوگا۔

مسئلہ نمبر ۱۲۔ نجاست میں ہر مالک یا قابض[1] یا تصرف کرنیوالے کے قول کا اعتبار کیا جائیگا خواہ وہ فاسق ہو یا عادل بلکہ مسلمان ہو یا کافر۔

مسئلہ نمبر ۱۳۔ اگر بچہ کے قبضہ یا تصرف یا استعمال میں کوئی چیز ہو اور وہ اس کی نجاست کی خبر دے تو اس پر اعتبار کرنے میں اشکال ہے اگرچہ قابل عمل ہونا بھی بعید نہیں ہے بشرطیکہ وہ مراہق ہو یعنی بلوغ کے نزدیک ہو۔

مسئلہ نمبر ۱۴۔ مالک یا قابض یا تصرف و استعمال کرنیوالے کے قول کو قبول کرنے میں یہ شرط نہیں ہے کہ وہ قول استعمال سے پہلے واقع ہو بلکہ اگر استعمال کے بعد بھی خبر دیگا تو قابل عمل ہوگا۔ جیسا کہ بعض علماء نے فرمایا ہے پس اگر کسی نے پانی سے وضو کیا اور اس سے فارغ ہونے کے بعد پانی کے مالک نے کہا یہ پانی نجس تھا تو اس شخص کا وضو باطل ہو جائیگا۔ اسی طرح یہ بھی شرط نہیں ہے کہ مالک یا قابض کسی چیز کی نجاست کی خبر دے تو اسکا خبر دینا اسوقت ہو جبکہ وہ چیز اسکے پاس ہو کیونکہ اگر اپنے قبضہ سے نکلنے کے بعد بھی وہ خبر دے کہ جس وقت یہ چیز میرے پاس تھی اسوقت نجس تھی۔ تب بھی بحالتِ موجودہ وہ نجس سمجھی جائیگی[2] اور اگر اس نجاست کے زائل ہونے میں شک ہو تو قاعدہ استصحاب پر عمل کیا جائے گا یعنی شک سے قبل کی حالت دیکھی جائے گی اگر اس وقت وہ چیز نجس تھی تو اب بھی نجس سمجھی جائے گی اور اگر پاک تھی تو پاک سمجھی جائے گی۔

---

[1] اس میں تامل ہے (ابوالحسن مدظلہ)

[2] اس میں اشکال ہے (ابوالحسن مدظلہ)

فصل متنجس چیزوں کے نجس ہونیکے بیان میں

کسی چیز کے دوسری نجس یا متنجس چیز سے ملکر نجس ہوجانے میں شرط ہے کہ دونوں چیزوں میں یا صرف ایک میں ایسی رطوبت ہو جو دوسری متصل ہونیوالی چیز میں بھی لگ سکے جسکو رطوبتِ مسریہ کہتے ہیں۔ پس اگر دونوں چیزیں خشک ہوں گی تو نجس نہ ہونگی اگرچہ مُردہ جسم سے بھی ملی ہو لیکن احوط یہ ہے کہ جس مُردہ انسان کو غسل نہ دیا گیا ہو اُس سے کوئی چیز مل گئی ہو تو وُہ دھوئی جائے اگرچہ میّت کا بدن اور وُہ چیز دونوں خشک ہی ہوں۔ اسی طرح اگر دو چیزوں میں یا ایک میں رطوبتِ غیر مسریہ ہو۔ (یعنی ایسی ہلکی تری ہو جو دوسرے میں سرایت نہ کر سکے) جب بھی وہ چیز نجس نہیں ہوگی۔ اور نجس یا متنجس سے ملنے والی چیز اگر بہنے والی ہو تو کل نجس ہوجائے گی مثلاً آبِ مطلق ایک کُر سے کم ہو۔ اس میں ایک طرف نجاست گر جائے تو کُل پانی نجس ہوجائے گا۔ یا آبِ مضاف میں نجاست مِل جائے تو وُہ بھی سب کا سب نجس ہوجائے گا۔ یا پتلے گھی یا دُودھ وغیرہ میں نجاست لگ جائے تو کُل نجس ہوجائے گا۔ ہاں بہنے والی چیزوں سے کوئی چیز اوپر سے نیچے کی طرف بہتی ہو اور اُسکے نیچے کے حصے میں نجاست لگ جائے تو اوپر کا حصہ نجس نہیں ہوگا بلکہ محض نیچے کا ہی حصّہ نجس ہوگا مثلاً لوٹے سے پانی کافر کے ہاتھ پر گرائیں تو لوٹے کے اندر کا پانی نجس نہیں ہوگا بلکہ بعض صورت میں اوپر کے پانی میں نجاست لگنے سے نیچے کا پانی نجس نہیں ہوتا مگر شرط یہ ہے کہ نیچے سے پانی اوپر کو جاری ہو جیسے فوارہ میں۔ اگر اوپر نجاست لگے تو نیچے کا پانی نجس نہیں ہوگا اور اس مسئلہ میں پانی اور دوسری بہنے والی چیزوں میں کوئی فرق نہیں ہے سب کا یہی حکم ہے اور نجس اور متنجس سے ملنے والی چیز اگر بہنے والی نہ ہو بلکہ جامد (خشک) ہو تو نجاست کا حکم صرف اُس مقام تک رہیگا جہاں وُہ نجاست لگی ہے صرف اُسی جگہ کو نجس سمجھا جائے گا جہاں نجاست پڑی یا لگی ہے خواہ وہ چیز خشک ہو جیسے خشک کپڑا کہ اس میں کسی جگہ مثلاً پیشاب لگ گیا تو جس مقام میں پیشاب لگا ہے صرف وہی نجس ہوگا خواہ تر ہو جیسے تر کپڑے یا بھیگی ہوئی زمین کے ایک حصّہ میں کوئی نجاست لگ جائے تو صرف وہی حصہ نجس ہوگا جہاں وہ نجاست لگی ہے اور اس حصہ سے جو متصل زمین یا کپڑا ہے وُہ نجس حصہ

کے قریب رہنے کے سبب سے نجس نہیں ہوگا اگرچہ اُس کپڑے یا زمین میں جو تری ہو وہ سرایت کرنی
والی بھی ہو بلکہ نجاست محل اتصال سے مخصوص رہے گی۔ اسی قبیل سے ہے گاڑھا گھی اور شیرہ
بھی کہ ان میں بھی جس خاص مقام پر نجاست لگی ہو صرف وہی نجس ہوگا۔ ہاں اِن چیزوں کے
نجس حصہ سے متصل جو جزو ہے اگر وہ وہاں سے علیحدہ ہو جائے اور پھر وہیں مل جائے تو
اب اُس جزو کا بھی وہ مقام نجس ہو جائے گا جو اُس نجس حصہ سے ملجائیگا۔ پس یہ خیال
رکھنا چاہئے اور یہ ملحوظ رہے کہ کسی چیز کے نجس ہونے کے قبل سے جو چیز اُس میں ملی ہوئی
ہے وہ نجس نہ ہوگی اور نہ نجاست اُس میں سرایت کریگی بخلاف اُس چیز کے جو کسی چیز کے
نجس ہونے کے بعد اُس سے ملے کہ اس صورت میں ملنے سے نجس ہو جائیگی
اس بنا پر خربزہ یا کھیرہ وغیرہ جس میں سرایت کرنے والی رطوبت رہتی ہے اگر کوئی نجاست
لگ جائے تو صرف اُسی قدر حصہ نجس ہوگا اور صرف اُسی حصہ کو دھو کر استعمال کر سکتی ہیں
اور اگر اُسے نہ دھوئیں تو اُسکے قریب کی قاش کاٹ کر کھا سکتے ہیں۔ ہاں وہ پارہ اگر
یہ قاش اُس مقام سے متصل ہو جائے گی تو اب یہ بھی نجس ہو جائے گی ؛

مسئلہ نمبر ۱۔ اگر یہ معلوم ہو کہ فلاں چیز نجاست سے ملگئی ہے لیکن یہ معلوم نہ ہو کہ
اُس چیز میں یا اُس نجاست میں رطوبت (تری) تھی یا نہیں یا یہ بھی معلوم ہو کہ اسمیں رطوبت
(تری) تھی لیکن یہ نہ معلوم ہو کہ وہ تری سرایت کرنے والی (یعنی دوسری چیز میں تری
پہنچانیوالی) تھی یا نہیں تو ان دو صورتوں میں وہ چیز جو نجاست سے ملگئی ہے پاک ہی رہیگی
لیکن اگر کسی چیز کو نجس ہوتے دیکھا اور یقین ہے کہ پہلے وہ چیز تر تھی اب اس میں شک
ہوا کہ نجاست سے ملتے وقت بھی وہ چیز تر تھی یا خشک ہو چکی تھی تو اس صورت میں احوط
یہ ہے کہ اُس چیز کو نجس سمجھ کر اُس سے پرہیز کرنا چاہئے اگرچہ اب بھی اُس کے نجس نہ
ہونے اور پاک ہی رہنے کا حکم دینا بھی بے وجہ نہیں ہے ؛

مسئلہ نمبر ۲۔ کسی تر نجس کپڑے پر مکھی بیٹھی ہو اور اُس پر سے اُڑ کر دوسرے کپڑے
یا انسان کے بدن پر بیٹھ جائے تو اگرچہ اُن دونوں (کپڑے یا بدن اور اُس مکھی) میں سرایت
کرنیوالی رطوبت بھی ہو لیکن اُس کپڑے یا بدن کے نجس ہونے کا حکم نہیں کیا جائیگا بشرطیکہ
اسکا یقین نہ ہو کہ اس مکھی میں نجاست لگی ہوئی تھی کیونکہ اگر یہ یقین ہوگا تو وہ کپڑا یا بدن
بھی نجس ہو جائے گا اور اگر یقین نہ ہوگا تو محض نجس کپڑے پر بیٹھ جانے سے یہ ضروری نہیں ہے

کہ اس کے پیر میں نجاست لگ جائے اس لئے کہ ممکن ہے مکھی کا پیر اُن چیزوں سے ہو جن میں نجاست قبول کرنیکا مادہ بھی نہیں ہوتا ہے اور اگر فرض بھی کرلیں کہ مکھی کے پیر میں نجاست کے قبول کرنے کا مادہ ہوتا ہے۔ تب بھی اسکا پیر پاک سمجھا جا سکتا ہے کیونکہ جانوروں کا بدن حیوانوں کے جسم عین نجاست کے زائل ہوجانے سے پاک ہوجاتا ہے اور اُن کے طاہر کرنے کی ضرورت نہیں رہتی لہذا اب بھی دوسرے کپڑے یا بدن میں نجاست کے لگ جانے کا یقین نہیں ہوسکتا پس پاک ہی رہیگا۔

مسئلہ نمبر ۳۔ چوہے کی مینگنی اگر خشک اور جمے ہوئے گھی یا شیرہ میں پڑجائے تو صرف اُس مینگنی کو نکالکر پھینکدینا اور جہاں وہ مینگنی گری تھی صرف اُسی جگہ کے اور کچھ حصّہ ادھر اُدھر سے گھی یا شیرہ کو نکالدینا کافی ہوگا اور بقیہ گھی یا شیرہ سے پرہیز کرنا لازمی نہ ہوگا کیونکہ مینگنی کا اثر صرف اُسی قدر گھی یا شیرہ میں ہوا تھا جو نکالکر پھینکدیا گیا۔ لہذا نجس بھی اتنا ہی حصّہ تھا اور باقی پاک رہا۔ اسی طرح اگر کتّا گیلی مٹی کے اوپر سے گذر جائے تو جس مقام پر اُسکا پیر پہنچیگا صرف وہی حصّہ نجس ہوگا اور باقی کل مٹی پاک رہیگی۔ ہاں اگر کیچڑ میں کتّا چلیگا تو البتّہ کل حصّہ نجس ہوجائیگا غرضکہ بہنے والی اور نہ بہنے والی چیز کے نجس ہونے میں فرق ہے اور اصول بہنے (مائع ہونے) اور نہ بہنے (جامد ہونے) کا یہ ہے کہ اگر کسی گیلی چیز سے کچھ حصّہ نکال لیں اور اسکے نکالتے ہی وہ جگہ بھر جائے اور خالی نہ رہے تو وہ بہنے والی (مائع) چیز ہے جیسے پانی کہ اگر اُس سے ایک چلّو پانی نکالیں تو فوراً وہ جگہ بھر جائیگی اور معلوم بھی نہ ہوگا کہ کہاں سے پانی نکالا گیا ہے پس ایسی چیزیں جہاں بھی نجاست لگیگی فوراً وہ چیز کل کی کل نجس ہوجائیگی لیکن اگر وہ گیلی چیز ایسی ہے جس سے کچھ نکالیں تو اُس وقت وہ جگہ خالی رہ جاتی ہے اور نہیں بھرتی اگرچہ تھوڑی دیر کے بعد بھر جائے تو وہ نہ بہنے والی (جامد) ہی جیسے گاڑھا یا جما ہوا گھی کہ اوپر سے کچھ نکالنے پر تھوڑی دیر تک وہ جگہ خالی رہتی ہے۔

مسئلہ نمبر ۴۔ کسی شخص کے بدن سے پسینہ نکلا ہو پھر اُس پسینہ میں کوئی نجاست لگجائے تو بدن کا صرف وہی حصّہ نجس ہوگا جہاں وہ نجاست لگی ہے اور تمام بدن اسکے سبب سے نجس نہ ہوگا۔ البتّہ اگر وہ پسینہ بہتا ہو تو جہاں جہاں وہ پسینہ پہنچے گا وہ مقام نجس ہوتا جائیگا۔

مسئلہ نمبر ۵۔ کسی لوٹے کے پیندے میں کوئی سوراخ ہو اور اُس لوٹہ میں پانی بھر کر

نجس زمین پر رکھ دیں تو اُس لوٹہ کا جو پانی اُس سوراخ سے ٹپکتا ہے وہ اگر زمین میں خشک
ہوتا جائے یا وہاں سے نکلکر زمین پر بہتا جائیگا تو لوٹہ کے اندر کا پانی نجس نہیں ہوگا۔
لیکن اگر لوٹہ سے ٹپک کر پانی نہ تو زمین میں جذب ہو اور نہ وہاں سے نکلکر زمین پر بہتا جائے
بلکہ وہیں لوٹہ کے نیچے جمع ہو جائے اس طرح کہ دیکھنے میں معلوم ہو کہ ٹپکا ہوا پانی لوٹہ کے
پانی سے اُس سوراخ کے سبب سے مل گیا ہے کیونکہ ٹپکا ہوا پانی جمع ہے اور لوٹہ کے پیندے
میں سوراخ ہے لہٰذا ضرور لوٹہ کا پانی اِس ٹپکے ہوئے پانی سے مل گیا ہے تو اس صورت
میں اس لوٹہ کا پانی بھی نجس قرار دیا جائیگا۔ یہی حکم کوزہ پیالہ مٹکہ صراحی گھڑے وغیرہ کا
بھی ہے ؀

مسئلہ نمبر ۶۔ کسی شخص کے ناک سے گاڑھی رینٹ (رطوبت) نکلے اور اس میں
خون کی کوئی بوند ہو تو صرف وہی گوشہ اور مقام نجس ہوگا کہ جس پر وہ خون تھا اور رطوبت
کے مابقی حصے نجس نہ ہوں گے پس اگر وہ خون دیکھکر شک ہو کہ شاید یہ خون ناک کی بیرونی
سوراخ سے ملگیا ہو تو اس شک کا اعتبار نہیں کیا جائیگا اور نہ ناک کے سوراخ کا دھونا
واجب ہوگا۔ یہی حکم اُس بلغم کا بھی ہے جو حلق سے مُنہ کے راستے آتا ہے ؀

مسئلہ نمبر ۷۔ کپڑے یا فرش میں نجس غبار یعنی خشک مٹی بھر جائے تو اُس کا جھاڑ دینا کافی
ہے۔ دھو کر پاک کرنے کی ضرورت نہیں اور اس احتمال کا کوئی خیال نہیں کیا جائیگا کہ
شاید کوئی حصہ اُس نجس غبار کا لگا رہ گیا ہو جبکہ یہ معلوم ہو کہ اس نجس خاک کا وہ حصہ جسکو
لگے رہنے کا یقین تھا جھڑ کر اُس کپڑے سے گر گیا ہے غرضکہ کپڑے کے جھاڑنے کے بعد
نجس غبار کے لگے رہنے کا یقین باقی نہ رہے بلکہ محض شبہ ہو تو اس شبہ کا اعتبار نہ ہوگا۔

مسئلہ نمبر ۸۔ نجاست سے ملنے والی چیز کے نجس ہونے میں شرط ہے کہ وہ چیز دوسری
چیز سے نجاست قبول بھی کر سکتی ہو یعنی کسی نجاست سے ملکر نجس ہونے کی صلاحیت
بھی اُس چیز میں ہو پس محض کسی چیز کا بہنے والی ہونا اُس کے نجس ہونے کے لئے کافی نہیں
بلکہ یوں سمجھنا چاہئے کہ نجاست سے ملتے وقت اُس چیز یا اُس نجاست میں رطوبت رہنا
چاہئے۔ پس مثلاً پارہ اگرچہ بہنے والی چیز ہے لیکن چونکہ اس میں تری نہیں ہوتی۔ لہٰذا
اگر وہ کسی نجس برتن میں پڑ جائے یا رکھدیا جائے جو خشک ہو اور کسی قسم کی رطوبت نہ ہو
تو وہ پارہ نجس نہ ہوگا اگرچہ وہ خود بہنے والی چیز ہے اسی طرح چاندی سونا وغیرہ کسی نجس

برتن میں پگھلایا جائے یا پگھلانے کے بعد کسی نجس برتن میں رکھا جائے تو نجس نہیں ہوگا اگرچہ خود یہ پگھلا ہوا سونا چاندی اس وقت بہنے والی چیز ہے البتہ اگر اس نجس برتن میں تری ہوگی یا باہر سے کوئی دوسری تر نجاست اُس سونے یا چاندی پر گر جائے گی تو وہ پگھلا ہوا سونا یا چاندی بھی نجس ہو جائے گی۔

مسئلہ نمبر ۹ ۔ جاننا چاہیے کہ کوئی چیز اگر پہلے سے کسی نجاست کے ملنے سے نجس ہو چکی ہو تو دوسری نجاست مِلجانے سے دوبارہ نجس نہیں ہوگی ہاں اگر دونوں نجاستوں کا حکم مختلف ہو یعنی دو حکم ہوں تو دونوں حکم اُس نجس چیز پر جاری کئے جائیں گے مثلاً کوئی چیز پیشاب لگنے سے اور طرح پاک ہوتی ہے اور پاخانہ لگنے سے اور طرح دونوں کی طہارت کے حکم اور طریقہ جُداگانہ ہیں تو اگر کسی چیز میں یہ دونوں نجاستیں (پیشاب اور پاخانہ) لگی ہوں تو اگرچہ وہ چیز دومرتبہ تو نجس نہیں ہوتی لیکن پاک کرنے کیلئے ضروری ہو کہ دونوں طرح پاک کیا جائے اور پاک کرتے وقت ترتیب بھی ملحوظ رہے جو نجاست پہلے لگی ہو اُس کو پہلے ظاہر کیا جائے اور جو بعد کو لگی ہے اسکو بعد کو ۔ اسی سبب سے اگر کسی کپڑے میں خون لگجائے پھر پیشاب لگجائے تو اگرچہ وہ کپڑا پہلے ہی خون لگجانے سے نجس ہو چکا تھا اور پیشاب لگجانے سے دوبارہ نجس نہیں ہوا اور اگرچہ خون کے پاک کرنے کیلئے اُس کپڑے کے ایک ہی مرتبہ دھونے یا غوطہ دینے کے قابل ہوں لیکن پیشاب بھی لگ گیا ہے جسکو پاک کرنے کیلئے دو مرتبہ دھونا چاہیے لہذا اس کپڑے کو بھی دو مرتبہ دھونا چاہیے۔ اسی طرح اگر کسی برتن میں پہلے بھی نجس پانی ہو پھر اسکو کتا بھی چاٹ جائے تو اگرچہ اُس کی چاٹنے سے وہ نجس پانی دوبارہ نجس نہ ہوگا لیکن اُسکو مٹی ملکر پاک کرنا ضروری ہوگا کیونکہ کتے کے چاٹنے کا یہی حکم ہے اور یہ بھی احتمال ہے کہ شدت اور ضعف کے اعتبار سے نجاست کے کئی مرتبہ ہوتے ہیں پس اس بنا پر نجاست مؤثر ہو جائیگی (یعنی جس چیز میں بار بار مختلف نجاستیں لگتی جائیں گی وہ چیز ہر مرتبہ نجس تر ہوتی جائے گی) اور کسی قسم کا اشکال نہ رہیگا۔

مسئلہ نمبر ۱۰ ۔ کوئی کپڑا ایسی نجاست سے نجس ہو جائے جو ایک ہی مرتبہ دھونے سے پاک ہو جاتی ہے اور دو مرتبہ پاک کرنے کی ضرورت نہیں ہوتی مثل خون کے اور نجس ہونے کے بعد شک ہو کہ اس میں پیشاب بھی لگ گیا ہے (جسکے پاک کرنے کیلئے دو مرتبہ دھونے کی ضرورت ہوتی ہے) یا نہیں تو اس صورت میں اُس کپڑے کو ایک ہی دفعہ دھونا کافی ہوگا اور شک کا اعتبار نہ کرکے سمجھ لیا جائیگا کہ اس میں پیشاب لگا ہی نہیں اسی

طرح اگر کسی برتن کے نجس ہونیکا یقین ہو اور اس میں شک ہو کہ اس میں کُتّے نے چاٹا ہے یا نہیں تو اس صورت میں بھی اُس برتن کو مٹی ملکر پاک کرنے کی ضرورت نہ ہوگی اور سمجھ لیا جائیگا کہ کُتّے نے اسکو چاٹا ہی نہیں۔ ہاں اگر اسکا یقین ہو کہ وُہ برتن یا پیشاب سے نجس ہوا ہے یا خون سے یا کُتّے کے چاٹنے سے یا کسی دوسری چیز سے تو جس نجاست کا حکم سب سے زیادہ شدید ہوگا اُسی کا حکم اُس چیز پر جاری کرنا واجب ہوگا مثلاً یہ یقین ہو کہ یہ چیز خون سے نجس ہوئی ہے یا پاخانہ سے یا پیشاب سے تو اُسپر پیشاب کی نجاست کا حکم جاری کر کے دو مرتبہ دھونا ہوگا اور اگر کُتّے کے چاٹنے کا یقین ہو تو اُسی کا حکم جاری کر کے مٹی مل کر اُسکو پاک کرنا ہوگا ؎

مسئلہ نمبر ۱۱ - اقویٰ یہ ہے کہ جس طرح نجس چیز رطوبت کیساتھ کسی دوسری چیز سے ملکر اسکو نجس کر دیتی ہے۔ اُسی طرح متنجس چیز بھی دوسری چیزوں کو نجس کر دیتی ہے لیکن نجس کے کُل احکام متنجس پر جاری نہیں ہوتے۔ پس اگر کسی برتن میں کُتا چاٹ لے تو وُہ برتن متنجس ہو جائے گا اور اُسکو مٹی ملکر پاک کرنا واجب ہوگا لیکن اب اس متنجس برتن سے دوسرا برتن ملکر متنجس ہو جائے یا اُس برتن کا وُہ پانی جسکو کُتّے نے چاٹا ہے دوسرے برتن میں ڈال دیا جائے تو اس دوسرے برتن کو مٹی سے ملکر پاک کرنا واجب نہ ہوگا بلکہ معمولی طور پر غوطہ دینے سے پاک ہو جائے گا اگرچہ احوط (مستحبی) یہی ہے کہ اس دوسرے برتن کو بھی مٹی سے ملکر پاک کیا جائے خاصکر دُوسری صورت میں (یعنی جب پہلے برتن کا کُتّے کا چاٹا ہوا پانی دوسرے برتن میں ڈالا جائے) اسی طرح کپڑا اگر پیشاب لگجانے سے متنجس ہو جائے تو اسکو دو مرتبہ دھونا واجب ہوگا لیکن اگر اس متنجس کپڑے سے کوئی دوسرا کپڑا رطوبت کیساتھ ملکر متنجس ہو جائے تو اس دُوسرے کپڑے کو دو مرتبہ دھونا واجب نہ ہوگا۔ اسی طرح پیشاب کے غسالہ (پاک کرنیوالے پانی) سے کوئی چیز متنجس ہو جائے (اُس صورت میں جب غسالہ کو نجس کہیں) تو اس چیز کو بھی دو مرتبہ دھونا واجب نہ ہوگا ؎

مسئلہ نمبر ۱۲ - اوپر بیان کیا گیا ہے کہ کسی چیز کے دوسری چیز سے ملکر نجس ہونے

؎ اس صورت میں احتیاط ترک نہ ہوگی (ابوالحسن مدظلہ)

کی شرط یہ ہے کہ اس میں نجاست قبول کرنے کی صلاحیت بھی ہو ورنہ کوئی چیز نجس نہ ہوگی پس اس اصول پر اگر کوئی ایسا جسم فرض کرلیا جائے جس میں پانی یا رطوبت کا بالکل اثر ہی نہ ہو سکے مثلاً اس طرح اُس میں روغن لگا دیا گیا کہ اگر پانی میں ڈال بھی دیا جائے تو ذرا بھی تری اُس میں نہ لگے تو ایسے جسم کے بارے میں کہہ سکتے ہیں کہ یہ نجاست لگنے سے متنجس نہیں ہوگا۔ اگر وہ رطوبت سرایت کرنیوالی ہی کیوں نہ ہو اس لئے کہ اُس چیز میں تو اُس رطوبت کا اثر ہوا ہی نہیں پس وہ نجس کیونکر ہوگی اور شاید شہد کی مکھی معمولی مکھی اور پسّو یا مچھر کا پر بھی اسی قسم کا ہوتا ہے (جس میں نجاست قبول کرنے کی صلاحیت ہی نہیں ہوتی)

مسئلہ نمبر ۱۳ جسم کے اندر نجاست ملنے سے کوئی چیز نجس نہیں ہوتی۔ پس ناک کی رطوبت (رینٹ وغیرہ) جو دماغ سے آتی ہے اور ناک کی راہ سے نکلتی ہے پاک ہوتی ہے اگرچہ ناک کے اندر اُس میں خون بھی لگ گیا ہو۔

۔ہاں اگر باہر سے کوئی چیز جسم کے اندر ڈالی جائے اور وہاں وہ چیز خون سے ملجائے تو احوط یہ ہے کہ ایسی چیز سے پرہیز کیا جائے۔

فصل نجس اور متنجس چیزوں کے احکام کے بیان میں

جاننا چاہئے کہ ہر نماز کی صحت کے لئے (خواہ واجبی ہو خواہ مستحبی) شرط ہے کہ نماز پڑھنے والا اپنے بدن کے ہر جزو سے نجاست زائل کرے یہاں تک کہ ناخن اور بال سے بھی۔ اسی طرح کپڑے سے بھی نجاست کا زائل کر لینا شرط ہے خواہ وہ کپڑا عورتین (شرم گاہ آگے پیچھے) کا چھپانے والا ہو (مثل پائجامہ لنگی وغیرہ کے) خواہ چھپانے والا نہ ہو (مثل بنیان ۔ ٹوپی وغیرہ کے) یعنی نماز پڑھنے والا اپنے بدن میں جو لباس پہنے ہوئے ہے اُس کا نجاست سے پاک ہونا ضروری ہے خواہ نماز پڑھنے کی حالت میں وہ کپڑا اُسکے عورتین کا ساتر نہ بھی ہو بلکہ دوسرا کپڑا ساتر ہو مثلاً کوئی شخص پائجامہ اور کمر تک کا کرتہ یا بنیان پہنے[۱] ہوئے ہے اور نماز پڑھ رہا ہے تو اگرچہ اُس کی عورتین کا ستر اس کرتے یا بنیان

---

[۱] یہ امکان اور قول بہت ہی مشکل ہے (ابوالحسن مدظلہ)

سے نہیں ہوا ہے کیونکہ کرتہ یا بنیان تو کمر کے اوپر تک ہی ہے بلکہ اُسکے عورتین کا چھپانیوالا لباس پائجامہ ہے لیکن طہارت دونوں کے لئے شرط ہے جو عورتین کو چھپائے ہے یعنی پاجامہ اُس کے لئے بھی اور جو عورتین کو چھپائے نہیں ہے یعنی کرتہ اُس کے لئے بھی کیونکہ اسمیں قابلیت ستر کی ہے یہ عورتین پر بندھ سکتا ہے اگرچہ سردست نماز پڑھنے کے وقت وہ کرتہ عورتین کا ساتر نہیں ہے بلکہ وہاں کا ساتر پاجامہ ہے۔ البتہ وہ چھوٹے سے چھوٹا پارچہ کہ جو تنہا تمام نماز کیلئے کافی نہ ہو مثل جراب ٹوپی وغیرہ کے اِس حکم مذکور سے مستثنیٰ ہے یعنی حالت نماز میں اُس کے پاک ہونے کی ضرورت نہیں۔ اسی طرح نماز کے توابع (یعنی وہ چیزیں کہ جو نماز کے بعد اسی ذیل میں ادا کی جاتی ہیں) مثل نماز احتیاط یا سہو شدہ تشہد و سجدہ کے قضا کی صحت کیلئے بھی شرط ہے کہ بدن اور کپڑے کو نجاست سے پاک کر لیا جائے اسی طرح احوط یہ ہے کہ دونوں سجدہ سہو کے لئے بھی بدن یا کپڑا نجاست سے پاک رہے۔ ہاں جو چیزیں نماز سے پہلے ادا کی جاتی ہیں مثل اذان اقامۃ اور ان دعاؤں کے جو تکبیرۃ الاحرام کے پہلے پڑھی جاتی ہیں یا جو چیزیں نماز کے بعد لیکن نماز سے علیحدہ ادا کی جاتی ہیں مثل تعقیبات اور وظائف وغیرہ کے ان کی صحت میں بدن اور کپڑے کا نجاست سے پاک رکھنا شرط نہیں ہے اور احوط یہ ہے کہ کپڑے ہی کے حکم میں وہ لحاف بھی سمجھا جائے جسکو اوڑھ کر کوئی بیمار لیٹے ہوئے اشارہ سے نماز ادا کرے۔ خواہ اُس لحاف سے وہ اپنی عورتین کو بھی چھپائے ہو یا نہ چھپائے ہو اگرچہ اقوی یہ ہے کہ اگر وہ مریض اپنی عورتین کو اُس لحاف سے نہ چھپائے ہو بلکہ دوسرے کپڑے سے چھپائے ہو اور لحاف کو صرف سردی وغیرہ کے خیال سے بدن پر ڈال لے تو اس لحاف کا وہ حکم نہ سمجھا جائے گا جو کپڑے کا بیان ہوا (یعنی اس صورت میں نجس لحاف اوڑھ کر مریض لیٹ کر اشارہ سے نماز ادا کر سکتا ہے اور اُس کی نماز صحیح ہو جائیگی) اسی طرح نماز کی صحت میں شرط ہے کہ سجدہ گاہ پاک ہو اگرچہ دوسری جگہیں جسم رکھنے کی نجس ہوں۔ پس اگر نجس فرش ہو یا نجس زمین ہو تو پاک سجدہ گاہ رکھ کر وہاں نماز پڑھ سکتے ہیں بشرطیکہ وہ نجس فرش یا زمین بالکل خشک ہو اور اُس سے نماز پڑھنے والے کا بدن یا کپڑا نجس نہ ہو جائے۔

مسئلہ نمبر ۱۔ اگر نماز پڑھنے والے نے ایسی سجدہ گاہ پر سجدہ کیا جس کا کچھ حصہ تو

پاک ہے اور کچھ نجس تو جتنا حصہ پاک ہے وہ اگر مقدار واجب کے برابر ہے جتنا سجدہ میں ہونا ضروری ہے اتنا طاہر ہے تو باقی کے نجس ہونے کا کوئی مضائقہ نہیں اگرچہ احوط یہی ہے کہ پوری سجدہ گاہ پاک رکھی جائے اور یہ جو کہا گیا کہ سجدہ گاہ کو پاک ہونا چاہئے تو اس سے مراد اسکی اوپر کی سطح ہے نہ نیچے کی اور نہ باطن کی اور نہ دوسری طرف کی۔ پس اگر کسی زمین پر سجدہ کریں جس کے اوپر کا حصہ تو پاک ہو لیکن اندر کا نجس ہو تو نماز صحیح ہو جائے گی۔ اسی طرح اگر نجس زمین پر مٹی یا لکڑی وغیرہ کی پاک سجدہ گاہ رکھ کر سجدہ کریں تب بھی نماز صحیح ہو جائے گی اگرچہ اس سجدہ گاہ کی بھی صرف اوپر کی سطح پاک ہو اور نیچے کی نجس ہو۔

مسئلہ نمبر ۲۔ مسجدوں کی نجاستوں کو زائل کر کے اسکو پاک کرنا ہر شخص پر واجب ہے اور مسجد سے مراد اُس کے اندر کا حصہ اُس کی چھت اُس کا بام اور اسکی دیواروں کی وہ اطراف ہیں جو اندر کی جانب ہوں بلکہ بنا بر احوط وہ اطراف بھی ہیں جو باہر کی جانب ہوں۔ ہاں مسجد بنانے والا یا اُس کو وقف کرنے والا اگر مسجد کی دیواروں کو مسجد کا جزو نہ قرار دے تو اس صورت میں دیواروں کو پاک کرنا واجب نہ ہوگا بلکہ اگر خاص مسجد کے بھی کسی حصہ کو مسجد کا جزو قرار نہ دے تو اسکا پاک کرنا بھی واجب نہ ہوگا اور مسجدوں کی نجاستوں کا زائل کرنا اُس کے جانتے ہی واجب ہو جاتا ہے کیونکہ واجب فوری ہے پس مسجد کی نجاست دیکھنے یا جاننے کے بعد اُسکے پاک کرنے میں ذرا بھی تاخیر کرنا جائز نہیں ہے اتنی اور ایسی تاخیر نہ ہونی چاہئے کہ جو فوریت عرفی کے منافی اور برخلاف ہو اور جس طرح مسجد کا پاک کرنا واجب ہے اُسی طرح اسکو نجس کرنا بھی حرام ہے بلکہ عین نجاست کا اس میں داخل کرنا تک جائز نہیں ہے اگرچہ اُس نجاست کے داخل کرنے سے مسجد نجس نہ بھی ہو لیکن عین نجاست کا اُس میں داخل کرنا اُس وقت ناجائز ہو گا جب اُس نجاست سے مسجد کی ہتک حرمت ہوتی ہو مگر احوط (مستحبی) یہ ہے کہ نجاست کا مسجدوں میں داخل کرنا مطلقاً حرام سمجھا جائے خواہ اُس سے مسجد کی ہتک حرمت ہوتی ہو یا نہ ہوتی ہو۔ ہاں کسی متنجس چیز کے مسجد میں داخل کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے لیکن وہ بھی اس شرط سے کہ اُس سے مسجد کی ہتکِ حرمت نہ ہوتی ہو ورنہ اُس کا داخل کرنا بھی حرام ہو جائیگا۔

مسئلہ نمبر ۳۔ مسجدوں کی نجاست کا زائل کر کے اُس کا پاک کرنا واجب کفائی ہے اور صرف اُس شخص سے مخصوص نہیں ہے جس نے ان کو نجس کیا ہے یا اُن کے نجس ہونے کا سبب ہوا ہے بلکہ ہر شخص پر جو اُس کی نجاست دیکھ لے یا اسکی نجاست معلوم ہو جائے اُس کا پاک کرنا فوراً واجب ہو جائیگا۔

مسئلہ نمبر ۴۔ کوئی شخص نماز پڑھنے کو مسجد میں جائے اور وہاں کوئی نجاست دیکھے تو اگرچہ نماز کا وقت داخل ہو گیا ہو لیکن اگر ابھی وقت وسیع ہو تو اُس پر فوراً واجب ہے کہ پہلے مسجد کی نجاست زائل کر کے اُسے پاک کر لے اسکے بعد نماز میں مشغول ہو اور اگر نماز کا وقت تنگ رہ گیا ہو تو اُس صورت میں چاہئے کہ پہلے نماز واجب پڑھ لے اُس کے بعد فوراً مسجد کی نجاست دفع کرے اور اگر نماز کا وقت وسیع تھا۔ باوجود اسکے اُس نے مسجد کی نجاست کو دیکھکر اُسے چھوڑ دیا اور نماز پڑھنے لگا یا نماز پڑھنے کے بعد مسجد کو پاک کیا تو مسجد کو اُتنی دیر تک نجس چھوڑنے کے سبب بڑے گناہ کا مرتکب کہلائیگا۔ گناہ کبیرہ اُسکے نامۂ اعمال میں مندرج ہوگا لیکن اسکی نماز کے باطل ہونے میں اشکال ہے (یعنی یہ نہیں کہہ سکتے کہ اس سبب سے اُسکی نماز بھی باطل ہوگئی خواہ وہ اُس مسجد میں نماز پڑھے خواہ وہاں سے چلا آئے اور دوسری جگہ جاکر نماز پڑھے دونو حالتوں میں اُسکی نماز کے صحیح یا باطل ہونے میں اشکال ہوگا مگر اقویٰ یہ ہے کہ دونوں صورتوں میں اس کی نماز صحیح ہو جائے گی یہ سب مسائل تو اُس صورت میں ہیں جب وہ شخص مسجد کے پاک کرنے پر قادر ہو لیکن اگر مسجد کا پاک کرنا اُس کی قدرت سے مطلقاً باہر ہے (یعنی اُس وقت بھی اور آئندہ بھی) یا مطلقاً تو قدرت سے باہر نہیں ہے لیکن خاص اُس وقت قدرت سے باہر ہے جس وقت دیکھا ہے تو اُس صورت میں مسجد کو نجس چھوڑ کر نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں ہے اور نہ اس کی نماز کے صحیح ہونے میں کسی قسم کا اشکال ہے اِسی طرح اگر نجاست دیکھنے والا شخص اُس نجاست کے زائل کرنے پر قادر بھی ہے لیکن دُوسرے شخص کو دیکھا کہ وہ مسجد کو پاک کر رہا ہے تو اب بھی فوراً اپنی نماز میں مشغول ہو سکتا ہے اور اُس پر اسکا انتظار کرنا واجب ہوگا کہ مسجد پاک ہو لے تب نماز پڑھے کیونکہ مسجد پاک ہو رہی ہے اب اُسکی نماز کے جلدی کرنے میں کوئی امر مانع نہیں ہے۔

مسئلہ نمبر ۵۔ کسی شخص نے نماز پڑھلی اسکے بعد اسکو معلوم ہوا کہ مسجد نجس ہے تو

اُس کی نماز صحیح رہیگی۔ اسی طرح اگر کسی شخص کو مسجد کا نجس ہونا پہلے سے معلوم تھا لیکن غفلت (بھول لے) سے اُس کے پاک کرنے کے قبل نماز پڑھ لی جب بھی اُس کی نماز بلاشبہ صحیح رہیگی۔ ہاں اگر نماز پڑھنے کی حالت میں اُس کو معلوم ہوا یا خیال ہوا کہ مجلس نجس ہے تو اس صورت میں آیا اُس پر یہ واجب ہے کہ پہلے نماز کو تمام کرے اس کے بعد فوراً مسجد کو پاک کرے یا یہ واجب ہے کہ نماز کو توڑ کر پہلے مسجد کو پاک کرلے اِس کے بعد نماز پڑھے یہ دو صورتیں ہیں بلکہ ان کے علاوہ بھی چند صورتیں ہیں لیکن سب میں[1] اقوٰی یہی ہے کہ اُس پر واجب ہے کہ پہلے اپنی شروع کی ہوئی نماز کو تمام کرلے اس کے بعد مسجد کو پاک کرے۔

مسئلہ نمبر ۶۔ مسجد کا کوئی حصہ نجس ہوگیا ہو تو اُس نجس مقام پر دوبارہ کسی نجاست کا ڈالنا بھی جائز نہیں ہے بشرطیکہ وہ نجاست پھیلنے والی ہو سرایت کرنیوالی ہو بلکہ اگر وہ نجاست پھیلنے والی نہ بھی ہو تو بھی اُس نجاست کا مسجد میں داخل کرنا اور اُس کے ذریعہ سے دوبارہ مسجد کا نجس کرنا جائز نہیں ہے بشرطیکہ دُوسری نجاست شدید تر اور غلیظ تر پہلی نجاست سے ہو ورنہ اسکی حُرمت میں تامل ہے بلکہ حُرمت ممنوع ہے جبکہ اطراف وجوانب اُسکے اِدھر اُدھر کے پاک مقامات ناپاک ہوں بلکہ پاک کے پاک ہی رہیں تو دوبارہ نجاست کا موضع نجس پر واقع ہونا مُضر نہیں ہے لیکن یہ (دوبارہ نجس کرنا) احتیاطی حکم ضرور ہے۔

مسئلہ نمبر ۷۔ اگر مسجد میں نجاست اِس طرح پڑی ہے کہ بغیر اُس حصّہ کو مسجد کی زمین سے کھود کر پھینکے ہوئے مسجد پاک نہیں ہوسکتی تو اُس مقام کا کھود ڈالنا جائز بلکہ واجب ہے۔ اسی طرح اگر مسجد کا پاک ہونا اُسکے کسی جُزو یا چیز کے برباد یا خراب کرڈالنے پر موقوف ہو تو اُس جُزو یا چیز کا خراب یا برباد کرڈالنا بھی واجب ہے اور پاک کرنے و گرا ڈالنے کے بعد یہ واجب نہیں کہ اُس کھودی ہوئی جگہ کو پھر مٹّی وغیرہ سے بھرے یا خراب کی ہوئی چیز کو درست[2] بھی کردے۔ ہاں اگر اینٹ یا پتھر وغیرہ نکالکر مسجد کو پاک کیاہے تو واجب ہے کہ پھر اُس اینٹ کو اُسکی جگہ پر رکھدے غرضکہ پاک کرنے کے بعد جس چیز کا وہاں لوٹا دینا ممکن ہو اُسکو لوٹا دینا واجب ہے۔

---

[1] اس میں کوئی تقویت نہیں مگر جبکہ اتمام یعنی نماز کا پورا کرنا فوریت عُرفیہ کے منافی نہ ہو تو اتمام واجب ہے ورنہ نہیں (ابوالحسن مدظلہٗ)

[2] بظاہر درست کرنا واجب ہے جبکہ مسجد کے نجس ہونے کا سبب یہی شخص ہو اور اُسی کے فعل سے مسجد نجس ہوئی ہو (ابوالحسن مدظلہٗ)

مسئلہ نمبر ۸ ۔ مسجد کے فرش کا بوریا اگر نجس ہو جائے تو اُس کا پاک کرنا بھی واجب ہے
لیکن اگر اُتنے نجس حصّہ کو کاٹ ڈالنا زیادہ مناسب ہو اور اُس میں سہولت پاک کرنے سے
ہو جیسا کہ عموماً بڑے بوریوں میں ایسا ہوتا ہے تو اُس مقام کا کاٹ ڈالنا ہی واجب ہے ؛

مسئلہ نمبر ۹ ۔ اگر کوئی مسجد کل کی کل برباد یا منہدم ہوئے بغیر پاک نہ ہو سکے جیسے
کہ وہ نجس گارہ یا گچ سے بنائی گئی ہو یا کافر شخص نے اُسے بنایا ہو۔ پس اگر کوئی شخص
ایسا ہو جو اُس مسجد کو منہدم کرانے کے بعد اپنے خرچ سے پُوری مسجد نئے سرے سے بنوا دے
تو اُس کا اس غرض سے منہدم کرنا جائز ہو گا ورنہ اُس کا انہدام اور برباد کرنا اشکال سے
خالی نہ ہو گا پس اُسے اپنی حالت پر چھوڑ دینا چاہیے ؛

مسئلہ نمبر ۱۰ ۔ کوئی مسجد برباد ہو کر ویران ہو گئی ہو اور اُس میں کوئی شخص نماز
بھی نہ پڑھتا ہو جب بھی اُس کا نجس کرنا یا اُس میں نجاست ڈالنا ویسا ہی حرام ہے جیسا
دوسری مسجدوں میں اور اگر وہ مسجد نجس ہو جائے تو اُسکا پاک کرنا بھی ویسا ہی واجب
ہے جیسا دُوسری آباد مسجدوں کا ؛

مسئلہ نمبر ۱۱ ۔ اگر نجس ہونے کے بعد کوئی مسجد بغیر اُس کے نہ پاک ہو سکے کہ
اُس کا کچھ پاک حصہ بھی نجس کیا جائے تو اگر اُس کے سبب سے پہلا مقام پاک ہو جائے اور
پھر دُوسرا نجس کیا ہُوا مقام بھی پاک ہو جائے تو اُس پاک حصہ کے نجس کرنے میں
کوئی مضائقہ نہیں ہے مثلاً مسجد میں نجس پیشاب گر گیا ۔ اب اُس کے پاک کرنے
کے لئے پانی ڈالنے سے اسکے ارد گرد کا حصہ بھی نجس ہو جائیگا لیکن اُسکے بعد یہ نجس مقام
بھی پاک ہو جائیگا تو اُس کو اتنی دیر کیلئے نجس کر سکتے ہیں اور اسمیں کوئی مضائقہ نہیں ہے

مسئلہ نمبر ۱۲ ۔ اگر نجس ہونے کے بعد مسجد بغیر کچھ مال خرچ کئے پاک نہ ہو سکے تو
مال خرچ کرنا ہر شخص پر واجب ہے یا اس صرفہ کا ذمہ دار اور اس خرچہ کا بار اُس شخص
پر ہو گا کہ جس نے مسجد کو نجس کیا ہے ۔ یہ دو قول ہیں اور دو وجہ ہیں لیکن قول ثانی اور
دُوسری وجہ قوت سے خالی نہیں ہے یعنی اسی میں قوت ہے کہ نجس کرنیوالا ہی اس صرفہ کا
ذمہ دار ہیں۔ اس پر ہی واجب نہیں بلکہ ہر شخص پر واجب کفائی ہے ؛

مسئلہ نمبر ۱۳ ۔ اگر کسی مسجد کی صُورت اور ہیئت بالکل ہی بدل جائے مثلاً کوئی شخص
اُسکو غصب کر کے اس طرح مکان بنا ڈالے یا ایسی برباد و خراب ہو جائے کہ اب اُسکی تعمیر ہو سکتی

ہو اور نہ اُس میں نماز پڑھی جا سکے اور ہم اُس میں زراعت کرنے کی اجازت بھی دیدیں تو آیا اُس جگہ کو اب نجس کرنا یا نجس ہو جائے تو نجس ہی چھوڑ دینا بھی جائز ہے یا نہیں۔ پس اِس مسئلہ میں اشکال ہے بعض لوگ اِس امر کے قائل ہو گئے ہیں کہ اُس منہدم شدہ مسجد کی جگہ کو نجس بھی کر سکتے ہیں اور نجس ہو جائے تو اُسکا پاک کرنا بھی واجب نہیں ہے لیکن ہمارے نزدیک اظہر یہ ہے کہ اُس جگہ کا نجس کرنا جائز نہیں ہے بلکہ اگر وہ نجس ہو جائے تو اُس کا پاک کرنا بھی واجب ہے ؞

مسئلہ نمبر ۱۴ - اگر کسی جنب شخص نے (یعنی اُس شخص نے جسکو غسل جنابت کرنا ہی) مسجد میں کوئی نجاست دیکھے یا اُسکو معلوم ہو کہ مسجد نجس ہو گئی ہے تو اگر وہ مسجد میں داخل ہو کر فوراً اُس میں ٹھہرے ہوئے بغیر اُسکو پاک کر سکتا ہے تو واجب ہے کہ فوراً جائے اور پاک کر کے فوراً نکل آئے اور اگر اسقدر جلد پاک نہیں کر سکتا ہو بلکہ مسجد میں ٹھہرنے کی بھی ضرورت ہوگی تو ظاہر یہ ہے کہ اُس پہ واجب ہے کہ غسل کرنے تک مسجد میں نہ جائے اور نہ اُسکو پاک کرے یعنی جبتک غسل جنابت نہ کرے اُس وقت تک اُسکو مسجد میں داخل ہونا جائز نہیں ہوگا لیکن واجب ہے کہ غسل جنابت کرنے میں بہت جلدی کرے اور اس میں ذرا بھی توقف نہ کرے تاکہ حتی الامکان فوراً مسجد کو پاک کر سکے۔ ہاں اگر صورت ایسی ہو کہ یہ شخص اُسی حالت جنابت سے مسجد میں کچھ دیر تک ٹھہرے ہوئے بغیر اُسکو پاک نہیں کر سکتا ہو تو اُسی حالتِ جنابت میں مسجد میں ٹھہرنا جائز بلکہ واجب ہوگا ؞ اسی طرح اگر جنب شخص کے غسل جنابت کر کے مسجد میں داخل ہونے اور اُسکے پاک کرنے میں تاخیر ہو اور اُس تاخیر سے مسجد کی ہتک حرمت ہوتی ہو تو اِس صورت میں بھی واجب ہے کہ غسل جنابت کرنے کے قبل ہی وہ جنب شخص مسجد کو پاک کر لے ؞

مسئلہ نمبر ۱۵ - یہ ہم نہیں کہہ سکتے کہ یہودیوں اور عیسائیوں کے گرجوں کا نجس کرنا جائز ہے کیونکہ اسمیں اشکال ہے لیکن مسلمانوں کی مسجد میں پس اُنکا نجس کرنا یا اُنکو نجس چھوڑنا یقیناً حرام ہے خواہ وہ کسی فرقہ کی ہوں (سنی کی ہوں یا شیعہ کی یا دوسرے فرقوں کی) کیونکہ اُن کی مسجدوں کے احترام میں کوئی فرق نہیں ہے ؞

۱؎ وجوب میں تامل ہے (ابوالحسن مدظلہٗ)

مسئلہ نمبر ۱۶۔ اگر کسی مسجد کے بارے میں معلوم ہو کہ اسکے وقف کرنیوالے نے اسکے صحن یا چھت یا دیواروں کو اس مسجد کا جزو نہیں قرار دیا ہے (یعنی ان چیزوں کو مسجد میں داخل نہیں کیا ہے) تو مسجد کے احکام ان چیزوں پر جاری نہیں کئے جائینگے کہ اگر یہ چیزیں نجس ہو جائیں تو انکا پاک کرنا واجب نہیں ہوگا اور ان چیزوں پر نجاست ڈالنا حرام نہیں ہوگا بلکہ اگر شک بھی ہو کہ یہ چیزیں مسجد کا جزو ہیں یا نہیں تب بھی مسجد کے احکام ان پر جاری نہیں ہونگے اگرچہ احوط یہی ہے کہ ہر حالت میں ان چیزوں پر بھی مسجد ہی کے احکام جاری ہوں خواہ ان کے داخلِ وقف ہونے کا علم ہو یا نہ ہو بہر صورت احکام مسجد جاری ہوں گے[1]

مسئلہ نمبر ۱۷۔ اگر اجمالی طور پر صرف یہ معلوم ہو کہ فلاں دو مسجدوں سے ایک مسجد یقیناً نجس ہے یا فلاں مسجد کی فلاں دو جگہوں سے ایک یقیناً نجس ہے اور خاصکر وہ نجس مسجد یا وہ نجس جگہ معلوم نہ ہو تو دونوں مسجدوں یا دونوں جگہوں کا پاک کرنا واجب ہے۔

مسئلہ نمبر ۱۸۔ مسجد کے پاک کرنے اور اسکے نجس نہ کرنے کے جو احکام بیان کئے گئے ان میں کُل مسجدیں برابر ہیں خواہ وہ وقفِ عام ہوں خواہ وہ وقفِ خاص[2] کسی قسم کا فرق نہیں ہے۔ ہاں اگر کوئی شخص اپنے مکان کے کسی حصّہ کو نماز پڑھنے کیلئے مخصوص کرلے مثلاً ایک کمرہ علیحدہ کردے جس میں سوائے نماز پڑھنے کے اور کوئی کام نہ کرے تو اس حصّہ یا کمرہ کا وہ حکم نہیں ہوگا جو مسجدوں کا بیان کیا گیا۔

مسئلہ نمبر ۱۹۔ اگر کسی شخص نے کسی مسجد کو نجس دیکھا اور اسکا پاک کرنا اسکے اختیار سے باہر ہو تو اسپر واجب ہے یا نہیں کہ دوسرے لوگوں کو مسجد کی نجاست سے مطلع کردے اس مسئلہ میں دو صورتیں ہیں اگر وہ نجاست ایسی ہو جس سے اس مسجد کی ہتکِ حرمت نہیں ہوتی تو اس صورت میں ظاہر یہ ہے کہ اس شخص پر دوسروں کو مطلع کرنا واجب نہیں ہے اور اگر اس سے مسجد کی ہتکِ حرمت ہوتی ہو تو احوط یہ ہے کہ وہ شخص دوسروں کو مطلع

---

[1] یہ احتیاط ترک نہیں ہونی چاہئے بالخصوص چھت اور دیواروں میں (ابوالحسن مدظلہ)

[2] مسجد کا وقف خاص ہونا اشکال سے خالی نہیں ہے مگر یہ مسجد خاص سے مراد بازار کی مسجد یا کسی قوم قبیلہ کی مسجد ہو جو کہ ایک گروہ خاص کی عبادت کیلئے بنائی جاتی ہے باعتبار خارج یہ تخصیص پیدا ہو جائے گی ورنہ درحقیقت مسجد قابل خصوصیت نہیں ہے (ابوالحسن مدظلہ)

کرنا واجب نہیں۔ اور اگر اس سے مسجد کی ہتکِ حرمت ہوتی ہو تو احوط یہ ہے کہ وہ شخص دوسروں کو اطلاع کر دے تاکہ مسجد پاک کر دی جائے۔

مسئلہ نمبر ۲۰۔ حضرات معصومین ؑ کے روضوں کا بھی وہی حکم ہے جو مسجد کا ہے۔ پس اُن کا نجس کرنا بھی حرام ہے اور اگر نجس ہو جائیں تو اُس حالتِ نجاست میں چھوڑ دینے سے اُن کی ہتکِ حرمت ہوتی ہو تو اُن کا اسی طرح چھوڑ دینا حرام اور پاک کرنا واجب ہے۔ بلکہ احوط یہ ہے کہ مطلقاً (یعنی اگر حالتِ نجاست میں چھوڑ دینے سے اُن کی ہتکِ حرمت نہ ہوتی ہو۔ تب بھی) اُن کا پاک کرنا واجب ہے۔ یہ تو احتیاط کی صورت ہوئی لیکن (فتوے کے اعتبار سے) اقویٰ یہ ہے کہ کہ اگر روضوں کو نجس چھوڑ دینے سے اُن کی ہتکِ حرمت نہ ہوتی ہو تو اُن کا پاک کرنا واجب نہیں ہے اور اِن مسائل میں روضوں کی ضریحِ مقدس یا اُس کے پردہ یا باقی جالیوں اور چیزوں میں کوئی فرق نہیں ہے سب کا حکم یہی ہے صرف بعض چیزوں میں تاکید ہے اور بعض میں تاکید نہیں ہے لیکن حکم سب کا برابر ہے۔

مسئلہ نمبر ۲۱۔ قرآن مجید کے کاغذ اور خط اور حرف سے نجاست زائل کر کے اُسکو پاک کرنا واجب ہے بلکہ اگر ہتکِ حرمت ہوتی ہو تو اسکی جلد اور غلاف سے بھی نجاست کا زائل کرنا واجب ہے اسی طرح اگر ہتکِ حرمت ہوتی ہو تو مُتنجّس بدن سے قرآن کا حرف یا کاغذ مس کرنا بھی حرام ہے اگرچہ اُس کا مس کرنیوالا شخص خود اُس وقت رفعِ حدث کر چکا ہو اور اگر خاص کلامِ مجید کی توہین کرنے کی غرض سے یہ چیزیں مس کی جائیں تو اُس کے حرام ہونے میں کوئی شبہ اور اشکال ہی نہیں۔

مسئلہ نمبر ۲۲۔ نجس روشنائی وغیرہ سے قرآن مجید کا لکھنا حرام ہے اور کسی نے جہالت سے یا جان کر لکھ دیا تو اُسکا مٹا دینا واجب ہے۔ اسی طرح اگر قرآن مجید کا خط خود نجس ہو گیا یعنی اُس کی تحریر ناپاک ہو گئی اور اُس کا پاک کرنا ممکن نہ ہو تو اُس کا بھی مٹا دینا واجب ہے۔

مسئلہ نمبر ۲۳۔ کافر کو قرآن دینا جائز نہیں ہے اور اگر کوئی شخص کسی کافر کے پاس قرآن دیکھے تو اُس سے اُس کا لے لینا اُس شخص پر واجب ہے۔

مسئلہ نمبر ۲۴۔ قرآن مجید کا کسی عینِ نجاست پر رکھنا (مثل خون پیشاب وغیرہ کے) حرام ہے اور اگر کوئی قرآن عینِ نجاست پر پڑ گیا ہو تو اُس کا وہاں سے اُٹھا لینا واجب ہے اگرچہ وہ نجاست خشک ہی ہو مثلاً زمین پر خون گر کر خشک ہو گیا ہو اور اُس پر قرآن یا جزوِ قرآن

گر جائے تو اُسکا وہاں سے اُٹھالینا واجب ہے ۰

مسئلہ نمبر ۲۵۔ حضرت امام حسینؑ کی قبر بلکہ جناب رسالتمآبؐ اور بقیہ ائمہ طاہرینؑ کی
قبر مطہر سے بھی جو مٹی لی گئی ہو اُسکا نجس کرنا حرام ہے اور اگر وہ کسی طرح نجس ہوجائے۔ تو
اسکا پاک کرنا واجب ہے اور حضرت سید الشہداءؑ کی خاص قبر کی مٹی اور اُس مٹی میں
کوئی فرق نہیں جو قبر کی تو نہ ہو بلکہ خارج جگہ کی ہو لیکن حضرت کی قبر پر تبرک اور شفا حاصل
کرنے کی غرض سے رکھی گئی ہو پس دونوں کا نجس کرنا حرام ہے اور دونوں کا نجس ہونے
کی صورت میں پاک کرنا واجب ہے اور یہی حکم ہے اُس تسبیح اور اُس مٹی کا بھی جو بقصد
تبرک نماز پڑھنے کیلئے نکالی گئی ہو ۰

مسئلہ نمبر ۲۶۔ قرآن مجید کا کوئی ورق یا ایسا ورق جو قرآن ہی کی طرح واجب الاحترام
ہو (مثلاً اُس پر قرآن کی آیت لکھی ہو یا خدا یا انبیا یا جناب رسالتمآبؐ یا اُن کے اہلبیتؑ
کا نام لکھا ہو) بیت الخلا یا نابدان یا پرنالہ وغیرہ نجس مقامات میں گر جائے تو اُس کی
دیکھنے یا جاننے والے پر اُس کا وہاں سے نکال لینا واجب ہے اگرچہ کچھ اُجرت دیکر
ہی نکل سکے اور اگر کسی طرح اُسکا نکالنا ممکن نہ ہو تو احوط اور اولیٰ یہ ہے کہ اُس بیت الخلا
یا نابدان وغیرہ کو بند کردیں اور اُس میں پاخانہ پیشاب کرنا موقوف کردیں جب تک وہ کاغذ
سڑ گل کر مٹی نہ ہوجائے۔

مسئلہ نمبر ۲۷۔ کوئی شخص کسی کے قرآن مجید کو نجس کردے تو اُس کے پاک کرنے
سے جو نقصان ہوگا اُسکا تاوان اُس شخص نجس کرنے والے کو ادا کرنا پڑیگا ۰

مسئلہ نمبر ۲۸ جس طرح نجس مسجد کا پاک کرنا واجب کفائی ہے اُسی طرح نجس قرآن مجید
کا پاک کرنا بھی واجب کفائی ہے (کہ جب تک پاک نہ ہوجائیگا اُس وقت تک ہر شخص
پر واجب رہیگا اور جب پاک ہوجائیگا تو ہر شخص سے اسکا وجوب ساقط ہوجائیگا) پس اُس کا
پاک کرنا محض اُس شخص پر واجب نہیں ہوگا جس نے اُسکو نجس کیا ہے بلکہ ہر شخص پر واجب ہوگا
اور اگر اُسکو پاک کرنے میں کچھ مال صرف کرنے کی ضرورت ہو تو یہ مال صرف کرنا بھی واجب
کفائی ہی ہوگا (یعنی جب تک کوئی شخص وہ مال صرف کرکے اُسکو پاک نہ کرادے اُسوقت
تک ہر شخص پر اُس مال کا صرف کرنا بھی واجب ہوگا) اور نجس کرنیوالے شخص کو اسکا تاوان ادا کرنا
واجب نہیں ہوگا بشرطیکہ وہ قرآن غیر کا مال نہ ہو اگرچہ اُس مال کے صرف کرنے کی تکلیف

اُس شخص نجس کرنے والے ہی کے سبب سے متعلق ہوئی ہے (یعنی باوجودیکہ اس شخص کے سبب سے یہ مال خرچ کرنا پڑا ہے کہ اگر وہ نجس نہ کرتا تو دوسرے شخص کو اپنا مال صرف کر کے اُسکو پاک نہ کرانا پڑتا تاہم اُسپر اس خرچ کا ادا کرنا واجب نہیں ہوگا)، اسی طرح اگر قرآن مجید کو کسی نے نابدان وغیرہ میں ڈالدیا تو چونکہ اُس کا نکالنا ہر شخص پر واجب ہے لہٰذا اُس کے نکالنے کا خرچ دینا بھی ہر شخص پر واجب ہوگا نہ محض ڈالنے والے شخص پر کیونکہ اُس کے نکالنے کا جو خرچ واجب ہُوا ہے وہ ڈالنے والے کے سبب سے نہیں بلکہ خدا کے حکم کے سبب سے ہی کیونکہ اُسی نے حکم دیا ہے کہ جو شخص ایسی چیزوں کو نجس مقامات پر دیکھے فوراً نکال لے خواہ جس طرح بھی نکالنا پڑے اور ایک احتمال یہ بھی ہے جیسا کہ بعض مجتہدین کا قول ہے کہ جس شخص نے اُس قرآن یا اُس کی ورق کو نجاست میں ڈالا ہے یا جس شخص کے سبب سے وہ قرآن یا اسکا ورق نجاست میں گرا ہی اُسی پر واجب ہے کہ اُس کے نکالنے یا پاک کرنے کا خرچ ادا کرے کیونکہ اُسی کی وجہ سے اسکا نکالنا اور اُسکے نکالنے میں خرچ کرنا واجب ہُوا ہے۔ پس اُسکو یہ خرچ دینا چاہیے بلکہ بعض مجتہدین کا یہ قول بھی ہے کہ اُس قرآن یا اُس کے اوراق کا نجاست سے نکالنا صرف اُسی شخص پر واجب ہے جسکے سبب سے وہ نجاست میں گرا ہے پس اگر وہ نہ نکالے یا نکالنے میں حیلہ حوالہ کرے تو حاکم شرع اُسکو نکالنے کیلئے مجبور کرے یا خود حاکم شرع ہی کوئی مزدور مقرر کر کے نکلوائے اور گرانے والے سے اُس مزدور کی مزدوری جبراً وصول کرے ؛

مسئلہ نمبر ۲۹۔ اگر کسی کا قرآن مجید نجس ہوگیا اور دوسرے شخص نے اُسکو نجس ہوتے دیکھا یا اُس کا نجس ہونا اُس کو کسی طرح معلوم ہوگیا تو آیا بغیر اجازت مالک قرآن کے اس دوسرے شخص کو اُس کا قرآن پاک کرنا جائز ہے یا نہیں۔ اس مسئلہ میں اشکال ہے (یعنی نہیں کہہ سکتے کہ اُس کو پاک کرنا جائز ہے اور نہ یہ کہہ سکتے ہیں کہ پاک کرنا جائز نہیں ہی) ہاں اگر صورت ایسی ہو کہ مالک قرآن سے اُس وقت اجازت نہ مل سکتی ہو (مثلاً وہ کسی دوسرے مقام پر گیا ہو) اور قرآن کو اُسی طرح نجس چھوڑ دیتے میں اُسکی ہتک حرمت ہوتی ہو تو ایسی حالت میں بغیر اجازت مالک اُس قرآن کا پاک کرنا واجب ہوگا ؛

مسئلہ نمبر ۳۰۔ کھانے اور پینے کی چیزوں سے نجاست دُور کر کے انکو پاک کرنا واجب ہے اور اگر معلوم ہو کہ نجس برتن میں رکھنے سے کھانے پینے کی چیز بھی نجس ہو جائیگی تو اُن برتنوں سے بھی نجاست کو زائل کر کے اُن کو پاک رکھنا واجب ہے ۔

مسئلہ نمبر ۲۱۔ احوط یہ ہے کہ جو چیزیں اعیان نجسہ کہلاتی ہیں (یعنی فی نفسہ اپنی اصل میں نجس ہیں مثل آدمی کے پیشاب خون وغیرہ کے کہ ایسی چیزوں کو اعیان نجسہ کہتے ہیں) ان کو کسی طرح استعمال نہ کیا جائے اور اُن سے فایدہ نہ اٹھایا جائے خاصکر مُردار کو بلکہ جو متنجس چیزیں ایسی ہوں کہ طاہر ہو ہی نہ سکیں اُنکو بھی استعمال نہ کیا جائے البتہ جن نجس چیزوں کے استعمال کرنے کی عادت جاری ہوگئی ہو اُن سے پرہیز کرنا احوط نہیں ہے جیسے خشک پائخانہ وغیرہ کا کھاد میں استعمال کرنا یا نجس تیل کا چراغ لمپ وغیرہ میں استعمال کرنا کہ اس سے پرہیز کرنا بھی احوط نہیں ہے۔ یہ تو احتیاط ہے لیکن فتوی کی حیثیت سے۔ اقوی یہ ہے کہ جتنی نجس چیزیں ہیں یہاں تک کہ مُردار[1]۔ سب کو استعمال کرنا مطلقاً (یعنی ہر حالت میں خواہ اُن کے استعمال کرنے کی عادت ہو یا نہ ہو خواہ اُن کے استعمال کرنے کی شدید ضرورت ہو یا نہ ہو) جائز ہے۔ بشرطیکہ ان چیزوں کا استعمال اُن کاموں میں ہو جن میں طہارت کی شرط نہیں ہے (مثلاً نجس خون سے اگر کوئی شخص کپڑا رنگ کر اس کپڑے کو پہنے تو جائز ہے لیکن اُس کپڑے سے نماز نہیں پڑھ سکتا) ہاں ان نجس چیزوں کو کسی حرام کام کے لئے بیچنا جائز نہیں ہے (جیسے بعض ذلیل قومیں خون تک پی جاتی ہیں پس انکے ہاتھ نجس خون کا بیچنا جائز نہیں ہوگا) اور بعض نجس چیزیں ایسی ہیں جن کا کسی حالت میں بھی بیچنا جائز نہیں ہے خواہ انکا خریدنے والا ان کو حرام کام میں استعمال کرے خواہ حلال کام میں مثلاً مُردار اور آدمی کے پائخانہ کو کہ ایسی چیزوں کا خریدنے والا خواہ ان کو کھانے پینے وغیرہ میں صرف کرے جو حرام استعمال ہے خواہ کھاد وغیرہ میں جو حلال استعمال ہے۔ کسی حالت میں اُنکا بیچنا جائز نہیں ہے۔

مسئلہ نمبر ۲۲۔ جس طرح ہر شخص پر کسی نجس چیز کا خود کھانا پینا حرام ہے اُسی طرح اُس پر دوسرے شخص کو ان چیزوں کا کھلانا یا پلانا یا دوسرے شخص کے کھانا پینے کا ذریعہ یا سبب ہونا بھی حرام ہے بلکہ ہر ایسے کام کا ذریعہ اور سبب ہونا حرام ہے جس میں طہارت کی شرط ہو پس کسی مُردہ جانور کا خود کھانا یا شراب وغیرہ کا خود پینا جس طرح حرام ہے اُسی طرح دوسروں کو انکا کھلانا یا پلانا بھی حرام ہے یا کھلائیں پلائیں تو نہیں لیکن مُردہ جانور یا شراب وغیرہ کو

[1] اس میں احتیاط ترک نہ ہونی چاہئے (ابوالحسن مدظلہ)

ایسی جگہ رکھدیں یا پھینکدیں جہاں رکھنے یا پھینکنے سے معلوم ہو کہ کوئی شخص اٹھا کر اسکو کھالیگا یا پی لیگا تو ایسی جگہ اُن چیزوں کا اِس طرح رکھنا اور پھینکنا بھی حرام ہوگا کیونکہ اس طرح اس کا رکھنے والا اُسکے کھانے یا پینے کا سبب واقع ہوگا۔ اس لئے کہ اگر وہ وہاں نہ رکھتا تو کھانیوالے اور پینے والے کو اُسکے کھانے یا پینے کا موقع نہ ملتا۔ پس اگر کسی شخص نے کسی ایسی نجس چیز کو کسی کے ہاتھ بیچا یا اُسکو عاریت دی جو پاک ہوسکتی ہے (مثلاً نجس کپڑا جس میں خون لگا ہو) تو بیچنے والے یا عاریت دینے والے پر واجب ہے کہ خریدنے والے یا عاریت لینے والے کو مطلع کردے کہ یہ چیز نجس ہے۔ ہاں اگر وہ شخص دوسرے شخص کے نجس چیز کے استعمال کرنے کا سبب اور وسیلہ نہ واقع ہو تو اُسکو مطلع کرنا واجب نہیں ہے مثلاً کسی شخص کو دیکھا کہ کافر کی بنائی ہوئی تر چیز کھارہا ہے یا نجس دودھ پی رہا ہے یا خون لگے ہوئے کپڑے سے نماز پڑھ رہا ہے تو اس صورت میں اس دیکھنے والے پر واجب نہیں ہے کہ اُس کھانے والے یا پینے والے یا نماز پڑھنے والے کو اُس کی نجاست سے مطلع کرے ٭

مسئلہ نمبر ۳۳۔ بچّوں تک کو نشہ والی چیزیں کھلانا یا پلانا جائز نہیں ہے بلکہ اگر وہ نشہ کی چیزوں کا استعمال کریں تو دیکھنے والوں پر یا جاننے والوں پر (خواہ وہ اُن بچّوں کے والدین ہوں یا عزیز قریب یا بالکل غیر ہوں) واجب ہے کہ اُن بچّوں کو اُس سے روکیں اور یہی حکم ہر نجس عین چیز کا ہے (یعنی ہر اُس چیز کا جو فی نفسہ نجس ہو) جس کو لڑکے کھائیں یا پئیں بشرطیکہ وہ چیز اُن لڑکوں کو مُضر ہو بلکہ بہر طور خواہ مُضر اطفال ہو یا نہ ہو بچّوں کو روکنا واجب ہے۔ رہیں وہ چیزیں جو نجس عین نہیں ہیں بلکہ متنجس ہیں پس وہ اگر انہیں لڑکوں کے نجس ہاتھوں سے ملنے کے سبب سے متنجس ہوگئی ہیں تو ظاہر یہ ہے کہ اُن کے استعمال

---

۵ جبکہ بیچنے والا عادتاً یہ جانتا ہے کہ اس کا خریدار اُسکو اس میں استعمال کریگا کہ جس میں طہارت کی شرط ہے اور اس صورت میں کوئی فرق نہیں خواہ وہ چیز پاک ہوسکتی ہو یا نہ ہو اور متن میں طہارت کی قید شاید اس وجہ سے ہے کہ بیچنا اور عاریت دینا صحیح ہو جائے۔ اور اگر طہارت کی قید بیع میں مفروض ہو اور تطہیر کی قید بیع میں صحیح مانی جائے تو عاریت میں صحیح نہ ہوگی مگر ایسی چیز میں کہ جس میں فایدہ اُٹھانا طہارت پر موقوف ہے (ابوالحسن مدظلہ)

کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے اور اگر وہ چیزیں ان لڑکوں کے نجس ہاتھوں سے متنجس نہیں ہوئی ہیں بلکہ کسی دوسری نجاست سے متنجس ہوگئی ہیں پہلے سے نجس یقیں تو بھی اقویٰ یہ ہے کہ ان چیزوں کا بھی ان بچوں کو کھلانا یا کھانے دینا جائز ہے اگرچہ احوط مستحبی یہ ہے کہ ایسی چیزوں کے کھلانے یا کھانے دینے سے بھی پرہیز کیا جائے اور اگر بچے خود متنجس چیز کھائیں یا پئیں تو اس صورت میں بالغ لوگوں پر کسی طرح واجب نہیں ہے کہ ان بچوں کو متنجس چیزوں کے کھانے سے روکیں یا منع کریں بلا اشکال روکنا واجب نہیں ۔

مسئلہ نمبر ۳۴۔ کسی شخص کے مکان یا فرش کی کوئی جگہ نجس ہو اور کوئی مہمان تربدن یا ترکپڑے پہنے ہوئے اگر اُس نجس جگہ پر بیٹھ جائے تو آیا صاحب مکان پر اُس مہمان کو اپنے مکان یا فرش کے نجس ہونے سے آگاہ کرنا واجب ہے یا نہیں اس میں اشکال ہے (یعنی کہہ نہیں سکتے کہ اُس پر آگاہ کرنا واجب ہے) اگرچہ آگاہ کردینا احوط ہے بلکہ قوت سے بھی خالی نہیں ہے ۔ اِسی طرح اگر میزبان نے مہمان کے پاس کھانا حاضر کیا بعد ازاں اُس کو معلوم ہوا کہ یہ کھانا نجس ہے تب بھی احوط یہ ہے کہ اُسکو آگاہ کردے بلکہ یہ بھی قوت سے خالی نہیں ۔ اسی طرح اگر کھانا کوئی دوسرا شخص کھلاتا ہو اور بہت سے لوگ اُس کے کھانے میں مشغول ہوں کہ ناگاہ اُن کھانیوالوں سے ایک شخص کھانے میں نجاست دیکھ لے تو اُس صورت میں اُس دیکھنے والے کے لئے بقیہ لوگوں کو اُس نجاست سے مُطلع کردینا گو احوط ہے مگر قوت اِس میں ہے کہ اُس پر واجب نہیں ہے کیونکہ اس حالت میں یہ شخص لوگوں کے نجس چیز کھانے کا سبب قرار نہیں پائیگا بخلاف پہلی صورت کے جس میں کھلانیوالا میزبان ہے پس وہ اگر نجس چیز دیکھ کر مہمان کو مطلع نہیں کریگا تو خود اُس نے نجس چیز اُسے کھلائی ۔

مسئلہ نمبر ۳۵۔ اگر کسی شخص نے کوئی برتن یا کپڑا یا فرش اور کوئی چیز کسی شخص سے عاریتاً لی اور وہ چیز اس کے پاس نجس ہوگئی تو آیا اُس چیز کے واپس کرتے وقت اس شخص پر واجب ہے کہ اُس کے مالک کو مطلع کردے کہ میرے یہاں یہ چیز نجس ہوگئی ہی یا واجب نہیں ہے اسمیں اشکال ہے اور احوط یہ ہے کہ مطلع کردے بلکہ اگر وہ چیز ایسی ہے جس کو مالک اُن کاموں میں استعمال کرتا ہے جن میں طہارت کا ہونا شرط ہے تو اس حالت میں اقویٰ یہ ہے کہ اُس شخص پر مطلع کردینا واجب ہے ۔

---

[۱] یہ احتیاط ترک نہ ہونی چاہئے اگر بچوں کے ہاتھ پاک و صاف ہوں (ابوالحسن مدظلہ) [۲] اس میں کوئی قوت نہیں ہے (ابوالحسن مدظلہ)

فصل نجاست کے بھول جانے اور مشتبہ ہوجانے کے بیان میں

جاننا چاہیے کہ اگر کسی شخص نے اس حالت میں نماز پڑھی کہ اُس کا بدن یا کپڑا نجس تھا تو اس میں کئی صورتیں ہیں اگر وہ شخص پہلے ہی جانتا تھا کہ اُس کا بدن یا کپڑا نجس ہے اور عمداً (جان کر اور اپنے ارادہ سے) اُسی نجاست کے ساتھ اُس نے نماز پڑھی تو اُس کی نماز باطل ہے جسکا اعادہ یا قضا کرنا لازم ہے۔ اسی طرح اگر وہ شخص حکم تکلیفی (مثلاً وجوب و استحباب وغیرہ) سے ناواقف ہے اور اسی ناواقفیت میں نجاست کے ساتھ نماز پڑھی جب بھی اسکی نماز باطل ہے مثلاً اُس کو یہ معلوم ہے کہ اس کے بدن یا کپڑے میں ایسے شخص کا عرق (پسینہ) لگ گیا ہے جو فعل حرام سے جنب ہُوا تھا لیکن اسکو یہ نہیں معلوم ہے کہ فعل حرام سے جنب ہونیوالے شخص کا عرق (پسینہ) نجس ہوتا ہے تو یہ شخص حکم تکلیفی (یعنی ایسے پسینہ کے نجس ہونے) کا جاہل ہے پس اُسکی نماز اس پسینہ کے بدن یا کپڑے میں لگنے سے اور اُسی میں نماز پڑھنے سے باطل ہوجائیگی۔ اسی طرح اگر وہ شخص حکم وضعی (مثلاً صحت و بطلان) سے ناواقف ہے اور نجاست کے ساتھ نماز پڑھی جب بھی اُسکی نماز باطل ہے مثلاً کسی کے بدن میں خون لگ گیا ہے اور وہ یہ بھی جانتا ہے کہ خون نجس ہوتا ہے لیکن اسکو یہ نہیں معلوم ہی کہ طہارت نماز میں شرط ہے اور نجاست کو زائل کئے بغیر نماز درست نہیں ہوسکتی۔ اس سے بیخبر ہے تو یہ شخص حکم وضعی کا جاہل ہے پس اس کی نماز بھی باطل ہوگی اگر بدون نجاست زائل کئے نماز پڑھیگا ہاں اگر کوئی شخص صرف موضوع کا جاہل ہے یعنی نجاستوں کو تو جانتا ہے اور یہ بھی جانتا ہے کہ بدن یا کپڑے میں نجاست لگ جانے سے بدن یا کپڑا نجس ہوجاتا ہے اور اُس کی پاک کئے بغیر نماز صحیح نہیں ہوسکتی بلکہ باطل ہوجاتی ہے یہ سب کچھ جانتا ہے لیکن یہ نہیں جانتا کہ اس وقت اُس کے بدن یا کپڑے میں نجاست لگ گئی ہے اس سے غافل ہے اور اسی غفلت میں نماز پڑھنے لگا تو اگر اُس کو نجاست لگنے کا علم ہُوا ہی نہیں یا علم ہُوا لیکن نماز پڑھنے کے بعد پس ان دونوں صورتوں میں اُس کی نماز صحیح ہوگی اور اُس کا قضا کرنا واجب نہ ہوگا بلکہ اگر اُس نماز کا وقت باقی ہے تو اُس کا اعادہ کرنا بھی واجب ہوگا اگرچہ احوط یہی ہے کہ اگر وقت باقی ہے تو پاک کر کے اُس نماز کا اعادہ کرلے

اور اگر کسی شخص کو نماز پڑھنے کی حالت میں معلوم ہوا یا خیال ہوا کہ اُسکے بدن یا کپڑے میں نجاست لگی ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ جس وقت اُس نے نماز شروع کی تھی اُس کے قبل ہی سے وہ نجاست لگی ہوئی تھی اور اسی حالت نجاست میں نماز کا کچھ حصّہ ادا ہوا ہے۔ اس صورت میں اگر نماز کا وقت وسیع ہے تو اُس کی یہ نماز باطل ہوگی لہٰذا چاہیے کہ اُس نماز کو توڑ کر وہ نجاست زائل کرے اس کے بعد دوبارہ اُس نماز کو ادا کرے اگرچہ اس صورت میں احوط یہ ہے کہ جو نماز پڑھ رہا ہے اسکو توڑے نہیں بلکہ تمام کرلے اُس کی بعد طہارت کرکے اُس نماز کا اعادہ کرے اور اگر نماز کا وقت وسیع نہیں ہو بلکہ تنگ ہے (یعنی صرف اِسی قدر ہے کہ جس نماز کو وُہ پڑھ رہا ہے وہی تمام ہوسکیگی اور دوسری نماز نہیں پڑھی جاسکتی) تو اگر نماز پڑھتے ہی میں اُس کپڑے کو پاک کرلینا یا بدل لینا[1] ممکن ہو اس طرح کہ نماز کے خلاف کوئی بات نہ کرنی پڑے (مثلاً کرتہ میں نجاست لگی ہو اور نماز پڑھتے ہوئے اُس کرتہ کو اس طرح اُتار کر گرا دے سکتا ہے جس سے کوئی حرکت نماز کی منافی نہ ہوسکے) تو چاہیے کہ فوراً ایسا ہی کرے اور بعد اس کی نماز کو تمام کرے اس طرح وہ نماز صحیح رہے گی اور اگر نماز پڑھتے ہوئے اُس کپڑے کا پاک کرلینا یا بدل دینا ممکن نہ ہو تو چاہیے کہ اسی طرح نماز کو پڑھے جائے اور اُسکو تمام کرے کہ اس صورت میں یونہی نماز صحیح رہیگی اور اگر نماز پڑھتے ہوئے نجاست کا خیال ہوا اور معلوم ہوا کہ اسی حالت نماز میں یہ نجاست لگ گئی ہے لیکن نجاست لگنے کے بعد ابھی نماز کا کوئی حصہ ادا نہیں ہوا ہے یا نماز میں نجاست دیکھکر شک ہوا کہ یہ قبل سے لگی ہوئی ہے یا ابھی لگ گئی ہے پس اگر نماز کا وقت وسیع ہو اور نجس بدن کا پاک کرلینا یا کپڑے کا بدل ڈالنا ممکن ہو تو چاہیے کہ پاک کرکے یا بدل کر اسی نماز کو تمام کرے اور اگر اسی حالت میں پاک کرنا یا بدلنا ممکن نہ ہو تو چاہیے کہ طہارت کرکے پھر سے اُسی نماز کو پڑھے اور اگر نماز کا وقت تنگ ہو تو اُسی نجاست کے ساتھ نماز کو تمام کرے کہ ایسی حالت میں اُس کی نماز صحیح ہوگی اور قضا کرنا اُس پر واجب نہ ہوگا۔ ہاں اگر کسی شخص کے بدن یا کپڑے میں پہلے سے نجاست لگی ہوئی تھی اور نماز پڑھتے وقت اُس کو خیال نہ رہا بلکہ بھولے سے اُسی نجاست کے ساتھ نماز پڑھ لی اُس کے بعد نجاست کا خیال ہوا اور یاد آیا کہ بدن یا کپڑا میرا نجس تھا تو اقوٰی یہ ہے کہ اُس نماز کا اعادہ کرنا واجب ہوگا اور اگر وقت نکل گیا ہے تو قضا کرنی

[1] یا اتار کر پھینکنا ممکن ہو جبکہ ستر واجبی اسی میں منحصر نہ ہو۔ ابو الحسن مدظلہ

واجب ہوگی یہ نیت قضا پڑھنی لازم ہوگی اور اس مسئلہ میں نماز کا اعادہ کرنا یا قضا کرنا ہر حالت میں واجب ہے خواہ نماز تمام کرنے کے بعد اسکو نجس ہونا یاد آئے۔ یا نجاست کیساتھ نماز پڑھنا یاد آئے یا نماز پڑھنے کی حالت میں یاد آئے۔ خواہ اس بدن یا کپڑے کا پاک کرنا یا بدل ڈالنا ممکن ہو یا نہ ہو بہر صورت اعادہ یا قضا لازم ہوگی۔

مسئلہ نمبر ۱۔ جو شخص حکم تکلیفی یا حکم وضعی کو بھول جائے اُسکا حکم بھی نماز کے اعادہ یا قضا کے واجب ہونے میں وہی ہے جو حکم تکلیفی یا حکم وضعی کے جاہل یا ناواقف کا پہلے بیان ہوا۔

مسئلہ نمبر ۲۔ کسی شخص کا کوئی کپڑا نجس ہوگیا جبکو اُس نے دھو کر پاک کیا۔ جس سے اُسکو یقین ہو گیا کہ یہ پاک ہوگیا اور اسی کپڑے سے نماز پڑھی لیکن نماز پڑھتے ہوئے اُس نے دیکھا کہ وہ نجاست موجود ہے باقی ہے زائل نہیں ہوئی تھی پس اس وقت میں ظاہر یہ ہے کہ اسکا حکم وہی ہے جو جاہل موضوع کا بیان ہوا کہ اُسکی نماز صحیح ہے اور اس پر نہ نماز کا اعادہ کرنا واجب ہے نہ قضا کرنا۔ اسی طرح اگر اُس کپڑے کی نجس رہنے میں شک ہو لیکن نماز پڑھنے کے بعد یقین ہوجائے کہ نجس تھا تو اس صورت میں بھی اُسکی نماز صحیح ہے نہ اعادہ واجب ہو اور نہ قضا۔ اسی طرح اگر کپڑے کی نجاست معلوم تھی لیکن کسی شخص کو اُسکے پاک کرنے کیلئے دیا جس نے اس کپڑے کو پاک کرنے کے بعد واپس کیا اور کہا کہ یہ کپڑا پاک ہوگیا یا کسی گواہ نے اس کپڑے کے پاک ہوجانے کی گواہی دی لیکن نماز پڑھنے کے بعد معلوم ہوا کہ اُس کپڑے کے پاک کرنیوالے نے یا گواہ نے غلط خبر دی تھی اور یہ کہ نجاست اُس کپڑے کی بالکل زائل نہیں ہوئی تھی بلکہ رہ گئی تھی تو اس صورت میں بھی اُس شخص کی نماز صحیح ہے۔ نہ اعادہ واجب ہے اور نہ قضا۔ اسی طرح اگر پیشاب یا خون کی (مثلاً) کوئی چھینٹ گری اور دیکھنے والے کو اس میں شک ہوا کہ یہ چھینٹ زمین پر گری ہے یا میرے کپڑے پر مگر نماز پڑھنے کے بعد اسکو یقین ہوگیا کہ میرے کپڑے ہی پر وہ چھینٹ گری تھی تو اس صورت میں بھی اسکی نماز صحیح رہیگی اور اس پر نہ اسکا اعادہ کرنا واجب ہوگا اور نہ قضا۔ اسی طرح اگر کسی شخص نے اپنے بدن یا کپڑے پر خون دیکھا اور اسکو اُسوقت یقین ہو گیا کہ یہ خون پھر یا پسو کا ہے یا پھوڑے کا ہے جس کے ساتھ نماز پڑھنا

صحیح ہے یا یہ خون ایک درہم بغلی سے کم ہے یا اسی قسم کا کوئی دوسرا خیال اس خون کے بارے میں ہوا جس سے اسکے ساتھ نماز پڑھنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہوتا چنانچہ اس شخص نے اس خون کے ساتھ ہی نماز پڑھ لی لیکن نماز سے فارغ ہونے کے بعد اس کو معلوم ہوا کہ یہ خون وہ نہیں ہے جو میں سمجھا تھا بلکہ وہ خون ہے جسکے ساتھ نماز صحیح نہیں ہوتی ہے تو اس صورت میں بھی اس کی نماز صحیح ہے نہ اعادہ اس پر واجب ہے اور قضا اسی طرح جو نجاستیں مذکور ہوئیں۔ اُن کے بارے میں نماز کے پہلے شک ہوا اور اصل طہارت کی بنا پر اُن کے ساتھ نماز پڑھ لی جائے لیکن بعد کو معلوم ہو کہ ان کے ساتھ نماز پڑھنا صحیح نہ تھا تو اِن کل صورتوں میں نماز صحیح رہیگی نہ اُس کا اعادہ کرنا واجب ہوگا اور قضا کیونکہ کل[1] صورتیں جہالتِ موضوع کی ہیں جن کے بارے میں بیان کیا گیا کہ اس جہالت کے کل اعمال صحیح ہوتے ہیں ٭

مسئلہ نمبر ۳۔ اگر کوئی شخص کسی چیز کو نجس جانتا تھا لیکن بعد کو اسکی نجاست بھول گیا اور ہاتھ سے اُسکو چھوا۔ پھر اُسی حالت میں نماز پڑھی بعد ازاں اسکو خیال آیا اور یاد آیا کہ میں نے نماز پڑھنے کے قبل جس چیز کو اپنے ہاتھ سے چھوا تھا وہ نجس تھی جس سے میرا ہاتھ بھی نجس ہو گیا تھا اور اُسی نجس ہاتھ سے میں نے نماز پڑھی ہے پس ظاہر ہے کہ یہ صورت بھی جہالت موضوع کی ہے نہ نجاست کے بھول جانے کی پس اُس کی بھی نماز صحیح رہیگی اور اُس پر اُس نماز کا اعادہ یا قضا کرنا واجب نہ ہوگا۔ اس لئے کہ نماز پڑھنے کے قبل تو یہ شخص اپنے ہاتھ کو نجس نہ جانتا تھا جس کو اب بھول گیا ہو بلکہ وہ تو ایسی چیز کی نجاست کو بھولا تھا جسکے ساتھ نماز پڑھی نہیں بلکہ صرف اُس سے اُس کا ہاتھ لگ گیا ہے لہذا نماز کے باطل ہونے کی کوئی وجہ نہیں۔ ہاں اگر اُس نے وضو کیا یا غسل کیا

---

[1] جبکہ یقین ہو جائے کہ یہ خون مثلاً مچھر کا ہے جو کہ نماز میں معاف ہی مگر نماز کے بعد یہ یقین زائل ہو جائے اور اُسکے خلاف ظاہر ہو کہ یہ وہ خون نہیں ہی جسکے ساتھ نماز صحیح ہی تو حکم مذکور (نماز کا صحیح ہونا) خالی اشکال سے نہیں ہے اسی طرح اگر نماز سے پہلے خون کے ایک درہم بغلی سے کم ہونے میں شک ہوا اور نماز پڑھنے کے بعد یہ ظاہر ہو کہ درہم بغلی سے کم نہ تھا تو بھی صحت نماز خالی اشکال سے نہیں ہی۔

(ابوالحسن مدظلہٗ)

بغیر اس کے کہ اپنے نجس ہاتھ کو پاک کیا ہو اسی وضو یا غسل سے نماز پڑھی تو اس حالت میں اسکی نماز باطل ہوگی کیونکہ اس کا وضو یا غسل ہی باطل ہوا۔

مسئلہ نمبر ۴۔ اگر کسی شخص کے پاس ایک نجس کپڑے کے سوا دوسرا کوئی کپڑا نہ ہو تو اگر سردی یا مرض وغیرہ کے سبب سے نماز پڑھتے وقت وہ اس کپڑے کو اپنے بدن سے اتار نہ سکے تو اسی کپڑے سے نماز پڑھنا چاہیے کہ یہ نماز صحیح ہوگی اور اس کا اعادہ یا قضا کرنا واجب نہ ہوگا اور اگر اس کپڑے کو اتار کر نماز پڑھ سکتا ہے (یعنی سردی و مرض وغیرہ کا کوئی عذر نہیں ہے) تو اس صورت میں اسے کیا کرنا چاہیے۔ اس مسئلہ میں اختلاف ہے بعض کا قول ہے کہ ایسے شخص پر واجب ہے کہ اس نجس کپڑے کو اتار کر ننگے بدن سے نماز پڑھے اور بعض مجتہدین کا قول ہے کہ اس پر اسی نجس کپڑے میں نماز پڑھنا واجب ہے اور ننگا ہونا جائز نہیں اور بعض مجتہدین کا قول ہے کہ اس شخص کو اختیار ہے چاہے اسی نجس کپڑے میں نماز پڑھے چاہے اس کو اتار کر ننگا نماز پڑھے ہر حالت میں اسکی نماز صحیح رہیگی یہ تین قول ہیں اور ہر قول کی لئے معقول وجوہ ہیں مگر اقویٰ یہ ہے کہ اسی نجس کپڑے میں نماز پڑھے اور احوط[۱] یہ ہے کہ اس وقت دو مرتبہ نماز پڑھے ایک دفعہ اسی نجس کپڑے میں اور دوسری دفعہ برہنہ ہو کر۔

مسئلہ نمبر ۵۔ اگر کسی شخص کے پاس صرف ایسے دو کپڑے ہیں جنکے بارے میں اس شخص کو معلوم ہو کہ ان کپڑوں سے ایک پاک ہے اور دوسرا نجس لیکن بعد میں وہ دونوں کپڑے ملکر مشتبہ ہو گئے کہ اب معلوم نہیں ہوتا نجس کونسا ہے اور پاک کونسا تو اس صورت میں چاہیے کہ دونوں کپڑوں سے علیحدہ علیحدہ ہر نماز کو دو مرتبہ ادا کرے تاکہ پاک کپڑے سے نماز پڑھنے کا یقین حاصل ہو جائے اور اگر وقت اس قدر تنگ ہو کہ ایک دفعہ سے زیادہ نماز نہ پڑھی جا سکے تو کسی ایک کپڑے کے ساتھ نماز پڑھ لے لیکن ننگا ہو کر نہ پڑھے کہ مشتبہ کپڑا ہوتے ننگے جسم سے نماز پڑھنا صحیح نہ ہوگا۔ ہاں احوط یہ ہے کہ نماز کا وقت گذر جانے کے بعد اگر ممکن ہو تو اس دوسرے کپڑے میں بھی قضا کی نیت سے اس نماز کو پڑھ لے اور اگر اس دوسرے کپڑے میں

[۱] یہ احتیاط ترک نہ ہونی چاہیے (ابوالحسن مدظلہ)

نماز پڑھنا ممکن نہ ہو تو ننگا ہو کر اس کی قضا احتیاطاً کرے ÷

مسئلہ نمبر ۶۔ اگر کسی شخص کے پاس دو کپڑے ایسے ہوں جو مشتبہ بہ نجس ہیں یعنی معلوم ہو کہ ان دو سے ایک یقیناً نجس ہے لیکن خاص کر وہ نجس کپڑا نہ معلوم ہوتا ہو اور انہی کے ساتھ دوسرا کپڑا ایسا ہو جس کا پاک ہونا یقیناً معلوم ہو تو ایسی صورت میں اس شخص کو جائز نہیں ہے کہ ان دونوں مشتبہ کپڑوں میں نماز کو علیحدہ علیحدہ دو مرتبہ پڑھے بلکہ واجب ہے کہ اسی ایک کپڑے میں ایک دفعہ نماز پڑھے جس کا پاک ہونا اسے یقیناً معلوم ہے۔ ہاں اگر کوئی ایسی معقول وجہ ہو جس کے سبب اس دوسرے کپڑے میں نماز پڑھنا وہ مناسب نہ سمجھے تو ایسی حالت میں البتہ انہیں پہلی ہی جگہ کے دونوں مشتبہ کپڑوں میں علیحدہ علیحدہ (یعنی دو مرتبہ) ہر نماز کو پڑھ سکتا ہے ÷

مسئلہ نمبر ۷۔ اگر کسی شخص کے پاس صرف تین کپڑے ہوں جن کا ایک نجس ہو جائے اور باقی دو پاک رہیں بعد ازاں تینوں کپڑے ملکر اس طرح مشتبہ ہو جائیں کہ کسی طرح پتہ نہ چل سکے کہ ان میں سے دو پاک کونسے ہیں اور ایک نجس کونسا۔ ایسی صورت میں اس شخص کا صرف دو کپڑوں میں علیحدہ علیحدہ ہر نماز کا پڑھ لینا کافی ہوگا خواہ اس شخص کو ایک کپڑے کا نجس ہونا اور باقی دو کا پاک ہونا معلوم ہو۔ خواہ ایک کپڑے کا پاک ہونا معلوم ہو اور باقی دونوں کپڑوں کی نجاست میں شک ہو خواہ باقی دو سے ایک ہی کی نجاست میں شک ہو غرض ہر حالت میں صرف دو مرتبہ دو کپڑوں میں نماز پڑھ لینا کافی ہوگا اس لئے کہ صرف ایک ہی کپڑے کا یقیناً نجس ہونا معلوم ہے لہذا ایک سے زاید (یعنی دوسرا) جو کپڑا ہے وہ محکوم بالطہارت ہے اگرچہ تعیین کے ساتھ وہ کپڑا معلوم نہ ہو اور نجس پاک پارچہ میں امتیاز نہ ہو۔ ہاں اگر تین کپڑوں میں سے دو کپڑوں کا نجس ہونا یقیناً معلوم ہو اور وہ دونوں کپڑے تیسرے پاک کپڑے میں مل کر مشتبہ ہو جائیں تو ایسی صورت میں واجب ہے کہ ہر کپڑے میں ہر نماز کو پڑھے یعنی ایک ہی نماز کو تین مرتبہ پڑھے۔ اسی طرح اگر کسی کے پاس چار کپڑے ہوں جنکے دو نجس ہو کر باقی دو میں ملجائیں اور اب چاروں مشتبہ ہو جائیں تو اس صورت میں بھی صرف تین کپڑوں میں ہر نماز علیحدہ علیحدہ پڑھنا یعنی ہر نماز کو تین مرتبہ ادا کرنا کافی ہوگا کیونکہ نجس

۱؎ جواز قوت سے خالی نہیں ہے (ابوالحسن مدظلہ)

۱؎ جواز قوت سے خالی نہیں ہے۔ ابوالحسن مدظلہ

تو وہی کپڑے ہیں پس جب تین کپڑوں میں نماز پڑھ لی تو ایک نماز یقیناً پاک کپڑے میں ادا ہو گئی پس مشتبہ کپڑوں میں نماز ادا کرنے کا معیار یہ ہے کہ اتنی مرتبہ اسکو پڑھیں کہ یقین ہو جائے ایک نماز ضرور پاک کپڑے میں ادا ہوئی ہے جسکو زیادہ وضاحت سے یوں سمجھنا چاہیے کہ مشتبہ کپڑوں سے جتنے کپڑوں کا نجس ہونا یقیناً معلوم ہو۔ اُن پر ایک زائد کر کے نماز پڑھ لی جائے چنانچہ اس کی توضیح آب مشتبہ والی فصل میں گذر چکی ہے *

مسئلہ نمبر ۸۔ اگر کسی شخص کا بدن اور کپڑا دونوں نجس ہوں لیکن اس کے اختیار میں صرف اس قدر پانی ہو کہ اُس سے بدن پاک ہو سکتا ہے یا کپڑا صرف ایک کی طہارت ہو سکتی ہے۔ دونوں کی طہارت کیلئے ناکافی ہے تو ایسی حالت میں بعید نہیں ہے کہ اُس شخص کو اختیار دیا جائے جس چیز کو چاہے اُس پانی سے پاک کرے لیکن احوط یہ ہے کہ اُس پانی سے بدن ہی کو پاک کرے اور کپڑے کو نجس رہنے دے اور اگر صورت ایسی ہو کہ بدن اور کپڑے سے ایک چیز کی نجاست دوسری چیز کی نجاست سے زیادہ اور شدید ہو تو بعید نہیں ہے کہ زیادہ اور شدید نجاست والی چیز کو پاک کرنے اور کم یا خفیف نجاست والی چیز کو نجس ہی چھوڑ دینے کا حکم دیا جائے *

مسئلہ نمبر ۹۔ اگر کسی شخص کے بدن یا کپڑے کے دو مقام نجس ہو جائیں اور دونوں مقام کا پاک کرنا ممکن نہ ہو بلکہ صرف ایک ہی مقام پاک ہو سکے تو واجب ہے کہ جو مقام پاک ہو سکے وہی پاک کر لیا جائے اور اُس ایک مقام کے معین کرنے کا اُس شخص کو اختیار ہے کہ دونوں نجس مقاموں سے جس ایک کو چاہے پاک کرے اور جس کو چاہے نجس چھوڑ دے۔ ہاں اگر صورت ایسی واقع ہو کہ ایک مقام کی نجاست کم اور دوسرے مقام کی اُس سے زیادہ ہو یا ایک مقام کی نجاست خفیف اور دوسرے مقام کی بمقابلہ اُس کے شدید ہو یا ایک مقام کی نجاست صرف ایک ہی قسم کی اور دوسرے مقام کی متعدد قسموں کی ہو تو جس مقام کی نجاست زیادہ یا شدید یا متعدد قسموں کی ہو اسکو پاک کرنے میں ترجیح دینا چاہیے یعنی اب اُس شخص کو کسی ایک مقام کے پاک کرنے اور دوسرے کے نجس چھوڑ دینے کا اختیار باقی نہ رہیگا بلکہ اُس پر لازم ہے کہ کم یا خفیف یا ایک قسم کی نجاست والے مقام کو نجس چھوڑ دے اور زیادہ یا شدید یا متعدد قسموں کے نجاست والے

مقام کو پاک کرے بلکہ اگر بدن یا کپڑے کا صرف ایک مقام نجس ہو جائے اور پانی اس قدر نہ ہو کہ وہ پورا مقام اُس پانی سے پاک ہو سکے تو اُس ایک نجس مقام کا بھی جس قدر حصّہ اُس پانی سے پاک ہو سکے اُسیقدر کا پاک کر لینا واجب ہے اور جتنا حصّہ اُس مقام کا رہ جائے اُسے نجس چھوڑ دینا چاہیئے بلکہ اگر نجس مقام کو پانی سے پاک کرنا ممکن نہ ہو لیکن کھرچ کر یا ملکر یا پونچھ کر غرض کسی طرح مین نجاست کا وہاں سے صرف زائل کر ڈالنا ممکن ہو تو اُس کا اسطرح زائل کر ڈالنا بھی واجب ہے بلکہ اگر نجاست ایسی ہو کہ بغیر کئی مرتبہ دھوئے ہوئے پاک نہ ہو سکے اور پانی صِرف اُس قدر ہو کہ محض ایک دفعہ دُھل سکے تو احوط یہ ہے کہ ایک ہی مرتبہ اُس کو دھو لے اور اُس ایک مرتبہ دھونے کو بھی ترک نہ کرے اس لئے کہ اگرچہ ایک مرتبہ دھونے سے وہ نجس مقام پاک تو نہیں ہو جائیگا لیکن ایک مرتبہ دھو ڈالنے سے اس مقام کی نجاست بہ نسبت پہلے کے خفیف ہو جائے گی۔ ہاں اگر اس ایک مرتبہ کا دھونا کسی دوسری صورت سے احتیاط کے خلاف فعل کو مستلزم ہو تو اس صورت میں اُس کا ایک مرتبہ دھونا بھی احوط نہ ہوگا یعنی ایک مرتبہ بھی اس کو دھونا نہ چاہئے بلکہ اسی طرح نجس چھوڑ دینا چاہیئے مثلاً اُس نجس مقام کو ایک مرتبہ دھونے سے چونکہ وہ مقام پاک نہیں ہوگا لہذا وہ پانی بھی اُس نجاست کے مِلنے سے نجس ہو جائیگا اب اگر کوئی قطرہ اُس نجس پانی کا اُس نجس مقام سے گزر کر پاک مقام پر پہنچ جائے تو جو مقام پہلے سے پاک تھا وہ بھی نجس ہو جائیگا لہٰذا اُس نجس مقام کا ایک مرتبہ دھونا بھی خلاف احتیاط ہو گا جسے ترک کرنا چاہیئے۔

مسئلہ نمبر ۱۰۔ اگر کسی شخص کا بدن یا کپڑا نجس ہو اور وضو یا غسل کی بھی اُسکو ضرورت ہو لیکن اُس کے اختیار میں دونوں کیلئے پانی نہ ہو بلکہ صرف اس قدر پانی ہو جس سے محض کپڑا یا بدن پاک ہو سکے یا محض وضو یا غسل ہو سکے ایسی حالت میں اُس کو لازم ہے کہ اپنے غسل اور وضو کو ترک کرے اور اُس پانی سے اپنے نجس بدن یا کپڑے کو پاک کرے اور وضو یا غسل کے عوض میں تیمم کر لے اور اولیٰ (بہتر) یہ ہے کہ پہلے اپنے نجس بدن یا کپڑے کو اُس پانی سے پاک کرے اور اس طرح جب وہ پانی بالکل ختم ہو جائے تو اب غسل یا وضو کے بدلے میں تیمم کرلے تاکہ واضح ہو جائے کہ اُسکا تیمم ایسی حالت میں ہوا ہے جب اُس کے اختیار میں پانی بالکل نہ تھا۔

مسئلہ نمبر ۱۱۔ اگر کسی شخص نے مجبوری کی حالت میں نجاست کے ساتھ نماز پڑھی تو نماز سے فارغ ہو جانے کے بعد اگر اُس نے اپنی نجاست زائل کر کے اُس نجس مقام کو پاک

کرلیا تو اب اُس پر ادا کئے ہوئے نماز کا اعادہ کرنا واجب نہیں ہے ہاں اگر مجبوری کی حالت میں نجاست کے ساتھ نماز شروع کردی اور شروع کرنے کے بعد اُس نجس مقام کو پاک کرنے کی صورت پیدا ہوگئی (مثلاً بدن نجس تھا اور پانی نہ تھا جس سے اُسکو پاک کرتا مجبوراً اُسی حالتِ نجاست میں نماز شروع کردی لیکن نماز شروع کرنے کے بعد بارش ہونے لگی جس سے طہارت کی صورت پیدا ہوگئی) پس اگر ابھی نماز کا وقت وسیع ہے تو چاہیئے کہ اُس نماز کو توڑدے اور اپنے بدن یا جسم کی نجاست کو زائل کرکے اُسے پاک کرلے اسکے بعد پھر سے اُس نماز کو ادا کرے لیکن اس صورت میں احوط یہ ہے کہ جس نماز کو نجاست سے پڑھ رہا ہے اُسے توڑے نہیں بلکہ اُسی طرح پوری پڑھ کر تمام کرے اسکے بعد اپنے بدن یا جسم کو پاک کرکے اُس نماز کا اعادہ کرے ؛

مسئلہ نمبر ۱۲ - اگر کسی شخص نے مجبوری کی حالت میں نجس سجدہ گاہ یا نجس جگہ پر سجدہ کیا تو اُسکی نماز صحیح ہے اور نماز سے فارغ ہوجانے کے بعد اگر پاک سجدہ گاہ یا پاک جگہ پر سجدہ کرنے کی صورت پیدا ہوجائے تو اُس ادا شدہ نماز کا اعادہ کرنا واجب نہیں ہے ؛

مسئلہ نمبر ۱۳ - اگر کسی شخص نے جہالت سے یا بھولے سے نجس سجدہ گاہ یا نجس جگہ پر سجدہ کرلیا تو اُس نماز کا اعادہ کرنا اُس پر واجب نہیں ہے اگرچہ احوط[۱] یہی ہے کہ اُس نماز کا اعادہ کرے ؛

فصل اُن نجاستوں کے بیان میں جو نماز میں معاف کردی گئی ہیں

یعنی جن کے ساتھ نماز پڑھ سکتے ہیں اور انکا زائل کرنا نماز کی صحیح ہونے کی شرط نہیں ہے وُہ کئی چیزیں ہیں

اوّل وُہ خون جو زخم یا پھوڑے یا دُنبل وغیرہ سے نکلے جسکو جروح اور قروح کا خون کہتے ہیں۔ جروح سے مراد وُہ زخم ہے جو چاقو یا چھری وغیرہ سے ہو اور قروح سے

---

[۱] یہ احتیاط ترک نہ ہونی چاہئے (ابو الحسن مدظلہٗ)

مراد پھوڑے یا دنبل کا زخم ہے جب تک یہ زخم یا پھوڑے اچھے نہ ہو جائیں اُس وقت
تک اُن کے خون کیساتھ نماز پڑھنا صحیح ہے خواہ یہ خون کپڑے میں ہو یا بدن میں تھوڑا ہو
یا زیادہ۔ اُس خون کا زائل کر ڈالنا یا جس لباس میں وہ خون لگا ہے اُس لباس کا بدل
ڈالنا بغیر کسی زحمت یا مشقت کے ممکن ہو یا نہ ہو ہر حالت میں معاف ہے البتہ شرط یہ ہے
کہ اُس خون کے زائل کرنے یا اُس خون لگے ہوئے کپڑے کے بدل ڈالنے میں زحمت اور
مشقت نوعیہ ہو (ایسی مشقت ہو جسکو ہر شخص واقعی زحمت اور مشقت سمجھے اور کوئی شخص
اُس کی زحمت یا مشقت ہونے سے انکار نہ کرے نہ یہ کہ ایسی زحمت یا مشقت ہو جس کو ایک
ہی شخص کسل یا سستی کے سبب سے زحمت کہے (اور دوسرے لوگوں کو وہ کسی طرح زحمت نہ معلوم ہو
کہ اگر اُس کپڑے یا بدن کے پاک کر لینے یا اُس کپڑے کے بدل ڈالنے میں جس میں ایسا خون
لگا ہے کوئی ایسی زحمت نہ ہو جو تمام نوع انسان پر شاق اور دشوار ہو سکے تو احوط یہ ہے
کہ اُس خون لگے ہوئے کپڑے یا بدن کو پاک کر لیا جائے یا اُس کپڑے کو اُتار لیا جائے
اسکے بعد نماز پڑھی جائے اسی طرح یہ بھی شرط ہے کہ وہ زخم یا پھوڑا معتدبہ ہو یعنی بقدر
ہو کہ اس کا کوئی شمار ہو سکے اور اُس کو ثبات و قرار ہو مثلاً اُسترے سے ہاتھ کٹ
جائے اور ایسا زخم ہو جائے کہ اسکو واقعی زخم کہیں پس ایسے زخم کا خون جبتک زخم
اچھا نہ ہو البتہ معاف ہے برخلاف اسکے بالکل ہی چھوٹے زخموں کا خون معاف نہیں ہے
بلکہ اسکا پاک کرنا واجب ہے (مثلاً انگلی میں سوئی چبھ گئی جس سے خون آگیا تو اُس خون
کا پاک کرنا واجب ہوگا یا خط بنانے میں حجام سے اُسترہ گلے میں لگ گیا جس سے ذرا سا خراش
پڑ گیا اور خون نکل آیا پس چونکہ اسکو بھی ثبات و استقرار نہیں ہوتا یعنی یہ زخم کی صورت
اختیار نہیں کرتا اور نہ اس سے دیر تک اذیت رہتی ہے اور نہ خون نکلتا رہتا ہے
بلکہ استرہ لگتے وقت صرف کچھ خون نکل آتا ہے اور کچھ اذیت ہو جاتی ہے جو کہ فوراً ہی زائل
ہو جاتی ہے دیرپا نہیں ہوتی ہے۔ پس ان صورتوں کا خون زخم کا خون نہیں کہا جائیگا۔
لہذا نماز میں معاف نہیں ہوگا بلکہ قبل نماز پڑھنے کے اس قسم کا خون پاک کر لینا ضروری
ہوگا) اور جو خون (زخم یا دنبل وغیرہ کا) بھی حالت نماز میں معاف ہے اسکے بارے میں
یہ بھی واجب نہیں ہے کہ دوسری چیزوں کو (مثلاً اُس سے متصل بدن یا کپڑے وغیرہ کو)
اُس سے نجس ہونے سے بچایا جائے یعنی اُس زخم یا پھوڑے کے خون سے دوسری چیز کو

مثل اپنے دوسرے مقام کے بدن یا کپڑے کے نجس کر سکتے ہیں اور ان چیزوں کا نجس کرنا ناجائز نہ ہوگا۔ ہاں اگر وہ زخم یا پھوڑا بدن میں ایسی جگہ پر ہو جہاں کے زخم کو لوگ عام طور پر رومال و پٹی وغیرہ سے باندھ دیتے ہیں (یعنی وہاں کے زخم وغیرہ کا رومال وغیرہ سے باندھنا متعارف ہو) تو اس صورت میں اُس زخم یا پھوڑے کا رومال وغیرہ سے باندھ دینا البتہ واجب ہے یہ بھی جان لینا چاہیئے کہ زخم یا پھوڑے کا خون محض وہی معاف نہیں ہے جو خاص اُس زخم یا پھوڑے میں لگا ہو بلکہ اگر اُس زخم یا پھوڑے سے ہٹ کر یا ہٹ کر بدن کے دوسرے مقام پر پہنچ گیا ہے یعنی اُس زخم کے اوپر کے جسم تک یا نیچے کے جسم تک یا داہنے بائیں پہنچ گیا ہے یا کپڑے میں لگ گیا ہے تب بھی معاف ہے بشرطیکہ وہ خون اُس زخم یا پھوڑے سے ہٹ کر بدن یا کپڑے میں اُتنی ہی مقدار تک لگا ہے جہاں تک عام طور پر ہر شخص کے ایسے زخم یا پھوڑے سے لگ جاتا ہے پس اس امر کا اندازہ کہ کہاں تک زخم کا خون پہنچے تو معاف ہوگا . . . . اور کہاں پہنچے تو معاف نہ ہوگا۔ زخم کی حالت سے ہوگا کیونکہ اُس کی حالت کے اختلاف سے اُس کے خون کے معاف ہونے کا انداز بھی مختلف ہوتا جاتا ہے اس لئے کہ بعض زخم بڑے ہوتے ہیں جن کا خون وہاں سے دور تک پہنچ جاتا ہے اور معاف ہوتا ہے اور بعض زخم چھوٹے ہوتے ہیں جن کا خون وہاں سے قریب ہی تک پہنچکر معاف ہوتا ہے اور دور تک پہنچ جائے تو معاف نہیں ہوتا۔ اسی طرح اس امر کا اندازہ اُس جگہ کے لحاظ سے بھی بدلتا جاتا ہے جہاں وہ زخم ہوتا ہے کیونکہ بعض زخم تو ایسے مقام پر ہوتے ہیں جہاں سے خون اُسکے چاروں طرف ضرور ہی پہنچ جاتا ہے اور وہاں تک پہنچنے سے روکنا ممکن ہی نہیں ہوتا۔ یا بعض زخم ایسے مقام پر ہوتے ہیں جنکا کپڑے وغیرہ سے باندھنا ممکن نہیں ہوتا۔ پس ان کل صورتوں میں معیار وہ ہے جو اس زخم کی متعارف حالت سے قائم ہو یعنی ایسی حالت کر جو عام طور پر رائج ہو اور ہر شخص کو پیش آتی ہو۔ نہ ایسی حالت سے جو خاص ایک دو مخصوص کو پیش آئے

مسئلہ نمبر ۱۔ جس طرح زخموں کا خون نماز میں معاف ہے اسی طرح وہ پیپ یا ریم یا پانی وغیرہ بھی معاف ہے جو اُس زخم سے خون کیساتھ نکلے اور اُس خون سے ملنے کے سبب سے نجس ہو جائے اسیطرح وہ دوا یا مرہم جو اُس زخم پر لگایا جائے اور اُس زخم کے خون سے نجس ہو جائے وہ بھی معاف ہے۔ اسیطرح جو پسینہ اس زخم کے متصل بدن سے نکلے اور اُس خون کے لگنے کے سبب سے نجس ہو جائے وہ بھی معاف ہے بشرطیکہ وہ پسینہ اُسی مقام کا ہو جو عام طور پر اُس زخم سے ملا ہوا سمجھا جاتا ہے۔

ذ اس مقام کا جو عام طور پر اُس زخم کے مقام سے متصل نہیں سمجھا جاتا رہی وہ رطوبت جو خارج
سے اگر اُس زخم میں لگ گئی ہو اور اُس زخم کے خون سے نجس ہو کر زخم کے اطراف میں پہنچ جائے
پس اُسکا معاف ہونا مشکل ہے لہذا واجب ہے کہ اُس نجاست کو دھو لیا جائے اگر اس دھونے
سے کوئی حرج نہ ہوتا ہو۔

مسئلہ نمبر ۲۔ اگر کسی شخص کا ہاتھ بوجہ علاج اور معالجہ کے یعنی کسی جراح یا ڈاکٹر کا ہاتھ
زخم پر لگ گیا جس سے اُس ہاتھ میں خون لگ گیا تو یہ ہاتھ میں لگا ہوا خون معاف نہیں
ہے پس اُس نجس ہاتھ کا دھونا واجب ہے۔ اسی طرح اگر زخم ایسا ہو جس کا خون یا پیپ یا ریم
یا رطوبت وہاں سے بہتی نہیں بلکہ زخم ہی پر لگی رہتی ہے جس سے اُس زخم سے ملا ہوا بدن پاک
رہتا ہے لیکن اُس شخص نے جسکے بدن میں وہ زخم ہے اپنے ہاتھ سے اُس زخم کو چھوا یا
اپنے رومال یا کسی دوسرے کپڑے کو اُس زخم پر رکھا جس سے اسکے ہاتھ یا کپڑے میں
اُس زخم کا خون یا پیپ وغیرہ لگ گئی اور پھر اس ہاتھ یا کپڑے کو اُس زخم کی بغل کی جگہ
میں لگایا جس سے وہ بغل کی جگہ بھی نجس ہو گئی تو اب اس بغل کی جگہ کی نجاست بھی معاف
نہیں ہوگی بلکہ اُس کا پاک کرنا واجب ہوگا۔

مسئلہ نمبر ۳۔ بواسیر[لہ] کا خون بھی معاف ہے خواہ بواسیر باہر ہو یا اندر بلکہ ہر باطنی
(اندرونی) زخم یا پھوڑے کا وہ خون معاف ہے جو اُس زخم سے نکلکر جسم کے باہر آجائے۔

مسئلہ نمبر ۴۔ نکسیر کا خون معاف نہیں ہے کیونکہ نکسیر کوئی زخم نہیں ہے۔

مسئلہ نمبر ۵۔ اگرچہ زخم یا پھوڑے کا خون معاف ہے جب تک وہ زخم یا پھوڑا
اچھا نہ ہو جائے لیکن جس شخص کے بدن میں زخم یا پھوڑا ہو اُسکو مستحب ہے کہ اپنے
اُس کپڑے کو روز ایک مرتبہ دھو کر پاک کرلے جس میں اُس زخم یا پھوڑے کا خون لگا ہے۔

مسئلہ نمبر ۶۔ اگر کسی شخص کو اپنے جسم کے کسی خون کے متعلق یہ شک ہو کہ یہ
خون زخم یا پھوڑے کا ہے یا نہیں تو احوط یہ ہے کہ اُس خون کے ساتھ نماز نہ پڑھے
کیونکہ ایسا خون بنابر احتیاط معاف نہیں ہے۔

مسئلہ نمبر ۷۔ اگر بدن میں ایک جگہ بہت سے زخم یا پھوڑے ہوں پس اگر وہ سب
زخم یا پھوڑے بالکل ملے ہوئے ہوں اس طرح کہ دیکھنے میں ایک ہی معلوم ہوتے

[لہ] بواسیر اندرونی کے خون کا معاف ہونا جبکہ اسکے ظاہر کرنے میں حرج نہ ہو۔ اشکال سے خالی نہیں ہے۔ ابوالحسن مدظلہ

ہوں اور ایک ہی زخم شمار ہوتے ہوں تو صرف ایک زخم کا حکم اُن سب زخموں پر جاری ہوگا بایں معنی کہ اگر اُن زخموں سے بعض زخم اچھے ہو جائیں اور بعض باقی رہ جائیں تو جو اچھے ہو جائیں اُن کا دھونا واجب نہیں ہوگا بلکہ اُسی طرح چھوڑ دینا جائز ہوگا جب تک کہ کُل زخم اچھے ہو جائیں اُس وقت البتہ سب کا ایک ہی مرتبہ دھو کر پاک کرنا واجب ہوگا کیونکہ کُل زخم ایک ہی شمار ہوئے ہیں لیکن اگر وُہ کُل زخم ملے ہوئے نہ ہوں بلکہ دُور دُور مقام پر واقع ہوں اس طرح کہ نہ دیکھنے میں ایک ہی زخم معلوم ہوتے ہوں اور نہ ایک زخم شمار ہو سکیں تو اس صورت میں ہر زخم کا حکم علیحدہ ہوگا پس جو جو زخم اچھا ہوتا جائیگا اُس کا دھو کر پاک کرنا واجب ہوگا اور بقیہ زخموں کے اچھے ہونے تک انکا چھوڑ دینا جائز نہیں ہوگا کیونکہ جو زخم اچھے ہو گئے ہیں وُہ علیحدہ علیحدہ ہیں لہذا اب اُن کی نجاست معاف نہیں ہے۔

دُوسری وُہ نجاست جسکا پاک کرنا واجب نہیں بلکہ نماز میں معاف ہے وُہ خون ہے جو ایک درہم بغلی سے کم ہو خواہ یہ خون بدن میں ہو خواہ کپڑے میں خواہ خود اُس شخص کے بدن کا خون ہو جسکے بدن یا کپڑے میں لگا ہے خواہ دوسرے شخص یا کسی جانور کا لگ گیا ہو غرض ہر حالت میں معاف ہے بشرطیکہ وُہ خون حیض یا نفاس یا استحاضہ کا نہ ہو۔ اسی طرح یہ بھی شرط ہے کہ وُہ خون نجس العین یعنی کتّے۔ سوّر اور کافر شخص کا نہ ہو۔ اور مُردہ کا نہ ہو اور احوط بلکہ اقویٰ یہ ہے کہ وُہ خون سوائے انسان کے اور کسی ایسے جانور کا نہ ہو جسکا گوشت کھانا حلال نہیں ہے پس جو جانور غیر ماکول اللحم ہوگا اس کا خون درہم بغلی سے کم بھی نماز میں معاف نہیں ہے اور اگر بدن یا کپڑے میں یا دونوں میں خون ذرّہ ذرّہ اس طرح پھیلا ہوا اور متفرق طور پر ہو کہ کسی ایک جگہ کا خون تو درہم بغلی کے برابر نہ ہو لیکن کُل مِلکر ایک درہم بغلی کے برابر ہو تو احوط یہ ہے کہ اِس خون سے بھی نماز نہ پڑھی جائے۔ کیونکہ بنا بر احتیاط کے یہ خون بھی معاف نہیں ہے اور درہم بغلی کے برابر یا اُس سے کم ہونے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ درہم بغلی کا جو وزن ہوتا ہے اُس وزن کے برابر یا اُس سے کم خون ہو بلکہ درہم بغلی کے برابر مقدار یعنی پھیلاؤ مُراد ہے اور وُہ مقدار ہتھیلی کے گڈھے کے برابر ہے لیکن چونکہ بعض علمانے فرمایا ہے کہ درہم بغلی انگوٹھے کے اوپر کے پور کے برابر ہوتا ہے اور بعض علمانے فرمایا ہے کہ بیچ کی اُنگلی کے اوپر کے پور کے برابر ہوتا ہے اور بعض

علما نے فرمایا ہے کہ انگشت شہادت کے (اس انگلی کے جو انگوٹھے سے ملی ہوئی ہے) اوپر کے پور کے برابر ہوتا ہے۔ پس ان حضرات کے اختلاف کے سبب سے احوط یہ ہے کہ ان کل تعریفوں سے جو مقدار سب سے کم ہے (اور وہ انگشت شہادت کے اوپر کے پور کی برابر ہے) نماز میں معاف سمجھنے کے لئے صرف اسی پر اکتفا کیا جائے پس اس مقدار سے کم جو خون ہو گا وہ البتہ نماز میں معاف ہے اور جو اس مقدار کے برابر ہو وہ بنا بر احتیاط معاف نہیں ہے ؁

مسئلہ نمبر۱۔ اگر کپڑے میں ایک طرف خون لگا اور پھوٹ کر دوسری طرف سرایت کر گیا تو دونوں ایک ہی خون ہے (پس اگر ہر طرف کا خون ایک درہم بغلی سے کم ہو لیکن دونوں طرف کا اگر ملایا جائے تو ایک درہم سے زیادہ ہو جائے جب بھی وہ معاف ہے کیونکہ دوسری طرف کا خون علیحدہ کوئی چیز نہیں ہے) اور دار و مدار خون کی مقدار کی تحقیق کا اس طرف ہے کہ جس طرف خون کا نشان زیادہ ہے جس طرف خون کا نشان زیادہ ہو اسی طرف کو دیکھکر معافی یا عدم معافی کا حکم لگایا جائے گا۔ پس اگر کسی کپڑے میں خون لگا اور دوسری طرف سرایت کر گیا لیکن جس طرف لگا ہے اس طرف تو ایک درہم بغلی کے برابر مقدار ہے اور جس طرف سرایت کیا ہے اس طرف ایک درہم بغلی سے کم مقدار ہے تو یہ خون معاف نہیں ہے ہاں اگر کپڑے جسم میں متعدد ہیں (مثلاً کوئی شخص نیچے بنیان پہنے ہوئے ہے اس کے اوپر کرتہ اور اسکے اوپر اچکن) یا کوئی ایک ہی کپڑا کئی تہ کا ہے (مثلاً کپڑے میں استر بھی ہو اور اسکے اوپر کوٹ بھی) اور اوپر کے کپڑے پر یا متعدد تہ والی کپڑے میں اوپر کی تہ پر خون گرا اور جذب ہو کر نیچے کے کپڑے میں یا دوسری تہ میں لگ گیا تو ظاہر ہے کہ یہ خون (یعنی دونوں خون جو اوپر کے کپڑے یا تہ میں لگا ہے وہ بھی اور جو نیچے کے کپڑے یا تہ میں لگا ہے وہ بھی) ایک خون نہ سمجھا جائیگا بلکہ متعدد سمجھا جائیگا اگرچہ کپڑے کی یہ تہیں علیحدہ علیحدہ کپڑوں کی نہ ہوں بلکہ ایک ہی کپڑے کی ہوں کہ ایک بطانت (تہ رو) ہو اور دوسری تہ ظہارت (استر) ہو۔ پس جس طرح کئی تہوں کے کپڑوں پر علیحدہ علیحدہ سے خون لگنے اور ہر تہ کے خون کے ایک درہم بغلی سے کم لیکن کل تہوں کی مجموع خون کے ایک درہم بغلی کے برابر ہونے سے اس کئی تہ والے کپڑے میں نماز پڑھنا صحیح نہیں ہے۔ اسی طرح یہی حکم اس کپڑے کا بھی ہے جو ایک ہی فرد ہو لیکن اس کی دونوں

؎ یہ اشکال سے خالی نہیں ہے بالخصوص جبکہ کپڑا غلیظ و دبیز ہو (ابوالحسن اصفہانی)

زخم میں علیحدٰہ علیحدٰہ سے اِتنا خون لگ گیا ہو کہ دونوں کا مجموعہ فرض کرنے سے ایک درہم بغلی کے برابر ہو جاتا ہو ۔

مسئلہ نمبر ۲۔ کسی بدن یا کپڑے میں ایک درہم بغلی سے کم خون لگے اور خارج سے کوئی رطوبت مثل پانی وغیرہ کے اُس میں لگ جائے جس کے ملجانے سے اب اُس خون اور اُس رطوبت کا مجموعہ ایک درہم بغلی کے برابر یا اُس سے زیادہ ہو جائے تو خون رطوبت کا یہ مجموعہ نماز میں بلا اشکال معاف نہیں ہے لیکن اگر خون اور رطوبت کا مجموعہ بھی ایک درہم بغلی سے کم ہی رہا پس اگر اُس رطوبت سے اُس جگہ کا کوئی حصہ نجس نہ ہو جہاں خون لگا ہے اس طرح کہ وُہ رطوبت اُس خون ہی پر لگی اور ٹھہری رہے اور وہاں سے ہٹ کر بدن یا کپڑے کے پاک حصہ میں نہ لگے تو ظاہر یہ ہے کہ اس رطوبت کے لگنے پر بھی وہ خون معاف ہی رہیگا اور اگر اسکے خلاف صورت ہو یعنی رطوبت اُس خون سے بہ کر یا ہٹ کر بدن یا کپڑے میں لگ جائے مگر پھر بھی مجموعہ (خون اور وہاں سے ہٹی ہوئی رطوبت کا) ایک درہم سے کم ہی رہے تو اسکے معاف ہونے میں اشکال ہے اور احوط یہ ہی کہ اس کو معاف نہ سمجھا جائے بلکہ پاک کر لیا جائے ۔

مسئلہ نمبر ۳۔ اگر کسی شخص کو بدن یا کپڑے میں لگے ہوئے خون کے متعلق یہ یقین ہو کہ یہ خون ایک درہم بغلی سے کم ہے لیکن اس میں شک ہو کہ یہ خون مستثنےٰ ہے یا نہیں (یعنی یہ نہ معلوم ہو کہ یہ خون حیض کا یا نفاس کا یا استحاضہ کا یا نجس العین کا یا مُردہ کا مثلاً ہے یا نہیں) تو اس صورت میں اُس خون کو مستثنےٰ نہ سمجھے بلکہ غیر مستثنےٰ خون (مثلاً آدمی کے ہاتھ یا بکری کے ذبح کا خون) سمجھ کر معاف جانے۔ لیکن اگر کسی خون کے بارے میں یہی شک ہو کہ یہ درہم بغلی سے کم ہے یا اُس کے برابر تو اس صورت میں احوط یہ ہے کہ اُس کو معاف نہ سمجھے اور اُس کے ساتھ نماز نہ پڑھے مگر یہ کہ اس خون کے پہلے کی حالت یقینی طور پر معلوم ہو کہ اُس وقت ایک درہم بغلی سے کم تھا اور اب اُس مقدار پر باقی رہنے میں شک ہو کہ اُس صورت میں بھی اس کو معاف سمجھ سکتا ہے اور اس خون کے ساتھ نماز صحیح ہو گی ۔

مسئلہ نمبر ۴۔ جو چیز خون سے متنجس ہو جائے اُس کا وُہ حکم نہ ہو گا جو خون کا ہے کہ درہم بغلی سے کم ہے تو معاف ہے ورنہ نہیں ۔

مسئلہ نمبر ۵۔ اگر کسی کے بدن یا کپڑے میں ایک درہم بغلی سے کم خون لگا ہو اور وہ

شخص اُس خون کو کھرچ کر یا رگڑ کر زائل کر دے تو ظاہر یہ ہے کہ اب بھی اُس خون کے معاف ہونے کا حکم باقی رہیگا۔

مسئلہ نمبر ۶۔ اگر کسی بدن یا کپڑے میں پہلے سے ایک درہم بغلی سے کم خون لگا ہوا اور اُسی خون پر دوسرا خون ایک درہم بغلی سے کم اس طرح گر جائے کہ یہ دوسرا خون پہلے خون پر سے گذر کر بدن پر نہ آجائے یا بدن پر آجائے لیکن دونوں خون مل کر بھی ایک درہم بغلی سے وسعت میں کم ہی رہے تو یہ دونوں خون بھی معاف ہیں اور ان سے نماز پڑھنا صحیح ہے کیونکہ وسعت میں تو فرق نہیں ہوا اور معیار یہی ہے کہ جو خون وسعت میں درہم بغلی سے کم ہو وہ معاف ہے۔

مسئلہ نمبر ۷۔ اگر خوب گاڑھا خون ایک جگہ اس طرح جمع ہو جائے کہ اُس کی وسعت ایک درہم بغلی سے کم ہو لیکن وہ خون فی نفسہ ایسا ہو کہ معلوم ہو کہ اگر پتلا ہوتا تو ایک درہم بغلی کے برابر یا اس سے بھی زیادہ اُس کی وسعت ہو جاتی ہو جب بھی کوئی مضائقہ نہیں ہے اور وہ خون نماز میں معاف ہے۔

مسئلہ نمبر ۸۔ کسی بدن یا کپڑے میں ایک درہم بغلی سے کم خون لگا ہوا اور اُس خون ہی کے اُوپر کوئی دوسری نجاست (مثلاً پیشاب کا کوئی قطرہ) اس طرح گر جائے کہ اُس خون سے ہٹے نہیں یعنی اُس خون ہی پر ٹھہر جائے اور اُس پر سے بہ کر بدن یا کپڑے میں نہ لگ جائے تو اس صورت میں بھی وہ خون معاف رہے گا یا نہیں اس مسئلہ میں اشکال ہے پس احتیاط کو ترک نہ کرنا چاہئے یعنی احوط یہ ہے کہ اُس دوسری نجاست کے لگ جانے کے سبب سے اس خون کو بھی نجس سمجھا جائے اور اس میں نماز نہ پڑھے۔

تیسری وہ چیز ہے جس کا پاک کرنا واجب نہیں بلکہ نماز میں معاف ہے۔ پہننے کی وہ نجس چیز ہے جو اس قدر چھوٹی ہو کہ اُس سے عورتین کا ستر نہ ہو سکے یعنی پیشاب اور پاخانہ کا مقام اُس کپڑے سے نہ چھپ سکے جیسے ٹوپی یا جراب یا موزہ یا کمربند یا ازار بند یا کفش یا جوتہ یا سلیپر یا انگوٹھی یا خلخال یا اسی قسم کی دوسری بہت ہی چھوٹی یا پتلی چیزیں جن میں اس امر کی قابلیت ہی نہ ہو کہ اس سے عورتین کا ستر ہو سکے پس ایسی چیزوں میں اگر کوئی نجاست لگ جائے جب بھی اُن سے نماز پڑھنا صحیح ہے بشرطیکہ یہ چیزیں مردہ جانور یا ایسے جانور کی اجزا کی بنی ہوئی نہ ہوں جو نجس العین ہیں (کافر یا سور یا کتے کے کسی جزو بدن کی بنی ہوئی نہ ہوں) اور معیار غیر ساتر (نہ چھپانے والی) چیز کا یہ ہے کہ وہ چیز خود اس قابل

نہ ہو کہ اُس سے سترِ عورتین ہو سکے (خواہ وہ چیز عورتین کے پاس نہ بھی ہو جیسے ٹوپی سر پر پہنی جاتی ہے یہ نجس ہوگی تو اس میں نماز صحیح رہیگی) اگرچہ کسی دوسری چیز کے ساتھ ملکر ساتر ہو جائے۔ پس اگر کوئی شخص اپنے ایسے رومال کو سر میں باندھ لے یا کاندھے پر اوڑھ لے جو تنہا تو سترِ عورتین نہیں کر سکتا لیکن وہ رومال اتنا بڑا ہے کہ اگر اس میں کوئی دوسری چیز مثل رسّی یا ڈوری وغیرہ کی باندھیں یا اُس رومال کو پھاڑ کر لانبا ٹکڑہ کر لیں تو اس رومال میں سترِ عورتین کی صلاحیت پیدا ہو جائے تب بھی ایسے رومال کی نجاست معاف ہے اور ایسے نجس رومال کیساتھ نماز پڑھنا صحیح ہے کیونکہ اس رومال میں تنہا اور اسی موجودہ حالت میں تو عورتین کے چھپانے کی قابلیت نہیں ہے ہاں لپٹا ہوا عمامہ جسکی حالت یہ ہو کہ اگر کھولدیا جائے تو اُس سے سترِ عورتین ہو سکے اگر نجس ہوگا تو اُس کے ساتھ نماز صحیح نہیں ہوگی کیونکہ اسکی نجاست معاف نہیں ہے اس لئے کہ اس میں خود عورتین کے چھپانے کی قابلیت موجود ہے ہاں اگر ایسے عمامہ کو لپیٹ کر اس طرح سی دیں کہ اسکے پیچ بندھ جائیں اور اب بڑی ٹوپی کی مثل ہو جائے تو اسکی نجاست بھی معاف ہے کیونکہ اب عمامہ کے حکم سے خارج ہو کر ٹوپی کے حکم میں آگیا۔

چوتھی وہ چیز جس کی نجاست نماز میں معاف ہے وہ متنجس چیز ہے جسکو نماز پڑھنے والا اپنے پاس اُٹھائے ہو یعنی پہنے ہوئے نہ ہو بلکہ اپنے پاس رکھتا ہو بشرطیکہ وہ چیز اتنی بڑی نہ ہو جس میں نماز تمام ہو سکے یعنی جس سے عورتین چھپ سکیں مثلاً نماز پڑھنے والے کی جیب میں نجس چاقو یا روپیہ یا پیسہ یا گھڑی ہو یا ہاتھ میں نجس انگوٹھی یا کوئی دوسرا زیور ہو لیکن اگر کسی ایسی متنجس چیز کو اپنے پاس رکھے جس میں نماز تمام ہو سکے یعنی اُس سے عورتین چھپ سکتے ہوں مثلاً کسی نجس کرتے کو لپیٹ کر اپنی جیب میں رکھ لے تو اُسکے معاف ہونے میں اشکال ہے اور احوط یہ ہے کہ حالت نماز میں اپنے پاس ایسا کپڑا رکھنے سے بھی پرہیز کرے۔ اسی طرح یہ بھی احوط ہے کہ نماز پڑھنے والا حالتِ نماز میں نجس چیزوں کو مثل مُردار یا خون یا سور یا کتے کے بال وغیرہ کے اپنے پاس نہ رکھے کیونکہ یہ احتیاط کے خلاف ہے بنابر احتیاط نماز صحیح نہ ہوگی۔

مسئلہ نمبر ۱۔ وہ نجس ڈوری یا تاگہ جس سے زخم سیا گیا ہو یعنی جس سے زخم میں ٹانکا لگا دیا گیا ہو نماز میں معاف ہے برخلاف اس کے کہ جس نجس تاگہ یا ڈوری سے کپڑا

سیا گیا ہو یا گھنڈی یا تکمہ یا فیتہ بنایا گیا ہو اور کپڑے میں لگایا گیا ہو اسکی نجاست معاف نہیں ہے کیونکہ یہ چیزیں لباس کی جزو ہیں لہٰذا ان کی طہارت واجب ہے برخلاف زخم کے تاگہ یا ڈوری کے کہ وہ لباس کا کوئی جزو نہیں ہے ⁂

پانچویں وہ نجاست جو نماز میں معاف ہے اُس عورت کے کپڑے کی نجاست ہے جو کسی بچہ کی مربیہ ہو یعنی اُسکو کھلاتی یا پرورش کرتی یا دودھ پلاتی ہو خواہ یہ عورت اس بچہ کی ماں ہو یا دایہ خواہ مفت پرورش کرتی ہو یا ملازمہ ہو۔ بچہ بھی خواہ لڑکا ہو خواہ لڑکی۔ اگرچہ احوط مستحب یہ ہے کہ معافی کا حکم لڑکی کی رکھنے والی یا دایہ یا کھلائی کیساتھ یہ حکم مخصوص ہے لیکن شرط یہ ہے کہ وہ عورت اُس کپڑے کو ہر روز ایکمرتبہ کسی وقت دھولے بلا تعیین وقت جس وقت چاہے ایک مرتبہ روزانہ دھولے اگرچہ بہتر یہ ہے کہ شام کے وقت غروب آفتاب کے قبل اُس کپڑے کو دھو کر پاک کرے اور اُسی پاک کئے ہوئے کپڑے سے ظہر و عصر اور مغرب و عشا کی نماز پڑھ لے تاکہ اسکو کم از کم چار وقت کی نماز پاک کپڑے میں پڑھنے کا موقع ملے یا ایسے کپڑے میں پڑھنے کا موقع ملجائے جس میں نجاست خفیف ہے پس اگر وہ عورت اپنے کپڑے کو دن بھر میں ایک مرتبہ بھی دھو کر پاک نہ کریگی اور اسی نجس کپڑے میں نماز پڑھتی رہیگی تو اس کی وہ کل نمازیں جو اس نجس کپڑے میں پڑھی گئیں باطل ہوں گی۔ اسی طرح یہ بھی شرط ہے کہ اس عورت کے پاس سوائے اُس ایک کپڑے کے دوسرا کوئی کپڑا نہ ہو اور اگر ایک کے سوا کپڑا ہو۔ ایک یا دو ان سب کی ضرورت پہننے کی ہو اور روزانہ سب نجس ہو جاتے ہوں تو ان سب کو روزانہ ایک مرتبہ طاہر کر لینا بطریق مذکور نماز کیلئے کافی ہوگا اگر اسکے خلاف کریگی تو نماز باطل ہوگی اور اس مسئلہ میں ان دونوں حالتوں میں بھی کوئی فرق نہیں ہے کہ وہ عورت دوسرا کپڑا خرید کر یا کرایہ پر لیکر یا عاریت کے طور حاصل کر سکتی ہے یا نہیں کیونکہ اگر اسکے اختیار میں دوسرا کپڑا کسی صورت سے حاصل کرنا ہو بھی تب بھی اُسکی نماز اُسی نجس کپڑے میں صحیح ہے اگرچہ احوط مستحب یہی ہے کہ اگر اختیار میں ہو تو دوسرا پاک کپڑا حاصل کر لے اور اُس نجس کپڑے میں نماز نہ پڑھے ⁂

مسئلہ نمبر ۱۔ جس طرح بچہ کی پرورش کرنیوالی عورت کی نماز اُسی نجس کپڑے میں صحیح ہے جس میں اُس لڑکے کا پیشاب لگا ہے اُسی طرح اگر لڑکے کا پیشاب عورت کے بدن میں بھی لگ جائے تو اپنے بدن کی اُس نجاست سے بھی وہ عورت نماز پڑھ سکتی ہے یا

نہیں اور لڑکے کے پیشاب کی نجاست اس عورت کے بدن میں معاف ہے یا نہیں اس مسئلہ میں اشکال ہے اگرچہ بدن کی نجاست کا معاف ہونا بھی بے وجہ نہیں معلوم ہوتا ۔

مسئلہ نمبر ۲۔ اگر بجائے عورت کے مرد کسی بچہ کی پرورش کرتا ہو اور اس کے پاس بھی سوائے ایک کپڑے کے دوسرا کپڑا نہ ہو تو آیا نجاست (بچہ کا پیشاب) اس کے کپڑے سے معاف ہے یا نہیں اس حکم میں بھی اشکال ہے ۔ اسی طرح کسی شخص کو پیشاب کا مرض ہو کہ اس کے قطرے برابر نکلتے رہتے ہوں اور کسی وقت موقوف نہ ہوتے ہوں جس سے اسکا کپڑا پاک نہ رہ سکتا ہو تو آیا اسکی نجاست معاف ہے یا نہیں اس حکم میں بھی اشکال ہے

چھٹی وہ چیز جو نماز میں معاف ہے ہر وہ نجاست ہے جس میں آدمی مضطر اور مجبور ہو یعنی جس نجاست کے دور کرنے پر نماز پڑھنے والا قادر نہ ہو وہ معاف ہے اور اسی حالت سے وہ شخص نماز پڑھ سکتا ہے خواہ وہ نجاست بدن میں ہو خواہ کپڑے میں ۔

فصل مطہرات یعنی وہ چیزیں جو نجس چیزوں کو پاک کر دیتی ہیں

یہ کئی چیزیں ہیں

اوّل پانی اور یہ ہر پاک کرنیوالی چیز سے بہتر اور افضل ہے بلکہ عمدہ مطہرات ہی کیونکہ اسکے علاوہ جتنی پاک کرنیوالی چیزیں ہیں وہ خاص خاص چیزوں ہی کو پاک کرتی ہیں ان مخصوص چیزوں کے سوا اور کسی چیز کو پاک نہیں کر سکتیں بخلاف پانی کے کہ یہ ہر متنجس چیز کا پاک کرنیوالا ہے یہانتک کہ نجس آب مضاف کو بھی استہلاک سے پاک کر دیتا ہے بلکہ نجس چیزوں کو بھی پاک کر دیتا ہے جیسے مسلمان آدمی کا مردہ کہ روح نکلنے کے بعد وہ نجس ہو جاتا ہے لیکن تینوں غسل میت دینے کے بعد وہ پاک ہو جاتا ہے ۔

ہر متنجس چیز کے پانی سے پاک ہونے کی کئی شرطیں ہیں ۔ بعض شرطیں تو ہر پانی سے

لے اسی طرح علاوہ ادر پیشاب کے اور نجاست کا (مثلاً پاخانہ سے نجس شدہ کپڑے کا معاف ہونا اور بدون دھو کے اس میں نماز کا صحیح ہونا) اشکال سے خالی نہیں ہو پس ان دو نوع حالتوں میں احتیاط ترک نہ ہونی چاہئے (ابو الحسن عفی عنہ)

پاک ہونیوالی چیزوں کیلئے ہیں خواہ وہ پانی کثیر ہو یا قلیل اور بعض شرطیں صرف انہی چیزوں کے لئے ہیں جو آب قلیل سے پاک کی جائیں پس وہ شرطیں جو ہر پانی سے پاک ہونیوالی چیزوں کیلئے ہیں یہ ہیں:-

(الف) پہلے اس متنجس چیز کا عین نجاست اور اس کا اثر زائل ہو جائے اور اثر زائل ہونے کا مطلب یہ ہے کہ نجاست کے جو چھوٹے چھوٹے ذرہ بعض اوقات متنجس چیز کے نجاست لگنے کی جگہ میں رہ جاتی ہیں اور بغیر ہاتھ وغیرہ سے ملے زائل نہیں ہوتے وہ بھی زائل ہو جائیں پس نجاست کے اثر سے اس کا رنگ یا مزہ یا بو مراد نہیں ہے ٭

(ب) متنجس چیز کے دھوتے وقت پانی متغیر[1] نہ ہو جائے یعنی متنجس چیز کی طہارت میں پانی کا رنگ یا بو یا مزہ نہ بدل جائے کیونکہ اگر پانی کے استعمال کرتے وقت اس میں تغیر پیدا ہو جائیگا تو وہ متنجس چیز اس پانی سے پاک نہ ہو سکیگی ٭

(ج) جس چیز سے متنجس چیز پاک کی جائے وہ پہلے سے پاک ہو اگرچہ بحسب ظاہر شرع پاک ہو ٭

(د) اس چیز کے پاک ہوتے وقت وہ پانی آب مطلق ہی رہے یعنی حالت استعمال میں وہ پانی مضاف نہ ہو جائے کیونکہ اگر مضاف ہو جائے گا تو وہ پاک نہ کر سکیگا ٭

اور وہ شرطیں کہ جو صرف انہی چیزوں کیلئے ہیں جو آب قلیل سے پاک کی جائیں حسب ذیل ہیں:-

(الف) بعض متنجس چیزوں کا کئی مرتبہ دھو کر پاک کرنا جیسے وہ چیز جو پیشاب لگنے سے نجس ہو جائے کہ وہ بغیر دو مرتبہ دھو کر پاک کئے ہوئے پاک نہیں ہو سکتی یا ظروف (برتن) کہ انکا پاک ہونا بدون تین مرتبہ دھوئے ممکن نہیں ہے۔

(ب) خاک مل کر دھونا جیسے وہ برتن جس میں کتے نے پانی پیا ہو یا تر چیز کھائی ہو کہ اس کو مٹی سے ملکر دھونا واجب ہے ٭

(ج) متنجس چیز کا پانی سے دھونے کے بعد نچوڑنا جیسے کپڑا یا فرش یا اسی قسم کی دوسری چیزوں کا دھو کر نچوڑنا جو نچوڑی جا سکیں ٭

(د) آب قلیل کا متنجس چیز پر گرنا یعنی متنجس چیز کو نیچے رکھکر اوپر سے اس پر پانی گرایا جائے تو وہ چیز پاک ہو جائے گی اور اگر اس کے برعکس کیا گیا مثلاً طشت کے پانی میں یا لوٹہ میں لگن

[1] نجاست کی وجہ سے تغیر نہ ہو (ابوالحسن مدظلہ)

میں پانی بھر کر اور اوپر سے متنجس چیز کو ڈال کر دھویا گیا یا غوطہ دیا گیا تو احوط یہ ہو کہ وہ نجس چیز پاک نہ ہوگی ۔

مسئلہ نمبر ۱ - متنجس چیز کے پانی سے دھل کر پاک ہو جانے کا مدار عین نجاست کا اُس چیز سے زائل ہو جانا ہے نہ اُس نجاست کے اوصاف کا زائل ہونا ۔ پس اگر کسی متنجس چیز کو پانی سے دھویا اور معلوم ہو کہ اُس سے عین نجاست زائل ہو گئی ہے تو وہ چیز پاک ہو گئی اگرچہ اُس نجاست کا رنگ یا بو اُس چیز میں باقی رہ گئی ہو ۔ ہاں اگر نجاست کے رنگ یا بو کے باقی رہنے سے یہ امر معلوم ہو جائے کہ ابھی نجاست کے چھوٹے ذرے اس میں باقی رہ گئے ہیں یا معلوم نہ ہو بلکہ نجاست کے باقی رہ جانے کا صرف شک ہو تو اُن دونوں حالتوں میں اُس چیز کے طاہر ہو جانے کا حکم نہیں کیا جائیگا بلکہ وہ چیز نجس ہی رہیگی ۔

مسئلہ نمبر ۲ - متنجس چیز کے پانی سے پاک کرنے کیلئے شرط ہے کہ وہ پانی استعمال سے قبل پاک ہو اگرچہ اُس متنجس چیز کے پاک کرتے وقت وہ پانی نجس ہو جائے کیونکہ پاک کرنے کی حالت میں پانی کا نجس ہو جانا طہارت میں مضایقہ نہیں رکھتا ۔ رہا پانی کا مطلق ہونا ۔ پس اُسکے متعلق البتہ شرط ہے کہ پاک کرنے کے قبل بھی اور پاک کرنے کی حالت میں بھی پانی مطلق ہی رہے اور نہ قبل سے مضاف ہو ۔ نہ حالت استعمال میں مضاف ہو جائے اس لئے کہ اگر متنجس چیز سے ملتے وقت آب مطلق آب مضاف ہو گیا تو وہ چیز پاک نہیں ہوگی اس کو مثال میں یوں سمجھنا چاہئے کہ رنگین کپڑا اگر نجس ہو جائے اور اُسکو آب قلیل سے پاک کریں تو شرط ہے کہ پانی کے کپڑے پر گرتے وقت کپڑے کا رنگ اس پانی میں نہ آنے پائے بلکہ اگر نچوڑتے وقت اُس سے رنگین پانی گرنے لگا تب بھی وہ کپڑا پاک نہ ہوگا ۔ غرض جس وقت تک اُس کپڑے سے رنگین پانی نکلتا رہیگا ۔ وہ کپڑا نجس ہی رہیگا ۔ اور پاک نہیں ہو سکتا اور اگر اُس کپڑے سے پانی میں اتنا کم رنگ آجائے جس کے سبب سے پانی مضاف نہ ہو جائے تو اس صورت میں اُس رنگ کے آجانے سے کوئی حرج نہ ہوگا بلکہ کپڑا پاک ہو جائیگا یہ حکم تو اُس صورت کا تھا جب نجس رنگین کپڑا آب قلیل سے پاک کرنا چاہیں اور اگر آب کثیر (دریا یا حوض یا تالاب وغیرہ) سے پاک کرنا چاہیں تو اس وقت محض اسی قدر ضروری ہوگا کہ پانی اُس کپڑے کی کل حصوں میں نفوذ کر جائے بشرطیکہ نفوذ کرتے وقت وہ پانی آب مطلق رہے مضاف نہ ہو اگرچہ کپڑے کو پانی سے نکال لینے کے بعد اور نچوڑتے وقت آب مضاف یعنی رنگین پانی اُس کپڑے سے گرے ۔ پاک ہونے میں اس سے کوئی حرج واقع نہ ہوگا کپڑا پاک ہو جائیگا بلکہ وہ

رنگین پانی بھی پاک سمجھا جائیگا لیکن اگر اُس کپڑے کا رنگ ایسا کچا ہو کہ پانی اُس کپڑے سے ملتے ہی رنگین ہو کر مضاف ہو جاتا ہے اس طرح کہ پانی رنگین ہونے سے قبل اُس کپڑے میں جذب نہیں ہوتا بلکہ مضاف ہو کر نفوذ کرتا ہے لہذا یہ کپڑا جس وقت تک اس حالت میں رہیگا کسی طرح پاک ہو ہی نہیں سکتا خواہ آب قلیل سے پاک کیا جائے یا آب کثیر میں غوطہ دیا جائے اور ظاہر یہ ہے کہ جو صورت اور مسئلہ پانی کے رنگین ہو کر مضاف ہو جانے کا بیان کیا گیا ہے وہی شرط پانی کے متغیر نہ ہونے میں بھی ہے پس اگر کوئی کپڑا ایسی نجاست سے متنجس ہوگیا جو اس قدر بدبودار ہے کہ پانی جب اُس سے ملتا ہے بدبودار ہو کر متغیر ہو جاتا ہے اور غیر متغیر پانی اُس میں نفوذ کرتا ہی نہیں تو جس وقت تک اُس کپڑے کی نجاست کی یہ حالت رہے گی اُس وقت تک وہ کپڑا بھی پاک نہ ہو سکیگا۔ پس چاہیے کہ پہلے اُس کی بو زائل کردی جائے اُس کے بعد طاہر کیا جائے۔ یہ بھی یاد رکھنے کی بات ہے کہ ایسی بدبودار نجاست کے زائل کرنے میں جتنی مرتبہ کپڑا یا بدن وغیرہ دھویا جائیگا اس کا حساب نہیں کیا جائیگا یعنی جن چیزوں کو پاک کرنے کے لئے کئی مرتبہ دھونا یا غوطہ دینا ضروری ہے اُن میں نجاست زائل کرنے کے غوطے شمار نہیں کئے جائیں گے بلکہ نجاست کو زائل کر ڈالنے کے بعد پھر اُتنی ہی مرتبہ طہارت کیلئے دھونا یا پاک کرنا ضروری ہوگا جتنی مرتبہ اُن چیزوں کے پاک ہونے کیلئے شرع میں مقرر کیا گیا ہے۔

مسئلہ نمبر ۳۔ پیشاب یا پاخانہ کے مقام سے نجاست زائل کرنے کے بعد جو پانی اُس پر اُس کے پاک کرنے کیلئے گرایا جائے جس کو استنجا کا پانی کہتے ہیں اِس کے متعلق اقویٰ یہ ہے کہ اُس آب استنجا سے دوسری نجس چیزوں کا پاک کرنا جائز نہ ہے اسیطرح اسکے سوا اور نجاست کے غسالہ سے طہارت کرنا جائز نہ ہے اِن کے نزدیک کہ جو غسالہ کی طہارت اور پاکی کے قائل ہیں لیکن ہمارا مذہب اور فتویٰ تو یہ ہے کہ احتیاطاً اُس غسالہ سے اجتناب اور پرہیز کرنا واجب[1] ہے پس اس بنا پر غسالہ کا استعمال جائز نہ ہوگا اور دیگر نجاستوں کے غسالے کسی کو پاک نہیں کرینگے۔

مسئلہ نمبر ۴۔ آدمی کا پیشاب بدن یا کپڑے میں لگ جائے تو اُس کو آبِ قلیل (کُر سے کم پانی) سے پاک کرنے کیلئے واجب ہے کہ دو مرتبہ اُس پیشاب لگنے کی جگہ کو دھویا جائے

[1] اس کے متعلق جو ہمارا مذہب اور حکم تھا پہلے ہم ظاہر کرچکے (ابوالحسن مدظلہ)

بشرطیکہ وہ آدمی شیر خوار بچہ نہ ہو۔ شیر خوار بھی ایسا جو غذا نہ کھاتا ہو کیونکہ ایسے شیر خوار بچہ کے پیشاب کی نجاست زائل کرنے کے لئے محض پانی کا ایک مرتبہ محل نجاست پر بہا دینا کافی ہے اگرچہ احوط مستحبی یہی ہے کہ دو مرتبہ پانی بہا دیا جائے یہ دونوں حکم تو پیشاب کی نجاست کے ساتھ مخصوص ہیں اس کے علاوہ جس قدر نجاستیں ہیں سوائے کتے کے چاٹنے کے ان کے بارہ میں اقویٰ یہ ہے کہ اُن سے لگ کر جو چیز متنجس ہو جائے اُسکو عین نجاست زائل کرنے کے بعد ایک مرتبہ دھو ڈالنا کافی ہوگا لیکن اس ایک مرتبہ دھونے میں ہی اُس کی عین نجاست کا زائل کرنا بھی نہ ہو بلکہ چاہئے کہ پہلے اُس سے عین نجاست زائل کرلی جائے خواہ اُس کے لئے کتنی ہی مرتبہ اُس کو دھونا پڑے اور جب عین نجاست زائل ہو جائے اُس کے بعد پاک کرنا چاہئے۔ ہاں اگر صورت ایسی ہو کہ نجاست لگی ہوئی چیز پر پانی گرانا شروع کریں اور مستمراً (برابر) گراتے جائیں کہ اسی حالت میں وہ نجاست بھی زائل ہو جائے اور اس کے بعد بھی اُس پر پانی گرتا رہے تو اگرچہ بظاہر اُس متنجس چیز پر پانی ایک ہی مرتبہ گرا ہے لیکن چونکہ مستمراً اس طرح گرا ہے کہ نجاست بھی زائل ہو گئی اور بعد اس کے طہارت کا پانی بھی پہنچ گیا لہٰذا وہ چیز پاک ہو جائے گی لیکن احوط مستحبی یہ ہے کہ پیشاب کے علاوہ جتنی نجاستیں ہیں ان کو بھی دو مرتبہ دھویا جائے بلکہ ان کل چیزوں کا دو مرتبہ دھونا بھی عین نجاست کے زائل کرنے کے بعد ہو۔

مسئلہ نمبر ۵۔ ظروف (برتن) مثل رکابی پیالے وغیرہ کے کتے کے چاٹنے کے سوا اور کسی صورت سے نجس ہو جائیں تو اُن کو تین مرتبہ آب قلیل سے دھو کر پاک کرنا واجب ہے اور اگر کتے کے چاٹنے یا پانی پینے سے کوئی برتن نجس ہوا ہے تو چاہئے کہ پہلے اُس کو ایک مرتبہ مٹی سے ملیں اُس کے بعد دو مرتبہ پانی سے دھوئیں یہ تو جائز طریقہ کی صورت ہے اور بہتر صورت یہ ہے کہ ایسے نجس برتن کو پہلے سوکھی مٹی سے ملیں اُس کے بعد اُس برتن میں تھوڑا سا پانی ڈال کر مٹی سے ملیں اس کے بعد دو مرتبہ پانی سے دھوئیں اگرچہ اقویٰ یہی ہے کہ پہلی صورت (یعنی صرف خشک مٹی سے مَلکر دو مرتبہ پانی سے دھونا) ہی کافی ہے اور دوسری صورت (پہلے سوکھی مٹی سے مَلنا بعدہٗ گیلی مٹی سے مَلنا اس کے بعد دو مرتبہ پانی سے دھونا) بھی کفایت کر سکتی ہے لیکن یہ واضح رہے کہ کتے کے چاٹے ہوئے برتن کو مٹی ہی سے ملنا واجب ہے پس اگر اس کے عوض راکھ یا صابن یا بیسن یا چونے وغیرہ سے مَل کر دھویا جائے گا تو پاک نہیں ہوگا ہاں اگر بجائے مٹی کے بالو سے مَلکر دو مرتبہ دھوئیں تو اُس سے بھی ہو جائے گا یعنی بجائے مٹی

کے باؤل مل سکتے ہیں۔ رہا مٹی سے ملنا۔ پس مٹی عام ہے خواہ کسی قسم کی ہو (یعنی خواہ سیاہ
رنگ کی مٹی ہو یا سرخ رنگ کی یا سفید رنگ کی۔ گل ارمنی ہو یا گل شور۔ اسی طرح جتنی قسمیں
مٹی کی ہوتی ہیں) سب کو مل سکتے ہیں اور بعد ملنے کے برتن پاک ہوجائے گا اس کو بھی سمجھ لینا
چاہئے کہ ولوغ (کتے کے چاٹنے) سے مراد یہ ہے کہ کتا اپنی زبان کے کنارے سے کسی برتن
میں پانی پئے یا دوسری تر چیز کو پئے یا کھائے اور اگر یہ کچھ بھی نہ ہو بلکہ صرف اس خالی برتن کو
چاٹ لے تو اقویٰ یہ ہے کہ اس پر بھی ولوغ کا حکم جاری کیا جائے اس کی طہارت بھی اسی
طرح کی جائے جس طرح کھانے یا پینے کی صورت میں کی جاتی ہے اگر کتے کا لعاب دہن برتن میں
گر جائے تو اب اس برتن پر ولوغ کا حکم نہیں جاری کیا جائے گا۔ اگرچہ احوط[۱] (مستحب) یہی ہے
کہ اس صورت میں بھی ولوغ کا حکم اس پر جاری کیا جائے بلکہ احوط یہاں تک ہے کہ
کتے سے برتن کسی طرح بھی چھو جائے یعنی اگر زبان سے کتا برتن کو نہ چاٹے بلکہ اس کی کسی
جزو بدن سے برتن مس ہو جائے یہاں تک کہ اس کا بال یا پسینہ برتن میں گر جائے تو ان
کل صورتوں میں اس پر ولوغ کا حکم جاری کیا جائے اور مٹی مل کر دو مرتبہ دھو کر پاک
کیا جائے بنابر احتیاط ان کل صورتوں میں کوئی فرق نہیں کرنا چاہئے ۔

مسئلہ نمبر ۶۔ اگر برتن میں سور کھا لے یا پانی پی لے یا اس کو چاٹ لے یا اس میں بڑا
صحرائی چوہا مر جائے تو واجب ہے کہ اس برتن کو سات مرتبہ پانی سے دھوئیں اور احوط
(مستحب) یہ ہے کہ سور کے چاٹے ہوئے برتن کو سات مرتبہ پانی سے دھونے کے قبل مٹی سے بھی
مل لیں لیکن اقویٰ یہ ہے کہ یہ مٹی سے ملنا واجب نہیں ہے ۔

مسئلہ نمبر ۷۔ جس برتن میں شراب رکھی گئی ہو اس کے پاک کرنے کیلئے مستحب
ہے کہ اس کو سات مرتبہ پانی سے دھوئیں اگرچہ اقویٰ یہ ہے کہ ایسا برتن صرف تین ہی
مرتبہ دھونے سے پاک ہو جائیگا جیسا کہ دوسری نجاستوں سے نجس شدہ برتنوں کا حکم
اوپر بیان کیا گیا ۔

مسئلہ نمبر ۸۔ برتن کو جس مٹی سے ملیں اس مٹی کا قبل سے پاک ہونا واجب[۲] ہے ۔

---

۵۱ اس احتیاط کو ترک نہ کرنا چاہئے۔ اولاً مٹی سے ملنا۔ ثانیاً تین مرتبہ پانی سے دھونا لازمی ہے (ابوالحسن ظلہ)

۵۲ احتیاطاً (ابوالحسن ظلہ)

مسئلہ نمبر ۹ ۔ اگر کسی برتن کا منہ اس قدر تنگ ہو کہ اُس میں مٹی ڈال کر ملنا ممکن نہ ہو تو ظاہر یہی ہے کہ اُس برتن میں مٹی ڈال کر اتنا ہلانا اُس کے پاک ہونے کیلئے کافی ہو جائے گا جس سے وہ مٹی اس برتن میں تمام مقامات پر پہنچ جائے (مثلاً کسی بوتل یا شیشی میں دودھ تھا اور اوپر سے اُس کو کتے نے چاٹ لیا تو چونکہ وہ دودھ نجس ہو گیا لہٰذا اسکو پھینک کر اس بوتل یا شیشی کے اندر کے حصہ میں خشک مٹی ڈال کر ہلانا چاہئے اُس کے بعد اُس کو پھینک کر دوسری مٹی ڈال کر اس میں تھوڑا پانی ڈالیں جس سے وہ کل مٹی بھیگ جائے پھر اس کو ہلا دیں اس کے بعد اس بوتل یا شیشی کو خالی پانی سے دو مرتبہ دھولیں اس طرح وہ پاک ہو جائے گی) لیکن اگر کسی برتن کا منہ اس قدر تنگ ہو کہ اس میں یہ تدبیر بھی ممکن نہ ہو تو ظاہر یہ ہے کہ ایسے برتن کا پاک ہونا ممکن ہی نہیں بلکہ وہ اسی طرح بجنسہ نجس ہی رہیگا۔ البتہ اُن علماء کے نزدیک ایسا برتن پاک ہو جائے گا کہ جو یہ فرماتے ہیں کہ ایسی صورت میں مٹی سے ملنے کی تکلیف ساقط ہے محض آب کثیر ہی اسکو پاک کر دیگا۔

مسئلہ نمبر ۱۰ ۔ کتے کے کسی چیز کھائے یا پانی پینے یا چاٹنے کے جو احکام بیان کئے گئے ہیں وہ صرف ظروف (برتنوں) ہی کے لئے ہیں پس برتن کے سوا کوئی چیز کتے سے اس طرح نجس ہو جائے تو اسکو مٹی سے ملنا واجب نہیں ہوگا۔ یہاں تک کہ کتے کا چاٹا ہوا برتن اگر دھویا جائے اور اس کا پانی جو غسالہ کہلاتا ہے وہ کسی برتن میں گر جائے تو اُس پر بھی حکم دلوغ (کتے کے چاٹنے کا) جاری نہ ہوگا بلکہ دوسری نجاستوں کی طرح معمولی طریقہ سے پاک کرنے سے یہ پاک ہو جائے گا ہاں برتنوں میں کوئی فرق نہیں پس جس چیز کو برتن کہیں گے اسکو اسیطرح مٹی سے ملکر پاک کرنا واجب ہوگا جس طرح اوپر بیان کیا گیا خواہ وہ برتن پیالہ ہو یا پلیٹ ڈونگا ہو یا مٹکا کوزہ یا گھڑا یا صراحی یا اسی قسم کی دوسری چیزیں جنکو عرف میں برتن کہیں کہ ان سب کا ایک ہی حکم ہے۔

مسئلہ نمبر ۱۱ ۔ اگر کسی برتن میں کتا دو تین مرتبہ کھائے یا پانی وغیرہ پیئے یا ایک ہی برتن میں کئی کتے کھائیں یا پئیں تو اس صورت میں اُس برتن کو کئی مرتبہ مٹی سے دھونا واجب نہیں ہوگا بلکہ ایک ہی مرتبہ مٹی ملنا کافی ہوگا۔

ہ؎ سختی اور قوت کیساتھ ہلایا جائے خوب حرکت دی جائے (ابوالحسن مغلہ)

مسئلہ نمبر ۱۲۔ کُتے کے چاٹے ہوئے برتن کو پاک کرنے کیلئے پانی سے دھونے کے قبل مٹی سے ملنا واجب ہے اگر اسکے خلاف کیا جائیگا تو پاک نہ ہوگا ۔

مسئلہ نمبر ۱۳۔ اوپر بیان کیا گیا ہے کہ نجس برتن تین مرتبہ پانی سے دھونے سے پاک ہوگا لیکن یہ مسئلہ صرف اُس صورت کا ہے جب برتن کو آبِ قلیل سے دھوئیں اور اگر برتن کو آبِ کثیر (مثل دریا یا تالاب یا حوض وغیرہ) میں غوطہ دیکر پاک کرنا چاہیں تو اب تین مرتبہ غوطہ دینے کی ضرورت نہیں ہے بلکہ ایک ہی مرتبہ غوطہ دینا کافی ہوجائے گا۔ یہاں تک کہ جس برتن میں کُتے نے کھایا یا پیا ہو وہ بھی مٹی سے ملے جانے کے بعد آبِ کثیر میں ایک مرتبہ غوطہ دینے سے پاک ہوجائے گا۔ ہاں کُتے کے چاٹے ہوئے برتن کے متعلق بھی احوط بلکہ اقویٰ یہ ہے کہ آبِ کثیر میں غوطہ دینے سے مٹی سے ملنے کا حکم اُس سے ساقط نہیں ہوگا۔ پس اب بھی واجب ہے کہ پہلے مٹی سے مَل لیا جائے۔ اُس کے بعد آبِ کثیر میں غوطہ دیا جائے اور احوط[۱] (مستحب) یہ ہے کہ برتنوں کو آبِ کثیر میں بھی تین ہی مرتبہ غوطہ دیا جائے ۔

مسئلہ نمبر ۱۴۔ نجس برتن کو آبِ قلیل سے پاک کرنے کی صورت میں اس قدر کافی ہے کہ برتن میں پانی ڈال کر اُس کو ہلایا جائے تاکہ وہ پانی تمام نجس مقامات تک پہنچ جائے۔ بعد اُس کے اُس پانی کو گرادیا جائے اسی طرح تین مرتبہ کرنے سے پاک ہوجائے گا۔ اسی طرح یہ بھی کافی ہے کہ تین مرتبہ اُس برتن میں پانی پوری طرح بھردیا جائے اور گرادیا جائے۔ تین مرتبہ بھرنے اور گرانے سے وہ برتن پاک ہوجائیگا ۔

مسئلہ نمبر ۱۵۔ کسی متنجس چیز کے بارے میں یہ شک ہو کہ یہ برتن ہے تاکہ اُسکو تین مرتبہ دھویا جائے یا برتن نہیں ہے یعنی برتن کے علاوہ کوئی اور چیز ہے تاکہ ایک ہی مرتبہ دھونا کافی ہو تو ظاہر[۲] یہ ہے کہ اُس کو برتن نہ سمجھا جائے اور ایک ہی مرتبہ دھویا جائے کہ اس سے پاک ہوجائیگا ۔

مسئلہ نمبر ۱۶۔ متنجس چیز کو آبِ قلیل سے دھوکر پاک کرنے میں شرط یہ ہے کہ پانی جو اُس متنجس چیز پر پاک کرنے کیلئے ڈالا جائے وہ اُس چیز سے متعارف طریقہ پر جدا ہوجائے

---

[۱] اس احتیاط کو ترک نہ کرنا چاہیئے (ابوالحسن مدظلہ) [۲] یہ اشکال سے خالی نہیں (ابوالحسن مدظلہ)

یعنی جس طرح عام طور پر اُس چیز سے پانی جُدا ہوتا ہے اُسی طرح جُدا ہو جائے پس مثلاً بدن میں یا تخت میں یا پتھر میں یا اسی قسم کی اُن چیزوں میں جن میں پانی نفوذ نہیں کرتا یعنی جذب نہیں ہوتا نجاست لگ جائے تو ان چیزوں کے پاک کرنے کے لئے صرف کافی ہے کہ اُن پر پانی گرا دیا جائے اور وہ پانی یا اُس پانی کا غالب حصہ اسی مقام سے بہ کر علیحدہ ہو جائے یا گر جائے تو اسی طرح یہ چیزیں پاک ہو جائیں گی۔ رہیں وہ چیزیں جن میں پانی نفوذ کرتا ہے یعنی جذب ہوتا ہے مثل کپڑے یا فرش وغیرہ کے پس اُن کے لئے ضروری ہے کہ پانی گرانے کے بعد اُن کو نچوڑ لیا جائے اور اگر نچوڑا نہ جا سکے تو ایسی تدبیر کی جائے جو نچوڑنے کی قائم مقام ہو سکے مثل ہاتھ سے دبانے یا پیر سے روندنے یا اسی قسم کی دوسری تدبیر کہ جس سے اُس فرش کے پانی کی اکثر مقدار نکل جائے کیونکہ کُل پانی کا نکالنا لازمی نہیں ہے اسی طرح ان چیزوں کو ہاتھ سے ملنا یا رگڑنا بھی لازمی نہیں ہے مگر اسوقت جبکہ عین نجاست اُن میں باقی رہ گئی ہو یا عین متنجس ہو یعنی وہ چیز جو اُس نجاست سے مل کر متنجس ہو گئی ہے تو اس صورت میں البتہ ان چیزوں کو ہاتھ سے ملنا یا رگڑنا اور اُس کے بعد دھونا واجب ہوگا۔ رہیں وہ چیزیں جن میں پانی نفوذ کر جاتا ہے اور ان کا نچوڑنا ممکن نہیں مثل تر مٹی اور صابن وغیرہ کے تو ان چیزوں کے ظاہری حصہ پر پانی ڈال کر گرا دینے سے ان کے ظاہری حصے پاک ہو جاتے ہیں اگرچہ باطن کا حصہ نجس رہ جائے اس فرض کی بنا پر کہ اُس میں نجاست بھی نفوذ کر گئی ہو کیونکہ باطنی حصہ نجس رہنے سے ظاہر کے حصہ کو کوئی ضرر نہیں ہوگا بلکہ وہ پانی بہا دینے سے پاک ہو جائے گا۔ یہ کُل احکام تو اُس صورت کے ہیں جب ان متنجس چیزوں کو آب قلیل سے پاک کریں اور اگر ان چیزوں کو آب کثیر (تالاب یا حوض یا دریا۔ نہر وغیرہ) سے پاک کریں تو کسی چیز کا نچوڑنا ضروری نہ ہوگا اور نہ کسی چیز سے پانی کا گر جانا یا نکل جانا اس کی طہارت کے لئے شرط ہوگا اور نہ کئی مرتبہ دھونا واجب[۱] ہوگا بلکہ عین نجاست کے زائل کر دینے کے بعد محض غوطہ دے دینے سے کُل چیزیں پاک ہو جائیں گی اور جن چیزوں کے اندر بھی نجاست نفوذ کر گئی ہو یعنی جذب ہو گئی ہو اُن کے اندرونی حصہ کے پاک ہونے کیلئے صرف اس قدر

۱؎ جو چیز پیشاب سے نجس ہو جائے اسکو کئی بار احتیاطاً دھونا چاہئے (ابوالحسن مدظلہ)

کافی ہے کہ ان چیزوں کو آب کثیر میں ایک دفعہ غوطہ دیکر اتنی دیر تک اسی پانی میں چھوڑدیں کہ پاک پانی ان میں جذب ہو جائے تو اس طرح پاک ہو جائیں گی پس ایسی چیزوں کے لئے یہ ضروری نہیں ہے کہ پہلے ان کو اچھی طرح خشک کر لیا جائے پھر پانی میں غوطہ دی جائیں بلکہ اسی ترحالت میں غوطہ دینے سے پاک ہو جائیں گی۔ ہاں اگر اس قسم کی چیزوں میں کوئی نجاست مثل پیشاب یا خون یا شراب کے جذب ہو جائے اور اس متنجس چیز میں اپنی حالات پر باقی رہیں یعنی اس متنجس چیز کے اندر پہنچکر خشک نہ ہو جائے بلکہ ٹھہر جائے۔ یعنی ان چیزوں (پیشاب۔ خون وغیرہ) کی تری اور رطوبت یا مائیت اس متنجس چیز کے اندر رہ جائے اور خشک نہ ہو جائے تو اس نجس چیز کا خشک کر لینا ضروری ہے جس سے اندر کا حصہ بھی خشک ہو جائے اس کے بعد آب کثیر میں غوطہ دیا جائے تاکہ آب کثیر اس متنجس چیز کے اندر پہنچکر متنجس چیز سے بھی ملے جس سے وہ اندرونی حصہ بھی پاک ہو جائے برخلاف اسکے اگر کسی چیز کے اندر متنجس پانی جذب ہو گا تو اسکا ظاہر و باطن بیرونی اور اندرونی حصہ آب کثیر سے متصل ہونے کے سبب سے پاک ہو جائیگا اسکو غوطہ دینے سے پہلے خشک کر لینا لازمی اور ضروری نہ ہوگا ؏

مسئلہ نمبر ۱۷۔ جو چیز شیر خوار بچہ کے پیشاب سے متنجس ہو جائے اس کو دھونے کے بعد نچوڑنا یا دبانا یا روندنا وغیرہ ضروری نہیں اگرچہ کپڑا یا فرش وغیرہ ہی کیوں نہ ہو بلکہ اس چیز پر صرف ایک دفعہ اس طرح پانی ڈال دینا ہی کافی ہے جو تمام مقامات پر پہنچ جائے اگرچہ احوط (مستحبی) یہی ہے کہ ایسے پیشاب لگی ہوئی چیزوں پر دو مرتبہ پانی بہا دیا جائے لیکن اس حکم میں شرط یہ ہے کہ وہ شیر خوار بچہ غذا کا عادی نہ ہو لیکن اتفاقی طور پر کبھی کچھ کھا لینا اس حکم کے خلاف نہ ہوگا بلکہ وہی حکم مذکورہ بالا جاری رہیگا اسی طرح احوط یہ ہے کہ وہ بچہ لڑکا ہو لڑکی نہ ہو اور یہ شرط بھی نہیں ہے کہ وہ بچہ دو برس کے اندر ہی ہو کہ اسی وقت تک اسکا پیشاب شیر خوار بچہ کا پیشاب شمار ہوگا بلکہ اگر دو برس کا ہونے کے بعد بھی کوئی بچہ صرف دودھ ہی پیتا رہے اور کھانا کھانے کا عادی نہ ہو تب بھی اس کا پیشاب شیر خوار بچہ ہی کے پیشاب کا حکم رکھیگا۔ برخلاف اسکے اگر بچہ دو برس کا ہونے کے قبل ہی سے اچھی طرح کھانا کھانے لگے جس کی عادت بھی ہو جائے تو اب اس کے پیشاب کا وہ حکم باقی نہیں رہیگا جو محض شیر خوار بچہ کا تھا بلکہ دیگر پیشاب کا حکم اب اس پر جاری ہوگا اسی طرح اس شیر خوار بچہ کے بارے

؏ یہ اشکال سے خالی نہیں لہذا احتیاط ترک نہ ہونی چاہئے (ابوالحسن مدظلہ)

میں یہ بھی شرط ہے کہ جس عورت کا دودھ پیتا ہو وہ مسلمان ہو پس اگر کافرہ عورت کا دودھ یا سور کا دودھ پیتا ہو گا تو شیر خوار بچہ کے پیشاب کا حکم اسکے پیشاب پر جاری[1] نہیں ہو گا ۔

مسئلہ نمبر ۱۸۔ تر مٹی یا صابون وغیرہ کے متعلق اگر کسی کو شک پیدا ہو کہ نجس پانی اسکے اندر جذب ہوا ہے یا نہیں تو وہ اپنے اس شک کا اعتبار نہ کرے اور اس کے اندرونی حصے کو پاک ہی سمجھے۔ اسی طرح اگر ان چیزوں سے کسی چیز میں نجس پانی کے نفوذ کرنے یعنی جذب ہونے کا یقین ہو اور اسکے بعد شک ہو کہ پاک پانی اس کے اندر جذب ہوا ہے یا نہیں تو اس صورت میں بھی اپنے شک کا اعتبار نہ کرے اور اس کے اندرونی حصہ کو نجس ہی سمجھتا ہے کیونکہ نجاست کے یقین کے بعد طہارت کا تا وقتیکہ یقین نہ ہو حکم نجاست ہی جاری رہیگا پس پہلی صورت میں چونکہ طہارت کا یقین ہے اور نجس پانی کے نفوذ کرنے کا شک ہے اور دوسری صورت میں نجاست کا یقین ہے اور پاک پانی کے جذب ہونیکا شک ہے لہذا حکم طہارت اول میں اور نجاست کا حکم ثانی میں جاری ہو گا ۔

مسئلہ نمبر ۱۹۔ بعض علما نے فرمایا ہے کہ اگر روغن متنجس ہو جائے اور اس متنجس روغن کو گرم آب کثیر میں ڈال دیں (مثلاً حمام کے حوض میں ڈال دیں) جس میں کر بھر پانی گرم ہو جس سے وہ روغن اس گرم پانی میں مخلوط ہو جائے بعد ازاں جب وہ پانی سرد ہو جائے تو اس کے اوپر سے اس روغن کو نکال لیں اور استعمال کریں تو جائز ہو گا لیکن نجس روغن کو اس طرح پاک سمجھنا مشکل ہے کیونکہ اس روغن کے نجس ہونے کا تو یقین حاصل ہوا ہے اور پاک ہونے کا یقین حاصل نہیں ہوا۔ اس لئے کہ اس کا یقین نہیں کہ پانی اس نجس روغن کے کل اجزاء تک پہنچ گیا ہے یا نہیں اگرچہ یہ بھی بعید نہیں ہے کہ نجس روغن کے اس گرم پانی میں ڈالے جانے کے بعد پانی دیر تک جوش کھاتا رہے اور اس روغن کی طہارت کا یقین حاصل ہو جائے اس لئے کہ دیر تک جوش دینے سے روغن کے تمام اجزا تک پانی کا پہنچنا ممکن ہے ۔

مسئلہ نمبر ۲۰۔ اگر چاول یا ماش یا مسور یا مونگ یا ارہر وغیرہ یا ان کی دال نجس ہو جائے اور اسکو پاک کرنا چاہیں تو اس طرح پاک کر سکتے ہیں کہ ان کو کسی کپڑے میں باندھ کر

---

[1] احتیاطاً اگرچہ جریان حکم بول شیر خوار قوت سے خالی نہیں ہے (ابو الحسن مدظلہ)

ایک کر یا اس سے زائد پانی میں ڈبو دیں تو اس طرح غوطہ دینے سے وہ پاک ہوجائینگے
اور اگر ان میں نجس پانی نفوذ کر گیا ہو یعنی جذب ہو گیا ہو مثلاً نجس پانی میں چاول یا دال
ماش پکائی گئی ہو تو اسی طرح اسکو پانی میں اتنی دیر تک ڈبوئے رکھیں جس سے اس امر
کا یقین حاصل ہو جائے کہ جس قدر نجس پانی اس کے اندر جذب ہوا تھا اسی قدر پاک پانی
بھی اس میں جذب ہو گیا ہو گا پس جب یہ یقین حاصل ہو جائیگا تو وہ ماش یا چاول وغیرہ
پاک ہو جائیگا بلکہ بعید نہیں ہے کہ ایسی نجس چیزوں کو آبِ قلیل سے پاک کریں جب بھی
وہ پاک ہو جائیں اس طرح کہ ان چیزوں کو کسی برتن میں رکھیں اور اوپر سے پانی ڈالیں
بعد اس کے ان چیزوں کو اس پانی سے دھو کر پانی کو پھینک دیں کہ نجس چیزوں کے
پاک ہونے کے ساتھ یہ برتن بھی ان کی تبعیت میں پاک ہو جائے گا (یعنی اس نجس
چاول یا ماش کے ڈالنے سے برتن جو نجس ہو گیا تھا وہ بھی اب اس کے ساتھ ہی پاک
ہو جائیگا) اور اب خاص طور پر علیحدہ اس برتن کو تین مرتبہ دھونا ضروری نہ ہوگا اگرچہ احوط
یہی ہے کہ اس برتن کو بھی علیحدہ تین مرتبہ دھویا جائے ہاں اگر وہ برتن پہلے ہی سے نجس تھا چاول
کی وجہ سے مثلاً نجس نہیں ہوا تھا تو اس صورت میں چاول یا ماش کی دال کی تبعیت سے
وہ برتن پاک نہیں ہوگا بلکہ اسکو سابق نجاست کے سبب سے تین مرتبہ دھونا ضروری ہوگا۔

مسئلہ نمبر ۱۲ نجس کپڑے کو آبِ قلیل سے اِس طرح پاک کرنا بھی ممکن ہے کہ اس کو
طشت یا لگن میں رکھ دیں اور اوپر سے اس میں پانی ڈالیں بعد اس کے اس کپڑے
کو نکال کر نچوڑ لیں اور اس پانی کو پھینک دیں۔ اِسی طرح نجس گوشت کو بھی پاک کر سکتے ہیں
پس اگر وہ کپڑا یا گوشت پیشاب کے سبب سے نجس ہوا ہے تو چاہئے کہ دو مرتبہ اس طرح کریں
یعنی کپڑا یا گوشت طشت میں رکھنے کے بعد اوپر سے پانی ڈالیں اور دھونے کے بعد
اسے نکال کر نچوڑیں اور پانی کو پھینکدیں پھر دوبارہ اس کو طشت میں رکھیں اور اوپر
سے پانی ڈالیں اور دھونے کے بعد اسکو نکال کر نچوڑیں اور اس پانی کو پھینکدیں اور
اگر پیشاب کے سوا کسی اور نجاست سے نجس ہوا ہے تو ایک ہی مرتبہ اس طرح دھونے
سے پاک ہو جائیگا اور ساتھ ہی وہ طشت بھی کپڑے یا گوشت کی طبیعت میں پاک ہو جائیگا بشرطیکہ وہ
طشت قبل سے نجس نہ رہا ہو کیونکہ اگر قبل سے نجس رہا ہوگا تو اسکو تین مرتبہ دھونا واجب ہوگا بلکہ احوط
یہ ہے کہ وہ طشت خواہ قبل سے نجس ہو یا قبل سے نجس نہ ہو دونوں صورتوں میں تین مرتبہ دھو لیا جائے

مسئلہ نمبر ۲۲۔ جو گوشت نجس پانی میں پکایا جائے یا جو گوشت پاک پانی میں پکنے کے بعد نجس رطوبت لگنے کے سبب متنجس ہو جائے اس کا پاک کرنا اس طرح ممکن ہے کہ آب کثیر میں ایک دفعہ غوطہ دیدیا جائے یا آب قلیل اُسکے اوپر گرایا جائے اور جس قدر نجس پانی اُس گوشت میں نفوذ کئے ہوئے تھا اسی قدر پاک پانی بھی اس میں جذب ہو جائے۔

مسئلہ نمبر ۲۳۔ نجس تر مٹی لوٹہ میں چمٹ جائے تو ایک کر پانی میں غوطہ دیدینے سے پاک ہو جائے گی پس اگر کر کا پانی اُس مٹی کے تہ تک نفوذ کر جائے تو اسکا اندرونی حصہ بھی پاک ہو جائے گا اور اگر نفوذ نہ کرے تو صرف ظاہری حصہ پاک ہوگا بہرحال اس لوٹہ کو کر سے نکالنے کے بعد جو قطرے اُس سے ٹپکیں گے وہ پاک رہیں گے۔ یہی حکم ہے جوتہ وغیرہ میں لگی ہوئی مٹی کا بھی ¹ بلکہ ایسی نجس تر مٹی آب قلیل سے دھونے سے بھی پاک ہو جائے گی بشرطیکہ آب قلیل سے دھونے میں پانی مٹی کے تہ تک پہنچ جائے بایں طور کہ مٹی نرم ہو تو اس کا اندرونی حصہ بھی پاک ہو جائیگا۔

مسئلہ نمبر ۲۴۔ خشک یا خمیر کیا ہوا آٹا نجس ہو جائے تو اس طرح پاک ² ہو سکتا ہے کہ اس کی روٹی پکا کر کر بھر پانی میں غوطہ دیدیا جائے جس سے پانی اُس روٹی کی کل اطراف اور اجزا تک پہنچ جائے اسی طرح نجس دودھ خشک کر کے مثلاً پنیر بنا کر غوطہ دیدیا جائے تو پاک ہو جائے گا۔

مسئلہ نمبر ۲۵۔ تنور نجس ہو جائے تو اس طرح پاک ہو سکتا ہے کہ اوپر سے اُس کے اطراف میں پانی اس طرح گرائیں کہ نیچے تک پہنچ جائے اور چونکہ اس کا شمار ظروف میں نہیں ہے لہذا اسکو تین مرتبہ دھونا بھی ضروری نہیں ہے پس سوائے پیشاب کی نجاستوں کی ایک ہی مرتبہ اور پیشاب کی نجاست میں دو مرتبہ اوپر سے پانی گرا دینا کافی ہے اور بہتر یہ ہے کہ اس میں ایک سوراخ کر دیا جائے جس میں گرا ہوا پانی یعنی آب غسالہ جمع ہو جائے پھر اُس سوراخ کو پاک مٹی سے بھر کر بند کر دیا جائے۔

مسئلہ نمبر ۲۶۔ سخت زمین یا وہ زمین جس پر اینٹ یا پتھر کا فرش ہو نجس ہو جائے تو

---

¹ جبکہ آب مطلق اُس کے باطنی حصہ میں پہنچ جائے (ابوالحسن مدظلہ)

² یہ صورت مسئلہ اور بعد والی شکل اشکال سے خالی نہیں ہے (ابوالحسن مدظلہ)

وہ آب قلیل بہا دینے سے پاک ہو جائیگی لیکن وہ جگہ جہاں پانی آخر میں جمع ہو جائے گا نجس رہے گی اور اگر یہ ارادہ ہو کہ پورا کمرہ یا کوٹھڑی پاک ہو جائے تو اگر اس آب غسالہ (نجاست کے دھوئے ہوئے پانی) کا نکال ڈالنا ممکن ہو مثلاً اس طرح کہ وہاں کوئی سوراخ اس کے نکلنے کے لئے ہو تو بے اشکال وہ کمرہ یا کوٹھڑی پاک ہو جائے گی۔ اور اگر سوراخ نہ ہو تو ایک سوراخ بنا لیا جائے جس میں وہ آب غسالہ جمع ہو جائے پھر اسکو پاک مٹی سے بھر کر بند کر دیا جائے جیسا کہ تنور کے متعلق گذرا اور اگر زمین نرم ہو۔ کہ اس پر پانی بہانا ممکن نہ ہو اس طرح کہ پانی جہاں پہنچتا ہے جذب ہو جاتا ہے اور بہتا نہیں پاتا تو وہ زمین پاک نہ ہو سکیگی مگر یہ کہ ایک کر پانی اس پر انڈیلا جائے یا اس پر بارش ہو جائے یا آفتاب اس کو خشک کر دے ہاں اگر زمین ریگ ہو تو اس کے اوپر کے حصہ کا اس طرح پاک کرنا ممکن ہے کہ اس پر پانی گرا دیا جائے جو ریگ میں نیچے جذب ہو جائے پس چونکہ ریگ میں آب غسالہ جمع ہو گیا ہے لہذا اس کے نیچے کا حصہ نجس رہیگا اور اوپر کا حصہ پاک ہو جائیگا۔ اگرچہ اس کا پاک ہونا بھی اشکال سے خالی نہیں ہے کیونکہ یہ احتمال باقی رہیگا کہ آب غسالہ اوپر کے حصہ سے بالکل علیحدہ نہیں ہونے پایا ✤

مسئلہ نمبر ۲۷۔ کپڑا خون سے رنگین ہو جائے تو جب تک اس میں سے سرخ پانی نکلتا رہیگا پاک نہ ہو سکیگا۔ ہاں جب اس سے سرخ پانی کا نکلنا موقوف ہو جائے گا تو آب کثیر میں غوطہ دینے یا آب قلیل میں دھونے سے پاک ہو جائے گا بخلاف اس کپڑے کے جو نجس رنگ سے نجس ہو جائے مثلاً نجس نیل میں گر جائے کہ اگر اسکو آب کثیر میں غوطہ دیں اور آب مطلق اس میں نفوذ کر جائے تو پاک ہو جائیگا اگرچہ پانی سے نکالنے کے بعد نچوڑنے سے وہ پانی مضاف یا رنگین نکلے جیسا کہ پہلے بھی گذرا ✤

مسئلہ نمبر ۲۸۔ جس نجاست سے پاک ہونے کے لئے کئی مرتبہ دھونا ضروری ہے اس میں پے در پے دھونا شرط نہیں ہے پس اگر ایک مرتبہ ایک دن اور دوسری مرتبہ دوسرے دن دھوئیں تو پاک ہو جائے گا۔ ہاں نچوڑنے کیلئے ضروری ہے کہ نجس چیز دھونے کے بعد فوراً نچوڑ لی جائے اور تاخیر نہ کی جائے ✤

مسئلہ نمبر ۲۹۔ جن نجاستوں سے متنجس چیز کو کئی مرتبہ دھونا ضروری ہے اس کا وہ دھونا جو عین نجاست کو اس طرح زائل کر دے کہ اس کے بعد عین نجاست سے کچھ

بھی باقی نہ رہے ایک مرتبہ[1] دھونا شمار کیا جائیگا بخلاف اُس دھونے کے جس کے بعد عین نجاست سے کوئی ریزہ وغیرہ رہ جائے تو اُس دھونے کا شمار نہیں ہوگا۔ پس اس بنا پر اگر اُس نجاست کے عین کو جسکے زائل کرنے کے لئے مثلاً دو مرتبہ دھونا ضروری ہے آب مطلق سے زائل کیا ہو تو اب ایک ہی مرتبہ اور دھونے سے وہ متنجس چیز پاک ہو جائے گی اور اگر اسکو آب مضاف سے زائل کیا تو اُسے دو مرتبہ پھر دھوئیں ؛

مسئلہ نمبر ۳۰۔ نجس جوتہ آب کثیر میں غوطہ دید ینے سے پاک ہو جائے گا اور اُس کے نچوڑنے کی ضرورت نہیں ہے۔ نہ تو چمڑے کو اور نہ اُس کے تاگوں یا ڈوری کو۔ یہی حکم نجس بوریا کا بھی ہے بلکہ دونوں چیزیں آب قلیل میں دھونے سے بغیر نچوڑے ہوئے ہی پاک ہو جائیں گی کیونکہ چمڑہ اور تاگہ یا ڈوری اُن چیزوں سے نہیں ہے جن کا نچوڑنا ضروری ہے۔ یہی حکم ہے جانوروں کے تنگ کا بھی جو چمڑے کا ہوتا ہے اور جس سے جانور کے جسم کو کستے ہیں خواہ اس میں تاگہ یا ڈوری ہو یا نہ ہو ؛

مسئلہ نمبر ۳۱۔ پگھلایا ہوا سونا چاندی وغیرہ دھات اگر نجس پانی[2] میں ڈالا جائے یا نجس سونا چاندی وغیرہ پگھلایا جاوے تو اس کا ظاہری اور باطنی دونوں حصہ نجس ہو جائے گا اور پھر پاک ہونے کی قابلیت اُس میں سوائے ظاہری حصتے کے نہ رہیگی۔ (پگھلے ہوئے نجس سونے سے کوئی چیز بنائیں گے تو اسکا صرف ظاہری حصہ غوطہ دینے سے پاک ہو سکیگا اور باطنی حصہ پاک نہ ہو سکیگا) پس اگر ایسے نجس سونے کو ظاہری حصہ پاک کرنے کے بعد دوبارہ پگھلائیں تو اُس کا ظاہری حصہ دوبارہ نجس ہو جائے گا۔ ہاں اگر یہ احتمال ہو کہ شاید نجاست اُسکے کل اجزا تک نہ پہنچی ہو اور یہ کہ اسکا ظاہر حصہ شاید اُن اجزا سے ہو جو پاک رہ گئے تھے تو اس احتمال کی بنا پر اُسکے ظاہری

---

[1] شمار نہ کرنا ظاہر ہے مگر جبکہ بعد ازالہ نجاست برابر پانی اُس متنجس چیز پر پڑتا رہے اگرچہ تھوڑی ہی دیر یہ سلسلہ جاری رہے (ابوالحسن مدظلہ)

[2] اگر پانی میں ڈالتے وقت یہ منتشر اور پراگندہ ہو جائے اور پھر منجمد (دلبستہ) ہو جائے تو قول ماتن درست ہے اور اگر علی حالہ باقی رہے جو پانی میں ڈالنے سے پہلے حالت تھی وہی بعد پانی میں ڈالنے کے ہی رہے تو ظاہر یہ ہے کہ اسکا حکم وہی ہوگا جو پارہ کا حکم ہے کہ اگر کوئی قطرہ پارہ کا آب نجس میں گر جائے تو اسکا محض ظاہری ہی حصہ نجس ہوگا ؛ (ابوالحسن مدظلہ)

حصّہ کو پاک سمجھا جائیگا۔ بہر حال ایسی چیزوں کے ظاہری حصّہ کے پاک کرنے کے بعد استعمال کرنے سے کوئی مانع نہیں ہے اگر یہ چیز مثل مٹی دیگ کے ہی ہو ۔

مسئلہ نمبر ۳۲۔ کافر کے بنائے ہوئے زیور کا اگر رطوبت کیساتھ مس ہونا معلوم نہ ہو تو اس کے پاک رہنے کا حکم کیا جائیگا اور اگر رطوبت کے ساتھ اس کے جسم سے اسکا مِلنا معلوم ہو تو اسکا دھونا واجب ہے جس سے اُس کا صرف ظاہری حصّہ پاک ہوگا اور باطنی نجس رہیگا بشرطیکہ اس کا باطنی حصّہ قبل پگھلائے جانے کے نجس رہا ہو ۔

مسئلہ نمبر ۳۳۔ نجس نبات (مصری) آب کثیر میں غوطہ دینے سے پاک ہوجائیگی بلکہ آب قلیل سے بھی پاک ہوجائیگی بشرطیکہ اس کا یقین ہو کہ آب مطلق بصفت اطلاق اُس پر سے گزر گیا ہے (کیونکہ اگر پانی شیریں ہو کر گریگا تو مضاف ہو جائیگا اور آب مضاف سے نجس چیز پاک نہیں ہوتی) یہی حکم ہے نمک کے ٹکڑے کا بھی وہاں اگر نبات (مصری) نجس شکر سے بنائی گئی ہو یا نمک پگھلنے کے بعد نجس ہو اور اسکے بعد پھر منجمد ہو کر خشک ہو جائے تو یہ دونوں پاک نہ ہو سکیں گے ۔

مسئلہ نمبر ۳۴۔ وہ برتن جو نجس مٹی سے بنا ہو یا کافر کا بنایا ہوا ہو اسکا ظاہری حصّہ آب قلیل سے دھونے سے پاک ہو جائیگا اور اگر آب کثیر میں غوطہ دینے سے پانی اس کے تمام اجزا میں نفوذ کر جائے تو اسکا باطنی حصّہ بھی پاک ہوجائیگا

مسئلہ نمبر ۳۵۔ جس ہاتھ میں تیل یا گھی وغیرہ کی چکنائی لگی ہو جب وہ نجس ہو جائے تو آب کثیر میں غوطہ دینے سے یا آب قلیل سے دھونے سے پاک ہو جائیگا بشرطیکہ اس چکنائی میں جرم نہ ہو کہ اگر جرم ہوگا تو پہلے اس کا زائل کر لینا ضروری ہوگا۔ یہی حکم چربدار گوشت یا دُنبہ کی چکتی کے متعلق ہے کیونکہ ایسی خفیف چکنائی پانی پہنچنے سے مانع نہیں ہوتی ۔

مسئلہ نمبر ۳۶۔ بہت بڑا ظرف جس کا علیحدہ کرنا ممکن نہ ہو مثل اُس مٹکہ وغیرہ کے جو زمین وغیرہ میں گڑا ہو نجس ہو جائے تو اُس کا پاک کرنا چند طریقوں سے ممکن ہے پہلے یہ کہ اُس میں تین مرتبہ پانی بھر کر خالی کر لیا جائے۔ دوسرے یہ کہ اُس میں تھوڑا سا پانی ڈالا جائے پھر ہاتھ وغیرہ سے اُس پانی کو اس ظرف کے کل اطراف میں پھرا جائے پھر وہ پانی باہر نکال لیا جائے یہ عمل بھی تین مرتبہ کیا جائے۔ تیسرے

یہ کہ پانی ڈالکر اس کی کل اطراف میں پھرا جائے اس طرح کہ نیچے سے شروع کر کے اوپر تک لایا جائے بعد ازاں وہ پانی باہر نکال لیا جائے یہ عمل بھی تین مرتبہ کیا جائے چوتھے یہ کہ پانی ڈالکر اسکی کل اطراف میں حرکت دی جائے اس طرح کہ اوپر سے شروع کر کے نیچے کی طرف لایا جائے پھر وہ پانی نکال لیا جائے یہ عمل بھی تین مرتبہ کیا جائے اس آخری صورت پر یہ اعتراض نہیں ہو سکتا کہ جب پانی پھرانے کی ابتدا اوپر سے کی جائے گی تو نتیجہ یہ ہوگا کہ آب غسالہ نیچے کے حصے میں جمع ہو جائیگا قبل اس کے کہ یہ نیچے والا حصہ دھلنے پائے اور جب آب غسالہ نیچے جمع ہو جائیگا تو اب وہاں پر پانی کا حرکت دینا ممکن نہ ہوگا کیونکہ وہاں پہلے ہی نجس پانی موجود ہے اب پاک پانی نہیں پہنچ سکیگا اور یہ اعتراض اس سبب سے وارد نہیں ہو سکتا کہ کل ایک ہی مرتبہ کا دھونا شمار ہوگا پس وہ پانی جو اوپر سے گر رہا ہے نیچے تک کے ہر اس مقام کو دھوتا جائیگا جہاں جہاں وہ پہنچیگا اور کل اکٹھا ہونے کے بعد ایک ہی آب غسالہ شمار ہوگا اور جس چیز سے (مثل ہاتھ یا پیالہ وغیرہ کے) ہر مرتبہ کا پانی اس ظرف سے نکالا جا رہا ہے اس کا ہر مرتبہ باہر دھوتے جانا اور پاک کرنا لازمی نہیں ہے اگرچہ احوط ہے لیکن لازم ہے کہ ہر مرتبہ دھونے کے بعد اس کے آب غسالہ نکالنے میں بہت جلدی کی جائے۔ ہاں اگر آبِ غسالہ نکالنے کے بعد دوسری مرتبہ یا تیسری مرتبہ دھونے میں تاخیر کی جائے تو اس میں مضائقہ نہیں ہے لیکن دھونے کے بعد اس کا آب غسالہ فوراً نکالنا ضروری ہے اس میں تعجیل عرفی لازمی ہے اور آب غسالہ نکالتے وقت اس کے قطرے جو پھر اس ظرف میں ٹپکتے رہتے ہیں تو اس کا کوئی مضائقہ نہیں۔ ظروف کے پاک کرنے کی جو یہ صورتیں بیان کی گئیں ان ظروف میں بھی جاری ہو سکتی ہیں جو کہیں گڑے ہوئے نہ ہوں یعنی جن ظروف کا ہٹانا یا علیحدہ کرنا ممکن ہو ان کو بھی ان طریقوں سے پاک کر سکتے ہیں سوائے اسکے کہ بے گڑے ظروف کے پاک کرنے کی ایک اور صورت یوں بڑھ جاتی ہے کہ اس کو ایک کُر پانی میں غوطہ دیکر بھی پاک کر سکتے ہیں اور ہم نے اس مسئلہ میں جو صورتیں ذکر کی ہیں انہی سے نجس حوض کو آبِ قلیل سے پاک کرنے کا طریقہ بھی ظاہر ہوتا ہے ؛

مسئلہ نمبر ۳۷۔ عورت کے سر اور مرد کے سر یا ڈاڑھی کے نجس بال کو پانی سے دھونے کے بعد نچوڑنے کی ضرورت نہیں ہے اگرچہ وہ آبِ قلیل سے دھویا گیا ہو کیونکہ

بال سے پانی کا غالب حصہ خود ہی بغیر نچوڑے ہوئے جدا ہو جاتا ہے ؎

مسئلہ نمبر ۳۸۔ نجس کپڑے کو دھونے کے بعد کوئی ذرہ اُس مٹی یا صابون وغیرہ کا اُس میں نظر پڑا۔ جو پہلے سے نجس تھا اور کسی وجہ سے نجس ہو گیا تھا تو اُس سے اُس کپڑے کے پاک ہونے میں کوئی خرابی نہ ہوگی بلکہ خود وہ ذرہ بھی پاک سمجھا جائیگا کیونکہ کپڑے کے ساتھ وہ بھی دُھل کر پاک ہو گیا ہے ؎

مسئلہ نمبر ۳۹۔ بدن یا کپڑے کے نجس مقام پر اُس کے پاک کرنے کیلئے پانی گرایا اور وہ پانی بہہ کر اُس نجس مقام سے متصل جو پاک مقام ہے وہاں پہنچ گیا جیسا کہ عام طور پر اکثر اور بیشتر ہوتا رہتا ہے تو اس دوسرے مقام پر وہ حکم نہیں جاری ہوگا۔ جو آب غسالہ کے کسی چیز سے ملنے کا ہے (تاکہ دوبارہ اس کا دھونا واجب و لازم قرار پائے) بلکہ پہلے مقام کے پاک ہونے سے یہ دوسرا مقام متصل بھی اسی غسالہ سے پاک ہو جائے گا اسی طرح اگر کوئی جز کسی کپڑہ کا نجس ہوا اور پورا کپڑا دھو لیا جائے تو یہ نہیں کہا جائیگا کہ اُس کپڑہ کا پاک حصہ اس نجس غسالہ کے ملنے سے نجس ہو گیا ہے لہٰذا اُسے علیحدہ دھونے کی ضرورت ہے بلکہ پہلی ہی مرتبہ میں پورا کپڑا پاک ہو جائیگا۔ اسی طرح اگر کسی نجس چیز کے ساتھ کسی دوسری پاک چیز کو ملا لیا جائے اور مجموعہ پر پانی گرایا جائے تو دونوں ساتھ ہی ساتھ پاک ہو جائیں گی پس اگر ایک انگلی نجس ہو اور اُس کے پاک کرتے وقت اور اُنگلیاں بھی اُس سے ملا لی جائیں اور کل پر ایک ہی دفعہ پانی اس طرح گرایا جائے کہ نجس انگلی پر سے گذر کر پانی پاک انگلیوں پر آجائے اور اُن پر سے ہو کر گرے تو اُس نجس انگلی کے ساتھ بقیہ کُل انگلیاں بھی پاک ہو جائیں گی اسی طرح اگر کلائی نجس تھی اور اُس پر پانی گرا۔ جو بہہ کر ہتھیلی پر آیا اور وہاں سے نیچے گرا تو اب ہتھیلی پاک کرنے کی ضرورت نہیں ہوگی۔ اسی طرح اور صورتوں کو بھی سمجھ لینا چاہئے۔ ہاں اگر نجس مقام کے دھوتے وقت پانی کی کوئی چھینٹ وہاں سے اُڑ کر بدن یا کپڑے کی کسی دوسری پاک جگہ پر پڑ جائے تو اسکا پاک کرنا واجب ہوگا اس بنا پر کہ آب غسالہ نجس ہوتا ہے اسی طرح اگر نجس مقام سے گزر کر پانی ایسی پاک جگہ پر پہنچ جائے جو اُس پہلے نجس مقام سے متصل نہیں ہے بلکہ علیحدہ ہے تو اس کو بھی پاک کرنا ہوگا پس فرق اور معیار یہ ہے کہ نجس جگہ پاک جگہ سے ملی ہوئی ہو وہ پاک ہونے میں نجس مقام کیساتھ محسوب ہوگی اِس اتصال

اور ملنے کی وجہ سے پاک اور ناپاک دونوں ایک ہی شمار ہوں گے بخلاف اُس مقام کے جو علیحدہ ہے وہ اُسکے ساتھ محسوب نہیں ہوگا بوجہ انفصال اور علیحدگی کے دونوں کو علیحدہ علیحدہ پاک کیا جائے گا ؛

مسئلہ نمبر ۴۰۔ کسی نے کوئی نجس چیز کھائی تو اُسکے جو ریزے دانتوں میں رہ جائیں گے۔ وہ بھی نجس ہیں اور اُن کے نکالنے کے بعد کلی کرنے سے مُنہ پاک ہو جائیگا لیکن کوئی پاک چیز کھائی اور کھاتے وقت دانتوں سے خون نکل آیا مگر اُس چیز سے خون ملا نہیں بلکہ اس میں صرف تھوک (لعاب دہن) لگ گیا جس میں دانت کا خون مل گیا ہے تو وہ چیز نجس نہیں ہو گی اس لئے کہ دانت کے خون لگنے سے تھوک نجس نہیں ہوتا اور اگر اُس پاک چیز ہی میں دانتوں کا خون لگ گیا ہے تب بھی اُسپر نجاست کا حکم جاری کرنے میں اشکال ہے اس سبب سے کہ اُس چیز میں نجاست مُنہ سے باہر نہیں لگی ہے بلکہ مُنہ کے اندر لگی ہے اور کسی چیز کے جسم کے اندر نجاست لگنے سے وہ چیز نجس نہیں قرار پاتی لیکن پھر بھی احوط یہ ہے کہ اُس خون لگی ہوئی چیز سے پرہیز کیا جائے اس لئے کہ جو یقینی طور پر معلوم ہے وہ صرف اسقدر ہے کہ جسم کے اندر جو چیز ہو وہ جسم کے اندر ہی کی نجاست سے بلکہ نجس نہیں ہو گی نہ یہ کہ جو چیز خارج سے جسم کے اندر داخل ہو وہ بھی جسم کے اندر کی نجاست سے بلکہ نجس نہ ہو گی لہٰذا اگر ناک میں خون کی کوئی بُوند ہو تو نہ تو ناک نجس ہو گی اور نہ ناک کی وہ رطوبت نجس ہو گی جو اُس قطرہ خون سے لگتی ہے ہاں اگر باہر سے اُنگلی ناک کے اندر ڈالی گئی اور اُس میں خون کا قطرہ یا ناک کی وہ رطوبت جس میں خون لگ گیا ہے مس ہو گئی تو احوط یہ ہے کہ اسکو نجس سمجھا جائے لہٰذا اُسکو احتیاطاً دھو یا جائے ؛

مسئلہ نمبر ۴۱۔ نجس چیز کے پاک کرنے کے آلے مثل ہاتھ اور اُس برتن کے جس میں وہ نجس چیز پاک کی گئی ہے اُس پاک شدہ چیز کے ساتھ ہی پاک ہو جائیں گے اور ان کو علیحدہ پاک کرنے کی ضرورت نہیں ہے اور نہ اُس برتن کو تین مرتبہ دھونے کی ضرورت ہے بخلاف اُس صورت کے کہ وہ برتن قبل ہی سے نجس ہو کہ اسکو بھی تین مرتبہ علیحدہ دھو کر پاک کرنا واجب ہو گا ؛

دوم یعنی نجاستوں کو زائل کر کے پاک کرنے والی چیزوں میں سے دُوسری چیز زمین ہے جو پاؤں اور جُوتوں کے تلے کو اِس شرط سے پاک کرتی ہے کہ زمین پر چلنے یا گھسنے سے

کہ پیر یا جوتہ کی اسی نجاست کو اصلی یعنی عین نجاست اس سے زائل ہو جائے اور احوط یہ ہے اس طرح پاک کیا جائے جو صرف نجس زمین پر راہ چلنے سے لگ گئی ہے اور جو نجاست خارج سے لگی ہے اسکو اس طرح پاک نہ کرے جو بغیر چلے پھرے نجاست لگی ہوگی وہ اس عنوان سے پاک نہ ہوگی اور ایسی نجاست کے پاک کرنے کیلئے برائے نام زمین پر چلنا یا رگڑنا کافی ہے اگرچہ احوط یہ ہے کہ پندرہ قدم زمین پر چلے اور صرف زمین پر پیر یا جوتہ رکھ دینے یا زمین سے جوتہ یا پیر کے مس کر دینے سے بغیر چلے یا گھسے اسکا پاک ہونا مشکل ہے[1] اسی طرح صرف مٹی اٹھا کر پیر کے تلوے یا جوتہ کے تلے پر مل دینے سے بھی اسکا پاک ہونا مشکل ہے ہاں زمین پر چلنے یا پیر یا جوتہ کے رگڑنے میں زمین کی قسموں کے درمیان کوئی فرق نہیں ہے کہ زمین میں خواہ مٹی ہو یا ریگ یا اصلی پتھر ہو۔ ہر صورت میں اس سے پیر یا جوتہ پاک ہو جائیگا بلکہ ظاہر یہ ہے کہ جس زمین پر پتھر بچھا ہو یا اینٹ بچھی ہو یا گچ کی گئی ہو یا چونہ پھرا گیا ہو ان سب پر چلنے یا رگڑنے سے پاک ہو جائیگا۔ ہاں جس زمین پر روغن قیر (ایک سیاہ روغن یا سیاہ گوند ہے جسکو کشتی یا ظروف میں اس غرض سے لگاتے ہیں کہ اس میں پانی جذب نہ ہو سکے) ملا گیا ہو یا لکڑی کے تختوں کا فرش کیا گیا ہو کہ جس پر عرف میں زمین نہیں بولا جاتا اس سے نجس پیر یا جوتہ کا پاک ہونا مشکل ہے[2] اور فرش یا چٹائی یا صف یا بوریہ پر یا زراعت یا سبزہ اور نباتات لگی ہوئی زمین پر چلنے سے تو بلا اشکال نجس پیر یا جوتہ پاک نہ ہوگا۔ ہاں اگر زمین پر اتنا خفیف نباتات یا سبزہ ہے جس پر چلنے سے عرف میں زمین پر چلنا کہا جاتا ہے نہ کہ گھاس یا نباتات پر تو اسکا کوئی مضائقہ نہیں اور اس سے بھی نجس پیر یا جوتہ پاک ہو جائے گا اور پیر یا جوتہ کے زمین پر چلنے سے پاک ہونے کیلئے یہ شرط نہیں ہے کہ تلے یا جوتہ میں رطوبت (تری) ہو اور نہ یہ شرط ہے کہ پیر یا جوتہ کی عین نجاست زمین پر چلنے یا رگڑنے سے ہی زائل ہو بلکہ اگر خارج سے بدوں چلے پھرے نجاست زائل کرنے کے بعد بھی زمین پر چلینگے تو پاک ہو جائے گا اگرچہ احوط یہی ہے کہ عین نجاست زمین پر چلنے ہی سے دفع ہو اور نجس پیر یا جوتہ کے پاک کرنیوالی زمین کیلئے شرط ہے کہ خود بھی پہلے سے پاک اور خشک ہو یا اگر تری ہو تو غیر سرایت کرنے والی یعنی صرف اسقدر کہ اس سے دوسری

---

[1] اظہر کافی نہ ہونا ہے (ابوالحسن مدظلہ) [2] اقویٰ کافی نہ ہونا ہی اس طور سے طہارت نہ ہوگی (ابوالحسن مدظلہ)

کوئی چیز تر نہ ہو سکے کیونکہ غیر سرایت کرنے والی رطوبت کے ہوتے زمین سے نجس پیر یا جوتہ پاک ہو جائیگا اور پیر یا جوتہ کے تلے ہی کا حکم ان دونوں کے اُس قدر کناروں کا بھی ہے جو عام طور پر راہ چلنے میں مٹی کیچڑ وغیرہ سے بھر جاتے ہیں اور اگر کسی شخص کا پیر ایسا ٹیڑھا ہو کہ راہ چلنے میں اُسکے پیر یا جوتہ کے اوپر کا حصہ زمین سے لگتا جاتا ہے تو اُس بالائی حصہ کے بھی اسی طرح پاک ہو جانے کی قوی دلیل ہے اگرچہ اشکال سے خالی نہیں ہے جیسا کہ جو شخص اپنے دونوں گھٹنوں یا ہاتھوں سے چلتا ہے اُس کے گھٹنوں یا ہاتھوں کے بھی اس طرح پاک ہونے میں اشکال ہے اسی طرح جانوروں کے نجس نعل یا لنگڑے شخص کا عصا یا جسکا پیر کٹ گیا ہو اور لکڑی وغیرہ کا پیر اُسکے کٹے ہوئے پاؤں میں لگا دیا گیا ہو تو اُسکا بھی زمین پر چلنے سے پاک ہونا مشکل ہے۔ رہی جوتہ کی قسمیں پس اُن میں کوئی فرق نہیں ہے خواہ چمڑہ کا ہو خواہ روئی یا لکڑی کا یا دوسری چیزوں کا جو عام طور پر استعمال ہوتی ہیں کہ ان کل چیزوں کا جوتہ زمین سے پاک ہو جائیگا اور نجس جُراب کے زمین پر چلنے سے پاک ہونے میں اشکال ہے ہاں اگر لوگ عام طور پر اسی کو جوتہ کے عوض پہنتے ہوں یا پہننے لگے ہوں تو وہ بھی زمین پر چلنے یا رگڑنے سے پاک ہو جائیگی۔ پیر یا جوتہ کے زمین پر چلنے سے پاک ہونے میں صرف اُس کی عین نجاست کا زائل ہونا ہی کافی ہے اگرچہ اُس کا اثر یعنی اُس کا رنگ یا بو باقی ہو بلکہ اگر عین نجاست کے وہ چھوٹے ذرہ بھی باقی ہوں جو متمیز نہیں ہوتے تب بھی کوئی مضائقہ نہیں اور جوتہ یا پیر پاک ہو جائے گا جیسا کہ استنجا کے[1] احکام میں بیان کیا گیا کہ استنجا کرنے کے بعد اگر چھوٹی ذرے عین نجاست کے باقی رہ جائیں گے تو جسم طاہر ہو جائے گا اور طہارت میں کوئی مضائقہ نہ ہوگا اگرچہ احوط یہ ہے کہ اِن چھوٹے ذرّوں کا زائل ہو جانا بھی معتبر سمجھا جائے جیسا کہ یہ بھی احوط ہے کہ مٹی کے وہ نجس ذرّے بھی جو زمین سے جوتہ یا پیر میں لگ گئے ہوں زائل ہو جائیں اگرچہ پیر یا جوتہ کے ساتھ ہی اُن کا پاک ہو جانا بھی بعید نہیں ہے۔

مسئلہ نمبر ۱۔ جوتہ کے تلے کی نجاست اگر اوپر کی طرف جوتہ کے اندرونی حصہ میں سرایت کر جائے (یعنی نجاست جذب ہو کر تلے کے نیچے سے تلے کے اوپر آ جائے) تو زمین پر چلنے سے اُس کے اوپر کا حصہ یعنی وہ حصہ جو جوتہ کے اندر ہے پاک نہیں ہو سکتا بلکہ جوتہ کے چمڑہ کا باطنی اور اندرونی حصہ جبکہ نجاست اُس میں جذب ہو جائے اِس طور

---

[1] پتھر وغیرہ سے استنجا کرنے کے احکام میں (مترجم)

باطنی بھی پاک ہو جائیگا کیونکہ جس کا پاک ہونا یقینی ثابت اور معلوم ہے وہ صرف تلے سے پاک ہونا خالی اشکال سے نہیں ہے اگرچہ یہ کہا جائے کہ ظاہری حصہ کی متابعت میں
کے نیچے کا حصہ ہے نہ کہ اندرونی اور باطنی ؛

مسئلہ نمبر ۲۔ زمین پر چلنے سے پیر کی انگلیوں کے درمیان کی جگہ کا پاک ہونا مشکل ہے۔ رہا تلے کا وہ حصہ جو گڑھے کی مانند ہے اور زمین سے نہیں ملتا بلکہ زمین سے اوپر رہتا ہے اگر کسی وجہ سے چلتے وقت زمین سے مل جائے تو پاک ہو جائے گا ورنہ نہیں نجس ہی رہیگا۔ غرض تلے کا زمین سے پاک ہونے کیلئے ضروری ہے کہ جسقدر حصہ نجس ہو گیا ہے وہ سب زمین سے چلتے وقت ملجائے کہ اگر پورا تلوا نجس ہے اور چلتے وقت صرف بعض حصہ زمین سے ملا تو کل پاک نہیں بلکہ جس قدر ملا ہے بس اسی قدر پاک ہوگا

مسئلہ نمبر ۳۔ ظاہر یہ ہے کہ نجس تلوا یا جوتہ دیوار پر مل دینے سے بھی پاک ہو جاتا ہے اگرچہ اشکال سے خالی بھی نہیں ہے ؛

مسئلہ نمبر ۴۔ نجس پیر یا جوتہ سے جس زمین پر چلے اس کے پاک ہونے میں شک ہو تو اس کو پاک ہی سمجھے بس اس پر چلنے سے پیر یا جوتہ پاک ہو جائیگا ہاں اگر معلوم ہو کہ پہلے یہ زمین نجس تھی تو قاعدۂ استصحاب جاری کر کے اب بھی اسکو نجس ہی سمجھا جائے گا اور اس سے پیر یا جوتہ پاک نہ ہوگا اور اگر کسی زمین کے خشک ہونے میں شک ہو تو وہ زمین پیر کے پاک کرنے میں ناکافی ہوگی۔ پیر نجس کا نجس ہی رہیگا۔ ہاں اگر معلوم ہو کہ پہلے یہ خشک تھی تو بقاعدہ استصحاب اب بھی اسکو خشک سمجھ سکتا ہے جس پر چلنے سے پیر یا جوتہ پاک ہو جائے گا ؛

مسئلہ نمبر ۵۔ اگر یقین ہو کہ پیر یا جوتہ کے تلے میں عین نجاست (مثلاً پیشاب یا پاخانہ یا متنجس چیز (مثلاً نجس پانی یا نجس مٹی) لگی ہوئی ہے تو اس کے پاک ہونے کیلئے بھی اس نجاست یا متنجس چیز کے زائل ہو جانے کا یقین حاصل ہونا چاہیئے ہاں اگر نجاست یا متنجس چیز کے موجود ہونے کا صرف شک ہو تو ظاہر ہے[1] کہ زمین پر چلنا اس کی طہارت کیلئے کافی ہوگا اگرچہ اس چلنے سے اس مشکوک نجاست کے زائل ہونے کا یقین حاصل نہ ہو ؛

[1] اس میں اشکال ہے لہٰذا احتیاطاً اس قدر چلنا لازمی ہے کہ زوال نجاست کا علم ہو جائے اگر نجاست موجود ہو تو زائل ہو سکے۔ اسقدر چلنا پھر طہارت کیلئے کافی ہوگا ورنہ مشکل ہے (ابو الحسن مدظلہ)

مسئلہ نمبر ۶۔ نجس پیر یا جوتہ سے تاریکی یا اندھیری رات میں کوئی شخص راہ چلے اور اسکو یہ نہ معلوم ہو کہ اُس کے پیر کے نیچے زمین ہے یا دُوسری چیز مثل فرش وغیرہ کے تو اس حالت شک میں اُسپر چلنا طہارت کیلئے ناکافی ہوگا۔ پس ضروری ہے کہ پاک ہونے کیلئے زمین پر چلنا یقیناً معلوم ہو بلکہ اگر پہلے سے معلوم تھا کہ یہاں زمین ہی ہے لیکن بعد میں فرش وغیرہ کے آجانے کا شک پیدا ہوگیا تب بھی اُس پر چلنے سے پیر یا جوتہ کا پاک ہونا مشکل ہے +

مسئلہ نمبر ۷۔ اگر کسی شخص نے اپنے جوتہ کے تلے میں کسی پاک چیز کا جوڑ لگوایا اور جوتہ میں لگنے کے بعد نجس زمین پر چلنے سے وہ پیوند نجس ہوگیا تو پاک زمین پر چلنے سے پاک ہو جائیگا اور اگر کسی متنجس چیز کا پیوند لگوایا تو اس کے زمین پر چلنے سے پاک ہونے میں اشکال ہی کیونکہ اُوپر یہ مسئلہ ذکر کیا گیا ہے کہ زمین پر چلنے سے صرف وہی نجاست پاک ہوگی جو نجس زمین پر چلنے سے پیدا ہوئی ہے اور یہاں یہ صورت فرض کی گئی ہے کہ وہ جوڑ پہلے ہی سے نجس تھا یعنی زمین پر چلنے سے نجس نہیں ہُوا، لہٰذا اس کا اِس طرح پاک ہونا بھی مشکل ہے +

تیسری پاک کرنے والی چیز آفتاب ہے جو ہر نجس زمین کو پاک کرتا ہے اور ہر اس چیز کو جو غیر منقول ہے یعنی اٹھائی یا ہٹائی نہیں جا سکتی مثل مکان - دیوار - چھت وغیرہ کے اسی طرح مکانات اور دیواروں میں جو چیزیں لگی ہُوئی رہتی ہیں مثل دروازوں لکڑیوں میخوں وغیرہ کے وُہ آفتاب سے پاک ہو جاتی ہیں - اسی طرح درخت اُس کے پتے - اُس کے پھل پھُول اور سبزی ترکاریاں نباتات گھاس پودے وغیرہ بھی جب تک کاٹے نہ جائیں یا زمین سے اُکھاڑ نہ لئے جائیں اُس وقت تک آفتاب سے پاک ہوتے رہیں گے - اگرچہ اُن کے کاٹنے یا توڑنے یا اُکھاڑنے کا وقت بھی آچکا ہو یا گذر چکا ہو بلکہ اگر یہ چیزیں طیار ہو کر یا پختہ ہو کر خشک بھی ہو جائیں اور زمین یا درختوں پر لگی رہیں تب بھی اُن کا یہی حکم ہے - یہی حکم اُن بڑے برتنوں کا بھی ہے جو زمین یا دیوار میں نصب ہوں مثل دیگ مٹکہ وغیرہ کے اور یہی حکم اُن چیزوں کا بھی ہے جو دیوار یا مکان پر لگا دی گئی ہوں مثل گچ سُرخی چُونہ - روغن قیر وغیرہ کے کہ اُن کل چیزوں کو آفتاب پاک کر دیتا ہے خواہ اس میں پیشاب لگ گیا ہو - خواہ دُوسری نجاست یا متنجس چیز لگ گئی ہو جیسے کافر کا چھُوا ہُوا پانی یا پیشاب لگی ہُوئی مٹی اور جو چیزیں منقول ہیں یعنی جن میں نقل و حرکت ہو سکتی ہے اُٹھائی اور ہٹائی جاتی ہیں - اُن میں

سے سوائے چٹائی اور حصیر اور بوریا کے کوئی چیز بھی آفتاب سے پاک نہیں ہوسکتی کیونکہ[ل]
اقوٰی یہ ہے کہ آفتاب نجس حصیر اور بوریا کو بھی پاک کردیتا ہے اور ظاہر یہ ہے کہ کشتی
اور طرادہ (قدیم معنی اسکے چھوٹی کشتی اور جدید معنی چھوٹا معمولی جنگی جہاز) بھی غیر منقول چیزوں
سے ہیں لہذا یہ بھی آفتاب سے پاک ہوجائیں گی اور گاڑی وغیرہ میں اشکال ہے۔ اسی طرح
جلابیہ اور قفہ وغیرہ کے مثل چیزوں میں بھی اشکال ہے اور آفتاب سے پاک ہونے والی
جو چیزیں ذکر کی گئیں ان کے پاک ہونے میں یہ شرط ہے کہ ان میں سرایت کرنیوالی رطوبت
(تری) ہو اور آفتاب ان چیزوں پر پڑکر ان کو خشک کردے اس طرح کہ ان چیزوں پر
آفتاب کی دھوپ پڑنے میں کوئی حجاب نہ ہو مثل کپڑے وغیرہ کے اور نہ آفتاب پر کوئی حجاب
ہو مثل ابر یا غبار وغیرہ کے پس اگر کسی چیز میں یہ شرائط نہ پائی گئیں مثلاً کوئی دیوار یا زمین
بغیر دھوپ پڑے ہوئے ہوا وغیرہ سے خشک ہوگئی یا دھوپ ہی سے خشک ہوئی لیکن
اس طرح کہ درمیان کوئی چیز حائل تھی مثلاً دیوار پر پردہ پڑا ہوا تھا جس پر دھوپ پڑی اور
اس پردہ کی گرمی سے دیوار بھی خشک ہوگئی یا کوئی دیوار یا زمین دھوپ پڑنے سے خشک
نہ ہوسکی بلکہ اس میں تری رہ گئی یا خشک تو ہوگئی لیکن محض دھوپ سے خشک نہیں
ہوئی بلکہ ہوا کی مدد سے خشک ہوئی یعنی صرف آفتاب اس کو خشک نہ کرسکا تو ان کل صورتوں
میں وہ چیز پاک نہ ہوگی۔ ہاں ظاہر یہ ہے کہ بہت ہلکا ابر یا بہت خفیف ہوا ایسی کہ اس
سے کسی چیز کا خشک ہونا حقیقت میں آفتاب ہی سے خشک ہونا قرار پائے تو مضر
نہیں ہے۔ خشک ہونے کے بعد وہ چیز ایسی صورت میں پاک ہوجائے گی اور اگر
آفتاب آئینہ پر پڑے اور اس آئینہ کا عکس کسی نجس زمین یا دیوار پر پڑے جس سے وہ
خشک ہوجائے تو اس طرح اس کا پاک ہونا مشکل ہے ؂

مسئلہ نمبر ا۔ جس طرح نجس زمین کے اوپر کی سطح اس پر دھوپ پڑنے سے اور اسی
دھوپ سے خشک ہونے سے پاک ہوجاتی ہے۔ اسی طرح اس کے نیچے کی وہ سطح بھی پاک
ہوجاتی ہے جو اوپر کی نجس سطح سے متصل یعنی ملی ہوئی ہو بخلاف اس صورت کے کہ اوپر کی سطح
تو پاک ہو اور صرف نیچے کی سطح نجس ہو یا نیچے کی سطح اوپر کی سطح سے متصل نہ ہو بایں طور کہ

ل آفتاب کے ذریعہ سے ان کا پاک ہونا خالی اشکال سے نہیں ہے (ابوالحسن مدظلہٗ)

دونوں سطحوں کے درمیان ہوا یا پاک زمین کی سطح حائل ہو یا صرف اوپر کی سطح خشک ہو جائے۔ اور نیچے کی سطح خشک نہ ہو یا اوپر کی سطح آفتاب سے خشک نہ ہو بلکہ دوسری صورت سے خشک ہو اور اسی کے ساتھ نیچے کی سطح بھی خشک ہو جائے یا آفتاب کے اوپر کی سطح کو خشک کرنے اور نیچے کی سطح کے خشک کرنے میں کوئی فصل ہو مثلاً اوپر کی سطح ایک روز خشک ہو اور نیچے کی سطح دوسرے روز تو ان کل صورتوں میں نیچے کی نجس سطح پاک ہو گی۔

مسئلہ نمبر ۲ - اگر کوئی زمین یا دیوار وغیرہ نجس ہو کر خشک ہو جائے اور اسکو آفتاب سے پاک کرنا چاہیں تو اس پر پاک یا نجس پانی ڈال دیں یا کوئی دوسری تر چیز ڈال دیں جس سے وہ نجس مقام بھیگ جائے یہاں تک کہ آفتاب اسکو خشک کر دے تو وہ زمین یا دیوار پاک ہو جائے گی۔

مسئلہ نمبر ۳ - بعض علما نے بڑے خرمن (غلہ کے ڈھیر) کو بھی غیر منقول چیزوں میں داخل کیا ہے لیکن یہ مشکل ہے لہذا وہ آفتاب سے پاک نہیں ہو سکتا اس طور سے اس کی طہارت کا حکم نہیں دیا جا سکتا۔

مسئلہ نمبر ۴ - سنگریزے۔ ڈھیلے۔ پتھر۔ مٹی غبار وغیرہ جب تک زمین پر پڑے رہیں۔ اس وقت تک پاک ہوتے ہیں ان پر بھی زمین ہی کا حکم رہے گا۔ اور اگر زمین سے اٹھا لئے جائیں تو اب زمین کے حکم سے خارج ہو جائیں گے اور ان پر منقول چیزوں کا حکم جاری ہو گا یعنی اب آفتاب سے پاک نہ ہو سکیں گے اور اگر پھر زمین پر پھینک دئے جائیں تو پھر ان پر زمین کا حکم جاری ہو گا

اور یہی حکم اس کیل یا میخ کا بھی ہے جو زمین میں یا دیوار میں گڑی ہو کہ جب تک وہ نصب رہیگی اس پر وہی حکم جاری ہو گا جو زمین یا دیوار کا ہے اور اگر زمین یا دیوار سے نکال لی جائیں تو اس پر بھی منقول چیز کا حکم جاری ہو گا اور پھر جب دوبارہ زمین یا دیوار میں نصب کر دی جائیں تو پھر زمین یا دیوار کا حکم اس پر بھی جاری ہو گا۔ غرض اسی طرح اس کے مثل اور چیزوں کے بارے میں بھی سمجھنا چاہئے جو کبھی زمین یا دیوار میں ہوں اور کبھی اس سے نکال لی جائیں اور پھر اس جگہ پر رکھ دی جائیں۔

مسئلہ نمبر ۵ - نجس چیز کے آفتاب سے پاک ہونے میں شرط ہے کہ اگر اس میں کوئی عین

نجاست لگی ہے تو پہلے وہ عین نجاست زائل ہو جائے اُس کے بعد اُس پر آفتاب پڑے +

مسئلہ نمبر ۶۔ کسی نجس زمین پر آفتاب پڑتے وقت اگر یہ شک ہو کہ یہ زمین تر ہے یا نہیں یا پہلے سے معلوم ہو کہ اس میں عین نجاست لگی ہوئی تھی لیکن آفتاب پڑتے وقت شک ہوا کہ عین نجاست اُس میں سے زائل ہو چکی ہے یا نہیں یا آفتاب پڑنے کے بعد شک ہو کہ یہ زمین خشک ہوئی یا نہیں یا اس میں شک ہوا کہ یہ زمین آفتاب سے خشک ہوئی ہے یا کسی دوسری چیز سے یا آفتاب ہی سے خشک ہوئی ہے لیکن کسی دوسری چیز کی مدد سے خشک ہوئی ہے یا صرف آفتاب سے تو ان کل صورتوں میں اُس نجس زمین کو نجس ہی قرار دیا جائے گا اور پاک ہونے کا حکم نہیں کیا جائے گا۔ ہاں اگر کسی نجس زمین وغیرہ پر آفتاب پڑنے اور اُس کے خشک ہو جانے کے بعد شک ہو کہ جس وقت آفتاب اُس پر پڑ رہا تھا اُس وقت کوئی چیز درمیان میں مثل پردہ یا کپڑا وغیرہ کے حائل تھی یا نہیں تو اس صورت میں اُس شک کا اعتبار نہ کر کے سمجھ لیا جائے کہ کوئی اُس وقت حائل نہ تھا اور اُس کو پاک سمجھے گا اس میں بھی اشکال ہے جیسا کہ ایسی صورت اور نجس پیر یا جوتے کے تلے کے پاک ہونے میں بھی بیان ہو چکی ہے

مسئلہ نمبر ۷۔ حصیر یا بوریا نجس ہو جائے اور اُس پر ایک ہی طرف دھوپ پڑے تو دوسری طرف بھی (جدھر دھوپ نہیں پڑی ہے) پہلی طرف کی تبعیت میں پاک ہو جائیگی لیکن اگر اُس کے نیچے نجس زمین ہو اور دھوپ حصیر یا بوریا کے اوپر پڑے تو اُسکی تبعیت میں وہ نجس زمین پاک نہیں ہو سکتی اگرچہ پہلے سے تری ہو اور اُس حصیر یا بوریا کی گرمی سے خشک ہو جائے۔ اسی طرح اگر اُس حصیر یا بوریا کے نیچے دوسری حصیر یا بوریا ہو تو وہ بھی اوپر والی حصیر یا بوریا کی تبعیت میں پاک نہیں ہو گا۔ ہاں اس نیچے والی بوریا کو اوپر والے بوریا سے اس طرح سی دیں یا بُن دیں کہ دونوں بلکہ ایک ہی بوریا سمجھے جائیں تو پھر نیچے والا بوریا بھی اُوپر والے بوریا کی تبعیت میں پاک ہو جائے گا اور نجس دیوار کے ایک طرف اگر آفتاب پڑے جس سے دُوسری طرف بھی خشک ہو جائے تو اُس کی تبعیت میں دوسری طرف کا پاک ہو جانا بھی بعید نہیں ہے اگرچہ یہ بھی اشکال سے خالی نہیں۔ ہاں

لہ اس طور سے اسکے پاک ہونے میں پہلے ہی اشکال ہو چکا ہے (ابو الحسن مدظلہ)

اگر آفتاب دیوار کی دوسری طرف بھی پڑے تو پھر اس کے پاک ہو جانے میں کوئی اشکال نہیں ہے۔

چوتھی وہ چیز جو نجس چیزوں کو پاک کر دیتی ہے: استحالہ ہے اور استحالہ کی تعریف یہ ہے کہ کسی چیز کی حقیقت بدل کر دوسری حقیقت اور ماہیت ہو جائے اور اسکی صورت نوعیہ بدل کر دوسری صورت نوعیہ اس میں پیدا ہو جائے کہ یہ کیفیت نجس بلکہ متنجس چیز کو بھی پاک کر دیتی ہے مثلاً پاخانہ سڑ گل کر مٹی ہو جائے یا نجس لکڑی جل کر راکھ ہو جائے یا پیشاب یا نجس پانی بدل کر بخارات (بھاپ) ہو جائے یا نمک کے کان میں کتا پڑ کر نمک ہو جائے یا نطفہ حیوان ہو جائے یا نجس کھانا جانور کے پیٹ میں جا کر اس کا جزو بدن ہو جائے کہ ان کل صورتوں میں نجس چیز پاک ہو جائے گی کیونکہ اس کی حقیقت اور ماہیت بدل گئی برخلاف اس کے اگر کسی نجس چیز کے صرف اوصاف بدل جائیں یا اس کے اجزا متفرق اور پراگندہ ہو جائیں تو ان باتوں کا کوئی اعتبار نہیں یعنی ان امور سے نجس چیز پاک نہیں ہو سکتی مثلاً نجس گیہوں پس کر آٹا ہو جائے یا گندھ کر خمیر ہو جائے یا روٹی پک جائے یا نجس دودھ پنیر ہو جائے تو پاک نہیں ہوگا بلکہ نجس ہی رہیگا اور لکڑی کے جلکر کوئلہ ہو جانے کے بعد اس پر استحالہ کی تعریف کے صادق آنے میں تامل[له] ہے۔ اسی طرح مٹی کے پختہ برتن یا اینٹ ہو جانے کی حالت میں بھی یہی حکم ہے اور جب کسی چیز پر استحالہ کے صادق آنے میں شک ہو تو پھر وہ چیز پاک نہیں کہی جا سکتی لہذا ان کل آخری صورتوں میں نجس چیز کو اس کی حالت بدلنے اور صورت متغیر ہو جانے کے بعد بھی نجس ہی سمجھنا چاہئے۔

پانچویں وہ چیز جو نجس چیزوں کو پاک کر دیتی ہے انقلاب ہے یعنی ایک چیز بدلکر دوسری چیز ہو جائے مثلاً شراب سرکہ ہو جائے کہ اس طرح پاک ہو جائیگا خواہ خود بخود شراب سرکہ ہو جائے خواہ کسی تدبیر کرنے سے مثلاً شراب میں سرکہ یا نمک ڈال دیا جائے کہ خواہ یہ سرکہ یا نمک اس شراب میں پڑ کر مستہلک ہو جائے یا اپنی حالت پر باقی رہے اگر وہ شراب سرکہ ہو جائے تو پاک ہو جائے گی لیکن شراب کے انقلاب سے سرکہ ہو کر پاک ہونے میں شرط یہ ہے کہ خارج سے اس میں کوئی نجاست نہ پڑی ہو کیونکہ اگر شراب کی حالت میں اس میں کوئی قطرہ پیشاب وغیرہ کا پڑ گیا ہوگا یا کسی نجس

[له] ظاہر یہ ہے کہ اس پر اور اس کے بعد آنے والی چیز پر استحالہ صادق نہ آئیگا (ابو الحسن مدظلہ)

چیز سے وہ مس ہو گیا ہو تو انقلاب[1] سے بھی پاک نہ ہوگا۔

مسئلہ نمبر ۱۔ انگور یا خرمہ (چھوہارے) میں کوئی نجاست خارج سے لگ جائے جس سے یہ چیزیں نجس ہو جائیں اور متنجس ہونے کے بعد ان چیزوں کا عرق سرکہ ہو جائے تو اس انقلاب سے پاک نہیں ہوگا اسی طرح اگر متنجس ہو کر شراب ہو جائے اور پھر سرکہ ہو جائے تب بھی نجس ہی رہیگا۔

مسئلہ نمبر ۲۔ اگر شراب میں کوئی ایسی چیز مثل کسی دوا وغیرہ کے ڈال دی جائے جو اس کے نشہ کی کیفیت کو زائل کردے تب بھی وہ شراب پاک نہیں ہوگی اور نہ حلال ہوگی۔

مسئلہ نمبر ۳۔ پیشاب یا نجس پانی کے بخارات (بھاپ) پاک ہیں پس اگر حمام میں نجس پانی جبکا بخار یعنی بھاپ بلند ہو کر چھت تک جائے اور وہاں سے قطرہ ہو کر ٹپکے تو پاک ہے ہاں اگر چھت نجس ہوگی تو یہ بھاپ اُس سے لگ کر نجس ہو جائیگی لہذا اب جو قطرے اسکے ٹپکیں گے وہ نجس ہونگے اور جب تک چھت کی نجاست معلوم نہ ہوگی اُس وقت تک پاک ہی رہیں گے۔

مسئلہ نمبر ۴۔ سرکہ کے مٹکہ یا گھڑے میں اگر کوئی قطرہ شراب کا گر جائے اور اُس میں مستہلک ہو جائے (یعنی اس طرح گھل جائے کہ اُسکا پتہ نہ چلے) تو پاک نہیں ہوگا بلکہ خود سرکہ ہی کل کا کل نجس ہو جائیگا ہاں اگر اسکا یقین ہو جائے کہ شراب کا[2] قطرہ سرکہ میں گرتے کیساتھ ہی خود بھی انقلاب سے سرکہ ہو گیا تو وہ بھی پاک ہو جائیگا اور سرکہ بھی پاک رہیگا۔

مسئلہ نمبر ۵۔ یہ سمجھ لینا چاہئے کہ انقلاب دوسری چیز ہے اور استحالہ دوسری چیز اور دونوں میں بہت بڑا فرق ہے کیونکہ استحالہ میں حقیقت نوعیہ بدل جاتی ہے بخلاف انقلاب کے کہ اس میں حقیقتہ نوعیہ نہیں بدلتی بلکہ صورت اور اوصاف بدلتے ہیں اسی سبب سے جو چیز دوسری نجاست لگنے سے نجس یعنی متنجس ہو جائے وہ استحالہ سے پاک ہو جائیگی اور انقلاب سے پاک نہ ہوگی

---

[1] جبکہ کسی خارجی نجاست سے شراب ملاقی ہو جائے بلکہ عین نجاست مثلاً قطرہ پیشاب اس میں گر کر مستہلک ہو جائے تو اسکا پاک ہو جانا بعد سرکہ اور انقلاب ہونے کے کوئی بعید نہیں ہے (ابو الحسن مدظلہ)

[2] اگر یہ ثابت ہو جائے کہ خارجی اور عارضی نجاست کی وجہ سے پاک شے متاثر ہو گئی ہے تو انقلاب سے متنجس پاک نہ ہوگا ورنہ پاک ہو جائیگا جیسا کہ شراب کسی اور دوسری نجاست سے ملاقی ہو گئی جیسا کہ ابھی ابھی ہم اسکی طرف اشارہ کرچکے ہیں۔ (ابو الحسن مدظلہ)

مثلاً آدمی کے پاخانہ کو کوئی کافر چھوئے اور وہ پاخانہ استحالہ سے مٹی ہوجائے تو باوجودیکہ اسکو کافر نے چھوا ہے وہ مٹی استحالہ کے سبب سے پاک ہے بخلاف اسکے اگر شراب کو کافر چھو دے اور وہ انقلاب سے سرکہ ہوجائے تو چونکہ اسکو کافر پہلے چھو چکا تھا اور اس میں استحالہ نہیں ہوا ہے بلکہ انقلاب ہوا ہے لہذا اب بھی وہ نجس ہی رہیگا۔

مسئلہ نمبر ۶ - اگر انگور کے نچوڑے ہوئے پانی یا عرق میں شراب لگ جائے جس سے وہ عرق بھی نجس یعنی متنجس ہوجائے بعدازاں وہ متنجس آب یا عرق انگور انقلاب سے شراب ہوجائے۔ پھر انقلاب سے سرکہ ہوجائے تو بعید نہیں ہے کہ پاک ہوجائیگا کیونکہ اب اُس آب یا عرق انگور کی وہ خارجی یا عارضی نجاست جو شراب کے ملنے سے پیدا ہوئی ہے اُسکے خود شراب ہوجانے سے اسکی اصلی اور ذاتی نجاست ہوگئی اسلئے کہ وہ شراب کی نجاست ہے جو دیگر نجاسات سے اس حکم میں علیحدہ ہے۔ پس جب وہ شراب انقلاب سے سرکہ ہوگئی تو وہ سرکہ پاک ہوگیا بخلاف اس صورت کے کہ آب یا عرق انگور کسی دوسری نجاست سے نجس یعنی متنجس ہوجائے (مثلاً اس میں خون کا قطرہ گرجائے) کہ اُس وقت اسکا انقلاب سے شراب ہوجانا اُس کی خارجی نجاست کو زائل نہیں کریگا اور نہ اُسے اُسکی ذاتی نجاست کردیگا پس اُس خارجی نجاست کا اثر انقلاب اور سرکہ ہونے کے بعد بھی باقی رہیگا کہ وہ سرکہ نجس ہی رہیگا۔

مسئلہ نمبر ۷ - کسی چیز کا کسی دوسری چیز میں پڑکر اور مستہلک ہوکر اُس کے اجزاء کا پراگندہ ہوجانا دوسری چیز ہے اور استحالہ دوسری چیز ہے اسی وجہ سے اگر خون کی کوئی مقدار ایک کر پانی میں گرجائے اور مستہلک ہوجائے تو اُس کے پاک ہونے کا حکم کیا جائیگا۔ لیکن اگر کسی آلہ وغیرہ سے یا کسی تدبیر سے وہ خون پانی سے نکال لیا جائے تو پھر وہ خون نجس ہی رہیگا بخلاف استحالہ کے کہ اس میں وہ صورت نہیں ہوتی مثلاً پیشاب گرمی پاکر بخار (بھاپ) ہوجائے اور پھر خنکی سے پانی ہوجائے تو اب اُس پانی کو جو پیشاب کی بدلی ہوئی صورت ہے نجس نہیں قرار دیں گے بلکہ یہ پانی پاک ہی رہیگا کیونکہ پیشاب کی حقیقت ہی بدل گئی اور وہ دوسری چیز ہی ہوگئی۔ ہاں اگر اب بھی اُس پر پیشاب کی تعریف صادق آئے تو پانی ہونے کے بعد بھی اس کی نجاست کا حکم دیا جائیگا اسی مسئلہ سے بعض اعیان نجسہ کے عرق کا حال بھی ظاہر ہوجاتا ہے مثلاً سور کے گوشت کا عرق کھینچا گیا ہو یا پاخانہ وغیرہ کا عرق کھینچا گیا ہو پس اگر ان چیزوں کے عرق پر پہلا نام صادق آئے اور ان میں سابق چیزوں کے اثر

اور خواص موجود ہوں تو اُن عرقوں کے بھی نجس اور حرام ہونیکا حکم کیا جائیگا اور اگر سابق چیز یا
کی کیفیت اور اثر اور خواص موجود نہ ہوں اور نہ سابق چیزوں کا نام ان عرقوں پر صادق
آئے بلکہ یہ عرق ایک دوسری چیز ہی سمجھے جائیں جن کی ایک جُداگانہ کیفیت اور خاصیت
اور اثر ہو تو پاک بھی قرار دئے جائیں گے اور حلال بھی - رہی شراب کے عرق کی نجاست
پس اس سبب سے ہے کہ وہ بہنے والی اور نشہ پیدا کرنے والی چیز ہے اور ہر نشہ والی چیز نجس ہے
پس اس حیثیت سے وہ نجس نہیں ہے کہ شراب کا عرق ہے بلکہ اس وجہ سے نجس ہے کہ
نشہ آور ہے اور ہر نشہ آور چیز نجس ہے ؀

مسئلہ نمبر ۸ - اگر کسی نجس چیز کے بارے میں یہ شک ہو کہ اس میں انقلاب ہوا یا
نہیں تو اُس کی اصلی حالت پر خیال کر کے اُس کو نجس ہی قرار دیا جائیگا ؀

چھٹی وہ چیز جو نجس چیز کو پاک کر دیتی ہے انگور کے عرق کا جوش کھا کر دو حصہ
کم ہو جانا ہے اُن لوگوں کے قول کی بنا پر جو اُس کے جوش کھانے سے اُس کی نجاست
کے قائل ہیں لیکن پہلے معلوم ہو چکا ہے کہ ہمارا فتویٰ اس مسئلہ میں یہ ہے کہ غلیان یعنی جوش
کھانے سے شیرہ انگور نجس ہی نہیں ہوتا اگرچہ احوط مستحبی یہی ہے کہ اس سے بھی پرہیز کیا
جائے پس ہمارے اور مختار کی بنا پر شیرہ انگور کے جوش کھا کر اور اُس کے دو حصہ گھٹ
کر کم ہو جانے کا فائدہ بہ نسبت حُرمت کے ظاہر ہوگا یعنی پاک تو پہلے سے ہی رہیگا لیکن اُسوقت حرام رہیگا
اور جب دو حصہ کم ہو جائیگا تو حلال بھی ہو جائیگا اور بہ نسبت نجاست کے یہ فائدہ ہوگا کہ احوط مستحبی
کی بنا پر دو حصہ کم ہونے کے قبل جو لوگ اُس سے بچتے ہیں اور احتیاط کا ارادہ کرتے ہیں وہ اسکو
دو حصہ کم ہونے کے بعد بے اشکال استعمال کر سکتے ہیں کہ اب اُس سے اجتناب کرنا احوط مستحبی
بھی نہ رہے گا اور دو حصہ کم ہو جانے کی صورتوں میں کوئی فرق نہیں ہے خواہ آگ پر رکھنے سے

لـه نجاسات میں تمکو معلوم ہو چکا ہے کہ اگر یہ خود بخود بدوں کسی تدبیر کے جوش کھا جائے تو ہمارا فتویٰ اسکے
متعلق یہ ہے کہ اس کو نجس بھی سمجھنا چاہیئے اور حرام بھی اور یہ حُرمت و نجاست بدوں اس کے سرکہ
ہونے کے زائل نہ ہوگی اور اس میں دو حصہ کم ہو جانا اور ایک حصہ باقی رہ جانا بالکل بے اصل ہے اس
موقعہ پر اسکی کچھ اصلیت نہیں لیکن اگر آگ کے ذریعے سے اس میں جوش آ جائے تو ہمارا حکم اسوقت اسکے حرام اور پاک
ہونیکا ہے اور دو تہائی گھٹ کر کم ہو جانے کے بعد جو باقی رہے وہ پاک بھی ہے اور حلال بھی (ابوالحسن مدظلہ)

کم ہو جائے یا دھوپ میں رہنے سے یا ہوا[1] کی گرمی سے جیسا کہ اُس کے غلیان (جوش کھانے) کی صورتوں میں بھی کوئی فرق نہیں ہے اُن لوگوں کے قول کی بنا پر جو جوش کھاکر دو حصہ کم ہو جانے کے قبل اسکو نجس کہتے ہیں کہ وہ لوگ بھی یہی کہتے ہیں کہ خواہ کسی طرح غلیان ہو جائیگا نجس ہو جائے گا جیسا کہ جوش کھاکر حرام ہو جانے میں کوئی اشکال نہیں ہے اور جیسا کہ دو حصہ گھٹنے کے بعد اُس کے حلال ہونے میں کوئی اشکال نہیں ہے۔ خواہ کسی طرح اس میں جوش آگیا ہو جب دو حصہ کم ہو جائیگا تو یقیناً اور بے تردد حلال ہو جائیگا اور ایک ثلث (تہائی) یا دو ثلث (دو تہائی) کا اندازہ کرنا یا وزن سے ہوگا یا ناپ سے یا پیمائیش سے اور ذاتی علم و یقین اور گواہی سے بھی معلوم ہو سکتا ہے صرف گمان سے نہیں ہو سکتا اور ایک عادل شخص کے خبر دینے سے بھی اسکا حلال ہونا مشکل ہے ہاں اگر اُس عادل شخص کے قبضہ میں وہ عرق انگور ہے اور وہ اس کے دو ثلث کم ہو جانے کی خبر دے رہا ہے اور اُس کے پاک اور حلال ہو جانے کو بیان کر رہا ہے تو اُس کے قول پر عمل کر سکتے ہیں بلکہ قبضہ والے شخص کے عادل ہونے کی بھی شرط نہیں ہے لیکن اس شرط سے کہ وہ شخص ان لوگوں سے نہ ہو جو عرق انگور کے استعمال کو جوش کھانے کے بعد اور دو ثلث کم ہو جانے کے قبل بھی حلال سمجھتے ہیں ؁

مسئلہ نمبر ا۔ جو لوگ انگور کے جوش کھائے ہوئے عرق کو نجس کہتے ہیں اُن کے قول کی بنا پر اگر اُس کے جوش کھانے کے بعد اسکا کوئی قطرہ کپڑا یا بدن وغیرہ پر گر جائے تو اُس قطرہ کے خشک ہو جانے یا اُس کے دو حصہ کم ہو جانے سے وہ پاک ہو جائیگا اُس دلیل سے جسے ہم نے اُوپر بیان کیا ہے کہ جوش کھانے کے بعد عرق انگور کی دو حصے خواہ کسی طرح بھی کم ہو جائیں گے یعنی آگ سے ہوں یا ہوا سے پاک ہو جائیں گے اور کوئی فرق نہ ہوگا اور اس بنا پر[2] وہ آلات جو اُس شیرہ انگور کے پکانے میں استعمال کئے جاتے ہیں خشک ہو جانے سے خود بخود ہی پاک ہو جاتے ہیں اگرچہ دیگچی میں شیرہ کی جو مقدار ہو اُسکا دو ثلث کم نہ بھی ہوا ہو اور تبعیت کا حکم جاری کرنے کی ضرورت نہیں ہے لیکن پھر بھی یہ مسئلہ اشکال سے خالی نہیں ہے اس سبب سے کہ کوئی جگہ شیرہ انگور کے قطرہ سے پہلے

---

[1] یہ اشکال سے خالی نہیں ہے (ابوالحسن مدظلہ)

[2] اس کے متعلق اشکال گذر چکا (ابوالحسن مدظلہ)

ہی نجس ہو جائے تو اس قطرہ کے خشک ہو جانے سے اس جگہ کو کوئی نفع نہیں حاصل ہو سکتا ہے اور نہ اُس کے دو حصہ کم ہو جانے سے اُس کو کوئی نفع پہنچ سکتا ہے پس بالتبع (یعنی ساتھ ہی) پاک ہونے والی صرف وہی جگہیں اور وہی چیزیں ہیں جو عرق انگور کے پکانے کے لئے استعمال کی جاتی ہیں مثل دیگچی اور اسکے آلات (کفگیر چمچہ وغیرہ) کے نہ ہر چیز اور ہر جگہ مثل کپڑے بدن وغیرہ کے

مسئلہ نمبر ۲۔ کچے انگور کے دانوں میں اگر پکا ہوا انگور کا ایک یا دو دانہ گر جائے اور وہ مل دانے اس طرح نچوڑے جائیں کہ سب ایک دوسرے میں مل جائیں بعد ازاں وہ دانہ انگور جو پکا ہوا تھا جوش کھائے تو نہ وہ نجس اور حرام ہوگا اور نہ وہ کچے دانے اور نہ ان کا عرق۔ ہاں اگر پکے ہوئے انگور کا دانہ شوربہ یا دال وغیرہ کی دیگچی میں گر جائے اور جوش کھا جائے تو وہ پورا شوربہ یا دال حرام ہو جائے گی اور جو علما شیرہ انگور کو جوش کھانے کے بعد اور دو حصہ کم ہونے کے قبل نجس کہتے ہیں ان کے نزدیک وہ شوربا یا دال نجس بھی ہو جائے گی ؞

مسئلہ نمبر ۳۔ ان کے قول کی بنا پر جو عرق انگور کو جوش کھانے کے بعد اور دو حصہ کم ہو جانے کے پہلے ایسے عرق انگور میں پڑ جائے جو جوش کھانے کے بعد دو حصہ کم ہو گیا ہے تو اسکا پاک قرار دینا مشکل ہے اگرچہ دونوں کے مجموعہ کا دو حصہ بھی کم ہو جائے ہاں اگر یہ صورت ہو کہ دوسرا عرق انگور جوش کھانے کے بعد دو حصہ کم نہ ہوا ہو بلکہ کم ہونے کے قریب پہنچا ہو۔ اسوقت اس میں وہ عرق انگور گر جائے جو جوش کھانے کے بعد دو حصے کم نہ ہوا ہو اور نہ کم ہونے کے قریب پہنچا ہو اور جب دونوں عرق مل گئے اسکے بعد اُن دونوں کے مجموعہ کا دو حصہ کم ہو گیا تو اب وہ پاک اور حلال ہے اور اس کے استعمال کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے پس دونوں صورتوں میں فرق یہ ہوا کہ پہلی صورت میں نجس عرق انگور اس عرق انگور میں جو دو حصہ کم ہو کر پاک ہو چکا تھا لہذا اس نے اسکو نجس کر دیا برخلاف دوسری صورت کے کہ اس صورت میں وہ عرق انگور جو دو حصہ کم ہونے کے قریب پہنچا ہے ابھی نجس ہی ہے اور پاک نہیں ہوا ہے پس اس میں دوسرا نجس عرق انگور گرا تو نجس عرق انگور نجس عرق انگور میں ملگیا۔ لہذا اب دونوں کے مجموعہ سے دو حصہ کم ہو جانے سے کل پاک ہو جائیگا اور اگر جوش کھائے ہوئے عرق انگور میں وہ عرق انگور گر جائے جس نے ابھی جوش نہیں کھایا ہے تو ظاہر یہ ہے کہ اس میں کوئی اشکال نہیں ہے اس مسئلہ کی تفصیل میں شاید یہ نکتہ ہو کہ جوش نہ کھائے

ہوئے عرق انگور کے جوش کھائے ہوئے عرق انگور میں گر جانے سے جو نجاست اُسکو حاصل ہوئی وہ عرضیہ بھی اور خود اُس کے جوش کھا جانے سے ذاتی ہو گئی اگرچہ اب بھی اس صورت میں اور پہلی صورت میں فرق کرنا اشکال[1] سے خالی نہیں ہے اور اس میں غور و فکر کرنے کی ضرورت ہے

مسئلہ نمبر ۴۔ عرق انگور نچوڑے جانے کے بعد خود بخود بغیر جوش کھائے دو حصہ کم ہو جائے تو پھر جوش کھانے کے سبب سے نجس نہیں[2] ہوگا بلکہ اس کا پہلے ہی دو حصے کم ہو جانا اس کے پاک کرنے کیلئے کافی ہے ؂

مسئلہ نمبر ۵۔ اقویٰ یہ ہے کہ خرما اور کشمش یا منقی کا عرق جوشس کھانے کے بعد نہ نجس ہوتا ہے اور نہ حرام[3] کیونکہ اس میں نشہ نہیں ہوتا۔ پس ان دونوں کے نجس اور حرام ہونے کا معیار ان دونوں کا نشہ آور ہونا ہے کہ اگر ان سے نشہ پیدا ہوگا تو حرام یا نجس ہونگی ورنہ نہیں ؂

مسئلہ نمبر ۶۔ اگر کسی عرق انگور کے بارے میں یہ شک ہو کہ اس میں جوش آیا ہی یا نہیں تو یہی سمجھیئے کہ جوش نہیں آیا ہے لہٰذا وہ پاک بھی ہے اور حلال بھی اور اگر عرق انگور کے جوش کھانے کا تو یقین ہو لیکن اس میں شک ہو کہ جوش کھانے کے بعد اسکا دو حصہ ابھی کم ہوا ہے یا نہیں تو یہی سمجھے کہ ابھی دو حصے کم نہیں ہوا ہے لہٰذا وہ حرام ہے ؂

مسئلہ نمبر ۷۔ اگر کسی انگور کے بارے میں شک ہو کہ یہ خام ہے یا پختہ تو اُسے خام ہی سمجھے لہٰذا اُس کا عرق جوش کھانے کے بعد بھی حرام یا نجس نہ ہوگا ؂

مسئلہ نمبر ۸۔ کسی شخص نے مٹکہ یا گھڑے وغیرہ ظروف میں انگور یا کشمش یا منقی یا خرمہ کو سرکہ بنانے کے لئے ڈالا تو ان چیزوں کے ساتھ یا ان چیزوں کے ڈالنے کے بعد

---

[1] بلکہ ظاہر یہ ہے کہ ان دونوں صورتوں میں کوئی فرق نہیں ہے (ابوالحسن مدظلہ)

[2] اس میں اشکال ہے اور سہولت اور آسانی اس میں ہے کہ یہ جسقدر مسائل ہیں اُس وقت میں ہیں جبکہ آگ کے ذریعے سے عرق انگور کے جوش کھانے پر ہم اسکی نجاست کے قائل ہوں اور ایسا ہے نہیں کیونکہ ہمارا فتویٰ اس وقت میں اُس کے پاک ہونے کا ہے۔ ہم اس کی طہارت کے قائل ہیں لہٰذا مسائل اور یہ صورتیں عرق انگور کی ہمارے قول پر منطبق نہ ہونگی (ابوالحسن مدظلہ)

[3] پہلے گذر چکا کہ اقویٰ یہ ہے کہ کشمش یا منقی آگ سے جوش کھانے کے بعد حرام ہو جاتی ہے نہ خرمہ۔ لیکن اگر کشمش یا خرمہ جبکہ خود بخود جوش کھا جائیں تو اقویٰ یہ ہے کہ دونوں حرام بھی ہیں اور نجس بھی (ابوالحسن مدظلہ)

خواہ اُسی برتن میں بیگن، سیب، بہی یا کھیرہ ککڑی بھی مُربہ وغیرہ بنانے کے لئے ڈال سکتا ہے۔ بیگن یا کھیرہ ککڑی وغیرہ کے ڈالتے وقت اُس انگور وغیرہ نے جوش نہ کھایا ہو یا جوش کھایا ہو اور سرکہ ابھی نہ ہُوا ہو کہ ان کل صورتوں میں کوئی مضائقہ نہیں ہے اور سرکہ ہو جانے کے بعد کل چیزوں کو استعمال کر سکتے ہیں ÷

مسئلہ نمبر ۹۔ اگر انگوری سرکہ کی تُرشی بالکل زائل ہو جائے اس طرح کہ پانی ایسا ہو جائے جب بھی اسکے استعمال کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے اور اب بھی وُہ نجس یا حرام نہیں ہوگا۔ ہاں اگر اب جوش کھائیگا تو حرام ہو جائیگا اور پھر جبتک اُس کا دو حصّہ کم نہ ہو جائے گا۔ یا دوبارہ سرکہ نہ ہو جائیگا اُس وقت تک حلال نہ ہوگا ÷ [۱]

مسئلہ نمبر ۱۰۔ جس طرح خود خرمہ کو گوشت یا پلاؤ وغیرہ میں ڈالکر پکا سکتے ہیں اور اُس سے وُہ گوشت یا پلاؤ وغیرہ نجس یا حرام نہیں ہوتا۔ اُسی طرح خرمہ کا نچوڑا ہُوا عرق یا اُسکا وُہ شیرہ جو بغیر نچوڑے خرمہ سے نکلتا ہے گوشت یا پلاؤ وغیرہ میں ڈال سکتے ہیں اور اُس کے لئے یہ ضروری نہیں ہے کہ پہلے اسکے دو حصّے کم ہو جائیں اسکے بعد ڈالا جائے جیساکہ خرمہ کے متعلق ہے ÷

ساتویں وُہ چیز جو نجس چیزوں کو پاک کر دیتی ہے اِنتقال ہے یعنی کسی چیز کا ایک چیز سے دوسری چیز میں چلا جانا مثلاً آدمی کا خون یا کسی دوسرے جانور کا خون جو جہندہ یعنی اُچھل کر نکلنے والا) ہوتا ہے آدمی یا اُس جانور کے بدن سے نکلکر کسی ایسے جانور کے پیٹ یا جسم میں چلا جائے اور اسکا جزو بدن ہو جائے۔ جسکا خون جہندہ نہیں ہوتا کہ اب اُس جانور کے بدن میں آجانے سے وُہ نجس خون پاک ہو جائیگا مثلاً کھٹمل یا مچھر یا پِسّو یا جوں انسان کے بدن کا خون پی لے یا مثلاً آدمی کا پیشاب پودوں یا درختوں کے نیچے جذب ہو جائے تو وہاں جاکر پاک ہو جائیگا اور وُہ پودے یا درخت پاک رہیں گے لیکن اِس طرح کسی چیز کے پاک ہونے کیلئے شرط اور ضروری ہے کہ وُہ نجس چیز دوسری جگہ جاکر اُسی چیز کی سمجھی جائے اور جس چیز سے نکلی ہے اُسکی نہ سمجھی جانے نہ قرار پائے ورنہ پاک نہ ہوگا جیساکہ آدمی کا خون

---

[۱] جبکہ یہ خراب سرکہ کہا جائے تو ظاہر یہ ہے کہ اس میں حرمت نہ ہوگی اور جوش کھانے کی وجہ سے اس میں نجاست آجائیگی جسکا ازالہ بدُون دو تہائی کم ہوئے نہیں ہو سکتا۔ ہاں اگر یہ فرض کر لیا جائے کہ تُرشی زائل ہو جانے کے بعد وُہ سرکہ عرق انگور ہو جائیگا تو عرق انگور کا حکم پھر جاری ہو جائیگا لیکن بظاہر یہ محض فرض ہی فرض ہے (ابوالحسن مدظلہ)

جونک لگا کر نکالا گیا تو چونکہ وہ خون جونک کے بدن میں ٹھیرتا نہیں اور نہ اُس کے بدن کا جزو ہوجاتا ہے لہذا وہ پاک نہ ہوگا ؎

مسئلہ نمبرا۔ اگر کسی شخص کے بدن پر مچھر یا کھٹمل بیٹھا اور اُس نے اُسکو اُس وقت میں مارا جبکہ وہ مچھر مثلاً خون پی رہا تھا اور اُس سے خون نکل آیا تو نجس نہیں کہا جائیگا مگر اسیوقت جبکہ یہ ثابت ہو جائے کہ یہ خون اُس مچھر یا کھٹمل کا جزو بدن نہ ہونے پایا تھا تو چونکہ ابھی وہ خون آدمی ہی کا ہی لہذا نجس ہے اور مثل اُس خون کے ہی جو جونک[1] پیتی ہے کہ اُس کو انسان کا خون کہا جاتا ہے ؎

آٹھویں وہ چیز جو نجس کو پاک کر دیتی ہے **اسلام** ہے کہ جو کافر مسلمان ہو جائیگا تو اُس کا بدن اور اُس بدن پر جو تر چیزیں مثل اُس کے تھوک پسینہ۔ ناک کی رطوبت اور میل وغیرہ کے ہوں گی سب پاک ہو جائیں گی۔ ہاں جو خارجی نجاست اُس کے بدن کی ہو کہ جس کا عین زائل ہو گیا ہو اُسکا پاک ہونا اسلام لانے کے بعد مشکل ہے اگرچہ پاک ہونا اقوی[2] ہے مسلمان ہو جانے سے یہ بھی پاک ہو جائے گی۔ ہاں احوط یہ ہے کہ نو مسلم شخص کے وہ کپڑے جن میں رطوبت اُس وقت لگی تھی جب وہ کافر تھا یعنی حالتِ رطوبت میں اُن کو استعمال کیا ہے وہ پاک نہ سمجھے جائیں بلکہ اگر اسلام قبول کرتے وقت وہ کپڑے اُس کے بدن پر نہ تھے تو محض احوط نہیں بلکہ اقوی یہ ہے کہ وہ بغیر پانی سے دھوئے پاک نہ ہوں گے ؎

مسئلہ نمبرا۔ اسلام قبول کرنے سے کافر کے پاک ہو جانے کے متعلق اسکی قسموں میں کوئی فرق نہیں ہے خواہ اصلی کافر ہو یا مرتد ملّی دونوں پاک ہو جائینگے بلکہ اقوی یہ ہے۔ کہ مرتد فطری توبہ کر کے پھر مسلمان ہونا چاہے تو اُس کی توبہ باطنی بلکہ ظاہری حیثیت سے بھی قبول کر لی جائیگی اور اُسکی عبادتیں مقبول اور صحیح ہونگی اور اُسکا بدن بھی پاک ہو جائیگا۔ لیکن اُس کے دوسرے احکام ارتداد اُسکے پھر مسلمان ہو جانے سے ساقط نہ ہوں گے بلکہ اب بھی جاری کئے جائینگے یعنی اگر ممکن ہوگا تو اُسکا قتل کرنا واجب ہوگا اور اُس کی زوجہ اُس سے علیحدہ کر دی جائیگی اور شوہر کے مرنے پر زوجہ جسقدر عدّہ رکھتی ہے اُسی قدر مرتد کی یہ

---

[1] اس خون کا مثل جونک کے خون کے ہونا محل تامل اور نظر ہے (ابو الحسن مدظلہ)

[2] اس میں تامل ہے (ابو الحسن مدظلہ)

زوجہ بھی اس سے علیحدہ ہو کر عدۃ رکھیگی اور اُسکا وہ مال جو مُرتد ہوتے وقت اُسکے پاس تھا اُسکے وارثوں میں تقسیم کر دیا جائیگا اس لئے کہ یہ احکام ایسے ضروری ہیں جو اُسکے توبہ کرلینے سے بھی ساقط نہ ہوں گے ہاں توبہ کر کے دوبارہ اسلام لانے کے بعد جو مال حاصل کریگا اُس کا مالک وہی رہیگا اور وہ دوبارہ عقد کر کے اپنی پہلی زوجہ سے تعلق بھی کر سکتا ہو بلکہ اقویٰ یہ ہے کہ اپنی زوجہ سے عقد کرنے کیلئے اُسکے عدۃ کے زمانہ کے پورا ہونیکا انتظار کرنا بھی ضروری نہیں ہے بلکہ عدۃ کے اندر ہی عقد کر کے تعلق کر سکتا ہے؛

مسئلہ نمبر ۲۔ جو کافر اسلام قبول کرے اس پر مسلمان کا حکم جاری کرنے کے لئے اس کا صرف زبان سے کلمہ شہادتین ظاہر کر دینا کافی ہے اگرچہ یہ نہ معلوم ہو کہ یہ دل سے کہہ رہا ہے یا صرف ظاہری اقرار ہے ہاں اگر یقین ہو کہ دل سے نہیں کہتا تو اُس پر مسلمان کا حکم جاری نہ ہوگا بلکہ کافر ہی سمجھا جائیگا؛

مسئلہ نمبر ۳۔ اقویٰ یہ ہے کہ اگر نابالغ لیکن باتمیز اور ہوشیار لڑکا بصیرت سے (یعنے تحقیق کر کے اور سمجھکر) اسلام لائے تو اُسکا اسلام بھی صحیح ہے اور مقبول ہوگا۔ توبہ کرنے کے بعد مرتد فطری پر اپنے کو قتل ہونے کیلئے پیش کرنا واجب نہیں ہے بلکہ جائز ہے کہ بچاتا رہے ہاں دوسروں پر اسکا قتل کرنا واجب ہے؛

نویں چیز تبعیت ہے۔ کئی مقام پر (پہلے) یہ کہ کافر کے بدن کی رطوبت وغیرہ اس کے اسلام قبول کر لینے پر اُسکی تبعیت میں پاک ہو جائیگی جیساکہ اوپر بھی بیان ہوا (دُوسرے) یہ کہ کافر کے ساتھ جو لڑکا ہو اُسکے مسلمان ہونے سے وہ لڑکا بھی مسلمان سمجھا جائیگا خواہ وہ کافر اُس لڑکے کا باپ ہو یا ماں جد ہو یا جدہ۔ تیسرے یہ کہ وہ نابالغ کافر کا لڑکا جسکو کسی مسلمان نے قید کیا ہو اور اپنے کافر باپ یا دادا کے ساتھ قید نہ ہوا ہو وہ مسلمان قید کرنے والے کی تبعیت میں پاک سمجھا جائیگا۔ چوتھے یہ کہ جس برتن میں شراب ہو اور وہ شراب سرکہ ہو جائے تو چونکہ یہ سرکہ پاک ہے لہٰذا برتن بھی اسکی تبعیت میں پاک سمجھا جائیگا۔ پانچویں یہ کہ مُردہ کو تینوں غسل دینے کے بعد وہ چیزیں جو اُسکے غسل میں استعمال کی گئی ہیں مثل پتھر تختہ اور اُس کپڑے کے جس میں اُس کو

لہ اس میں اشکال ہے (ابو الحسن مدظلہ)

غسل دیا گیا ہے مُردہ کی تبعیت میں پاک ہو جائیں گی اسی طرح غسل دینے والے کا ہاتھ بھی پاک ہو جائیگا مگر اُسکا کپڑا پاک نہ ہوگا بلکہ اولیٰ اور احوط یہ ہے کہ تبعیت میں صرف غسل دینے والے کا ہاتھ پاک سمجھا جائے اور بقیہ کل چیزیں علیحدہ پانی سے پاک کی جائیں۔ چھٹے یہ کہ جو لوگ صرف نجاست پڑ جانے سے کنوؤں کو نجس کہتے ہیں اُن کے مختار کی بنا پر کنوؤں کے پاک ہونے سے اُن کے کنارے پانی کھینچنے والے کا کپڑا ڈول رسی اور دوسری چیزیں جو پانی کھینچنے میں کام آتی ہیں سب کنوئیں کی تبعیت میں پاک ہو جائیں گی لیکن ہمارا مختار یہ ہی کہ نجاست گرنے سے کنواں نجس نہیں ہوتا بلکہ نجاست سے اگر اُس کے پانی کا مزہ بدل جائیگا تو نجس ہوگا ورنہ نہیں اور تغیر کی وجہ سے نجس ہونے کی صورت میں پانی کھینچنے سے اِن چیزوں کا تبعیت کے سبب سے پاک ہونا مشکل ہے۔ ساتویں یہ کہ جو لوگ انگور کے عرق کو جوش کھاکر اور دو حصّہ کم ہونیکے قبل نجس اور دو حصہ کم ہو جانے کے بعد پاک سمجھتے ہیں اُن کی بنا پر وُہ آلات بھی جو اُس عرق کے پکانے میں استعمال کئے گئے ہیں اُس عرق کے دو حصہ کم ہو جانے پر اُس عرق کی تبعیت میں پاک ہو جائیں گے۔ آٹھویں یہ کہ متنجس چیزوں کے پاک کرتے وقت اسکے دھونے والے کا ہاتھ یا دوسری جو چیزیں نجس ہو جائیں وُہ بھی اُس چیز کے ساتھ پاک ہو جائیں گی۔ اسی طرح نجس چیز کے پاک کرنے کے لئے جو پانی اُس پر گرایا جائے۔ اُس کے نچوڑنے کے بعد جو تری اُس چیز میں رہ جائے گی وُہ بھی اس چیز کی تبعیت میں پاک ہو جائے گی۔ نویں۔ یہ کہ سرکہ بنانے کے لئے انگور یا خرمہ کیساتھ جو چیزیں مثل کھیرہ یا بیگن یا ششک یا تر گگڑی وغیرہ کے ڈال دیتے ہیں تو جو لوگ عرق انگور یا خرمہ کو جوش کھانے کے بعد اور دو حصّہ کم ہونے کے قبل نجس کہتے ہیں اُن کی بنا پر اُس عرق کے جوش کھانے سے وُہ کھیرہ یا بیگن وغیرہ بھی نجس ہو جاتا ہے اور جب وُہ انگور یا خرمہ سرکہ ہو جاتا ہے تو اس سرکہ کی تبعیت میں وُہ کھیرہ یا بیگن وغیرہ بھی پاک ہو جاتا ہے ؛

دسویں مطہر چیز آدمیوں کے سوا جو پاک جانور ہیں اُن کے بدن سے عین نجاست یا متنجس کا زائل ہو جانا ہے خواہ کسی طرح زائل ہو یعنی خودبخود زائل ہو جائے یا کسی چیز سے رگڑ کر صاف کر دیا جائے۔ مرغ کی چونچ میں فضلہ لگ گیا اور اُس نے زمین میں اُس کو رگڑ دیا

---

۱ اور وُہ تختہ کہ جس پر اُسکو غسل دیا گیا ہے (ابو الحسن مدظلہ)

یا خود بخود وہ فضلہ اُس چونچ سے زائل ہو گیا اور چونچ خشک ہو گئی تو پاک ہو جائے گی یا زخمی
گھوڑے بیل وغیرہ کی پشت سے خون نکلے اور کسی طرح زائل ہو جائے تو وہ پشت بھی پاک
ہو جائے گی۔ اسی طرح جانوروں کے جو بچے خون آلودہ پیدا ہوتے ہیں وہ خون زائل ہونے کے
بعد خود بخود پاک ہو جاتے ہیں۔ اسی طرح آدمیوں کے وہ باطنی مقامات یعنی وہ اندرونی جسم بھی
جو دیکھنے والے کو خود بخود ظاہری طور پر دکھائی نہ دیں مثلاً منہ یا ناک یا کان کے سوراخ کے
ان مقامات سے عین نجاست یا متنجس کے صرف زائل ہو جانے سے پاک ہو جاتے ہیں پانی
سے دھو کر پاک کرنے کی ضرورت نہیں پس اگر کسی نے کوئی نجس چیز کھائی تو اُس کے حلق سے
اُترتے ہی منہ پاک ہو جائیگا صرف ہونٹ اور مُنہ کے باہر کا وہ حصہ جہاں وہ نجس چیز لگی ہے
پانی سے دھونا پڑیں گے یہ حکم تو اُس صورت کا ہے جب ہم اس کے قائل ہوں کہ جانور کا بدن
یا آدمی کے بدن کے باطنی حصہ نجاست لگنے سے نجس ہو جاتے ہیں لیکن یہ کہنا بھی ممکن ہے
کہ یہ چیزیں نجس ہوتی ہی نہیں بلکہ نجس صرف وہ عین نجاست ہے جو جانور کے بدن پر یا آدمی کے باطنی
حصہ میں خارج سے پہنچتی اور وہاں موجود رہتی ہے پس اس قول کی بنا پر نجاست پڑنے سے جانور
کے بدن یا آدمی کے باطنی حصوں کو نجس کہنے اور عین نجاست یا متنجس چیز کے زائل ہو جانے کو
پاک کرنے والی چیزوں سے شمار کرنے کی کوئی وجہ نہیں ہے اور یہ قول (کہ جانور کا بدن اور
آدمی کے باطنی حصے نجس ہوتے ہی نہیں) بہت درست اور قاعدہ کے مطابق ہے اور دونوں
قولوں پر جو مسئلے مترتب ہوتے ہیں وہ اس مثال سے معلوم ہوں گے کہ اگر آدمی کے مُنہ میں
خون نکل آئے تو پہلے قول کی بنا پر (کہ نجاست پڑنے سے جانور کا بدن اور آدمی کے بدن کے باطنی
حصے نجس ہو جاتے ہیں)، جب تک یہ خون مُنہ میں رہیگا اُس وقت تک وہ تھوک بھی نجس ہوتا
جائیگا جو مُنہ میں پیدا ہوتا رہیگا کیونکہ قائل اسی کے ہیں کہ اُس خون سے مُنہ نجس ہو گیا ہے پس
اگر وہ تھوک باہر کسی چیز پر پڑ جائے تو یہ چیز بھی نجس ہو جائے گی برخلاف دوسرے قول کے
(کہ نجاست پڑنے سے جانور کا بدن یا آدمی کے بدن کے باطنی حصے نجس نہیں ہوتے) کہ اسکی
بنا پر چونکہ مُنہ نجس نہیں ہوا بلکہ وہ بھی پاک ہے اور تھوک بھی اور نجس صرف وہ خون ہے جو اندر
موجود ہے لہذا تھوک باہر جس چیز پر گریگا وہ چیز نجس نہ ہوگی بلکہ پاک ہی رہیگی پس اگر انگلی مُنہ
کے اندر ڈالیں اور اُس میں تھوک لگجائے لیکن خون نہ لگے تو اُنگلی پاک رہیگی اور اگر خون لگے
تو نجس ہو جائے گی بشرطیکہ ہم اسکے بھی قائل ہوں کہ جسم کے باطنی حصے میں پہنچکر کوئی چیز

نجس چیز سے ملجائے تو وہیں نجس ہو جائے گی اور اگر اس کے قائل نہ ہوں بلکہ یہ کہیں کہ باطنی حصہ میں کوئی نجس چیز نجس چیز سے ملجائے تو وہیں نجس نہ ہوگی بلکہ جب باہر نکل آئے گی اور اب بھی اس میں نجاست لگی ہوگی اُس وقت نجس قرار دی جائے گی تو اس صورت میں انگلی نہ تھوک لگنے سے نجس ہوگی اور نہ خون لگنے سے۔ ہاں منہ کے اندر اُس میں خون لگ جائے اور باہر نکلنے پر بھی نظر آئے تو اب یقیناً نجس ہے ؛

مسئلہ نمبر۱۔ ابھی جو دو صورتیں مذکور ہوئیں اُنہی میں سے یہ مسئلہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اگر کسی چیز کے بارے میں یہ شک ہو کہ یہ باطنی جسم کی ہے یا ظاہری کی تو زوال عین کے بعد پہلی صورت کی بنا پہ یہ حکم ہوگا کہ وہ اپنی سابق نجاست پہ باقی ہے اور دوسری صورت کی بنا پہ اسکو پاک[1] قرار دیا جائے گا کیونکہ اس صورت کی بنا پہ جو شک ہوتا ہے وہ دراصل یہ ہے کہ یہ چیز نجس ہوئی یا نہیں یعنی اُس چیز کے متنجس ہونے کا شک ہوتا ہے اور معلوم ہے کہ کسی چیز کے متنجس ہونے میں شک ہو تو اصالۃ طہارت جاری کر کے وہ پاک سمجھی جاتی ہے ؛

مسئلہ نمبر۲۔ دونوں لب ملنے کی جگہ مُنہ کے اندرونی حصہ میں شمار ہوتی ہے۔ اسی طرح دونوں پلک ملنے کی جگہ بھی آنکھ کا اندرونی حصہ ہے پس دونوں میں ظاہری حصہ وہی سمجھا جائے گا جو لب یا پلک ملنے کے بعد باہر نظر آئے ؛

گیارھویں پاک کرنیوالی چیز جلال (فضلہ خوار) جانور کا استبراء ہے کہ اس سے اسکا پیشاب و فضلہ پاک اور اسکا گوشت حلال ہو جاتا ہے اور جلال اُس حلال جانور کو کہتے ہیں جو آدمی کا پاخانہ کھانے کا عادی ہو گیا ہو مثل مرغ بط وغیرہ کے اور ایسے فضلہ خوار جانوروں کے استبراء کی صورت یہ ہے کہ اُن کو بند کر کے اُن کی حفاظت کریں تاکہ فضلہ نہ کھانے پائیں اور اُن کو پاک غذا دیں یہاں تک کہ اُن سے فضلہ خواری کا اثر زائل ہو جائے اور اب فضلہ خوار جانور نہ کہے جائیں اور اس کے علاوہ احوط یہ ہے کہ ہر حیوان کے استبراء کے لئے جتنے روز احادیث وغیرہ میں وارد ہیں اتنے دن یہ تدبیر کی جائے جس کی تفصیل یہ ہے کہ اُونٹ میں چالیس روز گائے میں تیس روز بھیڑ بکری دس روز بط پانچ یا سات روز

---

[1] جبکہ شبہ موضوعی ہو لیکن جبکہ شبہ مفہومی ہے تو مقلد کیلئے لازمی ہے کہ اس مسئلہ میں اپنے مجتہد کی طرف رجوع کرے یا احتیاط پر عمل کرے (ابو المحسن مدظلہٗ)

اور مرغی تین روز تک بند رکھی جائے ان کے علاوہ جو جانور ہو وہ اُتنے دنوں بند رکھا جائے جتنے دنوں میں جلال ہونے کی صفت اُس سے زائل ہو جائے اور جلال نہ کہا جائے

بارھویں مطہر چیز استنجا کے ڈھیلے ہیں جس کی تفصیل آئے گی ؛

تیرھویں مطہر چیز ذبح یا نحر کئے ہوئے جانور کے جسم سے اُس مقدار خون کا نکلجانا ہے جتنا عام طور پر نکلا کرتا ہے کہ اس کے بعد جو خون گوشت اور جوف وغیرہ میں رہ جائے گا۔ وہ پاک ہے ؛

چودھویں مطہر چیز کنووں سے اس قدر پانی کھینچنا کہ جسقدر احادیث میں ہر نجاست کے کنویں میں گرنے کے متعلق مذکور ہے اُن لوگوں کے قول کی بنا پر جو نجاست پڑنے سے کنووں کو نجس کہتے ہیں اور پانی کھینچنے کو واجب قرار دیتے ہیں ؛

پندرھویں مطہر چیز میّت کا تیمم ہے تینوں غسلوں کے عوض اس وقت جب پانی میسر نہ ہو کیونکہ اقوی یہ ہے کہ پانی نہ ملنے کی صورت میں تیمم کرا دینے سے بھی میّت کا بدن پاک ہوجاتا ہے

سولھویں مطہر چیز استبراء ہے یعنی پیشاب کرنے کے بعد عضو تناسل کو سوت لینے سے وہ مشتبہ رطوبت پاک سمجھی جائیگی جو پیشاب کے بعد نکلیگی اور منی نکلنے کے بعد پیشاب کرنا منی کا استبراء ہے کہ منی نکلنے کے بعد پیشاب کر لینے سے جو مشتبہ رطوبت نکلیگی وہ منی قرار نہ دی جائے گی مگر حق یہ ہے کہ استبراء کو پاک کرنیوالی چیزوں سے شمار کرنا مسامحہ ہے (یعنی مناسب نہیں) کیونکہ درحقیقت وہ صرف نجاست کا حکم جاری کرنے سے مانع ہوتا ہے نہ کہ اُسکا مطہر۔

سترھویں مطہر چیز آب جاری اور کنووں بلکہ ہر اُس پانی میں جو پھوٹ کر نکلتا ہے نجاست پڑ جانے سے جو تغیّر ہو جاتا ہے جسکے سبب سے پانی نجس ہو جاتا ہے اُس تغیّر کا زائل ہو جانا ہے کہ یہ زوال تغیر ہی اُس پانی کو پاک کر دیتا ہے خواہ جس طرح بھی زائل ہو لیکن اس زوالِ تغیّر کو مطہرات سے شمار کرنا بھی مسامحہ ہے (یعنی مناسب نہیں) کیونکہ درحقیقت اس نجس پانی کا پاک کرنیوالا وہ نیا پانی ہے جو مادہ سے نکل رہا ہے نہ کہ تغیر زائل ہو جانے سے پاک ہوا ہو ؛

اٹھارھویں مطہر چیز مسلمان آدمی کا سامنے سے غائب ہو جانا ہے کہ دوسرں

لے اور احتیاطاً اجتناب ہے (ابوالحسن مدظلہ)

کیلئے یہ غیبت اُس کے نجس بدن - کپڑے - فرش - برتن اور ہر اُس چیز کو پاک قرار دیتا ہے جو اُس کے قبضہ میں ہو مگر اس حکم میں پانچ شرطیں بھی ہیں اگر وہ پائی جائیں گی تو غیبت پاک کرنے والی ہوگی ورنہ نہیں (پہلی شرط) یہ کہ اُس مسلمان آدمی کو معلوم ہو گیا ہو کہ اُس کے ہاتھ یا کپڑا یا برتن وغیرہ میں فلاں نجاست لگ گئی ہے (دوسرے) یہ بھی جانتا ہو کہ وہ چیز اُس نجاست کے لگنے سے نجس یا متنجس ہو گئی ہے خواہ اسکا یہ جاننا اپنے اجتہاد سے ہو یا تقلید سے (تیسرے) یہ کہ اُس مسلمان نے اپنی اُس نجس چیز کو ایسے کام میں استعمال کیا ہو جس میں طہارت شرط ہے اس طرح کہ یہ استعمال اُس چیز کے پاک ہو جانے پر امارۃ نوعیہ ہو سکے تاکہ اسکے استعمال پر یہ قاعدہ جاری کر سکیں کہ چونکہ مسلمان کا فعل صحیح ہوتا ہے لہٰذا اس کپڑہ یا برتن کے ساتھ اس شخص کا فعل بھی صحیح ہے (چوتھے) یہ کہ اُس مسلمان نے جس کام میں اپنے اُس بدن یا کپڑا یا برتن کو استعمال کیا اُس کے متعلق وہ یہ بھی جانتا ہو کہ اس کام میں اس چیز کے استعمال کرنے کی شرط یہ ہے کہ یہ کپڑا یا برتن یا بدن پاک ہو (پانچویں) یہ کہ اُس دوسرے شخص (یعنی جسکے سامنے سے وہ مسلمان آدمی اور اُس کی چیز غائب ہو گئی تھی اس) کو احتمال بھی ہو کہ اُس مسلمان آدمی نے اپنی اس چیز کو پاک کر لیا ہے ورنہ اگر معلوم ہے کہ اگرچہ یہ شخص سامنے سے غائب ہو گیا تھا۔ لیکن غیبت کی حالت میں اُس نے اُس چیز کو پاک نہیں کیا ہے تو اس دیکھنے والے کیلئے وہ چیز پاک نہیں قرار پائیگی بلکہ اگر اُس دیکھنے والے کو اُس مسلمان کے بارے میں معلوم ہو کہ وہ نجاست کی پروا نہیں کرتا اور یہ کہ نجس اور پاک اُس کے نزدیک سب برابر ہیں تو ایسی صورت میں اگر اسکو اسکا احتمال بھی ہو کہ ممکن ہے اس نے اسکو پاک کر لیا ہو تب بھی اس کے لئے اسکی چیز وں کا پاک قرار پانا مشکل ہے اور اس حکم غیبت میں آیا اُس مسلمان آدمی کا (جسکی وہ نجس چیز ہے) بالغ ہونا شرط ہے یا صرف اتنا کافی ہے کہ وہ ممیز اور ہوشیار لڑکا ہو اگرچہ بالغ نہ ہو اس میں دو وجہ ہیں احوط یہ ہے کہ اسکا بالغ ہونا شرط سمجھا جائے۔ ہاں اگر کسی نابالغ لڑکے کے ولی کو دیکھیں کہ جب اس ولی کو اُس لڑکے کے بدن یا کپڑے کی نجاست کا علم ہوتا ہے اور وہ لڑکا اُسکے سامنے سے غائب ہو جاتا ہے تو پھر اُسکے سامنے آنے پر ولی اُس پر طہارت کے آثار مرتب کرتا ہے تو ایسی حالت میں اُس نابالغ لڑکے کی غیبت کو بھی باعثِ طہارت قرار دینا بعید نہیں ہے اور ظاہر یہ ہے کہ شرائط مذکورہ کے ہوتے تاریکی اور دیکھنے والے کی نابینائی کو بھی غیبت کے حکم سے ملحق کیا جائے یعنی جو حکم مسلمان کے سامنے سے غائب ہو جانے سے اُس دیکھنے والے کے لئے

بیان کیا گیا ہے وہی حکم اُس وقت بھی ہو گا جب وہ مسلمان آدمی اُس شخص کے پاس ہو مگر اتنی تاریکی ہو کہ یہ اُس کو دیکھ نہ سکے یا یہ شخص اندھا ہو کہ اُس مسلمان کے بدن یا چیز کو دیکھ نہ سکے کہ اب بھی اُسکے نجس بدن یا دوسری چیزوں کو پاک سمجھ سکتا ہے اور یہ بھی واضح رہے کہ مسلمان کی غیبت کا مُطہر ہونا صرف ظاہری حکم ہے ورنہ درحقیقت وہ اپنی اصلی حالت پر باقی ہے کہ اگر اُس نے پاک کر لیا ہو گا تو واقعاً پاک ہے اور اگر پاک نہیں کیا تو حقیقت میں نجس ہی صرف دوسرے دیکھنے والوں کے لئے اُسکی نجاست کا حکم اٹھا لیا گیا ہے۔ یہی حال استبراء کا بھی ہے کہ اُس میں بھی مُشتبہ رطوبت پر طہارت کا صرف ظاہری حکم جاری کیا جاتا ہے ورنہ درحقیقت وہ اپنی اصلی حالت پر ہے برخلاف بقیہ مطہرات مذکورہ کے کہ اُن سے درحقیقت نجس چیز پاک ہو جاتی ہے اور کسی کیلئے بھی نجس نہیں رہتی پس غیبت مسلم کو پاک کرنیوالی چیزوں سے شمار کرنا بھی مسامحہ ہے (یعنی مناسب نہیں) کیونکہ درحقیقت وہ صرف طہارت کا حکم جاری کرنیکا ایک طریقہ ہے نہ پاک کرنے کا۔

مسئلہ نمبر ۱۔ نجس چیز آب مضاف سے دھونے یا کسی صیقل دار چیز مثل شیشہ وغیرہ سے رگڑ دینے سے پاک نہیں ہو سکتی اور نہ تھوک کے ذریعے سے خون زائل کر دینے سے وہ جگہ پاک ہوتی ہے اور نہ شوربہ میں خون کے جوش کھا جانے سے شوربہ پاک ہو جاتا ہے اور نہ نجس گندھے ہوئے آٹے کی روٹی پکا لینے سے وہ آٹا پاک ہوتا ہے اور نہ نجس روغن کو کڑ بھر گرم پانی میں ملا دینے سے وہ روغن پاک ہوتا ہے اور نہ دباغت سے مُردہ کا چمڑا پاک ہوتا ہے بلکہ ان کل صورتوں میں یہ کل چیزیں نجس رہتی ہیں اگرچہ ان کل چیزوں کے متعلق طہارت کے اقوال موجود ہیں اور ایسے لوگ موجود ہیں کہ جو ان چیزوں کی طہارت کے قائل ہیں۔

مسئلہ نمبر ۲۔ اقویٰ یہ ہے کہ تزکیہ کر کے حرام گوشت جانور کے چمڑے استعمال کرنا جائز ہے اگرچہ یہ استعمال ایسے کام میں ہو جس میں طہارت شرط ہے اور اگرچہ وہ چمڑا دباغت بھی نہ دیا گیا ہو۔ ہاں مستحب ہے کہ بغیر دباغت کے ایسا چمڑہ مطلقاً کسی کام میں بھی نہ استعمال کیا جائے خواہ اُس کام میں طہارت شرط ہو یا نہ ہو۔

مسئلہ نمبر ۳۔ مسلمانوں کے بازار سے یا مسلمانوں کے ہاتھ سے جو چمڑے لئے جاتے ہیں وہ سب تزکیہ شدہ اور پاک سمجھے جائینگے اگرچہ وہ مسلمان جس سے یہ چمڑے لئے جائیں اس کا بھی قائل ہوں کہ مُردہ کا چمڑا دباغت سے پاک ہو جاتا ہے تو بھی اُن کے ہاتھ کا چمڑہ پاک سمجھا جائیگا۔

مسئلہ نمبر ۴۔ کتے اور سور کے سوا جو جانور حرام گوشت ہیں وہ سب تزکیہ کے قابل ہیں پس تزکیہ کے بعد ایسے جانور کا گوشت اور چمڑا سب پاک ہیں ہاں حلال نہیں ہیں۔ لہذا استعمال کر سکتے ہیں کھا پی نہیں سکتے :

مسئلہ نمبر ۵ بعض مقامات پر باوجود اسکے کہ بدن یا کپڑا وغیرہ چیزیں نجس نہیں ہوتیں پھر بھی ان کا دھوڈالنا مستحب ہے مثلاً گھوڑے یا خچر یا گدھے کا پیشاب بدن یا کپڑے پر پڑ جائے یا زندہ چوہا بھیگا ہوا یا تر ہو اُس سے کپڑا یا بدن لگ جائے اور اُسکی تری کا اثر کپڑے یا بدن میں ظاہر ہو یا خشک بدن سے ناصبی شخص سے مصافحہ کیا جائے کہ ان کُل صورتوں میں اُس بدن یا کپڑے کا دھوڈالنا مستحب ہے اور بعض حالات میں بعض چیزوں پر پانی کا صرف چھڑکنا مستحب ہے مثلاً کتے یا سور یا کافر کے خشک بدن سے خشک کپڑا یا بدن لگ جائے یا فعل حلال (مثلاً منکوحہ سے جماع کرنے) سے جو شخص جنب ہُوا ہو اُسکے پسینہ سے کسی کا کپڑا یا بدن لگ جائے یا جس چیز کے بارے میں شک ہو کہ اس میں گھوڑے یا خچر یا گدھے کا پیشاب لگ گیا ہے یا خون یا منی لگ جانے کا شک ہو یا بواسیری آدمی کے پاخانہ کے مقام سے جو زرد رطوبت نکلتی ہے اُس کے لگ جانے کا شک ہو تو ان کُل صورتوں میں اُن چیزوں پر جو اُن چیزوں سے لگ گئی ہوں یا جنکے لگنے کا شک ہو پانی کا صرف چھڑکنا مستحب ہے اور یہود و نصاریٰ اور مجوس کے عبادت خانوں میں نماز پڑھنا چاہیں تو وہاں بھی چھڑک لینا مستحب ہے اور بعض صورتوں میں مثلاً صاحب کتاب کافر سے خشک بدن کے ساتھ مصافحہ کرنے یا خشک کتے یا سور کو چھونے یا خشک یا تر لومڑی یا خرگوش کو چھونے کے بعد بدن کو مٹی یا دیوار سے رگڑ لینا مستحب ہے :

فصل ثبوت نجاست و طہارت کے بیان میں

واضح ہو کہ جس چیز کا نجس ہونا معلوم ہو جب تک اس کا پاک ہونا ثابت نہ ہو جائیگا اُسوقت تک نجس ہی سمجھی جائیگی اور کسی چیز کا پاک ہونا کئی طرح ثابت ہوتا ہے (پہلے) یہ کہ اُس کے پاک ہوجانے کا وجدانی علم حاصل ہو جائے یعنی نفس کو اسکا یقین اور اطمینان ہو جائے کہ یہ چیز پاک ہوگئی (دوسرے) یہ کہ دو عادل شخص اُس کے پاک ہو جانے کی گواہی دیں یا سبب طہارت کی گواہی دیں اگرچہ اُس سبب سے . . . . . . اُن دونوں کے نزدیک یا کسی ایک کے

نزدیک وہ نجس چیز پاک نہ ہوسکتی ہو مگر اس شخص کے نزدیک وہ پاک ہوسکتی ہو مثلاً دو عادلوں نے زید سے بیان کیا کہ فلاں نجس پانی پر اس قدر بارش ہوئی ہے اور بارش کی جو مقدار اُن دونوں نے بیان کی وہ اتنی ہے جسکو وہ دونوں تو نجس پانی کے پاک کرنے کیلئے کافی نہیں سمجھتے مگر زید اُس مقدار کو کافی سمجھتا ہے تو زید کیلئے وہ نجس پانی پاک ہو جائیگا یا دو عادلوں نے زید سے بیان کیا کہ فلاں نجس چیز فلاں پانی سے دھل گئی ہے لیکن اُس پانی کو وہ دونوں عادل آب مضاف سمجھتے ہیں اور زید آب مطلق سمجھتا ہے تو زید کیلئے وہ چیز بھی پاک ہو جائے گی اسی طرح اور صورتوں کو بھی سمجھنا چاہئے (تیسرے) یہ کہ نجس چیز کا مالک یا جس کے قبضے میں وہ نجس چیز ہے وہ اپنے مال کو کہہ دے کہ پاک ہو گیا ہے اگرچہ وہ مالک یا قابض عادل نہ ہو (چوتھے) یہ کہ مسلمان آدمی سامنے سے غائب ہو جائے جیسا کہ اوپر بیان ہوا (پانچویں) یہ کہ جس شخص کو کوئی نجس چیز پاک کرنے کیلئے دی جائے وہ خبر دے کہ یہ چیز پاک ہو گئی (چھٹے) یہ کہ مسلمان آدمی کسی چیز کو اس طرح دھو دے جس طرح پاک کرنے کیلئے نجس چیز دھوئی جاتی ہے اگرچہ اس کا یقین نہ ہو کہ اُس نے اسکو شرعی قاعدے سے پاک کیا ہے یا نہیں کیونکہ مسلمان کے فعل کو صحیح سمجھا جاتا ہے لہٰذا اسکے اس نجس چیز کے دھونے کو باقاعدہ اور صحیح سمجھا جائیگا (ساتویں) بعض لوگ کہتے ہیں کہ ایک عادل شخص بھی کسی نجس چیز کے پاک ہو جانے کی خبر دے تو وہ پاک سمجھی جائے گی مگر یہ مشکل ہے۔

مسئلہ نمبر ۱۔ کسی نجس چیز کے پاک ہو جانے یا نجس ہی رہنے کے متعلق دو عادلوں یا دو مالکوں کے بیان میں اختلاف ہو یعنی ایک عادل یا ایک مالک کہے کہ پاک ہو گئی اور دوسرا کہے کہ نہیں ابھی تک نجس ہے تو دونوں کا دعویٰ ساقط ہو جائیگا اور کسی کے قول پر عمل نہیں کیا جائے گا اور وہ چیز اپنی سابق حالت پر نجس ہی سمجھی جائے گی اور اگر دو عادل کی گواہی اور دوسری صورتوں کے بیان میں اختلاف ہو تو عادلوں کی گواہی پر ہی عمل کیا جائے گا ہاں اگر علم وجدانی یا دوسری صورتوں میں اختلاف ہو تو علم وجدانی سے اُس چیز کی جو حالت معلوم ہو گی اُس پر عمل کرنا ہو گا۔

مسئلہ نمبر ۲۔ اگر دو چیزوں کے بارے میں معلوم ہو کہ نجس ہیں بعد ازاں ایک کے پاک ہو جانے کی گواہی دینے والے گواہی دیں لیکن اس چیز کو معین نہ کریں کہ خاص فلاں چیز پاک ہو گئی۔ یا دونوں عادل تو معین کر دیں لیکن یہ شخص بھول جائے اور دونوں چیزیں ایک دوسرے سے ملکر مشتبہ ہو جائیں یا خود یہ شخص ایک چیز کو پاک کرے اور وہ دوسری چیز سے اس طرح مل کر

مشتبہ ہو جائے کہ معلوم نہ ہو سکے کون پاک ہے، کون نجس، تو قاعدہ استصحاب پر عمل کر کر دونوں چیزیں نجس ہی قرار پائیں گی[1] بلکہ ان چیزوں سے جو چیز تری کے ساتھ لگ گئی وہ بھی نجس سمجھی جائے گی۔ ہاں اگر یہ دونوں نجس چیزیں کپڑے ہیں جن میں سے ایک یقیناً پاک ہے مگر خاص کر یہ معلوم نہیں ہوتا کہ کونسا پاک ہے اور کونسا نجس تو دونوں کپڑوں میں دوبار علیحدہ علیحدہ ایک ہی نماز پڑھ لینے سے نماز صحیح ہو جائے گی۔

مسئلہ نمبر ۳۔ کسی شخص کو کسی نجس چیز کے پاک کرنے اور یہ یقین ہونے کے بعد کہ یہ پاک ہو گئی ہے اس میں شک ہو کہ اس سے عین نجاست کو پہلے زائل کر لیا تھا یا نہیں یا یہ شک ہو کہ اسکو شرعی قاعدہ کے مطابق پاک کیا ہے یا نہیں تو اسکو پاک ہی سمجھے[2]۔ ہاں اگر پاک کرنے کے بعد اس میں عین نجاست نظر آئے تو نجس سمجھے اور اگر نجس چیز میں اسکو پاک کرنے کے بعد کوئی نجاست نظر آئے اور شک ہو کہ یہ وہی پہلی نجاست ہے یا پاک کرنے کے بعد دوسری نجاست لگ گئی ہے تو دوسری ہی سمجھے[3]۔

مسئلہ نمبر ۴۔ کسی کو یہ معلوم ہو کہ فلاں چیز نجس ہو گئی ہے اور اس میں شک ہو کہ اس میں کوئی عین نجاست بھی تھی یا نہیں تو اسے یہ سمجھنا جائز ہے کہ اس میں کوئی عین نجاست نہ تھی لہذا اب یہ بھی لازم نہ ہو گا کہ اس چیز کو اتنی دفعہ دھوئے کہ اگر اسکی عین نجاست موجود رہتی۔ تو اتنی مرتبہ دھونے سے یقیناً زائل ہو جاتی اگرچہ احوط[4] یہی ہے کہ اس چیز کو اتنی مرتبہ دھوئے جس سے اس مشکوک نجاست کے زائل ہو جانے کا بھی یقین ہو جائے۔

مسئلہ نمبر ۵۔ شکی آدمی کو کسی چیز کے پاک سمجھنے کیلئے کافی ہے کہ طہارت کی جو صورت

۱؎ نجاست کا حکم اس وقت ہوگا جبکہ ایک کی طہارت پر بینہ محکما قائم ہو کسی کی طہارت پر بغیر تعیین کی گواہی ہو ورنہ استصحاب کا جاری کرنا اور دونوں کو نجس قرار دینا دونوں پر حکم نجاست کا لگانا اشکال سے خالی نہیں ہے (ابوالحسن مدظلہ) ۲؎ پہلی صورت میں پاک سمجھنا اشکال سے خالی نہیں ہے (ابوالحسن مدظلہ)

۳؎ یعنی پہلی نجاست کے زائل ہونے کو سمجھے اور اس چیز کو اس نجاست سے پاک و صاف سمجھے پس اگر کوئی پاک چیز اس چیز سے مل جائے اس وقت پس کہ جس وقت نجاست کے باقی رہنے کا احتمال ہو تو اس پاک چیز کو بدستور پاک سمجھا جائیگا اس ملاقات کے بعد بھی اسپر طہارت کا حکم جاری ہو گا مگر یہ صورت اشکال سے خالی نہیں جیسا کہ حاشیہ ۲ میں گذرا (ابوالحسن مدظلہ) ۴؎ یہ احتیاط ترک نہ ہونی چاہیئے (ابوالحسن مدظلہ)

متعارف (عام طور پر رائج) ہے اُس کی طرف رجوع کرے اور یہ لازم نہیں ہے کہ اُسکو خود بھی اُس کی نجاست زائل ہوجانے کا یقین حاصل ہو۔

فصل برتنوں کے احکام کے بیان میں

جن کاموں میں برتنوں کا پاک ہونا شرط ہے مثل کھانے پینے، وضو غسل وغیرہ کے اُن میں ایسے برتنوں کا استعمال کرنا جائز نہیں ہے جو نجس العین یا مُردار جانور کے چمڑے کے ہوں بلکہ احوط یہ ہے کہ ایسے برتنوں کو اُن کاموں میں بھی نہ استعمال کریں جن میں برتنوں کا پاک ہونا شرط نہیں ہے پس ایسے جانور کے چمڑے کے ڈول چرسہ مشک شربہ (صراحی) وغیرہ کا استعمال بھی نہ کرنا چاہیئے۔ یہاں تک کہ ایسے برتن میں خشک چیز بھی نہ رکھنی چاہیئے۔ بلکہ استعمال کے علاوہ بھی نفع اٹھانے کی جس قدر صورتیں ہیں (مثل بیچنے، رہن رکھنے کسی کو دے دینے کے) اُن سب کا بھی یہی حکم ہے۔ غرض احوط یہ ہے کہ نجس العین اور مُردار جانور سے کسی قسم کا نفع حاصل نہ کیا جائے اور نہ کوئی کام لیا جائے۔ ہاں جو جانور ایسے ہیں جن کا خون اُچھل کر نہیں نکلتا مثل مچھلی وغیرہ کے اُن کے مُردار کے چمڑے سے نفع حاصل کرنے کی حُرمت معلوم نہیں ہے اگرچہ احوط یہ ہے کہ اُس سے بھی کوئی کام نہ لیا جائے۔ اسی طرح غصبی برتنوں کو بھی کسی کام میں استعمال کرنا جائز نہیں ہے خواہ اُس کام میں برتنوں کے پاک ہونے کی شرط ہو یا نہیں۔ پس جان کر جو وضو یا غسل غصبی برتنوں سے کیا جائیگا باطل ہوگا۔ انحصار کی صورت میں بلکہ مطلقاً[۱] خواہ انحصار ہو یا نہ ہو۔ بہرطور وضو یا غسل غصبی برتن سے باطل ہے۔ ہاں اگر غصبی برتن سے پانی اُنڈیل کر مباح برتن میں لے لیا جائے اور اسی مباح برتن سے غسل یا وضو کیا جائے تو غسل اور وضو توصحیح ہوجائے گا مگر چونکہ غصبی برتن پر تصرف ضرور ہوگا، اُنڈیلنے میں، لہٰذا معصیت سے خالی نہیں۔ گناہ ضرور ہوگا۔

---

[۱] جبکہ وضو یا غسل ارتماسی کیا جائے ہاتھ منہ کو یا تمام بدن کو اُس غصبی برتن میں ڈبو یا جائے تو بہرصورت انحصار ہو یا نہ ہو وضو اور غسل باطل ہے اور اگر ترتیبی ہو تو ظاہر یہ ہے کہ انحصار نہ ہونے کی صورت میں وضو اور غسل صحیح ہونگے یعنی ان ہی ظروف میں غصبیت کا ہونا قطعی نہ ہو تو صحت ہوگی (ابو الحسن مدظلہ)

مسئلہ نمبر ۱۔ کفار اور مشرکین کے وہ برتن جن کے بارے میں یقین نہ ہو کہ تری کے ساتھ اُن کے جسم سے لگے ہیں اگر چمڑے کے نہ ہوں تو پاک ہیں ورنہ نجس ہیں اور اگر چمڑے کے برتن ہوں تو کافر ہی کے لئے یقین اسکا ہو کہ وہ جس جانور کے چمڑے سے بنے ہیں اُسکا تزکیہ کر لیا گیا تھا یا یہ یقین ہو کہ یہ چمڑہ مسلمان سے اس کافر کو ملا ہے تو اس کافر کے وہ چمڑے کے برتن بھی پاک ہیں یہی حکم اُن چیزوں کا بھی ہے جو برتن یا چمڑے کے علاوہ کفار کے قبضے میں اس قسم کی ہوں جن کا پاک ہونا اُن کے تزکیہ پر موقوف ہو مثل گوشت اور چربی یا الیہ (چکتی) وغیرہ کے کہ اگر یہ چیزیں کفار کے پاس ملیں تو نجس ہیں جب تک اس کا یقین نہ ہو کہ یہ تزکیہ کئے ہوئے جانور کی ہیں یا کسی مسلمان کے ہاتھ سے ان کفار کے پاس پہنچی ہیں کہ اگر کسی طرح یہ یقین حاصل ہو گا تو وہ پاک ہیں اور جو چیزیں ایسی ہوں کہ جن میں تزکیہ کی ضرورت نہیں ہوتی جبتک ان کی نجاست معلوم نہ ہو اُس وقت تک وہ پاک ہیں اور اگر محض گمان اس بات کا ہو کہ تری کے ساتھ ان ظروف کا کفار نے استعمال کیا ہے تو قابل اعتبار نہ ہوگا اور یہ ظروف نجس نہ ہوں گے اور اگر کسی چیز کے متعلق یہ شک ہو کہ نہ معلوم یہ چمڑہ حیوان کا ہے یا چربی یا الیہ یا کوئی اور چیز ہے تو اُس کے متعلق یہ سمجھا جائے کہ یہ نہ چمڑہ ہے اور نہ چربی بلکہ کوئی اور چیز ہے لہٰذا وہ پاک قرار دی جائے گی اگرچہ ایسی چیز کفار ہی سے ملی ہو پاک ہوگی۔

مسئلہ نمبر ۲۔ شراب کے برتنوں کو دھو کر استعمال کرنا جائز ہے اگرچہ یہ برتن لکڑی یا کدو یا پختہ مٹی کے ہوں جن میں قیر یا روغن وغیرہ نہ لگا ہو کیونکہ اگر ظاہری حصہ پانی سے ملکر دھو لیا گیا ہو اور شراب کی تری وغیرہ ظاہری حصہ سے زائل ہو چکی ہو تو ان چیزوں کے اندر جو نجاست نفوذ کر گئی ہو گی اُس کا کوئی مضائقہ نہیں ہے ہاں جس برتن کے اندر شراب نفوذ کر گئی ہو اُس کو جبتک اس طرح نہ پاک کر لیں کہ اندر جہاں جہاں شراب نفوذ کر چکی ہے وہ مقامات بھی پاک ہو جائیں اس وقت تک اُس برتن کا استعمال کرنا مکروہ ہے۔

مسئلہ نمبر ۳۔ سونے چاندی کے برتنوں کا استعمال کرنا حرام ہے خواہ کسی کام میں ہو یعنی خواہ اُس میں کھائیں۔ پئیں۔ وضو غسل کریں اُس سے استنجا کریں۔ منہ دھوئیں کپڑا پاک کریں۔ غرض کسی کام میں بھی ان برتنوں کا استعمال جائز نہیں ہے۔ یہاں تک کہ زینت کیلئے صرف طاقوں[۵] یا فرش منبر وغیرہ پر رکھنا بھی حرام ہے بلکہ مسجدوں

[۵] احتیاطاً اس زینت سے پرہیز کرنا چاہئے (ابوالحسن مدظلہ)

امام باڑوں وضوں میں بھی اُن کی زینت کیلئے رکھنا حرام ہے بلکہ بغیر استعمال کے اور بلا ضرورت اپنے پاس رکھنا بھی[۱] حرام ہے۔ اسی طرح اِن برتنوں کو بنانا گھڑنا بیچنا خریدنا بنانے کی اُجرت دینا لینا سب حرام ہے بلکہ وہ اُجرت بھی حرام ہے جو ان برتنوں کے بنانے کی لی جائے یا دی جائے کیونکہ یہ اُجرت حرام کام کی ہے اور خدا نے جس کام کو حرام کیا ہے اسکی مزدوری، کرایہ، قیمت یا عوض کو بھی حرام کر دیا ہے۔

مسئلہ نمبر ۴۔ پیتل یا تانبہ کے برتن پر اگر سونے یا چاندی کو خول کی طرح اس طور سے چڑھائیں کہ اگر اُس چاندی یا سونے کے حصّے کو علیحدہ کر لیں تو یہ حصہ فی نفسہ بھی برتن معلوم ہو تو اس سونا یا چاندی چڑھائے ہوئے پیتل یا تانبے کے برتن کا استعمال کرنا بھی حرام ہے ہاں اگر چاندی سونا اس طرح نہ چڑھایا ہو بلکہ بہت تھوڑا یا اس طرح ہو کہ اگر نکال لیا جائے تو خود برتن معلوم نہ ہو مثلاً سونے اور چاندی کے علیحدہ علیحدہ ٹکڑے ہوں جو تانبے یا پیتل کے برتن کے اندر یا باہر چڑھا دئے گئے ہوں تو ایسے سونا چاندی چڑھائے ہوئے پیتل یا تانبے کے برتن کا استعمال حرام نہیں ہے۔

مسئلہ نمبر ۵۔ جن برتنوں پر چاندی سونے کا صرف پانی پھیر دیا گیا ہو یا تھوڑی سی چاندی سونے کے ٹکڑے جڑ کر بنوائے گئے ہوں (مثل گنگا جمنی برتن کے) اُن کے استعمال کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے ہاں جس برتن میں چاندی کے ٹکڑے لگے یا جڑے ہوں جیسا کہ گنگا جمنی کے برتن۔ اسکا استعمال کرنا مکروہ ہے بلکہ ایسے برتنوں سے پانی پینا بھی حرام ہوگا اگر لب خاص اُس جگہ لگے جہاں چاندی لگی ہے بلکہ احوط یہ ہے کہ وہاں بھی یہی حکم سمجھا جائے جہاں سونا لگا ہے کہ وہاں بھی بنا بر احتیاط لب لگانا حرام ہے۔

مسئلہ نمبر ۶۔ اگر سونا یا چاندی کسی دوسری چیز مثلاً تانبہ پیتل میں اس طرح ملا دئے جائیں کہ اس مجموعہ کو سونا یا چاندی نہ کہہ سکیں تو ایسی چیز کا برتن استعمال کرنا حرام نہیں ہے۔

مسئلہ نمبر ۷۔ اگر سونا اور چاندی دونوں ایک دوسرے میں اس طرح ممزوج کر دئے جائیں یعنی گلا کر ملا دئے جائیں کہ اس مجموعہ کو نہ سونا کہہ سکیں نہ چاندی جب بھی اس برتن کا استعمال حرام ہے بلکہ اس چیز کا بھی یہی حکم ہے جو دونوں سے ممزوج یعنی

---

[۱] اس کی حُرمت معلوم نہیں بلکہ ظاہر یہ ہے کہ پاس رکھنا بغیر استعمال حرام نہیں ہے (ابو الحسن مدظلہ)

بنا ہوا نہ ہو بلکہ مرکب ہو یعنی دونوں کو گلا کر اور ایک کر کے نہ بنا ہو بلکہ دونوں کو الگ الگ لگا کر بنایا ہو اس طرح کہ اس کے ایک طرف سونے کی بنی ہوئی ہو اور دوسری طرف چاندی کی۔ جب بھی اسکا استعمال حرام ہے ؂

مسئلہ نمبر ۸۔ برتن کے علاوہ رکھنے کی جو چیزیں سونے یا چاندی کی ہوں ان کا بنانا یا استعمال کرنا حرام نہیں ہے مثل تختی یا زیور مثل خلخال وغیرہ کے اگرچہ یہ چیزیں خولدار بھی ہوں بلکہ تلوار یا چھری کی نیام موہنال چنبر، سرپوش، قندیل وغیرہ میں بھی مضائقہ نہیں اسی طرح کتابوں چھتوں دیواروں میں سونے چاندی کا جڑنا یا نقش و نگار بنانا یا بنوانا بھی جائز ہے ؂

مسئلہ نمبر ۹۔ ظاہر یہ ہے کہ برتن سے صرف وہ چیزیں مراد ہیں جو کہ مثل رکابی پیالے کٹورے۔ گلاس۔ کوزہ۔ سینی۔ دیگچی۔ سماوار۔ قلفی۔ پیالی اور وہ کہ جس میں قہوہ پکایا جاتا ہے یا جو ان کے مثل ہوں۔ مثل حقہ کے پیندے۔ چھلنی۔ تشتری وغیرہ کے۔ نہ ہر وہ چیز کہ جس میں کوئی چیز رکھی جاتی ہے مثل چلم نیچہ تلوار چھری خنجر وغیرہ کے نیام یا گھڑی کا کیس اخول یا غالیہ (عطر) سرمہ عنبر معجون، افیون وغیرہ رکھنے کی چیزوں (مثلاً ڈبیوں) کا برتن میں شمار ہونا معلوم نہیں ہے اگرچہ یہ سب بھی ظروف (برتن) ہیں اور اس فرق کی وجہ یہ ہے کہ جن احادیث میں سونے چاندی کے برتنوں کے استعمال کو حرام لکھا ہے ان میں آنیہ کا لفظ ہے اور تحقیق کرنے سے یہ امر معلوم نہ ہو سکا کہ جو چیز ظرف ہو وہ آنیہ بھی ہو بلکہ تحقیق سے یہ معلوم ہوا کہ ہر ظرف آنیہ نہیں ہے۔ اگرچہ احوط[1] ان کل چیزوں سے اجتناب کرنا ہے کہ ان سب کو بھی سونے چاندی سے نہ بنوایا جائے نہ استعمال کیا جائے۔ ہاں تعویذ رکھنے کیلئے جو چیز ڈبیہ وغیرہ کی طرح سونے چاندی کی بنائی جاتی ہے مثل جوشن وغیرہ کے۔ وہ یقیناً ظروف و اوانی سے خارج ہے لہذا اس کے استعمال میں کوئی مضائقہ نہیں۔ غرض جس چیز پر آنیہ کا اطلاق ہو سکے اس کا سونے چاندی سے بنانا یا رکھنا یا استعمال کرنا سب حرام ہے اور جو چیز آنیہ نہ ہو اس کو سونے چاندی سے بنوا سکتے اور استعمال کر سکتے ہیں اور شک کی صورتوں میں یعنی جبکہ یہ شک ہو کہ نہ معلوم یہ ظرف ان ظروف میں سے ہے کہ جن کا استعمال یا بنوانا حرام ہے یا ان میں سے ہے کہ جن کو استعمال کر سکتے ہیں جن کا بنوانا یا رکھنا مباح ہے یا نہ معلوم اس پر ظرف کا اطلاق ہے یا نہیں۔ اس پر اباحت کا

[1] بلکہ ظرف غالیہ اور اسکے بعد جو ظروف مذکور ہوئے ہیں ان میں احتیاط ترک نہ ہونی چاہئے (ابوالحسن مدظلہ)

کا حکم جاری ہوگا ایسی چیز کا استعمال کرنا اور سونے چاندی سے بنوانا یا رکھنا جائز ہوگا۔

مسئلہ نمبر ۱۰۔ سونے چاندی کے برتنوں میں کھانا پینا[1] ہر طرح حرام ہے اور اس کی صورتوں میں کوئی فرق نہیں ہے خواہ وہ برتن منہ سے لگے جیسے چاندی کا گلاس ہو یا نہ لگے جیسے چاندی کی پلیٹ ہو بلکہ اگر وہ پلیٹ جس میں کھانا رکھا ہو تانبہ یا پیتل کی ہو اور صرف سونے یا چاندی کی سینی میں اُس کو رکھ کر کھائیں تب بھی حرام ہے اسی طرح اگر چائے کی پیالی شیشے وغیرہ کی ہو لیکن طشتری سونے چاندی کی ہو اور اُس طشتری پر صرف پیالی کو رکھ کر چائے پئیں تب بھی حرام ہے بلکہ اگر کھانے کیلئے سونے یا چاندی کے کسی برتن سے کھانا تانبہ یا پیتل کے کسی برتن میں اونڈیلیں اور اسی تانبہ یا پیتل کے برتن میں کھائیں یا پئیں تب بھی حرام ہے کیونکہ ان کل صورتوں میں سونے چاندی کے برتن کا استعمال ہوگا جو بہر حال حرام ہے ہاں اگر کھانے پینے کیلئے نہیں بلکہ صرف برتن خالی کرنے کی غرض سے سونے چاندی کے برتن سے پیتل تانبہ کے برتن میں پانی انڈیل لیں یا کھانا نکال لیں تو یہ حرام نہیں۔ کیونکہ ظاہر یہ ہے کہ سونے چاندی کے برتن میں کھانا پینا حرام ہے نہ کہ نکالنا اور خالی کرنا سونے چاندی کے برتن کو کسی اور وجہ سے بلکہ یہ بھی بعید نہیں[2] ہے کہ اگر چائے پینے کی کل چیزیں سونے چاندی کے سوائے کسی چیز کی ہوں اور صرف سماوار سونے چاندی کا ہو تب بھی اُس چائے کا پینا حرام ہوگا۔ غرض جتنی صورتیں ذکر کی گئیں اُن سب میں جس طرح سونے چاندی کے برتن کا صرف استعمال کرنا حرام ہے اسی طرح کھانا اور[3] پینا بھی حرام ہے ہاں ایسے برتن میں کھنے

۱؎ جبکہ شبہ مفہومی ہو تو مقلد کیلئے ضروری ہے کہ شک کے موقعہ پر احتیاط پر عمل کرے اور اس سے پرہیز کرے یا اپنے مجتہد کی طرف اس مسئلہ میں رجوع کرے جو وہ حکم دے اس پر عمل کرے (ابوالحسن مدظلہ)

۲؎ یہ معلوم نہیں ہے (ابوالحسن مدظلہ) ۳؎ بلکہ حرمت کا حکم دینا بعید ہے جبکہ سماوار سے چائے کا نکالنے والا اور شخص ہو اور پینے والا دوسرا شخص ہو ہاں اگر جو نکالنے والا ہو وہی پینے والا ہو تو بلا شبہ حرمت آجائیگی اور یہ نکالنے کا فعل حرام ہوگا نہ کہ پیالی میں پینا۔ پینے سے حرمت نہیں آئیگی بلکہ نکالنے سے آئیگی لہٰذا یہ کہنا کہ صورت مرقومہ میں چائے پینے میں حرمت کا ہونا بعید نہیں ہے بعید ہے (ابوالحسن مدظلہ)

۴؎ کھانا پینا حرام نہیں ہے مگر اسی وقت جبکہ سونے چاندی کے برتن میں استعمال صادق آئے بدون استعمال حرام نہ ہوگا پس اس بنا پر استعمال کے مقابلہ میں کھانے پینے کا تذکرہ عبث اور بیکار ہوگا بلکہ عنوان استعمال میں کھانے پینے کا اندراج ہونا چاہئے (ابوالحسن مدظلہ)

سے وُہ کھانے یا پینے کی چیز حرام نہ ہوگی۔ پس اگر ماہ رمضان میں کوئی شخص دن کو سونے چاندی کے برتن میں کھاپی کر روزہ توڑ دے تو گویا کھا لینا یا پی لینا حرام فعل ہوگا مگر یہ نہیں کہہ سکتے کہ اس نے حرام چیز سے روزہ توڑا ہے اگرچہ یہ کہا جائیگا کہ روزہ توڑ دینا حرام ہے اور سونے چاندی کے برتنوں کے متعلق جو کچھ مسائل ذکر کئے گئے۔ یہی سب اُس برتن کے بھی ہیں جو غصبی ہوں یعنی اپنے نہ ہوں بلکہ دوسرے شخص کے ہوں اور اُن کے مالک کی اجازت اُن کے استعمال کی نہ ہو تو اس سے استعمال حرام ہوگا اس میں کھانا پینا حرام ہوگا وُہ شے فی نفسہٖ حلال رہے گی کہ جو اُس غصبی برتن میں ہوگی ؛

مسئلہ نمبر ۱۱۔ بعض علماء نے فرمایا ہے کہ اگر کوئی مالک اپنے نوکر کو حکم دے کہ وُہ سونے چاندی کی کیتلی سے شیشہ وغیرہ کی پیالی میں اُنڈیل کر کسی شخص کو دیدے اور نوکر موافق حکم مالک کسی دُوسرے شخص کے سامنے چائے حاضر کرے اور وُہ پی بھی لے تو جس طرح سونے چاندی کی کیتلی استعمال کرنے سے مالک اور نوکر دونوں گناہ گار ہوں گے اسی طرح یہ شخص پینے والا بھی گناہ گار ہوگا کیونکہ اُس کا اُس چائے کو لینا اور پینا بھی چاندی کے برتن کا استعمال کرنا ہے اور استعمال کرنیوالا گنہگار ہوتا ہے لہٰذا اس پینے والے کا گنہگار ہونا بھی بعید نہیں ہے[۱] ؛

مسئلہ نمبر ۱۲۔ سونے چاندی کے برتن میں کوئی چیز رکھی ہے اور اس کا مالک دوسرے برتن میں اس چیز کو صرف اس غرض سے نکال کر رکھ دے کہ وُہ سونے چاندی کے برتن کے استعمال سے بچ جائے تو اس میں ہرج نہیں اور اب اُس چیز کا کھانا پینا حرام نہ ہوگا۔

مسئلہ نمبر ۱۳۔ اگر وضو یا غسل کی ضرورت ہو اور پانی صرف سونے یا چاندی کے برتن میں ہو اور اس کے سوا دوسرا پانی نہ مل سکے پس اگر ممکن ہو تو واجب ہے کہ دوسرے برتن میں (جو سونے چاندی کا نہ ہو) اُس پانی کو اُنڈیل کر وضو یا غسل کرے اور اگر دُوسرا برتن بھی ممکن نہ ہو تو وضو یا غسل کی تکلیف ساقط ہوگی اور تیمم کرنا واجب ہوگا اور اگر اُسی برتن سے وضو یا غسل کریگا تو باطل ہوگا خواہ پانی اُس برتن سے ہاتھ میں نکالکر پانی ہاتھ میں لیکر استعمال کرے

---

[۱] بلکہ اسکا عاصی ہونا بہت ہی بعید ہے اور اس کے پینے پر استعمال کا صادق آنا اور اس پینے کو استعمال میں مندرج کرنا اور اس پر استعمال کا اطلاق کرنا بہت ہی برا ہے۔ ممنوع ہے (ابوالحسن مدظلہٗ)

وضو یا غسل ارتماسی کرے یا اُس میں غوطہ لگائے ہر طرح یا اُس برتن ہی سے بدن پر اُنڈیلے یا اُس پانی کو دُوسرے برتن میں اُنڈیل کر استعمال کرنا ممکن ہو پھر بھی اُسی سونے چاندی کے برتن سے وضو یا غسل کرے جب بھی وضو اور غسل باطل ہوگا اور اگر دُوسرا پانی حاصل کرنا یا دوسرا برتن ممکن نہ ہو لیکن چونکہ اس اقویٰ یہی ہے کہ وُہ غسل اور وضو باطل ہوگا کیونکہ اگرچہ اُس وقت اُس کو تیمم کا حکم نہیں ہے (کیونکہ تیمم کا حکم تو اُس وقت ہے جب دُوسرا پانی یا دوسرا برتن ممکن نہ ہو) لیکن چونکہ اس وقت اُس برتن سے وضو یا غسل کرنا بھی عرفاً اُس برتن کا استعمال[۱] کرنا ہی ہے لہذا یہ وضو اور غسل بھی ممنوع ہے پس بجالانے سے حرام بھی ہوگا اور جب حرام ہوا تو کرنے سے باطل بھی ہوگا۔ بلکہ اگر سونے یا چاندی کے برتن کو نیچے صرف اِس غرض سے رکھے کہ وضو یا غسل کا پانی اُس میں گرے جب بھی وُہ وضو یا غسل باطل ہو جائیگا کیونکہ اِس طرح وضو یا غسل کرنے میں بھی عرفاً یہی کہا جائیگا کہ اُس نے سونے چاندی کا برتن استعمال کیا ہے ہاں اگر اس برتن کو اس شخص نے اِس غرض سے نیچے نہیں رکھا ہے بلکہ وُہ برتن خود ایسی جگہ واقع ہو گیا ہے کہ وضو یا غسل کا پانی اُس میں جا کر جمع ہو جاتا ہے تو اس صورت سے اسکے وضو یا غسل کرنے میں چونکہ عرفاً یہ نہ کہا جائے گا کہ اُس نے اُس برتن کو استعمال کیا ہے لہذا اسکا وضو اور غسل بھی صحیح ہوگا بلکہ یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ اس پانی کا گرانا بھی جو اُس برتن میں پہنچ جاتا ہے اُس برتن کا استعمال کرنا نہیں ہے چہ جائیکہ اس وضو یا غسل کو اُس برتن کا استعمال کرنا کہہ سکیں۔

مسئلہ نمبر ۱۴۔ سونے چاندی کے برتن کے جو احکام بیان ہوئے ہیں ان میں سونے چاندی کی قسموں سے کوئی فرق نہیں ہوگا خواہ اچھی ہو یا خراب کان کی نکلی ہوئی اصلی ہو یا مصنوعی یا نقلی خالص ہو یا ایسی غیر خالص جس کے سبب سے اُسکو دوسری چیز نہ کہہ سکیں اگرچہ خالص چاندی بھی نہ کہہ سکیں کہ اِن کل صورتوں میں اُسکا برتن استعمال کرنا حرام ہے اور بعض علماء نے یہ جو فرمایا ہے کہ سونے چاندی کے برتن میں اُسکا خالص ہونا شرط ہے کیونکہ غیر خالص سونے چاندی کا برتن استعمال کرنا حرام نہیں ہے اگرچہ عُرف میں سونا ہی کہیں جیسا کہ ریشم کا حکم ہے کہ صرف خالص ریشم مردوں کے لئے حرام ہے تو اِس قول کی کوئی دلیل نہیں ہے

---

[۱] جس استعمال کی ممانعت ہے وُہ اُس وقت ہے جبکہ وضو یا غسل سونے چاندی کے برتن میں ارتماسی ہو یا وضو یا غسل پر پانی اُنڈیل دیا جائے لیکن جبکہ ہتھیلی سے پانی لیکر وضو یا غسل کیا جائے تو وضو یا غسل کا بسبب استعمال ہونا ممنوع ہے (ابوالحسن غفرلہ)

اس لئے کہ ریشمی لباس اور سونے چاندی کے برتن میں فرق ہے یعنی ریشمی لباس میں صرف خالص ریشم کے حرام ہونے کی وجہ یہ ہے کہ حدیثوں میں اسکی تصریح موجود ہے کہ صرف خالص ریشم مردوں پر حرام ہے وہ ریشم جو خالص نہ ہو۔ برخلاف سونے چاندی کے برتن کے کہ ان کے بارے میں اسکی تصریح نہیں ہے بلکہ انکا حرام ہونا صرف اس پر ہے کہ عرف میں انکو سونے چاندی کا برتن کہیں۔

مسئلہ نمبر ۱۵۔ اگر کسی نے سونے چاندی کے برتن سے وضو یا غسل کیا اور یہ نہیں جانتا کہ ایسے برتن کا استعمال حرام ہے جاہل حکم ہے[۱] یا یہ جانتا ہے کہ سونے چاندی کے برتن سے وضو یا غسل حرام ہے عالم حکم ہے مگر یہ نہیں جانتا کہ جس برتن سے وضو یا غسل کر رہا ہے وہ سونے چاندی کا ہے جاہل موضوع ہے تو اسکا وضو اور غسل صحیح ہے۔

مسئلہ نمبر ۱۶۔ سونے چاندی کے سوا خواہ کسی چیز کا برتن ہو اس کا استعمال جائز ہے اگرچہ کسی قدر قیمت کا ہو یہاں تک کہ قیمتی جواہر مثل یاقوت زمرد وغیرہ کا ہو تب بھی جائز ہے۔

مسئلہ نمبر ۱۷۔ انگریزی سونے کا برتن مرد اور عورت کیلئے حرام نہیں ہے کیونکہ درحقیقت یہ سونا ہی نہیں ہے اسی طرح وہ چاندی بھی جسے سلور کہتے ہیں درحقیقت چاندی نہیں ہے بلکہ سفید تانبہ یا پیتل کی قسم سے ہے لہذا اس کے برتن کا استعمال بھی جائز ہے۔

مسئلہ نمبر ۱۸۔ اگر کھانے پینے وغیرہ کاموں میں سونے چاندی کا برتن استعمال کرنے پر کوئی شخص مضطر اور مجبور ہو تو ایسی حالت میں اسکا استعمال جائز ہے اسی طرح اضطرار میں دوسرے استعمالات بھی جائز ہیں ہاں ایسے برتنوں سے وضو یا غسل اضطرار کی حالت میں صحیح نہیں ہے بلکہ اس کے عوض تیمم کرنا واجب ہے۔

مسئلہ نمبر ۱۹۔ اگر کسی کے اختیار میں دو ہی برتن ہوں ایک سونے یا چاندی کا اور دوسرا غصبی اور وہ مجبور ہو کہ ان دو سے کسی ایک کو استعمال کرے تو غصبی کو ترک کرے اور سونے یا چاندی کا برتن استعمال کرے۔

مسئلہ نمبر ۲۰۔ سونے چاندی کا برتن بنانا بھی حرام ہے اور اسکی مزدوری بھی جیسا کہ پہلے بھی بیان ہوا۔

مسئلہ نمبر ۲۱۔ جس شخص کے پاس سونے چاندی کا برتن ہو اُس پر واجب[۲] ہے کہ ان

---

[۱] یعنی حکم تکلیفی کا جاہل ہو عمداً نہیں بلکہ تصور کے ساتھ یعنی جاہل قاصر ہو تو وضو یا غسل صحیح ہے۔ ورنہ نہیں (ابوالحسن مدظلہ) [۲] اس میں تامل ہے (ابوالحسن مدظلہ)

کو توڑ ڈالے اور جس شخص کو دوسرے کے پاس ایسے برتن ہونے کا علم ہو وہ اگر یہ جانتا ہے
کہ اس برتن کا مالک ایسے مجتہد کا مقلد ہے جو اس قسم کے برتن رکھنے کو حرام جانتا ہے اور یہ بھی
جانتا ہے کہ یہ وہی برتن ہیں جن کا رکھنا حرام ہے تو اس شخص پر واجب ہے کہ اس کو ان برتنوں کے
رکھنے سے منع کرے اور اگر یہ جانتا ہو کہ وہ ان برتنوں کو کسی طرح علیحدہ نہ کریگا نہ توڑیگا تو اس
شخص پر واجب ہے کہ اس کے ان برتنوں کو توڑ دے اور اس توڑنے سے جو نقصان اس مالک
کا ہوگا۔ توڑنیوالا اسکا ذمہ دار بھی نہ ہوگا ہاں اگر یہ شخص ان برتنوں کو توڑنے کے بعد وہ سونا چاندی
بھی تلف کردیگا تو اسکا یا اس کی قیمت کا ذمہ دار ہوگا اور اگر اس شخص کو یہ احتمال ہو کہ جس کے
پاس سونے چاندی کے برتن ہیں وہ ایسے مجتہد کا مقلد ہے جو ایسے برتن رکھنے کو جائز سمجھتا
ہے یا یہ احتمال ہو کہ شاید یہ برتن آنیہ نہ ہوں بلکہ اس میں اختلاف ہو ان کے آنیہ ہونے یا نہ ہونے
کا یقین نہ ہو تو پھر ان برتنوں سے تعرض کرنا جائز نہیں اس کے مالک کو منع کرنا یا توڑنا
جائز نہیں ؂

مسئلہ نمبر ۲۲۔ اگر کسی برتن کے بارے میں شک ہو کہ سونے چاندی کا ہے یا نہیں
یا کسی چیز کے سونے چاندی کے ہونے کا تو یقین ہو مگر اس میں شک ہو کہ یہ برتن ہے یا نہیں تو
ان صورتوں میں اسکا استعمال کرنا حرام نہیں ہے ؂

فصل احکامِ تخلّی میں

مسئلہ نمبر ۱۔ تخلّی (پائخانہ اور پیشاب کرنے) کے وقت بلکہ کل حالتوں میں ہر شخص پر خواہ
مرد ہو یا عورت واجب ہے کہ اپنی عورتین (آگے اور پیچھے کے مقام) کو ناظر محترم سے چھپائے
خواہ وہ ناظر محترم محرم ہو یعنی بھائی بہن یا نامحرم مرد ہو یا عورت یہاں تک کہ پاگل مرد عورت اور
ممیز وہوشیار لڑکوں اور لڑکیوں سے بھی چھپانا واجب ہے۔ اسی طرح ناظر پر بھی دوسرے
کی عورتین پر نظر کرنا حرام ہے اگرچہ وہ دوسرا پاگل ہو یا ممیز وہوشیار لڑکا لڑکی ہو اور عورتین
سے مراد مردوں کا آلۂ تناسل دونوں بیضے اور پائخانہ کا مقام اور عورتوں کا قبل اور دبر ہے؂

مسئلہ نمبر ۲۔ اقوی یہ ہے کہ ہر شخص کے عورتین کی طرف نظر کرنا حرام ہے خواہ مسلمان
ہو یا کافر دونوں میں کوئی فرق نہیں ؂

مسئلہ نمبر ۳۔ ناظر محترم سے مراد ہر مرد و عورت ہے سوائے ناسمجھ بچے شوہر اور زوجہ اور کنیز اور محللہ کے یعنی زن و شوہر کو ایک دوسرے کی عورتین پر نظر کرنا جائز ہے اور آقا مالک اپنی کنیز کے آگے پیچھے پر نظر ڈال سکتا ہے اور کنیز اپنے آقا کی عورتین پر نظر کر سکتی ہے۔
اور جس مالک نے اپنی کنیز کو کسی دوسرے شخص پر مباح اور حلال کر دیا ہو وہ شخص غیر اُس کنیز کے آگے پیچھے کو دیکھ سکتا ہے اور وہ کنیز اُس شخص غیر کی عورتین کو دیکھ سکتی ہے مگر اگر کسی غلام کی مالک عورت ہو یا کسی کنیز کی مالکہ عورت ہو تو اُس عورت کو اپنے غلام اور کنیز کی عورتین پر نظر کرنا جائز نہیں اسی طرح غلام اور کنیز کو اپنی مالکہ بی بی کے آگے پیچھے پر نظر کرنا مباح نہیں حرام ہے ؎

مسئلہ نمبر ۴۔ اگر کسی مالک نے اپنی کنیز کا عقد نکاح کسی شخص غیر کیساتھ کر دیا ہو یا اس کی وطی کو کسی دوسرے شخص پر مباح کر دیا ہو یا کسی کی کنیز عدۃ میں ہو خواہ وہ عدۃ وفات ہو یا عدۃ طلاق تو اُس مالک اور آقا کے لئے اب جائز نہیں ہے کہ اپنی اس کنیز کے عورتین پر نظر ڈالے تا وقتیکہ مدّت عدۃ ختم نہ ہو مدت اباحت اختتام کو نہ پہنچے آقا کے لئے کنیز کی عورتین پر نظر کرنا جائز نہیں۔ اسی طرح اگر کوئی کنیز مشترک ہو دو شخص اُس کے مالک ہوں تو کسی ایک شخص کو اُس کنیز کی عورتین پر نظر کرنا جائز نہیں۔ ایسے ہی اُس کنیز کو جائز نہیں کہ اپنے مالکان میں سے کسی ایک مالک کی عورتین کو دیکھے البتہ دونوں کی عورتین کو دیکھ سکتی ہے۔ ایسے ہی وہ دونوں اُس کنیز کی عورتین پر نظر کر سکتے ہیں ؎

مسئلہ نمبر ۵۔ دونوں رانوں اور سُرین کا چھپانا واجب نہیں ہے اور نہ آگے پیچھے کے بالوں کو چھپانا واجب ہے[۱] لیکن مستحب ہے کہ ناف سے زانو تک بلکہ نصف پنڈلی تک چھپائے ؎

مسئلہ نمبر ۶۔ عورتین کو چھپانے کے لئے کسی خاص چیز اور ساتر کی شرط نہیں بلکہ ہر اُس چیز سے چھپانا جائز ہے کہ جس سے عورتین چھپ سکیں خواہ وہ کپڑا ہو یا دیوار یا ہاتھ اپنا ہو یا اپنی زوجہ کا ہاتھ ہو یا اپنی کنیز کا ہاتھ ہو سب سے چھپانا جائز ہے اور ان میں سے

---

[۱] ان بالوں کا چھپانا اور ران پر نظر نہ کرنا احوط ہے اور اس احتیاط کو ترک کرنا چاہئے (ابوالحسن ظلہ)

جس سے بھی عورتین چھپ جائیں کافی ہے ؛

مسئلہ نمبر ۷ - اگر ایسی اندھیری رات یا اندھیری جگہ ہو کہ بدن دکھائی نہ دے سکے یا ایسی خالی جگہ ہو جہاں روشنی تو ہو مگر کوئی دیکھنے والا نہ ہو یا دیکھنے والا بھی موجود ہو مگر اندھا ہو یا اندھا بھی نہ ہو لیکن اس کا یقین ہو کہ نہ وہ ادھر دیکھتا ہے اور نہ دیکھے گا تو ان کل صورتوں میں عورتین کا چھپانا واجب نہیں ہے ؛

مسئلہ نمبر ۸ - شیشہ کی آڑ سے یا آئینہ میں یا صاف پانی کے عکس میں بھی کسی مرد یا عورت کے عورتین کی طرف نظر کرنا حرام ہے ؛

مسئلہ نمبر ۹ - کسی شخص کو ایسی جگہ ٹھیرنا بھی جائز نہیں ہے جہاں سے کسی مرد یا عورت کے عورتین پر اسکی نظر پڑ سکے بلکہ وہاں سے علیحدہ ہٹ جانا یا نیچی نظر کر لینا چشم پوشی کرنا واجب ہے ہاں جہاں کسی کی عورتین پر نظر پڑنے کا یقین نہ ہو بلکہ صرف شک یا ظن ہو وہاں ٹھیرنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے لیکن احوط یہ ہے کہ شک یا ظن کی صورت میں بھی وہاں نہ ٹھیرے بلکہ وہاں سے ہٹ جائے یا نظر نیچی کر لے ؛

مسئلہ نمبر ۱۰ - اگر پائخانہ یا پیشاب کرتے وقت شک ہو کہ کوئی شخص دیکھتا ہے یا نہیں یا اسکا یقین ہو کہ کوئی شخص دیکھ رہا ہے لیکن اس میں شک ہو کہ وہ ناظر محترم ہے یا نہیں تو ان دونوں صورتوں میں بھی احوط (واجب) یہ ہے کہ اپنی عورتین کو چھپا لے

مسئلہ نمبر ۱۱ - اگر کوئی شخص کسی کے عورتین کو کھلا ہوا دیکھے اور اسکو یہ شک ہو کہ یہ بدن کسی جانور کا ہے یا آدمی کا تو ظاہر یہ ہے کہ اس پر اپنی نظر ادھر سے ہٹانی واجب نہیں ہے لیکن اگر اس کو یہ معلوم ہو کہ ہے تو وہ آدمی ہی کا بدن مگر اس میں شک ہو کہ وہ آدمی غیر ممیز لڑکا ہے یا بالغ اور ممیز لڑکا تو احوط یہ ہے کہ ادھر سے نظر ہٹا لینا بھی واجب ہے اور کسی عورت کی عورتین کو کھلا ہوا دیکھے اور اس میں شک ہو کہ یہ اسی کی زوجہ ہے یا اس کی کنیز ہے یا کوئی غیر عورت ہے تب بھی ادھر نظر کرنا جائز نہیں ہے بلکہ واجب ہے کہ فوراً نظر ہٹا لے کیونکہ کسی کی عورتین کی طرف نظر کرنی اسی وقت جائز ہے جبکہ اسکا یقین ہو کہ وہ دیکھنے والے کی زوجہ یا اس کا شوہر یا اس کی کنیز ہے اور جب اس کا یقین نہ ہو تو ہر عورت کو نا محرم سمجھکر اس کی عورتین کی طرف نظر کرنے سے بچنا واجب ہے اور اگر کوئی شخص کسی آدمی کے بدن کو دیکھے لیکن یہ معلوم نہ ہو کہ وہ اسکے

آگے پیچھے کا مقام ہے یا دوسری جگہ کا تو اگرچہ اُدھر نظر کرنا جائز ہے مگر احوط یہ ہے کہ نظر نہ کرے۔

مسئلہ نمبر ۱۲۔ خنثیٰ کے مقام ہر دو کی طرف نگاہ کرنا بھی مرد اور عورت دونوں کیلئے حرام ہے اب رہا خنثیٰ کا پیشاب کا مقام اس کے متعلق یہ کہنا ممکن ہے کہ مرد اور عورت دونوں کے لئے اسکی طرف نظر کرنا جائز ہے کیونکہ اس مقام کے عورت ہونے میں شک ہے یقیناً یہ نہیں کہہ سکتے کہ یہ مقام اس کی شرمگاہ ہے لہٰذا نظر کرنے میں حرمت بھی نہ ہوگی کیونکہ حرام ہونا علم و یقین پر موقوف ہے لیکن احتیاط اسی میں ہے کہ خنثیٰ کے پیشاب کے مقام پر بھی نظر نہ کی جائے بلکہ اقویٰ یہی ہے کہ اس مقام پر بھی نظر نہ کی جائے اس کی طرف دیکھنا حرام ہے اور نہ دیکھنا واجب ہے کیونکہ خنثیٰ کے پیشاب کی جگہ بہر حال عورت[1] ہے۔

مسئلہ نمبر ۱۳۔ اگر علاج وغیرہ کیلئے کسی کو کسی مرد یا عورت کے عورتین کی طرف مجبوراً نظر کرنی پڑے کہ بغیر ادھر نظر کئے علاج ہو ہی نہ سکے تو احوط یہ ہے کہ اس مقام کے سامنے آئینہ رکھ کر اس میں دیکھیں اور اگر آئینہ سے بھی کام نہ چل سکے تو خیر بدرجہ مجبوری خاص اس مقام کو بھی دیکھ اور دکھلا سکتے ہیں۔

مسئلہ نمبر ۱۴۔ پائخانہ یا پیشاب کرتے وقت قبلہ کی طرف مقادیم بدن یا پیٹھ کرنا حرام ہے اگرچہ عورتین کو دوسری طرف پھیر دیں پس قبلہ کیطرف سے مڑ کر بیٹھنا واجب ہے قبلہ نہ تو سامنے واقع ہو اور نہ پشت پر اور احوط یہ ہے کہ پیشاب پائخانہ کی حالت میں محض عورتین کا سامنا یا پشتِ قبلہ سے نہ ہونا چاہئے۔ مقام بول و براز قبلہ سے مڑا ہے اگر مقادیم بدن کی پشت یا سامنا قبلہ کی طرف نہ ہو اور عورتین کا سامنا یا پشت قبلہ کی طرف ہو تو خلاف احتیاط ہوگا ایسا نہ ہونا چاہئے اس سے اجتناب ہونا چاہئے اور اس حکم میں جگہ کے اعتبار سے کوئی فرق نہیں ہے مکان ہو یا میدان، کھیت ہو یا جنگل۔ ہر جگہ قبلہ کیطرف منہ یا پشت کر کے بیٹھنا اور پیشاب پائخانہ کرنا حرام ہے۔ پس جن حضرات نے کہا ہے کہ مکانوں میں قبلہ کی طرف عورتین کرکے بیٹھنا حرام نہیں ہے ان کا یہ قول ضعیف ہے۔ ہاں جو قبلہ منسوخ ہوگیا ہے یعنی بیت المقدس

---

[1] یہ کہنا اسوقت درست ہے جبکہ خنثیٰ کے دونوں مقام پر نظر کی جائے یا یہ کہ مرد خنثیٰ کے آلہ تناسل کو دیکھے اور عورت خنثیٰ کے پیشاب کی جگہ پر نظر کرے اور اگر اس کے خلاف ہو جیسا کہ مرد خنثیٰ کے پیشاب کی جگہ پر نظر ڈالے اور عورت خنثیٰ کے آلہ تناسل پر نظر کرے تو عورت (شرمگاہ) ہونا یقینی نہیں ہے لہٰذا حرمت بھی نہ ہوگی (داؤ الحسن مدظلہ)

اس کا یہ حکم نہیں اب رہی یہ بات کہ محض طہارت کے وقت فقط استنجا کی حالت میں آیا قبلہ کیطرف منہ یا پشت کر سکتے ہیں یا نہیں۔ اس میں یہی قول اقوی ہے کہ بول و براز کی طہارت کے وقت قبلہ کی طرف منہ یا پشت کرنا حرام نہیں ہے اگرچہ احتیاط اسی میں ہے کہ ایسی حالت میں بھی قبلہ کی طرف منہ یا پشت نہ ہونی چاہیئے اگر کوئی شخص مجبور ہو حالت بول یا براز میں قبلہ کی طرف منہ یا پشت کرنے میں تو اسکو اختیار ہے خواہ منہ کر کے قبلہ کی طرف پیشاب پاخانہ کرے یا پشت کر کے۔ اگرچہ احتیاط اسی میں ہے کہ ایسی حالت مجبوری میں قبلہ کی طرف منہ نہ کرے بلکہ پشت کرے اگر کوئی شخص ایسے مقام پر ہو کہ جہاں پیشاب یا پاخانہ کی حالت میں یا تو قبلہ کیطرف منہ ہوتا ہے یا پشت اور اگر ان دونوں سے بچتا ہے اور کسی طرف پیشاب یا پاخانہ کرتا ہے تو ناظر محترم سے پردہ نہیں ہو سکتا ستر ناممکن ہے اگر ناظر محترم سے بچتا ہے تو قبلہ سے انحراف نہیں ہوتا۔ منہ یا پشت قبلہ کی سمت ضروری ہوتی ہے تو پردہ واجب ولازم ہے ستر کا لحاظ ضروری ہے۔ ناظر محترم کے دیکھنے سے بچانا واجب ہے اگرچہ قبلہ کی طرف منہ کر کے یا اس سے پشت کر کے بول و براز کرنا پڑے اگر قبلہ کی طرف مشتبہ ہو یہ نہ معلوم ہو کہ کونسی جانب قبلہ ہے تو ایسے وقت میں ظن پر عمل کرنا بعید نہیں ہے جس طرف قبلہ کے ہونیکا ظن ہو جائے اس طرف سے اجتناب لازم ہے اور اگر ایسی دو طرفوں میں قبلہ مشتبہ ہو کہ جو ایک دوسرے کے مقابل ہیں مثلاً مشرق اور مغرب۔ نہ معلوم اس طرف قبلہ ہے یا اس طرف تو پیشاب یا پاخانہ کرنے کیلئے ان دونوں مشتبہ طرفوں کو چھوڑ کر اور تیسری طرف اختیار کرے اور اگر وہ دونوں طرفین جنمیں قبلہ دائر ہوا ور مشتبہ ہو مقابل نہ ہوں بلکہ متصل ہوں یعنی ایک دوسرے سے ملی ہوں (مثلاً پچھم اور دکھن یا پچھم اور اتر یا پورب اور دکھن یا پورب اور اتر میں اشتباہ ہو) تو اس صورت میں وہی حکم ہوگا کہ جو جبکہ قبلہ چاروں سمت میں مشتبہ ہو جائے ہوتا ہے یعنی قبلہ کی سمت منہ یا پشت نہ کرنے کی تکلیف ساقط ہوگی اور اس شخص کو اختیار ہو گا کہ جس سمت چاہے پاخانہ یا پیشاب کرے سب اس کے لئے برابر ہیں؛

مسئلہ نمبر ۱۵۔ جو لوگ لڑکوں کو پاخانہ یا پیشاب کیلئے بٹھاتے ہیں ان کے لئے احوط وجوبی ہے کہ لڑکوں کو ایسی طرح بٹھائیں جس میں ان کا منہ یا پشت قبلہ کی طرف نہ ہو لیکن اگر کوئی بچہ یا پاگل شخص خود ہی قبلہ کی طرف منہ یا پشت کر کے پاخانہ یا پیشاب کرے تو اس کو ادھر بیٹھنے سے منع کرنا دوسروں پر واجب نہیں ہے ہاں اگر بالغ اور عاقل شخص جو اس حکم کو بھی

جانتا ہو کہ قبلہ کی طرف مُنہ یا پُشت کر کے پائخانہ پیشاب نہ کرنا چاہیے اور یہ بھی جانتا ہو کہ فلاں طرف قبلہ ہے باوجود اس کے قبلہ ہی کیطرف مُنہ یا پُشت کر کے بیٹھے تو دوسروں پر واجب ہے کہ حکم نہی عن المنکر کے مطابق اُس شخص کو اُدھر بیٹھنے سے منع کریں۔ اسی طرح اگر کوئی یہ جانتا ہو کہ جدھر وہ بیٹھا ہے اُدھر قبلہ ہے لیکن یہ نہیں جانتا ہے کہ قبلہ کی طرف مُنہ یا پُشت کر کے بیٹھنا حرام ہے تو اس صُورت میں بھی دُوسروں پر واجب ہے کہ اُسے بتادیں کہ قبلہ کیطرف مُنہ یا پشت کر کے بیٹھنا حرام ہے ہاں جس شخص کو قبلہ کی سمت نہ معلوم ہو وہ جہالت سے اُسی طرف پائخانہ یا پیشاب کیلئے بیٹھ جائے تو دوسروں پر اسکو یہ بتانا واجب نہیں ہے کہ ادھر نہ بیٹھو کیونکہ قبلہ ہی اور اگر کوئی شخص کسی سے قبلہ کی سمت کو دریافت کرے تو ظاہر یہ ہی کہ اس شخص پر قبلہ کی سمت کا بتانا واجب نہیں ہے اگرچہ یہ جائز نہیں ہے کہ خلاف واقع بیان کرے جدھر قبلہ نہ ہو اُدھر قبلہ بتاوے ۔

مسئلہ نمبر ۱۶۔ اگرچہ یہ واجب نہیں ہے کہ انسان پائخانہ یا پیشاب کرتے وقت خاص کر مشرق یا مغرب کی طرف مُنہ کر کے بیٹھے عراق عرب میں مثلاً کربلائے معلیٰ وغیرہ اور ہندوستان میں اُتر یا دکھن کی طرف مُنہ کر کے بیٹھے کیونکہ واجب صرف اسی قدر ہے کہ قبلہ کی طرف سے مُنہ اور پُشت پھری رہے جسکا ثبوت ذرا ذھور قبلہ سے انحراف میں ہوسکتا ہے لیکن احوط یہی ہے کہ ہندوستان میں مُنہ یا پُشت کو اُتر یا دکھن کی طرف رکھے اور جو عراق میں ہوں ان کا قبلہ چونکہ دکھن کی طرف واقع ہے لہذا اُن کو اُتر اور دکھن کی طرف نہ بیٹھنا چاہیئے بلکہ پچھم اور پُورب یعنی شرق و مغرب کی طرف بیٹھنا چاہیے۔

مسئلہ نمبر ۱۷۔ جس شخص کا پیشاب یا پائخانہ کسی وقت موقوف نہ ہوتا ہو تو اُس کے لئے احوط یہ ہے کہ جہاں تک ممکن ہو اپنے کو قبلہ کی طرف مُنہ یا پُشت کرنے سے بچائے اگرچہ قوی یہ ہے کہ اس شخص پر ایسی حالت میں قبلہ سے بچنا واجب نہیں ہے ۔

مسئلہ نمبر ۱۸۔ اگر قبلہ چاروں سمت میں مُشتبہ ہو جائے اور کسی خاص طرف معلوم ہو کہ ادھر ہی ہے تو چاروں طرف گھما کر پیشاب کرنا جائز نہیں ہے ہاں مگر ایک مرتبہ ایک طرف کرے تو اُس کے بعد ہر مرتبہ اُدھر ہی کرتے رہنا بھی واجب نہیں ہے بلکہ اختیار ہے کہ ہر دفعہ نئی طرف کرے یہاں تک کہ چار دفعہ میں چاروں سمت ہو جائے ہاں اگر خاص قبلہ کی سمت تو نہ معلوم ہو مگر دو یا تین طرف میں قبلہ کا ہونا دائر ہو اور یقین ہو کہ ان دونوں یا تینوں طرف دو یا تین مرتبہ بیٹھ رہنے سے استقبال یا استدبار ضرور ہو جائے گا یا چند

سمتوں میں استقبال یا استدبار ہو جانے کا یقین ہو اگرچہ یہ یقین تدریجاً کرنے سے ہو تو احوط
یہ ہے کہ ان سمتوں کی طرف بیٹھنا یا پشت کرنا ترک کرے خصوصاً اگر اس امر کا قصد پہلے
رہا ہو بلکہ اس صورت میں تو اس احتیاط کا ترک کرنا جائز نہیں ہے۔

مسئلہ نمبر ۱۹۔ اگر معلوم ہو کہ مجری بول (یعنے پیشاب آنے کی راہ) میں پیشاب کا کوئی
قطرہ رہ گیا ہے جو استبراء کرنے سے نکلیگا تو احتیاطاً واجب ہے کہ اس قطرہ کو نکالنے کیلئے
استبراء کرتے وقت بھی قبلہ کیطرف استقبال اور استدبار کرنے سے بچیں بلکہ اس صورت میں احتیاط بہت شدید ہے۔

مسئلہ نمبر ۲۰۔ کسی دوسرے شخص کی ملک (جگہ یا زمین یا مکان وغیرہ) میں بغیر اس کی
اجازت کے پائخانہ یا پیشاب کرنا حرام ہے یہاں تک کہ کوئی چیز کسی خاص قسم کے لوگوں
کے لئے وقف ہو تو وہاں بھی غیر شخص کو پائخانہ یا پیشاب کرنا حرام ہے بلکہ ان گلیوں میں
بھی جو عوام کے چلنے کی نہ ہوں بغیر اس کے مالک کی اجازت کے پائخانہ پیشاب کرنا حرام ہے
اسی طرح مومنین کی قبروں پر پائخانہ پیشاب کرنا بھی حرام ہے جبکہ اس سے ان کی توہین سمجھی جائے

مسئلہ نمبر ۲۱۔ مقادیم بدن سے مراد سینہ۔ پیٹ دونوں زانو ہیں۔

مسئلہ نمبر ۲۲۔ جن وقفی مقامات یا مکانوں و عمارتوں کی کیفیت اور خصوصیات وقف
کا حال معلوم نہ ہو کہ کن لوگوں اور کن کن کاموں کیلئے وقف ہیں جیسے مدارس[له] کہ معلوم نہیں
کہ طلاب کے لئے مخصوص ہیں یا اس کے رہنے والوں کیلئے مخصوص ہیں جو طلاب مثلاً اس
احاطہ میں رہتے ہیں ان کے تصرف کیلئے وقف ہے یا عام ہے طلاب اور غیر طلاب سب کے لئے
حق مساوی ہے یہ کچھ معلوم نہ ہو تو ان میں یا ان کے پاخانوں میں پائخانہ پیشاب کرنا جائز نہیں
ہے ہاں اگر متولی اجازت دیدے اور اس کی اجازت کا خلاف واقع ہونا معلوم نہ ہو تو جائز
ہے اور ظاہر یہ ہے کہ لوگوں کی عادت جاری ہو جانی بھی اس اجازت کے لئے کافی ہوگی
اسی طرح پائخانہ پیشاب کے علاوہ دوسرے تصرفات کیلئے بھی اس قسم کی اجازت کافی ہوگی۔

له جبکہ طلاب مانع نہ ہوں اور ہر کس و ناکس کو مدرسہ کے بیت الخلا میں جانے سے نہ روکیں اور یہ بھی
معلوم نہ ہو کہ واقف نے شرط کی ہے کہ غیر طلبہ مدرسہ کے پائخانہ میں پیشاب پائخانہ نہ کریں تو غیر طلاب کو مدرسہ کے
بیت الخلا میں پیشاب پاخانہ کرنا جائز ہے۔۔ اسی طرح دوسرے تصرفات کا جواز بھی بعید نہیں ہے سب جائز
ہیں جبکہ کوئی مانع نہ ہو اور واقف کی شرط کے خلاف نہ ہو (ابوالحسن مدظلہ)

فصل استنجاء کے بیان میں

پیشاب کرنے کے بعد اُس جگہ کو دو مرتبہ[1] پانی سے دھونا واجب ہے بلکہ بہتر یہ ہے کہ تین مرتبہ دھوئیں اور چاہئے کہ ہر مرتبہ اس قدر پانی سے دھوئیں جس کو عُرف میں دھونا کہا جائے اور پانی کے سوا دوسری کسی چیز سے دھونا کافی نہیں ہے اور اس حکم میں مرد عورت اور خنثیٰ سب برابر ہیں کسی میں کوئی فرق نہیں ہے اسی طرح پیشاب نکلنے کی جگہوں میں بھی کوئی فرق نہیں ہے خواہ وہ جگہ طبعی خلقی ہو یا غیر طبعی وہاں سے پیشاب نکلنے کی عادت ہو یا نہ ہو بہرحال پیشاب نکلنے کی جگہ کو تین بار دھونا چاہئے اور پائخانہ پھرنے کے بعد اگر پاخانہ صرف نکلنے کی جگہ لگا ہے اور اس سوراخ کے پاس کے مقامات میں پھیلا نہیں ہے تو ایسی حالت میں اختیار ہے خواہ اُس مقام کو پانی سے دھوئیں خواہ ڈھیلوں یا چیتھڑوں سے رگڑ کر پونچھ لیں یا پتھروں سے صاف کردیں اور اگر پائخانہ اُس سوراخ کے پاس کے مقامات میں پھیل گیا ہے تو صرف پانی سے آبدست کرنا چاہئے۔ ایسی صورت میں پانی ہی سے طہارت ہوگی اور کسی چیز سے نہیں۔ اور اگر پائخانہ کے مقام سے فصلہ جدا ہوکر دوسری جگہ پہنچ جائے مثلاً پائخانہ کی کوئی چھینٹ ران پر پڑ جائے اور مخرج سے متصل نہ ہو تو اب پائخانہ کی جگہ کے پاک کرنے میں اختیار ہے اسکو خواہ پانی سے پاک کریں خواہ ڈھیلوں چیتھڑوں وغیرہ سے لیکن وہ چھینٹ جو وہاں سے علیحدہ ہوکر ران کے مقام پر پڑ گئی ہے صرف پانی سے پاک ہوگی نہ ڈھیلہ وغیرہ سے بلکہ اگر اُس سوراخ کے حوالی میں پائخانہ نہ لگا ہے یا چھینٹ نہ پڑی ہے جب بھی بہتر یہی ہے کہ پانی سے دھوئیں اور ڈھیلہ وغیرہ سے نہ صاف کریں۔ ہاں اگر پہلے ڈھیلہ یا پتھر یا چیتھڑے سے رگڑ کر صاف کرلیں اس کے بعد پانی سے دھوئیں تو سب سے بہتر ہوگا اور پائخانہ کے مقام کو دو یا تین مرتبہ دھونے کی ضرورت نہیں ہے بلکہ اُس کے پاک ہونے کا معیار صرف اس مقام کا صاف ہو جانا ہے اگرچہ ایک ہی مرتبہ دھونے سے صاف ہو جائے ورنہ جتنی مرتبہ میں صاف ہو اُتنی ہی مرتبہ دھونا واجب ہے ہاں جب پتھر یا ڈھیلوں وغیرہ سے رگڑ کر پونچھیں تو واجب ہے کہ کم از کم تین مرتبہ رگڑیں اگرچہ تین مرتبہ سے کم میں[2] ہی وہ مقام صاف ہو جائے اور اگر تین مرتبہ رگڑنے سے بھی صاف نہ ہو تو واجب ہے کہ اتنی مرتبہ رگڑیں

۱؎ احتیاطاً (ابوالحسن مدظلہ) ۲؎ بنا بر احتیاط (دولہ مدظلہ)

کہ جس میں صفائی ہو جائے۔ پس ڈھیلے وغیرہ سے صاف کرنے کی صورت میں صفائی کا لحاظ ضروری ہے اگرچہ تین بار سے زیادہ میں ہو اور اگر تین سے کم ہی میں صاف ہو جائے تو اب محض صاف ہونا طہارت کیلئے کافی نہ ہوگا بلکہ تین مرتبہ کی مقدار کا پورا کرنا واجب لازم ہوگا تاوقتیکہ تین مرتبہ نہ پوچھا جائیگا مقام براز پاک نہ ہوگا اور ایک پتھر کی تین طرفوں کو تین بار رگڑنا طہارت کیلئے کافی ہوگا یہ ضروری نہیں ہے کہ ہر بار پتھر اور ہونا چاہئے بلکہ ایک ہی سہ پہلو پتھر سے تینوں دفعہ پوری ہو سکتی ہیں اسی طرح ایک چیتھڑے کے تین جزوں سے تین مرتبہ رگڑنا طہارت کیلئے کافی ہے تین چیتھڑوں کی ضرورت نہیں اگرچہ احوط[۱] یہ ہے کہ تین پتھر یا ڈھیلے یا چیتھڑے علیحٰدہ علیحٰدہ ہوں اور رگڑنے کیلئے کوئی چیز مخصوص نہیں ہے بلکہ جس چیز سے بھی صاف ہو جائے اُس سے رگڑ سکتے ہیں یہاں تک کہ انگلیوں[۲] سے رگڑنا بھی کافی ہوگا لیکن شرط یہ ہے کہ جس چیز سے رگڑیں وہ رگڑ سے قبل مقام براز پر پھیرنے سے پہلے پاک ہو ورنہ طہارت نہ ہوگی۔ ہاں جس پتھر ڈھیلہ یا چیتھڑ سے پہلے رگڑ چکے ہوں اُس کو پھر دھو کر استعمال کر سکتے ہیں پس بالکل نئے ڈھیلے وغیرہ کی شرط نہیں ہے پس نجس ڈھیلہ وغیرہ سے مقام براز طاہر نہ ہوگا اور متنجس سے بعد اُس کے پاک کر لینے کے پاک ہو جائیگا اور اگر نجس یا متنجس چیز سے وہ مقام رگڑا جائے گا تو پھر سوا پانی کے اور کسی چیز سے پاک نہ ہو سکیگا ہاں اگر رگڑنے میں وہ نجس یا متنجس صرف فضلہ میں لگیگی اور بدن سے مس نہ ہوگی تو پھر یہ فضلہ بھی ڈھیلہ پتھر چیتھڑے وغیرہ سے رگڑنے سے پاک ہو جائے گا اور پانی سے آبدست کرنے میں عین نجاست اور اُسکا اثر زائل کر دینا واجب ہے اور اثر سے مراد پائخانہ کے وہ چھوٹے چھوٹے ذرے ہیں جو نظر نہیں آتے اور پائخانہ کا رنگ اور بو مراد نہیں ہے اور ڈھیلو چیتھڑوں سے رگڑنے میں عین نجاست کا زائل کر دینا کافی ہے اور اُس کے اثر یعنی چھوٹے ذرّوں کا باقی رہنا طہارت کیلئے مُضر نہیں۔

مسئلہ نمبر ۱:- جو چیزیں قابل تعظیم و احترام ہیں مثل روٹی یا ایسے کاغذ کہ جس پر خدا۔ انبیاءؑ ائمہؑ وغیرہم کے نام لکھے ہوں اُن سے پائخانہ کے مقام کو رگڑنا اور استنجا کرنا جائز نہیں۔ اسی طرح ہڈی اور گوبر سے رگڑنا موجب معصیت ہے ایسا کرنیوالا شخص گنہگار ہوگا لیکن اقویٰ یہ ہی[۳]

---

[۱] اس احتیاط کو ترک نہ کرنا چاہیئے (ابوالحسن مدظلہ) [۲] اس میں اشکال ہے (ابوالحسن مدظلہ)

[۳] ہڈی اور گوبر سے استنجا کا حرام ہونا تامل سے خالی نہیں ہے (ابوالحسن مدظلہ)

کہ وہ مقام پاک ہو جائے گا ؛

مسئلہ نمبر ۲۔ جس حالت میں ڈھیلے یا پتھر یا چیتھڑے سے استنجا کرنا جائز ہے اُسمیں اگر پاخانہ کے مقام پر تری رہ جائے تو اُس مقام کا پاک ہونا مشکل ہے پس رطوبت کا حکم چھوٹے ذرّوں ایسا نہیں ہے یعنی چھوٹے ذرّوں کے رہ جانے سے تو پاک ہو جائیگا مگر رطوبت رہ جانے سے ہرگز پاک نہ ہوگا ؛

مسئلہ نمبر ۳۔ ڈھیلے پتھر وغیرہ سے رگڑ کر استنجا کرنے میں یہ بھی شرط ہے کہ جس چیز سے رگڑیں اُس میں پہلے سے ایسی تری نہ ہو جو سرایت کر سکے پس تر ڈھیلہ یا تر چیتھڑے سے استنجا کرنا کافی (جائز) نہیں ہے اور نہ وہ مقام پاک ہوگا۔ ہاں جو تری سرایت نہ کرے وہ استنجا میں مضر نہیں ہے ؛

مسئلہ نمبر ۴۔ اگر پاخانہ کیساتھ کوئی دوسری نجاست بھی مثل خون کے نکلے یا پاخانہ کے مقام پر خارج سے کوئی نجاست لگ جائے تو دونوں صورتوں میں سوائے پانی کے کسی چیز سے استنجا کرنا جائز نہ ہوگا اور نہ طہارت ہوگی اور اگر دوسری نجاست کے نکلنے یا خارج سے لگنے میں شک ہو تو اُسکا اعتبار نہیں پس اُس کو اختیار ہے خواہ پانی سے آبدست لے یا ڈھیلہ وغیرہ سے صاف کرے ؛

مسئلہ نمبر ۵۔ پاخانہ سے نکلنے کے بعد اگر کسی کو شک ہو کہ وہاں استنجا کیا تھا یا نہیں تو احوط یہ ہے کہ یہی سمجھے کہ نہیں کیا تھا اور استنجا کرے اگرچہ اُس کی عادت استنجا کر کے ہی نکلنے کی ہو بلکہ اگر پاخانہ سے نکلنے کے بعد وضو کر کے نماز میں مشغول ہو گیا پھر شک ہوا کہ استنجا کیا تھا یا نہیں جب بھی یہی سمجھے کہ نہیں کیا تھا پس واجب ہے کہ استنجا کر کے دوبارہ وضو کرے اور اس نماز کو پھر سے پڑھے۔ ہاں اگر استنجا میں بعد ختم نماز کے شک کرے تو نماز صحیح ہے لیکن چاہیئے کہ آیندہ نمازوں کے لئے استنجا کرے تو نماز پڑھے ہاں بعید نہیں ہے کہ قاعدہ تجاوز یعنی شک بعد از محل اُس مقام پر جاری ہو۔ اگر اُس شخص کی یہ عادت ہے کہ جب پیشاب کرتا ہے تو ضرور استنجا کر لیتا ہے تجاوز سے یہ مطلب ہے کہ جس امر کا جو موقعہ و محل ہو اُس سے گذر جائے تو اسکا اعتبار نہیں ہے جیسے نماز میں سجدہ میں جاتے وقت شک ہو کہ رکوع کیا یا نہیں تو اس شک کا اعتبار نہ ہوگا کیونکہ رکوع کا محل گذر گیا۔ ہاں اگر حالت قیام میں شک ہو کہ نہ معلوم یہ قیام قبل رکوع ہے اور رکوع ابھی نہیں

کیا یا رکوع ہو چکا اور یہ قیام بعد رکوع ہے تو چونکہ محل رکوع ابھی باقی ہے لہٰذا پھر سے رکوع کرنا چاہیئے۔ اسی طرح سے جس وقت بیت الخلا میں تھا اُس وقت شک ہو کہ استنجا کیا ہے یا نہیں تو طہارت کرنی چاہیئے اور اگر بیت الخلا سے نکلنے کے بعد اثنائے وضو یا اثنائے نماز میں اگر شک ہو تو یہ شک بعد از محل ہے اس کا اعتبار نہیں ہے استنجا لازمی نہیں ہے ؛

مسئلہ نمبر ۶۔ پیشاب کے بعد استنجا کرتے وقت پیشاب نکلنے کے مقام میں ہاتھ سے رگڑنا یا ملنا واجب نہیں ہے اور اگر مذی وغیرہ نکلنے کا شک ہو تو سمجھیں کہ نہیں نکلی ہو لیکن احوط یہ ہے کہ اس شک کی صورت میں اُس مقام کو رگڑ لیں یا مَل لیں ؛

مسئلہ نمبر ۷۔ اگر مقام براز کو تین مرتبہ زمین پر رگڑ دیں اور یقین ہو جائے کہ اس طرح اس مقام کی نجاست زائل ہو گئی تو کافی ہے اور استنجا ہو جائیگا ؛

مسئلہ نمبر ۸۔ جس چیز کے بارے میں شک ہو کہ یہ ہڈی یا گوبر یا کوئی قابل احترام چیز ہے یا کوئی دوسری چیز یعنی اُسکی ہڈی یا گوبر یا قابل احترام ہونے کا یقین یا گمان نہ ہو اس سے استنجا کرنا جائز ہے اور وہ جگہ پاک ہو جائے گی لیکن اگر پانی کے بارے میں شک ہو کہ یہ آب مطلق ہے یا آب مضاف تو اس سے طہارت یعنی استنجا کرنا کافی نہیں ہے یعنی بدن پاک نہ ہوگا بلکہ ضروری ہے کہ ایسے پانی سے استنجا کیا جائے جس کے آب مطلق ہونے کا یقین ہو ؛

فصل اِستبراء کے بیان میں

استنجا کرنے کے بعد استبراء کرنا مستحب ہے جس کی بہت سی صورتیں ہیں اور سب صحیح ہیں مگر سب سے بہتر صورت یہ ہے کہ پیشاب کرنے کے بعد کچھ دیر تک ٹھہرے رہیں تاکہ پیشاب کے قطروں کا ٹپکنا یا گرنا موقوف ہو جائے اس کے بعد پاخانہ کے مقام سے شروع کریں یعنی پہلے اُس کو پاک کریں پھر بائیں ہاتھ کی بیچلی انگلی پاخانہ کے مقام پر رکھیں اور سوت کر یا کھینچکر آلہ تناسل کے اوپر لائیں۔ اس طرح تین مرتبہ کریں جب اُس سے فارغ ہو جائیں تو انگوٹھے کے پاس کی انگلی یعنی انگشت شہادت کو آلہ تناسل کے اوپر اور انگوٹھے کو آلہ تناسل کے نیچے رکھ کر زور سے حشفہ تک کھینچکر لائیں پھر حشفہ کو تین مرتبہ جھٹکا دیکر نچوڑیں اور اس کے علاوہ بھی استبراء کی جو صورتیں ہیں سب صحیح ہیں بشرطیکہ تین مرتبہ کی جائیں اور استبراء

کا فائدہ یہ ہے کہ پیشاب کے بعد جو رطوبت پیشاب کے مقام سے ایسی نکلے جو معلوم نہ ہو کہ پیشاب ہے یا کوئی دوسری چیز پس اگر استبراء کر چکا ہوگا تو جب تک یہ نہ معلوم ہوگا کہ یہ پیشاب ہے اس وقت تک اس مشتبہ رطوبت کو پاک سمجھ سکتے ہیں اور اگر پیشاب اور استبراء کے بعد وضو کر لیا ہوگا اور وضو کے بعد پیشاب کے مقام سے یہ مشتبہ رطوبت خارج ہوگی تو اس سے وضو بھی نہ ٹوٹیگا اور اگر استبراء نہ کیا ہوگا تو پیشاب کے بعد جو رطوبت نکلے گی وہ نجس بھی ہوگی۔ جس سے بدن اور کپڑا نجس ہو جائے گا اور اس سے وضو بھی ٹوٹ جائیگا اور اگر پیشاب کرنے کے بعد استبراء نہ کریں مگر اتنی دیر تک قطروں کے نکلنے کا انتظار کرتے رہیں جس سے یقین ہو جائے کہ اب مجری بول (پیشاب کے آنے کی جگہ) میں پیشاب کا کوئی قطرہ نہیں ہے تو اتنی دیر تک بیٹھے رہنے کا بھی وہی حکم ہے جو استبراء کا ہے یعنی اسکے بعد بھی جو مشتبہ رطوبت نکلیگی وہ پاک ہے اور اگر یقین نہ ہو صرف ظن ہی اسکا ہو جائے کہ اب کوئی قطرہ باقی نہیں رہا تو بھی طہارت کے لئے کافی ہے اور اگر احتمال ہو کہ شاید کوئی قطرہ رہ گیا ہو تو یہ احتمال طہارت کیلئے مضر نہیں بشرطیکہ استبراء کے بعد یہ احتمال پیدا ہو۔ یہ بھی معلوم رہے کہ استبراء کا حکم صرف مردوں کیلئے ہی عورتوں کیلئے نہیں ہے۔ ہاں بہتر ہے کہ عورتیں پیشاب کرنے کے بعد تھوڑی دیر تک انتظار کریں۔ اور کھنکاریں زور کر کے کھانس لیں اور فرج کو چوڑان میں نچوڑیں بہرحال جو رطوبت مشتبہ خارج ہوگی پاک سمجھی جائے گی اور اس سے وضو بھی نہ ٹوٹے گا جب تک کہ پیشاب ہونے کا یقین نہ ہو اسوقت تک یہ حکم طہارت جاری رہیگا۔

مسئلہ نمبر ۱۔ جس کا آلہ تناسل کٹ گیا ہو اُسے چاہئے کہ جو حصہ رہ گیا ہو اس میں مذکورۂ بالا قاعدہ کے مطابق استبراء کرے۔

مسئلہ نمبر ۲۔ اگر کوئی شخص استبراء نہ کر سکے یعنی اسکے لئے ممکن ہی نہ ہو یا مجبوری اور اضطرار سے استبراء کو ترک کر دے جب بھی استنجا کے بعد رطوبت مشتبہ نکلیگی وہ نجس ہوگی اور وضو بھی اس سے ٹوٹ جائے گا۔

مسئلہ نمبر ۳۔ مرد اپنی زوجہ سے اور آقا اپنی کنیز سے بھی اپنا استبراء کرا سکتا ہے اور یہ استبراء وہی فائدہ دیگا جو اپنے ہاتھ سے استبراء کرنے میں ہوتا ہے۔ پس معلوم ہوا کہ غرض استبراء میں یہ لازم نہیں کہ خود وہی شخص اپنے ہاتھ سے کرے بلکہ دوسرے کے کر دینے سے بھی اسکا فائدہ حاصل ہو جائے گا۔

مسئلہ نمبر ۴۔ اگر کوئی شخص پیشاب کرکے متنی سو جائے اور اسی حالت میں کوئی مشتبہ رطوبت اسکے پیشاب کی جگہ سے نکلے اور دوسرا شخص دیکھکر یہ شک کرے کہ معلوم نہیں یہ رطوبت نجس ہے یا پاک تو اگر اس نے پیشاب کرنے کے بعد استبراء کرلیا تھا تو ظاہر ہے کہ اسکی یہ رطوبت بھی پاک سمجھی جائیگی ورنہ نجس[1] یعنی اگر اس دیکھنے والے کو اس شخص کے متعلق معلوم ہو کہ اس نے پیشاب کے بعد استبراء کرلیا تھا تو ظاہر ہے کہ وہ اس شخص کی اس رطوبت کو پاک سمجھ سکتا ہے اور معلوم نہیں ہے تو نجس سمجھے اگرچہ اصل شخص غافل یعنی خواب غفلت میں ہو اور اس سلسلے میں یہ بات واضح ہوگئی کہ یہ نہ سمجھنا چاہئے کہ مشتبہ رطوبت استبراء کے بعد محض اسی شخص کیلئے پاک قرار دیگئی ہے کہ جسکی وہ رطوبت ہے اور جس نے استبراء کرلیا ہے بلکہ دوسروں کیلئے بھی پاک ہے ہمیں یہ بھی واضح ہوا کہ اگر کسی نابالغ لڑکے کے پیشاب کے بعد مشتبہ رطوبت نکلے اور اس کے ولی (باپ دادا) کو شک ہو کہ یہ پیشاب کا قطرہ ہے یا دوسری چیز تو اگر اس لڑکے نے استبراء نہ کرلیا ہوگا تو ولی کو چاہئے کہ اس کی اس رطوبت کو نجس سمجھیں ۔

مسئلہ نمبر ۵۔ اگر استنجا کے بعد شک ہو کہ استبراء کیا تھا یا نہیں تو سمجھنا چاہئے کہ نہیں کیا تھا اگرچہ استنجا کئے ہوئے دیر بھی ہوگئی ہو بلکہ اگر اس کی عادت برابر استبراء کرنے کی ہو جب بھی شک کی حالت میں یہی سمجھے کہ نہیں کیا تھا۔ ہاں اگر اسکا یقین ہو کہ استبراء تو کیا تھا مگر اس میں شک ہو کہ صحیح طریقہ سے کیا تھا یا غلط طریقہ سے تو صحیح طریقہ ہی سے سمجھ سکتا ہے ۔

مسئلہ نمبر ۶۔ اگر کسی نے پیشاب کے بعد استبراء نہ کیا اور استنجا کے بعد شک ہوا کہ پیشاب کے مقام سے کوئی رطوبت نکلی ہے یا نہیں تو سمجھے کہ نہیں نکلی ہے اگرچہ رطوبت نکلنے کا گمان بھی ہو مثلاً اپنے کپڑے میں کوئی رطوبت دیکھی جس سے شک ہوا کہ یہ اسکے آلۂ تناسل سے نکلی ہے یا کپڑے پر باہر کہیں سے تو سمجھے کہ باہر ہی سے پڑ گئی ہے ۔

مسئلہ نمبر ۷۔ اگر کسی کو یقین ہو کہ اس کے آلۂ تناسل سے جو رطوبت نکلی ہے وہ مذی ہی مگر اس میں شک ہو کہ اس کیساتھ پیشاب کا بھی کوئی قطرہ نکلا ہے یا نہیں تو سمجھے کہ نہیں نکلا ہے لہذا وہ مذی بھی نجس نہ ہوگی ہاں اگر اس مذی پر رطوبت مشتبہ کی تعریف صادق آئے (یعنی دیکھنے سے معلوم ہو کہ وہ مذی مشتبہ رطوبت ہے نہ صرف مذی) اس طرح کہ شک اس امر میں ہو کہ تر چیز جو آلۂ تناسل سے نکلی ہے سب کی سب مذی ہے یا اس میں میل پیشاب کا بھی ہے

[1] اس میں تامل ہے (ابوالحسن مدظلہ)

تو وہ رطوبت مشتبہ نجس ہوگی ؛

مسئلہ نمبر ۸ - اگر کوئی شخص پیشاب کے بعد استبراء نہ کرے اور رطوبت مشتبہ دیکھے ایسی رطوبت دیکھے جس کے متعلق منی ہونیکا بھی احتمال ہو اور پیشاب کا بھی نہ معلوم منی ہے یا پیشاب ہے تو اس رطوبت کو پیشاب سمجھے لہذا اس شخص پر غسل جنابت واجب[1] ولازم نہ ہوگا محض وضو کرنا پڑیگا اگر وضو کے بعد یہ رطوبت مشتبہ دیکھی ہے اور اگر بعد استبراء ایسی رطوبت مشتبہ دیکھی ہے تو اُس شخص پر احتیاطاً یہی واجب ہے کہ وضو بھی کرے اور غسل بھی کرے - اس لئے کہ اس صورت میں اگرچہ تفصیلاً یہ معلوم نہیں ہے کہ یہ پیشاب ہی ہے یا منی ہی ہے لیکن چونکہ امر پیشاب اور منی میں دائر ہے اس وجہ سے مجملاً منی کا ہونا ضرور معلوم ہے لہذا برائت ذمہ اسی میں ہے نہ احتیاط مذکورہ بالا پر عمل کیا جائے وضو بھی کرے اور غسل جنابت بھی بجالائے اور اگر وضو کرنے سے پہلے یہ رطوبت دیکھی ہے تو صرف وضو پر اکتفا کرنا اور محض وضو کا جائز ہونا بعید نہیں ہے اس لئے کہ چونکہ یہ شخص پیشاب کر چکا ہے - لہذا حدث اصغر کا صادر ہونا معلوم بوجہ پیشاب کے پہلے وضو کا ٹوٹنا اور دوسرے وضو کا لازم ہونا ثابت اور ایسے حدث کا صدور معلوم نہیں کہ جس کے بعد غسل لازم ہوتا ہے لہذا بقاعدہ استصحاب صرف وضو واجب ہوگا نہ کہ غسل ؛

فصل مستحبّاتِ وقتِ تخلّی اور مکروہاتِ بیت الخلا میں

بیت الخلا میں اور حالت تخلّی میں جو امور سنّت ہیں وہ یہ ہیں اوّل یہ کہ ایسی جگہ تجویز کرے کہ جہاں سے اُسے کوئی نہ دیکھے بالکل تخلیہ ہو تنہائی ہو یا اسقدر دور جائے کہ کسی کی نظر نہ پڑے دوسرے یہ کہ بول کرنے کے واسطے جائے بلند یا زمین نرم اختیار کرے کہ جس میں ترشح بول نہ ہو یعنی چھینٹیں نہ پڑیں - تیسرے پائے چپ کو مقدم کرے بیت الخلا کے داخل ہونے میں - اور بیت الخلاء سے باہر آنے میں پائے راست یعنی داہنے پاؤں کو مقدم کریں - چوتھے سر

---

[1] فقط وضو پر اکتفا کرنا اشکال سے خالی نہیں لہذا احتیاط اسی میں ہے کہ وضو بھی کرے اور غسل جنابت بھی جیسا کہ اُس صورت میں ہے کہ جو اس کے بعد متن میں مذکور ہوئی ہے (ابوالحسن مدظلہ).

سر ڈھانکنا۔ پانچویں سر پر مقنع ڈالنا جس سے کان۔ ناک بھی چھپ جائے اگرچہ محض سر کا ڈھانکنا کافی ہے۔ چھٹے وقتِ کشف عورتین بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ کہے۔ ساتویں بائے چپ پر زور دیکر بیٹھے اور پائے راست کو کشادہ رکھے۔ آٹھویں استبراء کرنا جس طور سے کہ بیانِ استبراء میں گذرا۔ نویں تنخخ کرنا یعنی کھانسنا کھنکھارنا استبراء کرنے سے پہلے۔ دسویں دعائے منقول پڑھنا یعنی بیت الخلاء میں داخل ہوتے وقت یہ دعا پڑھے اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِكَ مِنَ الرِّجْسِ النَّجِسِ الْخَبِيْثِ الْمُخْبِثِ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ یا یہ دعا پڑھے اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الْحَافِظِ الْمُؤَدِّیْ اور بہتر یہ ہے کہ ان دونوں دعاؤں کو پڑھے۔ گیارھویں وقت خروج غائطہ یہ دعا پڑھے اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَطْعَمَنِيْهِ طَيِّبًا فِیْ عَافِيَةٍ وَّاَخْرَجَهٗ خَبِيْثًا فِیْ عَافِيَةٍ۔ بارھویں جب نظر براز پر پڑے۔ کہے اَللّٰهُمَّ ارْزُقْنِیَ الْحَلَالَ وَجَنِّبْنِیَ الْحَرَامَ۔ تیرھویں جب پانی کیطرف متوجہ ہو اور دیکھے تو کہے اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ جَعَلَ الْمَاءَ طَهُوْرًا وَّلَمْ يَجْعَلْهُ نَجِسًا۔ چودھویں استنجا کرتے وقت یہ دعا پڑھے اَللّٰهُمَّ حَصِّنْ فَرْجِیْ وَاَعِفَّهٗ وَاسْتُرْ عَوْرَتِیْ وَحَرِّمْنِیْ عَلَی النَّارِ وَوَفِّقْنِیْ لِمَا يُقَرِّبُنِیْ مِنْكَ يَا ذَا الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ پندرھویں استنجا سے فارغ ہونے کے بعد یہ کہے اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ عَافَانِیْ مِنَ الْبَلَاءِ وَاَمَاطَ عَنِّی الْاَذٰی۔ سولھویں جب محل استنجا سے اٹھے۔ دہنا ہاتھ پیٹ پر ملے اور پھیرے اور یوں کہے اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَمَاطَ عَنِّی الْاَذٰی وَهَنَّاَنِیْ طَعَامِیْ وَشَرَابِیْ وَعَافَانِیْ مِنَ الْبَلْوٰی سترھویں باہر آنے کے وقت یا بعد اس کے کہے اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ عَرَّفَنِیْ لَذَّتَهٗ وَاَبْقٰی فِیْ جَسَدِیْ قُوَّتَهٗ وَاَخْرَجَ عَنِّیْ اَذَاهُ يَا لَهَا نِعْمَةً يَا لَهَا نِعْمَةً يَا لَهَا نِعْمَةً لَا يَقْدِرُ الْقَادِرُوْنَ قَدْرَهَا اٹھارھویں مخرج غائطہ کو مخرج بول سے پہلے دھووے۔ انیسویں ڈھیلوں سے استنجا کرنے میں ان کا طاق رکھنا سنت ہے اگرچہ صفائی جفت ہی میں ہو جائے مثلاً اگر تین ڈھیلوں یا چیتھڑوں سے صفائی نہ ہو اور چار کی ضرورت ہو تو سنت یہ ہے کہ پانچ ڈھیلے پھیرے۔ بیسویں استنجا اور استبراء بائیں ہاتھ سے کرے۔ اکیسویں نظر تفکر و تدبر کرنا اور ملاحظہ کرنا قدرت پروردگار کا کیفیت خروج میں اور اپنی راحت پانے میں تاکہ شکر پروردگار عالم بجا لائے اور خیال کرے بول و براز کی خباثت و عفونت کو تاکہ تکبر

نہ کرے اور کھانے اور پینے میں اور غذائے لذیذ کے حاصل کرنے میں حریص نہ ہو۔ کیونکہ انجام میں اس کی اذیت اور عفونت ہے جس قدر غذا لذیذ اور زیادہ ہوگی اسی قدر اذیت وہ اور تعفن براز میں ہوگا۔

مکروہات بیت الخلا (۱) آفتاب یا ماہتاب کی طرف منہ کر کے پیشاب اور پاخانہ کرنا کہ ضو اسکی پڑتی ہو اور یہ کراہت مقام بول و براز کے چھپانے سے اور درمیان آفتاب یا ماہتاب اور مقام بول و براز کے پردہ کرنے سے خواہ ہاتھ سے پردہ کیا جائے یا کسی مکان میں یا دیوار کے پیچھے بیٹھ کر رفع حاجت کی جائے تو یہ کراہت رفع ہو جائے گی (۲) ہوا کی طرف پیشاب کرنا بلکہ ہوا کی سمت پاخانہ کرنا بھی مکروہ ہے (۳) ان مقامات میں تخلی کرنا کہ جہاں باعث لعن و طعن ہو مثل شارع عام اور راستوں اور مسجد اور گھروں کے دروازوں کے اور مثل کنارہ چشمہ اور محل آمد و رفت مردم کے اور جہاں قافلہ اترتا ہو (۴) میوہ دار درخت کے نیچے تخلی کے واسطے بیٹھنا کہ پھلا پھولا ہو بلکہ اگرچہ فی الحال میوہ دار نہ ہو تب بھی تخلی مکروہ ہے (۵) کھڑے ہو کر پیشاب کرنا۔ (۶) حمام میں پیشاب کرنا (۷) سخت زمین پر پیشاب کرنا (۸) سوراخہائے حیوانات میں پیشاب کرنا (۹) آب جاری خصوصاً آب راکد میں پیشاب کرنا بوقت شب (۱۰) ہوا کی رخ پر پیشاب کرنا (۱۱) بوقت تخلی کھانا پینا بلکہ بیت الخلا میں کھانا پینا ہر حال مکروہ ہے خواہ تخلی ہو یا نہ ہو (۱۲) داہنے ہاتھ سے استنجا کرنا اور بائیں ہاتھ سے استنجا کرنا اگر اس میں انگشتری محترم ہو اسپر نام خدا کندہ ہو (۱۳) دیر تک بیت الخلا میں بیٹھنا (۱۴) تخلی بالائے قبور مومنین اثنا عشری کرنا مکروہ ہے اور اگر قبروں کیلئے ہتک حرمت ہوتی ہو تو حرام ہے (۱۵) درہم و دینار سفید کا حالت تخلی میں اپنے پاس رکھنا بشرطیکہ اسپر خدا کا نام یا کوئی اور محترم نام یا عبارت کندہ ہو اور یہ کراہت رفع ہو جائے گی اگر یہ درہم و دینار کیسہ میں ہوں (۱۶) وقت تخلی آیۃ الکرسی، ذکر خدا، اذان کی حکایت اور دعا کرنا چھینکنے والے کے سوا ہر قسم کا کلام کرنا مکروہ ہے۔

مسئلہ نمبر ا۔ حبس کرنا بول و براز کا مکروہ ہے جبکہ کوئی ضرر نہ ہو اور ضرر کی صورت میں حرام ہے اور کبھی پیشاب یا پاخانہ کا روکنا واجب بھی ہو جاتا ہے جبکہ وقت نماز تنگ ہو اور یہ شخص باوضو ہو کہ اگر بول کریگا اور دوبارہ طہارت و وضو کریگا تو نماز فوت ہوگی

پس ایسی حالت میں بول کا حبس کرنا واجب ہے اور کبھی حبس مستحب بھی ہوتا ہے بسبب فوت ہونے دوسرے مستحب کے کہ جس میں اہمیت ہو مثل نماز جماعت وغیرہ کے ۔

مسئلہ نمبر ۲۔ چھ وقتوں میں بول کرنا مستحب ہے (۱) جبکہ ارادہ نماز کا کرے (۲) جبکہ ارادہ خواب کرے۔ سونے سے پہلے پیشاب کرنا سُنّت ہے (۳) بعد خروج منی کے (۴) قبل جماع کے (۵) قبل سوار ہونے کے حیوان پر جبکہ اُترنا دشوار ہو اور پھر چڑھنے میں صعوبت ہو (۶) کشتی پر سوار ہونے سے پہلے جبکہ سوار ہونے کے بعد کشتی سے اُترنا اور نکلنا دشوار ہو۔

مسئلہ نمبر ۳۔ جبکہ کوئی لقمہ نان بیت الخلا میں پایا جائے تو اس کا نکال کر دھو کر کھانا سُنّت ہے۔

فصل مُوجباتِ وضو کے بیان میں

وضو کے توڑنے والی چھ چیزیں ہیں اوّل و دوم۔ پیشاب یا پائخانہ کا نکلنا اصلی مقام (مخرج طبیعی و خلقی یعنی پیدائشی) سے اگرچہ اسکی عادت جاری نہ ہو یا اصلی مقام کے علاوہ کسی اور جگہ سے پیشاب یا پائخانہ خارج ہو بشرطیکہ فطری مقام بند ہو جائے یا وہ بھی کھلا رہے مگر شرط یہ ہے کہ غیر اصلی مقام سے پیشاب یا پائخانہ کے نکلنے کی عادت جاری ہو گئی ہو یا عام طور پر اکثر و بیشتر اصلی مقام کے علاوہ مخرج سے بول و براز نکلتا ہو تو وضو کا باطل کرنے والا ہوگا ورنہ نہیں۔ پس غیر اصلی مقام سے عادت جاری نہ ہونے کی حالت میں اور عام طور پر نہ خارج ہونے کی صورت میں بول یا براز کا مبطل وضو ہونا اشکال سے خالی نہیں ہے پس احتیاط اسی میں ہے کہ بول و براز کے خروج کو ہر طور پر مبطل وضو سمجھنا چاہئے خواہ عادت جاری ہو یا نہ ہو۔ خواہ مقام اصلی کھلا رہے یا بند ہو کر غیر مقام اصلی سے بول و براز کا اخراج ہونے لگے بہر کیف مبطل وضو قرار دینا چاہئے بالخصوص جبکہ اسفل معدہ سے فضلہ کا خروج ہو تو احتیاطاً دوبارہ وضو کرنا چاہئے اور پاخانہ کے مبطل وضو ہونے میں قلیل کثیر یعنی تھوڑے بہت کی کوئی قید اور شرط نہیں ہے خواہ ذرا سا قطرہ بول ہو یا بہت سا ذرا سا پائخانہ

ہو جیسا کہ حقنہ کرنے میں پچکاری کے سر پہ لگجاتا ہے یا نجست ہو۔ بہرطور اس سے وضو باطل ہو جائیگا اور دوبارہ وضو کرنا لازم ہوگا۔ البتہ علاوہ پیشاب اور پاخانہ کے جو رطوبت مقام بول و براز سے خارج ہو وُہ مبطل وضو نہیں ہے۔ اسی طرح کرم معدہ جو کیڑے خارج ہوں یا کوئی اور چیز مثل گٹھلی وغیرہ کے مقام مبرز سے خارج ہو مبطل وضو نہیں ہیں بشرطیکہ ان میں فضلہ ملا ہوا نہ ہو پاخانہ سے صاف ہوں تو یہ حکم ہے ورنہ نہیں ؂

تیسری وضو کی توڑنے والی چیز ریح ہے جو کہ مبرز سے خارج ہو بشرطیکہ اسفل معدہ سے نکلے خواہ آوازدار ہو یا نہ ہو پس جو ریح مقام بول سے فرج زن یا ذکر مرد سے خارج ہوگی یا اسفل معدہ سے نہ ہوگی وُہ وضو کی توڑنے والی نہ ہوگی جیسا کہ شیطان کا مبرز میں پھونکنا وضو کا توڑنے والا نہیں ہے اسی طرح خارج سے ہوا شکم میں داخل ہو کر خارج ہونا بھی مبطل وضو نہیں ہے ؂

چوتھی وضو کی توڑنے والی چیز خواب ہے جبکہ اسکا غلبہ دل اور آنکھ اور کان پر ہو جائے خواہ لیٹ کر اس قدر خواب ہو یا چلتے پھرتے بہرحال اس طرح سونے سے وضو ٹوٹ جائیگا پس اس بنا پر غنودگی جس کو پینک کہتے ہیں جبکہ حد مذکور بالا تک نہ پہنچے سماعت و بصارت اپنی حالت پر باقی رہیں دل اپنا کام کرتا رہے وضو کی توڑنے والی نہ ہوگی ؂

پانچویں بیہوشی جنون نشہ کہ جس میں حواس کا ادراک جاتا رہے جس میں عقل کا زوال ہو جائے مبطل وضو ہے پس اس بنا پر مبہوت ہو جانا مبطل وضو نہ ہوگا ؂

چھٹے استحاضہ قلیلہ بلکہ متوسطہ اور کثیرہ یہ سب موجبات وضو اور موجبات غسل ہیں ان کی وجہ سے وضو ٹوٹ جاتا ہے اور دوبارہ وضو لازم ہو جاتا ہے اور غسل واجب ہو جاتا ہے۔ جنابت بھی ناقص وضو ہے لیکن جنابت کے بعد وضو کا حکم نہیں بلکہ فقط غسل کیا جاتا ہے ؂

مسئلہ نمبر ۱۔ اگر آدمی جانتا ہے کہ میں نے وضو کیا لیکن شک گذرتا ہے کہ وضو کی توڑنے والی کوئی چیز صادر ہوئی یا نہیں۔ وضو باقی رہا یا نہیں تو یہ سمجھے کہ وضو بدستور باقی ہے دوبارہ وضو لازم نہیں۔ اُسی وضو سے نماز پڑھ سکتا ہے اس طرح

اگر بعد وضو یہ شک ہو کہ یہ رطوبت جو مقام بول سے خارج ہوئی ہے پیشاب ہے یا مذی تو بھی وضو بدستور رہیگا دوبارہ وضو واجب نہ ہوگا بشرطیکہ یہ رطوبت بعد استبراء خارج ہو ورنہ وہ رطوبت پیشاب سمجھی جائے گی اور دوبارہ وضو کرنا لازم ہو جائے گا ؛

مسئلہ نمبر ۲۔ جبکہ بعد وضو آب حقنہ خارج ہو اور اس کے ساتھ فضلہ کی آمیزش نہ ہو تو وضو بدستور باقی رہیگا۔ اسی طرح اگر آب حقنہ میں فضلہ کی آمیزش کا شک و شبہ ہو تو بھی وضو نہیں ٹوٹیگا بلکہ باقی رہیگا ؛

مسئلہ نمبر ۳۔ مقام بول و براز سے اگر پیپ خارج ہو تو وہ ناقض وضو نہ ہوگی۔ اس کی وجہ سے وضو نہیں ٹوٹیگا بلکہ بدستور باقی رہیگا۔ اسی طرح جو خون مبرز یا پیشابگاہ سے خارج ہو وہ بھی وضو کو نہیں توڑیگا البتہ جبکہ اسکا علم و یقین ہو جائے کہ پیشاب یا پاٹخانہ خون ہو گیا ہے تو اس خون کے خارج ہونے سے بھی وضو ٹوٹ جائیگا اسی طرح مذی اور وذی اور ودی بھی ناقض وضو نہیں ہیں۔ اوّل سے مُراد وہ آب غلیظ ہے کہ ہنگام ملاعبہ و ملامسہ نسوان خارج ہوتا ہے مخرج بول سے ثانی سے مقصود وہ رطوبت ہے کہ بعد انزال اور خارج ہو جانے منی کے ظاہر ہو ثالث سے مُراد وہ رطوبت ہے کہ بعد فراغ از بول ظاہر ہوتی ہے ان میں سے کوئی رطوبت ناقض وضو نہیں ہے ؛

مسئلہ نمبر ۴۔ ایک جماعت علماء نے مذی اور ودی کے خارج ہونے کے بعد اور کذب دروغ بیان کرنے کے بعد اور ظلم کرنے کے بعد اور شعر باطل پڑھنے کے بعد یعنی ایسے اشعار پڑھنے کے بعد کہ جن میں غیر مستحق مذمت کی مذمت یا غیر مستحق مدح کی مدحت ہو اور وضو کے بعد اگر قے ہو تو اعادہ وضو سنّت قرار دیا ہے اور نکسیر چھوٹنے کے بعد اور تقبیل (بوسہ لینا) زن کے بعد اور کتّے سے مس ہو جانے کے بعد اور دست بازی کرنی کے ساتھ اپنی یا اپنی زوجہ کے فرج کے مس کرنے کے بعد اور مبرز میں ہاتھ داخل کرنے کے بعد اور باطن ذکر میں انگشت کے داخل کرنے کے بعد اور واسطے فراموش کرنے استنجا کے قبل وضو کے یعنی استنجی کرنا اور طاہر کرنا بھول گیا اور وضو کے بعد یاد آیا تو طاہر کر کے پھر وضو کرنا سنّت ہے اور نماز میں خندہ کرنے کے بعد دوبارہ وضو کر کے نماز کا اعادہ کرنا سنّت ہے۔ واسطے جاری ہونے خون کے دندان سے بسبب خلال کرنے کے

ان سب مقامات میں ایک جماعت علماء کے نزدیک اعادہ وضو دوبارہ وضو کرنا سنت ہے لیکن ان کل مقامات مذکورہ بالا میں میرے نزدیک استحباب ثابت نہیں۔ وضو کا سنت ہونا ان جگہوں میں مجھے معلوم نہیں پس بہتر یہی ہے کہ ان مقامات پر اگر وضو کیا جائے تو باحتمال مطلوبیت کیا جائے اور اگر ایسے وضو کے بعد یہ معلوم ہو جائے کہ اس وضو سے قبل کسی ناقض وضو کا صدور ہوا تھا مثلاً ریاح کا صادر ہونا معلوم ہو جائے تو یہی وضو کافی ہو گا۔ دوسرا وضو واجب نہ ہو گا۔ اسی طرح اگر کسی ناقض وضو کے صدور کا احتمال ہو اور احتیاطاً دوبارہ وضو کیا جائے اور اس وضو کے بعد نقض وضو کا یقین ہو جائے۔ حدث کے صادر ہونے کا علم ہو جائے تو وہی وضو کافی ہو گا جو کہ احتیاطاً کیا گیا ہے دوسری مرتبہ وضو واجب ہو گا

فصل وضو کے واجب یا سنت کا بیان

کبھی وضو کسی عمل اور فعل کی صحت میں شرط ہوتا ہے یعنی بدون وضو وہ فعل صحیح نہیں ہوتا جیسے نماز واجب اور طواف واجب کہ یہ بدون وضو صحیح نہیں ہے اور کبھی عمل کے کمال کی شرط وضو ہوتا ہے مثلاً وضو قرآن پڑھنے کیلئے اور کبھی وضو کسی عمل کے جائز ہونے کی شرط ہوتا ہے مثلاً کتابت قرآن کا چھونا درصورتیکہ چھونا واجب نہ ہو اور کبھی وضو کسی عمل اور فعل کی کراہت کے رفع کرنے کیلئے ہوتا ہے مثلاً کھانا پینا حالتِ جنابت میں اور کبھی کسی امر کے تحقیق میں وضو شرط ہوتا ہے یعنی حصولِ ثواب میں شرط ہوتا ہے مثلاً باطہارت رہنے کے لئے وضو کرنا اور کبھی وضو بلا غرض وغایت کے ہوتا ہے مثلاً کسی شخص نے نذر کی کہ میرا فلاں کام اگر ہو گیا تو میں باوضو ہونگا وضو کرونگا خلاصہ یہ کہ نذر کی وجہ سے جو وضو ہو اور وضو سنتی جو کہ خود بخود سنت ہے اگر ہم وضو کے استحباب لنفسہ کے قائل ہوں اور اس کا قائل ہونا اور اس قول کا ہونا بعید بھی نہیں ہے۔ اس وضو کی مثال ہو سکتی ہے کہ جو بلا غرض وغایت ہو۔

جن کے لئے وضو واجب ہے اُن کا بیان۔ نماز واجب خواہ ادا ہو یا قضا اپنی ہو یا کسی دوسرے کی۔ نماز کے اجزا میں سے کسی جزو کو بھول جائے مثلاً ایک سجدہ سہو ہو گیا یا تشہد سہواً ترک ہو گیا ان کے ادا کرنے کیلئے وضو واجب ہے بلکہ دو سجدہ سہو جو کئے

جاتے ہیں اُن کے لئے بھی احتیاطاً وضو واجب ہے ونیز طواف واجب کے لئے اور اس طواف کے لئے کہ جو حج یا عمرہ کا جزو ہو۔ اگرچہ حج وعمرہ سنت ہی ہوں تب بھی اُن کے طواف کیلئے وضو واجب ولازم ہوگا البتہ جو طواف مستحب ہو چونکہ وُہ جزو حج یا عمرہ نہیں ہوتا ہے اس بنا پر اس کے لئے وضو واجب نہیں ہے اگرچہ طواف کی نماز کی صحت کیلئے وضو شرط ضرور ہے اور نذر اور عہد و یمین کے لئے بھی وضو واجب ہوتا ہے اور کتابت قرآن کے چھونے کے لئے بھی وضو واجب ہوتا ہے بشرطیکہ کتابت کا مس کرنا واجب ہو خواہ نذر کی وجہ سے واجب ہو خواہ اس وجہ سے واجب ہو کہ کلام اللہ ایسے مقام میں گر گیا ہو کہ جہاں سے نکالنا واجب ہے اور نکالنا بدون مس ناممکن ہو یا کلام اللہ نجس ہو گیا ہو اور اسکا طاہر کرنا بدون مس دشوار ہو تو اس وجہ سے مس کرنا واجب ہوگا لہٰذا وضو بھی لازمی ہوگا بشرطیکہ بمقدار وضو تاخیر میں کلام اللہ کی ہتک حرمت نہ ہوتی ہو ورنہ بدون وضو ہی کلام اللہ کا نکالنا مقام نجس سے یا اسکا طاہر کرنا واجب ولازم ہوگا۔ اسی طرح اسمائے الٰہی اور اس کی وُہ صفات کہ جو اس کی ذات کیلئے مخصوص ہیں اُن کے مس کرنے کیلئے بھی وضو واجب ولازم ہے اگرچہ احتیاط اسی میں ہے کہ اسمائے انبیا اور ائمہ کو بھی بدون وضو مس نہ کرنا چاہئے اور یہ ملحوظ رہے کہ مس کتابت قرآن اور طواف وغیرہ کے لئے وضو کا واجب ہونا اُس وقت ہے جبکہ باوضو نہ ہو۔ محدث ہو ورنہ کوئی ضرورت نہیں وضو کی۔ جو پہلے سے وضو ہے وہی ان امور کے لئے کافی ووافی ہے البتہ نذر و عہد و یمین کیلئے وضو لازم ہے اور جیسی نذر ویسا اُس کے وضو کا حکم ہوگا۔ پس اگر کسی شخص نے باطہارت رہنے کی نذر کی ہے تو وضو واجب نہ ہوگا مگر اسوقت جبکہ پہلے سے وضو نہ ہو محدث ہو ورنہ وضو لازم نہیں وہی وضو ایفائے نذر کیلئے کافی ہے اور اگر تجدید وضو کی نذر کی تھی تو وضو کرنا واجب ہوگا اگرچہ پہلے سے باوضو ہو۔

مسئلہ نمبر ۱۔ اگر کسی شخص نے یہ نذر کی تھی کہ اگر میرا فلاں کام ہو گیا تو ایسا وضو کرونگا جو رافع حدث ہو کہ جس کی وجہ سے حدث کا رفع ہو اور ہے یہ شخص نذر کرنیوالا باوضو تو ایسے شخص کے لئے لازم ہے کہ اس وضو سابق کو توڑ کر دوبارہ وضو کرے تب ہی ایفائے نذر ہوگا ورنہ نہیں مگر اس قسم کی نذر کی صحت میں تامّل ضرور ہے۔ اس عنوان کی نذر بلا قید کے تامّل سے خالی نہیں ہے۔

مسئلہ نمبر ۲۔ نذر کی وجہ سے جو وضو واجب ہوتا ہے اُس کی چند صورتیں ہیں

(۱) ایسے عمل کے بجالانے کی نذر کی جائے کہ جو بدون وضو صحیح نہیں ہو سکتا مثلاً نماز پڑھنے کی نذر (۲) ایسے عمل کے بجالانے کی باوضو نذر کی جائے کہ جو بدون وضو صحیح ہے جو بلا وضو بھی ہو سکتا ہے یعنی یہ نذر کی جائے کہ اگر فلاں کام کیا جائیگا تو باوضو ہو کر کیا جائے گا جیسے باوضو ہو کر قرآن پڑھنے کی نذر کی جائے پس ایسی حالت میں قرآن پڑھنا واجب نہیں ہے لیکن اگر پڑھنا چاہے تو باوضو ہونا لازم ہو گا وضو واجب ہو گا۔

مسئلہ نمبر ۳۔ کسی کام کے باوضو ہو کر کرنے کی نذر کی جائے یعنی یہ نذر کی جائے کہ فلاں عمل بدون وضو نہیں کروں گا اگر فلاں میرا کام ہو گیا جیسے با طہارت قرآن پڑھنے کی نذر کی جائے پس اس صورت میں وضو اور قرأت (پڑھنا) قرآن دونوں واجب ہوں گے برخلاف مسئلہ گذشتہ کے کہ اس میں محض وضو کی نذر تھی قرآن پڑھنے کی نہ تھی یعنی اگر قرآن پڑھنا چاہے گا تو وضو کریگا یہ نذر تھی پس اس میں محض وضو ہی واجب ہو گا قرآن پڑھنا نہیں۔

مسئلہ نمبر ۴۔ باطہارت ہونے کی نذر کی جائے۔

مسئلہ نمبر ۵۔ وضو کرنے کی نذر کی جائے بلا لحاظ باطہارت ہونے یا نہ ہونے کی باطہارت ہونے سے قطع نظر ہو۔ یہ نذر میں ملحوظ نہ ہو کہ میں باطہارت رہونگا۔ اتنی شکلیں نذر وضو میں پیدا ہو سکتی ہیں اور یہ سب کی سب صحیح اور درست ہیں سوائے پانچویں شکل اور صورت کے کہ یہ بدون اس کے صحیح[۱] نہیں ہے کہ استحباب نفسی وضو کے لئے ثابت کیا جائے تاوقتیکہ وضو کی سنت لنفسہ ہونے کے قائل نہ ہو۔ پانچویں صورت اشکال سے خالی نہیں ہے اور وضو کا مستحب لنفسہ ہونا مشکل ہے لہٰذا پانچویں صورت کی صحت بھی مشکل ہے لیکن میرے نزدیک اقوی یہ ہے کہ وضو کا مستحب لنفسہ ہونا جائز ہے اور اس کا جواز بعید نہیں ہے۔

مسئلہ نمبر ۶۔ کتابت قرآن مجید کا چھونا بلا وضو کے حرام ہے خواہ کسی عضو بدن سے

---

[۱] اگر نذر کرنے والے کا مقصد بقصد مطلوبیت وضو کا بجالانا ہو اور اس کا استحباب غرض و غایت سے خالی ہو تو اس نذر کی صحت استحباب لنفسہ پر موقوف ہے اور اسکا منشا بعنوان شرع وضو کو بجالانے کا ہو جو طریقہ شرع میں صحیح ہے اس طریقہ سے وضو کرنے کا ارادہ ہو جو طریقہ یہی ہو تو یہ نذر صحیح ہو جائے گی اگرچہ استحباب لنفسہ ثابت نہ ہو۔ پس یہ ناذر جب وضو کرلے گا کسی غرض اور غایت سے بھی ہو تو نذر پوری ہو جائے گی (ابوالحسن مدظلہ)

مس ہو۔ بہر صورت حرام یہاں تک کہ اگر کسی جزو باطنی سے مس کیا جائے تو بھی حرام، جیسے زبان یا دانت سے قرآن مجید کے حرفوں کو مس کیا جائے البتہ اگر سر کے بال یا جسد انسان کے کتابت کلام اللہ سے مس ہو جائیں تو کوئی مضائقہ نہیں کوئی معصیت نہیں حرام نہیں اگرچہ احتیاط اسی میں ہے کہ محدث اپنے بالوں کو بھی مس کتابت کلام اللہ سے بچائے ۔

مسئلہ نمبر ۴۔ کتابت قرآن مجید کا مس کرنا جیسا کہ ابتداءً حرام ہے ویسا ہی استدامتاً بھی حرام ہے۔ پس اس بنا پر اگر کسی باوضو شخص کا ہاتھ کلام اللہ کے حرفوں پر تھا کہ حدث صادر ہوا مثلاً ریاح خارج ہوئیں تو اس شخص پر فوراً ہاتھ کا اٹھا لینا کتابت سے واجب ہے۔ اسی طرح اگر بوجہ غفلت بلا وضو حرفوں کو قرآن شریف کے مس کیا اور مس کرنے کی حالت میں اس کو یاد آیا کہ وضو نہیں ہے اپنے بلا وضو ہونے پر ملتفت ہوا تو فوراً بلا تاخیر کلام اللہ کے حرفوں پر سے ہاتھ کو اٹھا لینا چاہئے تاخیر نہ ہو ورنہ گنہگار ہوگا ۔

مسئلہ نمبر ۵۔ کلام اللہ کی عبارت کو بلا وضو مٹانا بھی نہ چاہئے خواہ زبان کے ذریعہ سے ہو خواہ ہاتھ تر کر کے ہو۔ بہرطور بغیر وضو مٹانا حرام ہے ۔

مسئلہ نمبر ۶۔ اس حکم میں جس قدر خط و تحریر کلام اللہ ہو سکتی ہے سب مساوی ہیں خواہ خط کوفی میں کلام اللہ لکھا ہو یا خط مدنی یا مکی میں بہرصورت عبارت کلام اللہ کا مس کرنا بلا وضو کے حرام ہے۔ یہ ضروری نہیں ہے کہ جو خط رائج الوقت ہے متروک نہیں ہے اُسی کا چھونا حرام ہو۔ نہیں بلکہ کل خط قرآن کا مس کرنا حرام ہے اسی طرح عنوان کتاب کلام اللہ جس قدر بھی ہوں سب اس حکم میں مساوی ہیں کوئی فرق نہیں خواہ قلم سے تحریر ہو قلمی کلام اللہ ہو یا مطبوع ہو چھاپا ہو یا کاغذ کے حروف کٹے ہوئے ہوں یا کاغذ پر یا اور کسی چیز پر حروف کلام اللہ کو کھود دیا جائے بہرحال بلا وضو کے مس کرنے کی حرمت ہر مقام اور ہر عنوان میں رہے گی ۔

مسئلہ نمبر ۷۔ حکم مذکورہ بالا میں آیت کلام مجید اور کلمات قرآن شریف بلکہ اُس کے حروف بھی مساوی ہیں جیسا کہ آیت کو بلا وضو چھونا حرام ہے ویسا ہی کسی کلمہ کلام الٰہی کا مس کرنا بھی حرام ہے اور ویسا ہی اُس کے حرف کا چھونا بھی حرام ہے اس حرمت میں سب برابر ہیں کوئی فرق نہیں ہے اگرچہ وُہ حرف لکھنے میں آئے اور پڑھنے میں آتا

ہو جیسے قالوا اور امنوا کا الف بلکہ جو حرف پڑھا جاتا ہے اور تحریر میں نہیں آتا اُسکا چھونا بھی حرام ہے جیسے رحمٰن اور لقمٰن کا الف کہ یہ پڑھنے میں آتا ہے اور لکھنے میں نہیں آتا مگر اُسی وقت جبکہ اِس طرح نہ لکھا جائے رحمان لقمان ؛

مسئلہ نمبر ۸۔ اس حکم حرمتِ مس میں قرآن اور کتاب دونوں مساوی ہیں جو پڑھا جائے اس کا چھونا بھی حرام اور جو لکھا جائے اسکا چھونا بھی حرام ہے۔ قرآن چونکہ قرأت سے ماخوذ ہے اس وجہ سے اس سے مُراد وہ الفاظ ہوں گے کہ جو زبان پر جاری ہوں کہ جن کا وجود نہیں ہوتا ہے اور کتاب سے مُراد شے وجودی ہے پس یہ دونوں حرمت مس میں برابر ہیں پس جو قرآن میں پایا جائے اُس کا مس بھی حرام ہے اور جو کتاب میں ہو اُسکا چھونا بھی بلکہ اگر کوئی کلمہ قرآنی یا اُس کلمہ کا نصف حصہ کسی کاغذ میں پایا جائے جیسا کہ کسی ورقِ قرآن سے کاٹ لیا جائے یا ورق کتاب سے علیحدہ کر لیا جائے اس کا چھونا بھی حرام ہے ؛

مسئلہ نمبر ۹۔ چونکہ کلماتِ قرآن کلام اللہ کی خصوصیات سے نہیں ہیں قرآن ہی سے ساتھ مختص نہیں ہیں بلکہ اور کتب عربیہ میں بھی وہ الفاظ و کلمات پائے جاتے ہیں۔ اس بنا پر حرمت مس کے حکم کا انحصار کاتب کے قصد پر ہوگا۔ اگر لکھنے والے کا مقصد اون اُن کلمات سے کلمات قرآن ہے جو اُس نے کلام اللہ اور قرآن سمجھ کر ان کلمات کی کتابت کی ہے تو ضرور انکا مس کرنا حرام ہوگا ورنہ نہیں ؛

مسئلہ نمبر ۱۰۔ اس حکم حرمتِ مس میں کتابت کلام اللہ میں کوئی فرق نہیں خواہ وہ تحریر کاغذ پہ ہو خواہ تختی پر خواہ زمین پہ خواہ در و دیوار پر ہو خواہ کپڑے پر بلکہ اگر جسدِ انسان پر بھی کوئی عبارت قرآنی یا لفظ قرآن کندہ اور لکھا ہُوا ہو تو بھی اس کا چھونا حرام ہے اِس حکم میں محل و مقام تحریر قرآن سب مساوی ہیں۔ اِسی بنا پر اگر کوئی آیت یا کلمہ یا لفظِ کلام اللہ کسی انسان کے جسم پر تحریر ہو کندہ ہو اس کا مس کرنا حالتِ وضو میں بھی جائز نہیں ہے یعنی وضو کرنے کی حالت میں ابھی وضو ختم نہ ہُوا ہو اور اس تحریر کو مس کیا جائے تو حرام ہوگا لہذا وضو کرنے سے پہلے اِس تحریر قرآنی کو اپنے جسد سے مٹا دینا چاہئے تاکہ حُرمت نہ آنے پائے ؛

مسئلہ نمبر ۱۱۔ اگر کلام اللہ کو بغیر روشنائی کے کسی کاغذ پر لکھا جائے تو اُسکا مس کرنا حرام نہیں کیونکہ اس کی تحریر ہی ظاہر نہیں۔ اس بنا پر ظاہرا کوئی ممانعت بھی اُسکے

مس میں نہ ہوگی البتہ اگر کسی ایسی چیز سے کتابت کی جائے کہ جس کا خط فوری بلا کسی تدبیر کے ظاہر نہ ہو جس کا اثر بعد کو ظاہر ہوتا ہو جیسا کہ اگر آب پیاز سے کتابت کی جائے تو فوراً لکھتے وقت وہ ناپید ہوگی معلوم نہ ہوگی مگر جب اُس کو آگ کی گرمی پہنچے گی ذرا آتش کے سامنے گرم کیا جائے گا تو وہ صاف ظاہر ہو جائے گی پس ایسی تحریر کا مس کرنا بھی بظاہر حرام ہے۔

مسئلہ نمبر ۱۲۔ اگر کتابت کلام اللہ پر شیشہ چڑھا ہوا ہو تو اس کا مس کرنا حرام نہیں اگرچہ تحریر صاف ظاہر ہو کیونکہ ہاتھ شیشہ پر لگیگا حروف پر نہیں لگیگا اسی طرح اگر کتابتِ قرآن پر ایسا باریک کاغذ رکھ دیا جائے جس سے مثل آئینہ کے حروف صاف ظاہر ہوں اور پھر اس کو کاغذ کے اوپر سے مس کیا جائے تو حرام نہ ہوگا اور اسی طرح اُس آئینہ کا مس کرنا بھی حرام نہ ہوگا کہ جس میں کلام اللہ چھپا ہوا ہو۔ البتہ اگر سیاہی کاغذ میں نفوذ کر جائے اور دوسری سطح پر کاغذ کی وہ تحریر کلام اللہ ظاہر ہو جائے تو اُس کا جوازِ مس مشکل ہوگا۔ بالخصوص جبکہ ایک طرف کاغذ پر اُلٹا کلام لکھا جائے یعنی اُلٹے حروف لکھے جائیں اور دوسری جانب کاغذ کے وہ حروف باقاعدہ تلاوت میں آئیں تو اُن کا جوازِ مس اشکال سے خالی نہیں۔

مسئلہ نمبر ۱۳۔ وہ مسافتِ خالی کہ جس کو حروف کے دائرے گھیرے ہوئے ہوتے ہیں مثلاً حائے حطی (ح) اور عین (ع) کا دائرہ جسکو گھیرے ہوئے ہیں یعنی دائرہ کا جوف اس کا مس کرنا اشکال سے خالی نہیں ہے لہذا احتیاطاً اس جوف کو بھی بلا وضو نہ چھونا چاہیے۔

مسئلہ نمبر ۱۴۔ بغیر وضو کے آیت قرآنی کو انگلی سے زمین پر یا کسی اور چیز پر لکھنے میں اشکال ہے اگرچہ حرام نہ ہونا بعید معلوم نہیں ہوتا کیونکہ خط اور تحریر کہ جسکا مس کرنا بلا وضو یقینی حرام ہے اس کا وجود ظاہری بعد مس کرنے کے ہوگا لہذا حرمتِ مس نہیں آئے گی البتہ جو کتابت قرآن کی بدن محدث (جو باوضو نہ ہو) پر ہے اگرچہ اس کی کتابت باوضو ہو کر کسی شخص نے کی ہو اسکا کاتب باوضو ہو تب بھی وہ بظاہر حرام ہے جب تک کہ اُس تحریر کا اثر باقی رہیگا بدن محدث پر حرمت رہیگی۔

مسئلہ نمبر ۱۵۔ اطفال خورد سال اور نابالغ لڑکوں کو اور مجنوں خارج از عقل اشخاص کو مس کتابت قرآن سے روکنا اور ان کو ممانعت کرنا صاحبان عقول پر واجب نہیں ہے بشرطیکہ ہتکِ حرمتِ کلام اللہ اُن کے مس سے نہ ہوتی ہو ورنہ روکنا واجب ہے البتہ احتیاطاً مس کتابتِ قرآن کا سبب نہ ہونا چاہیے یعنی خود ایسی حرکت نہ کرے کہ

ف۱ حاشیہ صفحہ ۱۸۳ کے حاشیہ میں دیکھو۔

جس کی وجہ سے اطفال اور مجنون کلام اللہ کو ہاتھ لگائیں۔ ہاں اگر نابالغ بچے جو کہ سن تمیز کو پہنچ گئے ہوں باوضو ہو کر کلام اللہ کو ہاتھ لگائیں تو کوئی مضائقہ نہیں ہے کیونکہ بنا بر اقوی ایسے بچوں کے وضو اور جملہ عبادات صحیح ہیں ۔

مسئلہ نمبر ۱۶۔ بغیر وضو کتابت کلام اللہ اور الفاظ قرآن کے علاوہ اوراق اور سطروں کے درمیانی حصہ اور جلد اور غلاف کو مس کرنا حرام نہیں ہے چھو سکتے ہیں البتہ بلا وضو ان کو مس کرنا مکروہ ہے جیساکہ بغیر وضو کے حمائل کو گلے میں ڈالنا اور اسکا اٹھانا مکروہ ہے اسی طرح جلد اور غلاف وغیرہ کو کلام اللہ کے مس کرنا مکروہ ہے ۔

مسئلہ نمبر ۱۷۔ قرآن کا ترجمہ خواہ کسی زبان میں بھی ہو اردو میں ہو یا فارسی یا انگریزی میں چونکہ اصل قرآن نہیں ہے اس وجہ سے بلا وضو اس کو مس کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے البتہ اسمائے الٰہی خواہ کسی زبان میں بھی ہوں انکو بلا وضو مس نہ کرنا چاہئے ۔

مسئلہ نمبر ۱۸۔ نجس چیز کا قرآن پر رکھنا جائز نہیں ہے اگرچہ وہ خشک ہی کیوں نہ ہو کیونکہ اس میں ہتک حرمت کلام اللہ ہے توہین قرآن مجید ہے لہٰذا اس سے اجتناب واجب ولازم ہے۔ اب رہی متنجس چیز اگر خشک ہے تو اس کے کلام اللہ پر رکھنے میں کوئی مضائقہ نہیں کسی قسم کی معصیت نہیں۔ پس اس بنا پر باوضو شخص کے لئے مس قرآن متنجس ہاتھوں سے جائز ہے اگرچہ اولویت اور انسب یہی ہے کہ متنجس چیز بھی کلام اللہ تک نہ پہنچے اس سے بھی اجتناب اولیٰ ہے ۔

مسئلہ نمبر ۱۹۔ اگر لقمہ نان پر کوئی آیت قرآنی لکھی ہوئی ہو تو بلا وضو کے اس لقمہ کو نہ کھانا چاہئے محدث کیلئے وہ لقمہ حرام ہے لیکن باوضو شخص اس لقمہ کو نوش جان کرسکتا ہے بالخصوص جبکہ بہ نیت شفا اور بقصد تبرک اس کو کھائے ۔

حاشیہ متعلق صفحہ ۱۸۲

ا؎ جبکہ اہل عقل و دانش اطفال اور مجانین کو کلام اللہ عطا کریں اور ذریعہ واقع ہوں ان کے کلام اللہ پر قبضہ کرلینے کے اگرچہ اس قبضہ سے اور اس عطا سے اسکا علم ہی ہو کہ یہ ضرور مس کریں گے تو بھی ان کے عطا میں حرمت کا نہ ہونا بعید نہیں ہے دینے والا گنہگار نہ ہوگا (ابوالحسن مدظلہ)

فصل وضو مستحبی کے بیان میں

مسئلہ نمبر ۱۔ ہم پہلے ہی بیان کر چکے ہیں کہ بنا بر اقوی وضو مستحب لنفسہ ہے
یعنی خود وضو سنت ہے بلا کسی غرض وغایت کے یعنی اس کا سنت ہونا کسی غایت کیساتھ
مشروط نہیں ہے۔ پس اس بنا پر اگر وضو کرنے والے کا کوئی قصد وارادہ کسی ایسے
فعل کے بجا لانے کے متعلق نہ بھی ہو کہ جس کے لئے وضو شرط ہے یہاں تک کہ باطہارت
رہنے کا بھی قصد نہ ہو اس وضو سے تو بھی کرنا سنت ہے اور سنتی وضو ہو سکتا ہے اگرچہ
احتیاط اسی میں ہے کہ وضو سنتی میں کسی غرض کا قصد وارادہ ضرور کر لینا چاہئے۔

مسئلہ نمبر ۲۔ وضو مستحبی چند قسم پر ہیں (۱) حالت حدث اصغر (پیشاب یا پاخانہ
کے بعد) میں وضو سنت ہے اس وضو کا فائدہ اس حدث اصغر سے طاہر ہونا ہوگا۔
(۲) جبکہ حدث اصغر سے طہارت ہو تب وضو کرنا یعنی شخص باوضو کا وضو کرنا اس کو
وضو تجدیدی کہتے ہیں۔ تجدید وضو اسی وضو کا نام ہے (۳) حالت حدث اکبر (مثلاً
غسل جنابت) میں وضو کرنا۔ اسکا فائدہ رفع حدث اور طہارت نہیں ہے بلکہ یہ رفع کراہت
کیلئے مفید ہے (حالت جنابت میں خورونوش مکروہ ہے اس کی کراہت اس وضو سے
رفع ہو جائے گی) یا جس فعل کو اس کے بعد بجا لانا مقصود ہے اسمیں کمال پیدا کرتی ہیں
یہ وضو فائدہ مند ہے جیسے جنب کا وضو کرنا وقت خواب یا حائض کا وضو کرنا ذکر خدا کرنے
کیلئے جائے نماز پر بیٹھنا اس وضو سے رفع حدث نہ ہو گا بلکہ ذکر الہی میں کمال پیدا ہو جائیگا

قسم اول وضو کی (حدث اصغر میں وضو کرنا) بہت سے محل اور مقامات ہیں
اس قسم کا وضو بہت سی جگہ ہوتا ہے (۱) سنتی نماز اس کی صحت میں بھی وضو کی شرط ہے
(۲) سنتی طواف جو کہ حج یا عمرہ کا جزو نہیں ہوتا خواہ حج یا عمرہ واجبی ہو یا سنتی اس کی
لئے وضو سنت ہے۔ اور صحت نماز طواف میں اس وضو کی شرط ہے نہ کہ طواف کی صحت
میں۔ چونکہ نماز طواف بدون وضو صحیح نہیں ہے اس وجہ سے اس کے لئے وضو سنت
ہے (۳) وضو کرنا قبل از وقت واسطے مہیا ہونے کے کہ نماز کو اول وقت میں بجا لاوے
یا اول زمان امکان نماز میں نماز پڑھے جبکہ اول وقت نماز پڑھنا ممکن نہ ہو تو بھی بقصد مذکور وضو سنت ہے ان وجوہ

قبل از وقت اس خیال سے وقت سے پہلے وضو کرنا سنت ہے مگر اس وضو کیلئے معتبر یہ ہے کہ قریب وقت نماز یا جس زمانہ میں ادائے نماز ممکن ہو اُس کے قریب وضو کیا جائے تاکہ اس وضو کرنے والے کو یہ کہا جا سکے کہ اس نے نماز کیلئے آمادہ ہونے کی غرض سے یہ وضو کیا ہے (۴) وضو مسجدوں میں داخل ہونے کیلئے (۵) وضو واسطے داخل ہونے کے مشاہد اور روضات ائمہ ؑ میں (۶) وضو کرنا واسطے اعمالِ حج کے طواف اور نماز طواف کے علاوہ اور جو اعمال حج ہیں اُن کے لئے وضو کرنا (۷) وضو واسطے نماز جنازہ (۸) وضو واسطے زیارت اہل قبور (۹) وضو واسطے کتابت قرآن اور تلاوتِ قرآن کو قرآن کی حاشیہ کے چھونے یا کلام اللہ کے اٹھانے کیلئے وضو کرنا (۱۰) وضو کرنا واسطے دعا اور طلب کرنے حاجت کے خداوند عالم سے (۱۱) وضو زیارات ائمہ معصومین ؑ کے لئے کرنا اگرچہ مقام دور دراز سے زیارت پڑھی جائے۔ اُس کے لئے بھی وضو سُنّت ہے (۱۲) وضو کرنا واسطے سجدہ تلاوت قرآن اور سجدۂ شکر کے (۱۳) اذان اور اقامت کہنے کے لئے وضو کرنا اور اظہر یہ ہے کہ اقامت میں طہارت (وضو) شرط ہے (۱۴) وضو واسطے عروس اور نوداماد دونوں کے جس دن عروس داخل خانہ ہو یعنی شب زفاف میں عروس اور نوداماد دونوں کے لئے وضو مستحب ہے (۱۵) مسافر کا اپنے مکان میں اہل و عیال میں داخل ہونے کے واسطے قبل دخول با وضو ہونا سنت ہے (۱۶) وضو کرنا واسطے خواب کرنے کے (کہ سونا با وضو عبادت میں محسوب ہوتا ہے) (۱۷) وضو واسطے جماع کرنے زن حاملہ سے (تاکہ فرزند بخیل و بے فہم پیدا نہ ہو) (۱۸) وضو قاضی کا مجلس قضا میں بیٹھنے کی غرض سے (۱۹) وضو کرنا ہمیشہ طہارت پر باقی رہنے کے واسطے (کہ باعث طولِ عمر ہوتا ہے) (۲۰) وضو واسطے مس کتابت قرآن کے اگر مس واجب نہ ہو۔

پہلے ہم بیان کر چکے ہیں کہ جس صورت میں کہ مس واجب نہ ہوگا اُس صورت میں وضو شرط جوازِ مس ہوگا۔ مس کتابت قرآن کا جواز وضو کیساتھ مشروط ہوگا اور یہ بھی معلوم ہو چکا ہے کہ ہمارے نزدیک اقویٰ یہ ہے کہ وضو مستحب لنفسہٖ ہے ؛

قسم دوم وضو کی (حالتِ طہارت میں وضو کرنا) یہ وضو تجدیدی ہے بظاہر یہ جائز ہے خواہ تین مرتبہ ہو یا چار مرتبہ یا اس سے زائد ہو ہر مرتبہ تجدید وضو کرنا سنت ہے۔ لیکن غسل پس اس میں تجدید سنت نہیں ہے بلکہ بعد غسل جنابت بہ نیت استحباب یا تجدید وضو کرنا

جائز نہیں ہے اگرچہ غسل کو ساعت یا دو ساعت گذر گئی ہوں تب بھی اس کے بعد وضو نہیں ہے
تیسری قسم وضو کی (بحالت حدث اکبر وضو کرنا) چار مقام میں متحقق ہوتی ہے (۱) وضو کرنا واسطے ذکر خدا کے حائض کو اپنی جائے نماز پر بمقدار زمانہ نماز کے (۲) وضو واسطے کھانے پینے جنب کے قبل غسل کے اور واسطے جماع کرنے کے اور واسطے غسل دینے میت کو ان سب مقامات پر جنب کیلئے سُنت ہے کہ پہلے وضو کر لے (۳) غسال میت یا میت کا چھونے والا اگر قبل از غسل مس میت زوجہ سے مباشرت کرنا چاہے تو پہلے وضو کرلے تب جماع کرے (۴) وضو کرنا اُس شخص کو جو میت کو کفن پہنا دے درصورتیکہ اُس نے غسل میت دیا ہو اور ابھی خود غسل مس میت نہ کیا ہو۔

مسئلہ نمبر ۳۔ قسم اول وضو سُنتی کی اُسی خاص غرض وغایت کے ساتھ مخصوص نہیں ہے کہ جس کے لئے وضو کیا گیا ہو بلکہ ہر غرض وغایت کہ جس میں وضو کی شرط ہے اس قسم کی وضو سے (حالت حدث اصغر میں وضو کرنے) مباح ہے برخلاف قسم ثانی (وضو تجدیدی) اور تیسری قسم وضو (بحالت حدث اکبر) کے کہ یہ دونوں قسمیں حسب قصد قاصد مؤثر ہوں گے۔ قاصد اور مرید کے قصد وارادہ کے خلاف کوئی شے اس وضو سے مباح نہ ہوگی بشرطیکہ حسب ارادہ مرید انکا وقوع ہو البتہ اگر ارادہ مرید کے بعد اور اس قسم کے وضو کے بعد خطا کا انکشاف ہو مثلاً یہ معلوم ہو جائے کہ حدث اصغر صادر ہو چکا تھا اُس کے بعد یہ وضو تجدیدی ہُوا ہے تو وہ نہ تو وضو تجدیدی ہوگا اور نہ وہ بحالت حدث اکبر ہی وضو کہلائے گا بلکہ یہ دونوں قسمیں اس وقت میں قسم اول (بحالت حدث اصغر وضو کرنا) ہو جائیں گی اور تمامی اغراض وغایات اس سے مباح ہو سکیں گے بشرطیکہ اُس امر واقعی کے امتثال کا قاصد رہا ہے کہ جس کی طرف بحالت وضو متوجہ رہا ہے۔

مسئلہ نمبر ۴۔ نیت وضو میں موجب وضو اور باعث وضو کا قصد کرنا واجب ولازم نہیں ہے یعنی رفع حدث مثلاً پیشاب کے بعد اگر وضو کرے تو اس حدث کے رفع کی نیت کرے لازم نہیں ہے بلکہ اگر کسی خاص حدث کے رفع کی نیت کر کے وضو کیا جائے اور بعدہ اس کے خلاف ظاہر ہو مثلاً پیشاب کے بعد وضو کیا اور اسی حدث بول کے رفع کی نیت کی اور بعد کو ثابت ہوا کہ پیشاب نہیں ہوا تھا بلکہ سو گیا تھا تو بھی یہ وضو صحیح اور درست ہے بشرطیکہ نیت وضو کسی خاص حدث کے رفع کے ساتھ مقید نہ ہو یعنی یہ قصد نہ ہو کہ

ہیں محض حدث بول ہی کے رفع کے لئے وضو کرتا ہوں ورنہ وہ وضو درست نہ ہوگی۔
درصورتیکہ بجائے حدث بولی کے حدث نومی ظاہر ہوگا آخر الذکر حدث کا رفع اس وضو
سے نہ ہوگا البتہ اگر بلاقید و تقیید کے وضو ہوگا اور کسی خاص حدث کے رفع کی غرض
سے نہ ہوگا تو اور احداث کا رفع صحیح ہوگا اس بناپر وضو بھی صحیح ہوجائیگا۔

مسئلہ نمبر ۵ - متعدد حدثوں کے رفع کے لئے ایک وضو کافی ہے بشرطیکہ نیت
میں طبیعت حدث کا رفع مقصود ہو۔ حدث جو کہ کلی ہے اس کا رفع اگر مقصود ہوگا تو جملہ
احداث کا رفع ممکن ہوگا کیونکہ انتفائے کلی سے بداہتاً اسکی افراد کا انتفا ہوجایا کرتا ہے یہ مسئلہ
قطعی ہے میزانین کا طے شدہ مسئلہ ہے بلکہ اگر ایک حدث کے رفع کا قصد ہوگا تو بھی سب
حدثوں کا رفع ہوجائیگا بشرطیکہ ایک حدث کے رفع کی نیت میں اور باقی حدثوں کا بقا ملحوظ نہ ہو
ورنہ وضو باطل ہوجائیگا کیونکہ اس نیت میں عدم رفع کا قصد آئیگا لہذا وضو باطل ہوگا۔[۱]

مسئلہ نمبر ۶ - جبکہ وضو واجب کے غایت متعدد ہوں مثلاً ایک شخص کو نماز بھی پڑھنی
ہے اور کلام اللہ کا مس کرنا بھی لازمی ہے دونوں کے لئے وضو کرنا چاہتا ہے تو ایک ہی وضو
دونوں کے لئے کافی ہوگا پس اگر دونوں کا قصد وضو میں کریگا تو امتثال امر دونوں میں
حاصل ہوجائیگا اور یہ شخص مثاب و ماجور بھی ہوجائے گا اور اگر ایک کا قصد کرے گا تو
امتثال امر بس اسی کے لئے صادق آئے گا اور اسی ایک پر ثواب بھی از درگاہ رب العزۃ
عطا ہوگا جس کا اس نے قصد نہیں کیا اس کے مقابلہ میں ثواب نہیں ملیگا لیکن اس کے
یہ معنی نہیں ہیں کہ دوسرا امر کہ جبکا اس نے ارادہ نہیں کیا وہ اس وضو سے درست نہیں ہے
بلکہ سبب صحیح ہیں اور دیگر امور کہ جن میں وضو کی شرط ہے کہ جبکا اس نے قصد نہیں کیا سب
کے سب اس وضو سے ادا ہوسکتے ہیں۔ اسی واجبی وضو پر اس سنتی وضو کا بھی قیاس
کرلینا چاہئے کہ جس کی غرض و غایت متعدد ہوں جو اس حکم و صورت ہے وہی بعینہٖ اسکا
حکم و شکل ہے اس مسئلہ میں دونوں متفق ہیں اب رہا ایسا وضو کہ جس کی غرض و غایت
واجب بھی ہو اور سنت بھی جیسے ایک شخص کو نماز واجب بھی پڑھنی ہے اور تلاوت کلام مجید

---

۱ محض اتنی بات بطلان وضو کا سبب نہیں ہوسکتی تا وقتیکہ امتثال امر کے قصد کی نفی اس کے
ساتھ نہ ہو (ابوالحسن مدظلہ)

بھی کرنی ہے اور مس کلام اللہ بھی کرنا ہے اور سونا بھی ہے یہ سارے کام کرنے ہیں پس ایسے شخص کیلئے یہ بھی جائز ہے کہ سب امور کا قصد کرے اور یہ بھی مباح ہے کہ بعض کا قصد کرے اور بعض کی طرف سے وضو کرتے وقت قطع نظر کرے مگر اول الذکر صورت میں بوجہ قصد و ارادہ کے کل امور پر ثواب پانیکا مستحق ہوگا اور کل امور پر مثاب ہوگا بخلاف آخر الذکر صورت کے کہ اس میں جن کا قصد کیا ہے بس انہی کا اجر ملیگا ما بقی کا نہیں اگرچہ جس غرض و غایت کا اس نے قصد کیا تھا وہ مندوب ہی ہو تب بھی سب امور کو اُسی ایک وضو سے بجالا سکتا ہے یہاں یہ شبہ نہ ہو کہ وضو ایک عمل ہے۔ ایک ہی وقت میں وہ واجب اور سُنّت نہیں ہو سکتا درصورتیکہ مثال مفروض میں غایت واجبی موجود ہے اور غایت واجبی کے ہوتے وضو واجب ہی ہوگی نہ کہ سُنّت اور واجب دونوں لہذا یہ کہنا کہ ایک وضو کے لئے غایت واجب و سُنّت دونوں جمع ہو سکتی ہیں عبث اور بیکار ہے اس لئے کہ بنا بر فرض صحت وضو جبکہ ایسی صورت میں وضو کی صحت مان لی گئی، تو کسی امر سُنّتی کا قصد اور اسکا جواز اس فرض کے منافی نہ ہوگا۔ فرض صحت اور جواز قصد ندبی میں کوئی تنافی نہیں ہے تا کہ اجتماع نہ ہو سکے اور اگر وضو کی غرض واجب ہے یہ وضو وصف وجوبی کے متصف ہے تو یہ وجوب جو کہ ایک صفتی چیز ہے ندب غائی کے مضاد اور منافی نہیں ہے تا کہ اجتماع ناممکن اور ناجائز ہو لیکن ہماری تحقیق[1] یہ ہے کہ وضو کا اتصاف ایک وقت میں وجوب و استحباب دونوں کے ساتھ جائز و صحیح ہے جبکہ جہتیں بدلی ہوئی ہوں تو دو جہتین کے ساتھ اتصاف صحیح ہے اور یہاں بدلی ہوئی ہیں اس لئے کہ جہت وجوب اور ہے اور جہت استحباب اور۔ لہٰذا اجتماع صحیح و جائز ہے ورنہ نہیں:

فصل بعض مستحبات وضو میں

(۱) ایک مد پانی وضو میں صرف کرنا اور مد صاع کی چوتھائی کا نام ہے اور صاع ۶۱۴ مثقال اور ایک چوتھائی مثقال کے برابر وزن پانی کا نام ہے (اور ایک مد انگریزی ۸۰ روپیہ والے سیر سے تین پاؤ اور تین تولہ ہوتا ہے۔ مترجم) (۲) مسواک کرنا اگرچہ انگلی سے ہو اور

[1] بلکہ تحقیق اس کے خلاف ہے (ابو الحسن مدظلہ)

بہتر یہ ہے کہ شاخ اراک سے مسواک کرے (۳) داہنی جانب ظرف کا رکھنا کہ اُس کے اندر ہاتھ ڈالکر چلو بھرے (۴) نوم یا پیشاب کے بعد وضو کرے تو برتن میں ہاتھ ڈالنے سے پہلے گٹوں سے ایک مرتبہ ہاتھوں کا دھو لینا اور پاخانہ کے بعد دو مرتبہ ہاتھوں کا دھونا (۵) تین مرتبہ کلی کرنا اور تین مرتبہ ناک میں پانی ڈالنا اور تین چلوؤں سے تین کلیاں کرنا اور تین مرتبہ ناک میں پانی ڈالنا۔ اگرچہ ایک چلو سے بھی تینوں کلیاں اور تین مرتبہ ناک میں پانی ڈالنا کافی ہے (۶) پانی میں ہاتھ ڈالتے وقت یا ہاتھ پر پانی ڈالتے وقت بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ کہنا اور اقل درجہ یہ ہے کہ محض بِسْمِ اللّٰہ ہی کہہ لے اور افضل یہ ہے کہ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ کہے اور ان سب سے بہتر یہ ہے کہ بِسْمِ اللّٰہِ وَبِاللّٰہِ اَللّٰھُمَّ اجْعَلْنِیْ مِنَ التَّوَّابِیْنَ وَاجْعَلْنِیْ مِنَ الْمُتَطَھِّرِیْنَ کہے (۷) داہنی ہاتھ سے چلو میں پانی لینا یہاں تک کہ داہنا ہاتھ دھونے کے واسطے بھی پہلے داہنے ہاتھ میں پانی لے پھر بائیں ہاتھ میں دے اور اُس سے داہنا ہاتھ دھووے (۸) وضو کی منقول دعاؤں کا ہر ایک موقعہ پر پڑھنا بوقت کلی کرنے اور ناک میں پانی ڈالتے وقت اور منہ ہاتھ دھوتے وقت سر و پا کا مسح کرتے وقت جو دُعائیں حضرات معصومینؑ سے منقول ہیں اُن کا پڑھنا (۹) منہ اور داہنے ہاتھ اور بائیں ہاتھ کا دو مرتبہ دھونا (۱۰) ہاتھ دھونے میں مرد ابتدا کرے پشت دست سے اور عورت ابتدا کرے شکم دست سے (۱۱) پانی ڈالنے میں ابتداً ہر عضو کے اوپر سے کرے یعنی ہر عضو کا اعلیٰ حصہ پر پانی ڈالا جائے لیکن اوپر سے دھونا واجب ہے (۱۲) پانی ڈالنا اعضائے وضو پر نہ پانی میں ڈبونا اعضائے وضو کا (۱۳) ہاتھ کا منہ اور ہاتھوں پر پھیرنا اگرچہ بدون پھیرے ہی ہاتھ منہ پر سب جگہ پانی پہنچ جائے (۱۴) جمیع افعال وضو میں حضور قلب رکھنا (۱۵) حالت وضو میں سورۂ قدر پڑھنا (۱۶) ختم وضو پر آیۃ الکرسی پڑھنا (۱۷) آنکھوں کو حالتِ وضو میں کھولے رکھنا یعنی منہ دھوتے وقت آنکھیں کھلی رہیں۔

فصل مکروہاتِ وضو میں

(۱) دوسرے شخص سے وضو کے مقدماتِ قریبہ میں مدد چاہنا جیسے کوئی پانی وضو کنندہ کی چلو میں ڈالتا جائے اور وہ خود اعضا کو دھووے یہ مکروہ ہے اور اس قدر استعانت (مدد چاہنا) لینا کہ دوسرا شخص دھوتا بھی جائے ناجائز ہے (۲) آبِ وضو کا رومال سے خشک کرنا

بلکہ مطلق خشک کرنا خواہ رومال وغیرہ سے ہو یا آفتاب یا آتش سے (۳) وضو کرنا اس جگہ جہاں استنجا کیا جاتا ہے (۴) وضو کرنا اس برتن سے جن میں چاندی یا سونا داخل کیا گیا ہو مثل بدری کے یا اس ظرف سے جس پر کسی حیوان کی صورت بنی ہو (۵) دھوپ کے گرم شدہ پانی سے وضو کرنا۔ اس پانی سے وضو کرنا کہ جو غسل واجب سے جمع ہوا ہو۔ وضو آب چاہ سے قبل منزوحات مستحبہ[۲] کے بدبو دار پانی سے اور اس آبِ قلیل سے وضو کرنا جس میں سانپ یا بچھو یا چھپکلی گر کے مرگئی ہو اور حائض یا موش یا گربہ یا اسپ یا خر یا خچر یا حیوان نجاست خوار شلاً فضلہ خوار مرغ یا مردار خوار جانور بلکہ ہر حیوان حرام گوشت جس پانی کو پی لیوے اس سے وضو کرنا مکروہ ہے۔

فصل افعالِ وضو میں

اول منہ کا دھونا ہے جہاں سے سر کے بال شروع ہوتے ہیں وہاں سے ٹھڈی تک طولاً میں اور جس قدر کہ بیچ کی انگلی اور انگوٹھا پہنچ سکے چوڑان میں منہ دھونا چاہئے اور انزع (جس کے کچھ حصہ سر پر بال ہوں)، اور اغم (جس کے کچھ حصہ پیشانی پر بال ہوں) اور ایسا شخص کہ جسکا منہ اور ہاتھ خلقت میں عامہ ناس کی خلقت سے طول یا عرض میں کم و بیش ہوں اپنے منہ کے دھونے کی مقدار میں متوسط الخلقت (جن کے ہاتھ نہ چھوٹے ہیں نہ بڑے یا چہرہ نہ چھوٹا ہے نہ بڑا) کی طرف رجوع کریں جس قدر متوسط الخلقت حضرات دھوتے ہیں۔ اسی قدر یہ بھی دھوئیں۔ پس شخص مذکور کو دیکھنا چاہئے کہ دست متوسط الخلقت وجہ متعارف (نہ چھوٹا نہ بڑا چہرہ) میں کس حد تک پہنچتا ہے اور وجہ متعارف میں بال کہاں سے شروع ہوتے ہیں۔ ان سب پر نظر ڈالتے ہوئے اس مقدار کو دھونا چاہئے اور چہرہ پر پانی کا جاری کرنا واجب ہے۔ ایسا اور اتنا دھووے کہ پانی منہ پر جاری ہو جائے ایک مقام سے دوسرے مقام تک

---

[۱] پہلے بیان ہو چکا ہے کہ دوسرے پانی کے ہوتے ایسے پانی سے احتیاطاً وضو نہ کرنا چاہئے (ابوالحسن عفی عنہ)

[۲] کنوئیں میں جانور وغیرہ گر کر مر جائے اُن کے نکالنے کے بعد ڈول مقررہ کنوئیں سے نکالنا سنت ہے ڈول مقررہ نکالنے سے قبل وضو کرنا مکروہ ہے (مترجم)

پانی پہنچ جائے اگرچہ ہاتھ کی مدد سے یہ پانی پہنچے تو بھی کافی ہے لہذا تنہا مسح کافی نہ ہوگا اور جبکہ دھونا صادق آجائے اور یہ کہنے میں آجائے کہ منہ دھویا گیا اور پانی کا غلبہ منہ پر ہوجائے تو پانی کے جاری ہونے کی بھی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ بدون جریان آب ہی وجوب ادا ہو جائے گا اور واجب ہے کہ منہ اوپر سے نیچے کو دھویا جائے۔ دھونا اور پانی کا ڈالنا دونوں اوپر سے ہونے چاہئیں۔ اہل عرف کہہ دیں کہ فی الواقع یہ اوپر سے نیچے کو دھویا گیا ہے تو کافی ہوگا وجوب ادا ہوگا ورنہ نہیں اور الٹا دھونا جائز نہیں ہے اور ڈاڑھی اور مونچھ اور ابرو کے بال اگر گھنے ہوں کہ جلد نظر نہ آتی ہو تو بالوں کے نیچے پانی پہنچانا لازم نہیں اور اگر جلد نظر آتی ہو تو اس کا دھونا واجب ہوگا۔ خلاصہ یہ کہ جس مقام کو بال گھیرے ہوں گے اس کا دھونا لازم نہ ہوگا بلکہ وہاں بالوں کا تر ہونا ہی کافی ہوگا اور جو بالوں سے خالی جگہ ہوگی اس کا دھونا واجب و لازم ہوگا۔

مسئلہ نمبر ۱۔ منہ کے دھونے کی جو حد طولاً و عرضاً بیان کی گئی ہے اس سے تھوڑا سا زائد دھونا واجب ہے۔ قدِ مذکورہ بالا سے ادھر ادھر سے کسی قدر اور دھونا مقدمۃً لازم ہے تاکہ جس قدر از روئے حد دھونا واجب ہے وہ یقیناً دھویا جائے اسی طرح کسی قدر ناک اور مثل اس کے آنکھ کے اندرونی حصہ پر بھی منہ دھوتے ہیں ہاتھ پھیرنا واجب ہے اور دونوں لبوں کے بند ہوتے پر جو ظاہر ہو اس کا دھونا واجب ہے اور جو لبوں میں سے بوجہ بند ہونے کے پوشیدہ اور مخفی ہو جائے اس کا دھونا لازم نہیں۔

مسئلہ نمبر ۲۔ جو بال ڈاڑھی کے چہرہ کی حد سے طول اور عرض میں خارج ہوں ان کا دھونا واجب نہیں۔

مسئلہ نمبر ۳۔ اگر عورت کے ڈاڑھی ہو تو اس کا وہی حکم ہے کہ جو مرد کی ڈاڑھی کا ہے۔

مسئلہ نمبر ۴۔ آنکھ۔ کان۔ ناک کے اندرونی حصہ کا دھونا وضو میں واجب نہیں البتہ تھوڑا سا باطنی حصہ یعنی کنارۂ اندرونی آنکھ ناک کا ان کے ظاہری حصہ کے دھونے کے ساتھ دھونا ضروری ہے (من باب المقدمہ)

مسئلہ نمبر ۵۔ پہلے بیان ہو چکا ہے کہ جس مقام پر بال گھنے ہوں وہاں ان بالوں کا دھونا کافی ہے ان کے نیچے پانی پہنچانا واجب نہیں اس بنا پر اگر بجائے بالوں کے دھونے کے ان کے نیچے پانی پہنچایا جائے گا تو وہ کافی نہ ہوگا۔

مسئلہ نمبر ۶ ۔ اگر تھوڑے سے ذرا ذرا بال ظاہر جلد پر ہوں مثل روئیں کے ۔ اُن کا دھونا چہرہ کے ساتھ واجب ہے ۔

مسئلہ نمبر ۷ ۔ اگر شک ہو کہ منہ کے بال منہ کو گھیرے ہوئے ہیں یا نہیں تو اس صورت میں احتیاطاً اُن بالوں کے نیچے بھی دھونا واجب ہے ۔

مسئلہ نمبر ۸ ۔ جتنی مقدار چہرہ کی وضو میں دھونا واجب ہے اگر اُس مقدار میں سے ذرا سی بھی دھونے میں چھوٹ جائے اگرچہ بقدر سرِ سوزن ہی ہو تو وضو صحیح نہ ہوگا ۔ پس اسی بنا پر منہ دھونے میں چہرہ کے ہر ہر مقام کو کہ جو حد مذکور کے اندر ہے ملحوظ رکھنا واجب و لازم ہے ۔ گوشہ چشم اور اطراف عین میں اس کا دیکھنا اور لحاظ کرنا ضروری ہے کہ کوئی مانع آب مثل سرمہ و پیپ چشم کے تو لگی ہوئی نہیں ہے اسی طرح حاجب (بھووں) کا دیکھنا بھی لازمی ہے کہ کہیں اُن پر میل مانع آب تو نہیں ہے یا اگر عورت ہے تو اُس کے حاجب (بھووں) پر وسمہ (برگِ نیل) یا خطّاط (ایک قسم کا سیاہ رنگ ہے کہ جو عورات بغرض زینت اور سیاہ کرنے کی وجہ سے ابرو پر لگاتی ہیں) جرم دار کہ جو آب وضو کو پہنچنے سے مانع ہو تو لگا ہوا نہیں ہے اِن سب موانعات کا رفع چونکہ لازم ہے اِس بنا پر منہ دھونے میں ان کا لحاظ ضروری اور ان مقامات کی دیکھ بھال لازمی ہے ۔

مسئلہ نمبر ۹ ۔ چونکہ اعضائے وضو میں کوئی چیز اگر پانی پہنچنے سے مانع ہو تو اس کا دُور کر دینا لازم ہے اس بنا پر اگر منہ پر کسی چیز کا ہونا تو یقینی ہو مگر اس کا مانع آب ہونا مشکوک ہو تو ایسی چیز کے متعلق حکم ہے کہ یا تو اس کو زائل کر دینا چاہیے یا اُس کے نیچے پانی پہنچانے کی کوشش کی جائے اور اس کا یقین حاصل کیا جائے کہ پانی اُس کے نیچے جلد تک پہنچ گیا ۔ یہ حکم تو اُس وقت میں ہے جبکہ اُس چیز کے وجود کا تو یقین ہو مگر اُس کے مانع ہونے میں شک ہے اب رہی وہ صورتِ مسئلہ کہ جس میں اصل وجود ہی مشکوک ہو یعنی یہ شک ہو کہ نہ معلوم ہمارے چہرہ پر مثلاً آنکھ یا ابرو پر کوئی چیز از قسم وسمہ یا سرمہ لگی ہوئی ہے یا نہیں تو اس کے متعلق یہ حکم ہے کہ خوب تحقیق اور تجسس[1] کیا جائے کہ کوئی چیز لگی ہوئی ہے یا نہیں یا حد درجہ اس کی تلاش میں مبالغہ کیا جائے اچھی طرح دیکھ بھال

---

[1] تجسس و تفحص اس وقت واجب ہے جبکہ عقلاً ایسی چیز کے وجود کا احتمال ہو ورنہ نہیں (ابوالحسن مدظلہ)

کی جائے۔ یہاں تک کہ یا تو اس چیز کا نہ ہونا اس تحقیق کے بعد ثابت ہو یا اس کے زائل ہونے کا علم ہو جائے یا اتنا پانی ڈالا جائے کہ یقین ہو جائے کہ اگر کوئی چیز ہے تو وہ اس قدر پانی کو جلد تک پہنچنے سے مانع نہیں ہو سکتی اور ضرور پانی پہنچ گیا ہوگا خلاصہ یہ کہ باوجود وجود پانی پہنچنے کا یقین حاصل ہو جانا لازمی ہے بدون اس کے وضو درست نہ ہوگا

مسئلہ نمبر ۱۰۔ ناک کا سوراخ اور موضع حلقہ (بالیوں کی جگہ) یا خزامہ (دستِ شیخ) کے باطن کا دھونا واجب نہیں ہے بلکہ ان کے ظاہر کا دھونا کافی ہے خواہ بالیاں کان میں ہوں یا نہ ہوں بہر صورت ظاہر کا دھونا لازم ہے ۔

دوسرے کہنیوں سے انگلیوں کے سرے تک دھونا چاہئے اس طرح کہ کہنیوں سے دھونا شروع کرے یعنی کہنیوں سے دھوتا ہوا نیچے تک آئے اس عنوان سے کہ اوپر سے دھونا شروع کرے اور نیچے تک دھوتا ہوا آئے کہ اہل عرف سمجھ لیں کہ یہ اوپر سے نیچے کو دھویا گیا ہے نیچے سے اوپر کو دھونا کافی ہی نہیں بلکہ مبطل وضو ہے کہنی سے مراد بازو اور ذراع کے دونوں ہڈیوں کا محل اجتماع ہے اور من باب المقدمہ کسی قدر کہنی کے اوپر سے دھونا چاہئے تاکہ جس قدر واجب ہے اس کے دھوئے جانے کا یقین حاصل ہو جائے اور کہنی سے انگلیوں تک جو کچھ فطرۃً زائد ہو اس کا دھونا بھی لازم ہے۔ خواہ زاید گوشت ہو یا کوئی انگلی زیادہ ہو سب کا دھونا واجب و لازم ہے اور ظاہر جلد کے ساتھ بالوں کا دھونا بھی واجب ہے اور جس شخص کا ہاتھ کہنی سے یعنی اس کے اوپر سے کسی وجہ سے کٹ گیا ہو ندارد ہو تو اس شخص پر بازو کا دھونا کہنی کے بدلے واجب نہیں اگرچہ بہتر یہی ہے کہ اب بازو کو دھویا جائے اسی طرح اگر تمامی مرفق (یعنی پوری کہنی) کسی کی ندارد ہو قطع ہو گئی ہو تو ہاتھ کے دھونے کا وجوب ساقط ہو جائے گا اور اس کے عوض بازو کا دھونا لازم نہ ہوگا البتہ اگر کہنی کے نیچے سے ہاتھ کاٹا گیا ہے تو جس قدر کہنی کا حصہ باقی رہ گیا ہے اس کا دھونا واجب ہوگا اور اگر ذراع کی ہڈی نکال دی گئی ہے اور بازو سے علیحدہ کر دی گئی ہے تو بازو کے اس مقام کو دھونا واجب ہوگا کہ جو ذراع سے بلکہ کہنی کہلانے میں شریک ہے یعنی پہلے بیان ہو چکا ہے کہ محل اجتماع استخوان ذراع و بازو کا نام کہنی ہے۔ پس اگر ذراع کی ہڈی نکال دی گئی اور بازو بدستور باقی ہے تو اس کا وہ حصہ استخوان ضرور باقی ہوگا جو استخوان ذراع کے ساتھ ملتا تھا

لہذا اُس کا دُھلنا لازم ہوگا چونکہ وُہ جزو مرفق اور کہنی کا ایک جزو تھا اور دُوسرا جزو مرفق نزار دہو گیا تو اُس کے نہ ہونے سے اُس کی تکلیف وجوب ساقط نہ ہوگی ایک کے عدم سے اور ایک کے نہ ہونے سے دُوسرے کا عدم لازمی نہیں ÷

مسئلہ نمبر ۱۱۔ اگر کہنی سے نیچے کسی کے ایک اور ہاتھ زائد ہو جیسا کہ گوشت بڑھا ہُوا ہوتا ہے تو جو گوشت کا حکم اوپر بیان ہُوا وہی حکم یہاں بھی اس زائد ہاتھ کا ہوگا۔ یعنی اس کا دھونا بھی واجب ہوگا اور اگر کہنی سے اوپر زائد ہے اور زیادہ اور اصلی میں امتیاز ہے تو زیادہ کا دھونا واجب نہیں اصلی ہی کا دھونا کافی ہے ورنہ دونوں کا دھونا واجب ہوگا۔ یعنی اگر اصلی اور زائد ہاتھ میں تمیز ناممکن ہوگی اور زائد کو اصلی سے جُدا کر کے پہچاننا دشوار ہوگا تو اصلی اور زائد دونوں کا دھونا واجب و لازم ہوگا۔ اور مسح کے وقت احتیاطاً اصلی اور زائد دونوں ہاتھ سے مسح کرنا واجب ہوگا اور اگر کہنی سے اوپر دونوں ہاتھ اصلی ہی ہوں زاید نہ ہو تو اس صورت میں بھی دھونا تو دونوں کا واجب ہوگا مگر مسح ایک ہی ہاتھ سے کافی ہوگا دُوسرے کی ضرورت نہ ہوگی ÷

مسئلہ نمبر ۱۲۔ اگر ناخون کے نیچے میل ہو اور رواج سے زائد نہ ہو تو اُسکو دُور کرنا وضو کیلئے واجب نہیں بشرطیکہ میل کے نیچے کا حِصّہ جسم ظاہری میں شمار نہ ہوتا ہو ورنہ اس کا ازالہ بھی احتیاطاً لازم ہوگا اور اگر وُہ میل رواج سے زاید ہے تو اسکا ازالہ بلا شرط واجب و لازم ہے جیسا کہ اگر ناخن کٹ جائے تو بعد دُور کرنے میل کے اور اسکا وُہ حصّہ کہ جو میل میں مخفی تھا اب ظاہر ہو جائے گا لہذا اسکا دھونا واجب ہوگا ÷

مسئلہ نمبر ۱۳۔ چہرہ کے دھونے سے پہلے دونوں ہاتھوں کا دھونا مستحب ہے جیسا کہ مستحبات وضو میں گذرا۔ یہ استحباب گٹّوں تک ہاتھ دھونے اور محض ہتھیلیوں کے دھونے سے۔ جیسا کہ عوام الناس میں رائج ہے پورا اور حاصل نہ ہوگا بلکہ یہ رواج اور ہتھیلیوں پر اکتفا کرنا باطل ہے ÷

مسئلہ نمبر ۱۴۔ ایک طریقہ عوام میں رائج ہے جس سے وضو باطل ہو جاتا ہے لہذا اس مسئلہ کو یاد رکھنا چاہئے وُہ یہ کہ وضو شروع کرنے کے قبل دونوں ہاتھوں کو گٹّوں تک دھونا مستحب ہے پس اس کے دھولینے کے سبب سے جب مُنہ دھونے کے بعد دونوں ہاتھوں کو کہنی سے انگلیوں تک دھونے کا وقت آتا ہے تو بعض لوگ صِرف کہنی سے گٹّے تک دھوتے

ہیں اور گٹّے سے انگلیوں تک اس خیال سے نہیں دھوتے کہ پہلے تو دھو ہی چکے ہیں اس طرح اُن کا وضو باطل ہو جاتا ہے پس واجب ہے کہ مُنہ دھونے کے بعد پورا ہاتھ یعنی کہنی سے انگلیوں کے سرے تک دھویا جائے ؂

مسئلہ نمبر ۱۵۔ اگر باطن ظاہر ہو مثل اس کے کہ ہاتھوں پر سے گوشت اُتر جائے پوست و گوشت علیحدہ ہو جائے اور اب ہڈی ہی ہڈی رہ جائے اور باطن ظاہر ہو جائے تو جو کچھ ظاہر اور نمایاں ہو گیا ہو تو گوشت کے جُدا ہونے کے بعد اس کا دھونا واجب ہو گا اور اس گوشت بُریدہ کا بھی دھونا لازم ہو گا بشرطیکہ ہاتھ سے جُدا نہ ہو۔ اگرچہ ذرا ذرا سا ہی اُبھارہ گیا ہو سارا گوشت و پوست تو کٹ گیا ہو اور ایک ذرا سی باریک سی جلد ذراع پر باقی رہ گئی ہو کہ جس کی وجہ سے وُہ گوشت لٹک رہا ہو تو اس گوشت کا دھونا بھی لازمی ہو گا اور گوشت کے دھونے سے بچنے کی وجہ سے گوشت کا قطع کرنا واجب نہیں ہے۔ اگرچہ احتیاط اسی میں ہے کہ جبکہ یہ گوشت مدنائد شمار ہوتا ہو اور ہاتھ کے اجزا میں محسوب نہ ہوتا ہو تو اُس کو قطع کر دینا چاہئے بالکل جُدا کر دینا چاہئے اور اُس کے تحتی حِصّہ کو دھونا چاہئے ؂

مسئلہ نمبر ۱۶۔ سردی کی وجہ سے موسم سرما میں جو ہاتھ اور کف دست شگافتہ ہو جاتے ہیں اگر پھٹنے کے بعد اس قدر وسیع ہو جائیں کہ اُن کا باطنی حصّہ اور جوف نمایاں ہو تو اُن شگافوں میں پانی پہنچانا واجب ہے ورنہ نہیں اور شک کی صورت میں یعنی یہ شک ہو کہ نہ معلوم اس کا جوف اُس حد میں آگیا کہ جس میں پانی پہنچانا واجب ہے یا نہیں آیا تو از رُوئے استصحاب پانی پہنچانا واجب نہیں اصل عدم یہاں پر جاری ہو گی جس کی وجہ سی پانی پہنچانا واجب نہ ہو گا اگرچہ احتیاط[ل] پانی پہنچانے میں ہی ہے ؂

مسئلہ نمبر ۱۷۔ جلنے سے مثل چیچک کے جو جسم پر آبلے پڑ جاتے ہیں جبتک وُہ باقی رہیں گے حکم میں ظاہر جسم کے ہیں ان کے ظاہر کا دھونا کافی ہے اگرچہ وُہ آبلے پھٹ جائیں تب بھی ان کے جلد کے نیچے اور آبلہ کے اندر پھوٹ جانے کے بعد بھی پانی پہنچانا واجب و لازم نہیں ہے محض اوپر ہاتھ پھیر دینا اور اوپر پانی جاری کر دینا کافی ہے بلکہ اگر آبلے کا کچھ

ل یہ احتیاط ترک نہ ہونی چاہئے (ابُوالحسن مدظلہٗ)

حصّہ قطع ہو جائے اور کچھ باقی رہے کہیں سے اس کی جلد قطع کردی جائے اور کہیں سے باقی رہے تب بھی اُس کے ظاہر کا دھونا ہی کافی ہے اور جو کٹ کر علیحدہ ہو گیا ہو اُس کے نیچے کی جلد کا دھو لینا کافی ہے اور جو رہ گیا ہو اس کا کاٹ دینا واجب نہیں اور اگر آبلے کی جلد کا تحتانی حصّہ ظاہر ہو جائے مگر وہ چمڑہ متصل ہو اس طرح کہ کبھی جسم سے لپٹ جاتا ہو اور کبھی نہیں تو اُس جلد کے تحت میں پانی پہنچانا واجب ہے اور اگر لپٹ گیا ہو تو اُس کا اُٹھانا اور قطع کرنا واجب ہے ٭

مسئلہ نمبر ۱۸۔ زخم کے اچھے ہونے پر جو ایک چیز عام طور پر زخم پر جم جاتی ہے اور مثل کھال اور جلد کے ہو جاتی ہے اس کا دفعیہ وضو کیلئے واجب نہیں اس کا برطرف کرنا وضو کے لئے لازم نہیں اگر اُس کے چھڑانے میں سہولت اور آسانی ہو اگرچہ زخم بالکل اچھا ہو بلکہ اُس کے ظاہر کا دھونا کافی ہو گا اب رہی وہ دوا کہ جو زخم پر جم کر مثل جلد کے ہو جاؤ اُس کا یہ حکم نہیں ہے بلکہ اُس کے لئے یہ تکلیف شرعی ہے کہ اگر اُس دوا کا دُور کرنا بہت ممکن ہے تو دُور کرنے کے بعد وضو کیا جائے اور اگر اس کا برطرف کرنا امکان سے باہر ہے تو وہ دوا جبیرہ کے حکم میں ہو جائے گی جو جبیرہ کا حکم ہو گا وہی اس دوا کا یعنی اسکی سطح ظاہری پر وقت وضو ہاتھ پھیر لینا وضو کیلئے کافی ہو گا اور اس کی ظاہری سطح کو دھونا وضو میں کفایت کریگا ٭

مسئلہ نمبر ۱۹۔ جو میل کہ بدن پر ہو اور جسم دار نہ ہو دیکھنے میں نہ آتا ہو اگرچہ نہانے یا دھونے میں آب گرم سے یا حمام میں کیسہ کرانے سے بدن پر مجتمع ہوتا ہو اور ایک بڑی مقدار میں ظاہر ہوتا ہو اُس کا ازالہ وضو کیلئے واجب نہیں ایسے میل کے دفعیہ پر وضو موقوف نہیں بلکہ بدن اس مَیل کے چھڑائے وضو ہو سکتا ہے بشرطیکہ اس مَیل کی موجودگی میں ظاہر جلد کا دھونا وضو میں صادق آجائے یہ کہا جائے کہ ظاہری سطح جلد پر آب وضو پہنچگیا تو اس مَیل کے وجود میں کوئی مضائقہ نہیں ہو گا اور اسی طرح یہی حکم اُس سفیدی کا ہے کہ جو چونے یا فورے سے ہاتھ پر ہو جاتی ہے جب تک پانی اُس سفیدی کے نیچے پہنچتا رہے گا اور ظاہر جلد کا دھونا صادق آتا رہیگا اُس وقت تک اُس سفیدی کے رہنے سے وضو میں کوئی ہرج نہ ہو گا اور اس کے چھڑائے بغیر وضو ہو جائے گا البتہ اگر اس کے حاجب اور مانع ہونے میں شک ہو یعنی یہ شک ہو کہ نہ معلوم یہ سفیدی پانی کو پہنچ

ماتحت پہنچنے دیتی ہے یا نہیں بلکہ روکتی ہے تو اُس سفیدی کا ازالہ واجب ہوگا اور اُس کے چھڑائے بغیر وضو ناممکن ہوگا ؛

مسئلہ نمبر ۲۰ ۔ جس شخص کو وسوسہ اور وہم حد سے زیادہ ہوتا ہو کہ جس کی وجہ سے اُس کو وضو کے ہونے کا یا کسی عضو کا اعضائے وضو میں سے دھلنے کا یقین نہ ہوتا ہو تو وہ جس قدر عام طور پر لوگوں کو دھوتا ہوا دیکھے اُسی قدر خود بھی دھولے کہ اُس کے لئے یہ کافی ہے

مسئلہ نمبر ۲۱ ۔ جو خار (کانٹا) ہاتھ یا کسی عضو میں اعضائے وضو یا غسل میں سے لگ جائے اُس کا نکالنا وضو یا غسل کیلئے لازم نہیں بلکہ بغیر اُس کے نکالے وضو اور غسل ہو سکتا ہے بشرطیکہ نکالنے پر اُسکا مقام اور محل سطح ظاہری میں محسوب ہو یعنی اس قدر وسیع ہو جائے کہ جو باطن تھا وہ ظاہر ہو جائے تو اُس کا نکالنا وضو یا غسل سے پہلے واجب ہوگا ؛

مسئلہ نمبر ۲۲ ۔ وضوء ارتماسی یعنی بدن کو پانی میں ڈبو کر وضو کرنا جائز اور صحیح ہے بشرطیکہ اعلائے عضو کو پانی میں داخل کیا جائے یعنی بدن ڈبونے میں پہلے اوپر کا حصہ ڈوبے پھر اُس کے نیچے کا پھر اس کے نیچے کا ۔ مثلاً حوض میں نیت کے بعد پہلے اعلائے پیشانی داخل کرے بعد ازاں پانی میں اُسکا ماتحت داخل کرے تا آخر ذقن بقصد شستن جزء مقدم قبل جزء متأخر ، اور اس کے بعد دہنے ہاتھ کی کہنی پہلے داخل کرے بقدر مذکور ۔ لیکن بائیں ہاتھ کے دھونے میں اور اُس کے ڈبونے میں ضروری ہے کہ ہاتھ کو پانی سے نکالتے وقت اُس کے دھونے کی نیت کریں تاکہ اس ہاتھ سے بائیں پاؤں کا مسح آب جدید سے نہ ہو بلکہ داہنے ہاتھ میں بھی یہی کریں کہ پانی سے ہاتھ نکالتے وقت اُس کی دھونے کی نیت کریں ہاں ایک صورت میں اس کی ضرورت نہیں ہے کہ پانی سے ہاتھ نکالتے وقت نیت کریں بلکہ ڈبوتے وقت ہی کر سکتے ہیں وہ یہ کہ ہاتھ کو کہنی سے ہتھیلی تک پانی میں ڈبو دیں اور آدھی ہتھیلی اور کل انگلیوں کو باہر ہی رکھیں پھر جب پانی سے ہاتھ نکال لیں تو داہنے ہاتھ کی تری سے اُس حصہ کو دھولیں جسکو پانی میں ڈبویا نہ تھا کہ اب اس پاس ہاتھ پر بھی جو رطوبت ہوگی وہ آبِ وضو ہی کی ہوگی نہ آبِ جدید کی ؛

مسئلہ نمبر ۲۳ ۔ بارش میں بھی وضو کرنا جائز ہے اِس طرح کہ بارش ہوتے وقت آسمان

نیت کریں اس طرح کہ پہلے منہ دھونے کی نیت کریں اس طرح کہ پہلے
کے نیچے کھڑے ہو جائیں اور منہ پر پانی پڑتے وقت منہ دھونے کی نیت کرتے جائیں غرض جب ٹھڈی
پیشانی پھر اس سے نیچے پھر اس سے نیچے کے دھونے کی نیت کرتے جائیں غرض جب ٹھڈی
تک نیت کرلیں گے تو منہ کا دھونا ختم ہو جائیگا پھر دونوں ہاتھ پر پانی پڑتے وقت بھی
کہنی سے نیچے کی طرف دھونے کی نیت کرتے جائیں اگر پرنالہ وغیرہ کے نیچے کھڑے ہو کر اس
طرح کریں تب بھی وضو ہو جائیگا اور اگر پانی پڑتے وقت وضو کی نیت نہ کریں بلکہ کُل بدن
بھیگنے کے بعد منہ پر اوپر سے نیچے تک اور کہنی سے انگلیوں تک ہاتھ کو وضو کی نیت سے
صرف پھیر دیں تب بھی وضو ہو جائیگا اور اسی طرح اگر پانی میں غوطہ لگائیں اور اس میں سے نکلنے
کے بعد بھی وضو کی نیت سے تمام مقامات پر ہاتھ پھیر لیں تو بھی وضو ہو جائے گا۔

مسئلہ نمبر ۲۴۔ اگر بدن کے کسی جزو کے بارے میں شک ہو کہ یہ ظاہری بدن کا جزو
ہے جس کا دھونا واجب ہے یا باطنی کا جس کا دھونا واجب نہیں ہے تو احوط یہ ہے کہ اُس کو
بھی دھولیں ہاں اگر یقین ہو کہ وہ جزو پہلے باطن کا تھا اور اب شک ہو کہ ظاہری بدن کا ہو گیا
یا اب تک باطن ہی کا ہے تو اس کا دھونا واجب نہیں ہے اور اگر یقین ہو کہ پہلے وہ جزو ظاہر کا
تھا اور اب شک ہو کہ باطنی بدن کا ہو گیا یا نہیں تو اسکا دھونا احتیاطاً نہیں بلکہ یقیناً واجب ہے[1]

سر کے مسح کا بیان۔ وضو کا تیسرا واجب امر سر کا مسح کرنا ہے اُس تری سے جو دونوں
ہاتھوں کے دھونے سے ہتھیلی میں رہ گئی ہو پس دوسرے پانی سے ہاتھ تر کر کے مسح کرنا
جائز نہیں ہے اور واجب ہے کہ مسح سر کے ربع مقدم پر ہو یعنی پیشانی کے اوپر سر کا جو
اگلا حصہ ہے وہیں کیا جائے دوسری جگہ صحیح نہیں ہے اور اولیٰ واحوط یہ ہے کہ ناصیہ
پر مسح کیا جائے اور ناصیہ سے مراد کنپٹیوں کے درمیانی پیشانی کا بالائی حصہ ہے اور برائے
نام مسح کر لینا کافی ہے اگرچہ چوڑان میں ایک انگلی بلکہ اُس سے بھی کم ہو مگر افضل بلکہ احوط[2]
یہ ہے کہ چوڑان میں تین انگلیوں کی مقدار سے کم نہ ہو بلکہ اولیٰ یہ ہے کہ تین ہی انگلیوں سے
ہو اور لنبان میں بھی برائے نام مسح ہو جانا کافی ہے اگرچہ افضل یہ ہے کہ ایک انگلی سے
کم نہ ہو پس اگر کوئی شخص مسح کا افضل طریقہ اختیار کرنا چاہے تو اُس کو چاہیے کہ

---

[1] اس میں احتیاط ترک نہ ہونی چاہیے (ابوالحسن مدظلہ)

[2] یہ احتیاط ترک نہ ہونی چاہیے (ابوالحسن مدظلہ)

تین انگلیاں جوڑ کر ناصیہ پر رکھے یعنی سر کے سامنے کے حصّہ پر تین انگلیاں ملا کر رکھے اور ایک انگلی کے برابر اوپر سے نیچے کی طرف کھینچ لائے اگرچہ اوپر سے نیچے کھینچکر لانا واجب نہیں ہے بلکہ نیچے سے اُوپر کی طرف مسح کرنا بھی جائز ہے مگر احوط یہی ہے کہ ایسا نہ کریں بلکہ اوپر سے نیچے کی طرف کھینچکر مسح کریں اور بال کے نیچے جلد پر مسح کرنا واجب نہیں بلکہ اختیار ہے خواہ جلد پر کریں یا مقدم سر پر جو بال اُگے ہوں اُن پر لیکن اس شرط سے کہ وہ بال اُسی جگہ کے ہوں اور صرف اس قدر ہوں کہ کھینچنے سے سر کی حد سے آگے نہ بڑھیں پس سر کے حد سے آگے بڑھنے والے بال پر اگرچہ وہ ناصیہ ہی پر جمع ہوں مسح صحیح نہ ہوگا اور جو بال مقدم سر کے نہ ہوں بلکہ اِدھر اُدھر کے اپنی حد سے متجاوز ہوں اور اب مقدم سر یا ناصیہ پر مجتمع ہوں اُن پر بھی مسح صحیح نہیں ہے اور جو چیز سر پر ایسی ہو جو بال پر حائل ہو اُس پر بھی مسح کرنا صحیح نہیں ہے مثل عمامہ یا مقنعہ وغیرہ یا صندل یا سیندور کے اگرچہ کوئی ایسی پتلی چیز بھی ہوگی جو مسح کی تری کو بال یا جلد تک پہنچنے سے نہ روکے گی جب بھی اُس حائل کے رہتے مسح صحیح نہ ہوگا۔ ہاں حالت اضطرار میں جب اُس حائل کا سر سے علیحدٰہ کرنا ممکن ہی نہ ہو تو اُس حائل ہی پر مسح کر لینا جائز ہے یا بوجہ سردی کے سر کا کھولنا اور مقدم سر سے کپڑے کا ہٹانا دشوار ہو تو اُسی کپڑے پر مسح کافی ہوگا اور واجب ہے کہ مسح ہتھیلی کی طرف سے ہو نہ ہتھیلی کی پشت کی جانب سے اور احوط یہ ہے کہ دہنی ہاتھ سے ہو اور اولی یہ ہے کہ اُنگلیوں سے ہو نہ ہتھیلی سے ۔

مسئلہ نمبر ۲۵ سر کے مسح میں یہ ضروری نہیں ہے کہ طول میں ہو یا عرض میں سیدھا ہو یا ٹیڑھا بلکہ جس طرح بھی ہو جائے گا صحیح ہو جائے گا ۔

پاؤں کے مسح کا بیان۔

وضو کا چوتھا واجب دونوں پاؤں کا مسح ہے۔ انگلیوں کے سرے سے لیکر کعبین (قبہ پا) تک اور کعبین قدم کے دونوں قبہ یعنی وہ بلند ہڈیاں ہیں جو اُٹھی ہوئی رہتی ہیں چنانچہ کعبین کی مشہور تعریف یہی ہے اور بعض حضرات نے کعبین کے متعلق کہا ہے کہ قدم اور پنڈلی کے جوڑ کی جگہ ہے اور احوط[1] یہ ہے کہ یہیں (قدم اور پنڈلی کے جوڑ) تک مسح کیا جائے۔ یہ تو لنبان کا بیان ہے اور چوڑان میں برائے نام

---

[1] یہ احتیاط ترک نہ ہونی چاہئے (ابو الحسن مدظلہٗ)

مسح کافی ہے اگرچہ ایک اُنگلی سے ہو یا اُس سے بھی کم چوڑان ہو مگر افضل[1] یہ ہے کہ
چوڑان میں تین اُنگل مسح ہو اور اس سے بھی بہتر یہ ہے کہ پورے پُشتِ قدم پر پوری ہتھیلی
اور انگلیوں سے ہو اور جائز ہے کہ خواہ اُنگلیوں سے شروع کرکے کعبین تک مسح
کریں یا کعبین سے شروع کرکے اُنگلیوں تک مگر احوط یہ ہے کہ انگلیوں سے شروع کرکے
کعبین تک کریں اور یہ بھی احوط ہے کہ پہلے داہنے پاؤں پر مسح ہو اس کے بعد بائیں
پر۔ اگرچہ اقوی یہ ہے کہ دونوں پاؤں پر ساتھ ہی مسح کرنا بھی جائز ہے ہاں بائیں پاؤں
پر داہنے پاؤں سے پہلے مسح نہ کرنا چاہئے اور احوط[2] یہ ہے کہ داہنے پاؤں کا مسح داہنے
ہی ہاتھ سے اور بائیں کا بائیں ہاتھ سے کیا جائے اگرچہ بعید نہیں ہے کہ داہنے پاؤں کا
مسح بائیں ہاتھ سے اور بائیں کا داہنے ہاتھ سے بھی جائز ہو اور اگر پاؤں کے اوپر بال
ہوں تو احوط یہ ہے کہ بال اور جلد دونوں پر مسح کیا جائے اور پاؤں کے اُوپر کوئی چیز
پانی پہنچنے سے حاجب مثلاً پائتابہ یا مانع مثلاً تیل وغیرہ ہو تو اسکا زائل کرنا اور پاؤں کی
اصل جلد تک مسح کی تری پہنچنے کا یقین حاصل کرنا واجب ہے اور تری پہنچ جانے کا اگر
صرف گمان حاصل ہوگا تو کافی نہ ہوگا اور اگر کسی کے پاؤں کا کچھ حصہ کٹ گیا ہو تو جس قدر باقی
ہو اس پر مسح کرنا واجب ہے اور اگر پُورا پاؤں کٹ گیا ہو تو اُس کا مسح ساقط ہے

مسئلہ نمبر ۲۶۔ اس میں کوئی اشکال نہیں کہ مسح کیلئے شرط ہے کہ وضو کی جو تری
ہاتھ میں موجود ہو اُسی سے کیا جائے کیونکہ آبِ جدید سے مسح کرنا صحیح نہیں ہے (یعنی مسح
کرنے کیلئے لوٹہ یا حوض سے دوسرا پانی لے کر یا ہاتھ بھگو کر مسح کرنا جائز نہیں ہے بلکہ وضو
باطل ہو جائے گا) اور احوط یہ ہے کہ جو تری صرف ہتھیلی میں باقی ہو اُسی سے مسح کیا جائے
پس ہاتھ اور مُنہ دھونے کے بعد ہتھیلی کو دُھلے ہوئے مقام (مُنہ یا دونوں ہاتھوں) پر
رکھ کر تر نہ کریں تاکہ وہ تری جو ہتھیلی میں ہے اُس تری سے نہ مل جائے جو دُوسرے
مقامات میں ہے مگر اقوی یہ ہے[3] کہ ہتھیلی میں رہتے ہوئے بھی دوسرے مقام کی تری

---

[1] بلکہ یہ احوط ہی اور اس سے زائد احتیاط اس میں ہے کہ پوری ہتھیلی سے مسح کیا جائے (ابوالحسن مدظلہ)

[2] یہ احتیاط ترک نہ ہونی چاہئے (ابوالحسن مدظلہ)

[3] اس میں اشکال ہے پس احتیاط ترک نہ ہونی چاہئے (ابوالحسن مدظلہ)

سے ہتھیلی کو تر کر کے مسح کر سکتے ہیں کیونکہ ضروری شرط صرف یہ ہے کہ نیا پانی نہ ہو اور سابق وضو کی ہی تری ہو خواہ ہتھیلی کی ہو خواہ دونوں ہاتھوں کی خواہ منہ کی پس ہتھیلی کی تری کو دوسرے مقامات کی تری میں ملنے سے کوئی مضائقہ نہیں یہ کل حکم تو اُس صورت کا ہے جب ہتھیلی میں وضو کی تری باقی ہو لیکن اگر مسح کے وقت تک ہتھیلی خشک ہو گئی ہو تو بے اشکال دونوں ہاتھ یا مُنہ کی تری سے اُس کو تر کر کے مسح کر سکتے ہیں اور اس وقت میں اقویٰ یہ ہے کہ دوسرے مقامات سے ہتھیلی کو تر کرنے کیلئے اُن مقامات میں کسی ترتیب کا لحاظ کرنا بھی ضروری نہیں ہے یعنی خواہ مُنہ کی تری لیں یا داہنے یا بائیں ہاتھ کی ہر جگہ کی تری سے مسح صحیح ہے اگرچہ احوط یہ ہے کہ اگر ڈاڑھی یا ابرو میں تری ہو تو بقیہ اعضاء پر ان دونوں مقامات کو مُقدم کریں یعنی صرف یہیں کی تری لیں۔ ہاں اگر ڈاڑھی ٹھڈی سے نیچے ہو۔ چہرہ کی حد سے خارج ہو اور اس میں تری بھی نیچے ہی کے بالوں میں ہو تو احوط یہ ہے کہ اسکا جو حصہ مُنہ کی حد سے خارج ہے اس سے تری نہ لی جائے بلکہ وہاں سے لی جائے جو ٹھڈی یا رُخساروں تک کے بالوں میں ہو اور اگر ہتھیلی میں صرف اتنی تری ہو جس سے محض سر کا مسح ہو سکے تو احوط یہ ہے کہ اُس سے سر کا مسح کر لیں پھر مُنہ یا ہاتھ کی تری سے ہتھیلی تر کر کے دونوں پاؤں پر مسح کریں۔ اگرچہ پہلے بیان ہو چکا کہ اقویٰ یہ ہے کہ اُس کا تمام بدن سے تر کرنا مطلقاً جائز ہے خواہ ہتھیلی میں تری باقی ہو یا نہ ہو۔

مسئلہ نمبر ۲۷۔ مسح میں شرط ہے کہ جس جگہ کیا جائے اُس پر تری ماسح (مسح کرنیوالی ہتھیلی یا انگلیوں) کی ہی پہنچے اور یہ تری مسح کی جگہ میں اثر کرے اور یہ بھی کہ ماسح کے واسطے سے ہی وہ مقام تر ہو نہ کسی دوسرے طریقہ سے اور اگر مسح کے مقام پر پہلے سے کوئی خارجی تری ہو لیکن اتنی کم ہو جو ماسح کی تری کو اُس جگہ اثر کرنے سے روکتی نہ ہو تو اس خارجی تری کا کوئی مضائقہ نہیں ورنہ ضروری ہے کہ پہلے اس تری کو خشک کر لیں اُس کے بعد مسح کریں اور اگر شک ہو کہ مسح کرنے میں ہاتھ کی رطوبت نے ممسوح (سر یا قدموں) میں تاثیر کی یا نہیں یا گمان ہو جب بھی کافی نہیں ہوگا بلکہ پھر اس طرح مسح کرنا چاہیئے کہ تری کی تاثیر کا یقین ہو جائے

مسئلہ نمبر ۲۸۔ ماسح یعنی ہتھیلی یا انگلیوں میں اگر کوئی چیز ایسی ہو جو مسح کرنے سے حاجب (روکنے والا) یا مانع ہو تو اُس کا زائل کرنا ضروری ہے اگرچہ وہ ہاتھ کی تری کو ممسوح

۱؎ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ اس میں اشکال ہے (ابوالحسن مدظلہٗ)

(مسح کی جگہ) پر اثر کرنے سے مانع بھی ہو مثلاً ہاتھ میں بہت پتلا کپڑا لپٹا ہو اور اُس سے مسح
کریں کہ باریک کپڑا ہونے سے ہاتھ کی تری مسح کے مقام تک پہنچ ہو جاتی ہے اور مسح
دیکھنے میں ہو جاتا ہے پھر بھی یہ صورت صحیح نہیں بلکہ چاہئے کہ وہ مانع یا حاجب چیز زائل
کر دی جائے اُس کے بعد مسح ہو ۔

مسئلہ نمبر ۲۹۔ اگر ہتھیلی سے مسح کرنا ممکن نہ ہو تو اُس کی پُشت سے مسح کر لینا جائز
ہے اور اگر اُس پر تری نہ ہو تو وضو کے دوسرے کسی مقام سے لے لیں یعنی ہاتھ یا مُنہ پر
رکھ کر اُس کو تر کر لیں اور مسح کریں اور اگر ہتھیلی کی پُشت سے بھی ممکن نہ ہو تو ہاتھ یعنی کلائی
کے پاس یا کلائی کے اُوپر سے کریں وہاں بھی اگر تری نہ ہو تو دوسرے مقامات سے تر کریں یہ تو اس صورت
کا حکم ہے جب کسی بیماری یا زخم وغیرہ کے سبب سے ہتھیلی یا اُس کی پشت سے مسح کرنا ممکن
نہ ہو۔ لیکن اگر بیماری وغیرہ اسکا سبب نہ ہو بلکہ ہتھیلی سے مسح کرنا اس سبب سے ناممکن ہو کہ اُس
میں تری ہی نہ بچی ہو اور دوسرے مقامات سے تری لینا بھی ممکن نہ ہو تو یہ وضو صحیح نہیں ہو سکتا
لہذا دوبارہ وضو کرنا چاہئے یہی حکم اُس صورت کا بھی ہے جب ہتھیلی کی پُشت سے مسح کرنا بھی ممکن
نہ ہو یعنی اگر وہاں بھی تری نہ ہو اور دوسرے مقامات سے بھی اُسکا تر کرنا ممکن نہ ہو تو پھر سے وضو
کریں کہ اس صورت میں ہاتھ یعنی کلائی کے پاس یا کلائی کے اوپر کے حصے سے مسح کرنا صحیح
نہیں ہے ۔

مسئلہ نمبر ۳۰۔ اگر ہتھیلی یا ہاتھ کی اُنگلیوں میں تری اس کثرت سے ہو کہ اُس کی
مسح کرنے سے مسح کی جگہ پانی بہنے لگے تو اُس تری کو کم کرنا واجب نہیں ہے بلکہ اُسی طرح
مسح کی جگہ ہاتھ پھیر کر مسح کا قصد کر لینا کافی ہے اگرچہ ہاتھ پھیرنے سے وہ جگہ (سر یا پاؤں)
دُھل ہی کیوں نہ جائے مگر بہتر یہ ہے کہ پانی کم کر لیں اُس کے بعد مسح کریں ۔

مسئلہ نمبر ۳۱۔ مسح میں شرط یہ ہے کہ ماسح کو ممسوح پر یعنی ہتھیلی یا ہاتھ کی اُنگلیوں کو سر
یا پاؤں پر کھینچیں اور سر یا پاؤں کو نہ کھینچیں کہ ایسا کرنے سے مسح باطل ہو جائیگا ہاں اگر
مسح کرتے وقت سر یا پاؤں کو بھی ذرا سی حرکت ہو جائے تو اُسکا کوئی مضایقہ نہیں ۔

مسئلہ نمبر ۳۲۔ دھوپ یا گرمی یا بدن کی حرارت وغیرہ کے سبب سے ماسح (ہتھیلی یا انگلیوں)
میں تری کا باقی رہنا ممکن نہ ہو اگرچہ کتنا ہی پانی لیکر وضو کیا جائے اور اگرچہ بار بار وضو کیا
جائے (یعنی ہر بار اعضاء وضو خشک ہو جاتے ہیں اور کسی طرح تر نہیں رہتے) تو اقویٰ یہی

کہ ایسی مجبوری میں نئے پانی سے ہتھیلی یا ہاتھ کی انگلیوں کو تر کر کے مسح کرنا جائز ہے مگر احوط[۱] یہ ہے کہ پہلے صرف خشک ہاتھ سے مسح کریں پھر پانی سے ہاتھ بھگو کر دوبارہ مسح کریں اور اُس کے بعد تیمم بھی کر لیں ؁

مسئلہ نمبر ۳۳۔ پاؤں پر مسح کرنے میں یہ واجب نہیں ہے کہ ہاتھ کو پاؤں کی انگلیوں پر آہستہ آہستہ ٹخنہ تک کھینچیں بلکہ جائز ہے کہ پوری ہتھیلی کو پورے پاؤں پر لمبان میں انگلیوں سے ٹخنہ تک ایک ہی مرتبہ رکھکر تھوڑا سا کھینچ دیں تاکہ مسح کرنا صادق آجائے ؁

مسئلہ نمبر ۳۴۔ ضرورت کے وقت مثلاً نہایت سردی کی حالت میں ایسی سخت کہ اگر پاؤں یا سر پر تری پہنچے تو بیماری وغیرہ کا خوف ہو یا تقیہ کی حالت ہیں یا ایسی حالت میں کہ پاؤں کے موزہ کا اُتارنا ممکن نہ ہو تو اُس چیز پر مسح کر لینا جائز ہے جو سر یا پاؤں پر حائل ہو مثل مقنع یا چکمہ (موزہ و بوٹ) یا جراب وغیرہ کے اسی طرح اُن حالتوں میں بھی جہاں اضطرار یعنی درندہ یا دشمن وغیرہ کا خوف ہو یا ایسی ہی اور پریشانی ہو حائل پر مسح کر لینا جائز ہے خواہ وہ حائل سر پر ہو یا پاؤں پر کہ دونوں میں کوئی فرق نہیں ہے اور اگر حائل بہت سی چیزیں ہوں مثلاً ٹوپی اُس کے اوپر رومال اور اُس کے اوپر گلوبند ہو اور بعض کا اُتار لینا ممکن اور بعض کا اُتارنا غیر ممکن ہو تو جس چیز کا اُتارنا ممکن ہو اُسکا اُتار لینا واجب بھی نہیں ہے مگر احوط ہے کہ جو چیز بھی اُتر سکے اُسکو اُتار لیں اور جو نہ اُتر سکے اُس پر مسح کریں اور حائل چیز پر جو مسح کیا جائے اُس کے لئے بھی ضروری ہے کہ ہاتھ یا انگلیوں میں ایسی تری ہو جو مسح کرتے وقت اس پر اثر کر سکے یعنی اُس حائل کے بھی وہی احکام ہیں جو خاص سر یا پاؤں کے پہلے بیان کئے گئے۔ اسی طرح اور بھی جو احکام و شرائط خاص جلد پر مسح کرنے کے ہیں وہ سب احکام و شرائط اس حائل کے بھی ہیں ؁

مسئلہ نمبر ۳۵۔ اگر نماز کا وقت اتنا تنگ ہو کہ حائل کو اُتار کر مسح کرنا ممکن نہ ہو۔ تب بھی حائل پر مسح کر لینا کافی ہے مگر اس صورت میں اس کے ساتھ ہی تیمم کر لینا بھی احتیاطاً واجب ہے ؁

مسئلہ نمبر ۳۶۔ مجبوری کی جس قدر صورتیں حائل پر مسح کرنے کی ہو سکتی ہیں۔ اُن

۱؎ اس احتیاط کو ترک نہ کرنا چاہئیے بالخصوص آب جدید سے مسح کرنے کے بعد تیمم ضرور ہونا چاہئیے (ابوالحسن مدظلہ)

میں سوائے تقیہ کے اسی وقت مسح جائز ہوگا جب اُن مجبوریوں کا رفع کرنا ممکن نہ ہو اور حائل پر مسح کرنے کے سوا کوئی چارہ نہ ہو یہاں تک کہ نماز کا وقت آخر ہو جائے اور بغیر اُسی حائل پر مسح کر لینے کے نماز نہ مل سکے لیکن تقیہ میں ایسی کوئی شرط نہیں ہے بلکہ اُس میں وسعت ہے کہ اگر اُس جگہ سے جہاں تقیہ کرنا واجب ہے دُوسری ایسی جگہ جہاں تقیہ کی ضرورت نہ ہو۔ ہٹ جانا ممکن اور آسان ہو جب بھی وہاں سے ہٹ جانا اور پاؤں پر مسح کرنا واجب نہیں ہے بلکہ حائل ہی پر مسح کر لینا جائز ہے۔ ہاں جہاں تقیہ کی ضرورت ہو اگر وہیں کوئی ایسی صورت ہو سکے جس سے تقیہ نہ کرنا پڑے اور مسح ہو جائے مثلاً مسح تو کر لیں پاؤں ہی پر مگر اس چالاکی سے کہ جن دیکھنے والوں سے خوف ہے وہ یہ سمجھیں کہ موزہ پر مسح کیا ہے تو اس صورت میں احوط بلکہ اقویٰ یہی ہے کہ تقیہ ترک کر کے اُسی چالاکی سے مسح کر لیں تاکہ مسح بھی ہو جائے اور لوگوں سے خوف بھی نہ رہے اور اگر ایسی صورت ہو کہ کچھ مال خرچ کرنے سے تقیہ کرنے سے نجات مل جائے تو مال خرچ کرنا بھی واجب نہیں ہے بلکہ اب بھی تقیہ کر سکتے ہیں اور حائل ہی پر مسح جائز ہو جائے گا۔ برخلاف دُوسری صورتوں کے کہ اگر مال خرچ کرنے سے وہ رفع ہو جائیں تو مال خرچ کرنا اور جلد ہی پر مسح کرنا واجب ہوگا لیکن احوط یہ ہے کہ جس طرح ممکن ہو خواہ مال خرچ کر کے یا دوسری تدبیروں سے تقیہ کو بھی ترک کریں اور حکم خدا صحیح طور پر بجا لائیں ۔

مسئلہ نمبر ۲۷۔ اگر کسی موقع پر تقیہ واجب ہو پھر بھی اُس خوف کی پرواہ نہ کی جائے اور تقیہ کے خلاف پاؤں پر مثلاً مسح کر لیں تو چونکہ اُس وقت تقیہ واجب تھا جس کے خلاف کیا گیا لہٰذا اِس وضو کا صحیح ہونا مشکل ہے پس دوبارہ وضو کرنا چاہئے ۔

مسئلہ نمبر ۲۸۔ اگر کسی شخص کو نماز کا وقت داخل ہونے کے بعد معلوم ہو کہ اگر وضو یا نماز میں تاخیر کریگا تو تقیہ کے سوا کوئی ایسی مجبوری پیش آجائے گی کہ جس کی وجہ سے کسی حائل چیز پر مسح کرنے کے لئے مجبور ہو جائے گا تو ظاہر یہ ہے کہ فوراً وضو کر لینا واجب ہے تاکہ وضو صحیح طریقہ سے ہو جائے اور حائل وغیرہ پر مسح کرنا نہ پڑے اور جو شخص پہلے سے وضو کئے ہو اُسکو معلوم ہو کہ اگر سابق وضو توڑ دیگا تو اُس کو مجبوراً حائل پر مسح کرنا ہوگا تو اُسے وضو سابق کا توڑنا جائز نہیں ہے یہ دونوں صورتیں اسی حالت کی تھیں جب نماز کا وقت داخل ہو چکا ہو لیکن اگر وقت نماز کے پہلے یہ دونوں صورتیں

پیش آئیں تو اس وقت نہ فوری وضو کا واجب ہونا معلوم ہے نہ موجودہ وضو کے توڑنے کا حرام ہونا اور اگر تقیہ کی مجبوری ہو تو ظاہر یہ ہے کہ اس کے خوف سے فوراً وضو کرلینا واجب نہیں ہے بلکہ جو وضو پہلے سے ہو اس کا توڑ ڈالنا بھی جائز ہے اگرچہ نماز کا وقت داخل ہو چکا ہو۔ اس لئے کہ تقیہ میں وسعت ہے جیسا کہ بیان کیا گیا لیکن اولیٰ اور احوط یہ ہے کہ تقیہ کے خوف میں بھی فوراً وضو کرلیں اور وضو پہلے سے ہو تو اس کو توڑیں بھی نہیں۔

مسئلہ نمبر ۳۹۔ مجبوری کے وقت جس طرح واجبی وضو میں بجائے جسم کے حائل پر مسح کرلینا جائز ہے اسی طرح مستحبی وضو میں بھی غرض دونوں میں کوئی فرق نہیں ہے

مسئلہ نمبر ۴۰۔ اگر تقیہ یا کسی دوسری مجبوری کا اعتقاد کرکے حائل پر مسح کرلیا۔ پھر ظاہر ہوا کہ وہ غلط اعتقاد تھا اور نہ تو تقیہ کی ضرورت تھی نہ دوسری مجبوری تھی تو اس وضو کا صحیح ہونا مشکل ہے۔

مسئلہ نمبر ۴۱۔ تقیہ کی حالت میں اگر پیر دھونا ممکن ہو یعنی پیر دھو لینے سے وہ خوف جاتا رہے اور حائل پر مسح کرنے کی مجبوری نہ رہے تو احوط[1] یہ ہے کہ حائل پر مسح نہ کریں بلکہ صرف پیر کو دھولیں اگرچہ اقویٰ یہ ہے کہ اب بھی حائل پر مسح کرلینا جائز ہے۔

مسئلہ نمبر ۴۲۔ تقیہ یا دوسری مجبوری جس کے سبب سے حائل پر مسح کرنا جائز ہوا تھا جاتی رہے۔ پس اگر وضو کرلینے کے بعد زائل ہو تو اقویٰ یہ ہے کہ دوبارہ وضو کرنا واجب نہیں ہے اگرچہ ابھی نماز بھی نہ پڑھی ہو کہ اسی تقیہ یا مجبوری کے وضو سے اب بھی نماز پڑھنا کافی اور صحیح ہے ہاں اگر اتنا جلد تقیہ یا مجبوری جاتی رہے کہ ابھی وضو کی تری ہاتھ میں باقی ہو تو واجب[2] ہے کہ اس سے دوبارہ خاص جلد پر مسح کرلیں اور اگر دوران وضو میں تقیہ یا دوسری مجبوری جاتی رہے تو اقویٰ یہ ہے کہ اگر تری وضو کی باقی نہ رہے تو پھر سے وضو کرنا چاہیئے۔

مسئلہ نمبر ۴۳۔ اگر تقیہ کی حالت میں اس کے مذہب کے خلاف عمل کریں جس کی خوف سے تقیہ کرنا پڑا ہے تو اس وضو کا صحیح ہونا مشکل ہے اگرچہ ایسا کرنے سے خوف جاتا رہے مثلاً

---

[1] بلکہ اقویٰ صرف پیر دھونا ہے (ابوالحسن مدظلہ)

[2] احتیاطاً جلد پر مسح کیا جائے گا نہ کہ وجوباً (ابوالحسن مدظلہ)

جس شخص نے تقیہ کیا ہے اُس کے مذہب میں پیر کا دھونا واجب نہیں ہے بلکہ حائل پر مسح کرنا واجب ہے اور اس مومن نے پیر دھولیا جس سے وہ مخالف سمجھا کہ یہ شیعہ نہیں ہے اسکے سبب سے اس نے پیر دھویا ہے اور اُس کو غیر شیعہ خیال کر کے چھوڑ دیا یا اُس کے برخلاف عمل کیا کہ اُس کے مذہب میں پیر کا دھونا واجب تھا اس مومن نے بجائے پیر دھونے کے حائل پر مسح کر لیا جس سے وہ مخالف سمجھا کہ یہ شیعہ نہیں ہے اس وجہ سے اسکو چھوڑ دیا تب بھی اس وضو کا صحیح ہونا مشکل ہے یا مسح اور غسل دونوں کو چھوڑ دیا نہ حائل پر مسح کیا اور نہ پیر دھوئے تو بھی وضو باطل ہو جائیگا اگرچہ ایسا کرنے سے تقیہ جاتا رہے ۞

مسئلہ نمبر ۴۴۔ منہ یا ہاتھ پر ایک ہی مرتبہ دھونے کی نیت سے دس بیس مرتبہ تک پانی ڈالنا جائز ہے اور اس میں کوئی مضائقہ نہیں پس یہ جو حکم ہے کہ دو مرتبہ دھونا مستحب ہے اور تین مرتبہ حرام اسکا یہ مطلب نہیں کہ تین مرتبہ پانی ڈالنا حرام ہے بلکہ تین مرتبہ اسکی نیت کے ساتھ دھونا حرام ہے ۞

مسئلہ نمبر ۴۵۔ منہ اور ہاتھ دھونے میں سب سے اوپر مقام سے شروع کرنا واجب ہی لیکن یہ واجب نہیں ہے کہ پانی بھی پہلے سب سے اوپر ہی مقام پر ڈالا جائے بلکہ اگر نیچے (مثلاً ناک کے پاس) پانی ڈالا اور اُوپر سے (بال اُگنے کی جگہ سے) ہاتھ کی اعانت سے دھونا شروع کیا تب بھی وضو صحیح ہے ۞

مسئلہ نمبر ۴۶۔ وضو کرنے میں ضرورت سے زیادہ پانی گرانا یعنی اسراف مکروہ ہے مگر دھونے کی جگہ اچھی طرح پانی ڈالنا مستحب ہے تاکہ بدن پوری طرح دُھل جائے اور پہلے بیان ہو چکا ہے کہ ایک مُد پانی سے وضو کرنا مستحب ہے اور ظاہر یہ ہے کہ یہ مقدار وضو کے کل کاموں مثلاً ہاتھوں کو کلائیوں تک پہلے دھونے پھر کلی کرنے ناک میں پانی ڈالنے اور بعد میں منہ ہاتھ دھونے کیلئے ہے ۞

مسئلہ نمبر ۴۷۔ ہاتھ یا منہ کو پانی میں غوطہ دیکر وضو کرنا بھی جائز ہے جیسا کہ پہلے بھی بیان ہوا اور یہ بھی جائز ہے کہ بعض حصّوں کو پانی میں ڈبو کر اور بعض کو دھو کر وضو کریں بلکہ ایک ہی بدن کو دونوں طرح (ڈبو کر اور پانی ڈالکر) دھو سکتے ہیں بشرطیکہ پہلے جو شرطیں بیان ہوئیں اُن سب کا لحاظ ہو مثلاً سب سے اُوپر کی جگہ سے شروع کریں اور اوپر سے نیچے کی طرف بدن پانی کے اندر جائے اور مسح نئے پانی سے نہ ہو ۞

مسئلہ نمبر ۴۸۔ شکی آدمی بائیں ہاتھ پر اُس کے واقعی ڈھل جانے کے بعد صرف شک کے
خیال سے زیادہ پانی ڈالتا جائے تو اُس کا وضو صحیح ہونا مشکل ہے اس لئے کہ اس کا نتیجہ
یہ ہوگا کہ ہتھیلی سے جو مسح کریگا وہ بعض اوقات آب جدید سے ہوگا بلکہ اگر ہم اس کے
قائل ہوں کہ ہتھیلی کی رطوبت سے ہی پیروں پر مسح کرنا لازم ہے نہ دوسرے مقامات سے
رطوبت لیکر تو صرف بائیں ہاتھ پر داہنے ہاتھ کو بار بار اور دیر تک پھیرتے رہنے کے سبب
سے بھی اسکا وضو صحیح ہونا مشکل ہے اس لئے کہ اس طرح ہتھیلی کی رطوبت میں ہاتھ کی رطوبت
ملجائیگی اور اب مسح صرف ہتھیلی کی رطوبت سے نہ ہوگا حالانکہ فرض یہ کیا ہے کہ ہتھیلی ہی کی رطوبت
سے مسح صحیح ہوگا ؁

مسئلہ نمبر ۴۹۔ جو شخص شکی نہ ہو وہ اپنے اس یقین کے بعد بھی کہ بایاں ہاتھ جس قدر ڈھلنا
چاہیئے ڈھل گیا صرف زیادتی یقین کیلئے اس پر داہنا ہاتھ پھیرتا جائے تو جب تک اس ہاتھ
پھیرے جانے پہ ایک ہی مرتبہ دھونا صادق آئے گا اُس وقت تک ہاتھ پھیرے جانے
میں کوئی مضائقہ نہیں۔ ہاں ڈھلنے کا یقین ہونے کے بعد اُس پر دوسرا پانی ڈالیگا تو وضو
کا صحیح ہونا مشکل ہے اگرچہ غرض یہی ہو کہ زیادہ یقین ہو جائے کیونکہ عرفاً (دیکھنے میں) یہ دوبارہ
پانی ڈالنا دوسرا دھونا سمجھا جائے گا۔ ہاں اگر بایاں ہاتھ دھونے میں لوٹا وغیرہ سے اس پر پانی
گراتا جائے اور ضرورت سے زیادہ گرایا جائے لیکن برابر گراتا ہے سلسلہ نہ ٹوٹے تو جب تک
یہ ایک ہی بار کا دھونا کہا جائے گا اُس وقت تک اس طرح کے دھونے میں کوئی مضائقہ
نہیں ہے ؁

مسئلہ نمبر ۵۰۔ پیر کی پانچوں انگلیوں سے کسی ایک انگلی (حتیٰ کہ آخری انگلی) پر بھی
اس کے سرے سے لیکر ٹخنوں تک مسح کرلیا جائے تو کافی ہے اور وضو صحیح ہو جائیگا ؁

فصل۔ وضو کی شرائط کا بیان کہ جن کے بغیر وضو صحیح نہ ہوگا

پہلی شرط یہ کہ وضو کا پانی آب مطلق ہو کیونکہ آب مضاف سے وضو صحیح نہیں ہے اور اگر
پہلے سے پانی مطلق ہو مگر بدن پر گرانے کے بعد غبار یا میل وغیرہ کی کثرت سے مضاف ہو جائے
تب بھی وضو صحیح نہ ہو گا پس ضروری اور لازم ہے کہ اُس عضو کے دھونے کے ختم ہونے

تک وہ پانی مطلق ہی رہے اور کسی طرح بھی مضاف نہ ہونے پائے ۔

دوسری شرط یہ کہ وضو کا پانی اور وضو کے مقامات (منہ ۔ دونوں ہاتھ پیر اور پیروں کے مسح کی جگہ) پاک ہوں یعنی ہر عضو وضو اپنے دھلنے کے قبل پاک ہو پس یہ ضروری نہیں ہے کہ بالکل وضو شروع کرنے کے قبل ہی کل اعضاء وضو پاک ہو لہٰذا اس بنا پر اگر کوئی عضو وضو نجس ہو اور خاص وضو کیلئے دھونے کے قبل اسکو کسی طرح پاک کر لیں اور پھر وضو کی نیت سے دھوئیں تو وضو صحیح ہو جائیگا ہاں نجس عضو کو ایک ہی بار اس نیت سے دھونا صحیح نہیں ہے کہ پاک بھی ہو جائے اور وضو بھی ہو جائے اگرچہ حوض یا تالاب یا آب جاری میں ڈبو کر ہی اسکو ایک مرتبہ میں پاک اور وضو کرنا چاہیں تو بھی وضو صحیح نہیں ہوگا ہاں اگر پانی میں نجس عضو کو پاک کرنے کیلئے ڈبویا اور اس سے نکالتے وقت وضو کی نیت کر لی تو اس صورت میں وضو صحیح ہو جائیگا اور اگر وضو میں دھونے کے بعد مگر پورا وضو ختم ہونے سے پہلے بدن کا کوئی حصہ نجس ہو جائے تو اس کا کوئی مضائقہ نہیں صرف وضو کے لئے دھونے کے قبل اس کو پاک رہنا چاہیئے پس بعد میں نجس ہوگا تو وضو میں کوئی خرابی نہ ہوگی ۔

مسئلہ نمبر ۱۔ حقہ میں سے پانی لیکر وضو کر سکتے ہیں بشرطیکہ وہ مضاف نہ ہوا ہو۔ یعنی رنگ یا بو یا مزہ نہ بدلا ہو بلکہ آب مطلق ہی ہو ۔

مسئلہ نمبر ۲۔ وضو میں جو مقامات دھوئے یا مسح کئے جاتے ہیں وہ پاک ہوں اور ان کے علاوہ (مثلاً سینہ یا پنڈلی یا کمر) نجس ہوں تو کوئی ہرج نہیں اور وضو صحیح ہے ۔ ہاں اگر پاخانہ یا پیشاب کر کے استنجا نہ کیا ہو جس سے وہ مقام نجس ہو تو احوط یہ ہے کہ وضو کے پہلے استنجا کر لیں اور بغیر استنجا کئے وضو نہ کریں ۔

مسئلہ نمبر ۳۔ اگر وضو کے کسی مقام پر ایسا کوئی زخم ہو جس کو پانی نقصان نہ کرتا ہو اور نہ اسکا خون موقوف ہوتا ہو تو اُسے پانی میں ڈبو کر تھوڑا سا نچوڑ دیں تاکہ ایک آن (چند سکنڈ) کیلئے خون رک جائے پھر وضو کے قصد سے اس عضو کو حرکت دیدیں تو وضو صحیح ہو جائیگا لیکن اس کے علاوہ وضو کے دوسرے شرائط کا پایا جانا ضروری ہے اور اسکا بھی خیال رہے کہ اگر ایسا زخم بائیں ہاتھ میں ہو جس سے مذکورہ بالا ترکیب کرنی پڑے تو اس ترکیب سے کہیں آب جدید سے مسح نہ ہو جائے ورنہ وضو باطل ہو جائیگا پس چاہیئے کہ بغیر نیت کے ہاتھ کو پانی میں ڈبوئیں اور پانی سے نکالتے وقت اس کے وضو کیلئے دھونے کی نیت کریں

تیسری شرط یہ ہے کہ وضو کرنے کے اعضا (منہ دونوں ہاتھ سر دونوں پیر) پر کوئی چیز مثل تیل رنگ کپڑے مہندی وغیرہ کے ایسی مانع نہ ہو جس کے سبب سے اُس جگہ کی جلد پر وضو کا پانی نہ پہنچ سکے اور اگر کسی ایسی چیز کے حائل ہونے کا شک ہو تو اُس کی تحقیق کر لینی واجب[1] ہے تاکہ حائل نہ ہونے کا یقین یا گمان حاصل ہو جائے اور اگر معلوم ہو کہ حائل موجود ہے تو ضروری ہے کہ اُس کے زائل ہو جانے کا یقین ہو جائے جس کے بعد وضو صحیح ہوگا ورنہ نہیں ؛

چوتھی شرط یہ ہے کہ پانی اور اُس کا برتن اور وضو کرنے کی جگہ اور جوتہ یا سلیپر یا کھڑاؤں اور فرش اور وضو کے پانی گرنے کی جگہ سب مباح ہوں اور غصبی نہ ہوں یعنی اپنی ہوں غیر کی نہ ہوں یا غیر کی ہوں تو اُسکی اجازت ملگئی ہو۔ بے اجازت استعمال نہ کریں کہ اگر ان میں سے ایک چیز بھی غصبی ہوگی تو وضو صحیح نہ ہوگا خواہ کچھ ہی ہو یعنی بغیر غصبی چیز استعمال کئے وضو کرنا ممکن ہو جب بھی غصبی سے وضو صحیح نہیں ہے اور ممکن نہ ہو جب بھی وضو صحیح نہیں ہے اس لئے کہ جس صورت میں مباح چیزوں میں وضو کرنا ممکن نہ ہو اُس وقت تیمم کرنا چاہئے اور جب ممکن ہو اُس وقت اگرچہ تیمم کا حکم تو نہیں ہے مگر اب بھی غصبی چیز سے وضو کرنا حرام[2] ہوگا کیونکہ اس وضو سے دوسرے کی چیز میں تصرف کرنا ہوگا یا یہ وضو ایسا کام ہوگا جو غیر کی چیز میں تصرف کرنے کو مستلزم ہوگا لہٰذا باطل ہوگا۔ ہاں اگر مباح پانی کو غصبی برتن سے انڈیل کر مباح برتن میں رکھیں اور اُس سے وضو کریں تو اُس میں کوئی حرج نہیں اور یہ وضو صحیح ہوگا اگرچہ وضو سے پہلے جو تصرف مال غصبی میں کریگا یعنی غصبی برتن سے مباح برتن میں پانی انڈیلیگا وہ خود حرام فعل ہوگا مگر وضو میں اس سے کوئی خرابی نہ ہوگی اور اس حکم میں انحصار اور عدم انحصار کی صورت میں کوئی فرق نہیں ہے (یعنی خواہ وضو کا پانی صرف وہی ہو جو غصبی برتن میں ہے کہ اس کے سوا کوئی پانی ممکن ہی نہ ہو خواہ اس میں منحصر نہ ہو بلکہ دوسرا پانی مل سکتا ہو۔ دونوں صورتوں کا یہی حکم ہے) کیونکہ انحصار کی صورت میں

---

[1] پہلے بیان ہو چکا ہے کہ اگر احتمال وجود حائل میں کوئی عقلی منشا ہو تو تحقیق لازم ہے ورنہ نہیں (ابوالحسن مدظلہ)

[2] اگر محض وہ برتن غصبی ہو کہ جس میں پانی ہے اور ہاتھ میں پانی لیکر وضو کیا جائے اُس پانی میں ہاتھ ڈبو کر پانی لیا جائے تو وضو کا حرام ہونا ممنوع ہے بلکہ وضو صحیح ہے (ابوالحسن مدظلہ)

اگر مباح پانی صرف اُس غصبی برتن میں ہی تھا جس سے انڈیل کر برتن مباح میں لیا ہے اور اس کے سوائے کوئی پانی ممکن نہ تھا تب بھی اگرچہ اُس غصبی برتن سے اُس مباح برتن میں انڈیلنے سے پہلے اُس سے وضو کی تکلیف ساقط تھی اور تیمم کا حکم تھا مگر اب جبکہ اُس سے انڈیل لیا تو مباح پانی اور برتن کا مالک ہوگیا تو اُس سے وضو کرنا بھی واجب ہے پس صحیح بھی ہوگا اور بعض وقت غصبی برتن سے مباح پانی کا انڈیلنا حرام بھی نہیں بلکہ واجب ہوتا ہے مثلاً کسی کا ذاتی پانی کسی وجہ سے غصبی (دوسرے شخص کے) برتن میں رکھا ہو تو چونکہ دوسرے کے برتن میں اپنا مال رکھ دینا بھی جائز نہیں ہے لہٰذا اس پانی کا اُس برتن سے نکال لینا واجب ہے پس اُس شخص پر اُس غصبی برتن سے پانی انڈیلنے کے قبل ہی سے وضو کی تکلیف ہے کیونکہ پانی اُس کے اختیار میں موجود ہے اور سوائے غصبی برتن کے پانی کے اور دوسرا پانی مہیا نہیں ہے لہٰذا اس بنا پر وضو کی تکلیف رہیگی

مسئلہ نمبر ۴۔ مضاف یا نجس پانی سے یا جسم پر کوئی حائل چیز ہونے کی صورت میں وضو ہر حالت میں باطل ہو جاتا ہے خواہ وضو کرنے والے کو آب وضو کے مضاف یا نجس یا کسی چیز کے حائل ہونے کا یقین ہو یا نہ ہو اور قصد و ارادہ سے کرے یا بھولے سے کہ اِن کل صورتوں میں کوئی فرق نہیں اور وضو یقیناً باطل ہو جائیگا۔ ہاں غصبی چیزوں میں وضو صرف اُسی وقت باطل ہوگا جب اُس کو پہلے سے معلوم ہو کہ یہ غصبی چیز ہے پھر بھی اُسی سے وضو کرے یا عمداً (جان بوجھکر) اُس سے وضو کرے خواہ یہ غصبی چیز پانی ہو یا وضو کرنے کی جگہ یا وضو کا پانی گرنے کی جگہ کیونکہ جس شخص کو کسی چیز کا غصبی ہونا معلوم نہ ہو یا یہ معلوم ہو مگر قصد و ارادہ کو نہیں بلکہ بھولے سے اُس سے وضو کرلے تو وضو باطل نہ ہوگا۔ نیز اگر کسی کو کسی چیز کا غصبی ہونا معلوم ہو اور اُس کو استعمال بھی عمداً (قصد و ارادہ سے) کرے نہ سہواً (بھولے سے) مگر اُس کو یہ مسئلہ نہ معلوم ہو کہ غصبی چیز سے وضو صحیح نہیں ہوتا۔ تو اس مسئلہ سے ناواقف ہونے میں اگر وہ قاصر[1] ہے تو اسکا وضو صحیح ہے بلکہ اگر مقصر[2] ہے جب بھی صحیح ہے بشرطیکہ اس کے

---

[1] کسی مسئلہ سے ناواقف ہونے میں قاصر وہ شخص ہے جو بالکل معذور اور مجبور ہو کہ اسکو کسی طرح اس مسئلہ کو جاننے یا اس کی طرف متوجہ ہونے کا موقعہ ہی نہ ملا ہو مثلاً دیہات میں کوئی شخص پیدا ہوا جہاں کوئی پڑھا لکھا یا احکام خدا وہیں جانتا اسکو چونکہ کوئی ذریعہ ہی ادھر متوجہ ہونے اور اس مسئلہ کے حکم کے جاننے کا نہ تھا لہٰذا وہ اپنے جہل میں قاصر سمجھا جائے گا۔ اور مقصر وہ شخص ہے جس کو اس حکم کا جاننا ممکن اور آسان رہا ہو اور اُس نے جان بوجھ کر پہلو تہی کی اور اس کا حکم نہ جانا۔ (مترجم)

[2] اس میں اشکال ہے (ابوالحسن مدظلہ)

اس وضو سے قصدِ قربت حاصل ہوا ہو۔ اگرچہ احوط یہ ہے کہ اگرچہ اس مسئلہ کو نہیں جانتا کہ غصبی چیز سے وضو باطل ہوتا ہے تو اپنے اس وضو کو باطل سمجھے خصوصاً وہ شخص جو مقصر ہو اپنے وضو کو دوبارہ کرے۔

مسئلہ نمبر ۵۔ کسی کو اثنائے وضو میں خیال آیا کہ وضو کرنے کی جگہ یا وضو کا پانی یا اس کے گرنے کی جگہ غصبی ہے تو جس قدر وضو کر چکا ہے اس کو صحیح سمجھے لیکن اب اس غصبی چیز کو ترک کر کے بقیہ وضو کو مباح چیز سے ختم کرے اور اگر منہ اور دونوں ہاتھ دھونے کے بعد اور مسح کرنے کے قبل التفات ہوا خیال پیدا ہوا کہ پانی غصبی تھا تو آیا جو تری ہاتھ میں موجود ہے اسی سے مسح کر لینا جائز ہے اور وضو صحیح ہوگا یا نہیں اس میں دو قول ہیں اول یہ کہ جائز ہے کیونکہ وہ پانی صرف ہو چکا ہے اور یہ تری اب کوئی چیز نہیں ہے جو مالک کو واپس دی جا سکے اور وہ اس سے نفع حاصل کر سکے دوم یہ کہ پھر سے وضو کرے یا اس تری کی اجازت اسکے مالک سے لے لے۔ دونوں میں اقویٰ یہ ہے کہ اسی تری سے مسح بھی جائز ہے اور وضو بھی صحیح ہے کیونکہ اس تری کا شمار کسی مال میں نہیں ہے اور یہ ایسی چیز نہیں ہے جو مالک کو واپس کی جا سکے لیکن احوط[1] یہی ہے کہ اس وضو کو باطل سمجھے اور دوبارہ وضو کرے۔ اسی طرح اگر پانی غصبی سے جان بوجھ کر وضو کیا۔ پھر اسکا اعادہ (دوبارہ وضو) مباح پانی سے کرنا چاہا تو آیا اس پر واجب ہے کہ وضو کے مقامات میں اس غصبی پانی کی جو تری باقی ہے اس کو دھو کر یا پونچھ کر یا اور کسی طرح خشک کر دے یا جائز ہے کہ چھوڑ دے اور صبر کرے تاکہ وہ تری خود ہی خشک ہو جائے یا خشک کرنا یا خشک ہونے دینا واجب نہیں ہے۔ اس میں بھی دو قول ہیں اقویٰ تو یہی ہے کہ واجب نہیں ہے بلکہ اس تری کے رہتے ہوئے بھی دوبارہ وضو مباح پانی سے کر سکتا ہے مگر احوط[2] یہ ہے کہ دھو کر یا پونچھ کر یا دوسری طرح خشک کر دے اس کے بعد دوبارہ وضو کرے اور اگر غصبی پانی سے ہاتھ منہ دھونے کے بعد اس کو خیال آیا کہ پانی غصبی ہے اور اسی وقت اس پانی کے مالک نے کہا۔ کہ میرے پانی کی جو رطوبت تمہارے ہاتھ میں لگی ہے میں اس سے مسح کرنے کی اجازت تم کو نہیں دیتا تو اس کی بات ماننا واجب نہیں اور اسکا یہ کہنا قابل سماعت نہیں ہوگا بلکہ اس سے

---

[1] یہ احتیاط لازمی ہے لہٰذا اس کو ترک نہ کرنا چاہئے (ابوالحسن مدظلہ)

[2] اس احتیاط کو ترک نہ کرنا چاہئے (ابوالحسن مدظلہ)

مسح کر سکتا ہے جو کہ صحیح بھی ہوگا جس کی وجہ اوپر بیان ہوئی کہ وہ رطوبت ایسی چیز نہیں ہے جس کا شمار مال میں ہو سکے یا جو مالک کو واپس دی جا سکے اُس سے نفع اُٹھا سکے ہاں اگر ایسی صورت فرض کی جائے کہ اُس مالک کو اس ہاتھ کی تری سے کسی طرح نفع ہو سکتا ہے تو اب اُس سے مسح جائز نہ ہوگا اور اُس کی بات ماننی پڑے گی اور وہ رطوبت اُس کو واپس کرنی ہوگی۔

مسئلہ نمبر ۶۔ وضو کی چیزوں سے کوئی چیز کسی دوسرے شخص کی ہو اور وضو کرنے والے کو شک ہو کہ معلوم نہیں وہ شخص اُس کے استعمال کی اجازت دے یا نہ دیا اُس کے استعمال پر راضی ہو یا نہ ہو تو اُس کا استعمال کرنا جائز نہ ہوگا بلکہ اُس پر غصبی چیز کا حکم جاری ہوگا۔ غرض وضو میں واجب ہے کہ دوسرے کی جو چیز ہو اُس کے استعمال میں اُس کے مالک کی صریحی یا فحوائی اجازت حاصل ہو یا کوئی یقینی شاہد حال ہو یعنے مالک کی اجازت حاصل نہ ہو مگر ایسی حالت ہو جس سے یقین ہو سکے کہ مالک اس امر کی اجازت ضرور ہی دیگا اور ہرگز منع نہ کریگا۔

مسئلہ نمبر ۷۔ دوسرے شخص کے ملک کی بڑی نہروں سے وضو کرنا یا پانی پینا جائز ہے خواہ قنوات (چھوٹی نہر) سے ہو یا کنارہ سے جو چشمہ یا نالی نکالی گئی ہو اُس سے ہو اگرچہ اُن سے پانی پینے یا وضو کرنے کیلئے اُن کے مالکوں کی اجازت نہ بھی معلوم ہو بلکہ اگر ایسی نہروں وغیرہ کے مالک نابالغ لڑکے یا مجنون لوگ ہوں تب بھی جائز ہے۔ ہاں اگر اُن کے مالک منع کر دیں تو اب اُن کے استعمال کا جائز ہونا مشکل ہوگا اور اگر اُن نہروں کو کوئی شخص غصب کرلے یعنی مالک کی اجازت کے بغیر اُس پر قبضہ کرلے جب بھی جبتک وہ نہر اس سابق جگہ میں جاری رہے اُس وقت تک غاصب کے سوائے دوسرے لوگوں کو سابق مالک کی جدید اجازت کے بغیر اس سے پانی پینا یا وضو کرتے رہنا صحیح اور جائز ہے بلکہ ممکن ہو کہ اسکا استعمال کرنا مطلقاً جائز ہو (خواہ وہ نہر اُسی سابق جگہ میں ہو یا دوسری طرف جاری ہوگئی ہو) رہا غاصب پس اس کو یا اُس کی زوجہ اہل وعیال جہان یا ملازم یا دوست احباب غرض کسی کو بھی اس شخص کی تبعیت کے سبب سے اُس سے پانی پینا یا وضو کرنا یا کسی قسم کا دوسرا استعمال کرنا جائز نہیں ہے۔ اسی طرح وسیع اور خالی زمینوں پر بھی بغیر اُن کی مالک کی صریح اجازت کے وضو اور ایسی قسم کے دوسرے کام مثل راہ چلنے بیٹھنے سونے وغیرہ کے

اُس وقت تک جائز ہیں جب تک ان کا مالک خاص کر منع نہ کر دے یا اس کی کراہت نہ معلوم ہو جائے۔ ہاں اگر معلوم ہو کہ مالک اپنی زمین میں فلاں کام پسند نہیں کرتا تو اس کا کرنا جائز نہیں ہے اور نہ صحیح ہوگا بلکہ اگر اُس کے ناخوش ہونے کا یقین نہ ہو صرف گمان ہو تب بھی احوط یہ ہے کہ اس میں ہر قسم کا کام ترک کر دے لیکن بعض کاموں کے متعلق کہہ سکتے ہیں کہ مالک کو اُن سے منع کرنے کا حق ہی نہیں ہے ۔

مسئلہ نمبر ۸ ۔ مسجدوں اور مدرسوں میں جو بڑے بڑے حوض یا کنوئیں وغیرہ ہوتے ہیں جب تک اُن کے وقف کی کیفیت معلوم نہ ہو یعنی یہ معلوم نہ ہو کہ یہ خاص اُن کے لئے وقف ہیں جو اُن مسجدوں میں نماز پڑھیں یا مدرسوں میں رہیں اور نہ یہ معلوم ہو کہ یہ خاص اُن کے لئے وقف نہیں ہیں اُس وقت تک دوسروں کو اُن حوضوں سے وضو کرنا صحیح[۱] نہیں ہے ہاں اگر یہ عادت جاری ہو گئی ہو کہ ہر شخص اُن حوضوں سے وضو کرتا ہو اور کوئی شخص بھی کسی کو منع نہ کرتا ہو تو اس دستور سے ظاہر ہوگا کہ ہر شخص کو وضو وغیرہ کی عام اجازت ہے لہٰذا ایسی صورت میں سب لوگوں کو اسکا استعمال کرنا جائز ہے۔ یہی حکم اُن حوضوں یا کنوؤں وغیرہ کا بھی ہے جو مسجد مدرسہ کے سوا دوسرے عام جگہوں میں مثل سرائے خانقاہ وغیرہ کے ہوں ۔

مسئلہ نمبر ۹ ۔ اگر کسی شخص کے نہر یا کنوئیں یا تالاب سے بغیر اس کی اجازت کے پانی کاٹ ملائیں تو اب جو پانی اُس نالی میں آئے اُس سے وضو کرنا جائز نہیں ہے اگرچہ بیٹھنے کی جگہ مباح[۲] یا اپنی مِلک ہو بلکہ اگر اُس نالی سے پانی بھر کر دوسری جگہ لے جائیں اور وضو کریں تب بھی اُسکا جائز ہونا مشکل ہے اگرچہ اصل نہر یا تالاب سے پانی لینا اور وضو کرنا جائز

---

[۱] جبتک یہ ثابت نہ ہو جائے کہ مسجد اور مدرسہ کی حوض اُسکے نمازیوں اور رہنے والوں کیلئے وقف ہے واقف نے استعمال میں قیام و نماز کی شرط کر دی ہے اُس وقت تک ہر کس و ناکس کیلئے خواہ اس مسجد میں نماز پڑھے یا نہ پڑھے اس مدرسہ کا رہنے والا طالب علم ہو یا نہ ہو اُس حوض سے نہانا دھونا وضو کرنا سب جائز ہے (ابو الحسن مدظلہ)

[۲] جبکہ بیٹھنے کی جگہ مباح ہو اور نالی پانی کاٹ لانے کی غرض سے نہ کھودی گئی ہو تو اس پانی سے وضو کا جائز ہونا بعید نہیں ہے خواہ اُس نالی میں جو پانی آئے اور بھرا ہو اُسی سے وضو کریں یا اس نالی سے پانی لیجا کر کسی ظرف میں بھر کر دوسرے مقام پر جا کر اس پانی سے وضو کریں بہر طور اس پانی سے وضو کا جواز اور اس کی صحت بعید نہیں ہے (ابو الحسن مدظلہ)

رہا ہو (چونکہ اس نالی میں مالک کی اجازت نہیں تھی لہٰذا اسکا استعمال صحیح نہ ہوگا اگرچہ خود نہر یا تالاب کا استعمال صحیح ہو)

مسئلہ ۱۰۔ اگر کسی شخص نے کسی کی نہر کی صرف راہ بغیر اسکی اجازت کے بدل دی اور اُس کے پانی کو غصب نہ کیا تو اس غاصب کے سوا جن لوگوں کو پہلے سے اس نہر سے وضو کرنے یا پینے کی اجازت تھی اُن کے لئے بھی سابق اجازت کا باقی رہنا مشکل ہے اگرچہ بعید نہیں ہے کہ ان لوگوں کو پہلے کی طرح استعمال کا حق باقی ہو اور اُس سے پانی پینا یا وضو کرنا جائز اور صحیح ہو اور یہ حکم جو بیان ہوا اُس راہ کے متعلق ہے جس میں اب وہ نہر جاری ہوئی ہے ورنہ اس راہ میں آنے کے پہلے یا اُس کے بعد جو نہر ہے اُس میں کوئی کلام نہیں اور اس سے پانی پینا اور وضو کرنا بے اشکال صحیح ہے۔

مسئلہ نمبر ۱۱۔ اگر کسی مسجد کے متعلق معلوم ہو کہ اسکا حوض صرف اُن لوگوں کے لئے وقف ہے جو اس مسجد میں نماز پڑھیں تو دوسری جگہ نماز پڑھنے کے ارادہ سے اس حوض میں وضو کرنا جائز نہیں ہے اور اگر یہ صورت ہو کہ وضو تو اسی نیت سے کیا کہ اسی مسجد میں نماز پڑھیگا لیکن وضو سے فارغ ہونے پر اُس شخص کی رائے بدل گئی اور اُس نے ارادہ کیا کہ اُس مسجد میں نماز نہ پڑھے بلکہ کسی اور جگہ نماز پڑھے یا اُسکی وہ رائے نہ بدلی اور اُس نے خود کسی دوسری مسجد میں نماز پڑھنے کا ارادہ نہیں کیا بلکہ کوئی ایسی وجہ حادث ہو گئی جس سے اُس مسجد میں نماز پڑھنے کا اُس شخص کو موقعہ ہی نہیں ملا یا اُس مسجد میں نماز پڑھنے کی کسی وجہ سے قدرت نہ تھی تو ان صورتوں میں ظاہر یہ ہے کہ اُس شخص کا وہ وضو باطل[1] نہیں ہے بلکہ دُوسری صورت میں یعنی موقعہ اور قدرت نہ مل سکنے کی حالت میں تو یقین ہے کہ وضو باطل نہیں ہے۔ اسی طرح اگر غفلت سے یا یہ جان کر وضو کیا کہ اس حوض سے وضو کرنے کیلئے اس مسجد میں نماز پڑھنا شرط نہیں ہے مگر وضو کرنے کے بعد معلوم ہوا کہ شرط ہے تب بھی وہ وضو صحیح ہے اور اب اُس پر واجب نہیں ہے کہ اُسی مسجد میں نماز پڑھے اگرچہ احوط اُسی میں پڑھنا ہے بلکہ اُس صورت میں جب اُسی مسجد میں نماز پڑھنے کی نیت سے وہ وضو کیا ہو اور اس میں نماز پڑھنا ممکن بھی ہو واجب ہے کہ اُسی میں نماز پڑھے نہ دوسری جگہ اور اس احتیاط کو ترک نہ کرے۔

مسئلہ نمبر ۱۲۔ اگر حوض کا پانی اور اُس حوض کی زمین اور کنارے غصبی نہ ہوں بلکہ مباح ہوں لیکن اسکی بعض اطراف میں کوئی غصبی اینٹ یا پتھر نصب کر دیا گیا ہو تو اُس حوض سے وضو کا صحیح

---

[1] پہلی صورت میں صحت وضو میں تامل اور اشکال ہے (ابوالحسن مدظلہ)

ہونا مشکل ہے مثل اُس برتن کے جس میں کسی طرف غصبی چیز کا جوڑ ہو کہ اُس سے بھی وضو صحیح نہیں ہوتا۔

مسئلہ نمبر ۱۳۔ ایسے مکان میں وضو کا صحیح ہونا بھی مشکل ہے جو خود تو غصبی نہ ہو بلکہ مباح ہو اور اس کے نیچے کی فضا[۱] غصبی ہو بلکہ وضو صحیح نہ ہوگا[۲] کیونکہ اُس کے ہاتھ کے کل کام غیر شخص کی چیز (فضا) میں تصرف کرنا ہوں گے۔

مسئلہ نمبر ۱۴۔ کوئی وضو کسی غصبی چیز کی حرکت کو مستلزم[۳] ہو (یعنی کسی وضو سے کسی غصبی چیز کو حرکت ہوتی ہو اور بغیر اس کو حرکت ہوئے وضو ہی نہ ہو سکتا ہو) جب بھی وضو باطل ہے۔

مسئلہ نمبر ۱۵۔ غصبی خیمہ وغیرہ کے اندر وضو کرنا اگر اس طرح ہو کہ یہ وضو اُس خیمہ میں تصرف[۴] کرنا سمجھا جائے مثلاً گرمی یا سردی ایسی سخت ہو کہ بغیر اُس خیمہ کے اندر بیٹھے وضو نہ ہو سکے تو یہ وضو بھی باطل ہے۔

مسئلہ نمبر ۱۶۔ اگر مباح پانی مثلاً بارش کا پانی غصبی جگہ سے بہہ کر یا گزر کر مباح جگہ میں آجائے تو اُس سے وضو کرنا یقیناً صحیح ہے اور اس میں کوئی اشکال نہیں ہے۔

مسئلہ نمبر ۱۷۔ اگر مباح پانی مثلاً بارش کا پانی کسی شخص کے مکان یا گڑھے یا برتن وغیرہ میں جمع ہو جائے۔ پس اگر ان چیزوں کا مالک اُس بارش کے پانی کو بھی اپنی ملکیت

۱۔ فضا اس خالی حصّہ کو کہتے ہیں جو کسی زمین کے اوپر آسمان کی طرف ہوتا ہے پس اگر کسی نے اپنی زمین میں مکان بنایا اور چھت سے آگے ایک چھوٹا سا برآمدہ نکال دیا جس کے نیچے دوسرے شخص کی زمین ہے تو اُس دوسرے شخص کی زمین اور اُس شخص کے برآمدہ کے درمیان اوپر سے نیچے تک جو خالی حصّہ ہے وہ اُس زمین کی فضا ہے اور چونکہ فضا بھی اسی شخص کی ملک ہوتی ہے جس کی زمین ہوتی ہے لہذا اُس شخص کے برآمدہ کے نیچے کا یہ خالی حصّہ اُسکی ملک نہیں ہے جس کا برآمدہ ہے بلکہ اُس کی ہے جس کی زمین اُسکے نیچے ہے پس اگر اس زمین کا مالک اُس فضا کی اجازت نہ دے تو اُس برآمدہ کا استعمال جائز نہیں ہے اور نہ اُس پر وضو جائز و صحیح ہے کیونکہ وہ غصبی چیز پر قائم ہے

۲۔ اس میں تامل ہے (ابو الحسن مدظلہ) ۳۔ یعنی وضو سبب اور باعث حرکت ہو (ابو الحسن مدظلہ)

۴۔ سردی یا گرمی کی حالت میں غصبی خیمہ کے نیچے وضو کرنا خیمہ میں تصرف کرنا نہیں کہا جا سکتا کیونکہ خیمے کے نیچے بیٹھنا اور وضو کرنا متحد نہیں ہے ان دونوں میں اتحاد نہیں ہے تاکہ ایک کا اثر دوسرے پر پڑے ایک کے جائز نہ ہونے سے دوسرا بھی جائز نہ ہو لہذا صورت مرقومہ میں وضو باطل نہ ہوگا (ابو الحسن مدظلہ)

میں لینا یا قبضہ میں رکھنا چاہے تو اُسی کا ہو جائیگا ورنہ اپنی حالت پر ہر شخص کیلئے مباح رہے گا۔ پھر اگر کوئی دوسرا شخص لے کر اُس پر قبضہ کر لے تو اب اسی کا ہو جائے گا۔ ہاں اُس شخص کے لئے اسکا گناہ ہوگا کہ دوسرے شخص کی چیز یعنی مکان یا گڑھے یا برتن میں بغیر اسکی اجازت کے تصرف کیا یعنی اُس کو چھوا اور اُس سے پانی نکالا اور پانی کی طرح دوسری عام مباح چیزوں کا بھی یہی حکم ہے مثل شکار کے جو کہیں جا کر گرے یا سیل دریا کسی چیز کو بہا کر کہیں پہنچادے یا پتہ گھاس خس و خاشاک وغیرہ کے جس کو ہوا اڑا کر کہیں گرادے یہ سب چیزیں بلا استثنا ہر شخص کے لئے مباح ہیں جس کے قبضہ میں آجائیں گی پس اسی کی مملوکہ اور مقبوضہ کہلائیں گی خواہ کسی جگہ پڑی ہوئی ہاتھ آئیں۔

مسئلہ نمبر ۱۸۔ اگر کوئی شخص کسی غصبی مکان میں غفلت (بھولے) سے چلا جائے اور فوراً نکلتے وقت جلدی سے اس طرح وضو کر لے کہ یہ وضو اُس میں دیر تک ٹھہرنے کا سبب اور فوراً نکلنے کے خلاف ہو (یعنی وضو کرنے میں جو تاخیر ہو۔ باوجود اس کے بھی کہا جائے کہ یہ فوراً اُس مکان سے نکل آیا) تو ظاہر یہ ہے کہ اُس کا وضو صحیح[۱] ہوگا کیونکہ ایسی حالت میں وہ حرام نہیں ہے۔ اسی طرح اگر جان بوجھ کر غصبی مکان میں چلا جائے تو گنہگار ہوگا مگر وہاں پہنچکر اگر اس گناہ سے توبہ کرلے اور اُس غصبی مکان میں ٹھہرنے سے بچنے کیلئے باہر آنا چاہے اور اسی حالت میں اس کے اندر وضو بھی کر لے تب بھی وضو صحیح ہو۔ ہاں اگر اندر پہنچکر توبہ نہ کرے اور اس سے نکلتے وقت غصبی مکان سے بھاگنے کا قصد بھی نہ کرے تو اب اُس سے نکلتے وقت جو وضو کریگا اُس کا صحیح ہونا مشکل ہے۔

مسئلہ نمبر ۱۹۔ اگر تھوڑا سا غصبی پانی مباح حوض میں پڑ جائے تو اگر اسے نکال کر اُس کے مالک کو واپس کر دینا ممکن ہو اور وہ پانی بھی اس قابل ہو تو اس حوض میں کسی قسم کا تصرف یعنی وضو کرنا یا ہاتھ دھونا وغیرہ جائز نہیں ہے اور اگر اس پانی کا واپس کرنا ممکن نہ ہو تو کہہ سکتے ہیں کہ اس حوض میں تصرف جائز ہے کیونکہ غصبی پانی کا حساب اب تلف شدہ چیزوں میں ہوگا لیکن پھر بھی اُس پانی کے مالک کو راضی کئے بغیر اس حوض کے استعمال کا صحیح ہونا مشکل ہے۔

---

[۱] جبکہ وضو سے تصرف زائد مکان غصبی میں نہ ہوتا ہو (ابوالحسن مدظلہ)

پانچویں شرط یہ ہے کہ وضو کا پانی جس برتن میں ہو وہ سونے یا چاندی کا نہ ہو ورنہ وضو باطل
ہوگا خواہ اس کے اندر ہاتھ ڈال کر پانی نکالیں یا اس سے انڈیل کر بدن پر پانی گرائیں اور
اس برتن میں جو پانی ہے خواہ اس کے علاوہ کوئی پانی ممکن ہو یا نہ ہو ہر حالت میں اس سے
وضو باطل ہے پس اگر ایسے برتن کے پانی کے سوا کوئی پانی ممکن ہی نہ ہو تو واجب ہے کہ
اس سونے چاندی کے برتن سے دوسری چیز کے برتن میں اس پانی کو انڈیلیں اور
اس سے وضو کریں اور اگر بغیر وضو کئے اس چاندی یا سونے کے برتن سے دوسرے برتن میں
پانی انڈیلنا بھی ممکن نہ ہو تو اب اس سے وضو کر لینا جائز ہے کیونکہ معلوم ہے کہ سونے
چاندی کے برتن کا استعمال کرنا حرام ہے اور اس میں کوئی چیز رکھ چکے ہوں تو اس کا
خالی کر لینا واجب ہے تاکہ کسی طرح بھی اس کا استعمال نہ ہو سکے اور اگر جہالت سے یا بھولے
یا غفلت سے سونے یا چاندی کے برتن میں وضو کر لیں تو صحیح ہوگا جیسا کہ غصبی برتنوں سے
بھی ان صورتوں میں صحیح ہے اور جب برتن کے سونے یا چاندی ہونے کا یقین نہ ہو بلکہ صرف
شک ہو اس سے وضو جائز ہے بلکہ دوسرے ہر قسم کے استعمالات بھی جائز ہیں ۔

مسئلہ نمبر ۲ - اگر کسی برتن سے اس کے غصبی یا سونے یا چاندی ہونے کا اعتقاد
کر کے وضو کر لیا اور بعد میں معلوم ہوا کہ وہ غصبی یا سونے چاندی کا نہ تھا تب بھی اس
وضو کا صحیح ہونا مشکل[1] ہے اگرچہ بعید نہیں ہے کہ صحیح ہو بشرطیکہ اس وضو سے قصد قربت
حاصل ہوا ہو ۔

چھٹی شرط یہ ہے کہ وضو کا پانی رفع خبث میں نہ استعمال کیا گیا ہو یعنی اس سے کوئی
نجس چیز مثل نجس کپڑا یا ہاتھ وغیرہ کے نہ پاک کی گئی ہو یعنی وہ پانی نہ ہو جو کسی نجس چیز پر
گرانے کے بعد کہیں جمع ہو گیا ہو اگرچہ خود وہ پانی بعد استعمال کے بھی پاک ہو مثل آب استنجا
کے ان شرائط کے ساتھ جو پہلے مذکور ہوئے اور اقوی یہ ہے کہ اس شرط میں کوئی
فرق واجبی اور مستحبی وضو میں نہیں ہے یہاں تک کہ حائضہ عورت کو جو مستحبی وضو کا حکم
ہے وہ بھی ایسے پانی سے وضو نہیں کر سکتی اور وہ پانی جو حدث اصغر کے رفع کرنے

له پہلے گذر چکا ہے کہ منحصر نہ ہونے کی صورت میں بلکہ بسا اوقات انحصار کی حالت میں بھی اگر چلو میں
پانی لیکر وضو کیا گیا ہے تو بظاہر وضو صحیح ہوگا (ابوالحسن مدظلہ)

مثلاً وضو کرنے میں استعمال کیا گیا ہو اور پاک ہو اس سے وضو کرنا بے اشکال جائز ہے۔
اور اقوی یہ ہے کہ جو پانی حدث اکبر کے رفع کرنے میں (مثل غسل جنابت کرنے میں)
استعمال کیا گیا ہو اور پاک ہو اس سے وضو کرنا بھی جائز ہے اگرچہ احوط[لے] یہ ہے کہ دوسرا
پانی ہوتے ہوئے ایسے پانی سے وضو نہ کریں اور جو پانی مستحبی غسلوں میں استعمال کیا گیا
ہو اور پاک ہو اس سے وضو کرنا بھی بے اشکال صحیح ہے یہ بھی سمجھ لینا چاہیئے کہ
حدث اکبر کے رفع میں جو پانی استعمال کیا گیا ہو اس سے مراد وہ پانی ہے جو غسل جنابت
یا غسل حیض کرتے وقت بدن سے بہہ کر کسی پاک جگہ یا پاک برتن میں جمع ہو گیا ہو۔ رہا
وہ جو برتن سے پانی نکالتے ہوئے چلو بھرتے یا جسم پر ڈالتے وقت بدن پر پہنچنے کے پہلے
ہاتھ یا برتن سے نیچے گر جاتا ہے پس وہ پانی حدث اکبر کے رفع کا استعمال شدہ نہیں ہے
لہذا اس سے وضو ہر حالت میں صحیح ہے اور اسی طرح وہ پانی جو غسل کرنے کے بعد برتن میں
باقی رہ جائے یا وہ قطرے جو اڑ کر برتن میں گر جائیں وہ اگرچہ بدن سے گریں پھر بھی وہ حدث
اکبر کے استعمال شدہ نہیں ہیں پس ان سب سے بھی بے اشکال وضو صحیح ہے اور اگر جہالت یا
بھولے سے بھی ایسے پانی سے وضو کر لیں جو رفع خبث میں استعمال کیا گیا ہو تب بھی وضو باطل ہوگا
اور اگر ایسے پانی سے وضو کریں جو حدث اکبر کے رفع کرنے میں استعمال کیا گیا ہو تو احوط یہ ہے کہ
اس کو کافی نہ سمجھیں نہ اس سے کوئی عبادت وغیرہ کا کام کریں بلکہ دوسرے پانی سے دوبارہ وضو کریں
ساتویں شرط یہ ہے کہ پانی استعمال کرنے سے کوئی چیز مثل مرض یا پیاس[لے] یا کسی
دوسرے ضرر وخوف وغیرہ کے مانع نہ ہو کیونکہ ایسی حالت میں پانی رہتے ہوئے بھی وضو صحیح نہ ہوگا
اور تیمم کرنا لازم ہوگا نہ کہ وضو۔ چنانچہ اگر جان کر اس حالت میں کوئی وضو کر لے گا تو باطل
ہوگا اور اگر پانی کا ضرر کرنا معلوم نہ ہو تو وضو صحیح ہے اگرچہ درحقیقت پانی ضرر بھی کرے لیکن
احوط[لے] یہ ہے کہ ایسے وقت میں یا دوبارہ وضو کرے یا تیمم کرے۔
آٹھویں شرط یہ ہے کہ وقت اتنا وسیع ہو جس میں وضو اور نماز دونوں ادا ہو سکیں اس

لے یہ احتیاط ترک نہ کرنی چاہیئے (ابو الحسن مدظلہ)

لے جبکہ پیاس خوفناک ہو اور اسکے برداشت کرنے میں تکلیف شدید ہو اور ہلاکت سے اطمینان ہو ضرر کا اندیشہ نہ ہو تو ایسی حالت میں وضو کا صحیح ہونا بعید نہیں ہے اگرچہ ایسے وقت میں تیمم بھی جائز ہے (ابو الحسن مدظلہ)

لے اس احتیاط کو ترک نہ کرنا چاہیئے (ابو الحسن مدظلہ)

طرح کہ وضو کرنے سے نماز کی ایک رکعت بھی خارج وقت میں ادا نہ ہو کہ اگر وقت اتنا بھی تنگ ہوگا تو وضو صحیح نہ ہوگا بلکہ تیمم کرنا واجب ہوگا۔ ہاں اگر وقت اتنا کم ہو کہ تیمم کرنے سے بھی نماز کی کوئی رکعت وقت سے خارج ہو جائے اس طرح کہ تیمم بھی اتنی ہی دیر میں یا اس سے بھی زیادہ دیر میں ہو جتنی دیر میں وضو ہوتا ہے تو اس وقت وضو ہی کرنا معین اور واجب ہے اور پہلی صورت میں جبکہ اس کو تیمم کا حکم ہے اگر باطہارت رہنے یا کسی دوسری غرض کیلئے یا صرف قربت کی نیت سے وضو کرلے گا تو صحیح ہوگا اور اگر خاص اس نماز کیلئے کریگا جس کا وقت تنگ رہ گیا ہے تو باطل ہوگا اس سبب سے کہ اس وقت اس وضو کا حکم ہی نہیں ہے ہاں اگر اس وضو کے وقت اس کا قصد اس نماز کا بطور داعی رہا ہوگا نہ بطور تقیید تو بھی یہ وضو صحیح ہوگا ؛

مسئلہ نمبر ۲۱ - جس حالت میں پانی نقصان کرتا ہو اگر بغیر وضو کی نیت کئے ہوئے اسی بدن کو جس پر پانی ضرر کرتا ہے پانی میں ڈبوئیں یا اس پر پانی ڈالیں اور ضرر بھی پہنچے پھر اس کے بعد وضو کرلیں تو اگر اس وضو سے وہ ضرر زیادہ نہ ہو جو پہلے پانی ڈالنے سے ہو چکا ہے تو وضو صحیح ہے لیکن پہلے جو پانی ڈالا ہے اور جس سے نقصان ہو چکا ہے تو اس کے سبب سے گناہگار ہو گیا۔

نویں شرط یہ ہے کہ وضو کرنے والا حالت اختیار میں (یعنی جب کوئی مجبوری نہ ہو) وضو کے افعال خود ہی انجام دے کیونکہ اگر اختیار رہتے ہوئے کوئی دوسرا شخص وضو کردیگا یا وضو کرنے میں مثلاً ہاتھ دھونے یا مسح کرنے میں مدد دیگا تو وضو باطل ہوگا رہے وہ افعال جو وضو کے مقدمات ہیں (یعنی وضو کے افعال جن امور پر موقوف ہیں کہ پہلے وہ امور ہو جائیں اسکے بعد افعال وضو ہو سکیں) تو ان کی کئی قسمیں ہیں۔ پہلے مقدمات بعیدہ مثل پانی کھینچنے یا لانے یا گرم کرنے یا وضو کی جگہ لاکر رکھنے کے۔ اس قسم کے مقدمات کو دوسرا شخص انجام دے تو کوئی ہرج نہیں ہے دوسرے مقدمات قریبہ مثلاً چلو میں پانی وغیرہ ڈالنے کے، اس قسم کے مقدمات کو بھی دوسرا شخص انجام دے تو نا جائز نہیں ہاں مگر وہ ہی تیسرے اس سے بھی قریب مقدمات مثل بدن پر پانی ڈالنے کے اس طرح کہ دوسرا شخص منہ پر پانی ڈال دے اور وضو کرنے والا خود اپنے ہی ہاتھ سے منہ کو دھوئے۔ اس قسم کے کاموں میں اگرچہ خود وضو کرنے والا بھی اپنے بدن پر پانی پھیرے اور دھوئے پھر بھی دوسرے کا مدد کرنا اشکال سے خالی نہیں ہے یعنی اس صورت میں وضو کا صحیح

ہونا مشکل نظر آتا ہے مگر ظاہر یہ ہے کہ یہ صورت بھی جائز ہے اور وضو صحیح ہو جائیگا۔ پس وضو یقیناً
صرف اُسی صورت میں باطل ہو گا جب دُوسرا شخص وضو کرا دے یعنی بدن دھوئے یا دھونے
میں شریک ہو۔ اس طرح کہ ملازم اور وضو کرنے والا دونوں بلکہ مُنہ ہاتھ پر پانی بھی ڈالیں اور
دونوں مِل کر ساتھ ہی دھوئیں بھی بس اِسی صورت میں بطلان وضو کا انحصار ہے ۔

مسئلہ نمبر ۲۲- پرناد وغیرہ سے پانی بہتے وقت کوئی شخص اپنے مُنہ یا ہاتھ کو اُس کے
نیچے وضو کی نیت سے رکھدے اور پانی مُنہ یا ہاتھ پر خود جاری ہو جائے تو وضو صحیح ہے اور
یہ جو حکم ہے کہ خود وضو کرنے والے ہی کو اپنے ہاتھ سے اپنے بدن پر پانی جاری کرنا اور دھونا
چاہیئے وہ اس صورت کے منافی نہیں ہے بلکہ یہ کہنا بھی ممکن ہے کہ اگر کوئی شخص اُوپر
سے پانی گراتا ہو اور اُسکا قصد یہ نہ ہو کہ اُس کے نیچے کا کوئی شخص وضو کرلے اور نیچے
کا کوئی شخص پانی گرتے دیکھکر وہاں اپنے مُنہ یا ہاتھ کو وضو کی نیت سے رکھدے
اور پانی اُس کے تمام بدن پر جاری ہو جائے تب بھی وضو صحیح ہوگا اور یہ صورت بھی اس قسم
میں داخل نہ ہوگی جس میں دُوسرا شخص کسی کو وضو کرنے میں مدد دیتا ہے ۔

مسئلہ نمبر ۲۳- اگر کسی شخص سے خود وضو کرنا ممکن نہ ہو تو مجبوراً دُوسرے سے
وضو کرانا جائز ہے بلکہ واجب ہے اگرچہ اس (دوسرے سے وضو کرانے) میں اسکو اُجرت
بھی دینی پڑے (یعنی اُجرت دینا اور وضو کرنا دونوں واجب ہیں) پس جب دوسرے سے
وضو کرائے تو چاہیئے کہ خود تو وضو کی نیت کرے اور وہ دُوسرا شخص بدن دھوئے اور
اگر یہ صورت ممکن ہو کہ دُوسرا شخص وضو کرانے والے کے ہاتھ میں ہی ڈالے اور اُس ہاتھ کو پکڑ
کر اُسی سے اُسکا مُنہ یا ہاتھ دھوئے تو ایسا کرنا واجب ہے یا نہیں۔ اقویٰ یہ ہے کہ واجب
نہیں ہے کیونکہ دوسرے شخص کے وضو کرانے کا مطلب یہ ہے کہ وہ بدن پر پانی جاری
کرے پس خواہ وہ ہاتھ لگائے یا نہ لگائے جب وہی وضو کرائے گا تو اُسی کا وضو کردینا
قرار پائیگا کیونکہ ہاتھ تو صرف آلہ ہے اور اس صورت میں فرض بھی کیا ہے کہ دُوسرے
ہی شخص نے بدن دُھلایا لہذا وُہ وضو کرانے والے کے ہاتھ سے وضو کرائے یا خود کردے
دونوں برابر ہیں مگر احوط یہی ہے کہ ممکن ہو تو وضو کرانے والے کے ہاتھ سے ہی اسکا بدن دُھلائے
یعنی اُس کے چُلّو میں پانی ڈالے پھر اس چُلّو کو پکڑ کر اُس کے مُنہ اور ہاتھ کو دھوئے۔ ہاں
مسح میں ضروری اور واجب ہے کہ منوب عنہ (جس کو باوضو ہونے کی تکلیف شرعی ہو

اور خود وضو کرنے سے معذور ہے) کے ہاتھ ہی سے ہو یعنی دوسرا شخص اُس کا ہاتھ پکڑ کر سر اور پیر پر لے جائے اور مسح کے لئے کھینچے اور مسح کراوے اور اگر یہ صورت بھی ممکن نہ ہو تو اُس کے ہاتھ میں جو تری ہو اُس کو لے کر نائب وضو اپنے ہاتھ سے مسح کر دے[1] اور اگر کوئی شخص پورے وضو کو تو خود نہیں کر سکتا مگر بعض کو کر سکتا ہے اور بعض کو نہیں تو واجب ہے کہ جس کو کر سکتا ہے اُس کو خود کرے اور جس کو نہیں کر سکتا اُس کو دوسرے سے کرائے۔

دسویں شرط ترتیب ہے یعنی پہلے مُنہ اس کے بعد داہنے ہاتھ پھر بائیں ہاتھ کا دھونا اس کے بعد پہلے سر کا پھر پاؤں کا مسح کرنا کہ اگر اسکے خلاف کیا جائیگا تو وضو باطل ہوگا لیکن ایک عضو کے ہر جزو میں ترتیب واجب نہیں ہے ہاں ہر عضو میں اعلیٰ فالاعلیٰ کی مُراعاۃ کرنا (یعنی سب سے اوپر کے مقام سے دھونا شروع کرنا) واجب ہے پس اگر ترتیب کے خلاف وضو ہوگا خواہ جہالت سے ہو یا بھُولے سے جبکہ وضو سے فارغ ہونے اور موالات کے فوت ہو جانے کے بعد اسکو یاد آئے کہ ترتیب بدل گئی تو وضو باطل ہے اور اگر وضو کرنے ہی میں خیال آئے کہ بعض افعال ترتیب کے خلاف ہو گئے ہیں اور اس کی نیت بھی فاسد تھی یعنی اسی طرح خلاف ترتیب وضو کرنے کی نیت کی تھی تب بھی وضو باطل ہے اور اگر نیت فاسد نہ تھی تو وضو باطل نہیں ہے بلکہ جہاں سے خلافِ ترتیب کیا ہے۔ وہیں سے پھر دوبارہ موافق ترتیب کے وضو کر لے تو صحیح ہے مثلاً مُنہ دھونے کے بعد پہلے بایاں ہاتھ دھو لیا پھر داہنا دھویا اور اب خیال آیا کہ بایاں ہاتھ پہلے دُھل گیا ہے تو پہلے جو بایاں دھویا ہے اُس کو کالعدم سمجھے اور داہنا ہاتھ دھوئے پھر دوبارہ بایاں دھوئے پھر سر و پا کا مسح کرے اور وضو کے افعال میں ترتیب ہر حالت میں واجب اور شرط ہے خواہ وضو ترتیبی ہو (یعنی پانی چلّو میں لیکر مُنہ اور ہاتھ دھوئے) یا ارتماسی (پانی میں بدن ڈبو کر وضو کرے)۔

---

[1] اس صورت سے مسح کا کافی ہونا اور اسی مسح پر اکتفا کرنا اشکال سے خالی نہیں لہٰذا احتیاط اِسی میں ہے کہ اس عنوان سے مسح بھی کیا جائے اور اس کے بعد تیمم بھی کیا جائے تب اس وضو کو نماز کے لئے کافی سمجھا جائے ورنہ مشکل ہے (ابوالحسن مدظلہ)

گیارھویں شرط موالات ہے یعنی وضو میں ایک عضو دھونے کے بعد دوسرے عضو کے دھونے میں اتنی دیر نہ کریں کہ اس وقت تک سابق عضو کا کل حصہ خشک ہو جائے۔ پس اگر کسی عضو کے شروع کرنے میں اتنی دیر ہو گئی کہ پہلے جو عضو دھل گیا ہے وہ سب خشک ہو گیا (مثلاً منہ اور داہنا ہاتھ دھونے کے بعد بایاں ہاتھ دھونے میں اتنی دیر ہو گئی کہ اس کے دھونے کے وقت منہ اور داہنا ہاتھ پورا خشک ہو چکا) تو وضو باطل ہے اور اگر صرف وہی عضو خشک ہوا ہے جس کو اس کے بعد دھونے کا ارادہ ہے اور باقی مقامات میں تری باقی ہے (مثلاً منہ اور داہنا ہاتھ دھونے کے بعد بایاں ہاتھ دھونے میں اتنی دیر ہوئی کہ داہنا ہاتھ خشک ہو گیا اگرچہ اس کے قبل جو منہ دھویا تھا وہ خشک نہیں ہوا ہے بلکہ اس میں تری باقی ہے) تب بھی احوط[1] یہ ہے کہ اس وضو کو باطل سمجھیں اور دوبارہ کریں۔ یہ بھی جاننا چاہیے کہ موالات یعنی سابق عضو کا خشک نہ ہونا جو وضو کے صحیح ہونے کی شرط ہے اس کا یہ مطلب ہے کہ ایک عضو کے دھلنے یا مسح کرنے کے بعد دوسرے عضو کے دھونے یا مسح کرنے میں اتنی دیر نہ کریں اور اتنا فصل نہ ہو جائے جس سے سابق دھلا ہوا یا مسح کیا ہوا عضو سوکھ جائے کہ اتنی دیر کرنے سے اگر سابق عضو خشک ہو جائے گا تو وضو باطل ہوگا اور اگر افعال وضو کو جلدی جلدی کریں۔ پھر بھی عضو کی حرارت یا حمام کی گرمی سے یا اسی طرح کسی اور وجہ سے سابق عضو خشک ہو جائے تو اس حالت میں وضو باطل نہیں ہوگا پس درحقیقت وضو کے صحیح ہونے کی شرط صرف یہ ہے کہ ان دونوں باتوں میں کوئی ایک بات پائی جائے ۔

(الف) یا سابق عضو کا خشک نہ ہونا یعنی جس عضو کو دھونا یا اس پر مسح کرنا چاہیں اس کے پہلے کے دھلے یا مسح کئے ہوئے عضو پر اس وقت تک تری باقی ہو اور خشک نہ ہو خواہ جس طرح بھی وہ تری باقی ہو مثلاً موسم کی برودت یا رطوبت کی وجہ سے تری باقی رہ جائے اگرچہ عضو لاحق کے دھونے میں تاخیر ہو گئی ہو پھر بھی وضو صحیح ہے ۔

(ب) یا عرفی موالات یعنی اعضاء وضو کا پے در پے اور جلدی جلدی دھونا اگرچہ باوجود اس کے بھی سابق اعضا خشک ہوتے جائیں تب بھی وضو باطل نہ ہوگا اور بعض علما نے فرمایا ہے

[1] اگرچہ اقوی صحت وضو ہے اور دوبارہ وضو کا واجب نہ ہونا ہے (ابوالحسن مدظلہ)

کہ موالات یعنی پے درپے دھونا وضو میں واجب ولازم ہے پس اگر موالات اول حاصل ہوجائے یعنی عضو سابق خشک نہ ہو اُس پر تری باقی رہے تو موالات دوم (پے درپے دھونے) کو ترک کرنے سے وضو باطل نہ ہوگا۔ ہاں یہ بھی معلوم رہنا چاہئے کہ سابق بدن میں تری باقی رہنے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ وہ عضو پورا پورا تر رہے بلکہ یہ کہ اُس عضو میں کچھ بھی تری ضرور ہو کہ اگر بالکل خشک ہوجائیگا تو موالات جاتی رہے گی اور وضو باطل ہوجائیگا اور ذرہ بھر بھی تری باقی رہیگی تو موالات باقی رہیگا اور وضو صحیح ہوگا۔

مسئلہ نمبر ۲۴۔ اگر وضو کرکے نماز شروع کردی پھر خیال آیا کہ کوئی جزو مسح کا بھول گیا ہے یا پورا مسح بھول گیا ہے پس اگر عضو پہ کہیں بھی تری نہیں ہے تو نماز اور وضو دونوں باطل ہیں اور اگر کسی جگہ تری موجود ہے تو اس کو لیکر مسح کرے اور پھر سے نماز پڑھے۔

مسئلہ نمبر ۲۵۔ اگر ہاتھ دھوکر چند قدم راہ چلیں اُس کے بعد مسح کریں تو کوئی حرج نہیں اور مسح صحیح ہوگا اسی طرح اگر ایک یا دو عضو وضو دھوکر کہیں جائیں اور آئیں اور سابق عضو میں تری رہتے ہوئے بقیہ عضو کو دھوئیں تب بھی وضو صحیح ہوگا بلکہ راہ چلتے وضو کرنا بھی صحیح ہے۔

مسئلہ نمبر ۲۶۔ اگر موالات بھولے سے چھوٹ گیا اور تتابع عرفی بھی جاتا رہا یعنی دیکھنے میں بھی عضو جلد جلد نہ دھلا تو وضو باطل ہے اسی طرح اگر اُس وقت سمجھا کہ سابق عضو ابھی خشک نہیں ہوئے پایا ہے اور بعد کو معلوم ہوا کہ خشک ہوگیا تھا جب بھی وضو باطل ہے۔

مسئلہ نمبر ۲۷۔ اگر داہنا ہاتھ دھوتے وقت مُنہ خشک ہوگیا مگر جو ڈاڑھی نیچے لٹک رہی ہے یا جو عضو وضو کی حدود سے باہر ہے اُس میں تری موجود ہے تو اُس تری کا موالاۃ کے لئے کافی ہونا مشکل ہے لہذا وضو کو باطل سمجھنا چاہئے۔

بارھویں شرط نیت ہے جس کی تعریف یہ ہے کہ کسی کام (مثلاً وضو) کا قصد صرف اس وجہ سے کریں کہ خدا نے اس کا حکم دیا ہے اور اس کی کئی صورتیں ہیں (الف) محض اس خیال سے کرنا کہ خدا نے اسکا حکم دیا ہے اور اس کا ہر حکم ماننا چاہئے چونکہ وہ اس امر کے لائق اور سزاوار ہے کہ اُس کی اطاعت اور فرمانبرداری کی جائے یہ سب سے بہتر اور اعلیٰ صورت ہے۔

(ب) بہشت میں جانے اور جہنم سے بچنے کیلئے یہ سب ادنیٰ صورت ہے اور ان دونوں کے درمیان سب صورتیں وسط کی ہیں اور نیت کو زبان سے ادا کرنا یا دل میں خاص طرح سوچنا ضروری نہیں ہے بلکہ دل میں صرف کسی کام کے لئے آمادہ ہوجانا کافی ہے اور نیت ہوجائیگی

اس طرح مثلاً کہ اگر کوئی پوچھے کہ کیا کرتے ہو تو فوراً کہہ دے کہ وضو کرتا ہوں اور اگر اُس وقت
غافل ہو جائے اس طرح مثلاً کہ کوئی پوچھے کہ کیا کرتے ہو تو فوراً نہ بتا سکے اور حیران ہو کر خاموش
ہو جائے تو یہ نیت نہیں ہوگی اور معلوم ہوگا کہ اس وقت جو کام کر رہا تھا وہ بغیر نیت کے تھا
اگرچہ اُس کام کے شروع کرنے سے پہلے اس کا ارادہ اسی کام کا تھا اور اس نے سب سامان
اسی کے مہیا کئے تھے لیکن چونکہ وہ کام کرتے وقت وہ اُسکے ارادہ سے غافل ہو گیا لہذا وہ
کام صحیح نہ ہوگا اور واجب ہے کہ نیت عمل کے شروع سے آخر تک باقی رہے کہ اگر درمیان میں
اُس کام کے خلاف کی نیت کر لے یا متردد ہو جائے اور دوسرا کوئی کام کرنے لگے تو وہ عمل باطل
ہوگا۔ ہاں اگر پھر پہلی نیت کر لے اور موالات بھی اُس وقت تک باقی ہو تو وہ عمل جو غفلت کے
وقت کیا ہے دوبارہ کر لینے سے صحیح ہوگا اور کسی کام کی نیت میں اُس کام کے واجب یا مستحب
ہونے کا لحاظ کرنا واجب نہیں ہے اور نہ یہ واجب ہے کہ اُس کے واجب ہونے کی وجہ اور سبب
کا خیال کرے پس واجب نہیں ہے کہ یہ خیال کرے کہ مَیں واجبی یا مستحبی وضو کرتا ہوں یا یہ کہ
مَیں اس لئے وضو کرتا ہوں کہ یہ واجب ہے مستحب ہے یا مَیں اس وجہ سے وضو کرتا ہوں کہ اس
میں کوئی مصلحت ہے جس سے خدا نے اسکا حکم دیا ہے بلکہ محض قربت کی نیت کرنی اور اُس کو
مطلوب خدا ہونے کے خیال سے بجا لانا کافی ہے بلکہ اگر واجبی وضو میں مستحبی کا یا مستحبی وضو
میں واجبی کا قصد کرے تو اگر یہ قصد کرنا تشریع کی طرف راجع نہ ہو اور بروجہ تقیید بھی نہ ہو
تب بھی وضو صحیح ہے۔ پس اگر کوئی شخص یہ اعتقاد کرکے کہ نماز کا وقت داخل ہو چکا اور وضو
بہ نیت وجوب وصفاً یا غایۃً کر لے پھر معلوم ہو کہ وہ اعتقاد غلط تھا قبل از وقت وضو کر لیا تو
وہ وضو صحیح ہوگا بشرطیکہ یہ وضو بروجہ تقیید نہ ہو ورنہ باطل ہوگا مثلاً اس طرح کہے کہ وضو
کرتا ہوں مَیں بوجہ واجب ہونے کے تو باطل ہوگا اور تشریع کی طرف راجع نہ ہونے کا یہ مطلب
ہے کہ اپنی رائے کسی واجبی وضو کو مستحبی سمجھ کر یا مستحبی کو واجبی سمجھ کر نہ کرے کہ خدا نے جس چیز
کو واجب کہا ہے اُس کو مستحبی اور جس کو مستحبی کہا ہے اُس کو واجبی سمجھنا تشریع ہے یعنی شریعت
میں دخل دینا ہے جو حرام ہے اور تقیید کا یہ مطلب ہے کہ کسی ایک چیز کی خصوصیت کرے
مثلاً یہ خیال کرلے کہ یہ واجبی ہی وضو کرتا ہوں مستحبی نہیں ۔

مسئلہ نمبر ۲۸۔ اقویٰ یہ ہے کہ وضو میں حدث کے رفع یا اُس کام کے مباح ہونے
کا لحاظ کرنا واجب نہیں ہے اور نہ اُس غرض کی نیت کرنی واجب ہے جس کے لئے اسکو

وضو کا حکم ہے اسی طرح اُس حدث (مثلاً پیشاب کرنے یا سو جانے) کے رفع ہونیکا معین اور قصد کرنا بھی واجب نہیں ہے جس کی وجہ سے وضو کرنا ہوا ہے) ہاں یہ جو کہا کہ اُس غرض کی نیت کرنی واجب نہیں ہے تو اسکا مطلب یہ ہے کہ یہ نیت کرنی وضو کے صحیح ہونے کی شرط نہیں ہے ورنہ اُس غرض کے امتثال امر کیلئے تو قصد کرنا شرط ہے یعنی اُس غرض کا قصد کیا تو جو حکم اُس کی وجہ سے وارد ہوا ہے اُسکو بجالایا اور اگر اسکا قصد نہ کیا تو جس چیز کا حکم دیا گیا ہے وہ صرف ادا ہو گئی اور اس کا امتثال نہ ہوا مثلاً نماز یا قرآن پڑھنے کیلئے مستحبی وضو کا حکم ہے پس اگر وضو کرتے وقت نماز یا قرآن پڑھنے کا قصد نہ کیا تو جو حکم نماز یا قرآن پڑھنے کے لئے وضو کا ہے وہ بجا نہ لایا اگرچہ وضو ادا ہو گیا باین معنی کہ جب تک یہ وضو باقی ہے اُس وقت تک دوسرا وضو کرنے کی ضرورت نہیں ہے لہٰذا وضو میں اُس کی غرض کی نیت کی شرط نہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ نیت وضو کے صحیح ہونے کی شرط نہیں ہے اگرچہ امتثال حکم کے متحقق ہونے کی شرط ضرور ہے ہاں بعض اوقات کسی حکم کا ادا ہونا اُس کے امتثال کرتے ہی پر موقوف ہوتا ہے پس اس وقت بغیر اُس غرض کی خاص نیت کئے ہوئے وہ کام ادا بھی نہ ہوگا مثلاً اگر کوئی یہ نذر کرے۔ کہ فلاں کام کیلئے میں وضو کروں گا اور وضو کے وقت خاص اُس غرض کا خیال نہ کیا تو نذر کرنے سے جو حکم اُس پر واجب ہوا تھا وہ ادا نہ ہوا اور نہ امتثال ہوا اگرچہ اُس کا وضو صحیح ہوا کیونکہ نذر والا وضو تو اُس وقت ادا ہوتا جب کرتے وقت خاص اُس کا قصد بھی کرتا لہٰذا وہ نذر کا وضو ابھی اُس پر واجب رہیگا اور چاہئے کہ پھر خاص اُسی غرض کے خیال سے وضو کرے جس سے وہ ادا بھی ہو جائے گا اور اس حکم کا امتثال بھی ہوگا۔

تیرھویں شرط خلوص ہے یعنی چاہئے کہ وضو خالصاً لوجہ اللہ انجام دیا جائے کہ اگر اس میں ریاء (لوگوں کو دکھانے) کی غرض بھی شامل ہوگی تو وضو باطل ہو جائے گا خواہ جس طرح بھی ریا شریک ہو جائے یعنی خواہ وضو کی اصلی غرض قربتِ خدا ہو اور اثناء میں ریا کا خیال بھی اُس میں داخل ہو جائے یا ریا ہی اصلی غرض ہو اور قربتِ خدا کا خیال اُس میں شریک ہو جائے یا ریاء اور قربتِ خدا دونوں ہی اصلی غرض ہوں ہر حالت میں وضو باطل ہے۔ اسی طرح ریاء خواہ اصل عمل میں ہو یا اسکی کیفیات یا اجزاء میں یہاں تک کہ اقویٰ یہ ہے کہ اگر واجبی عمل کے کسی مستحبی جزو[1] میں بھی ریا شریک ہوگا تو پورا عمل باطل ہو جائیگا

[1] اس میں اشکال ہے بلکہ اس میں ریا ہونے سے وضو کا باطل ہونا بعید ہے (ابوالحسن مدظلہ)

اور ریا کا خیال خواہ کسی عمل کے شروع ہی سے ہو یا اثناء میں پیدا ہو جائے یا بعد کو اس کی توبہ کر لے یا نہ کرے غرض کسی طرح بھی ریا رکسی عمل میں شریک ہو جائے تو اس سے پورا عمل باطل ہو جائے گا کیونکہ ریا کے متعلق حدیثوں میں خدا کا یہ حکم وارد ہے انا خیر شریک من عمل لی ولغیری ترکتہ لغیری (میں بہتر شریک ہوں تو جو شخص کوئی کام میرے لئے اور غیر کے لئے بھی کریگا تو اس کو میں غیر ہی کیلئے چھوڑ دوں گا) اور یہ بھی فرمایا من اشرکنی فی عمل لا اقبل (جو مجھے کسی عمل میں شریک کریگا اس عمل کو میں قبول نہ کروں گا) لیکن ریا سے عمل اسی وقت باطل ہوگا جب اس عمل کا اصلی محرک اور سبب ہو یا اس کام کی جو غرض اور محرک ہو اس کا جزو یا ضمیمہ ہو۔ پس اگر ریا کا صرف خیال دل میں آئے محض خطور ریا کا دل میں ہو اور اس عمل کی اصلی غرض یا اسکا جزو اور ضمیمہ نہ ہو بلکہ اس کی غرض اصلی اور مقصود قلبی صرف قربتِ خدا ہو تو اس صورت میں وہ عمل باطل نہ ہوگا۔ وضو صحیح رہیگا اور اگر کسی عمل میں شک ہو کہ اسکا سبب اور مقصود محض قربتِ خدا ہے یا ریا بھی شریک ہے تب بھی وہ عمل باطل ہوگا کیونکہ جو خلوص عمل کے صحیح ہونے کی شرط ہے وہ محفوظ اور باقی نہیں رہا۔ یہ تو ریا کی حالت تھی۔ رہا عُجب (یعنی اپنی عبادت پر خوش ہونا) پس اگر وہ عمل کے بعد دل میں پیدا ہو تو عمل باطل نہ ہوگا اور اگر عمل کرتے وقت ہی ہو تب بھی باطل نہ ہوگا مگر احوط یہ ہے کہ اسکو دوبارہ کر لیں۔ رہا سمعہ (یعنی سنانے اور مشہور کرنے کیلئے کوئی عبادت کرنا) تو اگر عمل کی اصلی غرض یا اس کا جزو ہو تو وہ عمل باطل ہوگا ورنہ نہیں جیسا کہ ریا کی حالت ہے پس اگر صرف قربتِ خدا کی نیت سے عمل کرے مگر لوگ اسکو جان لیں تو اس پر خوش ہو نہ یہ کہ ان کی جاننے کیلئے ہی وہ کام کرے تو اس سے وہ عمل باطل نہ ہوگا۔ پھر بھی ہر شخص کو اسکا خیال رکھنا ضروری ہے کہ اس کے عمل میں کسی طرح ریا یا سمعہ یا عُجب کا خیال نہ شریک ہونے پائے کیونکہ شیطان بڑا دھوکہ دینے والا اور صریح دشمن ہے اور ان تینوں کے علاوہ کوئی غرض کسی عمل خیر کی نیت میں قربتِ خدا کے ساتھ شریک ہو جائے تو اگر وہ فی نفسہ اچھی ہے مثلاً وضو کرتے وقت یہ بھی خیال ہو کہ اس کا وضو دیکھکر دوسروں کو وضو کرنا آجائے تو اگر قربتِ خدا اصلی اور غیر کی تعلیم ضمنی غرض ہو یا دونوں اصلی غرض ہوں تو وضو صحیح ہوگا اور اگر دوسرے کو سکھانا اصلی اور قربتِ خدا ضمنی یا دونوں کا مجموعہ اصلی غرض ہو تو وضو باطل ہوگا۔ اور اگر وہ غرض فی نفسہ مباح یعنی نہ اچھی ہو نہ بُری مثلاً قربتِ خُدا کے ساتھ بدن کا ٹھنڈا کرنا بھی

مقصود ہو تو بھی اقوی یہ ہے کہ وضو باطل ہوگا بلکہ احوط یہ ہے کہ اگر دونوں اصلی غرض ہوں تب بھی اس وضو کو باطل سمجھ کر پھر کرے اور اگر وہ دوسری غرض بھی ریا اور سمعہ کی طرح حرام ہو تو اس سے بھی وضو باطل ہوگا۔ ریا کے مثل یہ غرض بھی وضو کو باطل کر دے گی کیونکہ حرام غرض سے اچھے کام کا کرنا بھی حرام ہے اور باطل ہوتا ہے۔ ہاں ریا اور دوسری حرام اغراض میں فرق یہ ہے کہ اگر کسی عمل کو شروع کرتے وقت قربتِ خدا کے سوا کوئی غرض نہ ہو۔ لیکن اثناءِ عمل میں دوسری کسی حرام غرض کا خیال شریک ہو جائے تو صرف وہی جزو باطل ہوگا جسکے بجالاتے وقت اُس حرام امر کی نیت شریک ہوگئی تھی لہٰذا اگر اُس حرام غرض کا خیال ترک کر کے اور موالاۃ رہتے ہوئے اس جزو کو دوبارہ کر لے تو صحیح ہوگا بلکہ اگر وہ جزو مستحبی ہو اور دوبارہ اُس کو نہ بجالائے تو بھی اصل عمل صحیح ہوگا برخلاف ریا کے جیسا کہ ابھی ابھی گذرا کہ اُس کے دل میں آتے ہی پورا عمل باطل ہو جاتا ہے مثل حدثِ اصغر کے کہ اگر وضو کرنے میں ریح خارج ہو جائے تو پورا عمل باطل ہو جائیگا ؛

مسئلہ نمبر ۲۹ - کوئی عمل ختم ہو جانے کے بعد ریا کا خیال دل میں آجائے تو وہ باطل نہ ہوگا ؛

مسئلہ نمبر ۳۰ - اگر عورت ایسی جگہ وضو کرے جہاں اُسکو نامحرم دیکھتا ہو اور اُس سے اُس عورت کا قصد بھی یہ ہو کہ نامحرم اُس کو دیکھے تب بھی اُس کا وضو باطل نہ ہوگا ؛

مسئلہ نمبر ۳۱ - ایک وقت میں وضو کے بہت سے اغراض واسباب جمع ہو سکتے ہیں۔ جس میں کوئی اشکال نہیں مثلاً نماز کا وقت داخل ہو جائے اور اُسے قضا نماز کا بھی ادا کرنا اور حروف قرآن کے چھونے کی نذر اور قرآن پڑھنے کا ارادہ اور زیارتِ مشاہدِ مقدسہ کا قصد اور خیال بھی ہو اور اس میں بھی کوئی اشکال نہیں کہ کل کاموں کی نیت سے صرف ایک وضو سب کے لئے کافی ہے اور کل غرضوں کا امتثال ہو جائیگا بلکہ اگر وضو کے وقت نیت ایک ہی کام کی ہو تب بھی سب کے لئے کافی ہے اور کل اغراض ادا ہو جائیں گے لیکن امتثال صرف اُسی حکم کا ہوگا جس کی خاص نیت سے وضو کیا ہے اور اس پر یہ اعتراض نہیں ہو سکتا جبکہ کئی وضو کا حکم ہے تو ایک ہی سبب کے لئے کیونکر کافی ہو جائے گا اگرچہ یہ بھی کہا گیا ہے کہ کئی وضو کا حکم نہیں ہے بلکہ ایک ہی ہے صرف اس کی وجہیں بہت سی ہیں۔ ہاں اس امر میں البتہ اشکال ہے کہ ماموربہ یعنی جس چیز کا حکم دیا گیا ہے (مثلاً وضو) وہ بھی کئی ہو سکتا ہے اور یہ کہ باوجود

اس کے ایک ہی وضو کا کافی ہو جانا تداخل کے ملو پر ہوگا (یعنی ایک وضو دوسرے تیسرے میں ملجائیگا جس سے پھر دوسرے وضو کی ضرورت نہ رہیگی) یا مامور بہ کئی نہیں ہو سکتا اور تداخل نہ ہوگا بلکہ متعدد وضو کرنے پڑیں گے۔ بعض علماء پہلے قول کے قائل ہیں کہ اس وقت وضو کرنے والے پر واجب ہے کہ کسی ایک غرض کو معین کرے ورنہ وضو باطل ہو جائے گا کیونکہ جب مامور بہ کئی ہوں تو اُس خاص کی تعیین کرنی شرط ہے جس کے لئے وضو کیا ہے اور بعض علماء دوسرے قول (مامور بہ کے کئی نہ ہونے) کے قائل ہیں اور کہتے ہیں کہ خود وضو کئی نہیں ہوتا بلکہ اُس کا حکم یا اُس کی وجہیں کئی ہوتی ہیں اور بعض علماء کہتے ہیں کہ کئی وضو صرف نذر کرنے سے واجب ہوتے ہیں اور بغیر اس کے نہیں اور نذر میں بھی برابر اور ہر صورت میں کئی وضو واجب نہیں ہوتے بلکہ صرف چند صورتوں میں مثلاً کسی نے نذر کی کہ تلاوت قرآن کے لئے وضو کریگا اور یہ بھی نذر کی کہ مسجد میں داخل ہونے کیلئے وضو کریگا تو اُس وقت مامور بہ کئی ہوگا اور ایک ہی وضو سے دونوں نذریں پوری نہ ہونگی ایک ہی وضو دونوں نذروں کی لئے کافی نہیں ہو سکتا لہٰذا اگر دونوں غرضوں سے کسی خاص غرض کی نیت نہ کریگا۔ تو کسی وضو کا نہ امتثال ہوگا اور نہ کوئی غرض ادا ہوگی اور اگر ایک غرض معین کر کے وضو کریگا تو صرف اُسی کے لئے وضو کا امتثال ہوگا اور ایک ہی بس ادا ہوگا دُوسرا نہیں دُوسرے کیلئے یہ وضو ناکافی رہے گا لیکن بہر صورت وہ وضو فی نفسہٖ صحیح ہوگا یعنی اس وضو سے رفع حدث ہو جائے گا جس کے بعد نماز وغیرہ پڑھنے میں کوئی تامل نہ ہوگا اور اگر یہ نذر کی کہ حالتِ وضو میں قرآن پڑھے گا اور یہ بھی نذر کی کہ حالت وضو میں مسجد میں داخل ہوگا تو اب دو وضو واجب نہ ہوں گے بلکہ ایک ہی دونوں کے لئے کافی ہوگا اگرچہ اس میں ان دونوں غرضوں سے کسی غرض کی بھی نیت نہ کرے اس لئے کہ خود وضو

اؔ جبکہ کسی خاص غرض کیلئے ہر نذر میں وضو کرنے کی نذر کی جائے بشرطیکہ یعنی اور کسی دوسری غرض و غایت سے قطع نظر ہو۔ کوئی اور غرض اس غرض مخصوص کیساتھ نہ ہو تو ناتن صاحب کا فرمانا یعنی ایک وضو سے دونوں نذریں ادا نہ ہوں گی حق ہے ورنہ کوئی مانع نہیں اس بات کے کہنے کو کہ محض ایک وضو ہر دو غرض کے پورا کرنے کیلئے کر لینا کافی ووافی ہوگا اسی ایک وضو سے دونوں نذریں بھی ادا ہو جائینگی اور ہر دو امر کا امتثال بھی ہو جائے گا۔ (ابو الحسن مدظلہ)

کرنے کی نذر نہیں کی ہے بلکہ حالتِ وضو میں قرآن پڑھنے اور مسجد میں داخل ہونے کی نذر کی ہے لیکن امتثال کسی نذر کا بھی نہ ہوگا اور اگر ایک غرض کی نیت سے وضو کریگا تو صرف اس غرض کا امتثال ہوگا نہ دوسری غرض کا۔ ہاں وہ دوسری غرض بھی پوری ہو جائے گی اور کوئی امر واجب اسکے ذمہ پر نہ رہیگا اور یہی تیسرا قول اقرب[1] ہے۔

مسئلہ نمبر ۳۲۔ اگر نماز کا وقت داخل ہونے کے پہلے کسی نے وضو کرنا شروع کیا اور درمیان میں وقت داخل ہوگیا تو یہ وضو بلا اشکال صحیح ہے اور جو جزو وقت داخل ہونے کے بعد ہوا ہے وہ واجب اور جو جزو وضو قبل وقت ہوا ہے وہ مستحب[2] قرار پائے گا پس اگر واجب اور مستحب دونوں کی نیت کرنا چاہے تو وقتِ نماز سے پہلے مستحب کی اور وقت داخل ہونے پر واجب کی نیت کرے۔

مسئلہ نمبر ۳۳۔ اگر کسی کے ذمہ ایک واجبی نماز خواہ ادا یا قضا پڑھنی ہو لیکن ابھی پڑھنے کا ارادہ نہ ہو اور قرآن پڑھنے کے لئے وضو کرے تو یہی وضو واجب کہا جائے گا اگرچہ اس کا سبب کوئی واجبی کام نہ تھا لہذا اگر واجب یا مستحب کا قصد کرنا چاہے۔ تو ضرور ہے کہ وجوب وصفی اور ندب غائی کا قصد کرے یعنی یوں ارادہ کرے کہ میں یہ واجبی وضو قرآن پڑھنے کیلئے کرتا ہوں تاکہ اس کا جو حکم مجھے ہے اس کا امتثال ہو جائے لیکن اقوی یہ ہے کہ یہی وضو[3] ایک ہی وقت میں واجب بھی کہا جائے گا اور مستحب بھی۔ اور دونوں صفتوں کے جمع ہونے میں کوئی مانع نہیں ہے۔

مسئلہ نمبر ۳۴۔ کم سے کم جس قدر پانی سے وضو ہو جاتا ہے وہ نقصان نہ کرے اور اس سے زیادہ پانی کا استعمال ضرر پہنچائے تو واجب ہے کہ اتنے ہی پانی سے وضو کرے جس سے ضرر نہ ہو اور اگر اس سے زیادہ پانی ہو جائے گا تو وضو باطل ہو جائے گا ہاں

---

[1] بلکہ قول ثانی قریب تر ہے (ابوالحسن مدظلہ)

[2] بلکہ اصل وضو اور طبیعت وضو قبل وقت اور بعد وقت متصف بوجوب و استحباب کے ساتھ ہے۔ اگرچہ بعض افعال وضو کسی واجبی کام کی غرض سے صادر ہوئے ہوں اور بعض کسی سنتی کام کی وجہ سے ہوئے ہوں شاید یہی مقصود و مراد ماتن رحمہ کی ہے (ابوالحسن مدظلہ)

[3] اس میں نظر ہے (ابوالحسن مدظلہ)

اگر وضو اتنے ہی پانی سے کیا لیکن اس کے بعد زیادہ پانی استعمال کر دیا تو اب وضو باطل نہ ہوگا اور اگر بھولے سے یا جہالت سے زیادہ پانی سے وضو کرے جب بھی وضو باطل نہ ہوگا برخلاف اسکے اگر تھوڑے پانی سے بھی مضر ہوتا ہو اور پھر بھی بھولے سے یا جہالت سے وضو کرلے تو اب اس وضو کو باطل کہہ سکتے ہیں کیونکہ اس وقت اسکو تیمم ہی کا حکم تھا اسکے خلاف چونکہ وقوع میں آیا لہذا وضو باطل ۔

مسئلہ نمبر ۳۵ ۔ اگر وضو کرکے کوئی شخص مرتد ہو جائے تو وضو باطل نہ ہوگا پس اگر فوراً توبہ کرکے اسلام کی طرف رجوع کرے اور اسلام لے آئے تو اسی پہلے وضو سے نماز وغیرہ پڑھ سکتا ہے دوبارہ وضو کی ضرورت نہیں اور اگر وضو کرنے میں مرتد ہو جائے مگر موالاۃ باقی رہتے ہوئے توبہ کرلے تب بھی یہ وضو صحیح رہیگا۔ دوسرے وضو کی حاجت نہ ہوگی۔ ہاں احوط ہے کہ اپنے بدن کو دھو کر پاک کرلے کیونکہ جو تری اسکے بدن پر کفر یعنی مرتد ہونے کی حالت میں رہی وہ نجس تھی اس بنا پر اگر کوئی شخص بایاں ہاتھ دھونے کے بعد اور مسح کرنے کے پہلے مرتد ہو پھر فوراً توبہ کرلے تو اس بائیں ہاتھ کی تری سے مسح کا صحیح ہونا مشکل ہے۔

مسئلہ نمبر ۳۶ ۔ اگر مالک اپنے غلام یا کنیز کو یا شوہر اپنی زوجہ کو وضو سے منع کرے اور وضو یا نماز کا وقت وسیع ہو تو اگر مالک یا شوہر کے خلاف وضو کر لینے سے مالک یا شوہر کا کوئی حق فوت ہوگا تو غلام یا زوجہ کے اس وضو کا صحیح ہونا مشکل ہے[1] یہی حکم مزدور نوکر کا بھی ہے ۔

وضو میں جو شک ہوتے ہیں ان کا بیان

مسئلہ نمبر ۳۷ ۔ وضو کرنے کے بعد شک ہو کہ معلوم نہیں۔ وضو کرنے کے بعد اس وقت تک حدث صادر ہوا یا نہیں تو یہی سمجھے کہ حدث صادر نہیں ہوا اور وہ وضو باقی رہیگا۔ ہاں اگر یہ شک کسی ایسی تری کی پیشاب کے مقام سے نکلنے سے ہو جو پیشاب سے مشتبہ ہو اور پیشاب کے بعد استبراء بھی نہ کیا ہو تو اس وقت یہ سمجھنا چاہیئے کہ یہ تری پیشاب ہے اور وضو ٹوٹ گیا اور اگر حدث صادر ہونے کا یقین اور اس امر کا شک ہو کہ معلوم نہیں اس حدث کے بعد وضو کیا ہے

[1] صحت وضو زوجہ و اجیر در صورت مخالفت شوہر و مستاجر (مزدوری پر کام لینے والا) بعید نہیں ہے

(ابوالحسن مدظلہ)

یا نہیں تو یہی سمجھنا واجب ہے کہ وضو نہیں کیا ہے اور حدث باقی ہے اور دونوں صورتوں میں وہ گمان بھی جو کہ ناقابل اعتبار ہو مثل شک کے ہے اور اگر اسکا یقین ہو کہ وضو بھی کیا ہو اور حدث بھی صادر ہوا ہے مگر یہ نہ معلوم ہو کہ پہلے وضو کیا تھا یا پہلے حدث صادر ہوا ہے۔ پس اگر دونوں سے کسی کا وقت معلوم نہ ہو یا خاص کر وضو کا وقت معلوم نہ ہو تو واجب ہو کہ اپنے کو محدث قرار دے اور باوضو نہ سمجھے اور اگر حدث صادر ہونے کا وقت معلوم نہ ہو لیکن وضو کرنے کا وقت معلوم ہو تو یہ سمجھے کہ وضو باقی ہے اور اس وضو کے بعد حدث صادر نہیں ہوا ہے کیونکہ اس وقت حدث کا استصحاب جاری نہ ہوگا تاکہ وضو کا معارض ہو کیونکہ استصحاب کے جریان کی صورت میں شک کا اتصال یقین کے ساتھ ہوگا جو ممنوع ہے اس وجہ سے بقائے حدث کا حکم نہیں ہو سکتا اور اگرچہ اُس صورت میں بھی جب وقت وضو مجہول ہو یا محض وقت وضو مجہول ہو استصحاب[1] جاری نہ ہو گا مگر چونکہ وضو کے شرط ہونے کا مقتضا یہ ہے کہ اس کی حفاظت کی جائے اُس کو محفوظ رکھنا واجب ولازم ہے اس وجہ سے اس صورت میں بقائے وضو کا حکم کرنا لازم ہے نہ کہ استصحاب کی وجہ سے لیکن احوط ہے کہ اس صورت میں بھی دوبارہ وضو کرے اور سابق کو کافی نہ سمجھے۔

مسئلہ نمبر ۳۸۔ جس شخص کو حدث صادر ہونے کے بعد شک ہو کہ وضو کیا ہے یا نہیں اس کو چونکہ حکم ہے کہ وضو کرے لہذا اگر وہ وضو کرنا بھول جائے اور بغیر وضو کے نماز پڑھے تو یہ حسب ظاہر اس کی نماز یقیناً باطل ہے پس اگر نماز کا وقت رہتے خیال آجائے تو اس نماز کا اعادہ اور وقت کے بعد خیال آئے تو قضا کرنی واجب ہے اور جس شخص کو وضو کا حکم اس سبب سے ہو کہ اسکو اپنی پہلی حالت معلوم نہیں ہے وہ وضو کرنا بھول جائے اور بغیر وضو کے نماز پڑھے تو ممکن ہے کہ قاعدہ فراغ کے مطابق اس کی نماز صحیح ہو لیکن یہ حکم دینا مشکل ہے لہذا احوط[2] یہ ہے کہ اس صورت میں بھی نماز کا اعادہ یا قضا کرے یہی حکم اُس صورت کا بھی ہے جب دونوں حالتوں کے ایک دوسرے کے بعد ہونے کا شک ہو اور معلوم نہ ہو کہ پہلے

---

[1] جبکہ وقت وضو مجہول ہو تو استصحاب حدث ممنوع نہیں ہے (ابوالحسن مدظلہ)

[2] اس احتیاط کو ترک نہ کرنا چاہئے (ابوالحسن مدظلہ)

وضو کیا تھا یا پہلے حدث صادر ہوا۔

مسئلہ نمبر ۳۹۔ پہلے سے وضو رہتے ہوئے دوبارہ وضو کرکے نماز پڑھے اس کے بعد خیال آئے کہ ایک وضو یقیناً ٹوٹا ہے مگر یہ نہ معلوم ہو سکے کہ پہلا وضو ٹوٹا تھا یا دوسرا۔ تو اس کی نماز بے اشکال صحیح ہے اور اس کے بعد جو نماز پڑھے اس کے لئے بھی دوبارہ وضو کرنا واجب نہیں ہے کیونکہ حق تو یہی ہے کہ ایک وضو رہتے ہوئے جو وضو دوبارہ کیا جائے وہ حدث کا مصادف ہو تو صحیح ہے اور اگر پہلے وضو کے بعد بھی نماز پڑھی اور دوسرے وضو کے بعد بھی۔ پھر یقین ہوا کہ کوئی ایک وضو کسی نماز کے پہلے یقیناً ٹوٹ چکا تھا تو آخری نماز کو صحیح سمجھے۔ رہی پہلی نماز تو اگرچہ بعید نہیں ہے کہ اس میں بھی قاعدہ فراغ یعنی فارغ ہو جانے کا قاعدہ جاری ہو مگر احوط یہ ہے کہ اس کو پھر سے پڑھے۔

مسئلہ نمبر ۴۰۔ اگر دو مرتبہ وضو کیا اور ہر ایک کے بعد ایک ایک نماز پڑھی پھر یقین ہوا کہ کسی ایک وضو کے بعد حدث صادر ہو چکا تھا تو اب جو نماز پڑھے اس کے لئے وضو کر لینا واجب ہے کیونکہ یہ صورت اس قاعدہ کی طرف راجع ہے جس میں وضو اور حدث دونوں کا یقین ہو اور شک اس میں ہو کہ کون پہلے ہوا اور کون پیچھے۔ رہی اس کی پہلی نماز تو اظہر یہ ہے کہ قاعدۂ فراغ کے مطابق وہ صحیح ہے۔

مسئلہ نمبر ۴۱۔ اگر دو مرتبہ وضو کیا اور ہر مرتبہ ایک نماز بھی پڑھی پھر یقین ہوا کہ کسی ایک وضو کے بعد حدث صادر ہو گیا تھا تو واجب ہے کہ اب جو نماز پڑھے اسکے پہلے وضو کرلے اور جو دو نمازیں پڑھ چکا ہے وہ اگر عددیں برابر نہ ہوں (مثلاً ایک تین رکعتی اور دوسری چار رکعتی ہو) تو دونوں کو پھر سے پڑھنا واجب ہے اور اگر دونوں عددیں برابر ہوں تو صرف ایک نماز کافی ہے اس نیت سے کہ میرے ذمہ جو نماز باقی ہے اُسے پڑھتا ہوں اگر دونوں اخفاتی تھیں تو اخفات سے اور جہری تھیں تو جہر سے اور اگر ایک اخفاتی اور دوسری جہری تھی تو اختیار ہے خواہ جہر (بلند آواز) سے پڑھے خواہ اخفات (آہستہ) سے لیکن اس آخری صورت میں احوط یہ ہے کہ دونوں کو پھر سے پڑھے۔

مسئلہ نمبر ۴۲۔ اگر دو مرتبہ وضو کیا اور ہر ایک کے بعد نماز نافلہ پڑھی پھر معلوم ہوا کہ ایک وضو کے بعد حدث صادر ہو گیا تھا تو اس کا بھی وہی حکم ہے جو واجب نماز کی صورت میں اس مسئلہ کا بیان ہوا۔ فرق صرف یہ ہے کہ وہاں پھر سے نماز کا پڑھنا واجب تھا

یہاں مستحب ہوگا۔ ہاں اگر ایک نماز واجب اور دوسری مستحب تھی تو ممکن ہے کہ کہا جائے واجبی نماز میں فارغ ہو جانے کا قاعدہ جاری ہوگا اور یہ اعتراض نہیں ہو سکتا کہ قاعدہ فراغ مستحبی نماز ہی میں کیوں نہ جاری ہوا۔ اور واجبی نماز میں کیوں جاری ہوا۔ کیونکہ اس قاعدہ فراغ کو دونوں میں جاری کرنے سے کسی تکلیف حتمی کا چھوڑنا لازم نہیں آتا۔ مگر اقویٰ یہ ہے کہ علم اجمالی کے سبب سے قاعدۂ فراغ جاری نہیں ہو سکتا۔ پس واجبی نماز کو پھر سے پڑھنا واجب اور مستحبی نماز کو پھر سے پڑھنا مستحب ہے ؎

مسئلہ نمبر ۴۳۔ اگر وضو کے بعد ایک نماز پڑھی اور ایک مرتبہ حدث بھی صادر ہوا مگر یہ نہیں معلوم ہوتا کہ حدث کے صادر ہونے سے پہلے نماز پڑھی ہے یا بعد۔ تو اقویٰ یہ ہے کہ فارغ ہو جانے کے قاعدہ کے مطابق اس نماز کو صحیح سمجھے خصوصاً اس صورت میں جب نماز کی تاریخ اور وقت یاد ہو کیونکہ قاعدہ استصحاب کے مطابق نماز کے بعد بھی طہارت کا حکم باقی رہتا ہے ؎

مسئلہ نمبر ۴۴۔ اگر وضو کے فارغ ہونے کے بعد یقین ہو کہ وضو کا کوئی جزو چھوٹ گیا ہے مگر یہ نہ معلوم ہو کہ وہ جزو واجب تھا یا مستحب تو ظاہر یہ ہے کہ قاعدۂ فراغ کے مطابق وضو صحیح ہوگا اور یہ اعتراض نہیں ہو سکتا کہ قاعدۂ فراغ مستحبی جزو ہی میں کیوں نہ جاری ہو تاکہ وضو باطل ہو اس لئے کہ مستحبی جزو میں قاعدہ فراغ کا کوئی اثر ہی نہ ہوگا چنانچہ اسکی نظیر یہ مسئلہ ہے کہ اگر تلاوت قرآن کیلئے وضو کرے اور دوسرے وقت واجبی نماز کے لئے بھی ایک وضو کرے پھر معلوم ہو کہ دونوں وضوؤں سے کوئی ایک باطل ہو گیا تھا تو قاعدۂ فراغ کا مقتضی یہ ہے کہ نماز صحیح رہے اور یہ اعتراض نہیں ہو سکتا کہ کیوں نہ تلاوت قرآن ہی کو قاعدۂ فراغ کے مطابق وضو کے ساتھ سمجھیں اور نماز کو بے وضو کے سمجھ کر باطل قرار دیں۔ اس لئے کہ قاعدۂ فراغ واجبی کاموں میں جاری ہوتا ہے کہ اس کے جاری کرنے سے اس کو ادا اور صحیح سمجھیں گے اور مستحبی کام ضروری تو ہے نہیں لہٰذا اس قاعدہ کا کوئی اثر بھی اس پر مترتب نہیں ہوگا ؎

مسئلہ نمبر ۴۵۔ اگر یقین ہو کہ وضو کا کوئی جزو یا شرط چھوٹ گئی پس اگر موالاۃ باقی ہو تو فوراً اس شرط یا جزو کو پورا کرے اور اس کے بعد کے افعال بھی دوبارہ بجا لائے تاکہ وضو

ترتیب کے موافق ہو جائے اور اگر یقین نہ ہو بلکہ صرف شک ہو تو دو حال سے خالی نہیں یا اثنائے وضو میں یہ شک ہو گا یا وضو ختم کرنے کے بعد اگر اثناء میں ہو تو وہاں سے وضو چھوڑ کر اس جزو یا شرط کو انجام دے اور پھر اس کے بعد کے افعال بھی بجا لائے اگرچہ یہ شک مثلاً بائیں پاؤں پر مسح کرنے سے پہلے اس امر میں ہو کہ منہ دھویا یا نہیں یا فلاں حصہ وجہ (منہ) دھویا یا نہیں تو واجب ہے وضو چھوڑ کر فوراً منہ دھوئے پھر دایاں بایاں ہاتھ دھو کر سر و پا پر مسح کرے اور اگر وضو سے فارغ ہونے کے بعد شک ہو جو آخری جزو (پاؤں پر مسح کرنے) کے متعلق نہ ہو تو قاعدہ فراغ کے مطابق یہ وضو صحیح ہو گا اور اگر شک آخری جزو کے متعلق ہو پس اگر وضو کر کے دوسرا کام کرنے لگا یا دیر تک بیٹھا رہا یا وضو کی جگہ سے اٹھ چکا اس کے بعد یہ شک ہو تب بھی وہ وضو صحیح رہیگا اور اگر ان کل باتوں کے قبل شک ہو تو واجب ہے کہ موالاۃ باقی رہتے ہوئے اس کو بجا لائے اور پھر وہاں سے وضو کرے ورنہ نئے سرے سے دوسرا وضو کرے۔

مسئلہ نمبر ۴۶ ۔ کثیر الشک (یعنی جس شخص کو ہمیشہ کثرت سے شک ہوتا ہو اس) کے شک کا اعتبار نہیں ہے خواہ وضو کے اجزاء میں ہو یا شرائط میں یا موانع میں۔

مسئلہ نمبر ۴۷ ۔ جو تیمّم کے بدلے وضو کئے ہو اس میں اگر کوئی شک ہو تو اس پر وہ حکم جاری نہ ہو گا جو وضو کے شک کا اوپر بیان ہوا بشرطیکہ شک کسی ایسے جزو تیمم میں ہو کہ جو اثنا تیمم کہلاتا ہے اسی طرح اس تیمم کا بھی حکم ہے کہ جو غسل کے بدلے ہوتا ہے بلکہ ان دونوں میں معیار یہ ہے کہ جس چیز کا شک ہوا ہے اگر اسکا محل گذر چکا تو یہ سمجھ کر کہ اسکو بجا لا چکا ہے اس تیمم یا غسل کو صحیح خیال کرے اور اگر محل نہیں گذرا بلکہ اثنا میں شک ہوا ہے مثلاً تیمم میں پیشانی پر مسح شروع کرنے کے بعد شک ہو کہ مٹی پر ہاتھ مارا تھا یا نہیں تو یہ سمجھے کہ مار چکا ہے۔ اسی طرح غسل میں داہنا حصہ شروع کرنے کے بعد شک ہو کہ ابھی سر دھویا ہے یا نہیں تو اسکا خیال نہ کرے مگر احوط یہ ہے کہ غسل اور تیمم کے شک میں بھی وہی کل احکام سمجھے اور

لے بنا بر احتیاط کے نہ کہ بروئے فتوی اور اسی پر غسل اور اس کے عوض میں جو تیمم ہو قیاس کیا جائیگا یعنی احتیاطاً تیمم غسل کے ساتھ ملحق ہو گا شک کی حالت میں۔ اب رہا قاعدہ تجاوز اس کا جریان نماز کے علاوہ میں قابل نظر اور اشکال سے خالی نہیں ہے (ابوالحسن مدظلہ)

انجام دیے جائیں جو پہلے وضو کے شک میں بیان کیے گئے ؛

مسئلہ نمبر ۴۸ - اگر وضو سے فارغ ہونے پر معلوم ہو کہ مسح جلد پر نہیں ہوا بلکہ ایسی چیز پر ہو گیا جو جلد پر حائل ہی یا یہ معلوم ہو کہ بجائے مسح کی جگہ کو دھونے کی جگہ مسح کیا ہو یا مسح کی جگہ دھویا ہو لیکن اسمیں شک ہو کہ اسوقت کوئی ایسی مجبوری تھی جسکے سبب سے شرعاً ایسا ہی کرنا چاہئے تھا مثلاً جہاں مسح کیا ہے وہاں کوئی جبیرہ تھا یا جب حائل پر مسح کیا تھا اُس وقت سردی وغیرہ کی کوئی مجبوری تھی یا مسح کی جگہ (مثلاً پاؤں) تقیہ کی وجہ سے دھویا - یا ان باتوں سے کوئی وجہ نہ تھی بلکہ بغیر کسی شرعی عذر کے صرف غلطی سے ایسا ہو گیا تو ظاہر یہ ہے کہ کل صورتوں میں وضو صحیح ہے یعنی قاعدۂ فراغ یا کسی اور عنوان شرعی کی مطابق اس وضو کو صحیح سمجھ سکتا ہی اسیطرح اگر معلوم ہو کہ مسح کا نیا پانی لیکر کیا ہو مگر یہ معلوم ہو کہ کیوں ایسا کیا؟ آیا عذر شرعی تھا جس کی وجہ سے آب جدید سے مسح کرنے پر مجبور ہُوا یا محض غلطی سے ایسا ہو گیا - یہ کچھ معلوم نہ ہو جب بھی مسح صحیح ہے تاہم احتیاط یہ ہے کہ کل صورتوں میں پھر سے وضو کرے ؛

مسئلہ نمبر ۴۹ - اگر یقین ہو کہ وضو شروع کر کے بعض افعال وضو کر چکا ہے لیکن اسمیں شک ہو کہ وضو با قاعدہ شرعیہ صحیح طور پر کیا ہے یا نہیں بلکہ اختیاراً یا اضطراراً صحیح وضو سے عدول کیا اور وضو کو صحیح طور پر ختم نہیں کیا تو ظاہر یہ ہے کہ اس صورت میں قاعدۂ فراغ جاری نہ ہو گا لہذا وضو پھر سے کرنا چاہئے کیونکہ قاعدہ فراغ وہاں جاری ہوتا ہے جہاں معلوم ہو کہ اسکا ارادہ اور قصد عمل کو تمام کرنے اور صحیح طور پر بجالانے کا تھا اور اسی پر بنا تھی اور صرف کسی جز کے بجالانے یا بھول جانے میں شک ہو برخلاف اس صورت کے کہ اس میں شک ہے کہ اسکا ارادہ وضو تمام کرنے کا تھا یا نہیں غرضکہ قاعدۂ فراغ صرف وہاں جاری ہوتا ہے جہاں کسی کام میں اُس کے کسی چیز کے بھول جانے کا احتمال ہو اور جہاں یہ احتمال ہو کہ اُس کام کے قصد ہی سے عدول کیا وہاں یہ قاعدہ نہیں جاری ہو سکتا ؛

مسئلہ نمبر ۵۰ - وضو کرنے میں یا اس کے پہلے شک ہو کہ وضو کی جگہ کوئی چیز حائل ہی یا نہیں

لہ اس میں نظر ہے اور جریان قاعدۂ فراغ کو اُس صورت کے ساتھ مخصوص کر دینا کہ جس میں احتمال سہو و نسیان ہو - جہاں نسیان کا پیدا ہونا محتمل ہو پس اُسی میں قاعدہ فراغ کے جریان کی تخصیص نظر سے خالی نہیں ہے - (ابو الحسن مدظلہٗ)

تو تحقیق کر لینا واجب ہے تاکہ حائل نہ ہونے کا یقین حاصل ہو جائے یا اگر پہلے سے کسی حائل کے موجود ہونے کا یقین نہ ہو اب اُس کے حادث نہ ہونے کا گمان حاصل ہو جائے اور اگر معلوم ہو کہ پہلے کوئی چیز حائل تھی تو واجب ہے کہ اُس کے زائل ہونے کا یقین ہو جائے کیونکہ اس صورت میں گمان کافی نہیں ہے اور اگر وضو سے فارغ ہونے کے بعد شک ہو کہ وضو کرتے وقت کوئی چیز حائل تھی یا نہیں تو سمجھے کہ نہ تھی اور وہ وضو صحیح ہوگا اور اگر یقین ہو کہ کوئی چیز حائل پہلے موجود تھی اور اس میں شک ہو کہ وضو کرتے وقت وہ زائل ہو گئی تھی یا نہیں یا اُس کے نیچے جلد پر پانی پہنچا یا نہیں تب بھی وضو صحیح رہیگا۔ ہاں ایسی حائل چیز (مثلاً اونگلی کی تنگ انگوٹھی) کے بارے میں جس کے نیچے کبھی پانی پہنچتا ہے اور کبھی نہیں پہنچتا۔ اگر یہ معلوم ہو کہ وضو کرتے وقت اُس کا خیال نہ رہا تھا اُس کی طرف التفات اور توجہ نہیں تھی اور شک ہو کہ اتفاق سے اُس کے نیچے پانی پہنچ گیا یا نہیں تو اس وضو کا قاعدہ فراغ کے مطابق صحیح ہونا مشکل ہے لہذا واجب ہے کہ احتیاطاً پھر سے وضو کرے
اسی طرح اگر وضو کے بعد عضو پر کسی چیز کو دیکھا جسکا حائل ہونا معلوم یا مشکوک ہو اور شک یہ ہو کہ وضو کے وقت بھی وہ چیز عضو پر موجود تھی یا نہیں تو وضو کو صحیح سمجھے لیکن اگر معلوم ہو کہ وضو کرتے وقت اس خیال کی طرف متوجہ و ملتفت نہ تھا کہ عضو پر کوئی چیز حائل ہے یا نہیں تو احوط ہے کہ پھر سے وضو کرے +

مسئلہ ۵۱۔ اگر عضو پر کوئی چیز حائل دیکھی اور وہ وقت بھی معلوم ہے جب وہ عضو پر پڑی تھی لیکن اس میں شک ہوا کہ وضو اسکے پڑنے کے بعد کیا تھا یا پہلے۔ تب بھی قاعدہ فراغ کے مطابق وضو صحیح ہے۔ ہاں اگر معلوم ہو کہ وضو کرتے وقت ادھر خیال نہ گیا تھا کہ عضو پر کوئی چیز حائل ہے یا نہیں تو احوط ہے کہ پھر سے وضو کرے +

مسئلہ نمبر ۵۲۔ اگر وضو کا کوئی مقام (مثلاً منہ) پہلے سے نجس تھا پھر وضو کیا اُسکے بعد شک ہوا کہ اُس مقام کو پہلے پاک کر لیا تھا یا نہیں تو واجب ہے کہ اُسکو ابتک نجس سمجھے اور پاک کر کے نماز وغیرہ عبادات بجالائے۔ رہا وضو تو وہ قاعدہ فراغ کے مطابق

۱؎ جبکہ وجود حائل کا احتمال عقلی ہو اور اس صورت میں اس کے نہ ہونے کا گمان کافی نہ ہوگا بلکہ اُسکے نہ ہونے کا اطمینان اور یقین حاصل کرنا لازمی اور ضروری ہوگا (ابوالحسن مدظلہ)

صحیح ہے۔ ہاں اگر معلوم ہو کہ وضو کرتے وقت اس نجس مقام کے پاک یا نجس ہونے کی طرف متوجہ نہ تھا تو پھر سے وضو کرنا واجب ہے اسی طرح اگر ایسے پانی سے وضو کیا جس کا وضو کے پہلے نجس ہونا معلوم تھا اور اب اس میں شک ہو کہ اُس نجس پانی کو ایک کُر پانی یا آب باراں سے ملا کر پاک کر لیا تھا یا نہیں تو وہ وضو صحیح اور وہ پانی نجس قرار پائیگا پس جہاں جہاں وہ پانی لگا ہو اُس کا پاک کرنا ضروری ہے اسی طرح پہلی صورت میں (جب وضو کا کوئی مقام نجس ہو اور وضو کے بعد شک ہو کہ اسکو پاک کیا تھا یا نہیں) اگرچہ وضو صحیح رہیگا مگر بدن نجس سمجھا جائیگا پس وضو کرتے وقت جہاں جہاں اُس نجس بدن کا پانی پہنچا ہو اُس کو اور جن جن چیزوں سے وہ بدن لگا ہو اُن کو نیز اُس نجس بدن کو دھو کر پاک کرنا واجب ہے۔

مسئلہ نمبر ۵۳۔ اگر نماز پڑھ کر شک ہو کہ اُس کے لئے وضو کیا تھا یا نہیں تو نماز کو باوضو اور صحیح سمجھے لیکن اس شخص پر حالت حدث کا حکم باقی رہیگا پس اب جو نماز پڑھیگا وہ بغیر دوسرے وضو کے صحیح نہ ہوگی اور اگر نماز پڑھتے میں شک ہو کہ وضو کر کے پڑھ رہا ہے یا بغیر وضو کئے تو واجب ہے کہ وضو کر کے اُس نماز کو پھر سے پڑھے اور احوط یہ ہے کہ اُس نماز کو اُسی طرح ختم کرے پھر وضو کر کے دوبارہ پڑھے۔

مسئلہ نمبر ۵۴۔ اگر وضو کے بعد یقین ہو کہ اُسکا کوئی جزو یا شرط چھوٹ گئی ہے یا وضو کرتے وقت بدن پر کوئی حائل چیز تھی پھر یہ یقین شک سے بدل جائے تو قاعدۂ فراغ کے مطابق یہ وضو صحیح ہے اور وہ پہلا یقین جو وضو کے باطل ہونے کا حاصل ہو چکا تھا مُضر نہیں ہے کیونکہ اب وہ یقین ہی نہ رہا بلکہ شک ہو گیا اور اگر وضو کے بعد اُس کی صحیح ہونے کا یقین ہو پھر یہ یقین شک سے بدل جائے تو اس میں قاعدۂ فراغ بدرجہ اولیٰ جاری ہوگا اور وضو صحیح رہیگا۔

مسئلہ نمبر ۵۵۔ سر یا پاؤں کا مسح ختم ہونے کے قبل اگر یقین یا شک ہوا کہ بایاں ہاتھ نہیں دُھلا اور اُس کو دھو کر مسح کر کے وضو ختم کر دیا پھر معلوم ہوا کہ اُس ہاتھ کو پہلے دھو چکا تھا اور غلطی سے دوبارہ دھویا ہے تو احتمال ہے کہ یہ وضو باطل ہو کیونکہ دوبارہ بائیں ہاتھ کو دھو کر جو مسح کیا وہ آب جدید سے ہوا اور معلوم ہے کہ مسح آب جدید سے باطل ہوتا ہے۔ لیکن اقویٰ یہ ہے کہ یہ وضو باطل نہیں بلکہ صحیح ہے کیونکہ اقویٰ یہ ہے کہ ہر عضو یہاں تک کہ بائیں ہاتھ کو بھی دومرتبہ دھونا مستحب[۱] ہے۔ پس اُس نے جو اُس کو بھولے سے دوبارہ دھویا اُس کا

[۱] اس کے استحباب میں تامل ہے لہٰذا احتیاط ترک نہ ہونی چاہئے (ابوالحسن مدظلہ)

بھی اُس کو فی الواقع حکم تھا اگرچہ واجبی نہیں بلکہ مستحبی تھا لہذا اب جو اُس نے غلطی سے اُسکو دوبارہ دھو لیا تو یہ وہی دوبارہ مستحبی دھونا قرار پائیگا اور اُس کو واجب کی نیت سے جو دھویا ہے تو اُس کا کوئی مضائقہ نہیں پھر بھی احوط یہ ہے کہ دوبارہ وضو کرے کیونکہ ایک احتمال یہ بھی ہے کہ دوسری مرتبہ کا دھونا اُسی وقت مستحب ہے جب اسی نیت سے دھویا جائے ہاں اگر پہلے ہی اُس ہاتھ کو دو مرتبہ دھو چکا تھا اور شک کے بعد تیسری مرتبہ دھویا تو یقیناً وہ وضو باطل ہے کیونکہ اب بہر صورت آب جدید ہی سے مسح ہوا جس سے یقیناً وضو ٹوٹ جاتا ہے ۔

فصل جبیرہ کے احکام میں

بدن کی کوئی ہڈی ٹوٹ یا اُکھڑ گئی ہو وہاں کوئی تختی یا لکڑی جوڑ دیں یا باندھ دیں اسکو جبیرہ کہتے ہیں اور وضو کے احکام میں جبیرہ سے مُراد ہر وہ چیز ہے جو ٹوٹی ہوئی یا اکھڑی ہوئی جگہ یا زخم یا پھوڑے یا دُمل وغیرہ پر باندھ دیتے یا لگا دیتے یا رکھ دیتے یا لپیٹ دیتے ہیں جیسے تختی۔ پٹی۔ کپڑا۔ رُومال۔ رُوئی یا مرہم دوا وغیرہ پس جاننا چاہیئے کہ وضو کرنے کی جگہ میں کوئی زخم یا پھوڑا ہو یا وہ جگہ اکھڑ گئی یا ٹوٹ گئی ہو اُس کی دو ہی صورت ہو گی یا کھلی ہو گی یا اُس پر جبیرہ (تختی پٹی وغیرہ) بندھا ہو گا اور دونوں صورتوں میں وہ زخم وغیرہ یا اُس جگہ ہو گا جہاں وضو کرتے وقت دھویا جاتا ہے یا اُس جگہ جہاں مسح کیا جاتا ہے اور یا وہ پورے ایک عضو میں ہو گا یا اُس کے بعض حصہ میں یا وضو کے کُل مقامات میں۔ نیز اُس زخم کی جگہ کا وضو کرتے وقت دھونا یا اُس پر مسح کرنا ممکن ہو گا یا ناممکن۔ غرض اتنی صورتیں نکلتی ہیں پس اگر اُس جگہ کا دھونا یا اُس پر مسح کرنا بغیر کسی زحمت اور دشواری کے ممکن ہو اگرچہ اس طرح کہ اُس جگہ کوئی جبیرہ ہو تو اُس پر بار بار پانی ڈالنے سے اُس جگہ پانی پہنچ جائے یا اس طرح کہ اُسکو پانی کے اندر اتنی دیر تک رکھیں کہ پانی بدن کی جلد تک پوری طرح سرایت کر جائے بشرطیکہ وہ جگہ اور وہ جبیرہ پاک ہو یا اُسی وقت پاک کر لینا ممکن ہو تو یہ کُل واجب ہیں اور اگر یہ باتیں ممکن نہ ہوں خواہ اس وجہ سے کہ پانی ضرر کرتا ہے یا اِس وجہ سے کہ وہ جگہ یا جبیرہ نجس ہے اور اُس کا پاک کر لینا ممکن نہیں یا اِس سبب سے کہ جبیرہ کے نیچے بدن پر پانی پہنچانا اور اُس جبیرہ کا وہاں سے ہٹانا ممکن نہیں تو اب دیکھیں کہ اُس جگہ کی کیا حالت ہے اگر کھلی ہو تو واجب ہے کہ اُسپر پاک کپڑا وغیرہ رکھ کر

تر ہاتھ سے مسح[1] کریں اور کپڑے کے کنارہ کنارہ جو جگہ ہو اسکو دھو دیں اور اگر اس جگہ بغیر کپڑا وغیرہ رکھے مسح کرنا ممکن ہو اور دھونا ممکن نہ ہو تو واجب ہے کہ بغیر کپڑا وغیرہ رکھے مسح ہی کریں اور اگر اس جگہ کپڑا وغیرہ رکھنا بھی ممکن نہ ہو تو اُس کو چھوڑ دیں اور صرف اس کے کناروں کو دھولیں لیکن اس صورت میں احوط ہے کہ ساتھ ہی تیمم بھی کریں اور اگر زخم وغیرہ مسح کے مقام پر ہو مثلاً سر یا پاؤں میں اور اس پر مسح کرنا ممکن نہ ہو تو واجب ہے کہ اُس پر پاک کپڑا وغیرہ رکھکر مسح کریں وضو کے پانی سے مسح کیا جائے دوسرا پانی نہ لیا جائے اور کپڑا رکھنا بھی ممکن نہ ہو تو اب مسح کا حکم ساقط ہو جائے گا۔ لیکن ساتھ ہی تیمم کرنا بھی واجب ہے اور اگر اس مسح کی جگہ کوئی جبیرہ ہو تو واجب ہے کہ دوسرے شرطوں کا لحاظ رکھتے ہوئے اُسکے کناروں کو دھوئیں اور اُس جبیرہ پر تر ہاتھ سے مسح کریں بشرطیکہ وہ جبیرہ پاک ہو یا اُسکا پاک کر لینا ممکن ہو اگرچہ یہ جبیرہ ایسی جگہ ہو جہاں وضو میں دھویا جاتا ہے کہ اب اُس کے دھونے کا حکم نہیں ہے بلکہ صرف مسح ہی کیا جائیگا مگر ظاہر یہ ہے کہ جب جبیرہ دھونے کی جگہ ہو تو خاصکر مسح ہی کرنا ضروری نہیں ہے بلکہ دھو[2] لینا بھی جائز ہے اور احوط یہ ہے کہ اگر ممکن ہو تو ہاتھ پھیر کر اس جبیرہ پر پانی جاری کریں مگر اُس کے دھونے یا مسح کرنے کی نیت نہ کریں اور اگر جبیرہ دھونے کی جگہ ہو تو یہ ضروری نہیں ہے کہ اُسپر وضو ہی کی تری سے مسح کریں بلکہ پھر سے ہاتھ بھگو کر بھی اُس سے مسح کر سکتے ہیں مگر یہ ضروری ہے کہ پورا جبیرہ[3] اچھی طرح بھیگ جائے کہ صرف تر ہو جانا کافی نہیں ہے ہاں اُس کے سوراخ اور شگافوں وغیرہ میں پانی پہنچانے کیلئے خاص کوشش اور دقت کرنے کی بھی ضرورت نہیں ہے بلکہ اس قدر کافی ہے جس سے عرفاً کہہ سکیں کہ اس جبیرہ کا مسح پورا پورا ہو گیا۔ یہ کل احکام اُس صورت کے ہیں جب جبیرہ کا ہٹانا اور بدن پر پانی پھیرنا ممکن نہ ہو ورنہ اگر ممکن ہو تو احوط یہی ہے کہ جبیرہ ہٹا کر بدن ہی پر پانی پھیریں بلکہ اگر اسکا دھونا ممکن نہ ہو جیسا کہ فرض کیا ہے تو غالباً اقوی یہ ہے کہ اس جگہ بدن ہی پر مسح کریں یعنی پانی پھیریں لیکن اگر جبیرہ کا ہٹانا ممکن ہو تو احوط یہ ہے کہ اس

---

[1] یہ احتیاط ہے اگرچہ محض اس کی اطراف وجوانب کے دھونے کا جواز قوت سے خالی نہیں ہے (ابوالحسن مدظلہ)

[2] جبکہ اُسپر ہاتھ بھی پھیرا جائے یعنے غسل دھونا ہاتھ سے ہو ورنہ اگر اس طور سے دھویا جائے کہ پانی میں ڈبو دیا جائے تو اشکال سے خالی نہیں (ابوالحسن مدظلہ)

[3] بلکہ احتیاط اسی میں ہے کہ حتی الامکان تری اس حد تک پہنچائی جائے کہ اقل درجہ دھونا صادق آجائے یعنی کم از کم تھوڑا سا ہی دھونا کہہ سکیں اگرچہ پورے غسل کا مصداق نہ ہو (ابوالحسن مدظلہ)

جبیرہ پر بھی مسح کریں اور اس کو ہٹا کر وہاں کے بدن پر بھی پانی پھیریں یعنی دونوں پر مسح کریں اور اگر اس کی نجاست یا کسی دوسرے مانع کی وجہ سے جبیرہ پر مسح کرنا بھی ممکن نہ ہو مگر اُس پر دوسرا کوئی پاک کپڑا رکھ کر مسح کرنا ممکن ہو تو واجب ہے کہ ایسا ہی کریں[1] اور اگر یہ بھی ممکن نہ ہو تو احوط ہے کہ صرف اُس کے کناروں کو دھو کر وضو تمام کریں اور تیمم بھی کریں۔

مسئلہ نمبر ۱۔ اگر مسح کرنے کی جگہ پر جبیرہ ہو اور اس کو ہٹا کر بدن پر مسح کرنا ممکن نہ ہو لیکن اس جبیرہ پر اس کثرت سے پانی ڈالنا ممکن ہو جو بدن تک پہنچ جائے تو کیا کریں۔ کثرت سے جبیرہ ہی پر پانی ڈالیں یا خاص جبیرہ پر مسح کرلیں اس مسئلہ میں یہ دو صورتیں ہیں لیکن احتیاطاً واجب ہے کہ دونوں[2] کام کریں یعنی جبیرہ پر مسح بھی کریں اور اُس پر کثرت سے پانی بھی ڈالیں جو بدن تک پہنچ جائے۔

مسئلہ نمبر ۲۔ اگر جبیرہ کسی ایک عضو (مثلاً داہنے ہاتھ) پر بندھا ہو یعنی پورے عضو کو گھیرے ہوئے ہو۔ تمام عضو واحد پر جبیرہ بندھا ہو تو اس پر بظاہر وہ کل احکام جاری ہوں گے جو اوپر بیان کیے گئے اور اگر وضو کے کل اعضا (منہ دونوں ہاتھ سر اور پاؤں) پر جبیرہ ہو تو اب اُن احکام کا جاری ہونا مشکل ہے پس احتیاطاً واجب ہے کہ جبیرہ[3] کے کل احکام مذکورہ بھی بجالائیں اور تیمم بھی کریں۔

مسئلہ نمبر ۳۔ اگر ماسح (ہتھیلی یا ہاتھ کی انگلیوں) پر جبیرہ ہو اور وضو کرتے وقت اُس جگہ کو دھونے کے عوض اُس جبیرہ پر مسح کریں تو واجب ہے کہ سر اور پاؤں کا مسح بھی اسی رطوبت سے کریں جو جبیرہ میں مسح کرنے سے لگی ہے نہ دوسری رطوبت سے۔

---

[1] دوسرا پاک کپڑا اس عنوان سے رکھا جائے کہ وہ جبیرہ کا جزو کہلائے تو یہ فعل درست و صحیح ہوگا اور اُس پر مسح کرنا کافی ہوگا ورنہ اسکی کفایت میں اشکال ہے لہٰذا اگر بعنوان مذکور دوسرے کپڑے کا رکھنا ممکن نہ ہو تو اس احتیاط کو ترک نہ کرنا چاہئے کہ وضو بھی کیا جائے اور اس دوسرے کپڑے پر مسح بھی ہو بعدہٗ تیمم بھی کیا جائے (ابوالحسن مدظلہ)

[2] اور اگر اس احتیاط کو ترک کیا جائے تو بس اسی پر اکتفا کافی ہے کہ جبیرہ پر مسح کرلیا جائے (ابوالحسن مدظلہ)

[3] جبکہ ایک عضو کو جبیرہ گھیرے ہوئے ہو تمام عضو واحد جبیرہ سے بندھا ہو تو بھی اس احتیاط کو ترک نہ کرنا چاہئے (ابوالحسن مدظلہ)

مسئلہ نمبر ۴۔ جبیرہ پر مسح کرنا اُسی وقت چاہیے جب مسح کی پوری جگہ پر جبیرہ ہو اور اگر مسح کے لائق جگہ بچی ہو تو اُس خالی جگہ ہی پر مسح کرنا واجب ہے مثلاً پورے پاؤں پر جبیرہ بندھا ہو تو جبیرہ ہی پر مسح کرنا ہوگا لیکن اگر ایک اونگلی سے ٹخنہ تک پتلی سی جگہ بھی جبیرہ سے بچی ہو تو واجب ہے کہ اُتنی ہی پر مسح کریں اور اگر جبیرہ صرف چوڑان ہی میں پورے پاؤں پر بندھا ہو نہ لمبان میں تو چاہیے کہ دونوں طرف سے لمبان میں پاؤں کی جلد پر اور درمیان میں جہاں جبیرہ ہے وہاں اُسی جبیرہ پر مسح کریں۔

مسئلہ نمبر ۵۔ اگر ایک ہی جگہ ایک ہی عضو پر جبیرہ علیحدہ علیحدہ بندھا ہو تو واجب ہے کہ اُن کے درمیان جلد کی جو جگہ کھلی ہو اُس کو دھوئیں اور اگر مسح کی جگہ کئی جبیرہ ہوں تو کھلی ہوئی کل جگہ پر مسح کریں۔

مسئلہ نمبر ۶۔ زخم پر باندھتے وقت اگر جبیرہ کا کچھ حصہ اُس جگہ بھی بندھ گیا جو اچھا ہے اور جہاں زخم نہیں ہے تو اُس کو غور کریں اگر صرف اُس قدر ہو جتنا عام طور پر زخم پر پٹی وغیرہ باندھنے میں آجاتا ہے تو محض جبیرہ پر مسح کرنا واجب ہے اور اگر اُتنے سے زیادہ ہو اور اُس کو وہاں سے ہٹانا ممکن ہو تو واجب ہے کہ ہٹا کر اُس صحیح بدن کو دھولیں پھر اُس جبیرہ کو زخم پر رکھکر مسح کریں اور اگر جبیرہ کا وہاں سے ہٹانا ممکن نہ ہو یا اُس صحیح بدن پر پانی پہنچانے سے بھی اُس زخم کو ضرر ہوتا ہو تو صرف جبیرہ پر مسح کریں مگر احتیاطاً تیمم بھی کریں خاصکر اُس صورت میں جب اُس صحیح حصّہ کا دھونا بھی اسی وجہ سے ناممکن ہو کہ پانی پہنچنے سے اُس صحیح حصّہ کو بھی ضرر ہوتا ہے۔

مسئلہ نمبر ۷۔ جس زخم پر کوئی جبیرہ نہ ہو بلکہ کھلا ہو اُس پر وضو کرتے وقت کوئی پاک چیز رکھکر دھونے کی غرض سے مسح کرنا چاہیں تو واجب ہے کہ اُس زخم کے کناروں کے جس قدر حصّہ کا دھونا ممکن ہو پہلے اُس کو دھولیں اُس کے بعد پاک چیز رکھ کر مسح کریں۔

مسئلہ نمبر ۸۔ عام طور پر زخم کے کنارہ جتنی جگہ ہوتی ہے اگر کسی شخص کے بدن میں اُس سے زیادہ جگہ کو پانی سے ضرر پہنچے تو اُس زخم کے جبیرہ پر مسح کرلینا کافی نہ ہوگا بلکہ احوط ہے کہ وہاں کے جتنے بدن کا دھونا ممکن ہو پہلے اُسے دھوئیں اور جبیرہ پر مسح کریں پھر تیمم بھی کریں۔ ہاں عام طور پر زخم کے کنارے جتنی جگہ ہوتی ہے وہ معاف ہے کہ اُس کا دھونا

واجب نہیں بلکہ صرف جبیرہ پر مسح کر لینا کافی ہوگا۔

مسئلہ نمبر ۹- اگر وضو کی جگہ زخم یا پھوڑا نہ ہو یا وہ جگہ ٹوٹی نہ ہو بلکہ کسی بیماری کی وجہ سے پانی کا استعمال ضرر کرتا ہو تو اس وقت تیمم کا حکم ہے لیکن احوط یہ ہے کہ تیمم کے ساتھ وضو بھی کریں اس طرح کہ جہاں پانی ضرر کرتا ہو وہاں کپڑا رکھ کر مسح کر لیں اور پورا وضو کرنا ممکن نہ ہو تو جہاں جہاں دھونا اور مسح کرنا ممکن ہو صرف وہاں ہی دھوئیں اور مسح کریں اور پھر تیمم بھی کریں

مسئلہ نمبر ۱۰- اگر بدن میں ایسی جگہ جہاں وضو سے کوئی تعلق نہیں (مثلاً شانہ میں) کوئی زخم وغیرہ ہو اور وضو کرنے سے اُس کو بھی ضرر پہنچتا ہو تب بھی وضو کا حکم ساقط اور صرف تیمم کرنا واجب ہے۔

مسئلہ نمبر ۱۱- اگر آشوب چشم ہو جائے (آنکھ دُکھنے آجائے) اور پانی کا استعمال مطلقاً (ہر طرح) ضرر کرے تو وضو ساقط اور تیمم واجب ہے اور اگر پانی کا استعمال مطلقاً ضرر نہ کرے بلکہ صرف آنکھ کے اندر پڑنے سے ضرر ہو اور اسکے کناروں کے دھونے سے ترہو تو احتیاطاً واجب ہے کہ وضو بھی کریں اس طرح کہ آنکھ پر پٹی وغیرہ رکھکر مسح کریں اور اسکے کناروں کو دھوئیں اور تیمم بھی کریں۔

مسئلہ نمبر ۱۲- جس جگہ فصد کھولی گئی ہو اُسکا حکم بھی زخم ہی کا ہے کہ اگر اُس کا پاک کرنا ممکن نہ ہو یا اُس پر پانی ڈالنے سے ضرر ہو تو اُسی پٹی پر مسح کر لینا کافی ہے اور جائز ہے جو فصد کی جگہ بندھی ہو بشرطیکہ عام طور پر فصد کھُلنے کی جتنی جگہ ہوتی ہے اُس سے زیادہ پر وُہ پٹی نہ بندھی ہو اور اگر اُس سے زیادہ جگہ پر بندھی ہو تو واجب ہے کہ اُس پٹی کو کھول کر جو مقدار زائد ہو بدن کے اُس حصّہ کو دھوئیں پھر پٹی باندھ کر وہاں مسح کریں اور اگر فصد کی جگہ کھُلی ہو تو اُس کے کناروں کو دھونے کے بعد اُس پر کوئی کپڑا وغیرہ رکھکر مسح کریں اور اگر اُس کے کنارے نجس ہوں تو پہلے اُن کو پاک کریں اُس کے بعد دھوئیں اور اگر اُن کناروں کا پاک کرنا ممکن نہ ہو اور عام طور پر جتنی جگہ ہوتی ہے اُس سے زیادہ ہو تو واجب ہے کہ اُس پٹی پر مسح بھی کریں اور تیمم بھی۔

مسئلہ نمبر ۱۳- جبیرہ کے جو احکام بیان ہوئے یہ ہر حال میں خواہ انسان نے اُس زخم وغیرہ کو باختیار خود کسی وجہ سے پیدا کیا ہو یا مجبوراً ہو گئے ہوں۔

مسئلہ نمبر ۱۴- اگر وضو کی جگہ کوئی چیز یُوں ہی بغیر زخم وغیرہ کے چپک گئی ہو اور اُسکا چھڑانا یا ہٹانا ممکن نہ ہو یا اُس میں ایسی تکلیف یا حرج ہو جو برداشت نہ ہو سکے تو اُس چپکی ہوئی

چیز پر بھی جبیرہ ہی کا حکم جاری ہوگا مگر احوط یہ ہے کہ اُس کے ساتھ تیمم بھی کریں ۔

مسئلہ نمبر ۱۵۔ اگر جبیرہ کے ظاہر (اوپر) کا حصہ پاک ہو تو اُس کے باطن (نیچے والا) کے نجس ہونے سے کوئی مضائقہ نہیں اور ظاہر ہی پر مسح کر لینے سے وضو صحیح ہوگا ۔

مسئلہ نمبر ۱۶۔ زخم وغیرہ پر اگر کسی غصبی چیز کا جبیرہ ہو تو اُس پر مسح کرنا جائز نہیں ہے بلکہ واجب ہے کہ اُس کو ہٹا کر یا چھڑا کر بدل دیں اور اگر ایسی صورت ہو کہ جبیرہ کا ظاہری حصہ مباح اور باطنی غصبی ہو پس اگر ظاہری حصہ پر مسح کرنے سے باطنی حصہ میں تصرف کرنا نہ سمجھا جائے تو کوئی مضائقہ نہیں وضو صحیح ہوگا ورنہ وضو باطل ہوگا اور اگر اُس غصبی جبیرہ کا چھڑانا یا ہٹانا ممکن نہ ہو یا اُس سے ضرر ہو پس اگر وہ غصبی چیز ایسی حقیر ہو کہ جبیرہ بننے سے اب بیکار ہوگئی ہو اور اُس کا شمار تلف شدہ چیزوں میں ہو تو اُس پر مسح جائز ہے مگر واجب ہے کہ اُسکے مالک کو اُس چیز کا عوض بھی ادا کریں اور احوط یہ ہے کہ پہلے اُس چیز کے مالک کو راضی کریں پھر اُس پر مسح کریں اور اگر غصبی چیز جبیرہ بننے سے بیکار نہ ہوگئی ہو اور نہ اُس کا شمار تلف شدہ چیزوں میں ہو تو مسح کرنے کیلئے اُسکے مالک کو راضی کر لینا احوط ہے اگرچہ اُس کیلئے اُس چیز کی قیمت یا کچھ اُجرت وغیرہ دینی پڑے اور اگر یہ ممکن نہ ہو تو احوط ہے کہ وضو بھی کریں اور تیمم بھی اِس طرح کہ اُس جبیرہ پر مسح نہ کریں بلکہ صرف اُس کے کناروں کو جہاں جہاں غصبی جبیرہ نہ ہو دھو کر وہاں کے افعال وضو کو بجالائیں اور پھر تیمم بھی کریں ۔

مسئلہ نمبر ۱۷۔ جبیرہ میں یہ شرط نہیں ہے کہ اُن چیزوں سے ہو جن میں نماز صحیح ہوتی ہے لہذا اگر ریشم یا سونے یا حرام جانور کی ہڈی چمڑہ وغیرہ کا بھی جبیرہ ہو تو کوئی مضائقہ نہیں اور اُس پر مسح کرنے سے وضو صحیح ہوگا۔ ہاں شرط صرف یہ ہے کہ جبیرہ کا ظاہری حصہ نجس یا غصبی نہ ہو۔

مسئلہ نمبر ۱۸۔ جب تک ضرر کا خوف باقی ہو اُس وقت تک جبیرہ کا حکم بھی باقی رہیگا۔ اگرچہ اس کا احتمال بھی ہو کہ زخم اچھا ہوگیا ہے کیونکہ محض احتمال صحت سے جبیرہ کا حکم موقوف نہیں ہوگا اور اگر جبیرہ کھولنے کے بعد معلوم ہو کہ کھولنے سے پہلے ہی زخم اچھا ہوگیا تھا تو گذشتہ اعمال کا اعادہ کرنا (یعنی پھر سے بجالانا) بھی واجب[1] نہیں ہے۔ ہاں اگر گمان ہو کہ زخم اچھا ہوگیا اور ضرر کا خوف بھی نہ رہے تو اُسکا ہٹا ڈالنا واجب ہے ۔

---

[1] اس میں اشکال ہے لہذا احتیاط ترک نہ ہونی چاہئے (ابوالحسن مدظلہ)

مسئلہ نمبر ۱۹ - اگر جبیرہ کو ہٹا کر اس جگہ کا دھونا ممکن ہو اور کوئی ضرر بھی نہ ہو لیکن یہ خوف ہو کہ جب تک جبیرہ کھلیگا نماز کا وقت نکل جائے گا اور جبیرہ کھلنے کے بعد اتنا وقت نہیں رہیگا کہ وضو کر کے مقام جبیرہ کو دھو کر نماز پڑھ لی جائے تو اب ایسی حالت میں جبیرہ پر مسح کر کے نماز پڑھنی جائز ہے یا نہیں - اس مسئلہ میں اشکال ہے اور اظہر یہ ہے کہ جائز نہیں ہے پس صرف تیمم کر کے نماز پڑھے ؛

مسئلہ نمبر ۲۰ - زخم وغیرہ پر جو دوا لگی ہو وہ اُس زخم کے خون سے ملجائے اور دونوں بلکہ مثل ایک چیز کے ہو جائیں اور زخم بھر جانے کے بعد اُس چیز کا ہٹانا ممکن نہ ہو اِس طرح کہ اُس کے ہٹانے سے وہ جگہ پھر زخمی ہو جاتی ہو اور خون نکل آتا ہو پس اگر وہ دوا اِس خون میں ملکر اس طرح مستحیل ہوگئی ہو کہ اب اس پر خون کا اطلاق نہ ہو سکے بلکہ مثل جلد کے ہوگئی ہو تو جب تک اسکی یہ حالت رہیگی - اس پر جبیرہ ہی کا حکم جاری ہوگا اور اگر وہ دوا مستحیل نہ ہوئی ہو تو اُس پر نجس جبیرہ کا حکم ہوگا لہٰذا اُس پر کوئی کپڑا رکھکر مسح کرنا ہوگا ؛

مسئلہ نمبر ۲۱ - پہلے یہ بیان ہو چکا ہے کہ وضو کے وقت بدن دھونے میں اقل غسل یعنی دھونے کی سب سے کم کیفیت کافی ہے اِس طرح کہ پانی بدن کے ایک حصّہ سے بہہ کر دوسرے حصّے تک پہنچ جائے اگرچہ ہاتھ کی مدد ہی سے پہنچے پس اگر کوئی شخص ہاتھ کو پانی میں ڈبو کر نکال لے اور جو تری اُس میں آجائے اُس سے دھونے کی جگہ پھیر دے تو وضو ہو جائیگا اور جن حالتوں میں بیماری وغیرہ کے سبب سے پانی کا استعمال ضرر کرتا ہے اُن میں بھی اکثر ایسا ہوتا ہے کہ پانی کا اتنا خفیف استعمال ضرر نہیں کرتا خاصکر جب پانی گرم ہو ہاں زیادہ پانی ڈالنے سے ضرر ہوتا ہے تو اِن صورتوں میں اِسی طرح وضو کرنا (یعنی پانی میں ہاتھ ڈبو کر دھونے کی جگہ پر پھیر لینا) واجب ہے اور جبیرہ پر مسح کرنا جائز نہ ہوگا لہٰذا ضروری ہے کہ ہر شخص اُس وقت کا خیال رکھے کہ اگر اس طرح زخم کی جگہ دھونے سے ضرر نہیں ہوتا پھر بھی اُس نے جبیرہ پر مسح کیا تو صحیح نہ ہوگا بلکہ دھو کر وضو کرنا واجب ہوگا ؛

مسئلہ نمبر ۲۲ - اگر جبیرہ پر کوئی چکنائی ہو تو اُسپر مسح کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے بشرطیکہ وہ چکنائی پاک ہو ؛

مسئلہ نمبر ۲۳ - اگر وضو کی جگہ بالکل اچھی اور صحیح ہو لیکن نجس ہو اور اُس کا پاک ہونا ناممکن ہو تو اُس پر زخم کا حکم جاری نہ ہوگا بلکہ اب صرف تیمم کرنا واجب ہے ہاں اگر

عین نجاست بدن پر چپک گئی ہو اور اُس کا چھڑانا ممکن نہ ہو تو اس پر جبیرہ کا حکم جاری ہوسکتا ہے تاہم احتیاطاً[1] تیمم بھی کرنا چاہئیے ؛

مسئلہ نمبر ۲۴۔ اگر زخم پر جبیرہ بقدر متعارف (یعنی عام طور پر جس قدر ہوتا ہے اتنا ہی) ہو تو اُس کا کم کرنا ضروری نہیں ہے اور بغیر کسی ضرورت کے اس پر دوسری چیز کا رکھنا بھی جائز نہیں ہے۔ ہاں اگر یہ دوسری چیز اُس پر رکھے جانے کے بعد اُسی کا جزو شمار ہونے لگے تو اس کا رکھنا بھی جائز ہے ؛

مسئلہ نمبر ۲۵۔ جبیرہ پر جو وضو ہوگا اُس سے محض نماز ہی نہیں مباح ہوگی بلکہ حدث بھی رفع ہوجائے گا۔

مسئلہ نمبر ۲۶۔ وضو میں جو جبیرہ ہوتا ہے اُس کی دو ہی صورتیں ہیں یا وہ دھونے کی جگہ پر ہوگا یا مسح کرنے کی جگہ پر اور دونوں میں چند باتوں کا فرق ہے جو اوپر کے مسائل سے نکلتا ہے (الف) پہلی صورت میں (جب جبیرہ دھونے کی جگہ پر ہو) جبیرہ غسل (دھونے) کا بدل ہے اور دوسری صورت میں (جب مسح کی جگہ پر مثلاً سر یا پاؤں پر ہو) جبیرہ مسح کا بدل ہے (ب) دوسری صورت میں (جب مسح کی جگہ جبیرہ ہو) صرف مسح کرنا ہوگا اور پہلی صورت میں (جب جبیرہ دھونے کی جگہ ہو) اقویٰ یہ ہے کہ جبیرہ کو دھونا بھی جائز ہے[2] (ج) دوسری صورت میں (جب مسح کی جگہ جبیرہ ہو) واجب ہے کہ جبیرہ پر مسح صرف اُسی رطوبت سے ہو جو ہتھیلی میں باقی ہے اور ہتھیلی ہی سے ہو۔ نہ دوسرے بدن سے اور پہلی صورت میں (جب دھونے کی جگہ جبیرہ ہو) جائز ہے کہ جس عضو اور جس پانی سے چاہے مسح کرے خواہ اُسی رطوبت سے یا دوسرے پانی سے (د) پہلی صورت میں (دھونے کی جگہ جبیرہ ہو) ضروری ہے کہ پورے جبیرہ پر مسح ہو اور ذرہ برابر بھی جگہ نہ چھوٹے۔ جس طرح دھونے میں پورا بدن دھویا جاتا ہے اور کچھ بھی جگہ نہیں چھوٹتی۔ ہاں اُن تاگوں کے درمیان جس سے پٹی بندھی ہو یا سوراخوں کے درمیان جو جگہ ہو اُس پر

---

[1] اس احتیاط کو ترک نہ کرنا چاہئیے (ابوالحسن مدظلہ)

[2] مسح کے ساتھ دھونا بھی جائز ہے لیکن پانی میں ڈبونا بجائے دھونے کے اشکال سے خالی نہیں (ابوالحسن مدظلہ)

مسح کرنا ضروری نہیں ہے اور دوسری صورت میں (جب مسح کی جگہ جبیرہ ہو) اسمی یعنی برائے نام مسح کافی ہے (ھ) پہلی صورت میں (جب دھونے کی جگہ جبیرہ ہو) بہتریہ ہے کہ جبیرہ پر مسح اس طرح کریں کہ بالکل دھونے کی مانند ہو یعنی اس پر مسح کرنے میں اس کثرت سے پانی جاری ہو جائے کہ دیکھنے میں معلوم ہو ... کہ وہ جگہ دھوئی گئی ہے اور دوسری صورت میں (جب مسح کی جگہ جبیرہ ہو) بہتر یہ ہے کہ دھونے کی مانند نہ ہونے پائے بلکہ دیکھنے میں معلوم ہو کہ اس پر مسح کیا گیا ہے (و) پہلی صورت میں (جب دھونے کی جگہ جبیرہ ہو) جبیرہ پر صرف تری پہنچا دینا کافی نہیں ہے کیونکہ یہ مسح دھونے کے عوض اور قائم مقام ہے لہذا اچھی طرح بھگونا چاہیئے تاکہ معلوم ہو کہ دھویا گیا ہے اور دوسری صورت میں (جب مسح کی جگہ جبیرہ ہو) صرف تری پہنچا دینا کافی ہے کیونکہ اس صورت میں جبیرہ پر مسح اصل میں مسح ہی کے عوض اور بدلہ میں ہے لہذا صرف تری کا پہنچا دینا کافی ہوگا (ز) اگر جبیرہ پر زائد رطوبت ہو تو پہلی صورت میں (دھونے کی جگہ جبیرہ ہو) اس کا خشک کرنا واجب نہیں ہے اور دوسری صورت میں (مسح کی جگہ جبیرہ ہو) واجب ہے یعنی پہلے اس رطوبت کو خشک کردے اس کے بعد مسح کرے (ح) پہلی صورت میں (دھونے کی جگہ جبیرہ ہو) واجب ہے کہ مسح بالکل اُوپر کے مقام سے شروع کرکے نیچے کو لائیں جس طرح دھونے میں کیا جاتا ہے اور دوسری صورت میں (مسح کی جگہ جبیرہ ہو) یہ واجب نہیں ہے (ط) دوسری صورت میں (مسح کی جگہ جبیرہ ہو) ضروری ہے کہ ہتھیلی یا اسکی انگلیاں مسح کی جگہ پر کھینچی جائیں اور مسح کی جگہ (سر یا پاؤں) ٹھہری رہیں اور پہلی صورت میں (دھونے کی جگہ جبیرہ ہو) یہ ضروری نہیں ہے بلکہ جس طرح بھی مسح ہو جائے گا صحیح ہوگا۔ المختصر دھونے کی جگہ جب جبیرہ ہو تو دھونے کی اُمور کا لحاظ رکھنا ضروری ہے اور جب جبیرہ مسح کی جگہ ہو تو اصلی مسح کے اُمور کا خیال کرنا واجب[1] لازم ہے۔

مسئلہ نمبر ۲۷ جبیرہ کے جتنے احکام بیان کئے گئے وہ واجبی اور مستحبی دونوں قسموں کے وضو کے لئے ہیں اور دونوں میں کوئی فرق نہ ہوگا۔

مسئلہ نمبر ۲۸۔ غسل میں بھی جبیرہ کے وہی سب احکام ہیں جو وضو میں بیان ہوئے خواہ

---

[1] بلکہ احوط یہ ہے جیسا کہ گذرا (ابوالحسن مدظلہ)

واجبی غسل ہو یا مستحبی۔ ہاں گفتگو اس میں ہے کہ جب مجبوراً جبیرہ باندھکر ہی غسل کرنا پڑے اُس وقت خاص کر غسل ترتیبی ہی کرنا ضروری اور یہی غسل متعین ہے دوسرا نہیں یا ارتماسی بھی جائز ہے غسل ارتماسی بھی کرسکتا ہے اور اگر ارتماسی جائز ہو تو آیا واجب ہے کہ پانی کے اندر غوطہ لگا کر جبیرہ پر مسح کریں یا یہ واجب نہیں ہے۔ اقویٰ یہ ہے کہ جبیرہ رہتے ہوئے بھی غسل ارتماسی کرسکتے ہیں اور غوطہ لگا کر اُس پر مسح کرنا واجب نہیں ہے اگرچہ احوط یہ ہے کہ جبکہ جبیرہ بندھا ہو تو غسل ارتماسی نہ کریں بلکہ ترتیبی کریں اور اگر ارتماسی ہی کریں تو احوط یہ ہے کہ پانی کے اندر غوطہ لگا کر جبیرہ پر مسح بھی کریں لیکن جبیرہ رہتے ہوئے غسل ارتماسی اسی صورت میں جائز ہوگا اور صحیح ہوگا جب اُس سے کوئی دوسری چیز مانع نہ ہو مثلاً وہ بدن نجس نہ ہو اور وہ نجاست بقیہ اعضا میں سرایت نہ کرے یا غسل ارتماسی مُضر نہ ہو اس طرح کہ پانی جبیرہ کے نیچے پہنچ جائے اور ضرر کرے ؀

مسئلہ نمبر ۲۹۔ اگر تیمّم کی ضرورت ہو اور تیمّم کے مقامات میں کوئی زخم یا پھوڑا وغیرہ ہو جس پر کوئی جبیرہ بندھا ہو اور اُس کا چھڑانا ممکن نہ ہو تو اُس کی حالت بھی وضو کی ہے یعنی جبیرہ ہی پر تیمم کرے خواہ وہ جبیرہ ماسح (ہتھیلی یا اُس کی اُنگلیوں) میں ہو یا ممسوح (پیشانی یا پشت دست) میں ؀

مسئلہ نمبر ۳۰۔ جو شخص جبیرہ پر مسح کر کے وضو کرے۔ دوسرے لوگ اُسکو ایسے کاموں (مثلاً کسی مُردہ کی قضا شدہ نمازیں ادا کرنے) کیلئے اجیر مقرر کریں تو اُس کے جائز ہونے میں اشکال ہے بلکہ کوئی شخص کسی کو ایسے ہی کام کیلئے اجیر (مزدور) مقرر کرے اور وہ اُس کام کو شروع کردے لیکن اُس کے ختم کرنے کے پہلے اس اجیر کو اگر کوئی ایسا عُذر پیدا ہو جائے جس سے اسکو بجائے بدن دھونے کے جبیرہ پر مسح کر کے وضو کرنا پڑے اور اُس کام کے تمام کرنے کا وقت بھی تنگ رہ گیا ہو تو بعید نہیں ہے کہ یہ معاملہ اجارہ خود ہی ٹوٹ جائے۔ ہاں ایسے عُذر والے شخص کے ذمہ اپنی ہی کچھ ایسے اعمال (مثلاً نمازیں) قضا ہوں اور اُس کو یقین ہوگیا ہو کہ آخر عُمر تک یہ عُذر زائل نہ ہوگا۔ تو وہ خود اپنے اعمال کی قضا اسی حالت میں ادا کرے لیکن اگر اُس عُذر کے زائل ہو جانے کی اُمید باقی ہو تو اب اسی حالت میں اُس کا اپنے اعمال ادا کرنا بھی اشکال سے خالی نہیں ہے اسی طرح ایسے عُذر والا شخص تبرعاً

ا؎ اسکا جواز بلکہ ایسے شخص کو مزدور کرنیکا جائز ہونا جبکہ کوئی اور مزدور صحیح و سالم اس کام کیلئے نہ ملتا ہو قوت سے خالی نہیں (ابوالحسن عفی عنہ)

(مفت احسان کر کے) کسی دوسرے کے اعمال کو ادا کرے تو اسکا جائز ہونا بھی مشکل ہے۔

مسئلہ نمبر ۳۱۔ اگر جبیرہ پر وضو یا غسل یا تیمم کر کے نماز پڑھی اور پھر فوراً ہی وہ عذر زائل ہو گیا تو جو نمازیں پڑھ چکا ہے اُسکا اعادہ کرنا واجب نہیں ہے اگرچہ ابھی اُن نمازوں کا وقت بھی باقی ہو بلکہ اقویٰ یہ ہے کہ عذر برطرف ہونے کے بعد بھی اگر جبیرہ والا وضو باقی ہو تو بعد کی نمازیں بھی اُسی وضو سے پڑھ سکتا ہے لیکن اُن ہی صورتوں میں جن میں یقین ہو کہ اُس کی واقعی تکلیف جبیرہ پر ہی وضو کرنے کی تھی اور شک کی اُن صورتوں میں جہاں جبیرہ پر وضو کے ساتھ تیمم کرنے کا بھی حکم ہے ضروری ہے کہ عذر برطرف ہونے کے بعد جو اعمال بجالانا (مثلاً نماز پڑھنی) چاہئے۔ اُن کے لئے دوسرا وضو کرے کیونکہ اس صورت میں جبیرہ کے اُس سابق وضو کے صحیح ہونے کا یقین نہیں ہے اور اگر جبیرہ پر وضو کرتے وقت ہی اُس کا عذر زائل ہو جائے تو واجب ہے کہ جبیرہ کو ہٹا کر پھر سے وضو کرے یا جس جگہ جبیرہ پر مسح کیا ہے وہاں کی جلد کو دھوئے اور اگر وہ جگہ مسح کرنے کی ہو تو جلد پر مسح کرلے مگر شرط یہ ہے کہ ایسا کرنے سے وضو کی موالات باقی رہے ورنہ دوبارہ شروع سے وضو کرنا ہوگا۔

مسئلہ نمبر ۳۲۔ جس کو جبیرہ پر وضو کرنا ہو اُسے اگر یقین ہو کہ نماز کے آخر وقت تک اُس کا وہ عذر زائل نہ ہوگا تو اول ہی وقت نماز پڑھ سکتا ہے اور اگر یقین نہ ہو اور زوالِ عذر کی امید نہ ہو تو احوط ہے کہ اُس نماز کے آخر وقت تک انتظار کرے اور تاخیر کر کے نماز پڑھے۔

مسئلہ نمبر ۳۳۔ اگر یہ یقین ہوا کہ بدن دھونے سے ضرر ہوگا اور جبیرہ پر مسح کر لیا پھر معلوم ہوا کہ وہ یقین غلط تھا اور حقیقت میں پانی ضرر نہ کرتا۔ یا یہ یقین ہوا کہ پانی ضرر نہ کریگا اور بدن کو دھو لیا۔ پھر معلوم ہوا کہ وہ یقین غلط تھا اور پانی نے ضرر کیا اور اُس کو اُس وقت جبیرہ پر مسح کرنا تھا یا یقین ہوا کہ پانی ضرر کریگا باوجود اسکے جبیرہ کو ترک کر کے پانی سے دھو کر ہی وضو کر لیا پھر معلوم ہوا کہ پانی نے ضرر نہیں کیا اور اُسکو واقعاً جلد ہی دھونا تھا جیسا کہ دھویا ہے۔ یا یقین ہوا کہ پانی ضرر نہیں کرے گا۔ باوجود اس کے جبیرہ پر مسح کیا پھر معلوم ہوا کہ پانی نے ضرر کیا تو ان کل صورتوں میں وضو صحیح ہے اور آخری دونوں صورتوں کا وضو بھی صحیح ہے بشرطیکہ وضو کرتے وقت قصدِ قربت رہا ہو لیکن احوط یہ ہے کہ کل صورتوں میں[۱] پھر سے وضو کرے۔

---

[۱] بالخصوص دوسری صورت میں (ابوالحسن مدظلہ)

مسئلہ نمبر ۳۴۔ جس صورت میں بھی یہ شک ہو کہ اس وقت جبیرہ پر وضو کرنا واجب ہے یا تیمم کرنا اس میں احوط یہ ہے کہ جبیرہ پر مسح کر کے وضو بھی کرے اور تیمم بھی ؛

فصل اُس شخص کے احکام کے بیان میں جو دائم الحدث ہو

جس شخص کو سلس البول یعنی برابر پیشاب نکلتے رہنے کی شکایت ہو یا جو مبطون ہو یعنی جس کو ہر وقت پاخانہ ہوتا رہتا ہو اس کی دو ہی حالت ہونگی یا اُس کو ایسی شکایت ہوگی کہ دو مرتبہ پیشاب کرنے یا دو مرتبہ پاخانہ جانے کے درمیان اتنا وقت مل جاتا ہوگا جس میں طہارت کر کے نماز مختصر طور پر یعنی صرف واجبات ادا اور کل مستحبات ترک کر کے پڑھ لے یا ایسی شدید شکایت ہوگی کہ اتنا وقت بھی نہ ملتا ہوگا اور اس دوسری صورت میں بھی اتنی دیر میں جس میں نماز ہو سکے خواہ صرف دو تین مرتبہ مثلاً پیشاب پاخانہ ہوتا ہوگا یا علی الاتصال یعنی برابر نکلتا جاتا ہوگا اور رُکتا ہی نہ ہوگا۔ پس پہلی صورت میں یعنی جب دو مرتبہ پیشاب یا پاخانہ کے درمیان طہارت اور نماز کے لائق اور بقدر موقع ملجاتا ہو اور وقت بھی وسعت رکھتا ہو واجب ہے کہ اُسی میں طہارت کر کے نماز پڑھ لے خواہ یہ موقع نماز کے اوّل وقت میں ملے یا وسط میں یا آخر میں۔ اور اگر بہت ذرا سا وقت ملتا ہو جس میں سوائے طہارت اور واجبات وضو و نماز کے دوسری چیز نہ ہو سکتی ہو تو واجب ہے کہ کل چیزوں کو چھوڑ کر اور مستحبات کو بھی ترک کر کے صرف واجبات کو بجالا کر نماز پڑھ لے کیونکہ اگر اس موقع سی باہر طہارت اور واجبات و مستحبات نماز کو بجالا کر نماز پڑھیگا تو باطل ہوگی۔ اس بنا پر ایسے شخص کی لئے لازم ہے کہ ایسی مختصر نماز پڑھے جو کہ اس موقع کے اندر اندر باطہارت ختم ہو جائے۔ ہاں اگر اس نے اُس موقعہ کے سوا دوسرے وقت میں نماز پڑھی اور ختم نماز تک اتفاق سے اُس کو پیشاب یا پاخانہ نہ ہوا تو یہ نماز صحیح ہوگی بشرطیکہ اس سے قصدِ قربت حاصل ہوا ہو یعنی قُربت کی نیت سے نماز پڑھی ہو اور جب اُسکو نماز کا موقعہ اوّل وقت میں ملا اور اُس نے باوجود اس کے کہ فوراً نماز پڑھ لینا واجب تھا نہیں پڑھی بلکہ جان بوجھ کر دیر کی۔ اور آخر وقت میں نماز پڑھی۔ اتفاق سے اُس وقت پیشاب یا پاخانہ بھی نہ ہوا تو اسکی نماز صحیح ہے مگر اس موقعہ پر نہ پڑھنے کا گناہ ہوگا اور دوسری صورت میں یعنی جب دو مرتبہ پیشاب

کرنے یا پاخانہ جانے کے درمیان طہارت اور نماز کے لائق وقت نہ ملتا ہو مگر حالت نماز میں
دو تین مرتبہ سے زیادہ بھی پیشاب یا پاخانہ نہ ہوتا ہو اگر بغیر کسی طرح کی مشقت اور زحمت کے
ہو سکے تو واجب ہے کہ نماز پڑھنے ہی میں پیشاب یا پاخانہ کے بعد فوراً وضو کرتا جائے
بشرطیکہ نماز کی صورت درست رہے یعنی قبلہ سے انحراف وغیرہ نہ ہو۔ پس صورتِ صلوٰۃ کے
محفوظ رکھنے کے لحاظ سے یہ کرے کہ اپنے نزدیک پہلو میں لوٹا وغیرہ میں پانی رکھکر نماز شروع
کرے اور جب پیشاب یا پاخانہ ہو تو اُسی طرح فوراً وضو کرے اور جہاں سے نماز چھوڑی تھی
پھر وہاں سے پڑھنے لگے اسی طرح کرتا جائے یہاں تک کہ نماز تمام ہو جائے اور اس حکم میں
سلس البول والے اور مبطون شخص میں کوئی فرق نہیں ہے لیکن احوطؒ یہ ہے کہ اس نماز کے
علاوہ ایک اور نماز ایک ہی وضو سے پڑھے یعنی اس میں پیشاب یا پاخانہ ہو تو اُس کا مطلق
خیال نہ کرے اور نہ چھوڑ کر وضو کرے بلکہ اسی طرح نماز پڑھتا رہے اور تمام کر دے خاص کر
وہ شخص کہ جس کو سلس البول ہو۔ حتی الامکان اس احتیاط یعنی دوسری نماز کو ترک نہ کرےؒ
رہی تیسری صورت یعنی جب پیشاب یا پاخانہ کی اتنی زیادتی ہو کہ ذرہ برابر بھی نہ رُکے
یا رُکے تو بہت خفیف کہ نماز ہی کی حالت میں ہر بار پیشاب یا پاخانہ کے بعد وضو کرنا ممکن
نہ ہو یا اُس سے حرج لاحق ہوئے اور بعید مشقت ہو تو اس صورت میں ہر نماز کے لئے ایک
وضو کر لینا کافی ہے یعنی ہر نماز کو ایک ہی وضو سے پڑھ لینا کافی ہے اور جائز ہے لیکن اسی وضو
سے دو نماز (مثلاً ظہر اور عصر) ساتھ پڑھنا جائز نہیں ہے بلکہ ہر نماز (مثلاً ظہر) کیلئے علیحدہ
اور عصر کے لئے علیحدہ وضو کرے۔ خواہ دونوں نمازیں واجب ہوں یا دونوں مستحب یا ایک
واجب اور ایک مستحب۔ ہر ایک کے لئے جُدا جُدا وضو کر کے ادا کرنا چاہیئے یہ تو اس صورت

لہ جبکہ درمیان میں وضو کرنا اور جہاں سے نماز چھوڑی ہے وہیں سے نماز پھر شروع کرنا فعل کثیر کو مستلزم ہو۔ یعنی بدون فعل کثیر نہ وضو ہو سکتا ہو اور نہ بنا تو اس احتیاط کو ترک نہ کرنا چاہیے۔ خاص کر سلس البول والے کیلئے یہ دوسری نماز پڑھنا اور اس احتیاط پر عمل کرنا لازم ہے (ابوالحسن مدظلہ)

لہ یعنی جہاں سے اس نماز کو چھوڑا تھا وہیں سے شروع کر دیا جائے۔ یہ بھی نہ ہو سکتا ہو تو اس احتیاط کو ترک نہ کرنا چاہیئے (مترجم)

کا حکم تھا کہ جب ہر نماز کا کچھ حصّہ وضو کی حالت میں ادا کرنا ممکن ہو (مثلاً وضو کے بعد پہلی رکعت کے ختم تک شکایت موقوف رہی یعنی پہلی رکعت میں شکایت موقوف رہی۔ دوسری رکعت میں پیشاب یا پائخانہ ہو گیا)، اور اگر اس قدر بھی ممکن نہ ہو بلکہ حدث مستمر ہو بلا مہلت کے (یعنی وضو کرتے تکبیر کہتے سورہ پڑھتے غرض کسی حالت میں بھی رکتا نہیں) تو جائز ہے کہ ایک ہی وضو سے کئی نمازیں پڑھتا رہے کیونکہ ایسی مجبوری میں وہ شخص باوضو ہی سمجھا جائیگا جب تک دوسرا کوئی مثل نیند وغیرہ کے نہ ہو یا پیشاب پاخانہ بقدر متعارف خارج نہ ہو لیکن اس صورت میں بھی احوط ہے کہ ہر نماز کے لئے ایک وضو کرے اور ایک وضو سے دو نمازیں نہ پڑھے اور ظاہر یہ ہے کہ جس کو ہر وقت ریح خارج ہوتے رہنے کی شکایت ہو اس کی بھی یہی صورتیں اور یہی سب احکام ہیں۔

مسئلہ نمبر ۱۔ ان شکایات والے پر واجب ہے کہ وضو کر کے فوراً نماز شروع کر دے اور ذرہ برابر تاخیر نہ کرے۔

مسئلہ نمبر ۲۔ سلس البول والے اور مبطون شخص پر جن صورتوں میں ہر نماز کے لئے وضو کرنا واجب ہے ان میں اگر کوئی شخص تشہد یا سجدہ بھول جائے اور اس کی قضا کرنا چاہئے تو پھر وضو کرنا واجب نہیں ہے بلکہ دونوں کے قضا کے لئے وہی وضو کافی ہے جو اصل نماز کے لئے کیا تھا۔ اسی طرح اگر نماز میں شک ہو گیا جس کے بعد نماز احتیاط پڑھنی پڑی تو اس نماز احتیاط کے لئے بھی دوسرے وضو کی ضرورت نہیں بلکہ وہی پہلا وضو کافی ہے اگر احوط ہے کہ اس کے لئے بھی دوسرا وضو کرے لیکن یہ لحاظ رہے کہ پھر وضو کرنے سے پہلی نماز اور اس نماز احتیاط میں طویل فصل (دیر) نہ ہو اور قبلہ سے انحراف بھی نہ ہو۔ رہیں نافلہ نمازیں تو اُن کو واجبی نماز کے وضو سے نہیں پڑھ سکتا بلکہ ان میں شرط ہے کہ ہر دو رکعت کیلئے ایک وضو کرے۔

مسئلہ نمبر ۳۔ جس شخص کو سلس البول کی شکایت ہو اس پر واجب ہے کہ اپنے پیشاب کو بدن اور کپڑے وغیرہ میں لگنے سے بچاتا رہے اس طرح مثلاً کہ ایک تھیلی میں روئی وغیرہ رکھ کر اس میں پیشاب کے مقام کو باندھے اور احوط یہ ہے کہ ایسا شخص ہر نماز کے پہلے اپنے پیشاب کے مقام کو دھولے۔ رہی تھیلی تو ہر نماز کے پہلے اسکا پاک کرنا واجب نہیں ہی اگرچہ احوط ہے اور جو مبطون ہو وہ بھی اگر اپنے بدن اور کپڑے کو پائخانہ کی نجاست سے بچا سکے تو

بچانے رہنا واجب ہے اور اگر نماز سے پہلے بغیر مشقت کے اپنے پائخانہ کی جگہ دھو سکے تو احوط یہ ہے کہ دھولیا کرے۔

مسئلہ نمبر ۴۔ جس کو سلسل البول کی شکایت ہو یا جو مبطون ہو اس کے بارے میں یہ کہنا تو مشکل ہے کہ اس کو اپنا علاج کرنا واجب ہے مگر احوط ہے کہ اگر آسانی سے ممکن ہو تو علاج کرالے۔ ہاں اگر کسی خاص طریقہ اور عنوان سے وہ اپنے پیشاب یا پائخانہ کو اس وقت تک روک سکے جب تک نماز ادا ہو جائے تو واجب ہے کہ روکے رہے اگرچہ اس میں کچھ مال بھی خرچ کرنا پڑے۔

مسئلہ نمبر ۵۔ اس مسلوس یا مبطون کو جس کا پیشاب یا پائخانہ ایک سکنڈ بھی نہ رکتا ہو نماز کے وضو سے قرآن کا حرف چھونے کو جائز کہنا مشکل ہے لہٰذا نہ چھوئے یہاں تک کہ نماز کی حالت میں بھی نہ چھوئے ہاں اگر کسی وجہ سے واجب ہو تو چھو سکتا ہے۔

مسئلہ نمبر ۶۔ اگر مسلوس یا مبطون کو نماز کا وقت داخل ہونے کے بعد اپنی نماز کے لئے وسیع موقعہ ملنے کا احتمال ہو (مثلاً ایک بجے دن کو نماز ظہر کا وقت ہو گیا لیکن اس کو امید ہے کہ تین بجے تک پائخانہ پیشاب رکا رہیگا) تو احوط ہے کہ اس وقت کا انتظار کرے اور اسی وقت نماز پڑھے اس سے پہلے نہ پڑھے بلکہ احوط ہے کہ اس وقت تک انتظار کرے جسکے بارے میں علم یا احتمال ہو کہ پیشاب پائخانہ کم نکلیگا لیکن اقوی یہ ہے کہ انتظار کرنا واجب نہیں ہے۔

مسئلہ نمبر ۷۔ اگر یہ یقین کرے کہ وسیع موقعہ نہ ملیگا حالتِ حدث ہی میں وضو کر کے نماز شروع کر دی اور اثنائے نماز میں معلوم ہوا کہ آئندہ وسیع موقع ملیگا تو نماز توڑ دے اور اگر نماز ختم کر کے معلوم ہو تو اس وسیع وقت میں اس نماز کا اعادہ کرے۔

مسئلہ نمبر ۸۔ بعض علماء نے فرمایا ہے کہ اگر مسلوس اور مبطون کو اتنا موقعہ مل جائے جس میں اضطراری نماز ہو جائے اگرچہ اس طرح کہ ہر رکعت میں صرف ایک تسبیح سُبْحَانَ اللّٰہِ وَ الْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ پڑھے اور رکوع و سجود کے لئے اشارہ کرلے جس طرح ڈوبتا ہوا شخص نماز پڑھ لیتا ہے تو احوط ہے کہ اس صورت اور پہلی صورت میں جمع کرلے یعنی ہر نماز کو دونوں طرح پڑھے بس ان علماء کا یہ قول اگرچہ خوب ہے مگر ایسا کرنا واجب نہیں ہے بلکہ واجب صرف ایک ہی نماز اس طرح پڑھنا ہے جو پہلے ذکر کی گئی ہے (کہ نماز ہی

میں حدث کے بعد وضو کرتا جائے اور نماز پڑھتا جائے)

مسئلہ نمبر ۹۔ مسلوس اور مبطون ہی کی طرح مستحاضہ عورت بھی ہے جس کا حکم آئندہ بیان ہوگا۔

مسئلہ نمبر ۱۰۔ مسلوس یا مبطون پر واجب نہیں ہے کہ اس مرض سے تندرست ہونے کے بعد اور صحت کے بعد اُن نمازوں کی قضا بھی کرے جو اُس حالت میں پڑھی تھیں ہاں اگر کسی نماز کا وقت باقی ہو تو واجب ہے کہ اُس کا اعادہ کرے۔

مسئلہ نمبر ۱۱۔ جو شخص ہمیشہ باوضو رہنے کی نذر کئے ہو وہ اگر مسلوس یا مبطون ہو جائے تو احوط ہے کہ اس کثرت سے ہر وقت وضو کرتا رہے جس سے حرج نہ لازم آئے اور یہ کہنا بھی ممکن ہے کہ ایسی حالت میں اُس کی نذر ہی نہ باقی رہیگی اور یہی قول اظہر ہے۔

فصل غسلوں کے بیان میں

جو غسل کہ واجب ہیں وہ سات ہیں۔ غسلِ جنابت۔ غسل حیض۔ غسل نفاس۔ غسل استحاضہ (متوسطہ کثیرہ) غسلِ مس میت۔ غسل میت اور وہ غسل جو کہ نذر وغیرہ کی وجہ سے واجب ہو مثلاً کوئی شخص یہ نذر کرے کہ اگر میرا فلاں کام ہوگیا تو غسل زیارت بجالاؤں گا مثلاً روضہ سید الشہداءؑ کی زیارت کو جاتے وقت غسل کرونگا اور زیارت روضہ کو اُس وقت جاؤں گا جبکہ پہلے غسل کرلوں گا یا نذر کا عنوان یہ ہو کہ زیارت غسل کے بغیر نہ کرونگا۔ اِن دونوں نذروں میں فرق یہ ہے کہ اول صورت نذر میں غسل اُس وقت واجب ہوگا جبکہ یہ شخص زیارت کا ارادہ کرے پس اگر زیارت کا تمام عمر قصد وارادہ نہ کرے اور زیارت کو نہ جائے تو غسل بھی واجب نہ ہوگا۔ برخلاف دوسری صورت نذر کے کہ اس میں اس شخص پر زیارت کو جانا واجب ولازم ہے۔ زیارت کا ترک کرنا اُس کام کے ہوجانے کے بعد ناجائز وحرام ہے کہ جس کا تدارک کفارہ (ایک غلام آزاد کرنا یا دس مسکین کو کھانا کھلانا یا دس مسکین کو لباس پہنانا) ہے اور پہلی صورت میں زیارت کو جانا واجب نہیں اگر اتفاقیہ پہنچ جائے تو بغیر غسل کے نہ جائے اسی طرح مثلاً یہ نذر کی جائے کہ فلاں کام ہوجانے کے بعد جن اعمال کے لئے غسل مسنون ہے اُن کو بغیر غسل نہ کریگا اس صورت میں بھی مثل زیارت اعمال کا

بجالانا۔ بوجہ نذر واجب ولازم نہ ہوگا بلکہ اگر وہ اعمال کئے جائیں تو غسل واجب ہوگا بدون غسل اعمال کا بجالانا جائز ہوگا۔

مسئلہ نمبر۱۔ زیارت وغیرہ کے غسل کی نذر چند صورتوں میں اور چند طرح سے ہوسکتی ہے

اول یہ کہ نذر کرے کہ بدون غسل زیارت نہ کروں گا یعنی زیارت غسل کی معیت میں کروں گا تو اس صورت میں نذر پورا ہونے پر غسل اور زیارت دونوں واجب ہوں گے اگر ان میں سے ایک بھی چھوٹ جائے گا مثلاً زیارت ہوگی بدون غسل یا غسل ہوگا بغیر زیارت تو کفارہ عائد ہوجائے گا۔ کفارہ نذر اس شخص پر واجب ولازم ہوجائے گا۔

دوم یہ کہ زیارت کے لئے غسل کرنے کی نذر کی جائے یعنی جب زیارت کا ارادہ اور موقعہ ہوگا تو بدون غسل زیارت نہ کی جائے گی پس اس صورت میں غسل منذور ہوگا لہذا زیارت نہ کرنے پر کفارہ لازم نہ ہوگا بلکہ بدون غسل زیارت کرنے پر کفارہ نذر واجب ولازم ہوگا۔

سوم۔ غسل زیارت کی نذر کی جائے۔ پس اس صورت میں بھی غسل منذور ہے لیکن زیارت کرنے کی نذر مستقل طور پر نہیں تاکہ زیارت کرنا واجب ہو بلکہ اس کا وجوب من باب المقدمہ ہے جیسا کہ غسل فی نفسہ واجب نہیں* بلکہ نماز کیلئے واجب ہے مقدمۃً چونکہ نماز سے پہلے باطہارت ہونا مصلی کا لازم ہے اس لئے طہارت حدثی (وضو یا غسل) واجب ولازم ہے لیکن اس صورت میں غسل تو واجب ہے ہی زیارت بھی واجب ہے پس اگر زیارت چھوٹ جائے گی تو ایک کفارہ عائد ہوجائیگا۔ اسی طرح اگر زیارت بدون غسل ہوگی تو بھی کفارہ لازم ہوگا اور اگر غسل کرتے وقت یہ قصد وارادہ تھا کہ بعد غسل زیارت کی جائے گی اور زیارت نہ ہوئی تو بھی کفارہ واجب ہوگا کیونکہ تاوقتیکہ غسل کے بعد زیارت وقوع میں نہ آئے وہ غسل زیارت کا غسل ہی نہیں کہلائے گا۔ پس اس سے معلوم ہوا کہ تنہا غسل کا ہوجانا کفارہ کو ساقط نہیں کرتا۔ کفارہ کے سقوط میں غسل ہی تنہا کافی نہیں ہے تاوقتیکہ اس کے بعد زیارت نہ ہو۔

چہارم۔ غسل اور زیارت دونوں کی نذر کی جائے پس اس صورت میں چونکہ منذور ہر دو ہیں لہذا اگر دونوں ترک ہوں گے تو دو کفارہ اور ایک کے چھوٹنے پر ایک کفارہ واجب و لازم ہوگا۔

پنجم۔ ایک ایسے غسل کی نذر کی جائے کہ جس کے بعد زیارت لازمی ہو اور ایسی زیارت کی نذر کی جائے جو غسل کی معیت میں ہوتی ہے پس اس صورت میں اگر زیارت اور غسل دونوں

* وضو فی ذاتہ واجب نہیں۔

ترک ہوں یا ان میں سے ایک چھوٹے بہر طور دو کفارہ واجب و لازم ہوں گے کیونکہ نذر میں ایک دوسرے کے ساتھ مقید ہے ایک کو دوسرے کے ہمراہ بجالانے کا قصد و ارادہ کیا ہے۔ نذر میں اس بنا پر ایک کا ترک گویا دوسرے کا ترک ہے لہٰذا ہر صورت دو کفارہ ہوں گے۔ اسی طرح اور اعمال سنتی میں سے جس عمل کو بھی ہمراہ غسل بجالانے کی نذر کی جائیگی۔ ایک کے ترک پر دو کفارہ عائد ہو جائیں گے +

فصل غسل جنابت کے اسباب کے بیان میں

پہلا سبب منی کا نکلنا ہے خواہ جاگتے میں نکلے خواہ سوتے میں۔ قصد و ارادہ سے نکلے یا بمجبوری یعنی بے اختیاری سے۔ خواہ مقام عادی سے خارج ہو یعنی جو مقام فطرۃً و عادۃً معین ہے اُس سے نکلے یا غیر عادی سے اگرچہ بقدر سر سوزن ہی ہو ایک ذرہ برابر بھی۔ نکلے جنابت ثابت ہو جائے گی خواہ وطی کے سبب سے نکلے یا بدون وطی کسی اور وجہ سے منی نکلنے کا علم ہو جائے اسکا یقین ہو جائے کہ یہ چیز یعنی رطوبت منی ہی ہے کوئی اور دوسری چیز نہیں ہے خواہ شہوت ہو یا نہ ہو خواہ جہندگی کے ساتھ ہو یعنی اُچھل کر نکلے یا بغیر اس کے خواہ اور دوسری علامات مثلاً رطوبت کا غلیظ سفید ملگجی ہونا عضو میں سستی۔ طبیعت میں کاہلی ہونا پائی جائیں۔ یہ علامات یا یہ تمام کے تمام مفقود ہوں۔ بہر صورت جب علم ہو جائے کہ یہ نکلنے والی رطوبت منی ہی ہے تو غسل جنابت واجب ہو جائیگا اگر کسی کو غسل جنابت کی ضرورت ہوئی اور اس نے پیشاب اور استبراء کرنے سے قبل غسل کر لیا اور بعد غسل کے ایسی رطوبت خارج ہوئی جس کے متعلق یہ شخص کوئی فیصلہ نہیں کر سکتا کہ کیا ہے منی ہے مثلاً یا مذی پس اس صورت میں یہ رطوبت مشتبہ بھی منی کے حکم میں ہوگی یعنی غسل واجب ہوگا۔ اس غسل کے واجب ہونے کی دو شرطیں ہیں ایک تو یہ کہ منی بدن سے خارج ہو جائے پس اگر اپنی جگہ سے حرکت کرے اور بدن سے خارج نہ ہو تو غسل واجب نہ ہوگا۔ دوسرے یہ کہ جس کے عضو سے خارج ہو اسی کی منی ہو۔ اس بنا پر اگر قبل زن سے مرد کی منی نکلے گی تو عورت پر غسل واجب نہ ہوگا۔ ہاں اگر اس کا علم ہو جائے عورت کو کہ مرد کی منی میں میری منی بھی ملی ہوئی ہے تو عورت کو بھی غسل کرنا واجب ہو جائیگا ہر چند کہ انزال منی ایک امر طبعی

اور عادی ہے کہ ہر مرد مکلف اس کو جانتا اور پہچانتا ہے لیکن اگر کسی کو شک یا شبہ کسی رطوبت کے متعلق ہو کہ یہ منی ہے یا کوئی اور چیز ہے تو وہ اسکی علامات کی طرف رجوع کرے اور اس کی شناخت کیلئے اس کی صفتوں پر نظر کرے اور وہ یہ ہیں۔ شہوت۔ اچھل کر نکلنا۔ بدن میں سستی اور طبیعت میں کاہلی کا ہونا۔ یہ صفتیں اور علامتیں اگر پائی جائیں تو اگرچہ باوجود ان صفتوں کے علم منی ہونے کا نہ ہو تو بھی وہ رطوبت منی کے حکم میں ہوگی۔ اور اس پر منی کا حکم جاری ہوگا ورنہ نہیں اور اگر یہ شناخت مفقود ہو یا ان میں سے کوئی ایک علامت نہ پائی جائے تو تاوقتیکہ منی ہونیکا علم نہ ہوگا حکم منی اس پر جاری نہ ہوگا مختصر یہ کہ درصورت صفات وہ منی ہی ہوگی اگرچہ علم نہ ہو اور مفقود ہونے کی صورت میں حکم منی جاری کرنے میں علم ویقین دیکھا جائیگا اگر ہے تو منی ہے ورنہ نہیں۔ البتہ عورت اور مریض کے جنب ہونے میں محض شہوت اور سستی بدن ہی کافی ہے ان دونوں صفتوں کے ساتھ اگر عضو مریض اور عورت سے کوئی رطوبت خارج ہوگی تو اس پر حکم منی جاری کیا جائیگا اگرچہ اور صفات اور علم مفقود ہی ہو۔

دوسرا سبب جماع ہے اگرچہ انزال منی نہ ہو۔ اگرچہ محض دخول حشفہ یا مقدار حشفہ (جسکا سر ذکر کٹ گیا ہو) ہو قبل عورت یا دبر میں خواہ دبر عورت کی ہو یا خواہ مرد کی یا خواہ طفل بالغ کی دبر ہو۔ خواہ نابالغ کی خواہ زندہ کی دبر ہو یا میت کی حالت اختیار میں ایسا ہو یا بے اختیاری کی حالت میں۔ جاگتے میں دخول حشفہ ہو یا سوتے میں۔ بہر کیف فاعل اور مفعول دونوں جنب ہوں گے اگرچہ طفل شیر خوار ہی مفعول کیوں نہ ہو وہ بھی جنب ہے۔ خواہ زندہ کا حشفہ داخل ہو خواہ مردہ کا۔ بہرحال دخول حشفہ سے جنب کا اطلاق ہو جائیگا البتہ اگر حیوانات بہائم کے دبر میں دخول حشفہ ہوگا اور انزال منی نہ ہوگا تو احتیاط اسی میں ہے کہ ایسی حالت میں فاعل غسل جنابت بھی کرے اور اسکے بعد نماز وغیرہ کیلئے وضو بھی بجالائے بشرطیکہ اگر غسل کے واجب ہونے سے پہلے اس سے پیشاب[۲] یا پائخانہ وغیرہ صادر ہو چکا ہے ورنہ وضو کی ضرورت

۱۔ اس اطلاق میں تامل اور اشکال ہے پس احتیاط اسی میں ہے کہ باوجود صفات اگر علم نہ ہو تو غسل بھی کرے اور اسکے بعد وضو بھی۔ اگر پہلے حدث اصغر (پیشاب یا ریح صادر ہو گئی ہو) ہو گیا ہو ورنہ غسل بہ نیت احتیاط بجالائے (ابوالحسن مدظلہ)

۲۔ اگرچہ حدث اصغر صادر نہ ہوا ہو تو بھی غسل بعنوان احتیاط کیا جائیگا (ابوالحسن مدظلہ)

نہیں۔ اب تک جو اسباب جنابت بیان کئے گئے اُن کا تعلق ایسے فرد بشر کے ساتھ تھا کہ جس پر مرد یا عورت کا اطلاق ہو سکتا تھا یعنی فاعل اور مفعول مرد ہوگا یا عورت۔ یہ کہا جا سکتا تھا اب ایسے فاعل اور مفعول کا تذکرہ کیا جاتا ہے کہ جن کو نہ مرد کہہ سکتے ہیں نہ عورت کیونکہ مرد و عورت دونوں کی علامتیں موجود ہیں ایسے شخص کو کہ جس میں عضو مخصوص مرد اور قبل زن بھی ہو لغۃً اور عرفاً خنثیٰ کہتے ہیں اس کی دبر میں اگر کوئی مرد حشفہ کو داخل کریگا تو غسل جنابت مرد اور خنثیٰ دونوں پر واجب ہوگا اور اگر خنثیٰ کی قبل (فرج) میں دخول کریگا تو مرد اور خنثیٰ دونوں پر تاوقتیکہ دونوں کو انزال نہ ہو غسل واجب نہ ہوگا اور اگر خنثیٰ نے اپنے حشفہ کو کسی مرد یا عورت کی داخل کر دیا اور انزال منی ہوا نہیں تو نہ واطی (فاعل) پر غسل واجب ہے اور نہ موطوء (مفعول) پر اور اگر کسی مرد نے خنثیٰ کے دخول کیا اور خنثیٰ نے کسی عورت سے مباشرت کی تو اس صورت میں پس خنثیٰ ہی پر غسل واجب ہوگا مرد اور عورت دونوں اس نجاست سے محفوظ رہیں گے مترجم میرے خیال ناقص میں مرد اور عورت دونوں پر غسل واجب نہ ہونے کی وجہ انزال نہ ہونا ہے اور آلت خنثیٰ پر آلت رجولیت کے اطلاق کا مشکل ہونا ہے اب رہی یہ بات کہ خنثیٰ پر غسل کیوں واجب ہوا اس کی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ خنثیٰ کو فاعل اور مفعول ہر دو حالت میں انزال ہوا۔ خروج منی ہوئی اور منی کا خروج موضع معتاد سے ہو یا غیر معتاد سے موجب غسل ہے ہی اس بنا پر خنثیٰ پر بہرطور غسل واجب رہا العلم عند اللہ

مسئلہ نمبر ۱۔ اگر کوئی شخص اپنے جامہ میں منی دیکھے اور یقین کرے کہ اُسی کی منی ہے اور غسل ابھی تک نہ کیا ہو تو اس کو چاہئے کہ غسل کر لے اور اُن نمازوں کی قضا کرے کہ جن کا پڑھنا بعد خروج منی معلوم اور یقینی ہو اور جن کے متعلق یہ علم نہ ہو بلکہ احتمال ہو بعد منی مذکور نماز پڑھنا یقینی نہ ہو بلکہ محتمل ہو اُن کی قضا واجب نہیں اور اگر اُس شخص کو منی مذکور کے متعلق اپنی منی ہونے کا شک ہو اپنی منی ہونا یقینی نہ ہو تو اُس پر غسل واجب نہیں اگرچہ احتیاط اسی میں ہے کہ غسل کر لے[۱] بالخصوص جبکہ ایسے جامہ میں منی مذکور دیکھی جائے کہ جو اُسی کی ذات سے مختص ہو اُسی کے پہننے میں وہ جامہ آتا ہے کوئی اور دوسرا شخص نہیں پہنتا ہے اور اگر منی مذکور کے متعلق اپنی منی ہونے کا تو علم و یقین ہو لیکن یہ مشکوک ہو کہ یہ منی پہلی جنابت کی ہے کہ جس کے بعد غسل

[۱] اس صورت میں احتیاط مذکور لازمی ہے ترک نہ ہونی چاہئے (ابوالحسن مدظلہ)

کرلیا تھا یا یہ دوسری جنابت کی ہے کہ ابھی تک غسل نہیں کیا۔ اس صورت میں بھی اس شخص پر غسل
واجب نہیں اگرچہ بمقتضائے احتیاط غسل کرلینا مناسب ہے ؀

مسئلہ نمبر ۲۔ جبکہ جنابت اور غسل دونوں معلوم ہوں۔ جنب ہونا بھی معلوم اور غسل
کرلینا بھی یقینی ہو لیکن یہ معلوم نہ ہو کہ غسل (نہانا) بعد جنابت ہوا ہے یا قبل جنابت کیونکہ ممکن
ہے کہ بوجہ گرمی یا کسی اور وجہ سے یہ شخص نہایا ہو یا ممکن ہے کہ وہ غسل غسل سُنتی ہو جو کہ قبل جنابت
واقع ہوا ہے اس وجہ سے اس کو نہانا تو یاد ہے مگر یہ یاد نہیں کہ کس بنا پر نہایا گیا تھا بہرطور
تقدیم و تاخیر غسل میں شک ہے تو اس صورت میں غسل کرنا واجب ہے (مترجم) چونکہ
نجاست یقینی ہے اور اس کے بعد غسل کرنا اور طہارت کرنا مشکوک ہے اور محتمل ہے ممکن
ہے کہ پہلی نجاست سے کسی وجہ سے غسل ہوا ہو اور ممکن ہے کہ بعد نجاست غسل کیا ہو۔ بہرطور
طہارت میں شک ہے اور یقین کو یقین ہی زائل کرسکتا ہے نہ کہ شک اور احتمال لہٰذا اس بنا
بر طہارت بصورت غسل واجب ہوئی۔ یہ وجہ غسل کے واجب ہونے کی ہے) مگر جبکہ زمانہ غسل
معلوم ہو اور زمانہ جنابت معلوم نہ ہو مثلاً یہ معلوم ہو کہ پنجشنبہ کو غسل کیا تھا اور جنابت کے
متعلق یہ معلوم نہ ہو کہ پنجشنبہ کو ہوئی یا چہارشنبہ یا جمعہ کو تو اس صورت میں اس مقام پر استصحاب
طہارت کرنا ممکن ہے جس کی بنا پر غسل واجب نہ ہوگا ؀

مسئلہ نمبر ۳۔ اگر جامہ کہ جس کے اندر منی دیکھی گئی کسی ایک شخص کے ساتھ مخصوص
نہ ہو بلکہ کبھی ایک شخص اس کو پہن لیتا ہو کبھی دوسرا شخص دو شخص اسکا استعمال کرتے ہوں
تو اس صورت میں دونوں پر غسل واجب نہ ہوگا اور اگر دونوں شخصوں میں سے کسی ایک شخص کو
اسکا ظن (گمان) ہو جائے کہ یہ منی اُسی کی ہے تو بھی غسل واجب نہ ہوگا کیونکہ ظن مثل شک
کے ہوتا ہے جیسا کہ شک کا اعتبار نہیں۔ نجاست کے ثبوت میں ویسا ہی ظن بھی اس قابل
نہیں کہ نجاست ثابت کرسکے اگرچہ بمقتضائے احتیاط احتیاط پر عمل کرنا انسب اور اولیٰ ہے
لہٰذا جس کو ظن جنابت ہو جائے جو شخص ان دونوں میں سے یہ گمان کرے کہ یہ منی اُسی کی ہو
اُس کے لئے احتیاط اسی میں ہے کہ غسل جنابت بھی کرے اور اس کے بعد نماز وغیرہ کیلئے وضو
بھی کرے بشرطیکہ غسل سے قبل اگر حدث اصغر (پیشاب یا پائخانہ وغیرہ) اس سے صادر
ہو چکا ہے ورنہ تنہا غسل ہی کافی و وافی ہے ؀

مسئلہ نمبر ۴۔ اگر دو شخصوں کے درمیان جامہ کے مشترک ہونے کی وجہ سے جنابت

دائر ہو تو چونکہ ہر ایک کو مجملاً اپنا جنب ہونا معلوم ہے بوجہ جامہ کے مختص نہ ہونے کے۔ لہذا ان دونوں میں سے ایک دوسرے کے پیچھے نماز بہ نیت اقتدا نہ پڑھے ایک دوسرے کا پیش نماز نہ بنے اور اگر وہ جامہ کہ جس میں منی دیکھی گئی ہے تین شخصوں کے استعمال میں رہتا ہو تو جائز ہے[۱] کہ ان میں سے ایک یا دو شخص تیسرے کے پیچھے نماز پڑھ لیں تیسرے کو اپنا پیش نماز بنانا جائز ہے چونکہ تیسرے کے متعلق یقیناً دونوں شخص یہ نہیں کہہ سکتے کہ یہ جنب ہے کیونکہ ممکن ہے کہ تیسرے کی منی اس جامہ میں نہ ہو ان دونوں میں سے کسی ایک کی ہو اور نہ کسی غیر شخص کو یہ جائز ہے جبکہ وہ جانتا ہے اگرچہ مجملاً ہی سہی کہ جنابت ان دو یا تین میں دائر ہے کہ ان میں سے کسی کو اپنا امام جماعت بنائے جس صورت میں کہ دو یا تین کا جنب ہونا مجملاً معلوم ہو۔ اگرچہ تفصیلاً یہ نہ بھی معلوم ہو کہ مثلاً زید جنب ہے عمرو بکر نہیں تو بھی اس شخص کو تینوں (زید۔ عمرو۔ بکر) کے پیچھے نماز پڑھنے میں پرہیز کرنا لازم ہے اگرچہ یہ تینوں اس شخص کے نزدیک عادل اور پیش نمازی کے اہل بھی ہوں اور اگر مجملاً بھی ان تینوں کا جنب ہونا معلوم نہیں ہے تو ان میں سے کسی ایک کے پیچھے بھی نماز پڑھنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہو پڑھ سکتا ہے خلاصہ یہ ہے کہ نماز جماعت کی صحت و بطلان کا دارومدار ماموین کے علم و یقین پر ہے نہ کہ امام کے علم پر اگر ماموین امام کی نماز کو صحیح سمجھتے ہیں اور اس کو پاک و صاف سمجھتے ہیں اگرچہ امام اپنی نماز کی صحت سے جاہل بھی ہو تو ماموین کے مقتدی ہونے اور ان کی نماز کی صحت میں کوئی مضائقہ نہیں ہے اسی بنا پر اگر ہر شخص ان تینوں میں سے بجائے خود اپنے کو جنابت سے پاک صاف سمجھے اور دوسرے کو جنب بتائے یا ہر ایک دوسرے کی جنابت کی نفی کرے مثلاً زید بکر کے جنب نہ ہونیکا معتقد ہو اور بکر زید کے جنابت سے پاک و صاف ہونیکا معتقد ہو اور تیسرا شخص مقتدی کو ان کی جنابت معلوم ہو جائے تو مقتدی کو چاہیئے اپنے علم و یقین پر عمل کرتے ہوئے ان میں سے کسی کے پیچھے نماز نہ پڑھے اس مقتدی کا علم و یقین ان کے جنب ہونے کے متعلق جماعت کے بطلان اور اقتدا کے ناجائز ہونے میں کافی ہوگا جیسا کہ اگر مقتدی کو مجملاً زید اور بکر کے جنب ہونیکا علم نہ ہو اور زید اور بکر کو اپنا جنب ہونا معلوم ہو تو اس مقتدی کو زید یا بکر کی اقتدا کرنا اور ان میں سے کسی کے پیچھے نماز پڑھنا

---

[۱] یہ اشکال سے خالی نہیں (ابوالحسن مدظلہ)

صحت وجماعت کیلئے مضر نہیں۔ نماز ہو جائے گی ؎

مسئلہ نمبر ۵۔ جبکہ کسی رطوبت کے متعلق علم ہو جائے کہ یہ منی ہے تو غسل واجب ہو جائیگا اگرچہ وہ رطوبت منی کے رنگ میں نہ ہو بلکہ مثل خون کے سرخ ہو بعد علم غسل واجب ہے

مسئلہ نمبر ۶۔ نسوان (زنان) کو بھی مثل مردان احتلام ہوتا ہے لہذا جب ان کی منی خارج ہو تو مثل مردوں کے اُن پر بھی غسل جنابت واجب ہو گا بعض علما کا قول کہ اُن کو احتلام نہیں ہوتا ضعیف ہے

مسئلہ نمبر ۷۔ اگر سوتے میں احتلام ہو اور منی اپنے مقام سے حرکت کر کے کہیں رہ جائے رُک جائے باہر خارج نہ ہو تو غسل واجب نہیں ہے جیسا کہ اس کے متعلق پہلے ہی ذکر آچکا ہے پس اس بنا پر اگر نماز کے وقت داخل ہونے کے بعد احتلام (منی کی حرکت کرنا اپنی مقام سے) ہو اور غسل کے لئے پانی موجود نہ ہو تو اس صورت میں منی کا روکنا اور خارج نہ ہونے دینا علی الاقویٰ واجب نہیں اگرچہ روکنے میں کوئی ضرر نہ بھی ہو جب بھی اسکا خارج کرنا حرام نہیں بلکہ ضرر کی حالت میں روکنا حرام ہو جائیگا پس پانی نہ ہونے کی حالت میں تیمم کر کے نماز پڑھ لے اسکو روکے نہیں۔ ہاں اگر ایسی صورت ہو کہ ایک شخص باوضو تھا۔ نماز کا وقت داخل ہو گیا کسی وجہ سے حالت بیداری میں منی نے اپنی جگہ سے حرکت کی اور پانی غسل کے لئے اور وہ چیز کہ جس پر تیمم درست ہو سکے مفقود ہو اور روکنے میں منی کے بظاہر کوئی ضرر بھی نہ ہو تو ایسی حالت میں منی کا روکنا اور اس کا وجوب بعید معلوم نہیں ہوتا کیونکہ جو صورت مسئلہ مذکورہ فرض کی گئی ہے اس کی بنا پر وقت میں نماز ادا کرنے کی قدرت اور امکان اُس وقت تک ناممکن ہے جبتک کہ منی روکی نہ جائے اگر روکے گا تو نماز وقت میں ہو گی۔ ورنہ نہیں لہذا ایسی حالت میں منی کا حبس واجب ہے ؎

مسئلہ نمبر ۸۔ اپنے آپ کو ناپاک (جنب) بنانا جائز ہے اگرچہ نماز کا وقت داخل ہو گیا ہو اگرچہ کسی وجہ سے غسل کرنے پر قادر بھی نہ ہو تو بھی اپنے کو جنب بنا سکتا ہے البتہ اگر تیمم پر بھی قدرت نہیں رکھتا ہے تو ایسی حرکت کرنا جائز نہیں کہ جس کی وجہ سے غُسلِ جنابت واجب ہو جائے یہ حکم یعنی اپنے آپ کو نماز کے وقت ناپاک کرنا درانحالیکہ طہارت پر قادر نہ ہو بس غسل کیلئے مخصوص ہے لہذا وضو کا قیاس اس پر نہ کرنا چاہئے۔ اسی بنا پر اگر کوئی شخص باوضو ہو تو اسکو نقض وضو کرنا حدث اصغر کے ذریعے وضو توڑنا درانحالیکہ نماز کا وقت داخل ہو چکا ہو جائز نہیں

پس اس شخص کو اپنی وضو کا تحفظ کرنا چاہئے خلاصہ یہ کہ اس مسئلہ میں جنابت اور حدث اصغر کے درمیان فرق ہے بوجہ نص یعنی حدیث کے اس وجہ سے ایک کو دوسرے پر قیاس نہ کرنا چاہئے لہٰذا باوضو شخص کو وضو کی حفاظت لازمی ہے پانی نہ ہونے کی حالت میں اور جنابت سے بچنا ضروری نہیں ۔

مسئلہ نمبر ۹ ۔ اگر حشفہ کے داخل ہونے میں شک وشبہ ہو تو غسل واجب نہیں اسی طرح اگر جس مقام میں داخل کیا جائے اُس کی تشخیص وتحقیق میں شک ہو ۔ نہ معلوم فرج تھی یا دُبر یا کوئی اور مقام تو بھی اُس شخص پر غُسل واجب نہیں (مترجم ۔ میرے ذہن ناقص میں شاید خنثیٰ کے ساتھ مباشرت کرنے میں بدوں انزال غسل واجب نہ ہونے کی وجہ جیسا کہ گذشتہ مسئلہ سے واضح ہے عدم تحقیق مقام ہے)

مسئلہ نمبر ۱۰ ۔ عضو تناسل یا پورے حشفہ کا داخل کرنا قبل یا دُبر میں مُوجب غُسل جنابت ہے خواہ پارچہ حریر وغیرہ سے لپیٹ کر داخل کیا جائے خواہ برہنہ بدُون کسی چیز میں لپیٹے بہر طور دخول کے بعد غُسل واجب ہو جائیگا مگر یہ کہ اتنی مقدار قلیل (ذکر یا حشفہ) کا دخول ہو کہ اُس پر جماع کا صدق وطی کا اطلاق نہ ہوتا ہو تو غسل واجب نہ ہوگا ۔

مسئلہ نمبر ۱۱ ۔ چُونکہ غُسل جنابت کے بعد وضو ناجائز اور حرام ہے لہٰذا جن مقامات پر غُسل جنابت کے بعد احتیاطاً وضو کا حکم ہے وہاں مناسب اور بہتر یہی ہے کہ بعد غسل نواقض وضو میں سے کسی ناقص کا صدُور ہو جانا چاہئے یعنی بعد غُسل پیشاب یا پاخانہ سے فارغ ہو کر وضو کرنا چاہئے تاکہ احتیاط (غُسل جنابت مع وضو) پر بھی عمل ہو جائے اور ناجائز وحرام (غسل جنابت کے بعد وضو) کا بھی ارتکاب نہ ہو ۔

فصل اُن چیزوں کے بیان میں جو غُسل جنابت کے بجالانے پر موقوف ہیں

اوّل نماز خواہ واجب ہو یا سُنت ادا ہو یا قضا ۔ خواہ نماز اصلی ہو یا احتیاطی جو کہ تدارک شک میں پڑھی جاتی ہے اور نماز کے وہ اجزا (مثلاً تشہد وسجدہ وغیرہ) کہ جو بوجہ سہو ہو جانے کے بعد نماز ادا کئے جاتے ہیں یہ سب امور حالت جنابت میں ادا نہیں ہو سکتے ۔ بدُون غُسل جنابت بجالائے اُن کا بجالانا صحیح نہیں بلکہ بنا بر احتیاط کے سجدہ سہو کا بھی حالتِ جنابت

میں بجالانا صحیح نہیں البتہ نمازِ میت اور سجدہ شکر اور آیہ سجدہ کی تلاوت یا سماعت کیلئے
غسلِ جنابت کا بجالانا ضروری نہیں یہ امور حالتِ جنابت میں بھی درست اور صحیح ہیں۔
دوسرے طوافِ واجب نہ کہ سُنّت کیونکہ طوافِ سُنّتی جنب بھی کر سکتا ہے۔ اس کے توقف کی
وجہ غسل جنابت پر یہ سمجھ میں آتی ہے کہ چونکہ طواف مسجد حرام میں ہوا کرتا ہے اور مسجد حرام میں
جنب کا داخل ہونا حرام ہے لہذا طواف بھی اس حالت میں حرام ہے۔ پھر نہ معلوم
جناب سید صاحب اعلی اللہ مقامہ نے طواف میں واجب کی
قید کیوں لگائی اور اس سے طوافِ سنتی کو کیوں مستثنیٰ کیا۔ ان دونوں میں فرق اور
استثنا کی وجہ اس وقت واضح ہوگی جبکہ کوئی شخص بھول کر مسجد حرام میں حالتِ جنابت میں
داخل ہو جائے اور داخل ہونے پر طواف کر بیٹھے تو اسکا طواف صحیح ہوگا۔ دراں حالیکہ
جنب ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ ایک صورت ایسی ضرور نکلتی ہے کہ جس میں حالتِ جنابت
میں طواف مسجد حرام میں درست ہے اور وہ نہیں ہے مگر طواف سنتی کی اسی بنا پر طواف واجب
کو ان امور کے زمرہ میں بیان کیا گیا کہ جو غسل جنابت پر موقوف ہیں اور طواف مستحبی کو مستثنیٰ
کیا گیا۔ تیسرے ماہ رمضان کا روزہ خواہ ادا ہو یا قضا کیونکہ عمداً یا بھول کر حالتِ جنابت
میں روزہ کی حالت میں صبح کرنا صحیح نہیں ہے۔ اِس بنا پر جنب سے روزہ ماہ مبارک ادا ہو یا قضا
درست نہیں۔ البتہ ماہ صیام کے علاوہ جسقدر بھی روزے ہوتے ہیں خواہ واجب ہوں
یا سُنّتی سب جنب رکھ سکتا ہے۔ سب حالتِ جنابت میں صحیح ہیں۔ سب میں حالتِ جنابت
میں صبح کرنا روزہ کو باطل نہیں کرتا۔ ہاں احتیاط اسی میں ہے کہ ماہ مبارک کی ادا یا قضا کے
علاوہ جو روزہ واجب ہو اُس میں عمداً جنابت پر صبح نہ کی جائے بلکہ صبح ہونے سے پہلے اس
روزہ کے لئے بھی غسل جنابت کر لیا جائے تو احتیاط کے مطابق ہے۔ البتہ دن کو حالتِ صوم
میں عمداً جنب ہونا ہر قسم کے اور ہر زمانہ کے روزہ کو باطل کر دیتا ہے خواہ وہ روزہ رمضان
کا ہو خواہ ماہ رمضان کی قضا کا ہو خواہ اور کسی قسم کا روزہ ہو۔ واجب ہو خواہ سُنّتی۔ بہر کیف
جب دن کو روزہ دار جان کر ایسی حرکت کریگا جس کا نتیجہ جنابت ہے تو روزہ باطل ہو جائیگا
لیکن احتلام حالتِ صوم میں روزہ کے لئے مضر نہیں۔ اس سے کسی قسم کا روزہ باطل نہیں
ہوتا۔ اس میں رمضان غیر رمضان سب مساوی ہیں ؁

پانچ چیزیں جنب پر حرام ہیں اوّل قرآن کی تحریر کا چھونا اسکی تفصیل مبحث وضو میں

گذر چکی ہے۔ اسمائے خدا مثلاً لفظ اللہ اور اُس کی صفاتِ مخصوصہ کا بھی یہی حکم ہے۔ بنا بر احتیاط اسمائے انبیاء و ائمہ معصومین کو بھی حالتِ جنابت میں نہ چھونا چاہیے۔ دوم مسجد نبی اور مسجد حرام میں داخل ہونا اگرچہ بطریق مرور (ایک جانب سے داخل ہو کر فوراً دوسری جانب سے گذر جانے) ہی کیوں نہ ہو۔ سوم دیگر مساجد میں ٹھہرنا بلکہ ہر مسجد میں داخل ہونا جنب کا حرام ہے جبکہ بطریق مرور نہ ہو البتہ ایک دروازہ سے داخل ہو کر دوسرے دروازہ سے نکلنا جس کو مرور کہتے ہیں جائز و مباح ہے۔ اسی طرح کسی چیز کے لینے کی غرض سے مسجد میں داخل ہونا بھی جائز ہے اور مشاہد مقدسہ بھی اسی حکم (جنب کا ٹھہرنا حرام ہے) میں داخل ہیں چہارم مسجد میں کسی چیز کے رکھنے کی غرض سے داخل ہونا بلکہ مسجد میں کسی چیز کا رکھنا ہر طرح سے حرام ہے خواہ مسجد کے باہر سے ہو خواہ گذرنے کی حالت میں رکھی جائے خواہ اور کسی طرح سے رکھنا صادق آجائے حرام ہوگا۔ پنجم عزائم اربعہ کا پڑھنا یعنی جن سورتوں میں سجدہ واجب ہے اگرچہ پوری سورۃ نہ پڑھی جائے بلکہ ربع یا نصف ہی پڑھی جائے بلکہ ایک آیت ہی اور وہ آیت سجدہ والی آیت بھی نہ ہو تو بھی حرام ہے بلکہ جنب کا سجدہ والی سورۃ کے پڑھنے کی غرض اور قصد سے پوری بسم اللہ کہنا یا ذرا ذہورنا قص بسم اللہ کہنا بھی بنا بر احتیاط[1] ناجائز ہے لیکن اقوی یہی ہے کہ مطلقاً سورۂ عزائم (سورۂ اقرء والنجم والم تنزیل و حم سجدہ) کا پڑھنا حرام نہیں بلکہ حرمت مخصوص ہے سجدہ والی آیت سے۔

مسئلہ نمبر ا۔ جو شخص مسجد حرام یا مسجد نبی میں سوئے اور محتلم ہو جائے یا اپنے آپ خود ہی جنب ہو جائے یا کوئی جنب جان کر یا بھول کر یا بوجہ جہالت کے مسجد حرام یا مسجد نبی میں داخل ہو جائے تو اُس شخص پر واجب ہے کہ فوراً تیمم کر کے باہر آجائے یعنی باہر آجانے کی غرض سے تیمم کر کے باہر آجائے بشرطیکہ تیمم کرنے میں دیر نہ ہو پس اگر تیمم کر کے خارج ہونے میں وقت زیادہ[2] صرف ہوتا ہو اور بدون تیمم خارج ہونے میں کم وقت صرف ہو تو بلا تیمم فوراً باہر نکل آئے اور اگر جس قدر وقت تیمم میں لگتا ہو۔ اسی قدر غسل جنابت کرنے میں وقت صرف ہوتا ہو یا زمانہ غسل زمانۂ تیمم سے کم ہو تو غسل ہی کرے تیمم نہ کرے اس وقت میں غسل ہی معین ہے یہی حکم حائض اور نفاس والی عورت کا ہے۔

---

[1] بلکہ علی الاقوی (ابو الحسن مدظلہ)

[2] یا خارج ہونا مسجد سے بغیر تیمم مساوی ہو تیمم کے زمانہ کے علی الاقوی (ابو الحسن مدظلہ)

مسئلہ نمبر ۲۔ مساجد میں جنب کا داخل ہونا حرام ہے خواہ مساجد صحیح وسالم مکانیت ان کی درست ہو خواہ خراب وخستہ ہو خواہ ان میں کوئی نماز پڑھتا ہو خواہ نہ پڑھتا ہو خواہ آثار مسجد باقی ہوں خواہ باقی نہ ہوں بہرحال مساجد میں داخل ہونا جنابت کی حالت میں حرام ہے۔ البتہ وہ اراضی کفار کہ جو بغیر لڑے کفار سے اسلام کے قبضہ میں آگئی ہو۔ بدون جہاد کے کفار نے اپنا قبضہ اٹھالیا ہو اور اسلام نے اس پر اپنا قبضہ کرلیا ہو جیسے اراضی مکہ معظمہ۔ اس میں اگر مساجد کے آثار مسجدوں کی مکانیت بالکل نیست ونابود ہوجائے۔ قطعی مسجد کی بنیاد تک اگر باقی نہ رہے تو ممکن ہے[1] یہ کہا جاسکے کہ اب یہ زمین مسجد کی زمین نہیں کہلائے گی کیونکہ اراضی مذکورہ کے متعلق یہ حکم شرع ہے کہ اس کا کوئی مالک نہیں۔ اسکی ملکیت، آثار متصرف کے تابع ہے ادھر تصرف کرنے والے کے آثار (مکانیت) فنا ہوئے ادھر اسکے قبضہ سے خارج ہوکر جمیع مسلمین کے قبضہ میں گئی۔ تمام اہل اسلام کو اس پہ تصرف کرنے کا حق حاصل ہوجاتا ہے۔ المختصر بس اراضی کے باشندے کفار اسلام سے خوف زدہ ہوکر جلاوطن ہوجائیں۔ چھوڑ کر بھاگ جائیں تو اس اراضی کے مالک جمیع اہل اسلام ہوں گے بلا استثناء۔ پس جہاں کوئی اپنا مکان بنالیگا جس زمین پر کوئی مسلم اپنا قبضہ کرلیگا بس وہ زمین اسی کی ہوجائے گی جبتک اس کا قبضہ باقی اس کی مکانیت کے آثار، بنیاد باقی ہے اس وقت تک اسکی مملوکہ مقبوضہ رہیگی بعدہ اس کے (بنیاد تک کی باقی نہ رہنے کے بعد) ہر فرد اسلامی کا حق اس پر ثابت ہوجائیگا۔ مسجد بھی چونکہ ایک مکان ہے لہذا اس کا مسجد کہلانا اسکی مکانیت تک باقی رہیگا۔ جب مکانیت جاتی رہیگی اسم مسجد بھی اس سے فنا ہوجائیگا۔ وہ ارض مسجد عام اراضی کے حکم میں آجائیگی جو چاہے وہاں اس جگہ مکان سکونتی بنالے۔ لہذا اب احکام مسجد (جنب کا داخل ہونا حرام ہے) بھی اسپر جاری ہونگے۔

مسئلہ نمبر ۳۔ اگر کوئی شخص اپنے مکان سکونتی میں نماز پڑھنے کیلئے کوئی جگہ معین کردے اور اس جگہ کو اپنا مصلیٰ (جائے نماز) بنالے تو اس جگہ پر احکام مسجد جاری نہ ہونگے۔

مسئلہ نمبر ۴۔ ہر وہ جگہ (صحن مسجد) یا ہر وہ عمارت (مسجد کا حجرہ۔ مسجد کا منارہ۔ مسجد کی دیواریں) کہ جس کے متعلق جزو مسجد ہونے میں شک وشبہ ہو اس پر احکام مسجد جاری نہ ہوں گے۔ اگرچہ تاوقتیکہ مسجد سے کسی حصہ مسجد کے خارج ہونے کا علم ویقین نہ ہو۔ احوط[2] یہی ہے کہ اسپر احکام مسجد

---

[1] یہ کہنا مشکل ہے لہذا احتیاط ترک نہ کرنی چاہیے (ابوالحسن مدظلہ)

[2] اس کو ترک نہ کرنا چاہیے (ابوالحسن مدظلہ)

جاری کئے جائیں ۔

مسئلہ نمبر ۵ ۔ جنب اور حائض جب دعائے کمیل پڑھیں تو انکو احتیاطاً اس دعا کی اتنی عبارت (اَفَمَنْ كَانَ مُؤْمِنًا كَمَنْ كَانَ فَاسِقًا لَا يَسْتَوُوْنَ) کے پڑھنے سے پرہیز کرنا چاہئے کیونکہ یہ سورہ حم سجدہ کی آیت ہے اگرچہ علی الاقوی اس کا بھی پڑھنا جائز ہے کیونکہ پہلے بیان[1] ہو چکا ہے کہ محض آیت سجدہ کا پڑھنا جنب پر حرام ہے نہ کہ سجدہ والی سورت کا نہ کہ اُس سورۃ کی اور آیتوں کا ۔

مسئلہ نمبر ۶ ۔ جنب کا مسجد میں داخل کرنا خلاف احتیاط ہے یعنی غیر جنب کیلئے یہ سزاوار نہیں کہ وہ کسی جنب کے مسجد میں داخل ہونے کا باعث اور سبب ہو خواہ وہ جنب طفل نابالغ ہو خواہ وہ عقل سے خارج مجنون دیوانہ ہو خواہ وہ جنب اپنی جنابت ونجاست حدیثہ سے جاہل ہو۔ خواہ جانتا ہو۔ بہرحال جنب کو مساجد سے خود ہی بچنا چاہئے اور دوسروں پر بھی فرض احتیاطی ہے کہ وہ اس کے داخل ہونے کا مساجد میں ذریعہ اور واسطہ نہ بنیں ۔

مسئلہ نمبر ۷ ۔ مسجد میں صفائی جھاڑو وغیرہ دینے کیلئے جنب کو مزدور بنانا جائز نہیں جبکہ کسی شخص کا جنب ہونا معلوم ہے۔ اس کی جنابت ثابت ہے پھر اُس کو جھاڑو دینے کے لئے مسجد میں معین کرنا حالت جنابت میں اس سے مسجد میں جھاڑو دلوانا اور اُس کو اجیر مقرر کرنا ایسی حالت میں جائز نہیں بلکہ یہ معاملہ اجارہ ہی فاسد ہے لہذا جھاڑو دینے کے بعد وہ اجرت اور مزدوری کا مستحق نہ ہوگا البتہ اگر اُسکو نجاست طہارت سے قطع نظر کر کے اجیر معین کیا تھا جیسا کہ فی زمانہ اہل ایمان مساجد میں صفائی وغیرہ کیلئے کسی شخص کو تنخواہ ماہواری پر معین کر دیتے ہیں۔ لیکن اس مزدور نے حالت جنابت میں بوجہ جہالت مسجد کی صفائی کی یا بھول کر (جنب ہونا اپنا بھول گیا) حالتِ جنابت میں صفائی کی ہو تو بلا شبہ یہ شخص اُجرت پانے کا مستحق ہوگا ورنہ (جان بوجھکر حالتِ جنابت میں اگر جھاڑو دے) مزدوری کا مستحق نہ ہوگا[2] کیونکہ اُس کا مسجد میں جانا اور جھاڑو دینا حرام ہے اور فعل حرام کی اُجرت حرام ہے لہذا اس کی اُجرت لینا بھی حرام ۔ یہی حکم

---

[1] پہلے گذر چکا ہے کہ اقوی اسکے خلاف ہے (ابوالحسن مدظلہ)

[2] بلکہ اُجرت پانے کا مستحق ہوگا کیونکہ جھاڑو دینا حرام نہیں مسجد میں جنب کا داخل ہونا اور ٹھیرنا حرام ہے جیساکہ ماتن رہ کی تحریر سے واضح ہے جو کہ اُس کے بعد مذکور ہے (ابوالحسن مدظلہ)

حائض اور نفسا کا ہے تینوں اس حکم میں برابر ہیں جبکہ مزدور جاہل مسئلہ (مسجد میں جس کا جانا اور ٹھہرنا حرام ہے) ہو یا مزدور اور مزدور کرنے والا دونوں مسئلہ مذکور سے جاہل ہوں تو بھی صورت مسئلہ میں بھی مزدور اجرت پانے کا مستحق ہو سکتا ہے کیونکہ اجارہ کا تعلق مسجد میں جھاڑو دینے سے ہے۔ معاملہ بس اتنا ہے کہ تم مسجد میں جھاڑو دو۔ ہم تمکو اتنا دیں گے یہ حرام اور ناجائز نہیں اور حرام اور ناجائز جو ہے بس وہ مسجد میں داخل ہونا اور جنب کا ٹھہرنا ہے لہٰذا معاملہ مذکورہ میں فعل حرام پر اجرت لینا اور اجیر بنانا صادق نہ آئیگا یہ اجرت فعل حرام کی اجرت نہ کہلائے گی البتہ اگر حالتِ جنابت میں مسجد میں داخل ہونے اور ٹھہرنے پر مزدور مقرر کیا ہے تو بلا اشکال یہ معاملہ فاسد ہو گا بلاشبہ اجرت کا استحقاق نہ ہو گا۔ اگرچہ دونوں (اجیر ومستاجر) جاہل مسئلہ ہی ہوں کیونکہ دونوں (مسجد میں داخل ہونا اور جنب کا ٹھہرنا) حرام ہیں اور اجرت کا استحقاق فعل حرام کے کرنے پر نہیں ہوتا۔ اس مسئلہ سے یہ بات بھی الم نشرح ہو گئی کہ اگر جنب یا حائض یا نفاس والی عورت کو سنتی طواف کیلئے نائب اور اجیر بنایا جائے تو یہ نیابت بھی باطل اور یہ اجارہ بھی فاسد ہو گا خواہ بوجہ جہالت ہی ایسا معاملہ کیا ہو ضرور ناجائز ہو گا۔ اسی طرح اگر سجدہ والی سورتوں کے پڑھنے پر کسی جنب یا حائض کو اجیر معین کیا جائے تو بھی اجرت کا استحقاق نہ ہو گا یہ معاملہ بھی فاسد ہو گا کیونکہ نفس فعل حرام (سجدہ والی سورۃ کا حالتِ جنابت میں پڑھنا) سے معاملہ کا تعلق ہے اس وجہ سے معاملہ بھی باطل اور استحقاق بھی ثابت نہ ہو گا۔ بخلاف جھاڑو دینے کے کہ یہ حرام نہیں۔ جنب پر جھاڑو دینا حرام نہیں اور جو حرام ہے (مسجد میں داخل ہونا ٹھہرنا) اس سے اجارہ کا تعلق نہیں لہٰذا کوئی وجہ نہیں کہ جھاڑو دینے کی اجرت کو حرام کہا جائے اور اس کے استحقاق کو باطل قرار دیا جائے۔

مسئلہ نمبر ۸۔ ایک شخص غسل جنابت کرنا چاہتا ہے۔ پانی سوائے مسجد کے اور کہیں دستیاب ہوتا نہیں تو ایسے شخص پر واجب و لازم ہے کہ بدلہ غسل تیمم کر کے مسجد میں جائے اور پانی لاکر باہر مسجد سے غسل کرے یا وہیں غسل کر لے مسجد میں پہنچکر یہ شخص یا اور کوئی شخص یہ خیال نہ کرے کہ پانی ملنے کے بعد اسکا تیمم باطل ہو گیا کیونکہ پانی نہ ملنے کی وجہ سے تیمم کیا گیا تھا اب پانی مل گیا لہٰذا تیمم باطل کیونکہ یہ تیمم مسجد سے نکلنے کے بعد یا غسل کرلینے پر باطل ہو گا اس سے پہلے اس میں بطلان نہیں آسکتا۔ ہاں یہ بات ضرور یاد رہے کہ اس تیمم میں اباحت خاصہ ہے عامہ نہیں یعنی مسجد میں داخلہ اور اس میں بقدر ضرورت ٹھہرنا ہی بس مباح ہو گا اس تیمم

ہیں اس سے زیادہ اباحت کی قابلیت نہیں اس کے دامن اباحت تک اس سے زیادہ وسعت نہیں۔ لہٰذا اس تیمم سے اور کوئی کام (مثلاً تحریر کلام مجید کو چھونا اور سجدہ والی سورۃ کا پڑھنا) نہ لیا جائے[1] مگر جبکہ ہر دو امر مذکور واجب فوری ہوں بوجہ نذر مثلاً اس کا چھونا اور پڑھنا اسی وقت ضروری ہو تو بمجبوری اس تیمم سے اس کا چھونا اور پڑھنا بھی مباح اور جائز ہو جائے گا۔ خلاصہ یہ کہ جس غرض سے یہ تیمم کیا گیا ہے بس وہی مباح ہوگی۔ دوسری نہیں۔ البتہ بمجبوری مذکور۔

مسئلہ نمبر ۹ جبکہ مجملاً یہ معلوم ہو کہ زید اور عمر میں سے ایک ضرور جنب ہے تو جس کو یہ علم اجمالی ہو اُس کو یہ جائز نہیں کہ کسی فعل حرام کے کرنے پر (مثلاً سجدہ والی سورۃ کا پڑھنا یا مساجد میں داخلہ) اُن میں سے کسی کو اجیر معین کرے خواہ وہ مستاجر (مزدور کرنے والا) ان دونوں کے علاوہ ہو خواہ ان میں سے ایک مستاجر ہو اور دوسرا اجیر۔

مسئلہ نمبر ۱۰۔ جبکہ جنابت قطعی نہ ہو بلکہ مشکوک ہو۔ جنب ہونے میں شک و شبہ ہو۔ تو محرمات مذکورہ میں سے کوئی چیز بھی حرام نہ ہوگی البتہ اگر اس جنابت مشکوکہ سے پہلے کی جنابت اگر قطعی طور پر معلوم ہوگی تو محرمات جنب ضرور اس شخص پر حرام ہوں گے۔

فصل مکروہات غسل چند امور ہیں

اوّل حالتِ جنابت میں کھانا پینا مگر اس کی کراہت وضو کرنے یا ہاتھوں کے دھونے اور کلی کرنے اور ناک میں پانی ڈالنے سے دور ہو جاتی ہے بلکہ محض ہاتھوں کے دھونے ہی سے کراہت زائل ہو جائے گی۔ دوسرے قرآن کی سات آیتوں سے زیادہ پڑھنا مکروہ ہے جبکہ وہ غیر عزائم اربعہ سے ہوں اور ستر آیتوں سے زیادہ پڑھنے میں کراہت زیادہ اور شدید ہوگی۔ تیسرے تحریر کلام مجید کے علاوہ مثلاً قرآن کی جلد یا غلاف یا حاشیہ اور خالی ورق سطروں کے درمیان کی خالی جگہ کو چھونا۔ چوتھے بغیر غسل کئے ہوئے سونا مگر یہ کراہت وضو کرنے یا بدل غسل تیمم بشرطیکہ پانی نہ ہو تیمم کرنے سے زائل ہو جائے گی۔ پانچویں خضاب لگانا خواہ جنب عورت ہو

[1] اس میں تامل ہے (ابوالحسن مدظلہ)

خواہ مرد دونوں کے لئے مکروہ ہے۔ اسی طرح سے حالت خضاب میں قبل اس کے کہ خضاب اپنا رنگ دکھائے جنب ہونا بھی مکروہ ہے چھٹے تیل ملنا یا ڈالنا۔ ساتویں جنابت جبکہ احتلام کی وجہ سے ہو تو قبل غسل جماع کرنا۔ آٹھویں قرآن کا اٹھانا۔ نویں کلام اللہ کا گلے میں لٹکانا۔

فصل کیفیت غسل

اور اس امر کے ظاہر کرنے کیلئے ہے کہ غسل جنابت فی نفسہ اور فی ذاتہ تو ہے سنّت، مگر نماز کا وقت داخل ہو جانے سے یہ واجب ہو جاتا ہے

اسی طرح اُن کاموں کا وقت آجانے سے واجب ہو جاتا ہے کہ جن کے لئے وجوب غسل مذکور ہوا۔ اور غایات مسنونہ کے لئے مثل تلاوت قرآن وغیرہ مستحب لغیرہ ہے خلاصہ یہ کہ یہ غسل لنفسہٖ سنّت اور غایات واجبہ کیلئے واجب لغیرہٖ اور غایات مستحبہ کیلئے سنّت لغیرہٖ ہے لہٰذا یہ کہنا کہ غسل واجب لنفسہٖ ہے ضعیف ہے۔ غسلِ جنابت میں غسل کرتے وقت غسل کے وجوب یا سنّت کا قصد کرنا یعنی یہ نیت کرنا کہ غسل واجب کرتا ہوں یا سنّت کرتا ہوں واجب و لازم نہیں بلکہ اگر بوجہ جہالت یا دانستہ غسل واجب کے موقع پر نیت میں غسل سنّتی کا قصد کرے اور سنّتی کے موقع پر واجب کی نیت کرے تو بھی غسل صحیح اور درست ہوگا بشرطیکہ علم کی حالت میں برخلاف (مثلاً واجب کی جگہ سنّت) نیت کرنے میں قصدِ قربت ملحوظ ہو بدعت مقصود نہ ہو یہ نہ سمجھے کہ یہ غسل واجب شرعاً سنّت ہے یا یہ غسل سنّتی شرعاً واجب ہے جیسی نیت بھی کرے اُس کو شرعی نہ قرار دیگا تو غسل صحیح رہیگا اگرچہ واقع کے خلاف ہو پس اس بنا پر اگر نماز کا وقت داخل ہونے سے پہلے یہ اعتقاد رکھتے ہوئے کہ وقت نماز کا داخل ہوگیا بہ نیت وجوب غسل کیا جائیگا تو غسل باطل نہ ہوگا۔ اسی طرح نماز کا وقت داخل ہونے کے بعد یہ سمجھتے ہوئے کہ ابھی نماز کا وقت داخل نہیں ہوا بہ نیت مسنون غسل جنابت کیا جائیگا تو بھی غسل صحیح ہوگا باطل نہ ہوگا اور اگر نماز کے وقت کے داخل ہونے میں شک و شبہ ہو تو چونکہ غسل مستحب لنفسی ہے قصد قربت غسل میں کر لینا اسکی صحت کیلئے کافی ہوگا یا کسی غرض مندوب (مثلاً تلاوت قرآن) کا قصد کر لینا نیت میں یا نفس الامر میں جو غسل کی حالت ہے خواہ وجوب کی ہو یا سنّت کی اُسکا قصد نیت میں کر لینا صحت غسل

کیلئے کافی و وافی ہوگا۔ غسل میں نیت کے بعد ظاہری حصّہ جسم اور بدن کا دھونا واجب و لازم
ہے نہ کہ باطنی حصّہ بدن کا۔ پس اس بنا پر آنکھ ناک کان وغیرہ کے اندر پانی پہنچانا اور ان کے
باطنی حصّہ کا دھونا لازم نہ ہوگا اور نہ بالوں کا مثل ڈاڑھی کے دھونا غسل میں واجب ہے
بلکہ بالوں کے نیچے جو جلد ہے اس کا دھونا اور اس تک پانی پہنچانا واجب ہے لہذا جلد کے
عوض میں بالوں کا دھونا کافی نہ ہوگا البتہ وہ چھوٹے چھوٹے بال کہ جو بوجہ اپنی کمی مقدار جزو بدن
شمار ہوتے ہیں ان کا دھونا جلد کے ساتھ ہی ضروری ہے۔ ناک کان میں بالیوں اور بلاق کے
سوراخ اگر ایسے تنگ ہوں کہ ان کا اندرونی حصّہ نمایاں نہ ہو تو ان سوراخوں کا دھونا بھی کوئی ضروری
نہیں ورنہ ان کے اندر پانی پہنچانا واجب ہوگا کیونکہ بوجہ وسعت اور نمایاں ہونے کے انکا باطنی
حصّہ ظاہری بدن ہی شمار کیا جائیگا لہذا دھونا واجب ہوگا ٭ ہر غسل خواہ واجبی ہو خواہ سنتی، مرد
بجالائے یا عورت دو طرح سے مشروع ہے اول غسل ترتیبی اور اسکی کیفیت یہ ہے کہ بعد نیت
اول سر و گردن پھر دہنی طرف پھر بائیں طرف دھوئے اور احوط یہ ہے کہ دہنی طرف کے ساتھ
نصف حصّہ گردن دہنی جانب بھی دھوئے اور بائیں طرف دھونے کے ساتھ نصف حصّہ گردن بائیں
طرف سے بھی دھوئے۔ اسی طرح ناف اور عورتین کے نصف حصّہ کو دہنی جانب کے ہمراہ دھوئے
اور نصف حصّے کو بائیں طرف کے ساتھ دھوئے اور بہتر یہ ہے کہ ناف اور عورتین تمام کی تمام
ہر جانب کے دھونے کیساتھ دھوئے بتقسیم مذکور اور بطریق مزبور بالا نہ دھوئے۔ غسل میں
ترتیب مذکورہ بالا کا لحاظ رکھنا اور اسپر پابند ہونا نہایت ہی ضروری اور غسل کی درستی کے لئے
یہ ترتیب شرط واقعی ہے پس اس بنا پر اس کے برخلاف کار بند اور عمل در آمد میں اگرچہ بوجہ جہالت
اور بھول کی وجہ سے ہو غسل باطل ہو جائیگا۔ غسل میں ہر عضو کے دھونے میں ابتدا اعلیٰ سے لازم
نہیں یہ واجب نہیں کہ ہر عضو کے سب سے اوپر کے حصّہ سے دھونے کی ابتدا کی جائے غسل کی صحت
میں موالات عرفی (بے درپے بلا توقف دھونا) کی شرط ہے اور نہ دوسرے معنی والی (حصّہ سابقہ
خشک نہ ہو عضو لاحق کے دھونے میں عضو
سابق خشک نہ ہو جیسا کہ وضو میں بیان ہوا) موالات کی پس جائز ہے کہ ایک حصّہ کے بعد جسم
کے دوسرے حصّہ کو دیر میں دھوئے یعنی کچھ زمانہ تک توقف کرکے (مثلاً صبح کو سر گردن
دوپہر کو دہنی طرف اور آخر روز قریب غروب بائیں طرف) دھوئے اسی طرح ہر عضو کے اجزا
میں بھی موالات واجب نہیں اور اگر کسی عضو کا کوئی حصّہ دھونے سے سہواً ترک ہو جائے

تو یاد آنے پر اگر بائیں طرف حصہ ہے تو محض اس کا دھونا کافی ہے اور اگر سر و گردن یا داہنی طرف میں سے کچھ چھوٹ گیا ہے تو اس کو دھونے کے بعد اس کے مابعد والے اعضا کو بنا بر ترتیب مذکورہ بالا دھوئے اور اگر یقیناً یہ معلوم نہ ہو کہ کونسا حصہ بدن دھونے سے رہ گیا ہے جو عضو چھوٹ گیا ہے اس میں اشتباہ ہو تو جس قدر احتمالات پیدا ہو سکتے ہوں ان سب احتمال کی بنا پر ترتیب سابق کو ملحوظ رکھتے ہوئے اعضا کو دھوئے اور غسل کو تمام کرے۔ دوسرے غسل ارتماسی اس کی صورت یہ ہے کہ تمام جسم پانی کے باہر ہو اور نیت کر کے دفعۃً پانی میں کود پڑے اپنے کو پانی کے اندر بدفعہ عرفیہ داخل کرے یعنی عرف میں دفعۃً ڈبونا کہلائے یہ تو غسل ارتماسی کی شکل و صورت تھی اس کا لازم یہ ہے کہ تمام بدن ایک آن میں پانی کے نیچے ہو جائے۔ اگرچہ تمام جسم کا ڈوبنا علی التدریج ہو یعنی تمام بدن ایک دفعہ پانی کے نیچے نہ پہنچے بلکہ ایک کے بعد دوسرا حصہ جسم پانی کے نیچے پہنچے تو بھی غسل ارتماسی کہلائیگا پس اس بنا پر اگر اعضا کے ڈبونے میں تاخیر اور فاصلہ ہو جائے کہ بعض حصہ بدن پانی سے خارج ہو اور بعض جسم پانی کے اندر پہنچ جائے مثلاً پیر پانی سے باہر رہا اور جسم پانی کے اندر پہنچگیا یا پیر گارے میں دھس گیا۔ قبل اس کے کہ سر پانی میں داخل ہو یا یوں کہا جائے کہ سر پانی سی خارج رہا اور پیر پہلے پانی میں داخل ہو گیا تو غسل ارتماسی کیلئے کافی نہ ہوگا ایک طریقہ غسل ارتماسی کا یہ بھی ہو سکتا ہے کہ کچھ حصہ بدن پانی کے اندر ہو اور کچھ باہر ہو اور نیت کر کے پانی میں غوطہ لگائے بلکہ یہ بھی ہو سکتا ہے علی الاقوی کہ تمام بدن پانی کے اندر ہو نیت کر کے ایک جگہ سی دوسری جگہ ہٹ جائے یا نہیں بعد نیت جسم کو حرکت دیدے تو بھی غسل کیلئے علی الاقوی کافی ہوگا اس صورت غسل کی بنا پر تمام بدن یا جسم کے بڑے حصہ کا پانی سے باہر ہونا یا رہنا قبل غسل ضروری اور لازمی نہ ہوگا۔ اگر بعد غوطہ لگانے اور غسل کرنے کے بعد کسی جزو بدن کے نہ ڈبونے کا علم و یقین ہو تو غسل کا دوبارہ کرنا واجب ہوگا محض اس جزو متروک (جو ڈوبنے سے چھوٹ گیا) کا دھونا غسل کے لئے کافی نہ ہوگا جبکہ جلد تک پانی پہنچنے میں شک و شبہ ہو تو وہاں کا ہلانا پانی پہنچانے کیلئے واجب و لازم ہوگا۔ تمامے اغسال خواہ وہ مردوں کے غسل ہوں خواہ عورتوں کے خواہ واجب ہوں خواہ سنت ان دونوں مذکورہ بالا طریقوں سے ہو سکتے ہیں۔ ہر شخص کو اختیار ہے خواہ وہ غسل ترتیبی کرے یا غسل ارتماسی بجالائے اس سے کوئی شخص مستثنیٰ نہیں ہے البتہ غسل جنابت سے قبل یا بعد وضو نا جائز و حرام ہے اس میں وضو مشروع نہیں

اور اغسال میں قبل یا بعد غسل وضو واجب و لازم ہے چنانچہ آئندہ اس کی تشریح اور بیان آئیگا۔

مسئلہ نمبر ۱۔ غسل جب دونوں طرح ممکن ہو تو ترتیبی غسل ارتماسی سے افضل و اولیٰ ہے۔

مسئلہ نمبر ۲۔ پہلے بیان ہو چکا ہے کہ جس پر غسل واجب ہو یا سُنّت ہو۔ اُسے اختیار ہے چاہے ترتیبی غسل کرے یا ارتماسی البتہ جبکہ وقت تنگ ہو اور جانتا ہو کہ غسل ترتیبی کی گنجایش نہیں تو ارتماسی لازم ہوگا۔ ترتیبی صحیح نہ ہوگا اور روزہ واجب اور حالت احرام میں جبکہ مال دُوسرے کی ملکیت ہو اور غوطہ لگانے پر رضامند نہ ہو تو ترتیبی لازم اور ارتماسی حرام ہے۔

مسئلہ نمبر ۳۔ آب کثیر میں غسل ترتیبی اس عنوان سے جائز ہو سکتا ہے کہ تینوں اعضا میں سے ہر ایک عضو کو بطریقہ غسل ارتماسی دھوئے بلکہ اگر آب کثیر میں سر و گردن دھونے کے قصد سے غوطہ لگائے پھر دہنی جانب دھونے کے ارادہ سے پھر بائیں جانب دھونے کے قصد سے غوطہ لگائے تو بھی غسل ترتیبی کیلئے کافی ہے۔ اسی طرح اگر پانی میں تین مرتبہ ہر ایک جانب کے دھونے کا قصد و ارادہ کر کے بدن کو حرکت دیدے یا سر و گردن کو پانی میں ڈبو دے اور پانی کے اندر دہنی جانب کو اس کے دھونے کا قصد و ارادہ کر کے حرکت دیوے اور بائیں طرف کے دھونے کے قصد و ارادہ سے پانی سے باہر نکل آئے پھر پانی میں داخل ہو۔ اِن سب صورتوں میں غسل ترتیبی بطریقہ ارتماسی کہلائیگا۔ یہ بھی جائز ہے کہ بعض اعضا کو کسی ظرف میں پانی لیکر دھوئے اور بعض کو پانی میں داخل کرے بلکہ اس طرح بھی غسل صحیح ہو سکتا ہے کہ ہر ایک عضو کے کچھ حصہ کو پانی میں داخل کرے اور کچھ حصہ پر ہاتھ پھیر دے۔

مسئلہ نمبر ۴۔ غسل ارتماسی کی نیت کے دو وقت ہیں۔ جزو اول بدن کے پانی کے اندر پہنچنے کے وقت غسل کا قصد کرے اور اس قصد پر آخر تک باقی رہے بعبارۃ اُخریٰ غسل ارتماسی تدریجی الحصول ہے اِن معنوں سے کہ اوّل غسل شروع ہوا اوّل جزو بدن پانی میں پہنچنے سے اور آخر غسل ہوا جزو آخر کے پانی میں پہنچنے سے۔ دُوسرے یہ کہ جب تمام بدن پانی کے اندر پہنچ جائے اور کُل جسم کو پانی گھیر لے تب غسل کا قصد کیا جائے اس معنی سے غسل ارتماسی آنی الحصول ہوگا۔ بہر طور غسل ارتماسی تدریجی الحصول ہو یا آنی الحصول دونوں صحت میں مساوی ہیں۔ باعتبار قصد و ارادہ مختلف ہیں اوّل میں ابتدا میں قصد ہو

لہ احوط یہ ہے کہ غسل ارتماسی جو غسل واقع میں حاصل ہو (خواہ وہ آنی یا تدریجی بلا تعیین) اسکا قصد پانی میں داخل ہونے کے وقت کرے اور اس قصد و نیت پر آخر غسل تک قائم رہے تمام بدن کے پانی میں داخل ہونے تک وہ نیت برقائم رہے۔
(ابوالحسن مدظلہ)

ہے اور دوسرے میں تمام جسم کے پہنچنے کے بعد غسل شروع ہوتا ہے۔ پس اگر کوئی شخص کسی کا بھی (نہ تدریجی الحصول کا اور نہ آنی الحصول کا) قصد نہ کرے تو بھی غسل کی صحت میں کوئی مضائقہ نہ ہوگا اور نتیجہ میں یہ غسل تدریجی الحصول ہو جائے گا ۔

مسئلہ نمبر ۵۔ ہر عضو کا بقصد غسل دھونے سے پہلے پاک ہونا غسل کی صحت میں شرط ہے مثلاً غسل ترتیبی میں جسم کے تین حصے کئے جاتے ہیں۔ اوّل سر و گردن۔ دوسرے گردن کے نیچے کل جسم کا داہنا حصہ۔ تیسرے بایاں حصہ۔ پس ہر ایک حصہ کا اُسکے دھونے سے پہلے پاک ہونا ضروری ہے۔ اسی طرح اُس حصہ میں جتنے اعضا ہیں اُن کا پاک ہونا اُن کے دھونے سے پہلے ضروری ہے اگرچہ احتیاط اسی میں ہے کہ کل جسم تمام بدن سر سے پیر تک غسل شروع کرنے سے پہلے پاک ہو۔ پس اس بنا پر اگر کوئی حصہ جسم یا عضو ناپاک ہو نجس ہو تو اولاً اُس کو پاک کر لینا چاہئے تب غسل شروع کرنا چاہئے۔ لہٰذا ایک مرتبہ دھونا رفع نجاست وحدث کے قصد سے کافی نہ ہوگا یعنی دھونے میں نجاست دور کرنا بھی مقصود ہو اور غسل بھی۔ یہ غسل کیلئے کافی نہیں بلکہ اولاً نجاست دور کرے اُس کے بعد بہ نیت غسل دھوئے۔ خباثت کو علیحدہ دفع کرے حدث کو علیحدہ ۔

مسئلہ نمبر ۶۔ غسل میں اس کا لحاظ بھی ضروری ہے کہ تمام اعضا اور کل بدن تک پانی پہنچ گیا ہے یا نہیں۔ پس اس بنا پر اگر کسی عضو کے کسی حصہ جسم پر کوئی چیز پانی پہنچنے سے مانع ہو تو اُس کا دور کرنا لازم ہوگا اور اس کے (مانع) کے دفعیہ کا یقین ہو جانا واجب ہوگا بشرطیکہ اس کے (مانع) وجود کا یقین پہلے ہو ورنہ مانع ہونے کا محض اطمینان ہو جانا تحقیق کے بعد غسل کی صحت کیلئے کافی ہے ۔

مسئلہ نمبر ۷۔ اگر کسی جزو میں شک ہو کہ آیا ظاہر بدن سے ہے یا باطن سے تو اُسکا دھونا وضو اور غسل میں واجب و لازم ہے۔ مبحث مطہرات میں اسی قسم کا مسئلہ گذر چکا ہے جس میں ہم نے کہا ہے کہ جس جزو متنجس کے ظاہر و باطن ہونے میں شک ہو اُس کی طہارت لازمی نہیں اس کا پاک کرنا واجب نہیں اور یہاں ہم حکم دے رہے ہیں کہ ایسے عضو کا دھونا لازم ہے اس فرق کی وجہ یہ ہے کہ وہاں ظاہر و باطن میں شک ہونا گویا اُس جزو کی نجاست میں شک ہونا ہے اور نجاست شک سے ثابت نہیں ہوتی تا وقتیکہ علم نجاست نہ ہو طہارت لازم نہیں اور یہاں (مبحث غسل میں) غسل جنابت کی تکلیف ثابت اسکا واجب ہونا معلوم

اور یقینی مشغول الذمہ ہونا قطعی اور یقین کو یقین ہی زائل کر سکتا ہے۔ علم کا مقابلہ علم ہی کر سکتا ہے لہذا تا وقتیکہ فراغ کلی غسل سے یقیناً حاصل نہ ہو اور اسکا علم و یقین نہ ہو کہ تمام جسم جنب کا غسل ہو چکا۔ اُس وقت تک برأت ذمہ حاصل نہ ہوگی اور تکلیف غسل کا رفع نہ ہوگا۔ اس بنا پر اس ضرورت کو محسوس کرتے ہوئے کہنا پڑا کہ ہر جزو مشکوک (ظاہر ہے یا باطن) کو غسل میں دھونا ضروری واجبی ہے البتہ جو جزو مشکوک اگر پہلے یقیناً جزو باطنی تھا اور اب اس کا باطن ہونا حالت اشتباہ اور شک میں پڑ گیا ہے کہ یہ اپنی حالت سابقہ (باطن ہونا) پر بھی ہے یا نہیں تو چونکہ کل کی حالت کو دیکھتے ہوئے اُس کا غسل یقیناً واجب تھا اور آج کی حالت اسکی مشکوک ہے لہذا از روئے استصحاب کل کے علم و یقین کو آج کی حالت مشکوکہ پر ترجیح دی جائے گی جیسا کہ کل غسل واجب نہ تھا ویسا ہی آج بھی واجب نہ ہوگا۔

مسئلہ نمبر ۸۔ پہلے بیان ہو چکا ہے کہ غسل ترتیبی کی صحت میں موالات کی شرط نہیں ہے مگر جبکہ تعجیل میں کوئی مصلحت ہو مثل غسل استحاضہ یا جسکو عارضہ سلس البول یا اسہال کی بیماری ہو کہ اس میں چونکہ حدث کے صادر ہونے کا اندیشہ ہوتا ہے اس وجہ سے مریض مذکور پر جلدی غسل سے فارغ ہونا اور جلد سے جلد بعد غسل نماز پڑھنا واجب و لازم ہوگا تاخیر چونکہ اس کے حق میں مضر ہے اس وجہ سے تعجیل واجب ہے۔

مسئلہ نمبر ۹۔ ناودان یعنی پرنالہ کے نیچے اور بارش (مینہ) میں غسل ترتیبی جائز ہے نہ کہ ارتماسی۔ البتہ اگر بڑی بھاری نہر مثل پرنالہ کے اُوپر سے نیچے کو جاری ہو تو اس میں غسل ارتماسی بھی جائز ہے۔ بشرطیکہ پانی تمام بدن کو اسی حیثیت سے گھیر لیوے۔ اُسی صورت سے پانی کے نیچے ہو جائے جیسا کہ حوض وغیرہ میں غوطہ لگانے میں جسم زیر آب ہوتا ہے تو پرنالہ کے نیچے غسل ارتماسی بھی ہو سکتا ہے ورنہ نہیں۔

مسئلہ نمبر ۱۰۔ عدول کرنا غسل ترتیبی سے طرف ارتماسی کے یا ارتماسی سے ترتیبی کی طرف جائز ہے لیکن نیت کی تبدیلی اور اس کے بعد جس کی طرف عدول کیا ہے اُسکے موافق عمل کرنا اور از سر نو غسل کرنا لازم ہوگا۔

مسئلہ نمبر ۱۱۔ اگر بدن خباثت سے پاک و صاف ہو تو کُر سے کم حوض میں غسل ارتماسی بھی جائز ہے مگر چونکہ حدث اکبر کے رفع میں جو پانی استعمال کیا جائے اُس سے دوبارہ وضو اور غسل کرنے میں اشکال ہے اس بنا پر اُس کُر سے کم پانی سے دوبارہ غسل یا وضو

نہ ہو سکیگا۔ اسی طرح اگر جنب اس آب قلیل میں کھڑے ہو کر بصورت غسل ترتیبی غسل کرے تو چونکہ نہانے
میں پانی بدن پر سے ہو کر اسی حوض قلیل میں جائیگا۔ اسوجہ سے اس پانی سے دوبارہ غسل کرنے
میں اشکال بدستور سابق جاری ہوگا۔ ہاں اگر وہ حوض کُر بھر یا کُر سے زائد پانی رکھتا ہے تو مکرر غسل
کرنے اس میں کوئی مضائقہ نہیں رکھتا بلا اشکال اُس سے مکرر سہ کرہ نہا سکتے ہیں اس میں غوطہ لگا
سکتے ہیں البتہ اگر کُر بھر سے زائد پانی نہیں ہے تو مکرر اس میں غوطہ لگانے یا بصورت ترتیبی
غسل کرنے میں غسل میں استعمال شدہ پانی کا استعمال دوبارہ غسل کرنے میں ضرور کہلائے گا۔
کئی بار اس میں غوطہ لگانے پر یہ ضرور کہا جائیگا کہ رفع حدث اکبر میں جو پانی استعمال ہو چکا تھا
اُسی سے غسل کیا ہے لیکن بہرکیف اقوی ہمارے نزدیک وہی ہے جو ہم پہلے کہہ چکے کہ حدث
اکبر میں جو پانی استعمال ہو چکا ہو اُس سے پھر غسل اور وضو کر سکتے ہیں اس میں غوطہ لگانا بھی
جائز ہے اور غسل ترتیبی بھی اُس سے کرنا جائز ہے۔

مسئلہ نمبر ۱۴ جتنے شرائط وضو کے بیان میں اس کی صحت کے متعلق مذکور ہوئے۔
وہی سب غسل کی صحت میں معتبر ہیں مثلاً نیت اور اسی پر تا آخر غسل باقی رہنا پانی کا مطلق
اور پاک و صاف ہونا پانی کا استعمال شدہ نہ ہونا (پہلے اس سے وضو یا غسل نہ کیا گیا ہو)
پانی کے استعمال میں ضرر نہ ہو۔ مباح ہونا پانی اور اُس برتن کا کہ جس میں پانی لیکر غسل کیا
جائے۔ سونے اور چاندی کے برتن سے غسل نہ کرنا غسل کرنے کی جگہ اور غسل کرنے کا برتن
اور پانی گرنے کے مقام کا مباح ہونا۔ بدن کا پاک ہونا۔ وقت میں اتنی وسعت ہونا کہ
غسل کیا جا سکے اگر غسل ترتیبی ہے تو ترتیب کا لحاظ رکھنا روزہ کی حالت اور حالت احرام
کے علاوہ غسل ارتماسی کا حرام نہ ہونا جب تک مجبوری نہ ہو افعال غسل خود بجا لانا
خود غسل کرنا دوسرا نہ نہلائے۔ اب تک جتنی شرائط غسل مذکور ہوئیں ان میں بعض
شروط واقعیہ ہیں اور بعض غیر واقعی ہیں مثلاً مکان غسل اور ظرف غسل اور غسل کے پانی
اور اس کے گرنے کی جگہ کا مباح ہونا غسل کے برتن سونے چاندی کے نہ ہونا غسل ارتماسی
کا حرام نہ ہونا ان کے ماسوا جتنی بھی شرائط مذکورہ بالا ہیں سب کی سب واقعی شرائط ہیں
ان ہر دو قسم شرائط میں فرق یہ ہے کہ واقعیہ میں سے اگر کوئی شرط خواہ قصداً چھوٹے
یا بھول کر دانستہ ترک ہو خواہ نادانی کی وجہ سے۔ بہرحال صحت غسل کے مضر ہوگا۔
غسل صحیح نہ ہوگا بخلاف غیر واقعیہ کے ان کے مفقود اور ترک ہونے کا اثر عالم اور

دانستہ ترک کرنیوالے کی ذات تک محدود ہے جو شخص بھول کر اور قصد و ارادہ سے ان شرائط غیر واقعیہ میں سے کسی شرط کا تارک ہوگا بس اُس کا غسل صحیح نہ ہوگا نہ کہ جاہل مسئلہ اور نادانستہ فراموشی ترک کرنے والے کا پس معلوم ہوا کہ یہ شرائط مطلقاً در عامہ نہیں ہیں بلکہ خاصہ ہیں جاننے والے کیلئے ہیں بالقصد و ارادہ ترک کرنے والے کیلئے منحصر ہیں ۔

مسئلہ نمبر ۱۳ ۔ چونکہ نیت کو زبان سے ادا کرنا یا دل میں خاص طرح سوچنا ضروری نہیں ہے بلکہ دل میں صرف کسی کام کیلئے آمادہ ہوجانا کافی ہے اور نیت ہوجائے گی پس اس بناپر اگر کوئی شخص حمام میں غسل کرنے کا ارادہ سے گھر سے چلے اور حمام کا قصد کرے تو یہ قصد و ارادہ ہی غسل کی نیت کہلائیگا اس کی ضرورت نہیں کہ غوطہ لگانے وقت ہی غسل کا ارادہ کرے ۔ البتہ غسل کرتے وقت غسل سے غفلت نہ ہونی چاہیے مثلاً اگر کوئی شخص پوچھے کہ کیا کرتے ہو تو فوراً کہہ دے کہ غسل کر رہا ہوں تو گھر سے نکلنا ہی غسل کیلئے غسل کی نیت کہلائیگا اور غسل صحیح ہو جائیگا ورنہ غسل باطل ہے یعنی اگر دریافت کرنے پر فوراً نہ بتا سکے تو یہ نیت نہیں ہوگی اور معلوم ہوگا کہ اسوقت جو کام (غسل) کر رہا تھا وہ بے نیت کے تھا لہذا غسل صحیح نہ ہوگا

مسئلہ نمبر ۱۴ ۔ اگر کوئی شخص حمام میں غسل کرنے کی غرض سے جائے اور حمام سے نکلنے کے بعد اسکو یہ شک ہو کہ نہ معلوم غسل کیا یا نہیں یعنی غسل کر کے حمام سے نکلا ہے یا بغیر غسل حمام سے باہر آگیا ہے تو اس شخص کو یہی سمجھنا چاہیئے کہ بغیر غسل حمام سے باہر آگیا ہے لہذا غسل کرنا لازم ہے اور اگر حمام میں غسل کرنا تو معلوم ہو لیکن اس غسل کا صحیح ہونا یا نہ ہونا یقینی نہ ہو یعنی غسل کرنے کا تو علم ہو لیکن اس کی صحت کا علم نہ ہو تو اس شخص کو یہی سمجھنا چاہیئے کہ غسل صحیح طور سے ہوا ہے دوبارہ غسل کی ضرورت نہیں وہی غسل کافی ہے اس شک کا اعتبار نہیں ۔

مسئلہ نمبر ۱۵ ۔ اگر کسی شخص کو یہ معلوم تھا کہ وقت میں اتنی گنجایش ہے کہ غسل کے بعد وقت میں نماز پڑھ سکتا ہے' یعنی سورج نکلنے میں اتنا عرصہ ہے کہ غسل بھی کر لیا جائے اور اسکے بعد نماز بھی پڑھ لی جائے اور اُس شخص نے اس علم و اعتقاد کی بناپر غسل کیا بعد کو غسل ختم ہونے پر معلوم ہوا کہ جو سمجھا تھا غلط تھا وقت میں اتنی گنجایش نہ تھی کہ غسل کے بعد نماز پڑھی جائے یعنی اتنا وقت نہ تھا کہ غسل واجب ہو بلکہ تیمم کا وقت تھا تیمم واجب تھا نہ کہ غسل تو یہ غسل صحیح ہے بشرطیکہ بہ نیتِ قربت اگر غسل کیا ہے یعنی نیت غسل میں اور غسل کرتے وقت کسی فعل خاص کا بجالانا مقصود و ملحوظ نہ ہو مثلاً صبح کی نماز پڑھنے کیلئے ہی غسل کرنا مقصود

نہ ہوگا تو یہ غسل صحیح ہے ورنہ باطل اور اگر وقت کے تنگ ہونے کا اعتقاد رکھتے ہوئے تیمم کرلیا جائے اور نماز بھی پڑھ لی جائے اور بعد کو معلوم ہو کہ وقت میں اتنی گنجایش تھی کہ غسل کرلیا جائے تو اب تیمم کی صحت اور اس کے بعد نماز کی درستی میں اشکال ہے ؛

مسئلہ نمبر ۱۶۔ کوئی شخص اگر حمام میں جائے اور اجرت نہ دینے کا قصد کرے یعنی اس قصد و ارادہ کیساتھ حمام میں غسل کرے تو وہ غسل باطل ہے اسی طرح اگر اجرت کے اُدھار کرنے کا قصد و ارادہ دل میں رکھتے ہوئے حمام میں غسل کرے بشرطیکہ یہ معلوم نہ ہو اور نہ اسکا علم حاصل کیا ہو کہ حمامی اُدھار پر رضامند بھی ہوگا یا نہیں تو بھی غسل باطل ہی اگرچہ بعد غسل کے حمامی کو رضامند بھی کرلیا جائے تو صحت غسل کیلئے مضر ہے اور اگر حمامی اور غسل کرنے والا دونوں اجرت کے اُدھار ہونے پر رضامند ہو جائیں لیکن غسل کرنے والے کا قصد اور اس کی نیت درحقیقت اجرت دینے کی نہ ہو یا مال حرام سے اجرت دینے کا ارادہ ہو تو اس غسل کی صحت میں اشکال ہے ؛

مسئلہ نمبر ۱۷۔ اگر حمام کا پانی تو مباح ہو لیکن ہیزم (سوختہ یعنی لکڑی وغیرہ) غصبی سے گرم کیا گیا ہو تو اس میں غسل کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں بلا تامل غسل صحیح ہے اس لئے کہ غصبی سوختہ حمام میں جلانے سے سوختہ کا مالک اپنے سوختہ کے عوض یا قیمت پانے کا مستحق ہوگا نہ کہ پانی کے نیچے جلنے سے پانی کا مالک ہو جائے گا۔ پانی میں اُسکا کوئی حق نہیں لہٰذا اس میں نہانے میں بھی کوئی قباحت نہ ہوگی ؛

مسئلہ نمبر ۱۸۔ مدرسہ کے حوض میں انہی کا بس غسل صحیح ہے جو کہ اس میں رہتے ہیں مگر جبکہ وقف کا عام ہونا یا اباحت کی عمومیت معلوم نہ ہو تو مدرسہ کے رہنے والوں کا بھی اس حوض میں غسل درست نہ ہوگا یعنی اگر یہ ثابت ہو جائے کہ جیسا کہ مکان مدرسہ طلبا کے رہنے کیلئے وقف ہے ویسا ہی حوض اسکا طلبا کے نہانے دھونے کیلئے مباح ہے مدرسہ کے وقف میں کسی قسم کا استثنا نہیں ہے بلکہ عام ہے جو یہاں رہے اس کے لئے تمام ضروریات روزانہ یہاں پوری کرنا مباح ہیں تو مدرسہ کے باشندوں کے لئے اس کے حوض میں نہانا بلا اشکال جائز ہوگا ورنہ نہیں ؛

ان کے لئے حوض مدرسہ میں غسل کرنا بلا اشکال اور بلا شرط مذکور جائز و مباح ہے (ابو المحسن مدظلہ)

مسئلہ نمبر ۱۹ - غسل یا وضو اُس پانی سے کرنا جو پیاسوں کے واسطے سبیل رکھی جاتی ہے اشکال سے خالی نہیں مگر جبکہ یہ معلوم ہو جائے کہ یہ سبیل محض پانی پینے کے لئے ہی نہیں ہے بلکہ عام ہے خواہ پیا جائے یا اپنی ضروریات اُس سے رفع کی جائیں تو اشکال مذکور بھی رفع ہو جائیگا اور بلا اشکال اُس میں نہانا دھونا جائز و مباح ہوگا۔

مسئلہ نمبر ۲۰ - لنگ غصبی میں غسل باطل ہے[1]۔

مسئلہ نمبر ۲۱ - پانی غسل جنابت یا حیض یا نفاس کے واسطے دینا شوہر کے ذمہ ہے یعنی شوہر پر واجب و لازم ہے۔ علی الاظہر کہ اپنی زوجہ کیلئے نہانے دھونے کے واسطے پانی مہیا کرے اسکا انتظام کرے اگرچہ اُس کے انتظام میں کچھ روپیہ پیسہ صرف کرنا پڑے مثلاً سرد پانی میں نہانا اگر زوجہ کے لئے مضر ہو تو لکڑی وغیرہ خرید کر گرم پانی کرائے کیونکہ اس میں جو صرف ہوگا وہ جزوِ نفقہ شمار ہوگا جبکہ نفقہ شوہر کے ذمہ واجب ہے تو اسکا ہر ہر جزو بھی واجب و لازم ہوگا۔

مسئلہ نمبر ۲۲ - ماہ صیام میں روزہ کی حالت میں یا علاوہ ماہ مبارک روزہ کی صورت میں بھول کر غسل ارتماسی کرنا یا غوطہ لگانا جنب کا نہ غسل کو باطل کرتا ہے اور نہ روزہ کو بلکہ دونوں صحیح ہیں۔ اسی طرح حالت احرام میں کوئی شخص ہو اور بھول گیا ہو غسل ارتماسی کر لیوے تو غسل کی صحت میں کوئی مضائقہ نہ ہوگا احرام بدستور رہیگا البتہ اگر جان کر غوطہ لگایا جائیگا غسل ارتماسی دانستہ حالتِ صوم یا احرام میں کیا جائیگا تو دونوں (غسل و روزہ) باطل ہو جائینگے احرام بدستور اپنی صحت پر باقی رہیگا یہ باطل نہ ہوگا اگرچہ محرم اس حرکت سے گنہگار ضرور ہوگا۔ اکثر فقہا یہ بھی کہتے ہیں کہ اگر پانی میں سے نکلنے کے وقت غسل کی نیت کی جائے گی تو غسل صحیح ہوگا ورنہ نہیں یہ قول ماہ صیام میں خالی اشکال سے نہیں کیونکہ روزہ کے باطل ہونے کے بعد بھی روزہ کی توڑنے والی اشیاء کا استعمال حرام ہے۔ پس اس بنا پر جیسا کہ پانی میں ٹھہرنا حرام ہوگا ویسا ہی پانی سے نکلنا حرام ہوگا دونوں کی حرمت میں فرق نہیں لہذا قول مذکور ضعیف ہے اس قول سے تو ماہ صیام میں اشکال واقع ہوتا ہے اور یہ کہنا کہ ارتماس ایک فعل مرکب ہے کہ جس کے دو جزو ہیں ایک غوطہ لگانا دوسرے پانی سے نکلنا اور یہ دونوں کے دونوں حرام ہیں پس ان سے جو مرکب ہوگا وہ بھی حرام ہوگا۔ اس بنا پر غیر رمضان کے روزہ کی صحت

[1] اس میں تامل ہے (ابوالحسن مدظلہ)

میں اشکال پیدا کرے گا علاوہ ماہ صیام کے بھی صوم کی صحت مشکل ہو جائے گی البتہ اگر پانی سے بقصدِ غسل نکلنے سے پہلے اپنے (اس فعل غوطہ لگانا حالتِ صوم میں) سے توبہ کر یوے تو غسل اب بھی صحیح ہو سکتا ہے ÷

فصل غسل کے مُستحبات میں

غسل کے مستحبات دس ہیں۔ پہلے استبرا کرنا ساتھ پیشاب کرنے کے یعنی بعد انزال منی کو پیشاب کرنا۔ اسکے بعد استبرا کرنا پھر غسل کرنا۔ دوسرے خواہ غسل ترتیبی ہو یا ارتماسی دونوں ہاتھوں کو کہنی تک یا نصف ذراع (آدھا ہاتھ) یا انگوٹوں تک تین مرتبہ غسل سے پہلے دھونا تیسرے بعد دونوں ہاتھوں کے دھونے کے تین مرتبہ کلی کرنا۔ تین مرتبہ ناک میں پانی ڈالنا بلکہ ایک مرتبہ ہی میں استحباب ادا ہو جائے گا۔ چوتھے غسل ترتیبی میں پانی غسل کے لئے ایک صاع (چھ سو چودہ مثقال اور ایک چوتھائی مثقال) بھر ہونا چاہیے (مترجم۔ صاع کی مقدار انگریزی سیر سے جو اسی روپیہ چہرہ دار کا ہوتا ہے سوا تین سیر ہے) پانچویں پانی کے ساتھ جسم پر ہاتھ بھی پھیرنا تاکہ اطمینان کامل ہو جائے تمام جسم پر پانی پہنچنے کا۔ چھٹے تخلیل یعنی ان چیزوں میں پانی پہنچانا جہاں بغیر اس کی اعانت کے خود پانی پہنچ سکے مثلاً انگوٹھی کشادہ (ڈھیلی ڈھالی) کے یعنی جو پانی کی مانع نہ ہو اس کو حرکت دینا تاکہ اطمینان کامل ہو جائے پانی پہنچنے کا۔ ساتویں ہر حصہ جسم کا تین مرتبہ دھونا۔ آٹھویں غسل کے شروع میں بسم اللہ کہنا اور بہتر یہ ہے کہ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ پوری کہے۔ نویں اس دعاء منقول کا پڑھنا نزدیک غسل اور غسل کرتے وقت اَللّٰھُمَّ طَھِّرْ قَلْبِیْ وَتَقَبَّلْ سَعْیِیْ وَاجْعَلْ مَاعِنْدَكَ خَیْرًا لِیْ اَللّٰھُمَّ اجْعَلْنِیْ مِنَ التَّوَّابِیْنَ وَاجْعَلْنِیْ مِنَ الْمُتَطَھِّرِیْنَ یا یہ دعا پڑھے اَللّٰھُمَّ طَھِّرْ قَلْبِیْ وَاشْرَحْ صَدْرِیْ وَاَجْرِ عَلٰی لِسَانِیْ مِدْحَتَكَ وَالثَّنَآءَ عَلَیْكَ اَللّٰھُمَّ اجْعَلْہُ لِیْ طَھُوْرًا وَّشِفَآءً وَّنُوْرًا اِنَّكَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ۔ اس دعا کو غسل کرنے کے بعد بھی پڑھنا بہتر ہے۔ دسویں موالات یعنی غسل کے تمام کرنے میں تعجیل اور جلدی کرنا اور غسل ترتیبی میں ہر عضو کے اعلیٰ (اوپر) سے دھونے میں ابتدا کرے ÷

مسئلہ نمبر ۱۔ وضو کے بیان میں بیان ہو چکا ہے کہ وضو کے جو قریب کے مقدمات ہیں اُن میں دوسرے سے مدد لینا مکروہ ہے ویسا ہی یہاں بھی مکروہ ہے ۔

مسئلہ نمبر ۲۔ غسل سے پہلے پیشاب کرنا اور استبرا کرنا غسل کی صحت میں شرط نہیں بلکہ چونکہ یہ مفید اور فائدہ مند اور دوبارہ غسل کی زحمت سے بچاتا ہے اس وجہ سے اسکی قبل غسل تاکید کردی گئی ہے اب حضرات مکلفین اس کے فائدہ کو ملاحظہ فرمائیں اگر انزال کے بعد پیشاب کیا تھا اور اُس کے بعد استبرا بھی کرلیا تھا۔ اُس کے بعد رطوبت مشابہ منی کے دیکھی جائے تو اعادہ غسل کا لازم نہیں دوبارہ غسل واجب نہیں اور اگر استبرا نہیں کیا اور غسل کرلیا نماز بھی پڑھ لی۔ اب منی یا رطوبت مشابہ منی نکلی تو نماز صحیح ہےگی البتہ دوبارہ غسل کرنا واجب ہو جائیگا جیساکہ آیندہ اس کا ذکر آئیگا (مترجم۔ غسل کے دوبارہ ہونے یا نہ ہونے کا دار و مدار استبراء کے وجود و عدم پر اس فایدہ کو ملحوظ رکھتے ہوئے شریعت نے اس کا حکم دیا ہے نہ کہ غسل کی صحت ہی اس پر موقوف ہے)۔

مسئلہ نمبر ۳۔ ایک شخص نے احتلام کے بعد بغیر پیشاب و استبرا[1] غسل کرلیا اور بعد نہانے کے ایسی رطوبت نکلی جس کو نہ پیشاب کہا جاسکتا ہے اور نہ منی یعنی پیشاب اور منی میں وہ رطوبت مشتبہ ہے تو اس رطوبت پر منی کا حکم لگاتے ہوئے اس شخص پر دوبارہ غسل کرنا واجب ہو جائیگا اور اگر اس شخص نے بعد احتلام کے پیشاب تو کیا لیکن استبرا حسب طریقہ مذکورہ نہیں کیا اور بعد غسل رطوبت مشتبہ دیکھی پس اس رطوبت پر پیشاب کا حکم جاری کرتے ہوئے یعنی اس رطوبت کو پیشاب کا قطرہ مانتے ہوئے غسل تو صحیح رکھا جائے گا لیکن نماز کیلئے وضو لازم ہوگا بدون وضو نماز نہ ہوگی اور احتیاط دونوں[2] ان دونوں صورتوں میں یہ ہے کہ اگر رطوبت منی اور پیشاب ہی کے درمیان میں مشتبہ ہو کسی تیسری چیز ہونے کا احتمال نہ ہو تو ان دونوں صورتوں (پیشاب کیساتھ استبرا کیا یا نہیں کیا) میں غسل بھی دوبارہ کرے اور نماز کیلئے بعد غسل وضو بھی کرے اور اگر تیسری چیز ہونے کا بھی احتمال ہو مثلاً مذی

---

[1] اگر بعد غسل بھی استبرا ساتھ بول کے نہ ہوگا تو جب بھی رطوبت مشتبہ نکلیگی حکم مذکور جاری ہوگا (ابوالحسن مدظلہ)

[2] اور استبرا اور پیشاب غسل سے پہلے کرچکا ہو اور رطوبت مشتبہ بعد نہانے کے نکلے تو وہی حکم ہوگا جو کہ متن میں ہے اور اگر غسل کے بعد استبرا اور پیشاب کیا ہو تو رطوبت مشتبہ خارج ہونے پر علی الاقوی محض وضو ہی کافی ہے (ابوالحسن مدظلہ)

ہونا بھی محتمل ہو تو اب اس شخص پر نہ غسل واجب ہوگا اور نہ وضو۔ یہی حکم اُس رطوبت کا ہے کہ جو ابتداءً بدون جنابت نکلے یعنی نہ غسل واجب ہوگا اور نہ وضو۔ مختصر یہ ہے کہ جس رطوبت کے متعلق پیشاب یا منی ہونے کا احتمال ہو اُس کا حکم احتیاطی[1] اعادہ غسل اور بعد غسل وضو کا واجب ہونا ہے دونوں بہ نیتِ وجوب کرنے پڑیں گے اور جس کے متعلق پیشاب یا منی یا مذی ہونے کا احتمال ہو اُس کے متعلق کوئی حکم نہیں نہ اسکے نکلنے سے غسل واجب ہوگا اور نہ وضو۔

مسئلہ نمبر ۴۔ اگر رطوبت مشتبہ بعد غسل کے خارج ہو اور استبرا ساتھ پیشاب کے قبل غسل کیا ہے یا نہیں۔ اس میں شک ہو تو یہ سمجھنا چاہئے کہ استبرا نہیں کیا اور وجوباً دوبارہ غسل کرنا چاہئے اور احتیاطاً[2] بعد غسل وضو بھی کرے۔

مسئلہ نمبر ۵۔ رطوبت مشتبہ کے متعلق جو حکم مسئلہ گذشتہ میں بیان ہوا ہے وہ ہر حال میں ہے یعنی خواہ اشتباہ بعد تحقیق و تفحص ہو خواہ بعد امتحان و اختیار ہو خواہ بوجہ نابینائی و تاریکی وغیرہ امتحان و اختیار ناممکن ہونے کی وجہ سے اشتباہ ہو بہر کیف حکم مذکورہ بالا اُسی رطوبت پر جاری ہوگا۔

مسئلہ نمبر ۶۔ جو رطوبت مشتبہ عورت کی پیشاب گاہ سے خارج ہو اگرچہ استبرا سے پہلے ہی ہو اُس پر کوئی حکم جاری نہ ہوگا پس وہ رطوبت نہ تو عورت کی وضو کو توڑے گی اور نہ اُس کو نجس ہی کہا جائیگا۔ البتہ جب اس کا علم ہو جائے کہ یہ رطوبت پیشاب[3] ہے یا منی تو ضرور اُس پر حکم نجاست جاری ہوگا۔

مسئلہ نمبر ۷۔ جو رطوبت مشتبہ پیشاب سے پہلے خارج ہو وہ ناقض وضو ہے خواہ استبرا حسب قاعدہ مذکورہ بالا کیا ہو یا نہ کیا ہو۔ مبحث استبرا میں جو طریقہ استبرا کا بیان ہوا ہے خواہ اسطرح استبرا کیا ہو یا نہ کیا ہو ہر حال وہ رطوبت وضو کی توڑنے والی ضرور ہے اگرچہ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ احتلام کے بعد جبکہ پیشاب کرنا ممکن نہ ہو تو استبرا حسب قاعدۂ معلومہ پیشاب کرنے کے قائم مقام ہو جائیگا۔

---

[1] یہ احتیاط اُس وقت واجب ہوگی جبکہ اس حالت سے پہلی کی حالت طہارت کی ہوگی یا پہلی حالت کا علم نہ ہوگا یعنی اگر اس صورت مسئلہ سے پہلے یہ شخص باوضو تھا یا اسکو اپنے باوضو ہونے یا نہ ہونے کا علم نہ ہو تو احتیاط مذکور واجب ہے؛ اور اگر پہلی حالت کے متعلق علم ہو کہ باوضو نہ تھا بلکہ حدث اصغر ہو چکا تھا تب یہ صورت مذکورہ پیدا ہوئی تو علی الاقوی محض وضو ہی کافی ہے (ابوالحسن مدظلہ)

[2] جبکہ اُس رطوبت مشتبہ کا بول ہونا محتمل ہو پیشاب ہونے کا احتمال بھی اُس رطوبت کے متعلق ہو (ابوالحسن مدظلہ)

[3] پس اس صورت میں وہ رطوبت یقیناً نجس ہوگی اب ہی نجاست حدثیہ۔ تیسرے مسئلہ میں جو تفصیل گذر چکی ہے اسکو ملحوظ رکھتے ہوئے اُسپر حکم لگایا جائیگا۔

جو پیشاب کرنا فایدہ دیتا ہے۔ وہی یہ بھی فایدہ دیگا مگر یہ قول ضعیف ہے ؛

مسئلہ نمبر ۸۔ اگر غسل کرنے کی حالت میں حدث اصغر (مثلاً ریح) صادر ہو تو علی الاقوی غسل صحیح رہیگا۔ البتہ بعد غسل نماز کیلئے وضو کرنا واجب ہوگا لیکن احتیاط اسی میں ہے کہ اس غسل کے تمام کرنے کے بعد پھر دوبارہ غسل کرے اور اُس کے بعد وضو بھی کرے یا اُس غسل کو درمیان ہی میں چھوڑ کر از سرِ نو[1] غسل کرے اور اس کے بعد وضو کرے۔ یہی حکم جملہ اغسال میں جاری ہوگا جس غسل کے درمیان میں بھی حدث صادر ہو اُس پر یہی حکم جاری ہوگا خواہ وُہ غسل ترتیبی ہو یا ارتماسی بشرطیکہ غسل ارتماسی تدریجی ہو ورنہ صدور حدث درمیان غسل میں ناممکن اور غیر متصور ہے ؛

مسئلہ نمبر ۹۔ اگر اثنائے غسل میں کوئی ایسا حدث صادر ہو کہ جو موجب غسل ہے کہ جس سے غسل واجب ہو جاتا ہے تو اُس حدث پر غور کیا جائیگا کہ وُہ حدث سابق کے مماثل (مثلاً غسل جنابت کے درمیان میں انزال منی یا غسلِ مس میت کے درمیان میں مس میت) ہے یا مخالف پس اگر مماثل ہے تو بلا اشکال از سرِ نو غسل کرنا واجب ہوگا اور اگر مخالف ہے تو علی الاقوی وُہ غسل صحیح ہے اُس کو تمام کرنے کے بعد اس حدث جدید کی وجہ سے دوبارہ غسل کرنا پڑیگا اور یہ بھی جائز ہے کہ اِس غسل کو درمیان ہی چھوڑ کر از سرِ نو ایک غسل دونوں کے لئے کر لیوے مگر اسکے بعد نماز کیلئے وضو کرنا واجب[2] ہوگا بشرطیکہ دونوں حدث جنابت کے علاوہ ہوں یا حدث اوّل جنابت ہو اور حدث دوم مثلاً مس میت ہو یہ جواز (از سرِ نو ایک غسل کرنا دونوں کیلئے بشرط مذکور) بہر طور یہاں تک ہے کہ اگر پھر سے غسل کرے اور ایک نیت میں دونوں کو جمع کر دے یعنی دونوں حدثوں کا قصد کر لیوے تو احتیاط کے موافق ہے اور اگر حدث سابق مثلاً مس میت ہو اور حدث دوم یعنی لاحق جنابت ہو تو وضو کے بعد غسل کی ضرورت نہیں خواہ حدث سابق والے غسل کو تمام کر دے اور پھر حدث لاحق یعنی جنابت کیلئے غسل کرے خواہ از سرِ نو ایک غسل کرے اور اسی میں دونوں کی نیت کر لیوے۔ بہر کیف وضو کی ضرورت نہیں ہے غسل ہی کافی ہے ؛

---

[1] از سرِ نو غسل کرنے میں نیت غسل میں اُس کا قصد کرنا (تمام یا اتمام) پڑیگا جو واقع میں اس حدث کی وجہ سے اُس کے ذمے عاید ہوتا ہے (ابو الحسن مدظلہ)

[2] یہ اس صورت میں وجوب وضو احتیاطی ہے (ابو الحسن مدظلہ)

مسئلہ نمبر ۱۰- سُنتی غسلوں میں یہ بھی درمیان میں حدث اصغر صادر ہو جانا غسل کو باطل نہیں کرتا البتہ وہ غسل سُنتی جو کسی فعل (مثلاً زیارت کے لئے احرام کیلئے) کے بجالانے کے لئے کیا جاتا ہے اُس کی اثنا میں اگر حدث اصغر صادر ہو جائیگا تو اس غسل کا بطلان بعید نہ ہوگا جبکہ حدث اصغر کا صدوُر اس غسل کے درمیان میں مبطل غسل ہے ویسا ہی بعد غسل اور اس فعل کے بجالانے سے پہلے کہ جس غرض سے وہ سُنتی غسل کیا گیا ہے حدث اصغر کا صادر ہونا غسل کو باطل کردیگا جیسا کہ اس کا ذکر آئندہ بھی آئے گا۔

مسئلہ نمبر ۱۱- اگر کوئی شخص حالت غسل میں تینوں اعضا میں سے کسی عضو کے دھونے میں شک کرے یا شرائط غسل میں سے کسی شرط میں شک کرے پس یہ شک اگر عضو لاحق کی دھونے سے پہلے ہے مثلاً ابھی دہنی جانب دھونی شروع نہیں کی تھی جو سر و گردن کے دھونے میں شک ہوگیا تو اس شخص پر واجب ہے کہ مشکوک فیہ (مثلاً سر و گردن) کو دھو کر پھر دہنی طرف دھونا شروع کرے اور اگر یہ شک عضو لاحق (مثلاً دہنی طرف) کے دھونے کی حالت میں ہے تو اقویٰ یہی ہے۔ کہ اس شک کی پرواہ نہ کرے اور یہی سمجھے کہ سر و گردن دھو چکا ہے اگرچہ احتیاط اسی میں ہے کہ دوران غسل میں جہاں کہیں بھی اس قسم کا شک ہو اُس کا لحاظ کرنا چاہیے مشکوک فیہ کو دھو کر اُس کے مابعد کو دھونا چاہیئے جیسا کہ دوران وضو میں اعضائے وضو میں شک قابل لحاظ اور لائق عمل ہے ویسا ہی اثنائے غسل میں قابل عمل ہے بمقتضائے احتیاط البتہ اگر بائیں جانب کے دھونے میں شک ہو تو اُس کا لحاظ بہر حال ہے اُس کا دھونا لازم ہے اگرچہ غسل سے فارغ ہوئے ایک عرصہ گذر جائے کیونکہ بوجہ نہ ہونے اعتبار موالات کے غسل سے فارغ ہونے کا تحقق جبکہ بائیں جانب مشکوک فیہ ہے ناممکن ہے لہٰذا بہر کیف یہ شک اثنائے غسل ہی میں کہلائے گا اگرچہ مُدت مدید کیوں نہ گذر جائے قابل لحاظ ہی ہوگا اگرچہ کئی ساعت کے بعد یہ شک ہو مگر جبکہ اِس غسل کرنیوالے کی عادت میں موالات داخل ہو جلد جلد اعضا کو دھونے اور نہانے کا یہ شخص عادی ہو اور اس کو یہ شک مذکور ہو جائے تو احتمال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اس کو شک کا لحاظ نہ کرنا چاہیئے۔

ل بلکہ اقویٰ یہ ہے کہ اثنا غسل میں شک کا لحاظ واجب ہے مشکوک فیہ کا دھونا لازم ہے لہٰذا اس سے بے پروائی نہ کرنا چاہیئے (ابوالحسن مدظلہ)

مسئلہ نمبر ۱۲۔ ایک شخص نے مثلاً حوض میں بطریق غسل غوطہ لگایا اُس کے بعد اُس کو شک ہوا کہ نہ معلوم غسل ارتماسی کی نیت کر کے غوطہ لگایا تھا تاکہ اپنے کو غسل سے فارغ سمجھے یا بقصد ترتیبی سر و گردن کے دھونے کی غرض سے غوطہ لگایا تھا تاکہ اپنے کو بھی اثنائے غسل میں تصور کرتے ہوئے دو جانب جو کہ غسل سے باقی رہ گئی ہیں دھوئے۔ جناب سرکار سید صاحب طباطبائی اعلی اللہ مقامہ تحریر فرماتے ہیں کہ اس شخص پر از سر نو غسل کرنا واجب ہے مگر دہنی اور بائیں جانب کا دھونا بھی بقصد ترتیبی کافی ہے اس لئے کہ اگر فی الواقع اُس نے بقصدِ غسل ارتماسی غوطہ لگایا تھا تو اُس کا غسل ختم ہو چکا اور اگر سر و گردن دھونے کی غرض سے غوطہ لگایا تھا تو دہنی اور بائیں جانب کا اب دھونا غسل ترتیبی کو پورا کر دیگا بایں وجہ بعد شک طرفین کا دھونا غسل کیلئے کفایت کر سکتا ہے۔

مسئلہ نمبر ۱۳۔ بقصدِ غسل ارتماسی پانی میں غوطہ لگانے کے بعد معلوم ہوا کہ فلاں جزو بدن غوطہ سے رہ گیا ہے ڈوبا نہیں۔ پس دوبارہ غسل کرنا واجب ہے خواہ ترتیبی غسل کرے یا ارتماسی ہر دو میں اسکو اختیار ہے البتہ اگر اس غوطہ کو سر و گردن کیلئے غوطہ قرار دیا گیا ہے۔ اعادۂ غسل کے لئے تو یہ تصور کرنا اور سمجھنا اعادۂ غسل کے لئے کافی نہ ہوگا بلکہ اُس غوطہ کو نظر انداز کر کے دوبارہ غوطہ لگانا بقصد اعادۂ غسل واجب ہے اور اگر جو حصہ بدن ڈوبنے سے رہ گیا ہے وہ دہنی جانب یا بائیں سے ہے تو دونوں طرفوں کو دھوئے کیونکہ اُس نے پورے غسل کا ارادہ کیا ہے نہ کہ محض سر و گردن کے دھونے کا اور نہ ان دونوں کی نیت کُلی کے ضمن میں کافی ہوگی خلاصہ یہ کہ صورت مفروضہ میں جملہ اعضا کا قصد ہوتا ہے۔

مسئلہ نمبر ۱۴۔ اگر نماز پڑھنے کے بعد شک ہوا کہ نہ معلوم غسل جنابت کیا تھا یا نہیں تو پس نماز تو اُس شخص کی صحیح ہے البتہ آیندہ جو نماز یا اعمال بجالانے مقصود ہیں اُن کے لئے اس شخص پر غسل کرنا واجب ہے وہ بدون غسل کے صحیح نہیں ہو سکتے اور اگر نماز پڑھنے کی حالت میں شک ہو کہ نہ معلوم غسل جنابت کیا تھا یا نہیں کہیں ایسا تو نہیں کیا کہ بدون غسل نماز شروع کر دی ہے تو نماز باطل ہے لیکن احتیاط اسی میں ہے کہ اس نماز کو توڑے نہیں بلکہ جتنی رکعتیں پڑھنی ہیں اتنی پوری کرے پھر اس نماز کا اعادہ بعد غسل کے کرے۔

مسئلہ نمبر ۱۵۔ جس شخص کے ذمّہ کئی غسل ہوں اس کی چند صورتیں ہو سکتی ہیں یا تو وہ سب کے سب واجب ہوں گے یا سب کے سب سُنّت یا بعض واجب ہونگے اور بعض سُنّت۔ دونوں

قسم کے غسل اُس کے ذمے ہوں گے پس اس شخص کو اختیار ہے خواہ سب کی نیت اور قصد کرتے ہوئے ایک غسل بجالائے سب کے لئے کافی ہوگا۔ جملہ غسل جو کہ اس کے ذمے ہیں ان کے لئے ایک مرتبہ نہانا صحیح ہو جائیگا امتثالِ امر آبھی ہو جائیگا خواہ بعض غسلوں کی نیت ایک غسل میں کرے اور بعض کو ترک کردے یہ بھی جائز ہے جن کی نیت کر لی ہے۔ اُن کے لئے وہ ایک غسل کافی ہو جائیگا جو چھوٹ گئے بس وہ چھوٹ گئے اُن کے لئے دوبارہ غسل کرنا ہوگا۔ اسی طرح یہ بھی جائز ہے کہ ایک ہی غسل میں قصد رفع ہونے حدث اور مباح ہونے نماز کا کرلیوے بشرطیکہ وہ غسل جو کہ اس کے ذمے ہیں کُل کے کُل یا اُن میں سے بعض رافع حدث یا مبیح صلوٰۃ (مثلاً غسلِ جنابت غسلِ مسِ میت غسلِ حیض) ہو۔ اور اسی طرح بنیت قربت[1] ایک غسل کر لینا بھی جائز ہے پس اگر اُن اغسال میں غسل جنابت بھی ہے تو اب غسل سے پہلے یا بعد وضو کی ضرورت نہ ہوگی ورنہ وضو کرنا لازم ہوگا اور اگر ان غسلوں میں سے کسی ایک غسل واجب کی نیت کر کے ایک غسل بجالائے تو علی الاقوی سب کے لئے کافی ہو جائے گا اگرچہ جس غسل واجب کی نیت کی ہے وہ جنابت کے علاوہ ہی کیوں نہ ہو سب کے لئے کفایت کریگا۔ بشرطیکہ یہ غسل واجب ان ہی غسلوں میں سے ہو جو کہ اُس کے ذمے ہیں البتہ امتثالِ امر فقط اسی غسل کا ہوگا جس کی نیت کی ہے اگرچہ برأت ذمہ اور اغسال سے بھی حاصل ہو جائیگی اور اگر اِن اغسال میں غسل جنابت بھی ہے تو اب وضو کی بھی حاجت نہ رہیگی اگرچہ احتیاط[2] اسی میں ہے کہ اگر اُن غسلوں میں ایک غسل جنابت بھی ہو تو ایک غسل بقصد غسل جنابت بجالائے جو سب غسلوں کے لئے کافی ہوگا اور کئی سُنّتی غسلوں کے جمع ہونے کی صورت میں ایک غسل بقصد بعض اغسال بجالائے یہی سب کے لئے کافی ہو جائیگا بشرطیکہ وہ اور غسل سُنّتی ہوں واجبی ہوں کیونکہ سُنّتی غسل کا واجبی غسل کے لئے کافی ہونا اشکال سے خالی نہیں اگرچہ کفایت کرنا کچھ بعید بھی معلوم نہیں ہوتا مگر پھر بھی احتیاط ترک نہ کرنی چاہئے۔

مسئلہ نمبر ۱۶۔ جنب اور حائض اگر غسل جمع کریں تو علی الاقوی وہ غسل صحیح ہے بلکہ یہ غسل جمعہ غسل جنابت اور غسل حیض کے لئے بھی کافی ہو جائیگا[3] بشرطیکہ خون بند ہونے اور مدت ایام ختم ہونے کے بعد یہ غسل جمعہ کیا جائے تو غسل حیض کے لئے کفایت اس غسل جمعہ

---

[1] نیتِ قربت بغیر قصد کسی عنوان خاص کے کافی ہوگی (ابوالحسن مدظلہ)

[2] یہ احتیاط لازمی ہے اسکو ترک نہ کرنا چاہئے (ابوالحسن مدظلہ) [3] یہ مشکل ہے (ابوالحسن مدظلہ)

کی امید نہیں ؛

مسئلہ نمبر ۱۷ - جبکہ مجملاً تو اغسال کا اجتماع ایک شخص کے ذمے پر معلوم ہو اور تفصیلاً معلوم نہ ہو یعنی جس شخص کے ذمے یہ اغسال ہیں وہ تفصیلاً یہ نہیں جانتا کہ کون کون سے غسل ہیں تو اب برأت ذمہ اس طرح ہو سکتی ہے کہ ایک غسل میں سب کی نیت کر لیوے یعنی جتنے میرے ذمے اغسال ہیں ان سب کو بجالاتا ہوں یہ قصد کر کے ایک غسل کر لیوے سب کے لئے کافی ہو جائے گا - اور اگر بعض اغسال کا نام معلوم ہے اور بعض کا نہیں تو جن کا نام معلوم ہے اُن کا قصد کر کے ایک غسل کر لیوے تو اُن کے لئے بھی کافی ہو جائے گا کہ جن غسلوں کا نام معلوم نہیں بلکہ اگر ایک غسل بقصد معین کر لیا جائے اور واقع میں اُس کے ذمے اور بھی اغسال جن کا علم اگرچہ اجمالی ہی سہی اُس کو نہ ہو تو بھی سب کے لئے یہ غسل کافی ہو جائے گا[۱]۔ اگرچہ احتمال امر حاصل نہ ہوگا البتہ اگر بعض اغسال کی نیت کے ساتھ اور بعض کے نہ کرنے کا قصد کرے تو ان بعض کے[*] لئے کفایت کرنے میں اشکال ہے[۲] بلکہ اس صورت کی صحت میں اشکال ہے کیونکہ سب غسلوں کی حقیقت ایک ہے لہذا ترجیح دینے کی کوئی وجہ نہیں اور اسی وجہ سے تداخل نہ ہونے پر (سب غسلوں کو جدا گانہ علیحدہ علیحدہ نیت سے بجالائے) بنا کرنا یعنی یہ کہنا کہ اغسال سُنتی میں تداخل نہ ہوگا ایک غسل سب غسلوں کے لئے کافی نہیں اشکال سے خالی نہیں البتہ اگر ایک سُنتی غسل بجالانے کے بعد اور غسل علیحدہ علیحدہ بقصد امید صحت اور مطلوب شرع کئے جائیں تو اشکال سے پاک وصاف ہے

فصل جو غسل عورتوں کے ساتھ مخصوص ہیں

یہ غسل تین ہیں غسلِ حیض استحاضہ نفاس - حیض وہ خون ہے کہ جسے خداوند عالم نے مصالح خاصہ کی غرض سے خلق فرمایا ہے :-

---

[۱] اسکی کفایت غایت اشکال میں ہے بلکہ کفایت اس سے پہلی صورت میں بھی اشکال سے خالی نہیں ہے (ابو الحسن مدظلہ)

[۲] کفایت نہ کرنے میں اشکال نہیں ہے جیسا کہ اسکی صحت میں اشکال نہیں اور جبکہ غسلوں کی حقیقت میں تباین ہے تو ان کا تحقق بدون قصد ونیت دشوار ہوگا پس تداخل نہ ہونے پر بنا کرنے میں کوئی اشکال نہیں (ابو الحسن مدظلہ)

[*] ان کے بعض

حیض کا بیان

یہ خون اکثر سیاہ یا سُرخ اور قوام اس کا گاڑھا ہوتا ہے اور گرم تیزی اور سوزش کے ساتھ خارج ہوتا ہے اور خون استحاضہ بالکل اس کے خلاف ہوتا ہو رنگ قوام وغیرہ میں حیض کے خلاف ہوتا ہے یہ خون بعد بلوغ کے آتا ہے اور سن یاس تک آتا رہتا ہے۔ یہ خون حیض کا خون اُسی وقت کہلائیگا جبکہ بلوغ کے بعد آئے اور زمانۂ یاس سے پہلے پہلے آئے لہٰذا جو قبل بلوغ اور بعد یاس کے خون آئے گا وہ حیض نہ ہوگا اگرچہ رنگ و روپ میں خون حیض کے مثل ہی ہو تب بھی اُس کو حیض نہ کہیں گے اور بلوغ نو برس پُورے ہونے پر اور سن یاس اگر عورت قرشیہ ہے ساٹھ برس ورنہ پچاس برس کامل ہونے پر حاصل ہوتا ہے اور قرشی وہ عورت کہلائے گی کہ جس کا سلسلہ نسب نضر بن کنانہ تک پہنچتا ہو جس عورت کے متعلق قرشی ہونے میں شک وشبہ ہو اُس پر غیر قرشیہ کے احکام جاری ہوں گے اُس کو غیر قرشی تصور کیا جائے گا۔ اسی طرح اگر کسی عورت کے بلوغ میں یا زمانۂ یاس تک پہنچنے میں شک ہوگا تو اُس کو نابالغ اور زمانۂ یاس میں نہ ہونا قرار دیا جائیگا۔

مسئلہ نمبر ۱۔ جس عورت کے بلوغ میں شک ہو۔ اور اُس کے خون بصفات حیض خارج ہو تو اُس خون کو علامت بلوغ قرار دیتے ہوئے اُس پر بلوغ کا حکم جاری کیا جائے گا اُس کو بالغہ سمجھا جائیگا اور جس عورت کا نابالغ ہونا قطعی معلوم ہو اُس کے خون رنگ و رُوپ میں حیض کے خارج ہو تو اُس خون پر حیض نہ ہونیکا حکم لگایا جائے گا۔ یہی مُراد ہے بلوغ کے شرط ہونے سے خون حیض کے ثبوت میں یعنی خون حیض اُسی وقت سمجھا جائیگا جبکہ بلوغ ثابت ہو یا مشکوک ہو۔ نابالغ ہونے کی حالت میں خون حیض نہ ہوگا اگرچہ صفات خون حیض رکھتا ہو۔

مسئلہ نمبر ۲۔ زمانۂ یاس کی مدت ساٹھ یا پچاس برس ہے خواہ عورت آزاد ہو یا کنیز ہو خواہ گرم مزاج والی عورت ہو یا سرد مزاج رکھنے والی۔ گرم مُلک کی رہنے والی ہو یا سرد مُلک کی۔ بہر حال یہ مدت ہے۔ اس میں کوئی فرق نہ ہوگا۔

مسئلہ نمبر ۳۔ زمانۂ رضاعت (دودھ پلانے کی حالت میں) میں جو خون آئے اُس کا بلا اشکال حیض ہونا ممکن ہے البتہ زمانۂ حمل میں جو خون آئے اُس کے خون حیض ہونے میں اختلاف ہے۔ دو قول ہیں۔ اقوی یہ ہے کہ اُس کا بھی خون حیض ہونا ممکن ہے۔ ایام حمل میں بھی خون حیض آسکتا ہے خواہ بعد ظاہر ہونے حمل کے آئے یا حمل کے ظاہر ہونے سے پہلے، خواہ

عادت کے اندر ہو یا عادت کے بعد یا پہلے بہرحال جو حمل میں خون آئے وہ حیض ہو سکتا ہے البتہ زمانہ حمل میں جس عورت کو خون بعد عادت بیس دن گذرنے کے بعد آئے اس کے لئے احوط[۱] یہی ہے کہ وہ عمل حائض بھی بجا لائے اور مستحاضہ کا بھی عمل کرے جن چیزوں کا حائض کو ترک کر دینا واجب و لازم ہے اُن کو ترک کرتے ہوئے بطریقہ مستحاضہ بھی عمل کرے یعنی دونوں کو احکام کی پابندی اس کے لئے احوط ہے ۔

مسئلہ نمبر۴۔ اگر خون رحم سے نکلکر فضائے فرج (پیشاب گاہ زن) میں بھر جائے اور فرج سے باہر قدرے قلیل بقدر سر سوزن خارج ہو تو اس پر احکام حیض جاری ہونے میں کوئی اشکال نہیں بلا اشکال یہ خون حیض کا خون ہو گا اور اگر فرج سے خود باہر بھی خارج نہ ہو۔ رحم سے نکلے ضرور مگر باہر ذرہ برابر بھی نہ نکلے۔ اگرچہ انگلی یا روئی کی مدد سے اخراج ممکن ہو لیکن اس صورت میں احکام حیض جاری کرنا اشکال سے خالی نہیں لہذا احتیاط اسی میں ہے کہ یہ عورت اپنے آپ کو پاک بھی سمجھے اور حائض بھی دونوں کے احکام پر عمل کرے خواہ وہ خون مخرج اصلی سے نکلے یا عارضی مخرج سے بہر طور احتیاط مذکور پر عمل کرے ۔

مسئلہ نمبر۵۔ اگر کوئی شے مقام بولِ عورت سے خارج ہو اور شک کرے کہ خون ہے یا نہیں یا اپنے جامہ میں خون دیکھے لیکن معلوم نہ ہو کہ رحم سے آیا ہے یا کہیں اور سے۔ پس اس صورت میں اس عورت پر احکام حائض جاری نہ ہوں گے۔ یہ خون موجب غسل حیض نہ ہو گا اور اگر خون ہونا تو معلوم ہو لیکن یہ معلوم نہ ہو کہ خون حیض ہے یا خونِ بکارت ہے یا استحاضہ ہے یا کسی زخم سے آیا ہے۔ پس اس صورت میں اگر یہ خون استحاضہ سے مُشتبہ ہے تو اس کے صفات و علامات پر غور کرنا چاہئے اگر اس خون کا رنگ و قوام وغیرہ خون حیض سے ملتا جلتا ہے تو اس خون پر خون حیض کا حکم جاری ہو گا ورنہ اسکو[۲] استحاضہ کہا جائیگا بشرطیکہ عادت سے خارج ہو ورنہ (عادت کے اندر آرہا ہے) بہر طور حیض قرار دیا جائیگا اور اگر یہ خون بکارت کے خون سے مُشتبہ ہے تو بطریق مشہور امتحان کرے یعنی روئی فرج میں داخل کر کے تھوڑی دیر صبر کرے پھر اس کو نکال کر دیکھے اگر خون کا ایک دائرہ

---

۱ اگرچہ باوجود صفات و شرائط حیض اسکو حائض ہی قرار دینا اور اس خون کو حیض ہی سمجھنا اقوی ہے (ابو الحسن مدظلہ)

۲ بلکہ اسکے لئے فروض کثیرہ ہیں جن کی تفصیل آیندہ مسائل میں آئے گی (ابو الحسن مدظلہ)

ہو اور وسط پنبہ (روئی کا درمیانی حصہ) صاف ہو پس خون بکارت سمجھے ورنہ (روئی خون میں ڈوبی ہوئی ہو درمیانی سطح صاف نہ ہو) حیض قرار دے اور یہ امتحان مذکورہ واجب لازم ہے پس اگر کوئی عورت بغیر اس امتحان کے نماز پڑھ لے گی تو نماز باطل ہوگی اگرچہ بعد کو اس خون کا خون حیض نہ ہونا ثابت بھی ہو جائے تب بھی نماز باطل رہے گی مگر یہ کہ یہ عورت جاہل مسئلہ ہو یا مسئلہ سے واقف ہو اور قصد قربت نماز میں کیا ہو تو نماز صحیح ہو جائے گی بشرطیکہ علم کی حالت میں یہ فرض کر لیا جائے کہ خلاف شرع کرنے میں قصد قربت ہو سکتا ہے تو مسئلہ سے واقف ہونے کی صورت میں خلاف مسئلہ کرنے میں نماز قربت کی نیت سے صحیح ہو سکتی ہے ورنہ نہیں اور اگر امتحان مذکور کسی وجہ سے دشوار ہو تو اس سے پہلے جو اپنی حالت ہو۔ حالت موجودہ (پاکی یا نجاست یعنی حیض) سے پہلے جو حالت ہو۔ اس پر عمل کرے اور اگر پہلی حالت بھی مشکوک و مشتبہ ہو۔ یقیناً معلوم نہ ہو تو اپنے کو پاک سمجھے لیکن اس وقت میں احتیاط کی رعایت رکھنا مناسب[۱] و بہتر ہے۔ بکارت کا خون بھی ایک معنی سے اگرچہ زخم کا خون ہے مگر چونکہ یہ زخم خاص ہے لہذا اور کسی قسم کے زخم فرج کو اس پر قیاس نہ کرنا چاہیئے اور زخم فرج پر جو کہ فرج میں محیط ہو اس پر احکام بکارت جاری نہ ہوں گے اور اگر یہ خون زخم کے خون سے مشتبہ ہو تو مشہور یہ ہے کہ اگر یہ خون بائیں جانب سے نکلا ہے تو اس کو حیض قرار دے ورنہ زخم کا خون سمجھے بشرطیکہ بائیں جانب کا زخم سے پاک وصاف ہونا معلوم ہو۔ ورنہ (بائیں طرف اگر زخمی ہوگی) حیض نہ ہوگا لیکن عمل اس حکم مشہور پر خالی اشکال سے نہیں لہذا یہ احتیاط ترک نہ ہونی چاہیئے کہ یہ عورت (کہ جس کو زخم کے خون کا اشتباہ ہے) اپنے آپ کو پاک بھی سمجھے اور ناپاک بھی۔ اپنے آپ کو حائض بھی قرار دے اور حیض سے پاک وصاف بھی۔ اور اگر کسی اور قسم کے خون سے اشتباہ ہو تو اس خون پر حیض کا حکم نہ ہوگا بشرطیکہ اس سے قبل کی حالت اس عورت کی حیض کی نہ ہو ورنہ اس مشتبہ خون کو بھی حیض قرار دیا جائے گا۔

مسئلہ نمبر ۶ کم سے کم مدت حیض تین دن اور زیادہ سے زیادہ حیض کی مدت دس دن ہیں۔ پس اگر کوئی عورت ایک دن یا دو دن یا اڑھائی دن مثلاً خون دیکھے

---

[۱] بلکہ لازم ہے (ابوالحسن مدظلہ)

تو وہ حیض نہ ہوگا اور اقل زمانہ طہر یعنی کم از کم پاک رہنے کا زمانہ درمیان دو حیضوں کے دس دن ہیں اور اکثر زمانہ طہر غیر محدود ہے اور اقل مدّت حیض یعنی تین شبانہ روز میں اندرونی حصّہ فرج خون سے پاک وصاف نہ ہو تب اس کو حیض قرار دیا جائیگا ورنہ نہیں پس جو عورت درمیانی حصّہ میں دن (جمعہ کے دن قریب بارہ بجے) کے خون دیکھے اور یہ چوتھے دن (دوشنبہ کے دن بارہ بجے) کے درمیانی حصّہ تک برابر رہے تو اس پر حکم حیض جاری ہوگا ورنہ نہیں اور یہ اقل مدت حیض میں توالی (خون کا پے در پے آنا) کی شرط بنا بر شہرت کے ہے اس کے بعد بقیہ مدّت حیض میں توالی اگر نہ بھی رہے تو کوئی مضائقہ نہیں ہوگا پس اس بنا پر اگر کوئی عورت دس دن کے اندر اندر تین روز متفرق طور (پہلی تاریخ پانچویں تاریخ نویں تاریخ) پر خون دیکھے تو اس کا خون حیض ہونا مشکل ہے لہٰذا اس عورت کو چاہئے کہ ان ایام میں لازمی طور پر اس احتیاط پر عمل کرے کہ عمل استحاضہ بھی کرے اور حائض کے تروک سے بھی پرہیز کرے جیسا کہ اقل مدّت حیض میں توالی معتبر ہے ویسا ہی استمرار بھی معتبر ہے یعنی تین شبانہ روز تک کم از کم اندرونی حصّہ فرج برابر خون سے بھرا رہے۔ اگرچہ اقوی یہ ہے کہ استمرار عرفی اسی موقعہ پر کافی ہے اور ذرا ذرا دیر تین دن کے اندر اندر کسی وقت منٹ دو منٹ کے لئے مثلاً بند ہو جانا اور استمرار میں فرق آجانا استمرار مشروط کیلئے مُضر نہ ہوگا بشرطیکہ کہیں بندش پر بھی تین روز کی مدّت میں کمی واقع نہ ہو مثلاً ابتدائی خون کا وقت اور آخری خون کا وقت اگر ملا یا جائے تو تین روز ہو جاتے ہیں تو بس اتنا ہی استمرار کافی ہے پس اگر تین دن پورے ہونے میں گھڑی آدھ گھڑی کی بھی کمی واقع ہو جائے گی یعنی ایک ساعت یا نصف ساعت تین دن پورے ہونے میں باقی تھی کہ خون بند ہو گیا تو وہ بوجہ کمی کے اور وقت سے پہلے بند ہو جانے کے حیض نہیں کہلائے گا اور اس تین دن کی مدّت میں درمیانی راتیں بھی داخل ہیں پس اس بنا پر استمرار عُرفی بھی معتبر ہے یعنی تین شبانہ روز برابر متواتر خون کی آمد رہنی چاہئے تب اقل مدّت حیض کا اطلاق ہوگا ورنہ نہیں البتہ اوّل روز کی رات اور چوتھے دن کی رات کو اس مدّت کے پورے ہونے میں مدخلیت نہیں مثلاً جمعہ کے دن صبح کو خون دیکھا اور اس کا سلسلہ یکشنبہ (اتوار) کے دن شام یعنی غروب تک رہا تو بلا شبہ حیض کہلائیگا۔ شب دوشنبہ اور شب جمعہ کو حیض کہلانے میں دخل نہ ہوگا بس یہی مُدّت حیض ہونے کیلئے کافی ہوگی۔

مسئلہ نمبر ۷۔ جبکہ یہ بات ثابت ہوگئی کہ کم سے کم پاکی کی مُدّت دو حیض کی درمیان

دس دن کا فاصلہ ہے۔ پس اگر کوئی عورت پاکی کے زمانہ میں نو دن ہوئے تھے پاک ہوئی
کہ خون دیکھے یا دس دن ہوئے تھے غسل حیض کئے ہوئے کہ خون دیکھا تو اس پر حیض کا
حکم جاری نہ ہوگا۔ اس خون کو خون حیض نہ کہیں گے البتہ اگر پاک ہوئے گیارہ دن ہوئے
تھے کہ خون پھر خارج ہوا تو یہ حیض کہلایا جا سکتا ہے بشرطیکہ کوئی اور مانع اس کہلانے کا
نہ ہو اور مشہور[1] یہ ہے کہ حیض کے بعد جب دس دن پاکی کے گذر جائیں تو اب جو خون آئے
وہ بہر حال حیض ہوگا۔ اسی بنا پر حضرات فقہاء نے فرمایا ہے کہ اگر تین دن متواتر خون آئے
کے بعد ایک یا دو دن کیلئے خون بند ہو جائے پھر خارج ہو اور دسویں دن بند ہو جائے
تو درمیانی حصہ جو پاکی میں گذرا ہے درمیان میں جتنے دن خون بند رہا ہے وہ بھی حیض ہی کے
دن ہوں گے اوّل روز سے دسویں تاریخ تک سب حیض ہی شمار ہوگا ورنہ پاکی کی مدت کا
دس دن سے کم ہونا لازم آئے گا جو کہ اجماع علماء کے خلاف اور اعتبار فقہا کے مخالف
ہے جناب سیّد صاحب اعلی اللہ مقامہ فرماتے ہیں کہ فقہا کا خیال مذکورہ اشکال سے
خالی نہیں بلکہ مسلّم یہ ہے کہ دو حیضوں کے درمیان دس دن سے کم کا فاصلہ نہ ہونا چاہئے
لیکن ایک حیض کے ایام کے درمیان طہر (پاکی مدت) کی شرط نہیں نہ دس دن کی اور نہ
دس سے کم و بیش کی۔ پس ایک حیض کے دنوں کے درمیان اگر طہر نکل آئے جیسا کہ اس
مسئلہ کے ابتدا میں مثال میں فرض کیا گیا ہے تو احتیاط اسی میں ہے کہ ان دنوں میں ترک
حائض سے بھی اجتناب کرے اور عمل استحاضہ بھی بجا لائے ؞

حائض کی قسموں کے بیان میں

مسئلہ نمبر ۸۔ حائض یا ذات العادۃ۔ عادت
والی ہوگی یا نہ ہوگی۔ اگر عادت والی ہے تو اس کی تین قسمیں ہیں وقتیہ و عددیہ۔ عددیہ محض
وقتیہ محض اور اگر عادت نہیں رکھتی تو اس کی بھی تین قسمیں ہیں اوّل مبتدءہ جو خون پہلے
پہل دیکھے۔ اس سے پہلے نہ دیکھے۔ دوسرے مضطربہ وہ عورت ہے جو خون کئی بار دیکھے
مگر عادت یکسو نہیں ہوئی۔ تیسرے ناسیہ وہ عورت ہے کہ جو اپنی عادت بھول جائے۔
ایسی عورت کو کبھی مضطربہ اور کبھی متحیرہ بھی کہتے ہیں اوّل الذکر قسم کی ایک اور بھی تعریف
ہے۔ وہ یہ کہ جس کی عادت یکسو نہ ہو بوجہ پہلے پہل خون دیکھنے کے اسکو مضطربہ اور

---

[1] یہی اقویٰ بھی ہے لہٰذا آنے والی احتیاط متن واجب العمل نہیں (ابوالحسن مدظلہ)

مبتدءہ بالمعنی الاعم بھی کہتے ہیں۔

مسئلہ نمبر ۹۔ عادت والی عورت جب ہو گی جبکہ خون ایک طرح کا دو مرتبہ دیکھے پس اگر دونوں دفعہ وقت و عدد میں کوئی فرق نہ ہو۔ جس وقت اور جتنے روز پہلی مرتبہ خون دیکھا اُسی وقت اور اُتنے ہی دن دوسری مرتبہ خون دیکھا یعنی جس کی ابتدا اور انتہا اور دن سب مُعیّن ہیں (پہلی دفعہ چاند کی پہلی تاریخ سے پانچویں تاریخ تک خون آیا۔ دُوسرے مہینے میں چاند کی پہلی تاریخ سے پانچویں تک پھر آیا تو اس عادت والی عورت کو وقتیہ بھی کہیں گے اور عددیہ بھی۔ اور اگر دونوں دفعہ وقت میں تو کوئی فرق نہ ہو لیکن عدد میں فرق ہو یعنی تعداد ایام معین نہیں لیکن وقت مُعیّن ہو خواہ ابتدا کا وقت معین ہو مثلاً پہلی تاریخ سے ضرور آتا ہے لیکن کبھی پانچویں تک اور کبھی چھٹی تک آتا ہے یا انتہا کا وقت معین ہے مثلاً دسویں تاریخ پر ضرور ختم ہو جاتا ہے۔ لیکن کبھی تیسری سے شروع ہوتا ہے اور کبھی چوتھی یا پانچویں سے مثلاً شروع ہوتا ہے۔ بہر طور ایسی حیض والی عورت صاحب عادت وقتیہ ہے اور اگر محض عدد میں کوئی فرق نہیں ہے مثلاً پانچ سات دن ضرور آتا ہی لیکن وقت معین نہیں مثلاً ایک مرتبہ پہلی تاریخ سے پانچ دن آیا۔ دوسری مرتبہ دس یا پندرہ دن گذرنے کے بعد پھر پانچ دن خون آیا تو اس عورت کا نام صاحب عادت عددیہ ہے ان اقسام مذکورہ بالا میں حیض والی عورت کی قسموں کا انحصار ہے ایسی عورت کوئی نہیں ہوسکتی کہ جو ان قسموں سے باہر ہو۔

مسئلہ نمبر ۱۰۔ صاحب عادت (عادت والی) اگر خلاف عادت (عادت سے پہلے مثلاً یا عادت کے بعد) ایک ہی حالت پر دو مرتبہ خون دیکھے تو سمجھنا چاہئے کہ عادت اُسکی بدل گئی۔ بجائے پہلی عادت کے اب یہ عادت قرار پا گئی اور اگر برخلاف عادت دو مرتبہ خون دو حالت پر دیکھے تو اسکو اپنی پہلی ہی عادت پر قائم رہنا چاہیے البتہ اگر خلاف عادت کئی مرتبہ مختلف حالتوں کیساتھ خون دیکھے تو پہلی عادت باطل ہو جائیگی اور یہ عورت مضطربہ کہلائیگی۔

مسئلہ نمبر ۱۱۔ یہ بھی ممکن ہے اور عقل میں آنے والی بات ہے کوئی بعید نہیں ہوسکتا ہو کہ کسی عورت کی عادت مفرد نہ ہو بلکہ مرکب ہو مثلاً پہلے مہینہ میں عورت خون دیکھے تین دن دوسرے میں چار دن۔ تیسرے مہینہ میں تین دن چوتھے میں چار دن۔ ایک مثال تو عادتِ مُرکبہ یہ ہے۔ اب دوسری مثال ملاحظہ ہو۔ دو مہینہ متواتر تین تین روز خون دیکھے اور اسکے

بعد دو مہینہ متواتر چار چار دن خون دیکھے پھر دو مہینے پے در پے تین تین دن اور اس کے بعد دو مہینے پے در پے چار چار دن خون دیکھے تو اس عورت کو صاحبِ عادتِ مرکبہ کہیں گے لیکن یہ امکان اور فرض اشکال سے خالی نہیں۔ بالخصوص فرض ثانی (دوسری مثال عادت مرکبہ) کی مثال میں ضرور اشکال ہوتا ہے اِس لئے کہ جبکہ دو ماہ برابر ایک حالت سے خون آئے گا تو ممکن ہے کہ یہ کہا جائے کہ یہ پہلی عادت کا ناسخ ہے یعنی اس سے یہ ضرور سمجھ میں آئے گا کہ اب پہلی عادت بدل کر یہ موجودہ عادت قرار پاگئی پس اس صورت میں عمل بالاحتیاط اولیٰ اور مناسب معلوم ہوتا ہے نہ کہ ذات العادت کے احکام جاری کرنا۔ البتہ اگر کئی مرتبہ موافق کیفیت مذکورہ خون دیکھا جائے اور عرف اس کیفیت مختلفہ (دو مہینہ متواتر تین تین روز پھر دو مہینہ متواتر چار چار دن پھر دو مہینہ پے در پے تین تین دن پھر دو مہینہ برابر چار چار دن) کو عادت اور ایام حیض اُس عورت کے لئے قرار دے تو اس فرض کے اعتبار میں کوئی اشکال نہیں اور بس اشکال جو ہے وہ محض اتنی بات میں ہے کہ عادت شرعیہ (ایک طرح ایک حالت سے کم از کم دو مرتبہ خون دیکھنا) اس فرض مذکور میں ثابت ہوگی یا نہیں۔ اس عنوان مذکور سے خون کا آنا عادت شرعیہ کے اندر خون کا آنا کہلائے گا یا باہر[1]

مسئلہ نمبر ۱۲۔ نویں مسئلہ سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ کم سے کم دو مرتبہ ایک حالت پر خون آنے سے عادت کا استقرار ہو جاتا ہے اور عورت ذات العادت قرار دیدی جاتی ہے بدون اس کے نہ تو عادت کا استقرار ہوگا نہ عادت والی عورت کہلائے گی۔ لیکن کبھی اس کے خلاف بھی عورت عادت والی قرار دیدی جاتی ہے یعنی دو مرتبہ خون کے دیکھنے کو عادت قرار پانے میں دخل نہیں بلکہ تمیز[2] سے بھی ذات العادۃ عورت ہو سکتی ہے مثلاً پہلے مہینے کی پہلی تاریخ سے برابر کسی عورت کو پانچ دن تک خون بصفات حیض (حیض کا سا رنگ قوام وغیرہ) آیا۔ پھر چھٹی تاریخ سے استحاضہ سے ملتا جلتا خون آیا۔ اسی طرح سے دوسرے مہینہ کی پہلی تاریخ سے پانچویں تاریخ تک برابر صفات حیض سے رنگ روپ قوام وغیرہ میں ملتا جلتا خون آیا۔ اس کے بعد چھٹی تاریخ سے ہم رنگ استحاضہ

---

[1] یہ اشکال سے خالی نہیں (ابو الحسن مدظلہ)

خون آنے لگا۔ پس یہ عورت اُس وقت میں صاحب عادت عددیہ وقتیہ کہلائے گی بوجہ تمیز کے نہ کہ دو مرتبہ خون دیکھنے کے۔ چونکہ اس نے حیض و استحاضہ میں تمیز کرلی دو مرتبہ دو مہینہ برابر امتیاز کرتی رہی اس وجہ سے عادت والی کہلائی نہ کہ دو مرتبہ خون دیکھنے سے اور اگر پہلے مہینہ کی پہلی تاریخ سے پانچویں تاریخ تک بصفات حیض خون دیکھا اسکے بعد بصفات استحاضہ دیکھا۔ دوسرے مہینہ میں چھ یا سات تاریخ تک علامات حیض خون دیکھا تو اس عورت کو صاحب عادت وقتیہ کہیں گے اور اگر پہلے مہینہ کی پہلی تاریخ سے پانچویں تاریخ تک حسب طریق اوّل خون دیکھا اور دوسرے مہینہ کی دسویں تاریخ سے پانچ دن تک بصفات حیض خون دیکھا تو اس عورت کا نام صاحب عادت عددیہ ہوگا۔

مسئلہ نمبر ۱۳۔ جبکہ دو مرتبہ حیض پے در پے ایک حالت پر اس طور سے آئے کہ ایک دن یا دو چار دن درمیان میں بالکل خون بند رہے۔ فرج پاک و صاف رہے پھر خون شروع ہو جائے جبکہ ایسا دو مرتبہ کوئی عورت دیکھ لے۔ موافق مسئلہ مذکورہ بالا (جب ایک حالت پر دو مرتبہ خون دیکھے تو صاحب عادت کہلائے گی) محض خون والے دِنوں کو اپنی عادت قرار دے یا بندش اور صفائی کے دنوں کو شامل کرتے ہوئے اپنی عادت قرار دے یا بندش سے پہلے پہلے جتنے روز بھی ہوں خاص کر اُنہی کو اپنی عادت سمجھے اِن تین صورتوں میں سے کونسی صورت کو اپنی عادت قرار دے جناب سیّد صاحب اعلی اللہ مقامہ فرماتے ہیں کہ اظہر یہی ہے کہ جتنے دن اسکو خون آیا بس وہی دن اپنی عادت قرار دے۔ ایام نقا (صفائی کے دن) کو اس میں شامل نہ کرے۔ مثال اس کی یوں ہو سکتی ہے کہ چار دن تک متواتر خون دیکھا پانچویں دن پاک ہوگئی۔ پھر چھٹے دن خون نظر پڑا۔ اوّل مہینہ میں بھی اسی طرح خون دیکھا اور دوسرے مہینہ میں بھی دونوں مہینے اُسی حالت سے خون آیا۔ پس اُس کی عادت پانچ دن ہوئے نہ چھ دن اور نہ چار دن۔ پس اگر اس طرح خون آکر دس دن سے بڑھ جائے تو پانچ دن جو متواتر اسکو خون آیا ہے بس وہی دن حیض قرار پائے نہ چھ دن اور نہ ایسا کرے کہ پانچویں دن کو نقا کا دن قرار دے اور چھٹے دن کو حیض کا دن اور نہ چار دن تک ایام حیض شمار کرے یہ کچھ بھی نہ کرے بلکہ پانچ دن متواتر کو حیض قرار دیدے۔

مسئلہ نمبر ۱۴۔ عورت صاحب عادت عددیہ اُس وقت کہلائے گی جبکہ دو مرتبہ حیض عدد

میں مساوی آچکے یعنی جس عورت کو دو مرتبہ ایام ماہواری تعداد میں ایک حالت پر ہوجائیں۔ یہاں تک کہ آدھے دن بلکہ اُس سے کم کا بھی فرق دونوں حیض میں نہ ہو تو اسکا نام صاحب عادت عددیہ ہوگا ورنہ نہیں۔ پس اگر کوئی عورت پہلے مہینہ میں پانچ دن اور دوسرے مہینہ میں پانچ سے زائد مثلاً آٹھ دن یا پانچ سے کم چار ہی دن حیض دیکھے تو اُس کو صاحب عادت عددیہ نہ کہیں گے البتہ تھوڑی سی زیادتی ذرا ذرا سا فرق دونوں ایام کی مساوی ہونے میں صاحب عادت عددیہ کہلاتے میں مضر اور اس نام کے اطلاق میں رُکاوٹ پیدا نہ کریگا اسی طرح وقت کا فرق اور تفاوت اوقات صاحب عادت کے وقتیہ کہلانے میں مُضر اور اس نام کے بولے جانے میں رُکاوٹ پیدا کریگا اگرچہ محض ایک تہائی یا چوتھائی کا فرق وقت کے مساوی ہونے میں رہ جائے وہ بھی وقتیہ کے ثبوت میں کافی خارج ہوگا البتہ ذرا ذرا سا فرق جیسا عددیہ میں مضر نہ تھا ویسا ہی یہاں بھی ضرر رساں نہ ہوگا لیکن یہ مسئلہ اشکال سے خالی نہیں لہذا اس مقام پر احتیاط پر عمل کرنا اور احتیاط کی رعایت رکھنا بہتر ہے۔

مسئلہ نمبر ۱۵۔ عادت والی عورت کہ جو وقتیہ بھی ہو۔ خواہ اس کے ساتھ عددیہ ہو یا نہ ہو بہرحال بمجرد دیکھنے خون کے عادت کے اندر ہو خون یا ایک دن یا دو دن یا اُس سے زائد عادت سے آگے پیچھے ہو جائے جس کی وجہ سے پہلی عادت سے مُقدّم ہونا یا مؤخر ہونا کہلایا جائے اگرچہ یہ خون حیض کی صفت کا نہ بھی ہو تو بھی اپنے تئیں حائض سمجھے اور حائض کے جتنے احکام ہیں اُن کی پابند ہو جائے۔ پس اگر اپنے تئیں حائض قرار دینے کے بعد اُس کو معلوم ہوا کہ یہ خون حیض کا خون نہیں ہے کیونکہ تین دن سے پہلے بند ہو گیا۔ اقل مدت حیض پوری نہیں ہوئی پس اس عورت کو چاہیئے کہ جتنی عبادتیں اس نے بمجرد خون دیکھنے کے چھوڑ دی تھیں اُن سب کی قضا بجا لائے اور جو عورت اس عادت مذکورہ بالا کے خلاف عادت رکھتی ہو مثلاً صاحب عادت عددیہ ہو محض اور مبتدءہ اور مضطربہ اور ناسیہ ان سب کو چاہیئے کہ خون دیکھتے ہی بشرطیکہ حیض کے صفات پائے جائیں اُسے حیض قرار دیں اور نماز وغیرہ چھوڑ دیں اور احکام حیض کا ترتّب اُسی وقت سے سمجھیں اور اگر اس خون میں صفات حیض نظر نہ آئیں تو عمل بالاحتیاط کریں یعنی حائض کے تروک سے پرہیز کریں اور عمل مستحاضہ کریں یعنی ان دونوں کو جمع کریں تین دن تک اس احتیاط پر عمل کرتی رہیں اگر تیسرے یا چوتھے دن بھی خون دیکھیں تو اُس کو حیض قرار دیں البتہ اگر اوّل ہی روز سے اسکا علم ہو جائے کہ یہ

خون کم از کم تین روز تک ضرور جاری رہیگا تو خون کے دیکھتے ہی بدون غور کئے صفات خون پر عبادت کو ترک کردیں۔ پس اگر اس علم و یقین کے خلاف ظاہر ہو یعنی دوسرے ہی دن خون بند ہو جائے تو اس عبادت کی قضا بجالائے ؂

مسئلہ نمبر ۱۶۔ صاحب عادت وقتیہ و عددیہ اگر وقت مقرر کے خلاف خون دیکھے یعنی جو وقت اس کا معین تھا جس وقت پر اس کو عادۃً خون آیا کرتا تھا ابھی وہ وقت آیا بھی نہیں کہ ایام شروع ہو گئے۔ اتنے وقت معین آیا اتنے میں پاک و صاف ہو گئی پس اسکو چاہیے کہ اس کو حیض قرار دے وقت کا کچھ خیال نہ کرے بلا تردد اس خون کو حیض سمجھے۔ خواہ وقت معین سے پہلے ہو یا بعد ؂

مسئلہ نمبر ۱۷۔ اگر کسی عورت کو خون عادت سے پہلے شروع ہو جائے اور عادت میں پہنچکر دس دن کے اندر اندر منقطع ہو جائے یعنی عادت سے پہلے[۱] اور عادت کے اندر کے دن ملا کر دس یا دس سے کم دن ہوتے ہیں تو اس عورت کو لازم ہے کہ ان سب ایام کو حیض قرار دے اور یہی حکم اُس وقت ہے کہ عادت اور عادت کے بعد خون دیکھے اور دسویں دن یا اس سے پہلے بند ہو جائے اور یہی حکم اُس وقت ہے کہ کچھ عادت سے پہلے اور کچھ عادت کے بعد اور عادت میں بھی آئے یعنی اگر مجموع دس دن سے زیادہ نہ ہو جائے۔ تو کل کو خون حیض قرار دے۔ سب پر حکم حیض جاری ہوگا اور اگر ان سب صورتوں میں جو کہ اس مسئلہ میں اب تک ذکر کی گئیں دس دن سے خون بڑھ جائے تو بقدر عادت کے حیض قرار دے اور باقی کو استحاضہ ؂

مسئلہ نمبر ۱۸۔ اگر کسی عورت کو تین دن تک برابر خون آیا اور اُس کے بعد موقوف ہو گیا پھر تین دن یا اس سے زائد خون آیا پس اگر دونوں خون اور پاکی کے دن جو کہ ان دونوں کی درمیان میں ہیں یہ سب ملکر دس دن سے زیادہ نہ ہوں تو دونوں طرف اِدھر اُدھر حیض قرار دے اور درمیان میں ایام نقا (پاکی کے دن) میں عمل بالاحتیاط[۱] کرے یعنی حائض کے ترک

---

[۱] اقویٰ یہی کہ یہ خون حیض کا خون ہے اس خون پر حکم حیض جاری ہوگا یہ عورت اگر احتیاط پر عمل کرنا چاہی تو اُسکے لئے یہی سزاوار ہے کہ حائض کے تروک سے پرہیز کری اور پاک عورت جیسا عمل کرتی ہو ویسا عمل کری ان دونوں کے احکام پر عمل کرے نہ کہ حائض اور استحاضہ کے احکام پر بلکہ اس موقع پر مستحاضہ کی عمل کی رعایت بے معنی اور بلاوجہ کی ہے ؂ (ابوالحسن مدظلہ)

سے پرہیز اور استحاضہ والی عورت جیسا عمل کرے دونوں کے احکام پر عمل کرے اور اگر یہ سب
مجموعہ دس دن سے بڑھ جائے تو یہاں پر کئی احتمال پیدا ہوتے ہیں کئی صورتیں اس مسئلہ
میں نکلتی ہیں یا تو اِن دونوں خون میں سے کوئی ایک[1] خون عادت کے اندر ہے اور دُوسرا
باہر یا سب عادت سے خارج اور باہر ہیں۔ پس پہلی صورت کا ایک خون عادت کے اندر
ہیں جو عادت کے اندر ہے اسکو حیض قرار دے اور جو باہر ہے اُس کو استحاضہ سمجھے اور دوسری
صورت (دونوں خون عادت مقررہ سے باہر) میں صفات خون پر غور کرنا چاہئے جو خون حیض
کی صفات سے ملتا جلتا ہو اُس کو حیض قرار دیا جائے اور جس میں یہ صفت نہ ہو اسکو استحاضہ
سمجھنا چاہئے اور اگر بعد غور یہ ثابت ہو کہ دونوں خون حیض سے مشابہ ہونے میں مساوات
رکھتے ہیں دونوں میں صفات حیض برابر پائے جاتے ہیں تو احتیاط[2] اسی میں ہے کہ پہلے خون
کو حیض قرار دیا جائے اور دُوسرے کو استحاضہ۔ اگرچہ اقویٰ یہ ہے کہ اس مقام پر کوئی ترجیح
نہیں عورت کو اختیار ہے خواہ اوّل کو حیض قرار دے خواہ ثانی کو حیض سمجھے اور اگر ان دونوں
خون میں سے بعض ایام عادت کے اندر واقع ہوں اور بعض خارج عادت تو جو ایام عادت کے اندر
ہوں وُہ حیض قرار دئے جائیں اور جو خارج ہیں وُہ استحاضہ سمجھے جائیں اور اگر دونوں خُون میں سے
کچھ دن عادت کے اندر واقع ہوں اور کچھ عادت سے باہر یعنی ہر ایک خون کا کچھ حِصّہ عادت
میں داخل ہو اور کچھ حصّہ باہر ہو تو پہلے خُون کے دن جو عادت میں واقع ہو گئے ہیں اگر وُہ
تین دن یا تین دن سے زائد ہیں تو طرفین (پہلے خون کا وُہ حِصّہ جو کہ عادت میں واقع ہے وُہ اور
دُوسرے خون کا وُہ حصّہ ایام جو عادت کے اندر واقع ہے وُہ اِن دونوں کو) کو حیض قرار دی
اور جو نقا (پاکی) درمیان میں واقع ہو گیا ہے اُس میں احتیاط پر عمل کرے اور طرف اوّل سے
پہلے اور طرف ثانی کے بعد استحاضہ[3] پر عمل کرے عمل مستحاضہ بجالائے اور اگر طرف اوّل میں سے

---

[1] اس مسئلہ میں یہ صورت اور جتنی صورتیں فرض کیگئی ہیں جس قدر احتمال پیدا کئے گئے ہیں یہ سب اُسی وقت میں ہیں جبکہ اقل طہر (دس دن سے کم کا فاصلہ) دو حیضوں میں ہو ورنہ یعنی فصل کی صورت میں حکم وہی ہے جو اکیسویں مسئلہ اور اُس کے بعد میں آرہا ہے (ابوالحسن مدظلہٗ)

[2] اس احتیاط کو ترک نہ کرنا چاہئے۔ یہ احتیاط واجب ہے (ابوالحسن مدظلہٗ)

[3] اگر طرف اوّل سے پہلے ایک دن یا دو دن خون آیا ہے تو اقرب یہ ہے کہ اس ایک دن یا دو دن کو حیض قرار دیگران ایام کو کہ جو عادت میں واقع ہوئے ہیں جو کہ تعداد میں تین یا تین سے زائد مفروض ہیں (باقی صفحہ ۲۹۷ پر)

جو ایام عادت میں واقع ہو گئے ہیں۔ تین دن سے کم ہیں تو دونوں خون کے جمیع ایام میں احتیاط پر عمل کرے اور ایام نقا (پاکی کے دنوں میں) میں وظیفہ حائض اور وظیفہ مستحاضہ کو درمیان جمع کرے یعنی حائض کے تروک سے اجتناب کرتے ہوئے مستحاضہ کے احکام پر عمل کرے۔

مسئلہ نمبر ۱۹ - صاحب عادت وقتیہ عددیہ کے یہاں اگر وقت اور عادت میں تعارض باین طور ہو شلاً ایام عادت میں خون عدد عادت سے کم یا زائد دیکھا گیا اور غیر عادت جو خون آیا وہ بقدر عدد عادت دیکھا گیا تو ایسی صورت میں وقت کو مقدم کیا جائے گا۔ پس جو ایام عادت میں خون آیا ہے اُس کو حیض قرار دیا جائیگا اگرچہ یہ متأخر ہو (یعنی اوّل غیر عادت بقدر عادت خون آیا اُس کے بعد عادت میں عادت سے کم و بیش آیا) اور اکثر اس موقع پر یہ بھی کہا جاتا ہے کہ جو سابق ہو اُس کو ترجیح ہوگی خواہ وہ سابق وقت ہو خواہ ایام عادت یعنی ان میں سے جس میں پہلے خون آئیگا اُسی کو ترجیح اور اُسی کا لحاظ ہوگا چونکہ اکثر یہ ترجیح سابق اور لحاظ اسبقیت پر ہے اِس وجہ سے بہتر یہی معلوم ہوتا ہے کہ جبکہ غیر ایام عادت میں خون ایام عادت بھر آئے اور عدد عادت ہی سابق ہو تو دونوں خون میں احتیاط پر عمل کیا جائے وظیفہ حائض اور وظیفہ مستحاضہ میں جمع کردی جائے۔

مسئلہ نمبر ۲۰ - اگر کسی عورت (صاحب عادت عددیہ) کو خون آئے اور اُس کے زمانۂ عادت سے زائد ہو لیکن دس دن سے زیادہ نہ ہو تو اُس کو چاہیے کہ سب کو حیض قرار دے۔ یہی حکم ہے صاحب عادت وقتیہ کا جبکہ خون وقت مقرر سے زائد اور دس دِن سے کم ہو۔

مسئلہ نمبر ۲۱ - چونکہ ایک مہینہ میں دو مرتبہ بھی خونِ حیض ہو سکتا ہے لہٰذا اگر کسی عورت کو ہر مہینہ ایک مرتبہ خون آتا تھا اور وہ کسی مہینہ میں دو مرتبہ خون بصفات حیض دیکھے اور دونوں خون کے درمیان اقل طہر کا فاصلہ بھی ہو جائے تو یہ دونوں خون حیض

بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۵۶ - اور ایام نقا اور طرفِ ثانی سے جس قدر ایام عادت میں واقع ہوئے ہیں ان سب کی میزان لگا کر دیکھے کہ کل کا مجموعہ دس سے زائد تو نہیں ہوتا۔ اگر دس تک پہنچکر ختم ہو جاتا ہے تو طرف اوّل کے پہلے سے یہاں تک سب کو حیض قرار دے اور طرف ثانی کے مابعد ایام کو استحاضہ سمجھے استحاضہ کا عمل بجا لائے نہ کہ احتیاط واجب ہے احتیاط نہ تو یہاں واجب ہے اور نہ ایام نقا میں اور نہ طرف ثانی کے بعد (ابو الحسن مدظلہ)

ہوں گے۔ ایسی حالت میں ان دونوں کے حیض ہونے میں کوئی فرق نہیں خواہ وہ عورت صاحب عادت وقتیہ ہو خواہ عددیہ بھی ہو خواہ نہ وقتیہ ہو اور نہ عددیہ۔ خواہ یہ خون عدد اور وقت کے موافق آئے یا خلاف وقت یا خلاف عدد آئے۔ بہرحال جب دس دن کا فصل ہے تو دونوں کے حیض ہونے میں کوئی شک شبہ نہ ہوگا۔

مسئلہ نمبر ۲۲۔ اگر کسی عورت کو ہر مہینہ ایک مرتبہ خون آیا کرتا تھا وہ اسی کی عادی تھی۔ اور وہ کسی مہینہ میں دو مرتبہ خون دیکھے۔ اقل طہر کیسا تھ (یعنی دونوں خون کے درمیان دس دن سے کم فصل ہو) ایک عادت کے اندر ہو اور دوسرا عادت سے خارج بھی ہو اور صفات حیض سے بھی خالی ہو تو اس کو چاہیئے کہ جو خون عادت کے اندر آیا ہے اگرچہ خلاف صفات حیض ہے اسکو حیض قرار دے اور دوسرے خون کے موقعہ پر احتیاط پر عمل کرے اور اگر دونوں خون خلاف وقت مقررہ آرہے ہیں اور دونوں میں صفات حیض پائے جاتے ہیں تو دونوں حیض ہونگے ورنہ جسمیں صفات حیض ہونگی وہ حیض ہوگا اور دوسرے خون کی موقعہ پر احتیاط پر عمل ہوگا اور اگر دونوں صفات حیض سی خالی نظر آتے ہیں تو ایک کو جسکو بھی چاہے بلا ترجیح حیض قرار دے اور احوط یہ ہی کہ اس موقعہ پر حیض قرار دینے میں اوّل کو ترجیح دی یعنی احتیاط اسی میں ہی کہ پہلے خون کو حیض قرار دے اور دوسرے میں احتیاط پر عمل کرے

مسئلہ نمبر ۲۳۔ اگر خون دس دن سے پہلے منقطع (بند) ہو جائے اور صفائی فرج کا علم ہو جائے یعنی اپنے پاک ہونے اور اندرونی حصہ فرج میں خون نہ ہونے کا یقین ہو جائے تو بغیر استبرا غسل کرنا اور اس کے بعد نماز شروع کر دینی واجب ہو جائے گی اور اگر اندرونی حصہ فرج میں خون کا احتمال ہو تو استبرا اور امتحان اپنے حال سے آگاہی بایں طور واجب ہوگی کہ روئی وغیرہ فرج میں داخل کر کے تھوڑی دیر صبر کرے۔ پس اگر روئی پاک صاف نکلے تو غسل کر لیوے۔ نماز پڑھنے لگے اور اگر صاف نہ نکلے اگرچہ ذرا دھو زردی ہی روئی پر برآمد ہو تو صبر کرے تا وقتیکہ صاف نہ ہو جائے یا دس دن نہ گذر جائیں غسل نہ کرے بشرطیکہ یہ عورت عادت والی نہ ہو یا عادت دس دن کی رکھتی ہو ورنہ (عادت دس دن سے کم رکھتی ہو) صفائی کے بعد اور امتحان کے بعد دس دن سے پہلے جبکہ دس دن سے نہ بڑھنے کا علم ہو تو غسل کر لیوے اور نماز شروع کر دے۔ اور اگر دس دن سے بڑھنے کا احتمال ہو تو اس عورت پر لازم ہے کہ احتیاطاً ترک عبادات کرے اگرچہ یہ احتیاط واجب نہیں ہے بلکہ مستحب [1] ہے۔ عورت کو اختیار ہے خواہ ایک روز

---

[1] بلکہ واجب ہے ایک ان ترک عبادت کرنا۔ یہی حکم ہے جبکہ خون بڑھکر دس دن تک پہنچے (باقی صفحہ ۲۹۹ پر دیکھیں)

کیلئے عبادت کو ترک کرے خواہ دو دن احتیاط پر عمل کرتے ہوئے عبادت ترک کرے خواہ دس دن تک ترک عبادت کرے پس اگر یہ خون دس دن یا دسویں دن سے پہلے بند ہو جائے تو سب کو حیض قرار دے۔ مجموعہ کا مجموعہ حیض شمار کیا جائیگا اور اگر دس دن سے بڑھ جائے تو حسب حکم آیندہ عمل کرے اس کا حکم آیندہ فصل میں آئیگا ۔

مسئلہ نمبر ۲۴۔ اگر کسی عورت کو خون آئے اور اس کی مقدار عادت سے زیادہ ہو لیکن دس دن سے بڑھنے کا علم ہو جائے اس کی آمد یہ بتا رہی ہو کہ یہ سلسلہ دس سے آگے تک جائے گا تو یہ عورت احتیاط پر عمل کرے بلکہ زمانہ عادت سے باہر ایام میں عمل مستحاضہ بجا لائے ۔

مسئلہ نمبر ۲۵۔ جبکہ خون بالکل بند ہو جائے تو عورت پر غسل کرنا اور نماز پڑھنی واجب و لازم ہو جائے گی اگرچہ پھر جاری ہونے کا دس دن سے پہلے پہلے احتمال بھی ہو بلکہ اگر جریان کا گمان بھی ہو بلکہ اگر دوسری مرتبہ بندش کے بعد قبل عشرہ جاری ہونے کی عادت بھی ہو (اس میں اشکال ہے) تو بھی بندش کے بعد غسل کرنا واجب اور نماز شروع کر دینی لازم ہوگی البتہ اگر عود (دوسری مرتبہ جاری ہونے) کا علم ہو جائے تو احوط یہی ہے کہ ایام نقا (بند رہنے کے ایام) میں احتیاط کی رعایت رکھے کیونکہ نقائے درمیانی میں احتیاط واجب ہے ۔

مسئلہ نمبر ۲۶۔ جبکہ استبرا کی ضرورت ہو اور بدون استبرا غسل کر کے نماز شروع کر دی جائے تو وہ نماز باطل ہوگی اگرچہ اس کے بعد طاہر ہونا ثابت بھی ہو جائے البتہ اگر بہ نیت قربت نماز پڑھی ہے تو نماز صحیح ہوگی ورنہ نہیں ۔

مسئلہ نمبر ۲۷۔ جبکہ بوجہ تاریکی یا نابینائی استبرا ناممکن ہو تو جس زمانہ اور جن ایام میں نقا (پاکی) کا علم ہو جائے اُن ایام تک احتیاطاً غسل کر کے نماز شروع کر دے اور نقا کے

بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۹۹۔ اور بصفات حیض خون آئے لیکن اگر صفت حیض سے خالی ہو تو احوط یہ ہے کہ تروک حائض اور عمل مستحاضہ میں جمع کرے یعنی دونوں کے احکام پر عمل کرے (ابوالحسن مدظلہ)

۱؎ بلکہ عبادات کو ترک کرے اور احتیاط پر عمل نہ کرے کیونکہ نقائے درمیانی حکم میں حیض کے ہے علی الاقوی جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے لہذا احتیاط لازم نہیں (ابوالحسن مدظلہ)

علم کے بعد غسل کا اعادہ کرے اور جو روزہ رکھے گئے ہیں ان کی قضا بجالائے انکا اعادہ کرے اور بہتر یہ ہے کہ جس وقت نقا کا احتمال ہو تجدید غسل کرے یعنی پھر سے غسل کرے۔

فصل اُس خون کے حکم کے بیان میں جو دس دن سے بڑھ جائے

مسئلہ نمبر ۱۔ جس عورت کا خون دس دن سے بڑھ جائے خواہ بڑھکر یہ سلسلہ مہینہ میں روز تک پہنچے یا اس سے کم وبیش ایام تک پہنچکر منقطع ہو جائے اگر وہ عورت عادت والی ہے تو ایام عادت کو حیض قرار دے اگرچہ عادت کے دنوں میں جو خون آیا ہے وہ حیض کی صفت نہ رکھتا ہو اور بقیہ خون (عادت سے باہر دس دن سے زیادہ جتنے دن خون آیا ہے) کو استحاضہ سمجھے اگرچہ یہ بصفات حیض آیا ہے تو بھی اسکو استحاضہ ہی قرار دیگی غرضکہ صفات کا لحاظ اس موقعہ پر نہیں کیا جائے گا مگر یہ لحاظ نہ کرنا اُسی وقت ہے۔ جبکہ عورت کی عادت میں خون کا بصفات حیض آنا داخل نہ ہو ورنہ (یعنی اگر بصفات حیض خون آنے کی عادت جاری ہوگی) تو صفات کو عادت پر ترجیح[۱] دی جائے گی یعنی جو بصفتِ حیض خون ہوگا وہی حیض ہوگا اگرچہ عادت سے خارج ہو۔ نہ کہ جو عادت کے اندر آئے وہ حیض ہوگا اگرچہ صفات حیض مفقود ہی ہوں ایسا نہ ہوگا اور اگر وہ عورت (جس کا خون دس دن سے بڑھ گیا ہے) مبتدءہ یا مضطربہ (یعنی جس کی عادت قائم نہیں ہوئی یا یکسو نہیں ہوئی) ہے تو بصفات خون غور سے دیکھے اور جہاں تک حیض کے صفات پائی جائیں اُسے حیض قرار دے اور جس میں وہ صفات نظر نہ آئیں بلکہ استحاضہ کی صفات دکھائی دیں اُسکو استحاضہ سمجھے بشرطیکہ وہ حالت (جس میں بصفات حیض خون آیا ہے) تین دن سے کم اور دس دن سے زیادہ نہ ہو اور کسی دوسری قسم یعنی صفت کا خون اس کو معارض نہ ہو۔ معارضہ کی صورت یہ ہو سکتی ہے کہ پانچ دن تک خون مثلاً سیاہ رنگ آیا اس کے بعد پانچ دن تک زرد آیا پھر پانچ دن تک سیاہ آیا، خلاصہ یہ کہ اگر معارضہ نہ ہو اور تین دن کم اور دس

---

[۱] پہلے بیان ہو چکا ہے کہ تمیز کے ذریعے عادت کا حاصل ہونا اشکال سے خالی نہیں ہے پس عادت کو صفات پر ترجیح دینا بعید نہ ہوگا (ابوالحسن مدظلہ)

دن سے زیادہ نہ ہو تو صفات پر غور کر کے مبتدءہ یا مضطربہ اپنے کو حائض سمجھیں ورنہ یعنی اگر شرائط مذکورہ بالا (تین دن سے کم دس دن سے زیادہ نہ ہونا معارضہ نہ ہونا) مفقود ہوں یا خون ایک ہی صفت کا آئے اور تمیز کا موقعہ نہ ہو تو ان عورتوں کی عادت کی پابندی لازم ہوگی جو اس کی قرابت دار ہوں مگر اس میں بھی یہ شرط ہوگی کہ اُن سب کی عادت یکساں ہو آپس میں اختلاف نہ ہو شاذ و نادر اختلاف کا اعتبار نہیں اور نہ اسکا اعتبار ہے کہ یہ عورتیں ایک ہی شہر یا ایک ہی گاؤں کی رہنے والی ہوں اور اگر قرابت دار عورات مفقود ہوں یا وہ سب عورات عادت میں یکساں نہ ہوں تو روایات منقولہ کے موافق عمل لازم ہوگا ایک روایت میں ہے کہ ہر مہینہ سات دن حیض قرار دے۔ دوسری روایت میں ہے کہ ہر مہینہ چھ دن قرار دے۔ تیسری روایت میں ہے کہ ایک مہینہ میں تین دن حیض قرار دے اور دوسرے مہینہ میں دس دن۔ پس اسکو اختیار ہے کہ جس روایت کے موافق چاہے عمل کرے۔ خواہ ہر مہینہ میں تین دن۔ خواہ ہر مہینہ چھ دن خواہ ہر مہینہ سات دن حیض قرار دے اور اگر وہ عورت (جس کا خون دس دن سے بڑھ جائے) ناسیہ (جو کہ اپنی عادت بھول گئی ہو یہ دوسری قسم ہے مضطربہ کی) ہے تو اس کو صفات خون پر غور کرنا چاہئے۔ دونوں خونوں (جو عادت کے اندر اور جو دس دن سے بڑھ گیا ہے) میں تمیز کرنا چاہئے۔ جس قدر حیض ہے اس کو حیض۔ جس قدر استحاضہ ہے اس کو استحاضہ سمجھے اور اگر تمیز کا موقع نہ ہو تو روایات پر عمل کرے۔ قرابتداروں کی طرف مثل سابق رجوع نکرے اور احوط یہ ہے کہ روایات منقولہ میں سے جو روایت سات دن کو بتاتی ہے اس پر عمل کرے۔ ہر مہینہ میں سات دن حیض قرار دے۔

مسئلہ نمبر ۲۔ مہینہ سے مراد اور مہینہ کا شروع اور ابتدا خون کے دیکھنے سے ہوگی جس روز اور جس تاریخ کو خون نظر پڑتا ہے۔ اُس روز اور تاریخ کو گذرے تیس دن ہو جائیں

۱؎ میرے نزدیک جس عورت کی عادت قائم اور یکسو نہ ہو اس کو اقارب کی طرف رجوع کرنے میں اشکال ہے پس جبکہ اس عورت کی عادت سات دن کی نہ ہو تو وظیفہ حائض اور مستحاضہ کے درمیان جمع کرنا احوط ہے بمقدار تفاوت جمع کرے ان دونوں میں جس مقدار تک فرق ہو سکتا ہو جمع کرے اور اس احتیاط کو ترک نہ کرے (ابو الحسن مدظلہٗ)

۲؎ اس میں اشکال ہے پس احوط اگرچہ اقوی نہیں ہے یہ ہو کہ ہر مہینہ میں سات دن حیض قرار دے (ابو الحسن مدظلہٗ)

خواہ ماہ ہلالی کے درمیان میں یہ روز اور تاریخ ابتدائی خون کی واقع ہو یا چاند کے مہینہ کی آخری حصہ میں یہ ابتدا خون کی ہو غرضکہ چاند سے عورت کے مہینہ کی ابتدا یا انتہا کا تعلق یا شمار نہ ہوگا۔ پس اُسی وقت سے عورت اپنا مہینہ قرار دیگی جس روز سے خون دیکھا ہے نہ کہ چاند کے حساب سے ؟

مسئلہ نمبر ۳۔ پہلے مسئلہ میں جو ذکر کیا گیا ہے کہ جس عورت کی عادت یکسو نہ ہو اور جو عورت اپنی عادت کو بھول جائے وہ روایات منقولہ پر عمل کرے جونسی روایت کو چاہے اختیار کرے خواہ چھ دن حیض قرار دے یا سات دن اس کے متعلق ذرا سی بات رہ گئی تھی کہ چھ دن مثلاً کہاں سے شروع کرے ابتداء خون سے یا درمیانی حصہ ایام خون سے اس کو اس مسئلہ میں قلمبند کیا جاتا ہے۔ اس عورت کو علی الاحوط یہ چاہیئے کہ یہ چھ دن یا سات دن مثلاً جو حیض کے قرار دے۔ آمد خون کی پہلی تاریخ سے چھ دن یا سات دن شمار کرے یعنی جس روز یا جس تاریخ پر اس کو خون نظر پڑا ہے اُسی روز سے چھ دن کی ابتدا مثلاً قرار دیتے ہوئے چھ دن شمار کرے لبشرطیکہ اُس روز یا اُس تاریخ کو چھوڑ کر اور دن یا اور تاریخ ایام خون سے ان چھ دن کی ابتدا قرار دینے میں کوئی وجہ ترجیح نکلتی ہو تو احتیاط مذکورہ بالا پر عمل نہیں کیا جائے گا اور جس روز کو ترجیح ہو گی اُسی روز سے چھ دن کی ابتدا مانی جائے گی ؟

مسئلہ نمبر ۴۔ مہینوں میں موافقت واجب ہے یعنی اگر پہلے مہینہ میں ان روایات پر عمل کرتے ہوئے ابتدائے ماہ سے اپنی کو حائض قرار دیا ہے تو دوسرے مہینہ میں بھی ابتداء ماہ سے حائض اپنے کو سمجھے گی۔ اسی طرح تیسرے مہینے میں مہینہ کی ابتدا سے خون حیض قرار دیگی نہ کہ اسکو اختیار ہے کہ جب چاہے اوّل ماہ کو حیض قرار دے اور جب چاہے وسط ماہ یا آخری حصہ ماہ میں اپنے کو حائض سمجھے یہ کچھ اختیار نہیں بلکہ ایک مہینہ میں جو اختیار کیا ہے وہی دوسرے اور تیسرے مہینہ اختیار کرنا پڑیگا اگر اوّل ماہ میں شروع ماہ کو اختیار کیا ہے تو اس کے بعد ہر مہینہ کے اوّل کو حیض قرار دیا جائیگا ؟

مسئلہ نمبر ۵۔ اگر حسب مسئلہ نمبر ۴ مذکورہ بالا عورت نے اپنے کو حائض قرار دیا اور اپنی اوپر احکام حیض جاری کئے لیکن اس کے بعد معلوم ہوا اور ظاہر ہوا کہ جس تاریخ اور دن سے اپنے کو حائض سمجھا تھا وہ غلط تھا وہ خون حیض کا خون نہ تھا بلکہ اُس کے خلاف اور غیر فلاں

روز سے مثلاً خون حیض شروع ہوا ہے یہ ثابت ہو جائے تو جو نمازیں خون حیض قرار دیتے ہوئے نہ پڑھی تھیں (اب یہ ظاہر ہونے پر کہ وہ اختیار کرنا اور قرار دینا غلط تھا وہ خون خون حیض نہ تھا) اُن کی قضا کرنا واجب ہوگا اسی طرح اگر اختیار اور قرار دادے کم و بیش خون حیض ہونا ثابت اور ظاہر ہو جائے تو اسی ثبوت اور ظہور کے موافق عمل کرتے ہوئے عبادات متروکہ کے بیجا اور بے محل ترک ہونے کے سبب سے قضا کرنی لازم ہوگی۔

مسئلہ نمبر ۶۔ صاحب عادت وقتیہ کا خون جبکہ شمار میں دس دن سے بڑھ جائے تو پہلے مسئلہ میں جو مبتدءہ کے احکام بیان کئے گئے ہیں انہی کے موافق یہ بھی عمل کرے گی مثل مبتدءہ یہ بھی اقارب کی طرف رجوع کرے گی اور اُن کے مفقود یا عادت میں مختلف ہونے پر روایات مذکورہ بالا پر عمل کرنے میں مثل مبتدءہ اس کو بھی اختیار حاصل ہوگا اور جبکہ یہ معلوم ہو جائے کہ یہ خون (خون حیض) شمار میں تین دن سے زیادہ ہے یا مثلاً یہ معلوم ہو جائے کہ خون حیض سات دن سے کم ہے تو اب اس عورت کو روایات منقولہ میں سے تین والی روایت اور اس روایت پر کہ جو ہر مہینہ میں سات دن حیض کے قرار دینے کو کہتی ہے عمل کرنا جائز نہیں۔

مسئلہ نمبر ۷۔ صاحب عادت عددیہ کا خون اگر دس دن سے بڑھ جائے تو بقدر ایام عادت مذکورہ حیض سمجھے اب رہی بات کہ کس وقت سے حیض سمجھے تو اس کو چاہئے کہ صفات خون کی طرف رجوع کرے جہاں سے بصفت حیض خون شروع ہوا ہے وہیں سے اپنی عادت بھر ایام کو حیض سمجھے اور اگر یہ تمیز مفقود ہو اور یہ تمیز نہ کر سکتی ہو تو احوط[1] یہ ہے کہ ایام عادت کی ابتدا اول خون کے دیکھنے سے قرار دے اگرچہ اقویٰ یہ ہے کہ اسکو اختیار ہے جہاں سے چاہے ایام عادت کی ابتدا قرار دے اور اگر تمیز تو ہو سکتی ہو لیکن یہ تمیز عدد عادت کے موافق نہ ہو یعنی جو خون بصفات حیض آیا ہے وہ ایام عادت سے بڑھا ہوا یا عادت سے کم ہے تو اس صورت میں عورت کو چاہئے کہ تمیز پر عمل کرے عادت کو چھوڑ دے اگر اقل حیض اور اکثر حیض کی مدت سے بصفت حیض خون زیادہ یا کم ہے تو کم ہونے کی حالت میں حیض کے دن زیادہ اور

---

[1] یہ احتیاط ترک نہ کرنا چاہئے (ابوالحسن مدظلہ)

اور زیادہ ہونے کی حالت میں کم قرار دے۔

مسئلہ نمبر ۸۔ گذشتہ مسئلہ میں جو تمیز پر عمل کرنے کا حکم دیا گیا ہے کہ جو خون بصفت حیض آئے اس کو حیض قرار دے اس وصف سے مراد کوئی وصف خاص نہیں بلکہ عام ہے خواہ سُرخ رنگ آئے یا سیاہ رنگ خواہ دونوں طرح کا آئے مثلاً عورت مذکورہ بالا نے تین دن تک سُرخ خون دیکھا۔ پھر تین دن تک سیاہ رنگ کا خون دیکھا اس کے بعد بصفت استحاضہ خون دیکھا جو کہ دس دن سے بڑھ گیا۔ پس یہ چھ دن حیض کے قرار دیکر باقی کو استحاضہ سمجھے گی۔

مسئلہ نمبر ۹۔ اگر عورت مذکورہ بالا نے تین دن تک خون بصفتِ حیض دیکھا پھر تین دن تک بصفتِ استحاضہ دیکھا۔ پھر پانچ دن یا اس سے ایک دو دن زیادہ تک حیض کی صفت خون دیکھا۔ پس اس عورت کو چاہیئے کہ ابتدائی تین دن کو حیض قرار دے اور اگر مثال مذکور میں بعد چھ دن کے بجائے پانچ دن یا زیادہ کے تین دن یا چار دن حیض کی صفت خون دیکھا ہے تو ابتدائی تین دن کو کہ جن میں بصفت حیض خون آیا ہے۔ اور آخر کے تین یا چار دن کو کہ جن میں بصفت حیض خون دیکھا ہے ان دونوں کو حیض قرار دے اور درمیان میں جو خون بصفت استحاضہ ہے اُن ایام میں احتیاط[1] پر عمل کرے کیونکہ یہ درمیان میں بصفتِ استحاضہ خون مثل نقا (پاکی صفائی) کے ہو کہ جو دو خونوں کے درمیان ہوتا ہے۔

مسئلہ نمبر ۱۰۔ جبکہ دو خون کے درمیان کہ جو بصفتِ حیض آچکے ہیں دس دن تک بصفت استحاضہ خون آئے تو عورت کو چاہیئے کہ ان دونوں خون کو حیض قرار دے۔ بشرطیکہ یہ دونوں اقل طہر تین دن سے کم نہ ہو۔

مسئلہ نمبر ۱۱ جبکہ خون بصفت حیض تین دن تک متفرق طور پر دس دن کے اندر اندر آئے مثلاً چاند کی پہلی تاریخ پانچویں تاریخ نویں تاریخ خون حیض کی صفت آکر رک جائے تو عورت کو تمام عشرہ دس دن تک احتیاط[2] پر عمل کرنا چاہیئے۔

---

[1] بلکہ اسکو حیض قرار دے علی الاقوی جیسا کہ نقائے درمیانی کو حیض قرار دیا جاتا ہے (ابوالحسن مدظلہ)

[2] اگرچہ پورے عشرہ بھر اپنے کو حائض سمجھنا خالی قوت سے نہیں (ابوالحسن مدظلہ)

مسئلہ نمبر ۱۲۔ تمیز دو خون کے درمیان اُسی وقت ہوسکتی ہے جبکہ ایک بصفتِ استحاضہ اور دوسرا بصفت حیض پایا جائے یوں کہا جائے کہ بعض استحاضہ کی صفت رکھتا ہو اور بعض میں صفت حیض کی موجود ہو۔ جب ہی تمیز ہوسکتی ہے اور اگر صفات حیض میں اختلاف ہو یعنی بعض موجود ہوں اور بعض معدوم۔ کچھ ہوں اور کچھ نہ ہوں تو اب اس حالت میں شدت اور ضعف سے تمیز نہیں دی جائے گی۔ اس کی مثال یوں ہوسکتی ہے کہ صفات حیض مثلاً پانچ ہیں بعض خون میں تین وصف ان پانچ میں سے پائے گئے اور بعض میں دو صفت پائی گئیں۔ پس اس اختلاف کی صورت میں اس عورت کا حکم اور حال اُس عورت جیسا ہوگا کہ جو فاقد التمیز ہو یعنی تمیز نہ کرسکتی ہو جو اس عورت کا حکم پہلے بیان ہُوا۔ وہی اُس عورت کا حکم ہوگا۔ لہذا اس موقع پر اجتماع صفات حیض کا لحاظ نہ کیا جائے گا یعنی یہ نہیں کہا جائے گا کہ چونکہ اس میں ایک سے زاید مثلاً صفات حیض موجود ہیں لہذا یہ قطعی حیض ہے کیونکہ جریان حکم حیض کے لئے ایک ہی صفت حیض کا پایا جانا کافی ہے۔

مسئلہ نمبر ۱۳۔ بعض علمائے کرام فرماتے ہیں کہ جب عورت کی قرابتدار عورات مفقود ہوں تو اپنی ہم سن ہمجولیوں کی عادت پر عمل کرنا لازم ہے جب یہ بھی نہ ہوں تب روایات منقولہ کی طرف رجوع کرنا چاہئے۔ غرضکہ ان حضرات کے نزدیک روایات پر عمل اور ان کے درمیان اختیار (جس روایت کو چاہے اختیار کرے) اس وقت ہے جبکہ اعزّا و اقارب اور عورت کی ہمجولیاں سب کی سب مفقود ہوں اس سے پہلے نہیں۔ جناب سیّد صاحب طباطبائیؒ اعلی اللہ مقامہٗ فرماتے ہیں کہ ان حضرات علمائے کرام کے قول مذکور پر کوئی دلیل نہیں۔ بعد فقدان اقارب جب قرابتدار عورات ندارد ہوں تو روایات کی طرف رجوع کی جائے گی انہیں سے جس روایت پر چاہے عورت عمل کرسکتی ہے۔

مسئلہ نمبر ۱۴۔ اقارب سے مُراد عام ہے خواہ اُس عورت کو اُن عورات سے رشتہ داری اور قرابت اس عورت کے پدر و مادر کی جانب سے ہو خواہ محض پدر کی جانب سے قرابت ہو مادر کی طرف سے نہ ہو یا محض ماں کی طرف سے اُن عورات سے رشتہ داری ہو باپ کی طرف سے نہ ہو۔ بہر حال قرابت ہونی چاہئے جس طرف سے بھی ہو

اور قرابتدار عورات کی طرف رجوع کرنے میں ان کی حیات کی بھی قید اور شرط نہیں ہے بلکہ اگر وہ مُردہ ہیں اور ان کی عادت معلوم ہے تو اُن کی عادت کی طرف رجوع کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔

مسئلہ نمبر ۱۵۔ جن مقامات پر کہ عورت کو اختیار حاصل ہے کہ خواہ اوّل مہینہ سے اپنے کو حائض قرار دے یا وسط ماہ یا آخر مہینہ میں اپنے کو حائض سمجھے۔ ان مقامات میں اس اختیار کو اگر اس کا شوہر مانع ہو۔ حق شوہر اس مختار عورت پر معارضہ کرے تو عورت پر حق شوہر کا پاس ولحاظ رکھنا واجب ولازم ہے یعنی ایسے وقت میں اپنے کو حائض قرار دے کہ جس میں حق شوہر تلف نہ ہو۔ یہی حکم ہے کنیز کے لئے اگر اُس کا آقا مانع ہو۔ تو حق آقا کو ترجیح ہوگی اور یہی حکم اُس حالت میں ہے جبکہ زوجہ یا کنیز احتیاط سُنتی پر عمل کرنا چاہیں اور اُسکا شوہر یا آقا مانع ہو تو حق شوہر اور آقا کے حق کو مقدم رکھنا واجب اور اُن کی خواہش کو ترجیح ہوگی عورت یا کنیز کے عمل پر۔ البتہ احتیاط وجوبی پر عمل کرنے سے شوہر یا آقا اپنی زوجہ اور کنیز کو نہیں روک سکتے۔

مسئلہ نمبر ۱۶۔ جس مقام پر عورت کسی وجہ سے اپنے کو حائض قرار دے۔ خواہ عادت پر عمل کرنے کی وجہ سے خواہ تمیز کرنے کی وجہ سے خواہ قرابت دار عورات کی عادت پر عمل کرنے کی وجہ سے یا روایات پر عمل کرنے کے سبب سے بہر حال کسی وجہ اور کسی سبب سے جب اپنے کو حائض قرار دے اور اس کے بعد معلوم ہو کہ جو کچھ سمجھا گیا اور قرار دیا گیا۔ سب خلاف واقع تھا۔ درحقیقت وُہ حیض ہی نہ تھا کہ جس کو حیض سمجھا گیا یا اُس سے زائد تھا تو اس سمجھنے اور قرار دینے کے دنوں میں جن واجبات کو ترک کیا یا ادا کیا ہے اُن کی قضا یا اعادہ کرنا واجب ولازم ہوگا۔

فصل حائض کے احکام کے بیان میں

یہ گیارہ ہیں اوّل حائض پر اُن عبادات کا بجالانا حرام ہے جن میں طہارت شرط

ہے جیسے نماز روزہ۔ طواف۔ اعتکاف۔ دوسرے اس پر نام اللہ اور اسکے
صفات مخصوصہ بلکہ غیر مخصوص صفات کا بھی مس کرنا حرام ہے بشرطیکہ اُن صفات
سے مقصود و مُراد خداوند عالم ہو۔ اسی طرح علی الاحوط اسماء انبیا و ائمہ کا
چھونا بھی حرام ہے۔ اسی طرح قرآن کی تحریر کا مس کرنا جس تفصیل سے کہ
مبحث وضو میں بیان ہُوا حرام ہے۔ تیسرے آیات سجدہ کا پڑھنا حرام
ہے بلکہ سُورہ ہائے عزائم کا پڑھنا بھی علی الاحوط[1] حرام ہے۔ چوتھے مساجد میں
ٹھہرنا حرام ہے۔ پانچویں کسی چیز کا مساجد میں رکھنا بشرطیکہ مسجد میں داخل[2] ہو کر
رکھی جائے۔ چھٹے مسجد الحرام اور مسجد نبویؐ میں مُرور یعنی گذرنا بھی حرام ہے۔
اور مشاہد مشرفہ اور دیگر مساجد حکم میں برابر ہیں البتہ رواق مشاہد اس حکم
سے مستثنےٰ ہیں اگرچہ احوط یہ ہے کہ جو دیگر مساجد کا حکم ہے وہی مشاہد کا اور
وہی اُن کے رواق کا بشرطیکہ توہین اور ہتکِ حرمت مشاہد گذرنے میں نہ ہو
ورنہ مثل مسجدین مُرور بھی اُن میں حرام ہو جائے گا اور اگر کوئی عورت مسجدین
میں حائض ہو جائے تو تیمم کر کے اس کو باہر ہو جانا چاہیے مگر جبکہ مسجدین سے
نکلنے میں جو وقت صَرف ہو وہ تیمم کرنے میں جو وقت صَرف ہو اس سے کم ہو یا مساوی
ہو یعنی بقدر تیمم جتنی دیر لگتی ہے اس سے کم میں بلا تیمم خارج ہونا مسجدین سے ممکن ہے
تو بلا تیمم مسجدین سے باہر ہو جانا چاہیے اس کی تفصیل مبحث جنابت میں گذر
چکی ہے ؂

مسئلہ نمبر ۱۔ اگر کوئی عورت نماز پڑھنے کی حالت میں اگرچہ سلام سے پہلے
حائض ہو جائے تو اس کی نماز باطل ہو جائے گی اور اگر حائض ہونے میں شک ہو تو نماز
صحیح رہے گی جبتک کہ اس کے خلاف کا انکشاف نہ ہو ورنہ (اگر شک کے بعد
حائض ہونے کا یقین ہو جائے) تو نماز کا باطل ہونا بھی واضح ہو جائے گا اور اس عورت پر تحقیق
اور تلاش اپنے حائض ہونے یا نہ ہونے کی واجب نہیں۔ یہی حکم تمامی مُبطلاتِ نماز

---

[1] بلکہ علی الاقویٰ (ابوالحسن مدظلہ)

[2] بلکہ علی الاحوط بلا داخل ہوئے بھی مساجد میں کسی شے کا رکھنا حرام ہے (ابوالحسن مدظلہ)

سے متعلق ہے یعنی نماز کی باطل کرنیوالی جتنی چیزیں ہیں اُن کے عدم یا وجود کی متعلق تحقیق اور تلاش واجب و لازم نہیں یعنی فلاں مُبطل کا وجود ہے یا نہیں اس کی فکر واجب نہیں ۔

مسئلہ نمبر ۲۔ حائض کیلئے سجدۂ شکر کرنا جائز سجدۂ تلاوت کرنا واجب ہے۔ اگر غلاف حکم پڑھے یا استماع (کان لگا کر سُننے) کرے یا سماعت میں آیۂ سجدہ آئے اور مسجد حرام اور مسجد نبویؐ کے علاوہ مساجد میں بحالت حیض گذرنا عورت کیلئے جائز ہے اگرچہ مکروہ ہے اسی طرح مشاہد مشرفہ میں بھی عبور و مرور جائز ہے ۔

مسئلہ نمبر ۳۔ حائض کے لئے مساجد میں مرور جائز ہے دخول جائز نہیں جو کہ بغیر مرور کے ہو بلکہ مرور کیساتھ بھی دخول ناجائز ہے جبکہ مرور کی وجہ سے نجاست حیض سے مساجد ملوث ہوتی ہوں یعنی جس صورت میں کہ نجاست حیض مسجد تک پہنچتی ہو۔ اس صورت میں نہ دخول جائز ہے اور نہ مرور۔ ساتویں شوہر پر حرام ہے وطی قبل زوجہ حائضہ میں۔ وطی سے مراد کہ کل حشفہ بلکہ بعض حشفہ کا داخل ہو جانا ہے۔ علی الاحوط خواہ انزال ہو خواہ نہ ہو محض دخول حشفہ ہی حرمت کے لئے کافی ہوگا۔ جیسا کہ شوہر پر وطی یعنی مباشرت کرنا حرام ہے ویسا ہی عورت پر بحالتِ حیض مباشرت کرانا حرام ہے دونوں حرمت میں مساوی ہیں البتہ علاوہ مباشرت کے بوسہ و کنار وغیرہ سب جائز و مباح ہیں اگرچہ ناف سے زانو تک مثل مباشرت خوش طبعی کرنا زوجہ سے مکروہ ہو لیکن اگر لباس کے اوپر برہنہ نہ کر کے خوش طبعی کی جائے تو یہ کراہت بھی رفع ہو جائیگی اب رہی وطی دُبر زوجہ میں بحالتِ حیض اس کا جواز اشکال رکھتا ہے اور اگر خلاف فطرت و عادت خون حیض فرج کے علاوہ کسی اور مقام سے خارج ہو تو مباشرت یعنی وطی قبل سے بھی پرہیز کرنا اور اس کا وجوب معلوم نہیں بلکہ اقویٰ یہی ہے کہ پرہیز واجب نہیں بشرطیکہ دُبر (مقام براز) کے علاوہ کسی اور مقام سے حیض خارج ہو البتہ جبکہ غیر فرج یعنی دُبر سے خون آرہا ہو اور فرج خون سے خالی ہو تو فرج میں بھی وطی یعنی دخول حشفہ ناجائز ہے ۔

مسئلہ نمبر ۴۔ اگر عورت خود کہے کہ میں حائض ہوں یا یہ کہے کہ طاہر ہوں تو مباشرت کے جواز و عدم جواز میں اس کا قول معتبر سمجھا جائیگا ۔

مسئلہ نمبر ۵ - وطی حائض سے حرام ہے خواہ وُہ حائض نکاح دائمی میں ہو یا
نکاح منقطع میں یعنی ممتوعہ ہو خواہ آزاد ہو یا کنیز - زن اجنبی ہو یا مملوکہ - بہرحال
حیض والی عورت زوجہ کی مباشرت حرام ہے خواہ وُہ حیض یقینی اور وجدانی ہو خواہ تمیز
وغیرہ کی طرف رجوع کرنے کی وجہ سے وُہ عورت حائض ہو گئی ہو بہرصورت زمانۂ حیض
میں وطی حرام ہے بلکہ زمانہ اختیار و امتحان میں بھی وطی حرام ہے بشرطیکہ وُہ حائض
ہو گئی ہو اور اگر پہلے سے پاک صاف ہو اور وقت مباشرت حیض جاری ہو جائے
تو علیحدگی میں جلدی کرنا اور اخراج حشفہ میں تعجیل کرنا واجب و لازم ہے - آٹھویں۔
بحالت حیض حرمت مباشرت کے علاوہ کفارہ بھی واجب[ل] و لازم ہو جائیگا - جسکی
تفصیل یہ ہے کہ اگر کوئی شخص بالغ عاقل آگاہ ہو کر بالقصد زوجۂ حائض سے شروع
حیض میں یعنی زمانۂ حیض کے پہلے ثلث میں مباشرت کرے تو ایک دینار طلا
کفارہ دیگا اور اگر وسط میں مباشرت کرے تو نصف دینار اور اگر آخر حیض میں
مباشرت کرے تو چہارم دینار دیگا خواہ وُہ زوجہ آزاد ہو یا کنیز خواہ عقد دائمی
میں ہو یا منقطع میں بہرحال زوجہ ہو تو کفارہ مذکورہ واجب ہو گا اور اگر عورت
حائضہ وطی کرانے والی کی کنیز تھی تو مباشرت کا کفارہ از قسم طعام گندم یا جَو سے
تین مد ہوں گے جو کہ تین مسکین کو ایک ایک مد دیا جائے گا - اس کفارہ کنیز میں
کسی قسم کی کنیز کی خصوصیت نہیں بلکہ عام ہے خواہ وُہ کنیز قِنہ (قنہ اصطلاح عُرف فقہا میں قن
اس غلام کو کہتے ہیں جو عبدیت میں کامل ہو ضد ہو مدبر اور مکاتب کی) ہو - خواہ
مدبرہ (جس کے آزاد ہونے کی وصیت کی گئی ہو) ہو خواہ مکاتبہ (جو اپنے مالک کی
رضامندی سے اپنی قیمت کی متکفل ہو جائے اور ابھی مال کتابت میں کچھ ادا نہ کیا ہو) ہو خواہ
اُمِ ولد (بچے والی کنیز جس کے آقا کے نطفہ سے ولادت یا حمل رہا ہو) ہو - بہرحال
جب کنیز سے وطی واقع ہو گی تو کفارہ مذکورہ بالا دینا پڑیگا البتہ وُہ عورت کہ جو مثلاً
نصف آزاد ہو اور نصف کنیز ہو اور وُہ کنیز کہ جو دو شخصوں کی کنیز ہو اور وُہ کنیز
کہ جو کسی شخص غیر کی زوجیت یعنی عقد میں ہو اور وُہ کنیز کہ جس کو اُس کے آقا نے
کسی دوسرے شخص کیلئے حلال کر دیا ہو - اِن چار طرح کی کنیزوں میں سے کسی کے ساتھ اگر انکا

[ل] وجوب کفارہ محل نظر ہے بلکہ اس کا مستحب ہونا خالی قوت سے نہیں (ابوالحسن مدظلہ)

مالک وطی کرے تو کفارہ مذکورہ (تین مد گندم یا جو) کے عائد ہونے میں اشکال ہے اور کفارہ حرہ (دینار۔ نصف دینار ایک چوتھائی دینار) اس وقت میں اگر لازم کر دیا جائے اور کنیز مذکور کو اس حکم میں زوجہ کے ساتھ اگر ملحق کر دیا جائے یعنی جو زوجہ کیساتھ وطی کرنے کا کفارہ مذکور ہوا ہے وہی کفارہ اس قسم کی کنیز کے ساتھ وطی کرنے پر اگر لازم ہو جائے تو کوئی بعید معلوم نہیں ہوتا اور احتیاط اسی میں ہے کہ اس موقعہ پر کفارہ میں دینار بھی دیا جائے اور مد بھی دئے جائیں اور یہ کفارہ وطی مباشرت کرنے والے پر واجب ہوگا نہ کہ مباشرت کرانے والی عورت پر اگرچہ برضا مندی زن و مرد مباشرت واقع ہو۔ عورت اس کی ذمہ دار نہیں۔ مرد کے ذمہ یہ واجب ہے۔ اس مسئلہ کی شروع میں چونکہ اسکا ذکر آچکا ہے کہ یہ کفارہ بالقصد و ارادہ دانستہ اس کام کے کرنیوالے پر واجب ہوگا بشرطیکہ وہ فاعل بالغ و عاقل بھی ہو۔ لہذا نابالغ عقل سے خارج مجنون بوجہ سہو دنسیان وطی کرنیوالا جس کو عورت کا حائض ہونا معلوم نہ ہو وہ بلکہ جو جاہل حکم (یعنی یہ جانتا ہے کہ زوجہ مثلاً حائضہ ہے لیکن یہ معلوم نہیں کہ حیض کی حالت میں وطی حرام ہے) ہو وہ یہ سب کے سب وجوب کفارہ کے حکم سے خارج ہو جائیں گے اُن پر کفارہ واجب نہ ہوگا اگرچہ احوط یہ ہے کہ یہ بھی اگر اس موقع پر کفارہ دیدیں تو بہتر ہے بہر حال احتیاطاً ان پر بھی کفارہ ہے البتہ جو شخص اس موقعہ پر حرمتِ مباشرت کو جانتا ہے اور وجوب کفارہ سے جاہل ہے تو ایسے شخص پر بلا اشکال کفارہ مذکورہ بالا لازم ہے۔

مسئلہ نمبر ۲۔ چونکہ کفارہ وطی بحساب ایام حیض کم وبیش گھٹتا بڑھتا رہتا ہے اس بنا پر یہ جان لینا ضروری ہے کہ اول حیض سے مراد کہ جس میں ایک دینار کفارہ ہوتا ہے حیض کا ابتدائی ایک تہائی حصہ ہے اور وسط حیض سے مقصود کہ جس میں نصف دینار کفارہ میں دینا پڑتا ہے۔ ایام حیض کا دوسرا تہائی حصہ ہے اور آخر حیض سے مطلوب کہ جس میں ایک چوتھائی دینار کفارہ میں دینا پڑتا ہے ایام حیض کا آخری تہائی حصہ ہے یعنی ایام حیض کو تین حصوں پر تقسیم و تفریق کر دیا جائے تو ہر حصہ ایک ثلث حیض کہلائیگا۔ پس اگر کسی عورت کو حیض چھ دن آتا ہے تو اُسکا ہر ثلث حیض دو دن قرار پائیگا یعنی چھ دن کو تین جگہ تقسیم کیا جائے تو تین حصے ہوں گے اور ہر حصہ پر دو دو دن ہوں گے اور اگر سات دن کسی عورت کی عادت ہے تو اس کی تقسیم میں تین جگہ کسر لازم آئے گی۔ دو دن پورے اور ایک دن کا ایک تہائی

حصہ عادت مذکور کا ایک تہائی حصہ کہلائے گا۔ اسی طرح جو عادت بھی ہو جتنے ایام بھی ہوں اُن کی تقسیم کر کے ہر تہائی حصہ حیض کی تعداد معلوم کر لینی چاہیئے اول حیض اور وسط حیض اور آخر حیض مقدار معلوم کر کے کفارہ کی تقسیم کر دی جائے۔ جتنا کفارہ حساب سے بیٹھتا ہو نکال دیا جائے۔

مسئلہ نمبر ۷۔ حائض کی دُبر (مبرز) میں وطی یعنی دخول حشفہ کر دینے سے کفارہ کا واجب ہونا معلوم نہیں اگرچہ احوط ہے۔

مسئلہ نمبر ۸۔ اگر کوئی شخص حائضہ سے زنا کرے یا شبہ کی وجہ سے مباشرت کر بیٹھے تو احتیاطاً کفارہ دینا ہوگا بلکہ علی الاقوی کفارہ عائد ہو جائے گا۔

مسئلہ نمبر ۹۔ اگر فرج کے علاوہ کسی اور جگہ سے حیض آئے اور فرج میں جو کہ خون سے پاک صاف ہے۔ وطی یعنی دخول حشفہ ہو تو علی الظاہر کفارہ واجب ہوگا نہ کہ خون جس جگہ سے آرہا ہے اُس میں دخول کرنے سے کفارہ لازم ہو۔ ایسا نہیں۔

مسئلہ نمبر ۱۰۔ کفارہ کا واجب ہونا بہر حال ہے خواہ زندہ عورت کے ساتھ دخول حشفہ ہو یا مُردہ عورت کے ساتھ دخول حشفہ ہو۔

مسئلہ نمبر ۱۱۔ احتیاطاً ذرا ذُہوبر حشفہ داخل ہونے سے بھی کفارہ دینا ہوگا۔

مسئلہ نمبر ۱۲۔ اگر کسی شخص نے ایک عورت کیساتھ یہ خیال کرتے ہوئے کہ یہ اُسکی کنیز ہے مباشرت کی۔ بعد مباشرت و دخول حشفہ معلوم ہوا کہ وہ عورت اُسی شخص کی زوجہ ہے نہ کہ کنیز تو ایسی حالت میں اُس شخص پر کفارہ دینار واجب ہوگا اور اگر اس کے برعکس صورت تھی یعنی زوجہ خیال کر کے وطی کی۔ بعد فراغت ثابت ہوا کہ وہ عورت اُس کی کنیز ہے نہ کہ زوجہ تو ایسی صورت میں اس شخص پر کفارہ طعام یعنی تین مد دینے لازم ہونگے کیونکہ مقدار کفارہ کے مقرر ہونے کا دارومدار وقوع پر ہے جیسا واقع ہوگا ویسا کفارہ ہوگا نہ کہ علم و یقین پر۔ اِسی بنا پر مسئلہ مذکورہ میں زوجہ ظاہر ہونے پر کفارہ دینار اور کنیز ظاہر ہونے پر کفارہ طعام دینا ہوگا اسی وجہ سے اگر اول حیض سمجھ کر مثلاً مباشرت کی جائے اور بعد فراغت ایام ماہواری کا درمیانی حصہ یا آخری زمانہ ثابت ہو تو جو حقیقت حال ظاہر اور ثابت ہو۔ بعد کو اُس۔ کے موافق کفارہ دینا پڑیگا نہ کہ وقت فعل (مباشرت) جو سمجھا گیا تھا اُس کے موافق۔

مسئلہ نمبر ۱۳۔ جس طرح کہ کفارہ کی تعداد کی بنا ظہور و ثبوت حقیقت حال پر ہے جیسا ظاہر ہوگا ویسا کفارہ ہوگا اسی طرح وجوب کفارہ کی بنا بھی ظہور و ثبوت حقیقت حال پر ہے نہ کہ علم و یقین پر اور نہ قصد و ارادہ پر یعنی اگر نجاست ظاہر ہو تو کفارہ ہے ورنہ نہیں نہ کہ علم نجاست اور خیال مجانبت پر وقت فعل اسی بنا پر اگر کوئی شخص حائض سمجھ کر عورت سے مباشرت کرے اور بعد فراغت ثابت ہو کہ وہ عورت پاک و صاف تھی تو کفارہ کسی قسم کا اس شخص پر واجب نہ ہوگا ۔

مسئلہ نمبر ۱۴۔ جو شخص کفارہ دینے سے عاجز ہو وہ وسعت اور تونگری کا منتظر رہے۔ جب خداوند عالم اُسکو اس قابل کر دے اور اتنا دے کہ وہ کفارہ دے سکے تو اُس وقت کفارہ دینا واجب ہو جائے گا۔ اس سے ثابت ہوا کہ عاجز ہونے سے کفارہ بالکل ساقط اور معاف نہیں ہوتا بلکہ وسعت کا منتظر رہتا ہے اور احوط یہ ہی کہ عاجز ہونے کی حالت میں توبہ و استغفار کرے بدلہ میں کفارہ کے اور جبتک عاجز رہے توبہ و استغفار کرتا رہے ۔

مسئلہ نمبر ۱۵۔ اگر مباشرت کرنے کی حالت میں حیض جاری ہو جائے اور باوجود اس کے علم کے علیحدگی اور حشفہ کے نکالنے کا قصد نہ ہو تو کفارہ واجب ہوگا

مسئلہ نمبر ۱۶۔ اگر عورت خود کہے کہ مَیں حائض ہوں یا یہ کہے کہ مَیں طاہر ہوں تو مباشرت کے جواز و عدم جواز میں اُسکا قول معتبر سمجھا جائے گا اسی بنا پر اگر کوئی شخص بعد خبر دینے کے کہ مَیں حائض ہوں اُسی عورت سے وطی کر بیٹھے تو کفارہ واجب ہوگا بشرطیکہ اُس کے کذب کا علم نہ ہو اسیطرح اگر وہ اوّل حیض یا وسط حیض ہونے کی اطلاع دے تو اسکا قول قابل سماعت اور معتبر ہوگا ۔

مسئلہ نمبر ۱۷۔ یہ بھی جائز ہے کہ بجائے دینار کے اُس کی قیمت کفارہ میں دی جائے اور قیمت میں اُسی زمانہ کے نرخ کا لحاظ لازم ہوگا جس میں کفارہ دیا جائیگا ۔

مسئلہ نمبر ۱۸۔ کفارہ طعام (تین مد گندم یا جَو) کا تین مسکینوں پر تقسیم کرنا احوط ہے اور کفارہ دینار کا ایک مسکین کو دینا جائز ہے اگرچہ اس کا چھ یا سات مسکینوں پر صرف کرنا احوط ہے ۔

مسئلہ نمبر ۱۹۔ اگر کوئی شخص زوجہ حائضہ سے ثلث اول و دوم و سوم ہر ایک

میں مباشرت کرے تو اس شخص پر کفارہ میں دینار اور نصف دینار اور رُبع دینار دینا لازم ہوگا اور مکرر مباشرت کرنے سے کفارہ بھی مکرر ہو جاتا ہے خواہ ایک حصۂ حیض میں تکرار ہو مثلاً ثلث اوّل میں دو مرتبہ وطی واقع ہوئی خواہ تینوں (اوّل۔ وسط۔ آخر) حصۂ حیض میں) تکرار ہو۔ بشرطیکہ کفارہ ادا کرنے کے بعد دوسری مرتبہ مباشرت ہو تو مکرر کفارہ واجب ہوگا ورنہ (اگر کفارہ دینے سے پہلے دو یا تین بار وطی ہو جائے) تو کفارہ کی تکرار احوط ہے۔

مسئلہ نمبر ۲۰۔ بعض علمائے کرام فرماتے ہیں کہ جیسا کہ زمانہ حیض میں وطی کرنے سے کفارہ واجب ہوتا ہے ویسا ہی زمانہ نفاس میں مباشرت کرنے سے بھی کفارہ لازم ہو جاتا ہے۔ دونوں لزوم کفارہ میں مساوی ہیں جناب سیّد صاحب اعلی اللہ مقامہ تحریر فرماتے ہیں کہ ان حضرات علمائے ممدوحین کے اس قول وخیال پر کوئی دلیل نہیں ہے البتہ زمانۂ نفاس میں وطی کا حرام ہونا بلا اشکال ہے۔ نویں زمانہ حیض میں طلاق جائز نہیں بلکہ باطل ہے اسی طرح اس زمانہ میں ظہار بھی باطل ہے بشرطیکہ وہ مدخولہ ہو اگرچہ دُبر ہی میں دخول حشفہ ہوا ہو اور شوہر اس کا حاضر ہو یا حاضر کے حکم میں ہو یعنی باوجود غیبت کسی ذریعہ سے حال زوجہ پر مطلع ہونا ممکن ہو اور وہ عورت حاملہ نہ ہو۔ پس اگر شرط مذکورہ کے خلاف مدخولہ نہ ہوگی یا اس کا شوہر غائب ہوگا یا غائب کے حکم میں ہوگا بایں طور کہ زوجہ کے حال پر اطلاع حاصل کرنا اُس کی قوت وطاقت سے باہر ہوگا۔ یا زوجہ حاملہ ہو تو طلاق زمانہ حیض میں بھی صحیح ہوگی۔

مسئلہ نمبر ۲۱۔ اگر شوہر غائب ہو اور وہ کسی ایسے شخص حاضر کو وکیل بنا دے کہ جو حال زوجہ پر مطلع ہو سکتا ہو تو زمانہ حیض میں طلاق دینا اس کو جائز نہیں کیونکہ وکیل بنانے سے یہ شخصِ غائب، حاضر کے حکم میں ہو جائے گا اور شوہرِ حاضر کا زمانہ حیض میں طلاق دینا جائز نہیں لہٰذا اس کا بھی طلاق دینا صحیح نہ ہوگا۔

مسئلہ نمبر ۲۲۔ اگر کسی شخص نے اپنی زوجہ کو پاک وصاف سمجھتے ہوئے طلاق دی اور بعد کو ظاہر ہوا کہ وہ حائضہ تھی پاک نہ تھی تو طلاق باطل ہو جائے گی۔ اور اس کے برعکس ظاہر ہونے پر یعنی جیسا اعتقاد تھا ویسا ہی ظاہر ہونے پر یعنی پاک معلوم اور ثابت ہونے پر طلاق صحیح ہو جائے گی۔

مسئلہ نمبر ۲۳۔ زمانہ حیض میں طلاق باطل ہے خواہ وہ حیض وجدانی اور قطعی

وہ عورت حائضہ قرار پا گئی ہو خواہ اقارب کی عادتوں کی طرف رجوع کرنے کی وجہ سے ہو یا تمیز وغیرہ کی طرف رجوع کرنے کی وجہ سے وہ عورت حائضہ قرار پا گئی ہو خواہ روایات منقولہ مذکورہ بالا پر عمل کرنے اور اس کے اختیار کرنے کی وجہ سے حائضہ ہو گئی ہو۔ بہر حال جب یہ طے ہو گیا کہ یہ زمانہ حیض ہے تو طلاق اس میں حرام ہو گی پہلے بیان ہو چکا ہے کہ جبکہ اقارب مفقود یا ان کی عادتوں میں اختلاف ہو تو ایام حیض مقرر کرنے میں عورت روایات کی طرف رجوع کرے گی اور اس کو اختیار حاصل ہو گا کہ ہر مہینہ میں ایک ہی روایت پر عمل کرے یا ہر مہینہ مختلف روایات پر عمل کرے پس اگر اس عورت کا شوہر اسکو زمانہ اختیار میں یعنی جس صورت میں اس کو اختیار حاصل ہے کہ جتنے دن چاہے حیض قرار دے طلاق دے اور یہ طلاق اختیار کرنے سے پہلے واقع ہو اور یہ عورت اپنے کو حائض قرار دے بوجہ روایات پر عمل کرنے کے تو طلاق باطل ہو جائے گی اور اگر حائض نہ ہونا اختیار کرے تو طلاق صحیح ہو گی اور اگر ابھی یہ عورت اپنے متعلق کوئی فیصلہ (حائض ہے یا نہیں) نہ کرنے پائی تھی کہ اس کو قضا آ گئی تو بھی طلاق باطل ہو گی۔

مسئلہ نمبر ۲۴ بحالت حیض یعنی دوران حیض میں طلاق اور ظہار اور وطی حرام ہیں اور اس کے وقوع پر کفارہ واجب ہے پس اگر عورت زمانہ حیض سے تو نکل جائے ایام ماہواری کے ختم ہو جائیں لیکن ابھی غسل نہ کرے تو احکام مذکورہ سب صحیح اور درست ہیں۔ طلاق بھی ہو سکتی ہے ظہار بھی واقع ہو سکتا ہے۔ مباشرت بھی جائز ہے بلا کفارہ وطی مباح ہے ابتدا اور احکام مثلاً مساجد میں دخول اور گذرنا تلاوت آیات سجدہ ازیں قبیل دیگر محرمات مذکورہ سب حرام رہیں گے تاوقتیکہ غسل نہ کرے۔ دسویں جب عورت کو یقین ہو جائے کہ حیض ختم ہو گیا تو غسل کرنا ان اعمال کے بجالانے کے لئے واجب ہے کہ جن میں طہارت شرط ہے مثلاً نماز۔ طواف۔ روزہ اور جن اعمال کے بجالانے کیلئے طہارت سنت ہے ان کے لئے غسل کرنا سنت ہے اور جو اعمال واجب نہیں اور ان کے بجالانے کیلئے غسل کی شرط ہے ان کے لئے بھی بوجہ شرط ہونے کے غسل کرنا ضروری ہے۔

مسئلہ نمبر ۲۵ غسل حیض کا طریقہ وہی ہے جو غسل جنابت کا مذکور ہوا۔ ترتیبی اور ارتماسی اور دیگر امور مذکورہ میں دونوں مساوی ہیں کوئی فرق نہیں اور مثل غسل جنابت یہ بھی مستحب لنفسہٖ ہے البتہ غسل جنابت کیلئے وضو کی حاجت نہیں محض غسل ہی کافی

ہے۔ بخلاف حیض کے کہ اسکے غسل کے ساتھ وضو بھی واجب ہے خواہ غسل سے
پہلے کرلیوے یا بعد کو یا درمیان غسل میں کرلیوے۔ عورت کو اختیار ہے اگرچہ جو
غسل تنہا کافی نہیں اُن کے لئے افضل یہی ہے کہ غسل سے پہلے وضو ہو ؛

مسئلہ نمبر ۲۶۔ جبکہ عورت کو اختیار ہے کہ جب چاہے وضو کرے خواہ پہلے
یا بعد یا درمیان میں اور یہ بعد غسل وضو کرنا اختیار کرے تو وضو سے پہلے بعد غسل
کے تمام وہ چیزیں حلال اور مباح ہو جائیں گی کہ جو بوجہ حیض کے حرام تھیں کیونکہ وضو
کی غسل حیض کے صحیح ہونے میں شرط نہیں تاکہ بدون اس کے محرمات حلال نہ ہو بلکہ
اس کا واجب ہونا غسل کے ساتھ محض انہی اعمال کیلئے ہے کہ جو بدون وضو نہیں
ہو سکتے جو کہ وضو پر موقوف ہیں مثلاً نماز وغیرہ۔ لہٰذا یہ بعد غسل بدون وضو درست
نہ ہوں گے نہ کہ دیگر محرمات اور ناجائز حلال اور مباح نہ ہو ؛

مسئلہ نمبر ۲۷۔ اگر غسل متعذر ہو تو تیمم واجب ہوگا بدل غسل کے۔ اگر وضو بھی ضرر
کرتا ہو تو اس کے بدلے بھی تیمم ہوگا۔ خلاصہ یہ کہ اس حالت میں دو تیمم لازم ہوں گی
ایک بدل غسل دوسرے بدل وضو اور اگر پانی اتنا ہو کہ اُس سے یا تو غسل ہی ہو سکتا
ہے یا وضو ہی۔ دونوں نہیں ہو سکتے تو اس صورت میں غسل کو مقدم کیا جائیگا یعنی
عورت کو چاہیئے کہ غسل کرے اور بدل وضو تیمم کرے ؛

مسئلہ نمبر ۲۸۔ وطی کا جائز ہونا غسل حیض پر موقوف نہیں بلکہ نہانے سے پہلے
بھی مباشرت جائز ہے اگرچہ مکروہ ہے اور اس کے جواز کیلئے فرج کا دھونا بھی واجب
نہیں۔ وطی سے پہلے اگرچہ احوط ہے بلکہ احوط وطی کا نہ کرنا غسل سے پہلے ہے ؛

مسئلہ نمبر ۲۹۔ غسل حیض کیلئے پانی کا انتظام اور اس کا مہیا کرنا شوہر پر واجب ہے
خواہ زوجہ آزاد ہو یا کنیز ہو۔ بہرحال اقوی یہی ہے کہ کنیز کے نہانے کیلئے اُس کا آقا پانی
کا انتظام کرے اور زوجہ کے غسل کے لئے اُس کا شوہر انتظام کرے ؛

مسئلہ نمبر ۳۰۔ جو عورت کسی عذر شرعی کی وجہ سے بدل غسل حیض تیمم کرے اور
بعد تیمم حدث اصغر (پیشاب یا پاخانہ ریاح کا صدور) کا صدور ہو جائے تو تیمم اُس کا
باطل نہ ہوگا بلکہ جب تک غسل پر قادر نہ ہو وہ عذر برطرف نہ ہو کہ جس کی وجہ سے بدل غسل
تیمم کیا تھا وہ تیمم باقی رہیگا۔ گیارھویں۔ زمانہ حیض میں جو روزے ماہ صیام یا اُس کے

علاوہ کسی اور قسم کے واجب روزے ترک ہوئے ہیں اُن کی قضا بعد طہارت واجب ہے
لیکن جو پنجگانہ نمازیں حالت حیض میں ترک ہوتی ہیں اُن کی قضا ساقط ہے البتہ روزانہ
نماز کے علاوہ اور نمازیں جو واجب ہوں مثلاً نماز طواف۔ نماز نذر معین چاند گرہن۔
سورج گرہن وغیرہ کی نمازیں اُن کی قضا علی الاحوط واجب ہے بلکہ علی الاقوی
بعد طہارت ان کی قضا لازم ہے۔

مسئلہ نمبر ۳۱ - اگر کوئی عورت اوّل وقت نماز اتنا وقت پائے کہ جس میں نماز تمام
وکمال مع شرائط واقل واجبات پڑھ سکتی تھی لیکن نہ پڑھے اور حیض شروع ہو جائے تو بعد
طہارت وغسل اس نماز کی قضا واجب ہوگی۔ اسی طرح اگر عورت ناگہانی اور اتفاقیہ خون
حیض کے آنے پر مطلع ہو اور اس کو معلوم ہو کہ ایسا ہو جایا کرتا ہے تو اس پر واجب ہے
کہ نماز پڑھنے میں جلدی کرے اگر تساہل اور سستی کرے گی اور نماز نہ پڑھے گی تو بعد طہارت
اس نماز کی قضا کرے گی اور جن مقامات پر کہ عورت کو اختیار دیا گیا ہے اپنے کو حائض
قرار دینے میں یعنی روایات پر عمل کر کے جتنے دن چاہے اپنے حیض کے قرار دے لے
اُس کو جائز ہے کہ اُن مقامات پر بس اتنا وقت گزر جانا قبل اختیار کرنے کے کہ جس میں
نماز قصر پڑھی جاسکتی ہے پوری نماز نہیں پڑھی جاسکتی ہو بعد طہارت قضا کیلئے کافی ہوگا۔
یعنی اگر اتنا وقت اسکو ملگیا تھا کہ جس میں بجائے چار رکعت کے دو رکعت پڑھی جاسکتی ہو اور
یہ بالکل نہ پڑھے اور روایات پر عمل کر کے حائضہ ہو جائے تو بعد طہارت اس نماز کی قضا
لازم ہوگی ورنہ یعنی اگر نماز قصر کے وقت کی برابر بھی وقت نہیں ملا ہو تو قضا واجب نہیں
اگرچہ علی الاحوط[۱] قضا ہے جبکہ باطہارت نماز کا وقت ملگیا ہو اگرچہ اور شرائط مثل وضو وغیرہ
مفقود ہوں بلکہ اتنا وقت ملگیا ہو کہ زیادہ مقدار نماز کی حیض جاری ہونے سے پہلے باطہارت
ہو سکتی ہو اور پھر یہ نماز نہ پڑھے تو اس نماز کی احتیاطاً قضا کریگی بلکہ وقت نماز داخل ہونے
کے بعد نماز پڑھنے سے پہلے جب حیض شروع ہو جائے اور عورت حائضہ ہو جائے تو اُس
نماز کی بہرحال قضا کرنی ہو گی علی الاحوط اگرچہ ضروریات نماز اور واجبات نماز میں سے
کسی کو بھی ابھی نہ کرنے پائی تھی کہ وقت داخل ہونے کے بعد حائضہ ہو جائے تو احتیاطاً

---

[۱] اس کو ترک نہ کرنا چاہیے (ابوالحسن مدظلہ)

اس نماز کی قضا کرے گی۔

مسئلہ نمبر ۳۲۔ اگر ایسے وقت حیض تمام ہو کہ غسل اور دیگر شرائط نماز بجالا کر نماز کی ایک رکعت کا وقت مل جائے تو وہ نماز پڑھنا واجب ہے اور نہ پڑھنے کی صورت میں اس کی قضا لازم ہوگی ورنہ (ایک رکعت کا بھی وقت نہ ملے تو) نہ ادا واجب ہے اور نہ قضا۔ اگرچہ احوط[1] یہ ہے کہ جبکہ ایک رکعت کا وقت آخر وقت میں بعد طہارت مل جائے اگرچہ دیگر شرائط نماز مفقود اور قدرت سے باہر ہوں تو بھی اس نماز کی قضا ہوگی۔ بلکہ احوط یہ ہے کہ جبکہ وقت نماز خارج ہونے سے پہلے عورت حیض سے پاک ہو جائے تو ہر حال میں اس نماز کی قضا کرے گی خواہ دیگر شرائط نماز کے حاصل کرنے پر اس کو اس وقت میں قدرت و طاقت ہو خواہ نہ ہو بہر طور جب نماز کے وقت میں یہ پاک ہوگئی تو اس نماز کی قضا پڑھے گی۔ اگر غفلت سے اسکو ادا نہ کر سکی ہے اور اگر آخر وقت میں اتنا وقت ملے کہ تیمم کر کے ایک رکعت پڑھ سکتی ہے تو نہ پڑھنے کی حالت میں اس کی قضا واجب نہ ہوگی بشرطیکہ تنگی وقت کے علاوہ ضیق وقت سے قطع نظر کر کے اس عورت کا وظیفہ یعنی تکلیف بعد بند ہو جانے حیض کے تیمم کی ہو یعنی مثلاً بوجہ بخار کے یہ غسل نہ کر سکے تو صورت حال میں نماز کی قضا کرنی ہوگی اگرچہ احوط یہ ہے کہ جبکہ بوجہ عذر شرعی علاوہ ضیق وقت یہ غسل نہیں کر سکتی تو تیمم کر کے پوری رکعت مع تمام ذکر واجب سجدہ کے بجالائے اگر اس سے غفلت کرے گی نہ پڑھیگی تو قضا پڑھنی ہوگی۔

مسئلہ نمبر ۳۳۔ وقت نماز داخل ہونے سے پہلے اگر تمام وہ شرائط نماز حاصل ہوں کہ جن سے نماز صحیح ہو سکتی ہے تو وقت داخل ہونے پر نماز پڑھنے میں جلدی کرنا عورت پر واجب ہے اور قبل جاری ہونے حیض کے اتنا وقت گذر جانے پر کہ جس میں یہ عورت بخوبی نماز پڑھ سکتی تھی اور پھر بوجہ غفلت نہ پڑھے تو اس نماز کی قضا واجب ہوگی۔ خلاصہ یہ کہ علاوہ طہارت دیگر شرائط نماز کی تحصیل کا لحاظ کہ اتنا وقت مل جائے۔ اور گذر جائے کہ جس میں باشرائط نماز پڑھ سکتی ہو تو نہ پڑھنے پر قضا واجب ہوگی ورنہ

[1] یہ احتیاط واجب ہے ترک نہ ہونی چاہئے (ابوالحسن مدظلہ)

نہیں یہ اُس وقت میں ہے جبکہ شرائط مذکورہ حاصل ہوں تو اُن کے مہیا کرنے میں دیکھا جائیگا کہ وقت میں اسقدر گنجایش ہے کہ ان کی تحصیل کی جائے اور وقت میں نماز ہو جائے

مسئلہ نمبر ۳۴ - جبکہ عورت کو یہ گمان ہو کہ وقت اتنا کم ہے کہ ایک رکعت بھی بعد طہارت وقت میں نہیں ہو سکتی اور یہ گمان کر کے نماز کو چھوڑ دے اور بعد کو وقت گذر نے پر ظاہر ہو کہ یہ گمان غلط تھا وقت میں نماز پڑھنے کی گنجایش تھی تو اب اس نماز کے بعد طہارت قضا واجب ہو گی ؛

مسئلہ نمبر ۳۵ - جبکہ عورت کو بعد طہارت گنجایش وقت میں شک ہو کہ نہ معلوم وقت میں اتنی گنجایش ہے یا نہیں کہ جس میں نماز پڑھی جا سکے تو ایسی حالت میں نماز پڑھنے میں جلدی کرنی واجب ہے ؛

مسئلہ نمبر ۳۶ - جبکہ اوّل وقت نماز میں کچھ آثار و علامات ایسے پائے جائیں کہ جن سے حیض کا آنا معلوم ہوتا ہو اور یہ معلوم ہوتا ہو کہ حیض شروع ہونے والا ہے تو ایسی حالت میں عورت پر واجب ہے کہ جلدی سے نماز سے فراغت حاصل کرے بلکہ اگر حیض کے جاری ہونے یا نہ ہونے میں شک ہو تو بھی علی الاحوط نماز جلدی سے پڑھ لی جائے اور اگر ان دونوں صورتوں میں نماز پڑھنے میں جلدی نہ کرے گی اور حیض شروع ہو جائے گا تو اس نماز کی قضا کرنی بعد طہارت واجب ہو گی بشرطیکہ یہ ثابت ہو جائے کہ جس وقت حیض کے متعلق معلوم ہُوا تھا کہ اب آنیوالا ہے اُس وقت اتنا وقت نہ تھا کہ نماز پڑھی جا سکے تو اس نماز کی قضا لازم نہ ہو گی ؛

مسئلہ نمبر ۳۷ - جبکہ عورت آخر وقت نماز میں ایسے تنگ وقت پاک ہو کہ اتنا وقت باقی رہے کہ دو نمازوں میں سے ایک ہو سکتی ہو تو اس پر دوسری نماز کا پڑھنا واجب ہے نہ کہ اوّل کا یا دونوں کا مثلاً غروب میں اتنی دیر ہے کہ ایک نماز ہو سکتی ہے - دونوں نہیں ہو سکتیں تو اسکو چاہیئے کہ نماز عصر پڑھ لے اور اگر غروب میں اتنی تاخیر ہے کہ پانچ رکعت غروب سے پہلے پہلے ہو سکتی ہیں تو ظہر و عصر دونوں پڑھنا واجب ہیں ؛

مسئلہ نمبر ۳۸ - اگر عورت رات میں ایسے وقت پاک ہو کہ بعد طہارت و غسل وغیرہ محض چار رکعت نماز پڑھ سکتی ہو تو اس کو چاہیئے کہ محض نماز عشا پڑھے مغرب نہ پڑھے بشرطیکہ وُہ حضر میں ہو ورنہ (اگر سفر میں ہے) تو مغرب و عشا دونوں پڑھے کیونکہ چار رکعت

بھر وقت باقی رہنے میں تین رکعت مغرب کی اور ایک رکعت عشا کی وقت میں ہو جائیں گی۔ باقی رہی دوسری رکعت عشا کی وہ وقت سے باہر ہوگی۔ اس میں کوئی مضائقہ نہیں کیونکہ جب ایک رکعت وقت میں ہوگئی تو گویا پوری نماز وقت میں ہوگئی اس کے متعلق مسئلہ اوقات نماز میں گذر چکا ہے اور اگر یہ عورت ایسے مقام پر ہو کہ جہاں اس کو اختیار ہو کہ چاہے قصر پڑھے چاہے پوری تو اس کے لئے یہ اجازت نہیں کہ ایسی حالت میں پوری نماز پڑھنا اختیار کرے اور نماز مغرب کو چھوڑ دے بلکہ ایسے موقع پر مناسب یہی ہے کہ قصر نماز پڑھے تاکہ دونوں نمازیں ہو جائیں ؛

مسئلہ نمبر ۳۹۔ جبکہ غسل سے پہلے عورت یہ سمجھتی ہو کہ بعد غسل دونوں نماز پڑھنے کا وقت باقی رہیگا اور اس خیال سے وہ غسل شروع کردے اور بعد غسل ظاہر ہو کہ وقت میں اتنی گنجائش نہیں کہ دونوں نمازیں ہو سکیں بلکہ محض دوسری نماز ہو سکتی ہے تو اُس عورت پر واجب ہے کہ محض دوسری نماز پڑھے اور پہلی کی قضا کرے اور اگر نماز کا وقت تنگ سمجھتے ہوئے مثلاً محض نماز عصر شروع کردے اور بعد ختم نماز ظاہر ہو کہ وقت میں اتنی گنجائش ہے کہ ظہر و عصر دونوں ہو سکیں تو اسکی نماز عصر صحیح رہے گی اور بعد اس کے نماز ظہر پڑھنا اس پر واجب ہوگا اور اگر نماز کا وقت نکلنے کے بعد یہ معلوم ہوا کہ جس وقت اس نے عصر کو مقدم کیا تھا اُس وقت ظہر و عصر دونوں کا وقت تھا اب نہیں ہے تو ظہر کی قضا واجب ہوگی عصر صحیح رہیگی ؛

مسئلہ نمبر ۴۰۔ جبکہ عورت ایسے تنگ وقت میں طاہر ہو کہ بعد غسل ایک نماز کے بقدر وقت باقی رہے اور یہ عورت ایسے مقام پر ہو کہ جہاں سمت قبلہ مشتبہ ہو تو اس عورت کو چاہئے کہ جن اطراف میں قبلہ مشتبہ ہو۔ اُن میں سے ایک سمت اور طرف کو اختیار کرکے نماز شروع کردے اور اگر مثلاً غروب ہونے میں اتنی دیر ہو کہ دو نماز پڑھ سکتی ہو اور صورتِ حال یہی ہو کہ قبلہ مشتبہ ہو تو کسی ایک سمت کو اختیار کرکے دونوں نمازیں پڑھ لے ؛

مسئلہ نمبر ۴۱۔ **حائض کے مستحبات** سُنّت ہے کہ حائض اوقات نماز (بقدر زمانہ نماز) میں خرقہ (گدی) اور پنبہ (رُوئی) تبدیل کرکے اور صفائی اور پاکیزگی کے بعد وضو کرکے بلکہ جس نماز کا جو وقت مقرر ہے اُس میں بعد وضو اپنے مصلّے پر قبلہ رُو

بیٹھے اور حمد و تہلیل و تسبیح و ذکر خدا اور نبیؐ اور اُن کی آلؑ پر درود بھیجنے اور تلاوت قرآن میں مشغول رہے اگرچہ تلاوت کلام اللہ سوائے سورہ ہائے عزائم حائض کیلئے مکروہ ہے مگر اس وقت مستحب ہے اور بہتر ہے کہ بجائے تلاوت کلام اللہ تسبیحاتِ اربعہ پڑھے اور اگر وضو نہ کر سکتی ہو تو تیمم بدل وضو کر کے مصلّے پر بیٹھ جائے اور اذکارِ مذکورہ بالا میں مشغول ہو جائے اور بعد وضو یا تیمم حائض کیلئے اسی میں بہتری ہے کہ خواہ بلا فصل اذکارِ مذکورہ بالا شروع کر دے کوئی اور کام بعد وضو یا تیمم نہ کرے اور یہ اذکارِ مذکورہ بعد وضو یا تیمم بحالت قیام بھی حائض بجا لا سکتی ہے اگرچہ بیٹھنے پر قادر ہو تو بھی کھڑی ہو کر ذکر خدا وغیرہ کر سکتی ہے اور یہ بھی یاد رکھنے کی بات ہے کہ اس وضو کے نواقض وہی ہیں جو کہ بحث وضو میں عام وضو کے نواقض بیان ہوئے ہیں۔

مسئلہ نمبر ۴۲۔ مکروہات حائض کے لیئے مہندی وغیرہ کا خضاب لگانا اور تلاوت کلام اللہ اگرچہ سات آیتوں سے کم ہو اور کلام اللہ کا اُٹھانا اور قرآن کے حاشیہ اور ورق اور ما بین سطور کا مس کرنا اگرچہ تحریر تک ہاتھ نہ پہنچے ورنہ حرام ہو جائیگا۔

مسئلہ ۴۳۔ حائض کے لیئے حالت حیض میں سُنّتی غسل مثل غسل جمعہ اور غسل احرام یا غسل توبہ وغیرہ مستحب ہیں۔ اب رہے واجبی غسل اُن کے متعلق اختلاف ہے بعض علما فرماتے ہیں کہ حالتِ حیض میں غسل واجب دُرست نہیں اور حیض کے زمانہ میں حدث کا ارتفاع نہیں ہو سکتا۔ اسی طرح سُنّتی وضو بھی ایام ماہواری کے دَوران میں صحیح نہیں اور بعض فقہا فرماتے ہیں کہ حائض غسلِ جنابت کر سکتی ہے۔ یہی غسل بس دورانِ حیض میں صحیح ہو سکتا ہے دُوسرا نہیں اور اقویٰ یہ ہے کہ سب قسم کے غسل واجب اِس زمانہ میں صحیح اور حدث کا ارتفاع ہو سکتا ہے اگرچہ حدث حیض باقی رہے بلکہ سُنّتی وضو جو کہ رفع حدث کی غرض سے نہیں ہوتے وُہ بھی حائض کر سکتی ہے۔

فصل اِستحاضہ کے بیان میں

خون استحاضہ کبھی تنہا وضو کے واجب ہونے کا باعث ہوتا ہے اور کبھی غسل و وضو دونوں کا بشرطیکہ فرج سے باہر نکل جائے اگرچہ بقدر سر سوزن ذرہ کے برابر کیوں نہ ہو۔ احکام استحاضہ جاری ہو جائیں گے اور جب تک باطنی حصہ شرمگاہ کا

صاف نہ ہو خونِ استحاضہ سے اس کا حدث باقی رہیگا۔ احکام جاری رہیں گے بلکہ احوط یہ ہے کہ خون استحاضہ اپنے مجرا و مقام یعنی رگ سے جس کا نام عاذل ہے خارج ہو کر فضائے فرج تک پہنچے لیکن بیرون فرج خارج نہ ہو تو بھی اس پر احکام استحاضہ جاری ہوں گے یہ خون اکثر زرد رنگ اور رقیق القوام ہوتا ہے اور اس کے نکلنے میں سوزش اور تیزی مثل حیض کچھ نہیں ہوتی اور کبھی یہ خون اوصاف میں خون حیض کی مشابہ ہوتا ہے لیکن شرائط حیض کے نہ پائے جانے کے باعث استحاضہ میں شمار ہوتا ہے اس خون کیلئے نہ قلت میں کوئی حد مقرر ہے نہ کثرت میں اور جو خون زخم کے علاوہ ہو اور جس پر حکم حیض جاری نہ ہو سکے وہ استحاضہ ہی کے حکم میں ہوگا۔ ایسے خون پر احکام استحاضہ ہی جاری ہوں گے بلکہ اگر کسی خون کے متعلق شک ہو اور معلوم نہ ہو کہ یہ خون استحاضہ ہے یا کوئی اور خون ہے اور علامات سے اس خون کا استحاضہ ہونا معلوم نہ ہو تو بھی علی الاحوط اس پر حکم استحاضہ جاری کیا جائے گا۔

مسئلہ نمبر ۱۔ استحاضہ کی تین قسمیں ہیں قلیلہ۔ متوسطہ اور کثیرہ۔ اول کی شناخت یہ ہے کہ اگر فقط روئی کی ظاہری سطح آلودہ ہو جائے اور اتنا نہ ہو کہ اس کے اندر نفوذ کرے تو قلیلہ ہے۔ دوسری قسم استحاضہ کی شناخت یہ ہے کہ خون روئی کے اندر نفوذ کرے لیکن سیلان پیدا نہ ہو یعنی روئی سے بہ کر خرقے تک نہ پہنچے تو متوسطہ ہے اور کل روئی میں نفوذ کرنا ضروری نہیں بلکہ روئی کے بعض اطراف اور حصوں میں نفوذ کرنا کافی ہے۔ تیسری قسم استحاضہ کی شناخت یہ ہے کہ خون روئی کے اندر نفوذ کرے اور سیلان بھی حاصل ہو جائے بہ کر خرقے تک خون پہنچ جائے تو کثیرہ ہے۔

تینوں قسموں کے احکام یہ ہیں قلیلہ کا حکم یہ ہے کہ ہر نماز کے لئے خواہ واجب ہو یا سنت جدا جدا وضو کرتی رہے اور ہر نماز کے لئے روئی کا بدل ڈالنا یا اس کا پاک کرنا بھی لازم ہے۔ متوسطہ کا حکم یہ ہے کہ قلیلہ کے احکام بجالانے کے علاوہ ہر نماز صبح کے لئے ایک غسل بھی کرے۔ کثیرہ کا حکم یہ ہے کہ احکام مذکورہ بالا (قلیلہ و متوسطہ کے احکام) بھی بجالائے اور دو غسل زیادہ بجالائے ایک ظہرین کیلئے اور ایک مغربین کے لئے اور ظہر و عصر ملا کر پڑھے اور مغرب و عشا ملا کر پڑھے۔ اگر ملا کر نہ پڑھے تو بھی جائز ہے مگر اس صورت میں پانچ غسل لازم ہوں گے یعنی ہر نماز کے لئے

ایک جداگانہ غسل اور بہتر یہ ہے کہ پہلی نماز (مثل ظہر و مغرب) کے فضیلت کے وقت کے آخری حصہ میں غسل کرے تاکہ دونوں نماز فضیلت کے وقت میں ہو جائیں اور دو نماز سے زائد ایک غسل سے پڑھنا جائز نہیں البتہ نماز واجبی کے غسل سنتی نمازوں کے لئے کافی ہیں لیکن ہر دو رکعت سنتی کے لئے وضو کرنا واجب ہے۔

مسئلہ نمبر۲۔ بہت ممکن ہے کہ خون کی زیادتی ہو جائے اور جو قلیلہ ہے وہ متوسط نماز صبح پڑھ لینے کے بعد ہو جائے تو وہ نماز صحیح ہو گی اُس کے لئے غسل واجب نہ ہوگا دیگر نمازوں کے لئے اس حالت کے حکم کی پابندی لازم ہو گی یا نہ ہو گی جو جدید پیدا ہوئی ہے اس میں اختلاف ہے اقوی یہ ہے کہ جو جدید حالت پیدا ہوئی ہی اُس کی پابندی لازم ہے آئندہ نمازوں کے لئے یعنی ظہرین کے لئے غسل واجب ہے اسی طرح اگر بعد ظہرین کے یہ تغیر پیدا ہو تو مغربین کیلئے غسل واجب ہو گا۔ ظہرین پر حالت سابقہ کے احکام جاری رہیں گے۔ بہر حال متوسطہ پر ایک ہی غسل واجب رہا اس کی وجہ سے ایک ہی غسل واجب ہوگا خواہ وہ صبح کیلئے ہو اگر پہلے سے متوسطہ ہے خواہ ظہرین کیلئے ہو اگر بعد صبح تغیر پیدا ہو گیا ہے خواہ مغرب و عشا کے لئے ہو اگر بعد ظہرین جدید حالت ہو گئی ہے پس اگر نماز صبح سے پہلے قلیلہ متوسطہ ہو جائے تو بدون غسل نماز صبح نہ ہو گی اُس کے لئے غسل اجب و لازم ہے اور اگر بعد نماز صبح تغیر پیدا ہو کر متوسطہ تک پہنچ جائے تو ظہرین بدون غسل صحیح نہ ہونگی اور اگر بعد ظہرین حالت بدلے گی تو اس سے پہلے کی نمازیں سب بلا غسل صحیح رہیں گی۔ مغربین بدون غسل نادرست رہینگی۔ اس کیلئے غسل واجب ہوگا اور اگر نماز صبح پڑھنے سے پہلے قلیلہ متوسطہ ہو جائے اور نماز صبح بلا غسل درانحالیکہ اپنی حالت سے واقف تھی عمداً یا بھول کر پڑھے تو ظہرین کیلئے غسل کرنا لازم ہو گا۔ اگرچہ ظہرین سے پہلے ہی خون بند ہو جائے بلکہ نماز صبح سے پہلے شروع ہو کر اگر بند بھی ہو جائے تو بھی نماز صبح کے لئے غسل واجب ہو گا اور اُس وقت غسل نہ کرنے کی حالت میں ظہرین بلا غسل نہ ہونگی اور اگر بعد نماز صبح متوسطہ میں تغیر پیدا ہو جائے اور کثیرہ کی حد میں داخل ہو جائے تو چونکہ بعد نماز صبح یہ عورت کثیرہ کی حدود میں داخل ہوئی ہے اسوجہ سے بجائے تین غسل کے اس پر اس دن میں دو غسل کرنے ہوں گے یعنی دو غسل واجب ہوں گے اور اگر بعد ظہرین یہ تغیر ہوا ہے اور جدید حالت ظہر و عصر سے فراغت کے بعد پیدا ہوئی ہے

تو ایک ہی غسل واجب ہو گا مغربین کے لئے غسل کرنا لازم ہو گا۔

مسئلہ نمبر ۳ - اگر صبح ہونے سے پہلے قلیلہ متوسطہ یا کثیرہ ہو جائے تو صبح ہونے کے بعد نماز صبح کیلئے ایک غسل کرنا واجب ہو گا۔ پس اس بنا پر صبح صادق سے پہلے غسل کرنا جائز نہیں البتہ اگر نماز شب یعنی تہجد پڑھنے کا ارادہ ہے تو صبح والے غسل کو اگر صبح ہونے سے پہلے نماز شب پڑھنے کی غرض سے کرلیوے تو کوئی مضائقہ نہیں۔

مسئلہ نمبر ۴ - استحاضہ والی عورت پر واجب لازم ہے کہ اپنے حال کی تحقیق اور جانچ کرے۔ استحاضہ کی تحقیق کرے کہ استحاضہ ہے یا نہیں۔ اس کی تحقیق کے بعد یہ معلوم کرے کہ تینوں قسموں میں سے کونسی قسم میں یہ استحاضہ داخل ہے اس کو اس طور سے معلوم کرے کہ فرج میں تھوڑی سی روئی داخل کر کے تھوڑی دیر صبر کرے اس کے بعد نکال کر دیکھے۔ جیسی روئی کی حالت ہو ویسا عمل کرے اگر بعض سطح آلودہ ہو گئی ہو۔ اور نفوذ نہ کیا ہو قلیلہ سمجھے اگر نفوذ کر گیا۔ بلا سیلان تو متوسطہ سمجھے اگر سیلان بھی ہو تو کثیرہ سمجھے بہر حال استحاضہ والی عورت پر امتحان اور جانچ واجب ہے عمل سے پہلے۔ پس اگر بدون امتحان نماز پڑھے گی تو نماز باطل ہو جائے گی بشرطیکہ واقع کے مطابق ہو حقیقت حال کے موافق ہو یعنی اصل میں پاک و طاہر ہو استحاضہ سے تو بدون جانچ نماز پڑھنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے یا بقصد قربت نماز پڑھی ہو جیسا کہ غفلت کی حالت میں جبکہ یہ معلوم نہ ہو کہ وقت نماز ہے یا نہیں تو قربت کی نیت نماز کی صحت کے لئے کافی ہو جاتی ہے۔ اگر در حقیقت وقت تھا تو ادا اور اگر نہیں تھا تو بھی نیت قضا کیلئے کافی ہو جائے گی دوبارہ اس نماز کے پڑھنے کی حاجت نہیں۔ یہ بھی یاد رکھنے کی بات ہے کہ عمل سے پہلے امتحان اسی وقت واجب ہے جبکہ یہ عورت امتحان اور جانچ پر قدرت رکھتی ہو ورنہ (اگر قادر نہ ہو) جس بات کا اس کو علم ویقین کسی صورت سے بھی ہو جائے اس کے موافق عمل کرے بشرطیکہ اس سے پہلے کی حالت اسکی قلیلہ یا متوسطہ نہ ہو ورنہ (اگر پہلے قلیلہ تھی یا متوسطہ تھی) حالت سابقہ ہی پر عمل کرتی رہے گی۔ اگر پہلے قلیلہ تھی تو اب بھی قلیلہ سمجھے اگر پہلے متوسطہ تھی تو اب بھی متوسطہ سمجھے اور وقت سے پہلے یہ امتحان اور جانچ کرنا کافی نہ ہو گا مگر جبکہ اس کا علم ہو جائے کہ وقت کے بعد بھی یہی حالت رہیگی جو کہ وقت سے پہلے اب ہے یعنی اپنی حالت نہ بدلنے کا اگر عورت کو علم ہو جائے تو وقت سے پہلے ہی اگر جانچ

جانچ کرلیوے تو بھی کافی ہوگا ؛

مسئلہ نمبر ۵۔ استحاضہ والی عورت پر ہر نماز کے لئے خواہ وہ نماز واجبی ہو یا سُنتی وضو کرنا واجب ہے۔ اسی طرح روئی کا بدلنا یا اُس کا پاک کرنا اور روئی پر جو خرقہ (گدی) رکھی جائے اُس کا بدلنا یا پاک کرنا ہر نماز کیلئے واجب ولازم ہے بشرطیکہ خرقہ خون میں آلودہ ہوجائے ورنہ کوئی دھونے یا بدلنے کی ضرورت نہیں وہی کافی ہو اور اسی طرح فرج کو باہر سے پاک کرنا واجب ہے بشرطیکہ ظاہر فرج تک خون پہنچ گیا ہو ورنہ طہارت کی کوئی ضرورت نہیں ہے لیکن نماز احتیاط اور اجزائے فراموش شدہ اور سجدہ ہائے سہو (بشرطیکہ نماز سے متصل ادا کئے جائیں) کے واسطے وضو علیحدہ کرنا واجب نہیں بلکہ اصل نماز کے لئے جو وضو وغیرہ کیا تھا وہی ان کی ادا کرنے کیلئے کافی ہے۔ البتہ اگر نماز کا اعادہ از روئے احتیاط کرنا چاہئے یا بوجہ تحصیل ثواب جماعت سے دوبارہ نماز پڑھنا چاہے تو تجدید وضو واجب ولازم ہے

مسئلہ نمبر ۶۔ تجدید وضو ہر نماز کیلئے اور روئی وغیرہ کی طہارت یا تبدیلی بس اُسی وقت تک واجب ولازم ہے جب تک کہ خون کی آمد کا سلسلہ برابر جاری رہے پس اگر نماز ظہر سے پہلے خون کا بند ہونا فرض کرلیا جائے تو روئی وغیرہ کی طہارت محض نماز ظہر کیلئے واجب رہے گی۔ نماز عصر کے لئے اِن امور (روئی کی تبدیلی یا طہارت خرقہ کی تبدیلی یا طہارت خرج کی طہارت) کی کوئی ضرورت نہ ہوگی۔ اسی طرح اس کے بعد والی نماز مغرب وعشا کے لئے بھی ان امور مذکورہ کی حاجت نہ ہوگی اور اگر خون کا بند ہونا بعد نماز ظہر فرض کیا جائے تو امور مذکورہ کی بجا آوری محض نماز عصر کے لئے لازمی ہوگی اس کے مابعد والی نماز مغرب وعشا کیلئے ان امور کا لحاظ ضروری نہ ہوگا۔ اسی طرح جو وضو نماز ظہر کیلئے تھا اگر اسکا باقی رہنا مغرب وعشا تک معلوم ہو تو اس کی بھی تجدید ہر نماز کیلئے واجب نہ ہوگی بشرطیکہ یہ ثابت ہوجائے کہ ظہر کے لئے وضو کرنے سے پہلے خون استحاضہ بند ہو چکا ہے ؛

مسئلہ نمبر ۷۔ ہر وہ مقام ومحل کہ جہاں عورت پر غسل کے ساتھ وضو بھی لازمی ہے عورت کے لئے جائز ہے جسکو چاہے پہلے بجالائے اور جسکو چاہے بعد کو خواہ پہلے غسل کرے خواہ پہلے وضو کرے اس میں عورت کو اختیار دیدیا گیا ہے اگرچہ بہتری اسی میں ہے کہ پہلے وضو کرے اُس کے بعد غسل ؛

مسئلہ نمبر ۸ - مستحاضہ کو وضو یا غسل کے بعد فوراً نماز پڑھ لینی چاہئے لیکن اس کے یہ معنی نہیں کہ مقدار واجب پر اکتفا کرے بلکہ اذان واقامت اور جو دعائیں ائمہ حضرات سے منقول ہیں بعد از اں اور قبل نماز وہ اور دیگر مستحبات بھی نماز میں بجا لا سکتی ہے پڑھ سکتی ہے ان کا پڑھنا اور بجا لانا تعجیل کے منافی اور مضر نہیں البتہ اگر تاخیر کر دے گی اول وقت وضو یا غسل کرے گی اور نماز کو دیر میں پڑھیگی تو نماز صحیح نہ ہوگی مگر یہ کہ معلوم ہو جائے کہ اول وقت جو وضو کیا تھا اُس وقت سے اس وقت تک نہ تو خون نکلا اور نہ فضائے فرج میں ہے یعنی خون کا بند ہو جانا اگرچہ تھوڑی دیر کیلئے معلوم ہو جائے تو تاخیر بھی نماز کی صحت میں مضر نہ ہوگی نماز صحیح ہو جائے گی ۔

مسئلہ نمبر ۹ - مستحاضہ پر بعد وضو وغسل خون کا تحفظ کرنا واجب ہے اور اس طرح باندھ لینا لازم ہے کہ خون اِدھر اُدھر بہنے نہ پائے ۔ رُوئی وغیرہ رکھکر مضبوطی سے کپڑا رُوئی کے اوپر رکھکر باندھ لینا چاہئے ۔ اگر اس تدبیر سے تحفظ ہو جائے اور خون رُک جائے تو خیر ورنہ اس طور سے بندش کی جائے کہ مثل لنگوٹ ہو جائے ۔ پس اگر تحفظ خون میں کوتاہی کرے گی اور فرج کے باندھنے میں کمی کرے گی اور خون خارج ہوگا تو نماز کا اعادہ لازم ہو جائے گا بلکہ بنا بر احتیاط غُسل بھی دوبارہ کرنا ہوگا اور احوط یہ ہے کہ خون سے تحفظ اور اس میں جد وجہد بعد غسل کے ہو اور روزہ کی حالت میں تمام دن صُبح سے شام تک حتی الامکان حتی المقدور خون سے محافظت واجب ولازم ہے ۔

مسئلہ نمبر ۱۰ - اگر نماز شب پڑھنے کی غرض سے صُبح کے غسل کو رات میں کرنا چاہے تو احتیاط اسی میں ہے کہ نماز شب قریب صُبح پڑھے اور صُبح ہونے پر بلا فاصلہ فوراً نماز صبح شروع کر دے ۔

مسئلہ نمبر ۱۱ - اگر کسی غرض سے صُبح سے پہلے صُبح کا غُسل کرے اور غسل کرنے کے بعد فوراً بلا تاخیر و فاصلہ وقت غسل صبح داخل ہو جائے یعنی صُبح ہو جائے تو اسی غُسل پر اکتفا کرنا نماز صبح کیلئے جائز ہے دُوسرے غسل کی حاجت نہیں ۔

مسئلہ نمبر ۱۲ - استحاضہ والی عورت کا روزہ اور اُس کی صحت دن کے غُسلوں پر علی الاحوط موقوف ہے اگر دن کے غُسل بجا لائے گی تو روزہ صحیح رہیگا ورنہ نہیں خُلاصہ یہ کہ دن کے غُسل نہ کرنے کی حالت میں نہ نماز صحیح ہو سکتی ہے اور نہ روزہ دونوں علی الاحوط باطل

ہو جائیں گے۔ اب رہا رات کا غسل یعنی مغربین کا غسل اسکو کوئی مدخلیت نہیں صحت صوم میں کیونکہ روزہ مغرب کا وقت داخل ہونے پر ختم ہو جائے گا۔ اس لئے روزہ دار کو اپنے روزہ کے تحفظ کیلئے مغربین کا غسل کرنا لازم نہیں بدون اسکے بھی صحیح ہو جائیگا۔ اگرچہ غسل شب کی مراعات اور لحاظ میں احتیاط ہے۔ مقتضائے احتیاط اسی میں ہے۔ کہ روزہ دار مغربین کے غسل کو بھی ضروری سمجھے۔ اب رہا۔ وضو جو کہ ہر نماز کیلئے کرنا پڑتا ہے اسکو روزہ کی صحت میں کوئی دخل نہیں ہے خواہ وضو ہو یا نہ ہو روزہ صحیح ہو جائے گا۔

مسئلہ نمبر ۱۳۔ اگر عورت کو یقین ہو جائے کہ آخر وقت نماز تک خون بالکل بند ہو جائے گا یا کم از کم اتنی دیر ضرور رُکا رہیگا کہ بخوبی نماز ہو سکے تو عورت پر انتظار کرنا واجب ہے اُس وقت کا کہ جس میں نماز مع الطہارت ہو سکے خلاصہ یہ کہ ایسی حالت میں نماز کو تاخیر سے پڑھنا واجب لازم ہے پس اگر اس کے خلاف عمل کرے گی یعنی نماز پڑھنے میں جلدی کرے گی اول وقت نماز سے فارغ ہو جائے گی انقطاع کا انتظار نہ کرے گی تو نماز باطل ہوگی مگر یہ کہ قربت کی نیت سے نماز پڑھے اور برخلاف علم و یقین آخر وقت خون کا بند نہ ہونا ظاہر ہو تو بلا انتظار نماز صحیح ہو جائے گی جو نماز اُس نے اول وقت پڑھی ہے صحیح رہے گی بلکہ اگر آخر وقت خون کے بند ہونے کی امید موہوم بھی ہو تو بھی تاخیر سے نماز پڑھنا واجب ہے۔ یہاں تک کہ اگر دوران نماز میں انقطاع کی امید ہو جائے تو بھی تاخیر میں ترجیح ہے لیکن ایسی حالت میں احوط یہ ہے کہ نماز کو قطع نہ کرے بلکہ اُس کو تمام کردے پھر انقطاع کا انتظار کرے جب بند ہو جائے تو پھر سے نماز پڑھ

مسئلہ نمبر ۱۴۔ جبکہ خون بند ہو جائے خواہ بالکل بند ہو جائے یا تھوڑی دیر کے لئے بند ہو۔ پھر اُس کے آنے کا علم ہو یا شک۔ بہر حال یہ بندش اعمال مستحاضہ بجالانے سے پہلے ہو یا بعد کو یا نماز کے بعد ہو۔ بہر کیف اعمال مُستحاضہ بجالانے سے پہلے اگر بالکل بندش ہوگئی ہے تو اس عورت پر محض وضو واجب ہے یا غسل کی معیت میں واجب ہی اور اس کے بعد نماز پڑھ لینا چاہیئے اور اگر یہ خون کا بند ہونا اُس وقت ہوا ہے۔ جبکہ اعمال مستحاضہ شروع کردیئے گئے ہیں تو ان اعمال کو از سر نو بجالانا چاہیئے اور اگر نماز پڑھنے کی یہ کیفیت ہوئی ہے تو نماز کا اعادہ کر دینا چاہیئے پھر سے نماز پڑھنی چاہیئے۔ بشرطیکہ یہ ظاہر ہو جائے کہ انقطاع وضو اور غسل شروع کرنے سے پہلے ہو چکا تھا۔

تب نماز کا اعادہ لازمی ہوگا ورنہ نہیں اور اگر خون کا بند ہونا تھوڑی دیر کے لئے ہو تو اگر اس عرصہ میں گنجایش ہو تو بطریق مذکورہ بالا عمل کرنا احوط ہے اور اگر بندش کے بعد وسعت مشکوک ہو۔ گنجایش وقت میں شک ہو یا اس امر میں شک ہو کہ انقطاع کامل ہی یا تھوڑی دیر کے لئے ہے تو اس عورت پر ایسی حالت میں نہ تو از سر نو اعمال کا بجالانا واجب ہے اور نہ اعادہ لازم ہے بشرطیکہ بعد کو وقت میں گنجایش یا انقطاع کامل ثابت نہ ہو ورنہ یعنی اگر وسعت وقت ثابت ہوگا یا انقطاع کامل ہوگا تو اعادہ لازم ہوگا ؛

مسئلہ نمبر ۱۵ - پہلے بیان ہو چکا ہے کہ بہت ممکن ہے کہ خون کی زیادتی کی وجہ سے جو ادنیٰ قسم استحاضہ والی عورت ہے وہ بوجہ زیادتی خون اعلیٰ قسم استحاضہ میں داخل ہو جائے مثلاً قلیلہ متوسطہ یا کثیرہ ہو جائے یا متوسطہ کثیرہ بن جائے اب اس مسئلہ میں یہ بیان کیا جاتا ہے کہ یہ انقلاب اور تغیر کس وقت ہوا۔ آیا قبل اس کے کہ قلیلہ اپنے فرائض اور واجبات کو ادا کرے متوسطہ یا کثیرہ کی طرف منقلب ہو گئی یعنی ابھی اپنے واجبات شروع کرنے بھی نہ پائی تھی کہ تغیر پیدا ہو گیا۔ ادنیٰ قسم سے اعلیٰ قسم میں داخل ہو گئی یا ادنیٰ قسم کے فرائض کچھ ادا کرنے پائی تھی کہ انقلاب ہو کر اعلیٰ قسم میں داخلہ ہو گیا۔ یہ دو ہی صورتیں اس انقلاب میں پیدا ہو سکتی ہیں تیسری کوئی صورت نہیں نکلتی - پس پہلی صورت (قلیلہ مثلاً اپنے فرائض ادا کرنے نہیں پائی تھی بلکہ ابھی شروع کی بھی نوبت نہیں آئی کہ متوسطہ یا کثیرہ ہو گئی) میں یہ بلا اشکال تغیر کے بعد جو حالت اور کیفیت اس میں پیدا ہو گئی ہے اس کے موافق عمل کرے گی یعنی جس قسم میں اسکا اب شمار ہو گیا ہی اُس کے اعمال بجا لائے گی۔ اسی طرح اگر نماز پڑھنے کے بعد یہ تغیر پیدا ہوا ہے تو جو نماز ہو چکی ہے بس ہو چکی اُسکا اعادہ واجب نہیں۔ رہی دوسری صورت (ادنیٰ قسم کے فرائض ابھی تمام نہیں ہوئے کہ تغیر ہو گیا اعلیٰ قسم میں داخلہ ہو گیا) اس میں اس عورت پر لازم ہے کہ از سر نو اعمال بجا لائے اور قسم اعلیٰ کے فرائض ادا کرے یہاں تک کہ اگر متوسطہ سے کثیرہ ہو گئی ہے اور بعد غسل ہوئی ہے تو کثیرہ کے اعمال بجا لائے گی اور اُس غسل کا اعادہ بھی کرے گی جو قبل تغیر بوجہ متوسطہ ہونے کے کر چکی ہے اور اگر اس تغیر کے بعد اتنا وقت نہ رہے کہ غسل اور وضو دونوں کر سکے یا اُن میں سے کسی ایک کو کر سکے اس قدر وقت تنگ ہو تو بدل غسل اور وضو تیمم کرے گی بشرطیکہ

تیمم کرنے کا وقت بھی تو ہو ورنہ یعنی اگر اسقدر تنگ وقت ہو کہ تیمم بھی نہ کر سکے تو جو عمل کر رہی تھی قبل تغیر وہ جاری رکھے اُسی کو کئے جائے البتہ اُس کے بعد وقت گذرنے کے بعد احتیاطاً اُن اعمال کی قضا کرنی ہوگی اور اگر انقلاب میں بجائے ترقی کے تنزل ہو یعنی قسم اعلیٰ ادنیٰ کی طرف منقلب ہو جائے تو ایک نماز کو قسم اعلیٰ کے احکام کے موافق پڑھنا چاہیئے۔ اس کے بعد ادنیٰ کے اعمال بجالانے چاہئیں پس اگر کثیرہ متوسطہ ہو جائے تو اس انقلاب کی دو ہی شکلیں ہو سکتی ہیں۔ دو ہی صورتوں سے یہ انقلاب ہو سکتا ہے یا تو زوال سے پہلے انقلاب ہو گا یا بعد زوال نماز ظہر پڑھنے سے پہلے یہ تغیر و تبدل ہو گا۔ آخر الذکر (زوال کے بعد نماز ظہر سے پہلے) صورت میں نماز ظہر کے لئے عمل کثیرہ کریگی۔ یعنی نماز ظہر حسب فرائض کثیرہ (وضو بھی ہو اور غسل بھی) بجالائے گی اور عصر اور مغربین کے لئے حسب حکم متوسطہ محض وضو ہی کرے گی غسل کی حاجت نہیں۔ البتہ اگر ظہر کے لئے کسی وجہ سے خواہ بوجہ سہو یا نسیان غسل نہیں کیا تھا تو نماز عصر کے لئے غسل کرنا لازمی ہو جائے گا بشرطیکہ اس انقلاب کے بعد اتنا وقت باقی رہے غروب میں کہ محض عصر ہی ہو سکے ورنہ نماز ظہر کا اعادہ کرنا واجب ہو گا بعد غسل کے۔ پس عصر ایسی حالت میں بلا غسل کے ہوگی اور اگر جس حالت میں کہ عصر کے لئے غسل لازمی تھا نہیں کیا تو مغرب کے لئے غسل کرنا پڑیگا۔ یہ بدون غسل درست نہ ہوگی اور اگر یہ بھی مثل عصر بدون غسل ہو گئی بوجہ سہو و نسیان یا جان بوجھ کر ترک غسل کی وجہ سے تو عشا کے لئے غسل کرنا ضروری ہو جائے گا۔ بشرطیکہ جس وقت نماز عشا پڑھنے کا ارادہ ہو اُسوقت پس نماز عشا ہی کا وقت ہو مغرب کا نہ ہو ورنہ بعد غسل مغرب کا اعادہ واجب ہے اور عشا بدون غسل ہو گی ❊

مسئلہ نمبر ۱۶۔ متوسطہ اور کثیرہ کو جبکہ یقین ہو جائے خون استحاضہ کے بالکل موقوف اور بند ہو جانے کا تو غسل انقطاعی کرنا اُن پر واجب و لازم ہو گا بلکہ اگر فرض کیا جائے کہ اس سے پہلے جو نماز کے لئے غسل کیا تھا اُس سے پہلے جو خون بند ہُوا ہے اُس وقت تک جاری نہیں ہُوا تو غسل انقطاعی کی بھی حاجت نہ ہو گی ❊

مسئلہ نمبر ۱۷۔ جب تک قلیلہ قلیلہ رہے گی اُس وقت تک ہر نماز کے لئے وضو کی تجدید لازمی ہو گی ایک وضو سے دو نماز پڑھنا ناجائز ہوں گی اسی طرح ہر وہ فعل کہ جس

ہیں طہارت کی شرط ہے اس کے لئے مثلاً طواف واجب کلام اللہ کی تحریر کا مس کرنا اگر نذر وغیرہ کی وجہ سے اپنے اوپر واجب کر لیوے) جُدا گانہ وضو واجب ہے ایک وضو پر اکتفا کرنا کئی امر کے لئے خلاف احتیاط ہے اگرچہ وُہ وضو نماز کی وضو کیوں نہ ہو جب بھی اُس سے سوائے نماز کے اور کوئی کام نہیں ہو سکتا۔ پس واجب ہے کہ جس قدر نمازیں ہوں اُسی قدر وضو کی تعداد ہو۔ یہاں تک کہ جتنی بار تحریر کلام اللہ کو مس کیا جائے اُتنی ہی بار وضو علی الاحوط واجب ہے البتہ دخول مساجد کے لئے اور اس میں ٹھہرنے کیلئے وضو کرنا واجب نہیں بلکہ اگر نماز کے لئے وضو بھی ترک ہو جائے تو بھی مساجد میں داخل ہونے کیلئے وضو لازم نہیں فلہٰذا بلا وضو مساجد میں جا سکتی ہے۔

مسئلہ نمبر ۹ کثیرہ اور متوسطہ جب اپنے اپنے واجبات کو پورا کر دیں جو اُن پہ وضو یا غسل یا دونوں واجب ہیں جب ان کو کر لیویں تو زنِ طاہرہ کے حکم میں ہی لہٰذا تمام وُہ چیزیں کہ جن میں طہارت کی شرط ہے سب وُہ کر سکتی ہیں یہاں تک کہ مساجد میں داخل ہو سکتی ہیں ٹھہر سکتی ہیں سجدہ والی سورتیں پڑھ سکتی ہیں کتابتِ کلام اللہ کو مس کر سکتی ہیں ان سے مباشرت بھی جائز ہے اور جب اپنے واجبات میں سے کسی ایک واجب کو مثلاً رُوئی کے بدلنے ہی کو ترک کر دیں گی تو ان کی نماز باطل ہو جائے گی رہے اور واجبات مثلاً روزہ وغیرہ یہ غسل ہی پر موقوف ہیں اگر نماز کے غسل ہوتے رہیں گے تو سب کچھ بجا لا سکتی ہے ورنہ یعنی اگر کوئی غسل چھوٹ گیا تو نہ مساجد میں داخل ہونا جائز ہوگا اور نہ ٹھہرنا اور نہ سجدہ والی سورتوں کا پڑھنا مباح ہوگا اور نہ وطی ہی جائز ہوگی علی الاحوط اور نماز کے غسل ہو جائیں تو ان امور مذکورہ بالا کیلئے جُدا گانہ اور مستقل غسل کرنا واجب نہیں اگرچہ احوط ہے البتہ اگر وقت نماز سے پہلے امور مذکورہ بالا میں سے کسی ایک امر کو بجا لانے کا قصد کرے مثلاً سجدہ والی سورت پڑھنی چاہے یا مسجد میں داخل ہونے کا قصد ہو تو علی الاحوط ان کے لئے غسل کرنا مستقل طور پر واجب ہے اب رہا کلام اللہ کی تحریر کا چھونا یہ بدونِ وضو و غسل مباح نہیں اور اس کے لئے علیحدہ غسل کی حاجت نہیں بلکہ نماز والا غسل ہی اُسکی اباحت کیلئے کافی ہو جائے گا البتہ اگر مکرر سہ کرر کئی بار کلام اللہ کے حرفوں کو چھونا چاہے

تو وضو اور غسل کی تکرار علی الاحوط واجب ہے بلکہ احوط یہ ہے کہ جب تک مستحاضہ رہے قرآن مجید کے حرفوں کو مطلقاً مس کرے اگرچہ روزانہ غسل کرتی بھی رہے ۞

مسئلہ نمبر ۱۹۔ مستحاضہ کے ذمہ جو کچھ نماز وغیرہ قضا ہیں اور جو واجبات فوت ہو گئے ہیں ان سب کو استحاضہ کی حالت میں بجالا سکتی ہے وضو اور غسل کے ساتھ اور جدید غسل کی حاجت نہیں بلکہ نماز حاضر کیلئے جو غسل کیا جاتا ہے وہی نماز فائت کے لئے بھی کافی ہو جائے گا یہ محض احتمال ہے جو کہ اشکال سے خالی نہیں لہذا احوط یہی ہے کہ جب تک مستحاضہ رہے قضائے عمری کو ادا نہ کرے جو کچھ فوت ہو گیا ہو اسکو ادا نہ کرے ۞

مسئلہ نمبر ۲۰۔ مستحاضہ پر نماز آیات سورج گرہن وغیرہ واجب ہیں اور اسی حالت میں پڑھنا جائز ہے جیسا کہ نماز روزانہ حالت استحاضہ میں صحیح اور درست ہے ویسا ہی چاند گرہن وغیرہ کی نماز بھی اسی حالت میں صحیح ہے البتہ ایک ہی غسل سے دونوں نمازیں نہیں ہو سکتیں اگرچہ دونوں کا وقت ایک ہی ہو مثلاً ظہرین کے وقت سورج گرہن ہو تو ظہرین کے لئے جدا غسل کرنا پڑیگا اور سورج گرہن کی نماز کے لئے جدا غسل ہو گا ایک ہی غسل سے دونوں نمازیں درست نہ ہونگی ۞

مسئلہ نمبر ۲۱۔ اگر اثنائے غسل استحاضہ میں حدث اصغر (مثلاً پیشاب یا ریاح خارج) صادر ہو تو وہ مضر غسل نہیں۔ علی الاقویٰ البتہ بعد غسل وضو کرنا واجب ہے اگرچہ غسل سے پہلے وضو کر چکی ہو ۞

مسئلہ نمبر ۲۲۔ اگر دوران غسل استحاضہ میں مستحاضہ جنب ہو جائے یا میت سے مس ہو جائے تو از سر نو ایک غسل دونوں (مس میت اور استحاضہ) کے لئے کریگی۔ اور یہ بھی جائز ہے کہ اس غسل استحاضہ کو تمام کردے اور اس کے بعد ایک غسل حدث جدید کیلئے کرے بشرطیکہ اس علیحدہ غسل کرنے میں وہ تعجیل فوت نہ ہو جو مستحاضہ پر واجب ہے بعد غسل نماز پڑھنے میں یہ دوبارہ غسل کرنا غسل استحاضہ تمام کرنے کے بعد اس تعجیل کے منافی نہ ہو جو بعد غسل استحاضہ نماز پڑھنے میں مستحاضہ پر واجب ہے کہ فوراً غسل کے بعد نماز شروع کردے اس کے منافی نہ ہو تو اتمام کے بعد غسل کرنا کوئی مضر نہیں اور اگر اثنائے غسل میں اسی قسم کا حدث اکبر صادر ہو مثلاً متوسطہ

دوران غسل میں کثیرہ ہو جائے تو کثیرہ کے لئے جداگانہ غسل کرنا پڑیگا متوسطہ والا غسل کافی نہ ہوگا۔

مسئلہ نمبر ۲۳۔ جبکہ مستحاضہ کثیرہ بلکہ متوسطہ کا خون ہر نماز سے پہلے منقطع ہو جائے اور دیکھا جائے مثلاً نمازِ صبح سے پہلے خون دیکھا پھر بند ہو گیا۔ پھر نماز ظہر سے پہلے دیکھا۔ بعد نماز بند ہو گیا۔ عصر کے وقت دیکھا۔ بعد عصر بند ہو گیا۔ پھر مغرب کے وقت دیکھا بعد مغرب بند ہو گیا۔ پھر عشا کے وقت دیکھا۔ اس طور سے خون کا آنا اور بند ہونا دیکھا گیا تو شبانہ روز میں دن رات میں پانچ غسل واجب ہو جائیں گے اگر عذر شرعی کی وجہ سے غسل پر قدرت نہ ہوگی تو پانچ تیمم پانچوں غسل کے بدلے کرنے پڑیں گے اور اگر وضو پر بھی قدرت نہ ہوگی تو روزانہ دس تیمم کرنے پڑینگے پانچ پانچوں غسل کے بدلے اور پانچ پانچوں وضو کے عوض اور یہ تیمم کی کثرت کوئی اسی صورت میں منحصر نہیں بلکہ قلیلہ میں بھی ہو سکتی ہے جبکہ یہ وضو کرنے سے معذور ہو تو اُس کو پانچ تیمم روزانہ کرنے پڑیں گے اور متوسطہ میں بھی یہ کثرت تیمم متصور ہو سکتی ہے جبکہ یہ وضو اور غسل دونوں سے عاجز ہو تو اس کو چھ تیمم روزانہ پانچ بدلہ وضو کے اور ایک بدلہ غسل کے کرنے پڑیں گے اور کثیرہ کو روزانہ آٹھ تیمم اس عجز کی صورت میں کرنے ہوں گے پانچ پانچوں وضو کے بدلہ اور تین تینوں غسل کے عوض یوں آٹھ تیمم روزانہ واجب ہوں گے تب نماز صحیح ہو سکتی ہے مگر آٹھ کی تعداد تیمم کی کثیرہ میں اسی وقت ہے۔ جبکہ مغربین اور ظہرین ملا کر پڑھے ورنہ یعنی اگر تفریق کر کے پڑھے مثلاً ظہر کے وقت ظہر اور عصر کے وقت عصر تو دس تیمم روزانہ ذمہ پر کثیرہ کے عائد ہو جائیں گے۔

فصل غسل نفاس کے بیان میں

نفاس خونِ ولادت کا نام ہے پس جو خون ولادت کے ساتھ خارج ہو یا بعدِ ولادت قبل از انقضائے عشرہ از روز ولادت (ولادت کے وقت سے دس دن کے اندر اندر) ہو وہ خونِ نفاس ہے خواہ مولود تام الخلقۃ (پورے دنوں کا ہو) ہو خواہ

خواہ ناقص مثل اسقاط کے ہو اگرچہ اس میں روح یعنی جان نہ پڑی ہو بلکہ محض گوشت کا لوتھڑا ہو یا محض خون علقہ کی صورت میں خارج ہو تو بھی ولادت کا صدق ہوگا ولادت کہلائی جائے گی بشرطیکہ جو خارج ہو خواہ وہ علقہ ہو یا مضغہ اُس کے متعلق یہ علم و یقین ہو جائے کہ یہ مبداء انسان ہے تو اس کے ہمراہ یا اس کے بعد خارج ہونے والے خون کو نفاس کہیں گے ورنہ نہیں پس اسی بنا پر اگر خون نفاس مشتبہ ہو اور مشکوک ہو جائے مثل اس کے کہ ولادت میں ہی شک ہو یا کسی عورت کے شکم سے ایک چیز خارج ہو اور شک ہو کہ انسان ہے یا مبداء انسان تو اس کے ہمراہ خارج ہونے والے خون کو نفاس نہ کہیں گے اگرچہ دایہ اس کے متعلق مبدءِ انسان ہونے کی شہادت بھی دے اگرچہ دایہ کی تعداد چار تک بھی ہو جائے تو بھی اشتباہ اور شک کی صورت میں نفاس کا حکم جاری نہ ہوگا۔ اور اس موقع پر تحقیق بھی لازم نہیں ہے لیکن اس کی تلاش اور تفتیش کرنا کہ یہ خون نفاس ہی ہے واجب و لازم نہیں اور جو خون ولادت کے قبل ظاہر ہو وہ نفاس نہ ہوگا البتہ وہ حیض ہو سکتا ہے اگر اس کے شرائط پائے جائیں مثلاً تین دن تک شبانہ روز متواتر آنا اگرچہ اس کے بعد بلا فاصلہ یعنی اقل طہر گذرنے سے پہلے ہی علی الاقوی نفاس شروع ہو جائے خاص کر جبکہ یہ حالت عادت حیض میں ہو یا نفاس سے متصل ہو اور دونوں خون کی تعداد یعنی مجموعہ دس دن سے زیادہ نہ ہو اس کی مثال یوں ہو سکتی ہے کہ ولادت سے پہلے تین دن متواتر خون دیکھا اور بعد ولادت ایک ہفتہ خون دیکھا ان دونوں کا مجموعہ دس ہے لہٰذا پہلے خون پر حیض کا حکم ہوگا اور دوسرے ولادت کے بعد والے پر نفاس کا حکم جاری ہوگا لیکن احوط جبکہ اقل طہر کا فصل بھی نہ ہو۔ احتیاط کی رعایت رکھنا بالخصوص جبکہ ایام عادت کے باہر یا خون نفاس سے متصل خون دیکھا جائے۔

مسئلہ نمبر ۱۔ اس خون کی کمی کی کوئی حد شرعاً مقرر نہیں۔ ہو سکتا ہے کہ دس دن کے اندر صرف ایک لحظہ خون آئے البتہ زیادتی کی حد معیّن ہے یعنی دس دن اور یہ بھی ممکن ہے کہ ولادت ہو اور خون بالکل نہ آئے یا آئے تو ولادت سے دس دن کے بعد آئے ان دونوں صورتوں میں نفاس کے احکام قطعاً جاری نہ ہوں گے اگرچہ جو خون دس

دن کے بعد آئے یا عادت معینہ کے بعد آئے ولادت کے دن سے اٹھارہ دن تک اُس میں احتیاط کی جائے تو اولیٰ ہے یعنی احکام استحاضہ اور نفاس دونوں کو بجا لائے اور ایام نفاس میں آخر کی رات یعنی اگر دس دن آئے تو گیارھویں شب داخل نہ ہوگی یہی پہلی رات۔ اگر شب میں ولادت ہو تو وہ جزو نفاس شمار ہو سکتی ہے اگرچہ عشرہ میں محسوب نہ ہوگی اور اگر ولادت وسط نہار (مثلاً بارہ بجے دن کے) میں ہو تو اس دن کے نصف حصہ کی کمی گیارھویں دن سے ملا کر پوری کی جائے گی اور اُس روز ولادت کی شب کسی شمار وقطار میں نہ ہوگی اگر ولادت طول کھینچے تو حساب ایام نفاس اور اس کی گنتی کی ابتدا ولادت کے تمام ہونے کے بعد سے ہوگی نہ کہ جس وقت سے کہ ولادت شروع ہو۔ اگرچہ احکام نفاس شروع ولادت سے جبکہ خون برآمد ہو۔ ولادت کے ختم سے دس دن تک جاری رہیں گے۔

مسئلہ نمبر ۲۔ جو خون دس دن تک پہنچکر بند ہو جائے یا اُس سے پہلے ہی بند ہو جائے تو وہ بھی نفاس ہے خواہ عشرہ بھر آتا رہے یا عشرہ کی شروع دنوں میں آئے یا آخری تاریخوں میں آئے اور اس سے پہلے قطعی نہیں آئے یا محض درمیان عشرہ میں آجائے اور اول و آخر حصہ عشرہ بالکل پاک وصاف رہے یا ابتدا اور انتہا عشرہ میں آئے یا ایک روز آئے اور دوسرے دن بند ہو جائے اس طور سے تمام عشرہ گذر جائے۔ بہرحال یہ سب ایّام کہ جن میں خون دیکھا گیا نفاس ضرور ہے۔ اب رہے وہ دن کہ جو دو خون کے درمیان پاک وصاف گذرے کہ جن میں خون بند رہا۔ اُن میں عورت کو احتیاط پر عمل کرنا چاہئیے یعنی اعمال نفسا بھی بجا لائے اور زن طاہرہ کے اعمال بھی ترک نہ کرے اور یہ حکم بہرحال ہے خواہ عورت صاحب عادت عشرہ ہو یا اس سے کم کی عادت رکھنے والی ہو یا کوئی عادت معین نہ ہو۔ بہر طور حسب حکم مذکورہ بالا عمل کرے گی اور اگر ولادت کے بعد دس دن تک عورت کو خون قطعاً نہ آئے تو نفاس اور حکم نفاس اُس پر قطعاً جاری نہ ہوگا اور اگر عورت کی عادت حیض معین ہو خواہ دس دن ہو یا اُس سے کم تو دس دن سے زائد نفاس آنے پر بقدر عادت حیض ایام نفاس

لہ اگرچہ اقوی یہ ہے کہ جو دن درمیان میں پاک وصاف آجائیں اُن کو اوّل و آخر ایام نجاست سے ملحق کر دینا چاہئیے یعنی الحاق کر کے احکام نجاست جاری کر دینے چاہئیں (ابوالحسن مدظلہ)

قرار دیگی اور اس سے زائد جو خون ہو گا اُس پر حکم استحاضہ جاری کرے گی اگرچہ احوط اس موقع پر جمع مذکورہ بالا اٹھارہ دن تک ہے یعنی اعمال مستحاضہ بھی بجالائے اور محرمات نفاس سے بھی پرہیز کرے اور اگر ایسی عورت کا نفاس دس دن سے بڑھ جائے کہ جس کی عادت حیض کچھ نہ تھی خواہ بوجہ مبتدءہ ہونے کے نہ ہو یا بسبب مضطربہ ہونے کے بہرحال جسکی عادت کچھ نہ ہو وہ اپنا نفاس دس دن قرار دیگی اور گیارھویں دن سے عمل مستحاضہ شروع کر دے گی اور سنّت یہ ہے کہ احتیاط مذکورہ بالا پر بھی عمل کرے +

مسئلہ نمبر ۳ - جس عورت کی عادت معین ہو اور وہ عادت میں قطعی خون نہ دیکھے اور بعد عادت دیکھے اور دس دن سے بڑھ بھی جائے تو ایسی عورت کے لئے کوئی دن بھی نفاس کا علی الاقوی نہ ہو گا - اگرچہ احوط[1] یہ ہے کہ دس دن تک بلکہ اٹھارہ دن تک نفاس کے تروک (محرمات) سے اجتناب بھی کرے اور اعمال مستحاضہ بھی بجالائے بشرطیکہ اٹھارہ دن تک خون کا سلسلہ رہے اور اگر عادت مقررہ کے آخری حصہ میں خون دیکھے اور شروع حصہ عادت مقررہ میں نہ دیکھے اور عشرہ سے تجاوز بھی ہو جائے تو زمانہ عادت سے بعد عادت دس دن تک ان سب ایّام کو نفاس قرار دے اور عشرہ کے بعد کو استحاضہ سمجھے پس اس بنا پر اگر کسی عورت کی عادت حیض سات روز تھی مثلاً اور بعد تولّد کے آٹھ دن تک خون نہ آیا تو اس کے لئے قطعی نفاس نہ ہو گا اور اگر بعد تولد محض پہلے دن خون نہ آیا اور اس کے بعد آیا اور دس دن سے بڑھ گیا تو آٹھواں دن بھی نفاس قرار دیا جائیگا اور اگر بعد تولّد دوسرے روز بھی خون نہ آیا اور سات دن کی عادت تھی تو روز ولادت سے جس روز تک نواں دن ہوتا ہو اُس تک اپنے کو نفسہ سمجھے گی اور اگر بعد تولّد چوتھے یا پانچویں یا چھٹے روز تک خون نہ دیکھے تو اس کا نفاس دس تک ہو گا - اور گیارھویں یا بارھویں روز کو مثلاً اُس میں شامل نہ کیا جائے گا لیکن احوط جس صورت میں کہ خون بعد عادت دس دن تک بلکہ اٹھارہ دن تک پہنچ جائے یہ ہے کہ تروک نفاس سے پرہیز بھی کرے اور اعمال مستحاضہ بھی بجالائے +

---

[1] اس احتیاط کو دس دن تک ترک نہ کرنا چاہئے (ابوالحسن مدظلہ)

مسئلہ نمبر ۴ - مشاہیر علماء کرام کے نزدیک جو خون حیض قبل ولادت آئے۔ اُس
میں اور نفاس میں اقل طہر (دس دن) کا فاصلہ ہونا ضروری ہے اسی طرح اُس خون حیض
میں کہ جو بعد نفاس آئے اور نفاس میں اقل طہر کا فصل لازمی ہے خلاصہ یہ کہ حیض مقدم
ہو یا موٴخر بہر حال نفاس سے دس دن پہلے یا دس دن بعد ہونا اُس کا ضروری ہے
اس بنا پر ولادت سے پہلے جو خون بصفت حیض آئے یا زمانہ عادت میں آئے یا
ولادت کے بعد آئے اُس پر حکم حیض جاری نہ ہوگا جبکہ اس میں اور نفاس میں دس دن
کا فصل نہیں ہے اور جناب سید صاحب اعلی اللہ مقامہٗ کے نزدیک حیض مُقدم میں اس
فصل کا اعتبار نہ کرنا اقویٰ ہے۔ اب رہا وہ حیض کہ جو بعد تولد آئے اُس میں اور نفاس
میں اعتبار فصل مذکور بعید نہیں اگرچہ اس موقع پر رعایت احتیاط کرنا احوط ہے +

مسئلہ نمبر ۵ - اگر مولود کا کوئی جزو خارج ہو اور باقی مولود یعنی پورے بچے کے
نکلنے میں ایک عرصہ ہو جائے ایک مدت کے بعد یعنی دو چار دن کے بعد پورا مولود
برآمد ہو تو نفاس کا شروع اُسی وقت سے قرار دیا جائے گا کہ جس وقت سے جزو
طفل خارج ہوا ہے بشرطیکہ اُس کے ساتھ خون بھی خارج ہو ورنہ نہیں اور عشرہ کی
ابتدا اُسی روز سے قرار دی جائے گی۔ عشرہ اُسی دن سے شروع ہوگا کہ جس دن
پورا بچہ برآمد ہوگا بلکہ اگر ایک مولود کے اعضا متفرق طور پر جُدا جُدا مہینہ یا دو مہینہ
تک مثلاً خارج ہوتے رہیں تو پورا مہینہ نفاس شمار ہوگا بشرطیکہ پورا مہینہ خون کی
نکلنے کا سلسلہ جاری رہے ورنہ یعنی اگر سلسلہ کبھی منقطع بھی ہو جائے تو اس مُدت
انقطاع کو دیکھا جائیگا اگر دس دن ہے تو یہ زمانہ طہر کا کہلائے گا اس مُدت میں
عورت زن طاہرہ کے حکم میں ہوگی اور اگر عشرہ سے کم ہے تو عورت کو چاہیئے کہ اس مُدت
قلیل میں احکام زن طاہرہ بھی بجا لائے اور نفسا کے احکام کی پابندی بھی کرے +

مسئلہ نمبر ۶ - اگر کسی عورت کے یہاں دو یا تین مثلاً بچے ہوں اور ہر ایک مولود
کے ساتھ خون دیکھا جائے تو ہر ایک ولادت کے لئے جُداگانہ نفاس مستقل طور پر قطع نظر
کر کے دُوسری ولادت سے ہوگا پس اگر دونوں ولادت کے درمیان دس کا فاصلہ
ہو اور دس کے بعد دوسری ولادت ہو اور برابر دوسری ولادت تک خون کا سلسلہ
جاری رہے تو دونوں ولادت کیلئے نفاس کے بیس دن ہوں گے ہر ایک کے لئے

دس دس دن اور اگر دونوں ولادت کے درمیان دس دن کا فصل نہیں ہے اور خون کا سلسلہ دوسری ولادت تک جاری ہے یعنی ہر مولود کیساتھ خون برابر جاری ہے تو اب ایسے موقع پر ایام نفاس میں دونوں کے تداخل ہو جائے گا اور اگر دونوں ولادت کے درمیان کچھ دن نقا یعنی طہر کے بھی ہیں تو اگر وہ دس دن ہیں تو یہ ایام طہر کہلائیں گے ان دنوں میں عورت زن طاہرہ کے حکم میں ہے بلکہ اگر دو نفاس کے درمیان دس دن سے کم کا بھی فصل ہے تو بھی طہر ہو سکتا ہے کیونکہ علی الاقوی دو نفاس کے مابین دس دن کا فصل ہونا ضروری اور معتبر نہیں ہے اگرچہ احوط یہ ہے کہ جبکہ دو نفاس کے درمیان دس دن سے کم کا فصل ہو تو احتیاط پر عمل کرنا چاہئے یعنی ان ایام میں تروک نفاس بھی ہونے چاہئیں اور مستحاضہ کے اعمال بھی بجا لانے چاہئیں یہی احتیاط اُس صورت میں بھی ہو گی جبکہ ایک مولود متفرق طور پر ٹکڑے ٹکڑے ہو کر نکلے۔

مسئلہ نمبر ۷۔ جبکہ نفاس کا سلسلہ ایک مہینہ یا سوا مہینہ تک مثلاً جاری رہے پس اگر عورت عادت والی ہے تو بقدر عادت اس مہینہ میں سے نفاس قرار دیکر احکام نفاس کی پابندی کرے اور مابقی ایام میں استحاضہ پر عمل کرے اور اگر عادت والی نہیں ہو تو اس مہینہ میں سے دس دن نفاس کے قرار دیکر باقی ایام ماہ میں اپنے کو مستحاضہ سمجھے اگرچہ یہ خون ایام عادت میں ہو مگر یہ کہ اس خون میں اور حیض میں اقل طہر کا فاصلہ واقع ہو جائے تو ایام عادت میں حکم حیض جاری ہو گا اور عادت سے خارج صورت میں تمیز کی طرف رجوع کرنی ہو گی بنا بر تفصیل گذشتہ اگرچہ ایام عادت سے تصادم ہو جائے تو بھی تمیز کی طرف رجوع کرنی لازمی ہے لیکن مراعات احتیاط (جمع کرنا درمیان احکام حیض و نفاس) اولیٰ ہے۔

مسئلہ نمبر ۸ جبکہ نفسا کا خون بظاہر بند ہو جائے تو اُس پر واجب ہے کہ باطن رحم کی صفائی کے متعلق اس طور سے اختبار اور علم حاصل کرے کہ تھوڑی سی روئی وغیرہ فرج میں داخل کرکے تھوڑی دیر صبر اور وقفہ کے بعد نکال کر دیکھے کہ روئی صاف نکلتی ہے یا آلودہ۔ بہرکیف مثل حائض اُس پر بھی استبراء اور اس کی تحقیق بطریق مذکور واجب و لازم ہے۔

مسئلہ نمبر ۹۔ جس عورت کی کہ عادت حیض معین تھی اُس کا نفاس جبکہ عادت مذکورہ

متجاوز ہو جائے تو اُس کے لئے سنت[1] ہے کہ ایک دن یا دو دن یا عشرہ تک مثل حائض ترک عبادات اختیار کرے ۔

مسئلہ نمبر ۱۰۔ احکام نفسا کے بیان میں مثل حائض اس پر خون بند ہو جانے یا عادت گذرنے کے بعد یا غیر عادت والی میں دس دن پورے ہونے کے بعد غسل واجب ہے اور روزہ کی قضا واجب ہے نہ نماز کی۔ حالت نفاس میں مباشرت ناجائز اور طلاق صحیح نہیں۔ محرمات نفسا تحریر کلام اللہ کا چھونا۔ اسم اللہ کا مس کرنا۔ سجدہ والی آیات کی تلاوت کرنا۔ مسجدوں میں داخل ہونا اور اُن میں ٹھہرنا یہ سب نفاس والی عورت پر حرام ہے۔ مکروہات نفسا خون بند کرنے کے بعد اور غسل سے پہلے مباشرت کرنا۔ خضاب لگانا۔ کلام اللہ پڑھنا اور جو امور حائضہ کے متعلق بیان ہوئے وہ سب اُس پر مکروہ ہیں۔ مستحبات نفسا اوقات نماز پنجگانہ میں وضو کر کے مصلّی پر بیٹھنا اور بقدر نماز ذکر خدا میں مشغول ہونا اور بعض علما نے فرمایا ہے جیسا کہ حائضہ سے وطی کرنے میں کفارہ واجب ہوتا ہے ویسا ہی حالت نفاس میں بھی مباشرت کرنے سے کفارہ واجب ہوگا۔ جناب سید صاحب اعلی اللہ مقامہٗ تحریر فرماتے ہیں کہ وجوب کفارہ اس موقعہ پر احوط ہے لیکن اقوٰی عدم وجوب ہے ۔

مسئلہ نمبر ۱۱۔ اس غسل کا طریقہ اور کیفیت مثل غسل جنابت کے ہے مگر یہ کہ یہ غسل محتاج وضو ہے بلکہ اس غسل سے پہلے یا بعد کو مثل اور واجب غسلوں کے وضو کرنا واجب و لازم ہے ۔

غسل مسِ میّت کے بیان میں

آدمی جب مر کر ٹھنڈا ہو جائے اور ابھی تینوں غسل پورے نہ ہوئے ہوں (یہاں تک کہ اگر تیسرے غسل میں سے کچھ باقی ہو اور جس عضو کی تینوں غسل تمام ہو گئے ہوں اس کو مس کیا ہو تو بھی) اُس کے چھو لینے سے غسل واجب ہو جاتا ہے خواہ میت بچے کی ہو یا بڑے کی۔ مسلمان کی ہو یا کافر کی اگر ساقط شدہ حمل چار مہینہ کا ہو تو اس کا بھی یہی حکم ہے بلکہ اس سے کم میں بھی غسل مس میت احوط ہے اگرچہ اقوٰی واجب نہونا ہے اور قاعدہ کلیہ اس غسل کے واجب ہونے کا یہ ہے کہ تمام جسم انسان

---

[1] بلکہ ایک دن عبادت کا ترک کرنا مثل حائض واجب ہی اور ایکدن سے زائد عشرہ تک خون آنے میں ترک عبادت مستحب ہے (ابوالحسن عفی عنہ)

سرد ہو چکا ہو پس اگر کوئی حصہ میت سرد نہ ہوا ہوگا تو غسل مس میت واجب نہ ہوگا اگرچہ جس کو مس کیا ہے وہ عضو سرد ہو چکا ہو تب بھی غسل واجب نہ ہوگا۔ اگر کسی میت کو کافور اور بیری کے پتوں کے نہ ہونے کی وجہ سے آب خالص سے تینوں غسل دئیے جائیں تو اس میت کے چھونے سے غسل مس میت واجب نہ ہوگا اور خالص پانی سے غسل کا ہونا اس سوتعصر پر باعث سقوطِ غسل مس میت ہو جائے گا بلکہ اقویٰ یہ ہے کہ اگر کسی وجہ سے میت کو بدل اغسال تیمم کرادیا جائے یا بوجہ نہ ہونے غسل دہندہ میت کے مثل میت کے ذکوریت وانوثیت میں اگر کافر مسلم کے حکم سے غسل میت دے تو یہ غسل میت اور تیمم غسل مس میت کے سقوط میں کفایت کریگا اگرچہ احوط کفایت نہ کرنا ہے لہذا اس میت کے چھونے کے بعد اگرچہ غسل میت اور تیمم کے بعد ہی ہو غسل مس میت کرنا چاہیے

مسئلہ نمبر ۱۔ جو عضو جسد (جسم) میت سے مس ہوا ہو اور جس حصہ میت سے مس ہوا ہو اسکو بلا استثناء اور بلا فرق غسل مس میت میں دخل ہے خواہ جاندار ہو یا بیجان ہو مثل ہڈی اور ناخن کے خواہ باطن انسان باطن میت سے مس ہوا ہو مثلاً کسی شخص نے اپنی زبان میت کے دہن میں کردی خواہ باطن انسان زندہ ظاہر میت سے مس ہوا ہو مثلاً کسی شخص نے اپنی زبان سے جسد میت کو مس کیا خواہ ظاہر جسم انسان زندہ باطن میت سے مس ہوا ہو۔ مثلاً کسی وجہ سے زبان میت باہر نکلی رہ گئی اس سے کسی شخص کا ہاتھ مس ہو گیا بہر حال غسل مس میت واجب ہے البتہ اگر زندہ کا بال میت کے جسد سے یا میت کا بال جسم انسان زندہ سے مس ہو جائے تو غسل واجب نہیں ہوتا۔

مسئلہ نمبر ۲۔ زندہ یا مردہ کا اگر کوئی جدا شدہ عضو ہو اور اس میں ہڈی بھی ہو تو اس کے بھی چھونے سے غسل واجب ہوگا۔ البتہ خالی گوشت بے ہڈی کا ہو تو غسل واجب نہیں لیکن اگر خالی ہڈی ہے تو اس کے چھونے میں غسل کا واجب ہونا اشکال سے خالی نہیں اگرچہ احوط ہے خاصکر جبکہ اس ہڈی پر سال بھر نہ گذرا ہو۔ اسی طرح میت کے دانت جدا شدہ کے مس کرنے میں بھی غسل مس میت احوط ہے۔ البتہ اگر زندہ کے دانت جدا ہو جائیں تو ان کے چھونے سے غسل واجب نہیں ہوتا بشرطیکہ ان دانتوں کیساتھ گوشت اچھی خاصی مقدار میں نہ ہو تو واجب نہ ہوگا ورنہ مس کرنے سے واجب ہو جائے گا۔ البتہ ذرا ذہور گوشت کی ہمراہی میں مضائقہ نہیں اگر تھوڑا سا گوشت لگا ہوا ہو تو

مس کرنے سے غسل واجب نہیں ہوتا۔

مسئلہ نمبر ۳ - اگر مس کے واقع ہونے اور نہ ہونے میں شک ہو یا مس ہونا تو معلوم ہو لیکن جس جسم سے مس ہُوا ہے اس کے انسان ہونے میں شک ہو نہ معلوم انسان کا ہے یا حیوان کا مثلاً گھوڑے گدھے خچر کا یا جس سے مس ہُوا ہے اُس کا مُردہ اور زندہ ہونا مشکوک ہو یا یہ شک ہو کہ نہ معلوم ٹھنڈا ہونے سے پہلے مس کیا ہے یا بعد کو یا حال میت مشکوک ہو کہ شہید ہے یا غیر شہید یا یہ شک ہو کہ نہ معلوم بدن میت مس ہُوا ہے یا لباس میت یا اس کے بالوں کو مثلاً ہاتھ لگا ہے یا بدن کو۔ بہر حال ان تمام صُورتوں میں غُسل مس میت واجب[1] نہ ہوگا البتہ جبکہ مس ہونا تو معلوم ہو لیکن یہ معلوم نہ ہو کہ قبل غُسل میّت کو چھُوا ہے یا غُسل کے بعد تو غُسل واجب ہے۔ اس بنا پر اگر قبرستان میں یا کسی اور مقام پر کوئی ہڈی گوشت سے خالی پڑی ہوئی ملے اور اسکا انسان کی ہڈی ہونا ثابت بھی ہو جائے تو اُس کے مس کرنے میں غُسل کے وجوب میں اشکال ہے۔ ہاں اگر قبرستانِ اہل اسلام میں انسان کی ہڈی ملے تو اس کے متعلق یہ کہنا ممکن ہے کہ غُسل شدہ میّت کی ہڈی ہے یہ کہا جا سکتا ہے کہ بہت ممکن ہے کہ اُس میت کی ہڈی ہو جس کو غُسل میت دیا جا چکا ہے لہٰذا اس کے مس کرنے میں غُسل واجب نہ ہوگا۔

مسئلہ نمبر ۴ - اگر کسی مقام پر دو ٹکڑے جسم کے ایسے پڑے ہوئے ملیں کہ جن کی متعلق مجملاً بلا تعیین یہ معلوم ہو کہ ایک اُن میں سے جسد انسان کا ٹکڑا ہے پس اگر اِن دونوں ٹکڑوں کو ایک دفعہ ہی مس کیا جائے یعنی ساتھ ہی ساتھ دونوں مس ہوں تو غسل کا واجب ہونا بلا اشکال ہے اور اگر اسکے برخلاف ایک کو مس کیا جائے نہ دوسرے کو تو وجوب غُسل خالی اشکال سے نہیں اگرچہ احوط[2] ہے۔

مسئلہ نمبر ۵ - اختیار و اضطرار و قصد و عدم قصد کو وجوب غسل مس میت میں دخل نہیں بہر حال غسل واجب ہے۔ سونے کی حالت میں اگر مس ہو تو واجب بعد بیداری جاگنے کی حالت میں مس ہو تو واجب ہے بلوغ سے پہلے مس ہو تو واجب بعد بلوغ اگرچہ

---

[1] مگر جبکہ حالت میت مشکوک ہو کہ نہ معلوم شہید ہے یا غیر شہید تو اقرب وجوب غسل مس میت ہے (ابو الحسن مدظلہ)

[2] اقوی غسل کا واجب نہ ہونا ہے (ابو الحسن مدظلہ)

نابالغیت کے زمانہ میں بھی اگر غسل کر لیوے تو صحیح ہے بشرطیکہ طفل نابالغ سن تمیز تک پہنچ گیا ہو۔ بیہوشی میں مس میت ہو تو واجب، دیوانگی کی حالت میں مس واقع ہو تو واجب بعد زوال عذر و افاقہ غسل کرنا لازم ہوگا۔

مسئلہ نمبر ۶۔ کسی زندہ انسان کا کوئی عضو جدا ہو جائے تو اس کے مس کرنے سے غسل واجب ہو جائیگا خواہ کوئی اور انسان اس عضو جدا شدہ کو چھوئے خواہ صاحب عضو چھوئے۔ بہر حال چھونے والے پر غسل واجب ہے۔

مسئلہ نمبر ۷۔ بعض علمائے کرام فرماتے ہیں کہ زندہ انسان کا اگر کوئی عضو جدا شدہ ہو تو اس کے مس کرنے سے غسل بہر حال واجب ہو جائے گا خواہ ٹھنڈا ہونے سے پہلے مس واقع ہو یا بعد کو، ہر حالت میں غسل واجب۔ جناب سید صاحب اعلی اللہ مقامہٗ تحریر فرماتے ہیں کہ ہر حالت میں غسل کا واجب ہونا علی الاحوط ہے احتیاطاً ہے۔

مسئلہ نمبر ۸۔ اگر حمل ساقط ہو اور بچہ مردہ بطن عورت سے خارج ہو تو چونکہ شرمگاہ عورت مردہ سے مس ہوئی ہے اس بنا پر عورت پر غسل مس میت واجب ہوگا یا نہیں اس میں اشکال ہے۔ اسی طور سے اس کے برخلاف مسئلہ بھی خالی اشکال سے نہیں یعنی عورت میت سے شکم چاک کر کے بچہ زندہ نکالا گیا یا زن مردہ سے طفل زندہ خود پیدا ہوا تو اس بچہ پر غسل مس میت بوجہ فرج زن یا باطنی حصہ شکم زن مردہ سے مس ہونے کی واجب ہے یا نہیں اشکال سے خالی نہیں پس احوط یہی ہے کہ عورت اسقاط کی صورت میں غسل مس میت کرے اور بچہ بعد بالغ ہونے کے غسل مس میت بجالائے در صورت مردہ سے پیدا ہونے کے۔

مسئلہ نمبر ۹۔ خون اور منی اور میل و چرک وغیرہ جو کہ بدن میت پر لگا ہو کہ جن کو فضلات میت کہتے ہیں۔ ان کے مس کرنے سے غسل واجب نہ ہوگا اگرچہ غسل احوط ہے۔

مسئلہ نمبر ۱۰۔ اگر بعد سرد ہونے میت سے اس کا شوہر جماع کرے تو جماع کرنے والے پر غسل مس میت واجب ہوگا اور چونکہ بوجہ جماع غسل جنابت بھی واجب ہو گیا ہے اس بنا پر دونوں (جنابت و مس میت) کی نیت کر کے ایک غسل کر لیوے تو ایک ہی غسل کافی ہوگا۔ دونوں حدث کے لئے دو غسل کی ضرورت نہ ہوگی۔

مسئلہ نمبر ۱۱۔ جو شخص کہ بسبب حد و قصاص کے مقتول ہو اور قبل اجرائے قصاص یعنی قتل ہونے سے پہلے غسل میت کرے تو بعد قتل اس کا مس موجب

غسل مس میت نہ ہوگا یعنے اسکے چھونے سے کسی پر غسل مس میت واجب نہ ہوگا۔

مسئلہ نمبر ۱۲ - ناف طفل یعنی بچہ کی نال کٹی ہوئی کا چھونا موجب غسل مس میت نہیں۔ اس کے چھونے سے غسل واجب نہیں ہوتا۔

مسئلہ نمبر ۱۳ - اگر کوئی عضو کسی انسان زندہ کا خشک اور مردہ بے روح ہوجائے بوجہ فالج وغیرہ کے تو جب تک یہ عضو خشک و بےحس بدن سے متصل رہیگا - جدا نہ ہوگا اس وقت تک اس کے چھونے سے غسل مس میت واجب نہ ہوگا اگر کسی انسان زندہ کا کوئی عضو مثلاً ہاتھ یا پیر کسی وجہ سے کاٹا جائے اور بدن سے وہ ملا رہے اگرچہ بوجہ جلد و کھال کے ہی ہو - یعنی محض کھال ابھی رہ جائے فقط کھال کی وجہ سے اتصال ہو تو بھی تو اس کے مس کرنے سے غسل واجب نہ ہوگا البتہ بعد جدا ہونے کے جبکہ قطعی اتصال نہ رہے - انفصال جدائی بالکل ہوجائے تو اس کے مس کرنے سے غسل ضرور واجب ہوجائے گا بشرطیکہ اس عضو جدا شدہ میں ہڈی ہو ورنہ بعد جدائی بھی غسل واجب نہ ہوگا۔[1]

مسئلہ نمبر ۱۴ - مس میت ناقض وضو ہے پس غسل مس میت کے ساتھ وضو وجب ولازم ہے۔

مسئلہ نمبر ۱۵ - غسل مس میت کی کیفیت اور طریقہ مثل غسل جنابت کے ہے مگر یہ کہ غسل مس میت محتاج وضو بھی ہے[2] یعنی بدون وضو تنہا اس غسل سے نماز مباح نہیں۔

مسئلہ نمبر ۱۶ - ہر وہ امر واجبی کہ جس کے بجالانے کے لئے حدث اصغر سے طہارت کی شرط ہے وہ بدون غسل مس میت صحیح نہیں ہوسکتا لہذا اس امر واجبی کے لئے غسل مذکور کرنا واجب[3] و لازم ہوگا - اسی طرح ہر وہ چیز کہ جس میں طہارت کی شرط ہے بدون غسل مذکور نادرست ہے لہذا اس کے لئے بھی غسل مس میت کرنا واجب ہوگا۔

مسئلہ نمبر ۱۷ - جس پر مس میت کا غسل واجب ہو وہ مساجد اور مشاہد مقدسہ میں جاسکتا ہے اور ٹھہر بھی سکتا ہے اور عزائم کی تلاوت بھی کرسکتا ہے اگر عورت پر یہ غسل واجب ہے

[1] علی الاحوط (ابوالحسن مدظلہ)

[2] علی الاحوط (ابوالحسن مدظلہ)

[3] علی الاحوط (ابوالحسن مدظلہ)

توقبل غسل اُس سے مباشرت کرنا بھی اُس کے شوہر کے لئے جائز ہے کیونکہ مس میت کا حال وہی ہے جوکہ حدث اصغر والے کا ہے جیساکہ حدث اصغر والے کے لئے مقامات مُقدسہ ومحترمہ میں جانے آنے میں کوئی قباحت نہیں ویسا ہی اس کے لئے بھی کوئی مضائقہ نہیں بس فرق اتنا ہے کہ حدث اصغر کا رفع وضو سے ہو سکتا ہے۔ اس کے لئے محض وضو ہی کافی ہے بخلاف مس میت کے کہ اس کا رفع بدُون غسل نہیں ہو سکتا لہٰذا نماز وغیرہ کے لئے غسل مذکور کا کرنا واجب ولازم ہوگا ۔

مسئلہ نمبر ۱۸۔ اِس غسل کے درمیان میں حدث اصغر اور اکبر کا صادر ہو جانا اس غسل کی صحت کے لئے مُضر نہ ہوگا۔ البتہ اگر اثنائے غسل مس میت میں پھر مس میت واقع ہو تو از سرِ نو پھر سے غسل کرنا واجب ولازم ہوگا ۔

مسئلہ نمبر ۱۹۔ اگر کئی مرتبہ قبل غسل مِس میت واقع ہو تو سب کے لئے ایک ہی غسل کافی ہوگا۔ تکرارِ غسل واجب نہیں اگرچہ متعدد میت کو مس کرنے کی نوبت آئی ہو تب بھی ایک ہی غسل سب کے لئے کافی ووافی ہے جیسا اگر کئی مرتبہ جنابت بطرق مختلفہ واقع ہو اور کسی حدث کا صدور متعدد بار ہو تو سب کے واسطے ایک ہی غسل کافی ہے ویسا ہی یہاں بھی ایک ہی کافی ہے ۔

مسئلہ نمبر ۲۰۔ غسل مس میت بہر حال واجب ہے خواہ برطوبت مس ہوا ہو خواہ بغیر رطوبت کے البتہ بوجہ نجاست جس عضو سے چھُوا ہے اس کا دھونا جب ہی واجب ہوگا جبکہ برطوبت مس ہوا ہو۔ خشک میت اور خشک عضو کے مس ہونے سے نجاست کی وجہ سے دھونا واجب نہیں اقوی تو یہی ہے اگرچہ احوط یہ ہے کہ بحالت خشکی اگر مس واقع ہوا ہو۔ بالخصوص میت انسان سے تو بھی پرہیز کرے طہارت کرے اور مس برطوبت میں نجاست کا ہونا بہر حال ہے خواہ میت سرد ہو چکی ہو خواہ ابھی میت میں گرمی ہو اس مسئلہ سے یہ بات بخوبی واضح ہو گئی کہ مس میت کا ہمیشہ ایک ہی حکم اور ایک ہی اثر نہیں بلکہ بدلتا رہتا ہے۔ کبھی یہ غسل کو بھی واجب کرتا ہے اور طہارت یعنی دھونے کو بھی جیساکہ اگر سرد ہونے کے بعد اور غسل سے پہلے مس واقع ہو اور رطوبت کے ساتھ ہو تو غسل مس میت بھی واجب اور طہارت عضو بھی لازم کبھی مس میت سے کچھ بھی واجب نہیں ہوتا نہ غسل ہی کرنا پڑتا ہے نہ طہارت ہی کرنی پڑتی ہے جیساکہ بعد غسلِ میت مسِ میت

واقع ہو یا سرد ہونے سے پہلے بلا رطوبت مس کا وقوع ہو تو کوئی چیز واجب نہیں کسی
چیز کا یہ شخص مکلف نہیں نہ غسل کا نہ طہارت کا۔ کبھی یہ مس میت محض غسل کو واجب کرتا
ہے طہارت کو نہیں۔ اس کی مثال یوں ہو سکتی ہے کہ سرد ہونے کے بعد اور غسل سے پہلے
میت کو مس کیا لہذا غسل مس میت واجب اور چونکہ بلا رطوبت مس واقع ہوا تھا۔ لہذا نجاست
لازم نہیں۔ دھونا واجب نہیں اور کبھی یہ طہارت کو واجب کرتا ہے نہ کہ غسل مس میت
کو اس کی شکل یہ ہو سکتی ہے کہ ابھی میت میں گرمی باقی تھی سردی پیدا نہیں ہوئی تھی۔ کہ
مس رطوبت کے ساتھ واقع ہوا لہذا چونکہ سرد ہونے سے پہلے مس ہوا ہے لہذا غسل
مس میت واجب نہ ہوگا اور چونکہ برطوبت مس واقع ہوا ہے طہارت واجب و لازم ہوگی

تنبیہ منجانب مترجم | اکثر حضرات وجہ غسل میت اور علت غسل مس میت دریافت
کیا کرتے ہیں اس بنا پر اس کے متعلق یہ عرض کیا جاتا ہے کہ اس میں جو مصلحت و حکمت
واقعیہ ہے اس کو تو صاحب شریعت (شارع مقدس) اور اس کے امنا (ائمہ معصومین)
ہی خوب جانتے ہیں اور کسی کو اس کا علم نہیں دیا گیا لیکن اس کا سبب جو روایت امام
رضا ؑ سے ظاہر ہے اگر مومنین اسی پر اکتفا کریں تو مناسب ہے اس وجہ سے حدیث
امام غریب ؑ کو پیشکش ناظرین کیا جاتا ہے۔ حضرت فرماتے ہیں جب روح جدا ہو جاتی ہے
تو اکثر و بیشتر آفات و اعراض جسم میں موجود ہو جاتی ہیں (مراد اس سے حضرت کی یہ معلوم
ہوتی ہے کہ انسان کے جسم میں جبتک روح باقی ہے جو مدبر بدن ہے اس وقت تک
اصلاح کرتی رہتی ہے لیکن جب روح جدا ہو گئی فوراً جسم میں تغیر اور فساد شروع ہو جاتا
ہے جو تغیر اور فساد بوجہ روح کے اتصال کے جسد انسانی سے دور تھا اور خارج جسم تھا
اب وہ بسبب روح کی جدائی کے قریب اور داخل جسد ہو جاتا ہے) اس وجہ سے غسل
میت دیا جاتا ہے تاکہ میت پاک و صاف ہو جائے اور غسل مس میت اس وجہ سے
کرایا جاتا ہے کہ چونکہ بوجہ مس کرنے آفات میت کے اثرات مس کرنے والے تک پہنچتے
ہیں اس وجہ سے زندوں کے تحفظ کی غرض سے غسل مس میت کا حکم دیا گیا۔ مراد
حضرت کی یہ ہے کہ بوجہ خروج روح بدن میت میں سمیت اور زہریلے اثرات پیدا
ہو جاتے ہیں غسل سے انکا دفعیہ ہو جاتا ہے اسی بنا پر غسل مس میت کا حکم دیا گیا اب
یہاں پر ایک شبہ وارد ہوتا ہے کہ اگر وجہ غسل سمیت کا پیدا ہو جانا ہے بعد خروج روح

تو غیر انسان طیور وغیرہ میں بھی سمیت بعد انفصال روح ہونی چاہیئے ان کی میت کے مس کرنے سے بھی غسل واجب ہونا چاہیئے چونکہ وجہ اور علت غسل مابین انسان وغیرہ مشترک ہے اس کے دفعیہ میں علل الشرائع میں ایک روایت انہی حضرت سے مروی ہے کہ غیر انسان مثل طیور وبہائم وسباع کی میتوں کے مس کرنے سے غسل کا واجب ہونا اس بنا پر ہے کہ علاوہ انسان کے جسقدر ذی روح مخلوق الٰہی پائی جاتی ہے۔ سب کے جسم پر پر وبال ہوتے ہیں یہ سب پاک ہیں خواہ وہ زندہ کے ہوں یا مردہ کے (مترجم۔ یہ بال وغیرہ سمیت جسم کا اثر مس کرنے والے تک چونکہ نہیں پہنچنے دیتے بعبارۃ اُخریٰ چونکہ مس کرنے والے کا ہاتھ اس مردہ کے پر وبال پر پڑتا ہے اور پر وبال سمیت کے اثرات کو اپنے نیچے روکے ہوئے ہیں جیسی زہر کے حاجب ہیں اس بنا پر زہر کا اثر مس کرنیوالے تک نہیں پہنچا لہٰذا غسل واجب نہ ہوگا انسان کے جسم پر بال اس قدر نہیں ہوتے جو کہ حاجب ہوسکیں لہٰذا سمیت کے اثر کا مس کرنے والے تک پہنچنا بہت ممکن اس وجہ سے یہاں غسل واجب ہوا تا کہ سمیت کا دفعیہ ہو) اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ علتِ غسل میت ومسِ میت نجاستِ میت ہے اگر یہ صحیح ہے تو ناتمام ہے کیونکہ جملہ حیوانات کے جسد نجس ہیں اور غسل واجب نہیں اور بدن معصوم بہرحالت میں خواہ زندہ ہوں معصوم یا مردہ طاہر ہے۔ پھر غسل میت واجب اور مس میت لازم ہے لہٰذا معلوم ہوا کہ وجہ غسل نجاست نہیں کچھ اور ہے جو کہ ہم سے مخفی رکھی گئی ہے کیونکہ اس کے اظہار کو اور ہمارے جاننے کو اعمال میں مدخلیت نہ تھی اور امتثال امر کے لئے اس کا معلوم کرنا شرط اور بتانا ضروری نہ تھا اس وجہ سے مصلحت واقعیہ اور حکمت حقیقیہ ہم سے راز میں رکھی گئی تا کہ تعبداً اعلیٰ صورت سے حاصل ہو۔ اور جو بتائی گئی جیسا کہ ابھی ذکر کیا گیا ناتمام اور تسلی بخش نہیں لہٰذا اہل ایمان کو اس کی حقیقت کے درپے نہ ہونا چاہیئے۔ اس کے سبب اور وجہ کی تلاش اور تفحص میں اپنا وقت عزیز نہ صرف کرنا چاہئے۔

فصل اموات کے احکام میں

جس شخص کا مرض طول پکڑ جائے مرض میں طوالت ہو جائے اور مرض کا مرض الموت ہونا بظاہر معلوم ہو جائے تو اس شخص کے لئے ایسے وقت سب واجبات میں سے واجب تر

اور ایسے موقع اور حالت میں سب سے زیادہ ضروری اور اہمیت لئے ہوئے جو بات ہے وہ یہ کہ اپنے گناہوں سے توبہ کرے یعنی بُرے کردار پر نادم و پشیمان ہو یہی ندامت و پشیمانی حقیقت میں توبہ کہلاتی ہے کہ جس کا تعلق قلب سے ہے جو کہ قلبی چیز ہے جس میں کہ الفاظ کو مدخلیت نہیں۔ اِس بنا پر تہ دل سے اگر ندامت ہوگی تو توبہ کہلائیگی ورنہ نہیں اسی وجہ سے اِستغفار کی تسبیح پڑھنا توبہ مذکورہ کی جگہ کافی نہیں بجائے ندامت قلبیہ اَستَغفِرُاللّٰہ کا ورد کرنا کافی ہوگا اور عبث و بیکار ہوگا۔ ندامت دِلی کے ساتھ استغفار کو اپنا وظیفہ قرار دینا کیونکہ ندامت قلبیہ کے ہوتے ہوئے جو کہ حقیقتِ توبہ ہے مجازی توبہ کہ جسکو استغفار ظاہری سے تعبیر کیا جاتا ہے جس کا ظہور و بروز اَستَغفِرُاللّٰہ کے ذریعے ہوتا ہے بے فائدہ ہے اگرچہ احوط ہے تاکہ دل و زبان دونوں پر توبہ جاری ہو جائے توبہ کرنے والے کو دِلی ندامت کے ساتھ اس کا بھی عزم بالجزم کرنا چاہئے کہ آیندہ ایسی حرکات نہ ہوں گی کہ جس کی وجہ سے اب توبہ کی جارہی ہے یعنی پھر ایسا نہ کرنے کا قصد کرنا چاہئے دوسری مرتبہ گناہ نہ کرنے کا قصد کرنا بھی ضروریات توبہ میں سے ہے لہٰذا اس کا لحاظ بھی ہر توبہ کرنے والے کیلئے ضروری اور لازمی ہے یہ تو ادنیٰ درجہ کی توبہ تھی کہ جس کا اب تک ذکر کیا گیا۔ اس سے بڑھ کر اگر توبہ اور حقیقت دیکھنی اور سُننی ہے تو کلامِ امیرالمؤمنین حضرت علیؑ بغور سماعت فرمائیے اور اچھی طرح ملاحظہ فرمائیے۔ اِسی سے توبہ کاملہ کی حقیقت واضح ہوتی ہے۔ اِسی فائدہ کی غرض سے مترجم بعینہ کلامِ امیرالمؤمنینؑ کو پیش کش ناظرین کرتا ہے ملاحظہ ہو: ”حضرتؑ نے بارہا ایک شخص کو اَستَغفِرُاللّٰہ کہتے سُنا۔ آپ نے فرمایا۔ تیری ماں تیرے غم میں بیٹھے کیا تو جانتا ہے کہ اَستَغفِرُاللّٰہ کیا چیز ہے؟ یہ معمولی چیز نہیں۔ اِستغفار بہت بڑا درجہ رکھتا ہے اور یہ ایک اسم ہے کہ جس کے چھ معنے ہیں اوّلؔ جو گناہ کر چکا ہے اُس پر نادم ہونا۔ دُوسرےؔ جو گناہ کر چکا ہے اُن کو پھر سے نہ کرنے کا ارادہ کرنا اور رکھنا۔ یعنی اُس کا قصد کرے کہ پھر یہ معصیت ہرگز نہ کروں گا یعنی ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ایسا ارادہ اور قصد کرے۔ تیسرےؔ۔ مرنے سے پہلے حقوق الناس ادا کرنا۔ پس اگر حقوق مردم ادا ہو جائینگے تو پھر کوئی گناہ اسکو ذمہ نہ رہیگا۔ چوتھےؔ جو واجبات ضائع اور فوت ہو گئے ہیں اُن کے ادا کرنے کا قصد رکھنا۔ پانچوؔیں جو گوشت و پوست معصیت خدا کرنے کے زمانے

ہیں اور محرمات کے ارتکاب کی حالت میں پیدا ہوا اور پڑھا ہے اُس کو اس صدمہ اور رنج میں کہ خدا و رسول کی نافرمانی مجھ سے کیوں ہوئی ہے اس قدر گھلاوے اور ضعیف ولاغر کرے کہ محض پوست و استخوان باقی رہ جائے۔ پھر سے گوشت حلال طریقہ سے پیدا ہو۔ چھٹے معصیت کرنے میں جو اور جس قدر ذوق و شوق پیدا ہوا تھا اُسی قدر حلاوت اور شوق اس غم و الم میں ہو جو کہ اطاعت الٰہی میں حاصل ہوا ہے۔ عبادت الٰہی اور طاعت خدا کرنے میں جو زحمت ہو اور تکلیف پہنچے اُس میں اُسی قدر اس کو حلاوت حاصل ہو جس قدر کہ معصیت کرنے میں ہوئی تھی" یہ تھا باب العلم کا ارشاد کہ جس سے معنی توبہ کاملہ بخوبی واضح اور الم نشرح ہیں۔

مسئلہ نمبر ۱۔ جبکہ موت کے آثار ظاہر ہونے لگیں تو مرنے والے پر حقوق الناس کا ادا کرنا واجب ہے جو واجبی حقوق لوگوں کے اس کے ذمے ہوں اُن کو ادا کرنا واجب ولازم ہے اور جو امانتیں اُس کے پاس ہوں اور وہ چیزیں کہ اس کی سپردگی میں ہوں اُن سب کو ایسے وقت میں رد کرنا اُن کے مالکان تک پہنچانا ضروری ولازمی ہے بشرطیکہ اُن کی واپسی اُس وقت ممکن ہو ورنہ (اگر امانتوں کا مثلاً اس وقت رد کرنا یا پہنچانا مالکان تک امکان سے باہر ہے) اُن کے متعلق اپنے ورثا یا پسماندگان سے ایسی مضبوط اور مستحکم وصیت کرے کہ جس میں بعد مرنے کے کوئی خلل واقع نہ ہو۔

مسئلہ نمبر ۲۔ اگر اس مرنے والے کے ذمے کچھ ایسے واجبات شرعیہ ہوں کہ جنکو کوئی دوسرا حالت حیات میں اُس کی ادا نہیں کر سکتا جیسے نماز روزہ حج وغیرہ کہ اُن کی نیابت حالت حیات میں نہیں ہو سکتی پس اُن کی ادائیگی کے متعلق اُسکو وصیت کرنا واجب ہے کہ میرے ذمے اتنی نماز اس قدر روزہ ہیں اُن کو پڑھوا دینا کسی سے رکھوا دینا بشرطیکہ جبکہ اپنے بعد کچھ مال چھوڑے کہ جو اس نماز وغیرہ کا اجارہ یعنی اُجرت ہو سکے بلکہ خواہ کچھ میراث چھوڑے یا نہ چھوڑے اس پر لازم ہے کہ اپنی نماز روزہ وغیرہ کے لئے وصیت کر دے کیونکہ درصورت کچھ نہ چھوڑنے کے ممکن ہے کہ کوئی شخص خوشی خواہ بغیر اُجرت لئے اُسکی نماز پڑھ دے روزہ رکھ دے خلاصہ یہ کہ ہر حالت میں اپنی قضائے عمری کے متعلق وصیت کرنا لازم ہے جبکہ اس کا احتمال اور امکان ہو کہ بغیر اُجرت لئے دیئے بھی نماز وغیرہ ادا ہو سکتی ہے۔ بندگان خدا میں ایسے بھی ہیں کہ

جو بدون اُجرت لئے میت کی نماز پڑھ دیتے ہیں جبکہ اس کا احتمال ہو تو بہر حال وصیت کرنا واجب ہے اور جو شخص کسی میت کا ولی ہو اور بوجہ ولایت نماز وغیرہ میت کی جو اس کے ذمے لازم ہوئی تھیں بوجہ عذر شرعی اُن کو یہ شخص ولی ادا نہیں کرسکا ہو اُن کے متعلق بھی وقتِ مرگ اپنے پسماندگان کو آگاہ کرنا اور وصیت کرنا کہ کسی شخص کو کچھ بطور اُجرت دیکر اُن کو ادا کرادیا جائے واجب و لازم ہے۔

مسئلہ نمبر ۳۔ شخص غیر کو اپنے مال کا مالک بنا دینا اور غیر ورثا کو مالک کردینا اپنے متروکہ کا اپنی حیات میں جائز ہے یعنی مرنے والے کو جائز ہے کہ وہ اپنے مال کا کسی شخص غیر کو مالک قرار دیدے یعنی یہ کہدے کہ میرے مال کا مالک فلاں شخص ہے۔ اس بنا پر ورثا ملک سے محروم ہو جائیں گے لیکن جو مال ورثا پر بوساطت منتقل ہونیوالا ہے اُس کے متعلق واقع کے خلاف یہ بیان کرنا کہ یہ مال فلاں شخص کا ہے میرا نہیں جائز نہیں عام اس سے کہ وہ فلاں شخص غیر ورثا ہو یا ورثا میں ہی سے ہو البتہ اگر دفینہ ہو کوئی مال مدفون ہو کہ جس کی اطلاع ورثا کو نہ ہو اُس کے متعلق ورثا کو آگاہ کرنا مرنے والے پر واجب نہ ہونا محتمل ہے لیکن اس کا اخفا بھی اشکال سے خالی نہیں اسی طرح اگر کچھ روپیہ مرنے والے کا کسی کے ذمے ہو اُس سے ورثا کو مطلع کردینا احتمالاً مرنے والے پر واجب و لازم نہیں اگرچہ احوط آگاہ کرنا ہے بلکہ جس صورت اور جس وقت میں بھی عدم اطلاع سے تفویت حق ہوتا ہو آگاہ کرنا مرنے والے پر یقیناً واجب ہوگا۔

مسئلہ نمبر ۴۔ مرنے والے پر یہ واجب و لازم نہیں کہ اپنے اطفال خورد سال کے لئے کسی کو بطور قیم (اپنا قائم مقام مثل وصی کام کرنے والا) کے مقرر کرے ہاں جبکہ مقرر نہ کرنے کی حالت میں اطفال یا اُن کے مال ضائع و برباد ہوتا ہو گویا اس کا تقرر نہ ہونا سبب بربادی اطفال یا مال وغیرہ ہو تو اُس مرنے والے پر واجب ہے کہ کسی کو وصی بنائے تاکہ وہ اُن کی حفاظت کرے مگر اس کو چاہیئے کہ کسی امانت دار کو وصی مقرر کرے خائن کے ہاتھ میں بچوں کا ہاتھ اور ان کے مال کو نہ دے یہ فریضہ اس مرنے والے کا (اپنا قائم مقام وصی مقرر کرنا) اُسی وقت میں ادا ہوسکتا ہے جبکہ اس کا مقرر کردہ وصی خائن نہ ہو۔ امانت دار ہو۔ اسی طرح جب یہ مرنے والا اپنے واجبی حقوق مثلاً زکوٰۃ خمس وغیرہ کے ادا کرنے میں اُن کے مستحقین تک پہنچانے کیلئے

کسی شخص کو مقرر کرے تو وہ امین ہو خائن نہ ہو۔ اس کی دیکھ بھال تقرر کرنے سے پہلے مرنے والے پر واجب و لازم ہے البتہ اگر یہ مرنے والا اپنے ایک تہائی مال کے متعلق ایسے امور میں صرف کرنے کی وصیت کرے کہ جو واجب نہیں بلکہ سُنت یا مُباح ہیں تو وصی یعنی اُس کے قائم مقام کا امین ہونا واجب نہیں۔ ہوسکتا ہے کہ اپنے بعد امور مذکورہ بالا میں مال مزکورہ کا صرف کرنے والا خائن اور غیر معتبر ہو۔ لیکن یہ بھی اشکال سے خالی نہیں۔ سُنتی کاموں میں بھی قیم یعنی وصی کا امین ہونا مستحسن اور غیر امین ہونا اشکال رکھتا ہے بالخصوص جبکہ ان اُمورِ خیر کا تعلق فقراء سے ہو یعنی صدقہ سُنتی یا زکوٰۃ مستحبی کے ادا کرنے کے متعلق اگر خائن کو وصیت کی جائے گی خائن اگر وصی بنایا جائیگا تو مستحقین یعنی فقرا تک اس مال کا پہنچنا مشکل ہے لہٰذا اس قسم کے حقوق کی ادائیگی میں بھی وصی امین ہونا چاہیے خائن نہ ہو۔

فصل آدابِ مریض اور اُسکے مستحبات کے بیان میں

مریض پر چند امورِ سُنت ہیں اُن کا لحاظ بحالتِ مرض عبادت سے خالی نہیں اوّل صبر و شکر کرنا بدمزگی پر۔ مترجم جیساکہ حدیث میں ہے کہ حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ جب بندہ کو مصیبت میں مُبتلا کرتا ہوں اُس کے بدن میں یا مال میں یا اُس کی اولاد میں اور وہ صبر کرتا ہے۔ میں حیا کرتا ہوں اس سے کہ اُس کے نامۂ اعمال کو واکروں اور اُس کے اعمال کو وزن کروں دوم اپنے مرض کا شکوہ و شکایت غیر مومن سے کرنا۔ مترجم کیونکہ بعض اخبار میں وارد ہے کہ شکوہ کرنا مومن سے شکوہ ہے خدا کے ساتھ یعنی عرض حال خود ہی پیشِ خدا اور شکوہ کرنا غیر مومن سے شکوہ ہے خدا کا اُس سے۔ پس مومن سے اظہار میں کوئی قباحت نہیں ہے علی الخصوص اگر مقصود اظہار حال سے التماس دعا ہو۔ اور جس شکایت کی کہ ممانعت کی گئی ہے وہ یہ ہے کہ کہے کہ میں ایسے درد میں مبتلا ہوا ہوں کہ کوئی شخص ایسے درد میں مُبتلا نہیں ہوا یا یوں کہے کہ مجھ کو وہ تکلیف پہنچی ہے کہ جو کسی کو آج تک نہیں پہنچی اور یہ کہنا کہ کل کی شب میں بیدار رہا یا تپ میں رہا۔ داخل شکایت نہیں اس کو شکایت نہیں کہتے۔ سوم تین دن تک اپنے مرض کا چھپانا۔ مترجم حضرت صادق آلِ محمدؐ سے

منقول ہے کہ جو شخص پوشیدہ رکھے لوگوں سے اُس درد کو جو اُس کو لاحق ہوا تین دن اور
شکر کرے واجب ہے خدا پر کہ صحت عطا کرے اُس شخص کو درد سے نجات دے
چوتھے مریض کو چاہئے کہ توبہ کرے اگر پہلے کرچکا ہے تو اب اُس کی تجدید کرے یعنی
پھر سے توبہ کرے ۔ پانچویں جو اپنے رشتہ دار عزیز قریب مفلوک الحال محتاج ہوں
یا غیر اقربا فقرا ہوں اُن کے متعلق خیرات کرنے کی وصیت کرنا یعنی یہ وصیت کرنا کہ انکو
بطور خیرات کچھ دے دینا یہ وصیت مریض پر کرنا سُنت ہے ۔ مُترجم اخبار میں وارد ہے
کہ وصیت ہر مسلم پر حق ہے بلکہ وارد ہے کہ کوئی علیل نہیں ہے مگر یہ کہ وقتِ مرگ اُس کو
کانوں کو شنوا اور آنکھوں کو اُس کے بینا کرتا ہے اور عطا فرماتا ہے عقل کو اُسکی تاانکہ
وصیت کرے اور اس حالت کو راحۃ الموت و افاقۃ الموت کہتے ہیں اور اس حالت کا
عطا کرنا اتمامِ حُجت کے واسطے ہے کہ آیا اطاعت کرتا ہے اور وصیت کرتا ہے یا یہ کہ
مخالفت کرتا ہے اور ترک وصیت کرتا ہے ۔ چھٹے مومنین کو تین دن کے بعد اپنے
مرض سے آگاہ کرے ساتویں یہ کہ مومنین کو اپنی عیادت کی اجازت دے آٹھویں ۔
دوا پینے اور اطبا کی طرف رجوع کرنے میں جلدی نہ کرنا مگر جبکہ بدونِ معالجہ
اور بغیر رجوع طبیب صحت سے ناامیدی ہو ۔ مُترجم بلکہ بعض احادیث میں وارد
ہے کہ جو شخص صحیح المزاج ہو یا اکثر صحیح رہے اور مریض کم ہو اور دوا اور علاج اپنا
بیوجہ کیا کرے پس اس وجہ سے مرجائے میں اُس سے بری ہوں اور اس مقام
سے مُستفاد ہوتا ہے کہ اشخاص صحیح المزاج کہ تنقیہ کرتے ہیں فصل بہار میں نقصان
سے خالی نہیں مگر یہ گمان رکھتا ہو کہ اگر تنقیہ نہ کرے گا بدمزا ہو جائے گا بلکہ نشتر
چیچک لگانا (یعنی ٹیکہ جو فی زماننا مروج ہے) بھی مشکل ہے اس لئے کہ بالفعل بچہ کو
تب و آبلہ میں گرفتار کرتے ہیں تاکہ بعد میں زیادہ مبتلا نہ ہو یہ کہ صاحب اختیار و ولی
طفل اطمینان رکھتا ہو کہ باعث مرض و ہلاکت طفل کا نہ ہوگا ۔ نویں مریض کو چاہئے
کہ اُس چیز سے پرہیز کرے جس کے استعمال میں احتمال ضرر ہو ۔ حدیث میں وارد ہے
کہ کوئی شے پرہیز سے نافع تر بدن کے واسطے نہیں ہے اور اسی قبیل سے ہے جائز ہونا گریز کا
امراض مہلکہ سے مثل وبا و طاعون کے اور گریز کرنا شیر درندہ سے اور مار و عقرب اور
مثل اُس کے جس قدر اذیت دینے والے جانور ہیں سب سے اپنے کو بچانا اور سب سے

بھاگنا جائز و مباح ہے چنانچہ حضرت موسیٰ بن جعفرؑ سے منقول ہے کہ راوی نے عرض کیا کہ طاعون ایک شہر میں واقع ہوتا ہے اور میں اُس شہر سے دُوسرے شہر کو چلا جایا کرتا ہوں۔ آیا ایسا کیا کروں چلا جایا کروں یا وہیں رہا کروں؟ فرمایا۔ ایسی حالت میں دُوسرے شہر کو چلا جانا بہتر ہے۔ راوی نے عرض کیا کہ دیہات میں واقع ہوتا ہے اُس گاؤں سے چلا جاؤں؟ فرمایا۔ ہاں! عرض کیا کہ گھر میں واقع ہوتا ہے تو میں اُس گھر کو چھوڑ دوں کہیں چلا جاؤں؟ فرمایا۔ ہاں! راوی نے عرض کیا کہ ہم نے سُنا ہے کہ جناب رسالت مآبؐ نے وبا و طاعون سے فرار کو منع فرمایا ہے۔ حضرت نے جواب میں ارشاد کیا کہ جناب رسالتمآبؐ کا منع فرمانا اُس گروہ سے مخصوص تھا کہ جو سرحدی مُسلمانوں پر مقابلہ میں دُشمن کے تھے اور فرار کر جاتے تھے اور فرار اُن کے سوا اور لوگوں کا ضرر نہیں رکھتا۔ اور یہی حضرت سیّد سجادؑ سے سوال کیا کہ آیا ہم اُن لوگوں سے بیزار ہوں جو طاعون میں مُبتلا ہوتے ہیں بسبب اس کے کہ عذاب کئے گئے ہیں حضرت نے فرمایا۔ اگر عاصی (غیر مومن) ہوں تو اُن سے بیزار ہو مُبتلا بطاعون ہوں یا نہ ہوں اور اگر مطیع حق تعالیٰ (مومن) ہوں پس طاعون پاک کرتا ہے اُن کے گناہوں کو تحقیق کہ حق سُبحانہٗ تعالیٰ طاعون سے عذاب کرتا ہے ایک قوم کو اور رحم کرتا ہے اُسی طاعون سے دُوسرے گروہ کو اور خدا ہر چیز پر قادر ہے جو چاہے کرے۔ آیا نہیں دیکھتا کہ خُدا نے عطا فرمائی ہے آفتاب کو روشنی بندوں کے واسطے اور یہ امر میووں کے پکنے کا باعث ہوتا ہے اور قوتِ مردم گندم و جو سے قرار دی ہے اور عذاب کرتا ہے آفتاب سے دوسری قوم کو کہ مُبتلا کرے گا اُن کو اُس کی حرارت میں روز قیامت بسبب اُن کے گناہوں کے اور دُنیا میں بسبب اُن لوگوں کی بداعمالیوں کے ہاں دو روایتوں میں وارد ہوا ہے کہ اگر طاعون اہل مسجد پر واقع ہو۔ سزاوار نہیں ہے کہ اُس مسجد سے بھاگ جائیں اور بعید نہیں کہ یہ حدیث شامل ہو خاص عتبات اور مشاہد مشرفہ کو بلکہ جو مقام بزرگ ہو بعید نہیں کہ گُریز اُس جگہ سے بھی سزاوار نہ ہو دسویں مریض اور اُس کے اعزّا و اقربا کو کوئی چیز تصدق کرنی چاہیئے۔ کچھ صدقہ نکالنا چاہئے کیونکہ جناب رسالتمآبؐ نے فرمایا ہے کہ اپنے مرضوں کا علاج اور دوا صدقہ سے کرو گیارھویں مومنین کے رُوبرو مریض کو چاہیئے کہ اصُولِ دین و مذہب مثلاً توحید

وغیرہ اور دیگر عقائد حقّہ کا اقرار کرے۔ جملہ عقائد ضروریہ کو اپنی زبان پر جاری کرے۔
بارھویں مریض کو چاہیے کہ اپنے اطفال خورد سال کے لئے اپنے بعد کے واسطے
کوئی محافظ امین مقرر کر جائے جو کہ نظارت کا بھی کام انجام دے یعنی اپنے بچوں پر کسی
کو ناظر متعین کر جائے تیرھویں اگر مالدار اور خوشحال ہے تو چاہیے کہ اپنے مال کے
ایک تہائی حصّہ کے متعلق وصیت کر جائے چودھویں۔ اپنا کفن اپنے سامنے تیار
اور مہیا کرے جس قدر امور اور مستحبات اس وقت تک ذکر کئے گئے اُن میں سے
اہم امور سب سے زیادہ قابل لحاظ اور ضروری یہ ہے کہ وصیت خوب اچھی طرح مستحکم
و مضبوط کر جائے اس کے متعلق تمام امکانی کوششیں جو اس کی پائداری میں ہو سکتی
ہوں ختم کر جائے۔ اچھی طرح وضاحت کے ساتھ اُس کو قلمبند کر جائے جس کے
سپرد وصایت وولایت یعنی تولیت و نظارت ہو اُس کا اعلان کر جائے غرضکہ وصیت
کے متعلق کوئی امر خفی نہ ہو بلکہ جلی ہو اس کی تحریر اور شہادت مضبوط اُس کا اشتہار اور
اعلان اچھی طرح سے ہو۔ اس کی تولیت و نظارت صاف ہو کسی قسم کی پیچیدگی نہ ہو۔
پندرھویں مریض کو چاہیے کہ خداوند عالم سے حُسنِ ظن رکھتا ہو یعنی گمان نیک
خداوند عالم سے رکھنا چاہیئے بلکہ بعض علمائے کرام اس کے وجوب کے قائل ہو گئے
ہیں ہر حال میں اور اخبار کے دیکھنے سے یہ معلوم ہوتا ہے بعض احادیث سے یہ
پتہ چلتا ہے کہ نزع کے وقت حسن ظن واجب و لازم ہے۔

فصل فضیلت و ثواب عیادت مریض کے بیان میں

مریض کی عیادت کرنا اگرچہ سُنّت ہے لیکن اس کی تاکید بہت زیادہ ہے اور بعض
اخبار میں یہ وارد ہُوا ہے کہ مریض کی عیادت کرنا گویا خدا کی عیادت کرنا ہے کیونکہ خداوند
عالم ہر وقت مریض کے پاس رہتا ہے بشرطیکہ وہ مریض مومن بھی ہو۔ مترجم حدیث
میں وارد ہوا ہے کہ خداوند عالم ملامت کریگا بندہ کو روز قیامت اور فرمائے گا کہ اے
بندہ! کیا ہوا تجھ کو کہ تو نے میری عیادت نہ کی جبکہ میں مریض ہُوا اور پانی نہ پلایا مجھ کو
جبکہ میں پیاسا ہُوا اور میں نے پانی طلب کیا اور طعام نہ دیا مجھ کو جبکہ میں گرسنہ ہُوا

یہ سن کر وہ بندہ عرض کریگا کہ خداوندا تو پاک و بری ہے علالت سے اور تشنگی اور گرسنگی سے خدائے مہربان جواب میں اُس کے فرمائے گا کہ برادر مومن تیرا بیمار تھا قسم مجھ کو اپنی عزت و جلال کی کہ اگر عیادت اُس کی کرتا تو یا آب و طعام اُس کو دیتا۔ مجھ کو اُس کے پاس دیکھتا تو اور میں کفیل تیری حاجت کا ہوتا اور تیری حاجت کو برلاتا بسبب بزرگی بندۂ مومن کے اور میں ہوں خدا بخشنے والا اور رحیم۔ البتہ صاحب درد دنداں اور جس کے دُنبل نکل رہے ہوں اُس کی اور صاحب درد چشم یعنی جس کو آشوب چشم ہو اُس کی عیادت کی تاکید نہیں ہے اور اسی طرح جس وقت کسی شخص کا طولانی مرض ہو تو اُس کی عیادت کی تاکید نہیں اور عیادت ہر وقت کر سکتے ہیں بلا استثناء وقت خواہ رات ہو خواہ دن خواہ صبح ہو یا شام۔ البتہ صبح شام عیادت کرنا سنت ہے اور عیادت میں مریض کے پاس بیٹھنا اور اُس کے حال کا دریافت کرنا شرط نہیں بلکہ بدون بیٹھے اور حال دریافت کئے بھی عیادت کا ثواب حاصل ہو سکتا ہے۔ محض مریض کے پاس جانا عیادت کے لئے کافی ہے اگرچہ بیٹھنا اور حالتِ مزاج مریض بیمار سے دریافت کرنا ثواب سے خالی نہیں چنانچہ روایت میں ہے کہ جو شخص بیمار کی عیادت کرے تو اُس کو رحمتِ خدا اُسکی کمر تک گھیر لیتی ہے اور جس وقت کہ وہ بیٹھے گا تو تمام رحمتِ خُدا میں غرق ہو جائیگا۔

عیادت کے آداب اول۔ مریض کے پاس بیٹھنا لیکن دیر تک نہ بیٹھنا چاہئے مگر جبکہ مریض خواہش کرتا ہو دیر تک بیٹھنے کی تو تاخیر کرنے میں کوئی مضائقہ نہ ہوگا دوسرے مریض کے پاس عیادت کرنے والے کو ایک ہاتھ دوسرے ہاتھ پر رکھ کر بیٹھنا چاہئے یا اپنی پیشانی پر ہاتھ رکھ کر بیٹھنا چاہئے۔ تیسرے دُعا پڑھنے کے وقت یا مریض سے سوال و مزاج پُرسی کے وقت عیادت کرنیوالے کو چاہئے کہ مریض کا بازو ہاتھ پکڑ کر دُعا پڑھے یا دریافت حال وغیرہ کرے۔ چوتھے عیادت کرنے والے کو چاہئے کہ مریض کے لئے صحت و شفا کی دُعا کرے اور بہتر یہ ہے کہ یوں دُعا کرے اَللّٰھُمَّ اشْفِهٖ بِشِفَائِکَ وَدَاوِهٖ بِدَوَائِکَ وَعَافِهٖ مِنْ بَلَائِکَ پانچویں یہ کہ عیادت کنندہ اپنے ہمراہ بطور ہدیہ اور تحفہ کے میوہ یا جو چیز کہ باعث اُنس و راحت علیل کا ہو لے جائے۔ چھٹے یہ کہ عیادت کنندہ

مریض پر سورۂ فاتحہ ستر مرتبہ یا چالیس مرتبہ یا سات مرتبہ یا کم سے کم ایک مرتبہ پڑھے
اس واسطے کہ حدیث میں ہے کہ اگر فاتحہ مُردہ پر پڑھی جائے اور زندہ ہو جائے تو
مقام عجب نہیں ہے۔ حدیث میں ہے کہ اگر مقام درد پر ستر بار الحمد پڑھی جائے تو
تو خداوند عالم اُس درد میں سکون پیدا کر دیگا اگر تم اس کا صدق دیکھنا چاہتے ہو تو
تجربہ کر لو اور شک نہ کرو۔ صادق آل محمد فرماتے ہیں۔ جو شخص بیمار ہو تو اُسکے گریبان
میں سات مرتبہ الحمد پڑھنی چاہیے اور سزاوار یہ ہے کہ بعد پڑھنے کے لباس کو اُسکے
ہلادے۔ ساتویں یہ کہ عیادت کنندہ کوئی چیز ایسی مریض کے سامنے نہ کھائے کہ بیمار
اُس کی خواہش کرے اور وُہ اس کے حق میں مضر ہو۔ آٹھویں مریض کے پاس ایسی حرکت
نہ کرے کہ جو اس کو غیظ و غضب میں لائے اور مریض کی تنگی دل کا باعث ہو۔ نویں
یہ کہ مریض سے التماس دُعا کریں کیونکہ مریض بھی اُن میں سے ہے کہ جن کی دُعا درجہ قبولیت
تک پہنچتی ہے۔ صادق آل محمدؐ فرماتے ہیں کہ تین شخصوں کی دُعا مستجاب ہے۔ حاجی۔
راہِ خدا میں جہاد کرنے والا اور بیمار۔

فصل اُن امور کے بیان میں کہ جو محتضر سے متعلق ہیں کہ جن کو دوسرے اشخاص انجام دینگے

اوّل محتضر کا رُو بقبلہ کرنا اس طور پر کہ تلوے دونوں اُسکے پاؤں کے طرف قبلہ کے
ہوں اس طرح کہ اگر اُٹھ بیٹھے تو رُو بقبلہ ہو اور وجوب اس کا خالی قوت سے نہیں ہے
بلکہ خود محتضر پر واجب ہے کہ ایسے وقت میں اس طور سے لیٹ جائے اور جس وقت
اس طور سے لیٹنا یا لٹانا ممکن نہ ہو تو جونسی صورت اس وقت امکان میں ہو وہ
کرنی چاہیے اگر جائے تنگ میں ہو جیسے محمل یا کجاوہ وغیرہ تو رُو بقبلہ بٹھائیں۔ اگر
جائے کشادہ ہو تو دہنی کروٹ لٹاویں یا بائیں کروٹ لٹائیں جبکہ بٹھانا دشوار ہو اور کوئی
فرق نہیں ہے وجوب استقبال میں اس میں کہ محتضر صغیر ہو یا کبیر۔ مرد ہو یا عورت۔
بشرطیکہ محتضر مسلم ہو اور واجب ہے کہ یہ امر باجازت ولی محتضر ہو بشرطیکہ ولی سے اجازت
لینا ممکن ہو ورنہ بنا بر احتیاط حاکم شرع سے اس امر کے بجالانے کی اجازت حاصل کیجائے

اور احوط یہ ہے کہ محتضر اور میت کے لٹانے اور رکھنے میں اس کیفیت مذکورہ کا لحاظ غسل سے فارغ ہونے تک رہے اور بعد غسل کے جہاں بھی میت کو رکھا جائے دفن ہونے تک اُس طور سے رکھا جائے کہ جس طور سے نماز میت کے وقت رکھا جاتا ہے یعنی عراق عرب میں میت کا سر مغرب اور میت کے پیر مشرق کی جانب ہونے چاہئیں چونکہ سمت قبلہ وہاں کا جنوب میں واقع ہے۔ دوسرے تلقین کرنا محتضر کا ہے ساتھ شہادتین کے اور اقرار ائمہ اثنا عشرہ ؑ کا اور تمام اعتقادات حقہ کا اس طور پر کر وہ سمجھے بلکہ جبتک اُس کی روح مفارقت کرے تلقین کی تکرار مستحب ہے اور اس موقع پر دعاء قدسیہ عدیلہ پڑھنا مناسب ہے۔ مترجم اس لئے کہ حضرت صادق ؑ سے منقول ہے کہ کوئی شخص نہیں ہے مگر یہ کہ شیطان وقت مرگ ایک گروہ کو شیاطین کے معین کرتا ہے اُس پر کہ اُس کو شک میں ڈالیں اُس کے دین میں۔ اُس وقت تک اغوا کرتے ہیں جب تک روح اُس کی مفارقت کرے اور اگر وہ شخص مومن کامل ہوتا ہے تو شیطان کو اُس پر قابو نہیں ہو سکتا پس تلقین اُن لوگوں کی کرو ساتھ کلمات فرج کے اور اقرار بہ خدا و رسول و ائمہ کے بالتفصیل تاکہ کلام عبث کرنے سے باز رہے ۔ تیسرے تلقین کرنا کلمات فرج کا اور یہ دعا پڑھنا۔ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیَ الْکَثِیْرَ مِنْ مَعَاصِیْکَ وَاقْبَلْ مِنِّی الْیَسِیْرَ مِنْ طَاعَتِکَ اور یہ دعا بھی پڑھے یَا مَنْ یَقْبَلُ الْیَسِیْرَ وَیَعْفُوْ عَنِ الْکَثِیْرِ اِقْبَلْ مِنِّی الْیَسِیْرَ وَاعْفُ عَنِّی الْکَثِیْرَ اِنَّکَ اَنْتَ الْعَفُوُّ الْغَفُوْرُ اور یہ بھی پڑھے اَللّٰھُمَّ ارْحَمْنِیْ فَاِنَّکَ رَحِیْمٌ۔ چوتھے جبکہ جانکنی دشوار ہو تو نقل کریں اُس کو اُس جگہ کہ جہاں ہمیشہ نماز پڑھتا تھا۔ تا آسان ہو اُس پر جان نکلنا بشرطیکہ نقل کرنا باعث ایذائے محتضر کا نہ ہو۔ پانچویں اُس کے پاس سورۂ یٰسٓ و صافات کا پڑھنا تاکہ اُس کی راحت میں تعجیل ہو۔ آیۃ الکرسی ھُمْ فِیْھَا خَالِدُوْنَ تک پڑھنا اور آیت سخرہ[ا] اِنَّ رَبَّکُمُ اللّٰہُ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ الخ اور سورۂ بقر کی آخری تین آیتیں لِلّٰہِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ سے آخر سورۂ بقر تک پڑھنا سورۂ احزاب پڑھنا بلکہ قرآن کا پڑھنا اُس کے پاس اچھا ہے خواہ کہیں سے بھی ہو۔

ا یہ آیت پ رکوع ۱۳ میں موجود ہے (مترجم)

فصل اُن اُمور کے بیان میں جو مرنے کے بعد سُنّت ہیں

اور یہ امور مندرجہ ذیل ہیں۔ اوّل یہ کہ بعد روح نکل جانے کے آنکھیں اور مُنھ اسکا بند کردیں تاکہ کھُلا نہ رہے بوجہ اُس کے بدہیئت ہونے کے۔ دوسرے جبڑوں کو مضبوط باندھ دیں۔ تیسرے دونوں ہاتھ اسکے دونوں پہلوؤں میں سیدھے کردیں تاکہ غسل دینا آسان ہو۔ چوتھے اُس کے دونوں پیر پھیلا دیں۔ پانچویں اُس کو چادر وغیرہ اوڑھادیں چھٹے اگر شب کو فوت ہوا ہو اُس مکان میں چراغ جلائیں کہ جس میں میّت ہو جنازہ کے قریب چراغ جلائیں ساتویں یہ کہ خبر کریں مومنین کو تاکہ حاضر ہوں اُس کے تشیع جنازہ میں۔ آٹھویں یہ کہ جب یقین اُس کے مرگ کا حاصل ہو جلدی کریں اُس کے دفن میں اگر شب کو فوت ہوا ہے تو انتظار دن کا نہ کریں اور اگر دن کو فوت ہوا ہے تو انتظار شب کا نہ کریں مگر یہ کہ ابھی اُس کی مرگ کا یقین نہ ہوا ہو بلکہ اُس کی موت میں شک ہو۔ پس ایسی حالت میں تا وقتیکہ اُس کی مرگ کا یقین حاصل نہ ہو جائے تجہیز و تکفین کرنے میں اُس کی جلدی نہ کریں اور اگر زن حاملہ مرگئی ہے اور بچہ اُس کے شکم میں زندہ ہے تو اُس حالت میں چاہیے کہ تاخیر دفن میں اُس کے یہاں تک ہو کہ اُس کے شکم کو جانب چپ سے چاک کریں اور بچہ کو نکالیں اور پھر شکم کو سی دیں ؛

فصل مکروہات کے بیان میں

اوّل۔ ہاتھ بدن محتضر پر رکھنا نزع کی حالت میں اُس کے جسم کو چھونا کیونکہ اس سے مرنے والے کو اذیت ہوتی ہے چنانچہ حضرت امام جعفر صادق ؑ سے منقول ہے کہ وقت احتضار کے ہاتھ بدن محتضر پر نہ رکھ کیونکہ ایسی حالت میں جو اُس پہ ہاتھ رکھیگا ایسا ہے کہ اُس کو قتل کیا۔ دوسرے مکروہ ہے رکھنا لوہے اور غیر لوہے کا میّت کے شکم پر علی الخصوص جبکہ بھاری وزن دار ہو۔ تیسرے مکروہ ہے تنہا چھوڑنا میّت کا

اِس لئے کہ شیطان اُس سے بازی کرتا ہے۔ اُس کے بدن میں داخل ہوتا ہے۔ چوتھے یہ کہ حاضر ہونا جنب اور حائض کا اُس کے پاس پانچویں یہ کہ بہت باتیں کرنا اُس کے پاس چھٹے رونا اُس کے پاس ساتویں یہ کہ حاضر ہونا اُن لوگوں کا جو کاروبار تجہیز کیا کرتے ہیں اور امثال اُن کے کہ موجب خوف ویاس اہل وعیال محتضر کا ہو۔ آٹھویں فقط عورات کا محتضر کے پاس چھوڑنا بخوف اس کے کہ مبادا صدائے گریہ بلند کریں اُس کے پاس ؏

فصل موت کو مکروہ اور بُرا سمجھنا حرام نہیں بلکہ مباح ہے

البتہ جبکہ علامات موت ظاہر ہوں تو سنّت ہے کہ شوقِ لقائے الٰہی دل میں ہو اور آرزوئے موت مکروہ ہے اگرچہ کیسے ہی شدائد و آلام دنیا میں مبتلا ہو مگر موت کی تمنا نہ کرے بلکہ ایسی حالت میں خداوندِ عالم سے یوں دست بدعا ہو تو مناسب ہے۔ اَللّٰھُمَّ اَحْیِنِیْ مَا کَانَتِ الْحَیٰوۃُ خَیْرًا لِیْ وَتَوَفَّنِیْ اِذَا کَانَتِ الْوَفَاۃُ خَیْرًا لِیْ اور مکروہ ہے سلسلہ آرزو کو دراز کرنا اور موت کو بعید اور دُور سمجھنا بلکہ ہر وقت قریب اور پیش نظر ہونی چاہیے اور سنّت ہے ہر وقت موت کا ذکر و اذکار تاکہ ہر وقت اسکی یاد رہے اور غافلین میں سے اُسکا شمار نہ ہو اور مرض وبا اور طاعون سے فرار کرنا بھاگنا جائز ہے اور بعض اخبار میں جو اس سے بھاگنے کو جہاد سے فرار کرنے کے ساتھ تشبیہ دیگئی ہے طاعون سے فرار گویا جہاد سے فرار کہا گیا ہے اس کا مطلب و مقصد وہی ہے جو کہ مترجم نے صفحہ ۳۵۰ میں قلمبند کیا ہے البتہ اگر کوئی زیر مسجد یا احاطہ مسجد میں رہتا ہو اور وہاں مرض وبائی مثل طاعون کے واقع ہوجائے تو مسجد کو چھوڑ کر اور وہاں سے فرار اختیار کرنا مکروہ ہے

فصل میّت کی تجہیز و تکفین و غسل اور نمازِ جنازہ کے بیان میں

یہ سب اُمور واجب کفائی ہیں سب مکلّفین پر واجب ہیں اگر کوئی ایک شخص مکلّف ان سب اُمور کو انجام دے تو تمام مکلّفین سے یہ وجوب ساقط ہوجائیگا اور اگر کوئی

بھی میت کے پاس نہ جائے کوئی شخص ان واجبات مذکورہ بالا کو انجام نہ دے تو جمیع مکلفین گنہگار ہوں گے درصورتیکہ متعدد اشخاص ایک وقت میں نماز جنازہ پڑھیں تو ہر ایک شخص نماز بنیتِ وجوب پڑھیگا یہی ایک واجب کفائی ایسا ہے کہ درانحالیکہ ایک شخص اسکو انجام دے رہا ہے وجوب ادا ہو رہا ہے مگر جو بھی اس کو ادا کریگا وہ بہ نیت وجوب ہی ادا کریگا اگر ہزار آدمی نماز پڑھنے والے ہوں گے سب واجب کی نیت سے نماز پڑھینگے بشرطیکہ ایک وقت میں سب نیت کریں خلاصہ یہ کہ جو واجب ایسا ہو کہ جسکا عدد شخص واحد سے نہ ہو بلکہ جماعت سے ہوتا ہو تو ہر ایک شخص اُس جماعت کا بقصد وجوب اس امر کو ادا کریگا مگر شرط یہ ہے کہ سب ایک ہی وقت میں اُس امر واجب کو ادا کریں ورنہ تقدیم و تاخیر کی صورت میں جو پہلے ادا کریگا وہ بہ نیتِ وجوب ادا کریگا اور جو بعد کو ادا کریگا وہ بقصد استحباب ادا کریگا البتہ غیر شخص[۱] پر اجازتِ ولی لینا واجب ہوگی۔ اجازت حاصل کی جائے گی تب نماز پڑھی جائے گی۔ مگر اس کے معنی یہ نہیں کہ اوروں پر یہ نماز واجب نہیں کیونکہ وجوب اجازت دراس وجوب میں کوئی منافات[۲] نہیں کیونکہ اجازتِ ولی کو وجوب میں مدخلیت نہیں صحت نماز میں دخل ہے بدون اجازت ولی نماز صحیح نہ ہوگی نہ کہ بدون اذن ولی نماز ہی واجب نہ ہوگی لہذا منافات نہ ہوگی اور جبکہ ولی نہ تو خود امور میت کو انجام دے اور نہ کسی دوسرے شخص کو اجازت دے تو اس صورت میں اجازت ولی ہی واجب نہ رہے گی اسکا اعتبار ساقط ہو جائیگا بلکہ بلا اجازت ولی نماز وغیرہ کو پڑھنا اور انجام دینا ہوگا ہاں ایسی حالت میں اگر حاکم شرع اس ولی پر جبر کرسکتا ہو تو کرے اور اُسکو مجبور کرے کہ یا تو خود انجام دے یا دوسرے کو اجازت دے اور اگر ولی سے اجازت حاصل کرنا ممکن نہ ہو تو حاکم شرع سے اجازت لیکر نماز پڑھنی چاہئے۔

---

[۱] بنابر احتیاط غیر شخص کو اجازت لینا چاہئے اگرچہ اذن کا واجب نہ ہونا خالی قوت سے نہیں البتہ اگر ولی خود ان امور کو انجام دے یا کسی شخص خاص کو مقرر کرے تو اوروں کو اسکے مقصد و ارادہ میں مزاحمت کرنا جائز نہیں (ابوالحسن مدظلہ) [۲] بلکہ ان دونوں میں منافات ہے۔ اور وجہ منافات اور اسکی تفصیل چونکہ طوالت سے خالی نہیں اور مقام و محل میں اتنی گنجائش نہیں اسوجہ سے بس اسی پر اکتفا کی گئی (ابوالحسن مدظلہ)

مسئلہ نمبر۱ - گذشتہ مسئلہ میں بیان ہو چکا ہے کہ بغیر اذنِ اولیا میّت کوئی شخص تجہیز و تکفین وغیرہ میت کی نہ کرے حتی الامکان اجازت حاصل کرنی چاہیے خواہ صراحۃً ملے خواہ اجازت فحوائی ملے خواہ شاہد حال - بہر حال اذن ملجانا چاہیے ولی میت سے - مترجم - اذنِ صریح تو محتاجِ تعارف اور تعریف نہیں ہر شخص اسکو سمجھتا ہے البتہ شاہد حال اور فحوائی اذن کے ذرا سمجھنے کی ضرورت ہے - ان دونوں میں فرق وامتیاز کرنے کی ضرورت ہے اس بنا پر ہر دو قسم اذن کی تعریف مثال میں قلمبند کی جاتی ہے ملاحظہ ہو جبکہ ولی کو معلوم ہو کہ زید مثلاً متکفل تجہیز میت ہے اور باوجود اس علم کے اُس کو منع نہ کرے بس اتنے ہی پر اکتفا کرنی زید کو جائز ہے - اور یہی شاہد حال ہوگی اور جب ولی میت خالد سے کہے مثلاً کہ میں اِس میت پر تجھ کو نماز جنازہ پڑھنے کی اجازت دیتا ہوں پس اُس نے اجازت دی اُس کے تغسیل وتکفین وغیرہ کی خالد کو بطریق اَولیٰ اور اسی کو فحوی کہتے ہیں ؛

مسئلہ نمبر۲ - چونکہ امورِ تجہیز وتکفین میت جمیع مکلّفین پر واجب کفائی ہیں اور امور میت میں تعجیل لازم تاخیر ممنوع ہے اس بنا بر بعد اس بات کے جاننے کے کہ فلاں شخص مرگیا ہے ہر شخص پر جلدی کرنا اور اپنے کو میّت کے پاس حاضر کرنا واجب ولازم ہے تاکہ دفن میّت میں تاخیر نہ ہو مگر جبکہ یہ معلوم ہو جائے اور خبر مرگ کے بعد یہ خبر پہنچے کہ بعض مکلّفین امور میت میں مشغول ہیں تو تعجیل کا وجوب ساقط ہو جائےگا اور مکلفین پر اپنے کو میّت کے پاس حاضر ہونے میں جلدی کرنا واجب نہ رہیگا البتہ تا وقتیکہ امور میت سے فراغت کا علم نہ ہو یہ معلوم نہ ہو کہ جو حضرات مکلّفین تجہیز میت میں مشغول تھے انہوں نے سب امورِ واجبہ کو انجام تک پہنچا دیا - تکمیل کردی اُس وقت تک وجوب کفائی جو جمیع مکلّفین کے ذمّہ ہے ساقط نہ ہوگا بلکہ باقی رہیگا - پس اس سے معلوم ہوا کہ محض شروع ہونیکا علم کسی فعل کے متعلق اصل وجوب فعل کو ساقط نہیں کرتا - تا وقتیکہ وہ فعل پورا نہ ہو جائے اسی سے یہ بات مستفاد ہوتی ہے کہ اگر بعض مکلفین نماز میت پڑھ رہے ہوں اور دوسرے اشخاص مکلّفین اگر نماز میں شریک ہو جائیں اور نماز میت پڑھیں تو بہ نیت وجوب ہی پڑھیں گے کیونکہ ابھی سابقین نے نماز ختم نہیں کی - پڑھ ہی رہے ہیں ہاں اگر سابقین نماز کو ختم کردیں تو لاحقین سے وجوب ساقط

بہ نیت استحباب نماز پڑھیں گے بعد کو آنے والے مکلفین نماز میت بہ نیت سنت ادا کریں گے ؛

مسئلہ نمبر ۳ - محض اس گمان سے کہ فلاں شخص مکلف امور میت انجام دے رہا ہے تعجیل کا وجوب ساقط نہ ہوگا جبکہ ظن یعنی گمان سے یہ وجوب ساقط نہ ہوا تو شک سے کیا یہ ساقط ہو سکتا ہے پس معلوم ہوا کہ اس حکم تعجیل کو سوائے علم و یقین کے کوئی اور دوسری چیز ساقط نہیں کر سکتی ؛

مسئلہ نمبر ۴ جبکہ یہ معلوم ہو جائے کہ تجہیز و تکفین میت کا صدور فلاں شخص مکلف سے ہو گیا تو اس علم کے بعد اور مکلفین سے یہ وجوب ساقط ہو جائیگا بشرطیکہ امور میت کا غلط اور خلاف شرع انجام پانا معلوم نہ ہو ورنہ وجوب کفائی کا سقوط نہ ہوگا سب ذمہ دار ہوں گے اور اگر صحت امور میت میں شک ہو بلکہ اگرچہ خلاف شرع ہونے کا ظن ہو ان دونوں صورتوں میں امور میت کو صحیح اور موافق شرع تصور کیا جائیگا خواہ اس کا انجام دینے والا عادل ہو یا فاسق بہر حال تجہیز و تکفین میت کو صحیح سمجھا جائیگا ؛

مسئلہ نمبر ۵ - جو امور میت کہ بدون نیت نہیں ہو سکتے تاوقتیکہ قصد قربت نہ ہو صحیح نہیں ہو سکتے جیسے نماز میت اور غسل میت یہ اگر بالغ و عاقل کے ہاتھوں انجام پائیں گے غسل میت دینے والا اور نماز میت پڑھنے والا اگر شخص بالغ و عاقل ہوگا تو دیگر مکلفین بری الذمہ ہو سکتے ہیں اس تکلیف سے ورنہ نہیں۔ اسی بنا پر طفل نابالغ کا نماز پڑھنا جنازہ پر کافی نہ ہوگا بالغین کیلئے اقویٰ علی الاحوط یہی ہے کہ محض نابالغ کا جنازہ کی نماز پڑھنا مکلفین کے لئے کافی نہیں ہو سکتا خواہ اس نابالغ کی نماز کو صحیح مانا جائے یا نہ مانا جائے بہر حال اس کی نماز کفایت نہیں کر سکتی۔ ہاں اگر اسکا علم ہو جائے کہ نابالغ کی نماز صحیح طور پر موافق شرع واقع ہوئی ہے تو اس کی کفایت بعید نہ ہوگی لیکن پھر بھی احتیاط مذکور کو ترک نہ کرنا چاہئے اب رہے وہ امور میت کہ جو بغیر نیت ہو سکتے ہیں جن میں قصد قربت کو مدخلیت نہیں جیسے محتضر کا رو بقبلہ کرنا کفن پہنانا۔ میت کو دفن کرنا یہ امور جس شخص سے بھی وقوع میں آجائیں کافی ہوں گے دیگر مکلفین سے وجوب ساقط ہو جائے گا۔ خواہ وہ شخص بالغ و عاقل ہو یا طفل نابالغ ہو یا مجنون ہو۔

بہرحال یہ امور مذکورہ کافی اور قابل اعتبار سمجھے جائیں گے اور دیگر مکلفین مشغول الذمہ نہ رہیں گے ؛

فصل مراتب اولیا کے بیان میں

مسئلہ نمبر ا۔ اگر میت زن شوہردار ہو پس شوہر اس کا اولی اور مقدم ہے تمامئے اقارب زن پر خواہ زن آزاد ہو یا کنیز ہو عقد دائمی میں ہو یا منقطع یعنی ممتوعہ ہو۔ بہرحال شوہر کو ترجیح ہو گی اگرچہ احوط یہ ہے کہ اگر زن ممتوعہ کی میت ہے تو غسل دینے والے کو شوہر سے بھی اجازت لینی چاہئے اور اس شخص سے بھی اذن حاصل کرنا چاہئے کہ جسکا مرتبہ ولایت میں شوہر کے بعد ہے اور شوہر کے بعد ولایت میں مرتبہ مالک کا ہے اور اگر میت غلام کی ہے یا کنیز کی تو اسکا مالک امور میت انجام دینے میں اولی ہے اور اگر ولی متعدد اشخاص ہوں تو سب سے اجازت حاصل کرنی چاہئے چونکہ سب ولایت میں شریک ہیں اس کے بعد جو قرابت دار کہ میراث پانے میں مقدم ہیں وہ امور میت انجام دینے میں اجنبی پر مقدم ہوں گے مثل میراث کے طبقوں کے غسل دینے میں بھی ترجیح اور اولویت رہے گی۔ پس طبقہ اولی یعنی ماں باپ اور اولاد طبقہ ثانیہ یعنی دادا دادی بھائی بہن سے اولی ہیں اور دوسرا طبقہ تیسرے طبقہ چچا اور ماموں سے مقدم ہیں ان طبقات کے بعد جو مالک کہ اپنے غلام کو آزاد کرے وہ ضامن جریرہ سے مقدم ہے اس کے بعد مرتبہ حاکم شرع کا ہے اگر حاکم شرع نہ ہو تو اہل ایمان جو کہ مرتبہ عدالت پر فائز ہوں وہ فاسق و فاجر سے اس معاملہ میں مقدم رہیں گے ؛

مسئلہ نمبر ۲۔ جس طبقہ میں کہ متعدد وارث مختلف صنف کے ہوں مثلاً مرد بھی ہوں اور عورات بھی۔ پس مردوں کو تقدیم ہو گی عورتوں پر اور بالغوں کو نابالغوں پر تقدیم ہو گی اور مردوں میں سے حقیقی بھائی مقدم ہے۔ علاتی اور اخیافی پر[۱] اگر کچھ قرابتدار میت ایسے ہوں کہ جن کو میت سے قربت بوجہ پدر میت کے ہے اور کچھ اقرباء میت

[۱] علاتی سے مراد پدری اور اخیافی سے مقصود مادری (ماں ایک باپ دو) بھائی بہن ہیں (مترجم)

ایسے ہوں کہ جن کو میت سے تعلق بوجہ مادر میت کے ہے پس اول الذکر قرابت دار میت کو تقدم حاصل ہوگی آخر الذکر اعزاء میت پر اور پہلے طبقہ میں باپ مقدم ہے ماں پر اور اولاد میت پر اور اولاد میت مقدم ہے نبیران میت پر اور دوسرے طبقہ میں دادا اور نانا مقدم ہیں برادران میت پر اور برادران میت مقدم ہیں میت کے برادر زادگان پر اور تیسرے طبقہ میں چچا مقدم ہے ماموں پر اور چچا اور ماموں مقدم ہیں میت کے چچازاد و ماموں زاد بھائیوں پر ؛

مسئلہ نمبر ۳ ۔ جبکہ کسی طبقہ میں بھی ولی میت مذکر یعنی مرد نہ ہو عورات ہوں پس عورات کے لئے ولایت نہ ہوگی اسی طرح اگر تمامے طبقات میں نابالغ وارث ہوں یا غائب ہوں کوئی بالغ اور حاضر وارث میت نہ ہو تو نابالغین اور غائبین کے لئے ولایت حاصل نہ ہوگی یہ ولی نہ سمجھے جائیں گے لیکن ایسے موقع پر یعنی جبکہ کوئی بالغ یا حاضر وارث میت نہ ہو تو حاکم شرع سے اجازت حاصل کر کے امور میت میں مشغول ہونا احوط ہے ؛

مسئلہ نمبر ۴ جبکہ میت وارثوں میں اپنی ماں اور اولاد ذکور چھوڑے تو میت کی مادر ولایت میں اولیٰ ہوگی اولاد میت سے لیکن اولاد سے بھی اذن حاصل کرنا احوط ہے

مسئلہ نمبر ۵ جبکہ بعض طبقات اور بعض مراتب اولیا میں ولی میت صغیر ہو یا غائب یا دیوانہ ۔ پس ایسی حالت میں احوط یہ ہے کہ حاکم شرع سے بھی اذن حاصل کیا جائے اور اس طبقہ سے بھی اجازت حاصل کی جائے کہ جو صغیر یا غائب یا دیوانہ کے طبقے کے بعد ہے اگرچہ ایسے موقع پر اگر مابعد والے طبقہ کی طرف ولایت کا انتقال ہو جائے تو خالی قوت سے نہ ہوگا یعنی بعد والے طبقہ کو ولی ماننا اقویٰ ہے اور جبکہ نابالغ کا ولی موجود ہو تو اس سے بھی احتیاطاً اذن حاصل کرنا چاہئے ؛

مسئلہ نمبر ۶ ۔ جبکہ کسی طبقہ میں متعدد ورثا چھوٹے بڑے مسن غیر مسن دونوں قسم کے ہوں تو سب کو ولایت حاصل ہوگی اور سب ولی سمجھے جائیں گے لہذا سب کی اجازت حاصل کرنی پڑے گی اگرچہ احتمال یہ ہے کہ جوان پر بڈھے مقدم ہوں گے

مسئلہ نمبر ۷ جبکہ میت وصیت کرے اپنی تجہیز کے متعلق کہ فلاں شخص غیر میری

تجہیز کرے تو بعض علمائے کرام اس موقعہ پر فرماتے ہیں کہ یہ وصیت میت کی نافذ یعنی جاری نہ ہوگی قابل سماعت نہ ہوگی تا وقتیکہ ولی میت اجازت نہ دے لیکن اقوی یہ ہے کہ میت کی وصیت صحیح اور واجب العمل ہے اگرچہ احوط یہ ہے کہ اگر شخص ثالث میت کی تجہیز کرنی چاہے تو ولی میت سے بھی اذن حاصل کرے اور اُس شخص غیر سے بھی کہ جس کو میت وصیت کر گئی ہے اور اس شخص غیر پر یہ واجب و لازم نہیں ہے کہ میت کی وصیت کو قبول کرے اور اُس کے موافق عمل کرے اگرچہ بمقتضائے احتیاط اس غیر شخص کو میت کی وصیت قبول کر لینی چاہئے اور اس کے موافق عمل کرنا چاہئے ؎

مسئلہ نمبر ۸ ۔ جبکہ ولی اجازت دیکر دورانِ تجہیز میں پھر جائے تو مجاز اور ماذون کے لئے تجہیز کا تمام کرنا جائز نہیں کیونکہ اجازت باطل ہو گئی اسی طرح جبکہ ولی بدل جائے یعنی نابالغ تھا بالغ ہو جائے ۔ غائب تھا حاضر ہو جائے صاحب ہوش و حواس تھا دیوانہ ہو جائے یا زندہ تھا دورانِ تجہیز میں فوت ہو جائے اِن سب صورتوں میں چونکہ ولایت غیر کی طرف منتقل ہو جائے گی اس وجہ سے ماذون کیلئے تجہیز میت کا پُورا کرنا جائز نہ ہوگا پس ماذون کو چاہئے کہ جس قدر تجہیز میت باقی رہ گئی ہے اُس میں اب جو ولی قرار پایا ہے اُس سے اجازت حاصل کر کے تجہیز میت کو تمام کرے ؎

مسئلہ نمبر ۹ ۔ پانچویں مسئلہ میں یہ بیان ہو چکا ہے کہ نابالغ اور غائب اور دیوانہ کے لئے ولایت نہ ہوگی اگر یہ ولی ہوں تو ان کو ولی نہ سمجھا جائے گا اُن سے اجازت نہ حاصل کی جائے گی بلکہ ایسے موقعہ پر حاکم شرع سے اجازت لینی پڑے گی اب صورت مسئلہ نمبر ۹ یہ ہے کہ حاکم شرع سے اجازت حاصل کر کے مثلاً غسل میت دیا نماز جنازہ پڑھی یا پڑھائی بعد ختم غسل یا بعد تمام ہونے نماز میت کے وہ نابالغ بالغ وہ غائب ولی حاضر وہ دیوانہ اچھا خاصا ہو جائے اس کا جنون جاتا رہے تو اِن ثلاثہ (بالغ ۔ حاضر ۔ ہوشیار) کو یہ جائز نہیں کہ ماذون حاکم شرع سے یہ کہیں کہ تم دوسری مرتبہ تجہیز میت کرو ۔ پھر سے غسل دو ۔ دوبارہ نماز میت پڑھو کیونکہ جو ہونا تھا ہو چکا بعد ختم عمل چونکہ اولیائے میت کا انتقال ہوا ہے لہذا افعال ماضیہ پر کچھ اثر نہ پڑیگا ؎

مسئلہ نمبر ۱۰ ۔ اگر کوئی شخص ولی میت ہونے کا مدعی ہو یا اس کا دعویٰ کرے کہ میں

ولی میت کی جانب سے ماذون ہوں یا میت نے مجھ کو وصیت کی تھی کہ میری تجہیز کرنا۔ ان تمام دعویداران قول پر علی الظاہر اکتفا کرنا جائز اور ان کے قول کی سماعت جائز ہوگی بشرطیکہ کوئی اور شخص ان کے علاوہ ان کے دعوے کا معارض اور ان کے برخلاف مدعی نہ ہو ورنہ یعنی معارضہ کی صورت میں شہادت اور بیّنہ سے یہ مسئلہ طے ہوگا۔ ولایت کا ثبوت بیّنہ کا محتاج ہوگا اور اگر شہادت دستیاب ہو بیّنہ کسی دعویدار کے پاس اپنے قول کی ثبوت میں ہو تو عمل بالاحتیاط کیا جائیگا

مسئلہ نمبر ۱۱۔ جبکہ ولی میت یا غیر ولی کسی شخص غیر کو غسل میت دینے یا نماز جنازہ پڑھنے یا پڑھوانے پر مجبور کرے تو ظاہراً غسل میت اور نماز اسکی صحیح سمجھی جائیگی بشرطیکہ اُس نے غسل دینے یا نماز پڑھنے میں قصد قربت کر لیا ہو کیونکہ یہ شخص بھی تو منجملہ مکلّفین ہے مثل ولی میت کے اس لئے کہ تجہیز میت جمیع مکلّفین پر واجب کفائی ہے اور وارث میت کا حق مقدم ہی اور ولی میت کو ترجیح ہے اس سے دوسرے لوگ غیر مکلّف نہ ہو جائیں گے۔

مسئلہ نمبر ۱۲۔ حاصل ترتیب اولیاء میت یہ ہے کہ شوہر مقدّم غیر شوہر پر مالک یعنی آقا مقدم غیر مالک پر پدر میت مقدّم غیر پدر میت پر۔ اس کے بعد ولایت میں مادر میت کا مرتبہ ہے پھر اولاد ذکور بالغین کا مرتبہ ہے پھر اولاد اناث جو کہ نابالغہ نہ ہو کا مرتبہ ہے۔ پھر اولاد کی اولاد یعنی نبیران میت کا مرتبہ ولی ہونے میں ہے ان کے بعد دادا ولی ہو سکتا ہے پھر ولایت دادی کو مل سکتی ہے پھر برادر میت ولی ہوگا۔ پھر ہمشیرہ میت کو ولی ہونے کا حق حاصل ہوگا پھر بھائی اور بہن کی اولادوں کو ولایت ملیگی پھر چچا میّت کے ولی ہو سکتے ہیں پھر ماموں میت کے ولی بن سکتے ہیں پھر ان دونوں کی اولاد ولایت کی مستحق ہوگی پھر غلام کا آزاد کرنے والا اس ولایت کے مرتبہ پر پہنچیگا۔ پھر ضامن جریرہ کو یہ حق حاصل ہوگا انہیں سے اگر کوئی بھی نہ ہو تو حاکم شرع ولی ہوگا اگر یہ بھی ظاہر نہ ہو اور فی الحال حاکم شرع ممکن نہ ہو تو عدول مومنین کو یہ حق ولایت حاصل ہوگا اور بغیر ان کی اجازت کے تجہیز میت جائز نہ ہوگی۔

فصل میّت کے غسل دینے کی بیان میں

غسل میّت کا واجب کفائی ہونا عام ہے یعنی وجوب غسل میّت میں کوئی استثنا نہیں بلکہ ہر مسلمان میّت کو غسل دینا واجب ہے خواہ شیعہ اثنا عشری ہو خواہ میت مذہب

سنت پر ہو شیعہ اثنا عشری نہ ہو لیکن غسل دینے میں میت کے مذہب و ملت کا لحاظ نہ کیا جائے گا بلکہ بطریق مذہب شیعہ غسل دیا جائے گا خواہ میت کسی مذہب پر ہو۔ مسلمان ہو غسل بطریقہ شیعہ دینا واجب و لازم ہوگا۔ اسی سے یہ بات بھی واضح ہو گئی کہ کافر کو غسل دینا جائز نہیں خواہ وہ کافر اہل کتاب سے ہو جیسے نصارا خواہ مشرک ہو خواہ ذمی ہو خواہ حربی ہو۔ بہر حال جتنی قسمیں کافر کی ہو سکتی ہیں ان سب کی میتوں کو غسل دینا جائز نہ ہوگا۔ اب رہے غالی اور ناصبی اور خارجی اور مرتد فطری اور ملی جبکہ بغیر توبہ کئے فوت ہو جائے یہ بھی حکم وجوب غسل سے خارج اور مستثنیٰ ہونگے ان کی میتوں کو بھی غسل دینا جائز نہیں یہ بھی مثل کفار شمار اور زمرہ میں کفار کے ہونگے مسلمان کا بچہ حکم میں مسلمان کے۔ لہٰذا اس کو بھی غسل میت دینا واجب ہوگا۔ کافر کا بچہ حکم میں کافر کے ہے لہٰذا مثل کافر اس کو بھی غسل میت دینا واجب و لازم ہوگا لیکن زنا زادہ اگر مسلم کے نطفہ سے پیدا ہوا ہے تو مثل مسلم اس کو بھی غسل میت دینا واجب و لازم ہوگا اور اگر کافر کا نطفہ ہے تو حکم میں کافر کے ہوگا۔ غسل میت دینا اسکو واجب و لازم نہ ہوگا اور جو بچہ دیوانہ ہو جائے اور بعد بلوغ اسلام کا مدعی ہو۔ اسلام کو اچھا سمجھے تو وہ مسلم سمجھا جائے گا۔ اگر کفر کو اچھا سمجھے مدعی کفر ہو تو کافر سمجھا جائیگا اور اگر مجنون بچہ پیدا ہو کوئی بچہ پیدائشی دیوانہ ہو تو بچہ کا وہی حکم ہوگا جو عام اطفال کا ہوتا ہے یعنی جیسا کہ عام اطفال خورد سال حکم میں اپنے ماں یا باپ کے ہوتے ہیں ویسا ہی یہ بچہ دیوانہ بھی اپنے والدین کے حکم میں ہوں گے یعنی جو ماں باپ کا مذہب ہوگا وہی اُن کا مذہب سمجھا جائیگا۔ اگر ماں یا باپ مسلم ہیں تو اُن کو مسلمان اور اگر کافر ہیں تو اُن کو کافر سمجھ کر غسل میت نہ دیا جائے گا۔ اگر کسی بچہ نابالغ کو کوئی شخص قید کر لیوے اپنے قبضہ میں لے آئے تو اس بچہ کا مذہب وہی سمجھا جائے گا کہ جو قید کرنے والے کا ہے جس کے قبضہ میں ہے اُسی کے تابع ہوگا مذہب و ملت میں بشرطیکہ اگر اس بچہ کے ساتھ اُس کا باپ یا ماں یا دادا یا دادی قید ہیں اور قبضہ

لے اس میں اشکال ہے پس احوط اس میں تابعیت ہے اور اقویٰ عدم تابعیت ہے کہ یہ بچہ قید کرنیوالے کی تابع مذہب میں نہ ہوگا اور یہی حکم اُس بچہ کا ہے کہ جو دار کفر میں سے اٹھایا جائے اور وہاں کوئی مسلم بھی رہتا ہو کہ جس سے اُس بچہ کا پیدا ہونا محتمل ہو (ابو الحسن مدظلہ)

ہیں نہ ہوں ورنہ جو اس کے ماں یا باپ کا مذہب ہوگا وہی اس بچہ کا سمجھا جائے گا اگر ملک اسلام میں کوئی بچہ گمنام پڑا ہوا ملے تو اس کو مسلم سمجھا جائے گا۔ اسی طرح ملک کفر میں کوئی بچہ گم شدہ دستیاب ہو کافر سمجھا جائے گا۔ بشرطیکہ وہاں کوئی مسلم ایسا نہ رہتا ہو کہ جس سے اس بچہ کا تولد محتمل ہو سکے ورنہ وہ مسلم کے حکم میں ہوگا۔ اس کو مسلمان سمجھا جائے گا۔ غسل میت مسلمان کا وجوب بہر حال ہے۔ بلا فرق کے ہر خواہ وہ میت چھوٹی ہو خواہ بڑی۔ بچہ کی میت ہو یا کسی بڑے کی میت۔ غسل کا وجوب دونوں پر یکساں ہے یہاں تک کہ اگر چار ماہ کا حمل اسقاط ہو جائے تو اس کو بھی غسل و کفن اور حنوط باقاعدہ معلومہ کیا جائیگا لیکن نماز جنازہ پڑھنا اس میت پر واجب تو کیا مستحب بھی نہ ہوگا۔ ہاں اگر چار ماہ سے کم کا حمل گریگا اس کو غسل میت دینا واجب و لازم نہ ہوگا بلکہ اس کو ایک پارچہ میں لپیٹ کر معمولی طور پر دفن کر دیا جائے گا۔

فصل واجب غسل میت میں

نیت قربت غسل دینے والے پر کہ جس کا بیان بحث وضو میں بالتشریح ہو چکا ہے اور اقوی یہ ہے کہ ایک ہی نیت تینوں غسل کے لئے کافی ہے اگرچہ احتیاط[۱] اسی میں ہے کہ ہر غسل سے پہلے تجدید نیت کی جائے اعادۂ نیت کیا جائے ہر غسل کیلئے جداگانہ نیت ہو اگر دو یا تین شخص ملکر غسل میت دیں تو سب پر نیت کرنا واجب ہے اور اگر غسل دینے والا تو ایک ہی ہو مگر اس کے معین و مددگار اور بھی ایک یا دو ہوں تو محض غسال پر نیت کرنا واجب ہے اوروں پر نہیں۔ اگرچہ احوط یہ ہے کہ معین و مددگار بھی با نیت ہوں اور یہ لازم نہیں کہ تینوں غسل کا دینے والا ایک ہی شخص ہو بلکہ ہر غسل کا دینے والا اغسال ثلثہ میت سے علیحدہ علیحدہ تین شخص ہو سکتے ہیں۔ مترجم مثل اس کے میتِ عمرو کو خالد غسل سدر دے۔ حامد غسل کافور۔ محمود

---

[۱] اس احتیاط کو ترک کرنا چاہیے اور اس نیت کی جزئیت اور عدم جزئیت سی کوئی بحث نہ ہونی چاہیے (ابوالحسن عفی عنہ)

غسل آب خالص دے بلکہ یہ بھی جائز ہے کہ چند شخص ملکر ایک غسل دیں اور ترتیب واجب کو ملحوظ رکھیں اور اس صورت کے جائز ہونے پر نیت سب پر کرنی واجب و لازم ہوگی ÷

فصل غُسل دہندہ کے بیان میں

واجب ہے کہ غسل دہندۂ میت مثل میت کے ہو ذکوریت وانوثیت میں یعنی اگر میت مرد کی ہو تو اُس کو مرد ہی غسل دے نہ کہ عورت اور اگر عورت کی ہو تو اُسکو عورت ہی غُسل دے نہ کہ مرد۔ غرضکہ مرد کے لئے جائز نہیں کہ غسلِ میت عورت دے اور نہ عورت کیلئے مشروع ہے کہ میتِ مرد کو غسل دے اگرچہ پس پردہ ہی سے کیوں نہ غسل ہو۔ تب بھی جائز نہیں۔ اگرچہ میّت عورت کو مثلاً چھُونے اور دیکھنے کی بھی نوبت نہ آئے۔ اس قدر احتیاط سے کام کیا جائے نہلایا جائے تب بھی مرد کو عورت کی میت کو نہلانا جائز نہیں مگر چند موقعوں پر مرد عورت کو غسلِ میت دے سکتا ہے عورت مرد کو نہلا سکتی ہے اول جب لڑکے کا سن تین سال سے زائد نہ ہو۔ عورت غسل دے سکتی ہے اسی طرح لڑکی تین سالہ کو مرد نہلا سکتا ہے اگرچہ میّت پسر و دختر برہنہ ہو اور مماثل موجود بھی ہو۔ یعنی لڑکی کو نہلانے کے لئے عورت اور لڑکے کے غسل دینے کیلئے مرد موجود بھی ہو تب بھی لڑکی کو مرد اور لڑکے کو عورت نہلا سکتی ہے اگرچہ احوط یہ ہی کہ جبکہ مماثل مفقود ہو تب ایسا کرنا چاہیے یعنی جبکہ لڑکی کے نہلانے کو عورت نہ ملتی ہو تب مرد غسل دے ورنہ نہیں۔ دوسرے زن و شوہر کے لئے ایک کو دُوسرے کی میّت کو غُسل دینا جائز ہے اگرچہ مماثل موجود ہو۔ عورت غسل دینے والی ملسکتی ہو تب بھی شوہر اپنی زوجہ کو غسل دے سکتا ہے اسی طرح زوجہ اپنے شوہر کو نہلا سکتی ہے اگرچہ شوہر کیلئے مرد غسل دینے کیلئے آمادہ ہو اور ان دونوں کے لئے یہ بھی لازم نہیں کہ بالائے لباس سے غسل دیں بلکہ شوہر برہنہ میت زن کو غسل دے سکتا ہے اسی طرح عورت۔ اگرچہ احوط یہ ہے کہ جبکہ مماثل مفقود ہو عورت کے لئے عورت غسل دہندہ مثلاً نہ ملتی ہو تب اس کا شوہر نہلا دے اور بالائے لباس سے غُسل دے احتیاطاً اور

زوجہ شوہر کیلئے ایسے موقعہ پر شرمگاہ پر نظر کرنا جائز ہے اگرچہ کراہت سے خالی نہیں اور یہ حکم زن وشوہر کا عام ہے بلا استثنا ہے خواہ زن آزاد ہو خواہ کنیز خواہ عقد دائمی میں ہو یا ممتوعہ ہو[1] بلکہ اگرچہ مطلقہ رجعیہ ہو تو بھی غسل اپنے شوہر کو دے سکتی اور شوہر اس کو نہلا سکتا ہے اگرچہ احوط یہ ہے کہ جبکہ مماثل موجود ہو تو مطلقہ کو اس کی طرف سبقت نہ کرنی چاہئیے اسی طرح شوہر کو اسکی مطلقہ کی میت کو غسل نہ دینا چاہئیے جبکہ عورت نہلانے والی مل سکتی ہے بالخصوص جبکہ غسل کی نوبت بعد منقضی ہونے عدہ وفات کے آئے اور عاصکر مطلقہ دوسرے شوہر کے عقد میں ہو تو شوہر اول کی میت کو غسل دیسکتی ہے بشرطیکہ مماثل مفقود ہو اس مسئلہ کی شکل یوں ہو سکتی ہے ایک شخص نے اپنی زوجہ کو طلاق رجعی دی بعد طلاق برف باری کے زمانہ میں برف میں دب کر مرگیا۔ لاش تک کا پتہ نہ لگا۔ زوجہ نے عدہ وفات پورا کر کے دوسرے شخص سے عقد کر لیا۔ عقد کے بعد جب برف ہٹا۔ گرمی آئی تو اس کے شوہر اول کی لاش برآمد ہوئی۔ اب اس کی تجہیز وتکفین واجب ہوئی پس اگر مماثل مفقود ہے تو یہ مطلقہ شوہر اول کی میت کو غسل دے سکتی ہے ورنہ یعنی اگر مرد غسل دینے کیلئے دستیاب ہے تو اس کا غسل دینا خلاف احتیاط ہے اب رہی مطلقہ بائنہ اس کے متعلق یہ کہنے ہیں کہ نہ یہ غسل دے سکتی ہے اور نہ اسکا شوہر دے سکتا ہے دونوں کے لئے ناجائز ہے کوئی اشکال نہیں بلا اشکال دونوں ایک دوسرے کو غسل میت نہیں دے سکتے۔ تیسرے محرم نسبی ہو یا رضاعی ہو عورت محرم کو غسل دے سکتا ہے اسی طرح عورت محرم نسبی ہو یا رضاعی مرد محرم کو نہلا سکتی ہے لیکن احوط بلکہ اقوی یہ ہے کہ جبکہ مماثل مفقود ہو تو عورت مرد کو اور مرد عورت کو نہلائے ورنہ نہیں اور جس صورت میں نہلانا جائز ہوگا۔ پس پردہ[2] سے غسل دیا جائیگا بالائے لباس سے غسل دینا جائز ہوگا برہنہ نہیں۔ چوتھے آقا اور کنیز پس آقا کے لئے جائز ہے کہ اپنی کنیز کو غسل دے بشرطیکہ کسی دوسرے کے نکاح اور دوسرے کے

---

[1] یہ احتیاط ترک نہ ہونی چاہئیے بلکہ احوط یہ ہے کہ زن ممتوعہ کو بھی غسل نہ دینا چاہئیے (ابو الحسن مدظلہ)

[2] اسکا اعتبار اشکال سے خالی نہیں۔ پس احوط یہ ہے کہ پس پردہ سے غسل دینا ہے اور اقوی بدون پردہ غسل دینا ہے (ابو الحسن مدظلہ)

عدہ میں نہ ہو اور نہ مبعضہ (بعض آزاد اور بعض کنیز) ہو اور نہ مکاتبہ ہو تو آقا اپنی کنیز کی میت کو غسل دے سکتا ہے ورنہ نہیں اب رہی کنیز کہ وہ بھی اپنے آقا کو غسل میت دے سکتی ہے یا نہیں ۔ اس میں اشکال ہے ۔ اگرچہ بعض علمائے کرام نے فرمایا ہے کہ غسل دے سکتی ہے بشرطیکہ ورثائے آقا اجازت دیں لیکن احوط یہ ہے کہ کنیز کو اپنے آقا کی میت کو غسل نہ دینا چاہئے بلکہ یہی احتیاط آقا کے لئے بھی ہے یعنی آقا کو بھی کنیز کو غسل میت دینا خلاف احتیاط ہے ؛

مسئلہ نمبر۱۔ خنثیٰ مشکل اگر تین سال کے اندر سن وسال میں انتقال کرے تو بلا اشکال حکم میت طفل تین سالہ جو کہ اوپر ذکر ہوا جاری ہوگا۔ یعنی مرد بھی اُسے غسل دے سکتا ہے اور عورت بھی اور اگر تین سال سے زائد عمر رکھتا ہے تو اسکا جو محرم ہے وہ غسل دے سکتا ہے یا اس کی کنیز اُسکو غسل دے سکتی ہے جبکہ کنیز کا اپنے آقا کو غسل دینا جائز ہو تو بلا اشکال اُسکی کنیز اُس کو غسل دے گی اور اگر جائز نہ ہو تو احوط[1] یہ ہے کہ مرد بھی اسے غسل دے سکتا ہے پس پردہ سے اور عورت بھی اسے نہلا سکتی ہے بالائے لباس سے اگرچہ اس مقام پر قرعہ کی طرف رجوع اور قرعہ اندازی بعید نہیں ؛

مسئلہ نمبر۲۔ جبکہ میت یا میت کا کچھ حصہ بدن ایسا ملے کہ جس کے متعلق تمیز اور شناخت نہ ہو سکے کہ یہ مرد کی میت ہے یا عورت کی۔ پس ایسی میت کو مرد بھی غسل دے سکتا ہے اور عورت بھی مگر بالائے لباس سے غسل دینا جائز ہوگا بدون اس کے نہیں ؛

مسئلہ نمبر۳ جبکہ مماثل نہ مسلم ہو نہ محرم بلکہ مماثل کا انحصار ہو کافر اور کافرہ میں یعنی میت مرد مسلم کی ہو اور مرد کافر اہل کتاب سے ہو اور کوئی مرد مسلمان نہ ہو اور زن مسلمہ اجنبیہ ہو نامحرم میت ہو۔ اسی طرح سے اُس کے برعکس مثال فرض کی جائے یعنی ایک عورت مسلمہ کی میت ہو کوئی اور عورت مسلمان یا مرد مسلم محرم میت نہ ہو بلکہ ایک کافرہ اہل کتاب سے ہو اور ایک شخص نامحرم مسلم موجود ہو تو اوّل الذکر مثال اور صورت میں زن مسلمہ اجنبیہ مرد کافر سے میت مرد مسلم کو غسل دلوا سکتی ہے اور آخر الذکر مثال

[1] یہ احتیاط ترک نہ ہونی چاہئے (ابو الحسن مدظلہ)

مثال ہیں مرد مسلم اجنبی کافرہ عورت سے میت عورت مسلمہ کو غسل دلواسکتی ہے مگر غسل
دینے سے پہلے مرد کتابی یا عورت کتابیہ کو خود غسل کرنا پڑیگا تب غسل میت شروع
کرنے گی اور میت کو جو غسل دلوائیگا[1] وہ نیت غسل میت کریگا نہ کہ جو غسل دے
رہا ہے کیونکہ غسال اس صورت میں کافر یا کافرہ ہے اور کافر یا کافرہ کی نیت کا اعتبار
نہیں اس وجہ سے جو غسل دلوائے گا چونکہ وہ مسلم یا مسلمہ ہے نیت کرے گا اور اگر
یہ کافر یا کافرہ اس طور سے غسل دیں کہ نہ تو پانی کو ان کا ہاتھ لگے اور نہ بدن میت
کو، تو بہت ہی اچھا ہے یہ جب ہی ہو سکتا ہے جبکہ میت کو آب جاری یا آب کر میں غسل
دیا جائے ورنہ نہیں لہٰذا اگر ممکن ہو تو کافر یا کافرہ سے آب جاری یا آب کر میں غسل میت
دلوائیں اور اگر اس طور سے غسل دلوانے کے بعد مماثل دستیاب ہو تو پھر سے غسل میت
دلوایا جائیگا اس مماثل سے اور اگر مماثل ہو تو مگر مخالف مذہب میت ہو یعنی میت اثنا عشری
ہو اور کوئی اثنا عشری غسل دینے کیلئے مماثل میت ممکن نہ ہو بجز ایک شخص کے کہ جو مذہب
اہلسنت رکھتا ہو اور یہی میت کے مماثل یا محرم ہو تو اس سے بھی بترکیب سابق غسل
دلوایا جائے گا یعنی نامحرم میت اور غیر مماثل میت جو کہ اثنا عشری ہو گا وہ بدستور
سابق اس مماثل میت جو کہ مخالف مذہب ہے سے غسل میت دلوائیگا ہو بہو وہی صورت
ہوگی غسل کی جو کہ مرد کتابی یا زن کتابیہ سے غسل دلوانے کی بیان کی گئی البتہ قبل غسل
میت اسکو خود غسل کرنا پڑیگا اور اسکو ترجیح ہوگی کافر کتابی اور کافرہ کتابیہ پر اگر دونوں
موجود ہوں تو مخالف سے غسل دلوایا جائے گا نہ کہ کتابی یا کتابیہ سے۔

مسئلہ نمبر ۴۔ اگر مماثل بالکل مفقود ہو کسی صنف کا بھی نہ ملتا ہو کسی مذہب کا بھی
مماثل دستیاب نہ ہوتا ہو تو غسل میت اس موقعہ پر ساقط ہو گا یعنی بلا غسل ہی میت کو
دفن کرنا ہوگا لیکن احوط یہ ہے کہ ایسے موقع پر غیر مماثل ہی غسل دیگا مگر شرط یہ ہے
کہ میت کے جسم کو اس کا ہاتھ نہ لگے بدن میت پر نظر نہ پڑے بالائے لباس سے
غسل دیا جائے گا اور غسل کے ختم ہونے کے بعد قبل کفن پہنانے کے جسم میت کو خشک

---

[1] اس میں اشکال ہے اور اقوی یہ ہے کہ جو غسل دے وہی نیت کرے اُسی کی نیت معتبر ہے اور احوط یہ ہے کہ دونوں نیت کریں غسل دلوانے والا اور غسل دینے والا دونوں نیت ساتھ ہی کریں (ابوالحسن مدظلہ)

کیا جائے گا کیونکہ غیر مماثل نے غسل دیا ہے اس وجہ سے نجاست میت کے باقی رہنے کا احتمال ہے تاکہ کفن نجس نہ ہو اس وجہ سے اُسکو اوّل خشک کر کے پھر کفن پہنایا جائے گا ؁

مسئلہ نمبر ۵ ۔ اس مسئلہ میں غسال کی شرائط بیان کی جاتی ہیں یعنی میت کا غسل دینے والا یا غسل دینے والی عورت کیسی ہونی چاہئے اس کی چار شرط ہیں اوّل یہ کہ جو میت کو غسل دے مسلم ہو۔ دوسرے یہ کہ بالغ ہو تیسرے یہ کہ عاقل ہو چوتھے یہ کہ اثنا عشری ہو۔ پس اوّل الذکر شرط کی بنا پر کافر کا غسل دینا کافی نہ ہو گا مگر جبکہ کتابی ہو تو صورت گذشتہ میں کافر کا غسل دینا بھی کافی ہو جائے گا اور دوسری شرط کی بنا پر نابالغ کا غسل دینا کافی نہ ہو گا اگرچہ وہ نابالغ سن تمیز کو پہنچ گیا ہو اور ہم ایسے بچے کی عبادت کو صحیح بھی مانیں تب بھی غسل میت دینا اس کا بنا بر احتیاط ناکافی ہو گا۔ اگرچہ جبکہ اس کا علم ہو جائے کہ اس بچے نے صحیح طور پر بقاعدۂ شرعیہ غسل دیا ہے تو اُسکا کافی ہونا بعید نہیں۔ تیسری شرط کی رُو سے مجنون کا غسل دینا ناکافی ہو گا۔ چوتھی شرط کی بنا پر مخالف مذہب اثنا عشری کا غسل دینا صحیح نہ ہو گا اور پانچویں شرط یہ بھی ہے کہ غسل دینے والا مسائل غسل سے واقف اور باخبر ہو جیسا کہ غسال میں مماثلت کی شرط ہے اور اسکا ہونا ضروری ہے ویسا ہی غسال کا غسل کے مسائل سے واقف اور باخبر ہونا بھی ضروری ہے البتّہ اگر غسل دلوانے والا حقیقتہً کوئی اور ہو اور غسل دینے والا بظاہر اور ہو جیسا کہ صورت گذشتہ میں تو غسال کی جہالت اور بیخبری میں کوئی مضائقہ نہ ہو گا کیونکہ غسل دلوانے والا جو ہے وہ مسائل غسل سے واقف اور باخبر ہے ؁

فصل یہ بات تم کو معلوم ہو چکی ہے کہ ہر مسلم کی میت کو غسل دینا واجب و لازم ہے اب یہ معلوم ہونا چاہئے کہ اس کلیہ میں استثنا بھی ہے۔ دو گروہ اس حکم اور کلیہ سے مستثنیٰ اور خارج ہیں اوّل شہید اور مُراد اس سے وہ شخص ہے کہ جو جہادِ شرعی میں امام علیہ السلام یا اُن کے نائب خاص کے ساتھ شریکِ جہاد ہو کر قتل ہو جائے اور جو شخص زمانۂ غیبتِ امام میں حفاظت اسلام میں مارا جائے وہ بھی اس حکم میں شہید کے ساتھ ملحق ہو گا یعنی اس کی میت بھی غسل میت سے مستثنیٰ رہے گی یہ بھی معلوم ہونا چاہئے

کہ یہ حکم ہر شہید راہِ خدا کے لئے ہے خواہ وہ آزاد ہو یا غلام خواہ بذریعہ نیزہ و شمشیر قتل کیا جائے یا کسی اور ذریعہ سے مارا جائے خواہ عمداً (جان بوجھ کر) قتل کیا جائے یا غلطی سے یعنی مارنا تھا عمرو کو لگ گیا بکر کے۔ عمرو سمجھ کر تلوار لگائی تھی سر جدا ہونے پر معلوم ہوا کہ یہ تو بکر کا سر ہے خواہ وہ راہِ خدا میں مارا جانے والا مرد ہو یا عورت خواہ وہ طفل خورد سال ہو جو جہاد میں مارا جائے یا جوان ہو خواہ وہ عقلمند ہو یا دیوانہ۔ بہر حال جو بھی جہاد میں امام علیہ السلام یا اُن کے نائب خاص کے سامنے مارا جائے شہید ہوگا بشرطیکہ جہاد اُن پر واجب ہو پس شہداء راہِ خدا کو غسل نہ دیا جائے گا کفن نہ پہنایا جائیگا بلکہ اُن کے لباس میں اُن کو سپردِ زمین کر دیا جائیگا مگر جبکہ نعش برہنہ ہو تو کفن پہنا کر دفن کر دیا جائیگا جس شہید کا یہ حکم بیان کیا جارہا ہے یعنی غسل میت نہ دیا جائے گا اسکی ایک شرط اور بھی ہے وہ بھی قابل لحاظ اور یاد رکھنے کی بات ہے وہ یہ کہ جو جہاد راہ خدا میں قتل ہو اس کی روح وہیں معرکہ یعنی جنگگاہ میں نکل جائے قبل اسکو کہ اس کی نعش میدان جدال و قتال سے باہر لائی جائے اُس کی جان وہیں نکل جائے یا معرکہ سے باہر جان نکلے مگر لڑائی ابھی جاری ہو جہاد بدستور ہو رہا ہو تو باہر معرکہ سے جان کا نکلنا اطلاق شہید کے مضر نہ ہوگا جبکہ جہاد ہو رہا ہو اور معرکہ سے نعش کی علیحدہ کرنے اور روح کے نکلنے میں کوئی فاصلہ نہ ہو تو بلا تامل اُسکو شہید کہا جائیگا اور غسل میت نہ دیا جائے گا ورنہ یعنی اگر معرکہ سے باہر (خارج) بعد ختم جہاد روح نکلے گی تو اُس کو غسل میت بھی دیا جائیگا اور کفن بھی۔

دوسرے جس شخص کا قتل کرنا واجب و لازم ہو خواہ حدِ رجم (سنگساری) کی وجہ سے ہو یا قصاص (خون کا بدلہ) لینے میں واجب قتل ہو جائے اور امام وقت یا اُن کے نائب خاص اُسکو حکم دیں، تو قتل ہونے سے پہلے تینوں غسل میت کے کرے پھر کفن میت کی طرح پہنے مگر کفن پہنتے میں محض دو چیزیں[1] پہننی ہونگی۔ ایک کفنی دوسری لنگ چادر جس کو لفافہ کہتے ہیں وہ بعد قتل پہنی جائے گی اور قبل قتل مثل حنوطِ میت حنوط بھی

---

[1] بلکہ تینوں پارچہ کفن کر پہننے ہونگے البتہ جو قصاص کی وجہ سے واجب القتل ہو اُسکو چاہئے موضع قصاص کو ظاہر رہنے دے یعنی موضع قصاص کو چھوڑ کر لفافہ یعنی چادر پہنے (ابوالحسن مدظلہ)

کر لیوے یہ سب امور میت یہ شخص قتل ہونے سے پہلے بحکم امام یا آپکے نائب خاص کے حکم سے بجا لائے تو بعد قتل محض اُس شخص کی میت پر نماز پڑھکر دفن کر دیا جائے گا غسل میت نہ دیا جائے گا اور نہ اُس کے لباس سے یعنی کفن سے خون کے دھبے دھوئے جائیں گے یونہی خون آلودہ کفن میں اسکو دفن کیا جائیگا اور اگر بعد غسل میت قتل ہونے سے پہلے کوئی حدث اس شخص سے صادر ہو جائے تو اُسکو غسل میت کا اعادہ لازم نہ ہو گا بلکہ وہی غسل کافی ہو گا۔ حدث سے ساقطہ نہ ہو گا مگر اسکا بحالتِ زندگی غسل کرنا اور اس غسل کا بعد قتل کافی ہونا اُسی وقت ہو گا جبکہ اُسکی موت اسی سبب سے واقع ہو یعنی بذریعہ قتل ہی موت واقع ہو۔ سبب مرگ کوئی دوسرا نہ ہو۔ ورنہ یعنی اگر غسل کیا تھا قتل ہونے کی وجہ سے اور موت ہو گئی کسی مرض میں تو وہ غسل میت کافی نہ ہو گا بلکہ بعد مرگ غسل میت دینا لازم ہو گا اور اس غسل میت کی نیت وہ شخص کریگا کہ جو اُسکو بحکم غسل دیگا یہ نیت ذمہ تو حاکم اور آمر ہی کے ہے[1] لیکن اگر خود یہ شخص واجب القتل بھی نیت کر لیوے تو کوئی مضائقہ نہ ہو گا اس غسل کی صحت میں کوئی خرابی نہ ہو گی۔ اس غسل کی صحت ویسی ہی ہے جیسا کہ اگر واجب القتل بغیر حکم امام یا نائب امام غسل کر لیوے تو کافی ہو گا غسل درست رہیگا اگرچہ احوط یہ ہے کہ جبکہ بدون حکم امام یا نائب خاص امام غسل کیا جائے تو اوسکا اعادہ کرنا چاہیے ؛

مسئلہ نمبر ۱۱۔ شہید اور واجب القتل سے غسل میت کا ساقط ہونا عزیمہ یعنی غسل کرنا حرام ہے اس کے خلاف کرنا حرام اور بدعت) ہے نہ کہ رخصت۔ اب رہا شہید کو کفن دینا۔ پس یہ واجب ہے اگر نعش شہید برہنہ ہو ورنہ یعنی اگر برہنہ نہ ہو اُس کے بدن پر لباس ہو تو جواز تکفین بعید[2] نہیں ہے یعنی اُسکو کفن دینا جائز ہے مگر اُسی لباس شہادت کے اوپر پہنایا جائیگا اُس کے کپڑے اتارے نہ جائیں بلکہ اُنہی پر کفن اگر

---

[1] اس میں نظر ہے بلکہ نیت غسل کرنے والے یعنی واجب القتل کے ذمہ ہے وہی کریگا اگرچہ احوط یہ ہی کہ آمر غسل اور حاکم غسل بھی نیت کرے (ابوالحسن مدظلہ)

[2] اسکے مشروع ہونے میں تامل ہے البتہ ثواب کی نیت سے دینے میں کوئی مضائقہ نہیں جبکہ ورثائے شہید بالغ ہوں صغیر نہ ہوں اور کفن دینے سے ناراض نہ ہوں اگرچہ اب بھی اشکال سے خالی نہیں کیونکہ کفن دینے سے کہ جس کا مشروع ہونا ثابت نہیں مال ضائع اور برباد ہوتا ہے۔ مترجم چونکہ اسراف میں داخل ہے (ابوالحسن مدظلہ)

پہنا دیا جائے تو کوئی مضائقہ نہ ہوگا خلاصہ یہ کہ شہید کے لباس شہادت پر کفن پہنا دیا جائے تو کفن دینا جائز ہے ورنہ یعنی اُس کا لباس اُتار کر کفن دینا مثل اور میتّ کے جائز نہیں۔ اِس سے یہ بات اچھی طرح واضح ہوگئی کہ کفن نہ دینے کی وجہ اور مصلحت شہید کے یہاں اُس کے لباسِ شہادت کا محترم ہونا ہے اور مقصودِ شرع یہ ہے کہ شہید معہ اپنے لباس خون آلود کے پیش پروردگار روزِ جزا حاضر ہو اُسکا لباس بھی اُس کی شہادت پر گواہ ہو۔ اس وجہ سے جانب شارع سے اُس کے اُتارنے کی ممانعت ہے مگر چند چیزیں ایسی ہیں کہ جن کا اُتارنا شہید سے[1] جائز ہے اُس کی ہمراہ دفن کرنا مذموم ہے اُتارنا ممنوع نہیں بلکہ جائز ہے۔ اوّل اُن میں سے موزہ ہے دوسرے کفش (جوتیاں) تیسرے چکمہ۔ بشرطیکہ یہ جلد یعنی چمڑے کی ہو چوتھے آلہ حرب و ضرب۔ اِن سب کو اُتار سکتے ہیں اور بعض علما فرماتے ہیں کہ پوستین کا اُتارنا بھی جائز ہے لیکن یہ اشکال سے خالی نہیں خاصکر جبکہ اُس پر شہید کا خون لگا ہو اور بعض فقہا فرماتے ہیں کہ از قسم جلد جو بھی بدن میں شہید کے ہوگی اُسکا اتارنا جائز ہے اور بعض حضرات فرماتے ہیں کہ انگشتری کا بھی اُتارنا جائز[2] اور مستثنیٰ ہے اور باب العلم فرماتے ہیں کہ شہید کے جسم سے پوستین۔ موزہ اور ٹوپی اور عمامہ اور چکمہ اور زیر جامہ اُتار لیا جائیگا یعنی یہ سب اُتار سکتے ہیں اور مشہور اس پوری حدیث اور ارشاد امیر المومنینؑ پر عامل نہیں یعنی مشہور بین العلما جو ہے۔ وہ خلاف حدیث مذکور ہے اس بنا پر یہ مسئلہ خالی اشکال سے نہیں لہٰذا احوط ایسے موقعہ پر یہ ہے کہ اشیاءِ مذکورہ بالا میں سے جس پر کپڑا صادق آئے جبکو کپڑا کہہ سکیں اُسکو بدن شہید سے نہ اُتارنا چاہئے۔

مسئلہ نمبر ۷ جبکہ شہید کے جسم میں کسی دوسرے شخص کا لباس ہو اور وہ شخص دیگر اس بات پر راضی نہ ہو کہ اُسکے ساتھ یہ کپڑے دفن ہوں تو یہ لباس اُتار لیا جائیگا اسی طرح جبکہ لباس شہید ہو تو شہید کا مگر دوسرے کے پاس رہنا ہو اور جسکے پاس رہنا ہو وہ ان کپڑوں کے باقی رکھنے پر راضی نہ ہو تو لباس نعش شہید سے اُتار لیا جائے گا۔

مسئلہ نمبر ۸ جبکہ میدان حرب و ضرب میں کوئی میّت ایسی ملے کہ جس کی متعلق یہ علم نہ ہو کہ یہ شہید قتل ہوا ہے یا اپنی موت مرا ہے یا کسی نے ویسے ہی مار کے ڈال دیا ہے۔ مارا تھا کہیں اور ڈال دیا یہاں۔ پس بنا بر احتیاط اس میّت

[1] بلکہ واجب ہے کیونکہ نہ اُتارنے میں بدون اذن شرعی مال تلف ہوتا ہے (ابو الحسن مدظلہ) [2] بلکہ انگشتری کا اُتارنا اقوی ہے (ابو الحسن مدظلہ)

کو غسل[1] و کفن دیا جائیگا بالخصوص جبکہ اس کے جسم پر زخم نہ ہو جو کہ علاماتِ شہید سے ہے تو اس احتیاط مذکور پر ضرور عمل کیا جائے گا یعنی غسل و کفن دیا جائے گا اگرچہ اس میت پر حکم شہید جاری کرنا اور اسکو شہید سمجھنا بعید نہیں +

مسئلہ نمبر ۹ ۔ یہ جو چند اخبار میں وارد ہوا ہے کہ جو شخص طاعون سے مرے یا ہیضہ یعنی دستوں کے آنے سے مرے یا غرق ہو جائے یا عورت وضع حمل کے وقت فوت ہو یعنی بچہ پیدا ہونے میں فوت ہو جائے زچہ مرے اہل و مال کی حفاظت میں مارا جائے تو یہ سب شہید مرینگے پس اس کی مراد یہ ہے کہ شہید کا ثواب اُن کو ملیگا نہ یہ کہ جمیع احکام شہداء حقیقۃً اُن پر جاری ہوں گے مثلاً سقوط غسل و کفن کے +

مسئلہ نمبر ۱۰ جبکہ میّت کا حال معلوم نہ ہو کہ مُسلم کی ہے یا کافر کی ۔ پس اگر یہ اشتباہ اس وجہ سے ہے کہ چونکہ مجملاً یہ معلوم تھا کہ یہاں مُسلم رہتا ہے اس وجہ سے احتمال ہے کہ ممکن ہے کہ وہی فوت ہو گیا ہو اور یہ میت اُسی مُسلم کی ہو ۔ پس وجہ اشتباہ کی بنا پر واجب ہے کہ اس میت کو بنا بر احتیاط غسل[2] و کفن وغیرہ سب دینا چاہئے اور اگر محض اشتباہ ہے علم کچھ نہیں کسی قسم کا علم وجود مسلم کے متعلق نہیں تو اس میت کے لئے کچھ بھی واجب نہیں نہ غسل ہی اس کو دینا واجب ہے اور نہ کفن وغیرہ ہی واجب ہی روایت میں وارد ہُوا ہے کہ رفع اشتباہ مذکور آلت کی پیمایش سے ہو سکتا ہے آلہ تناسل کی خردی اور بزرگی دیکھ کر مُسلم و کافر کے درمیان امتیاز ہو سکتا ہے ۔ جس کا آلت مردمی چھوٹا ہو وُہ مُسلم جس کا بڑا ہو وُہ کافر ۔ مترجم خیاچہ

---

[1] بنا بر اقوی اس کو غسل و کفن دیا جائیگا جبکہ نعش پر علامات قتل مثل زخم وغیرہ کے نہ ہوں (ابوالحسن عفی عنہ)

[2] جبکہ اس علم اجمالی کے حصول کا ذریعہ مقتول ہوں جو لوگ کہ جنگاہ میں مارے گئے ہیں اُنہی سے مجملاً معلوم ہوتا ہے جیسا کہ مسئلہ میں فرض بھی یہی صورت ہے کیونکہ ہر ایک مقتول کے متعلق خواہ وہ مسلم ہو یا کافر یہ احتمال ہوتا ہے کہ ممکن ہے کہ یہ مسلم ہو اور شہید ہو ممکن ہے کہ یہ کافر ہو اور مقتول ہو کیونکہ معرکہ میں مُسلم و کافر دونوں مارے گئے ہیں دونوں کی نعش ہیں پس چونکہ ہر ایک میت کے متعلق مجملاً شہید یا غیر شہید ہونا معلوم ہی بوجہ کفر و اسلام کے اس وجہ سے احتیاط مذکور کا تعلق غسل میّت اور کفن میّت سے اور اسکا وجوب بلا وجہ ہے کیونکہ میت کا غسل اور کفن دینا اور حنوط تو بہرحال اس قدر ساقط ہی البتہ نماز میت اور دفن میت ایسی حالت میں ہوگی (ابوالحسن عفی عنہ)

جناب رسالتمآبؐ نے جنگ بدر و حنین میں ایسا ہی کیا تھا اور فرمایا تھا کہ خوردی آلت نہیں ہوتی مگر انہی لوگوں کی کہ جو بہترین ناس ہیں جناب سید صاحب طباطبائی اعلی اللہ مقامہٗ فرماتے ہیں کہ اس روایت پر عمل کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں مگر جبکہ علم اجمالی سے امتیاز ہو سکتا ہو میت مسلم اور میت کافر کی شناخت اور فرق ہو سکتا ہو تو علم اجمالی پر عمل کیا جائے گا۔ روایت مذکورہ پر عمل نہ ہوگا اور احوط[1] یہ ہے کہ ہر میت پر معرکہ میں بہرحال احکام مسلم جاری ہوں گے کیونکہ ہر ایک کے متعلق مسلم ہونے کا احتمال ہے اور ہر ایک مقتول کے متعلق یہ امید ہے کہ یہ مسلم ہو اور شہید ہو۔

مسئلہ نمبر ۱۱۔ شہید راہِ خدا کی میت کو مس کرنا اور جو قصاص کی وجہ سے مارا جائے اور کیفیت مذکورہ (یعنی قتل ہونے سے پہلے بحکم امام یا نائب خاص غسل میت وغیرہ کرے) پر عمل کر چکا ہے اُس کی میت کو چھونا غسل مس میت کو واجب نہیں کرتا۔

مسئلہ نمبر ۱۲۔ میت کا اگر کوئی ایسا حصہ میت جدا ہو کہ جس میں ہڈی نہ ہو تو اس کا غسل کفن وغیرہ واجب نہیں بلکہ اُس کو ایک پارچہ میں معمولی طور پر لپیٹ کر دفن کر دینا چاہیے اور اگر اُس میں ہڈی ہے اور وہ سینہ کے علاوہ جزوِ میت ہے تو اُس کو غسل دے کر ایک پارچہ میں لپیٹ کر دفن کر دینا چاہیے اگرچہ احوط یہ ہے کہ اُسکو کفن دینا چاہیے یہی حکم اُس ہڈی کا ہے کہ جو بلا گوشت و پوست کے پڑی ہوئی ملے البتہ اگر ہڈی معہ سینہ میت یا محض سینہ ہی ملے پس اس کو غسل و کفن کرنا چاہیے اور نماز میت بھی اُس پر پڑھنا چاہیے اُس کے بعد دفن کر دینا چاہیے۔ اس حکم میں کل سینہ اور جزو سینہ برابر ہیں بشرطیکہ جزو سینہ معہ قلب میت کے ہو اور یہی حکم سینہ کی ہڈی کا ہے اگرچہ اُس پر گوشت و پوست کچھ بھی نہ ہو کہ غسل و کفن و نماز جنازہ سب اُمورِ میت انجام دینے ہونگے البتہ کفن میں ایک پارچہ پر اختصار کرنا جائز ہوگا یعنی ایک کپڑے میں لپیٹ کر اسکو دفن کر دینا چاہیے مگر جبکہ سینہ کے ہمراہ مثلاً کچھ حصہ بدن میت مقام لنگ کا بھی ہو تو لنگ بھی دینا لازم ہوگا اور احوط یہ ہے کہ تینوں پارچے بہرحال دینا چاہئیں اور ان اجزائے مذکورہ

[1] یہ احتیاط اُس وقت ہے جبکہ بر تقدیر میت کے مسلم ہونے کے اُس کا شہید نہ ہونا محتمل ہو یا معلوم ہو ورنہ احتیاط کی کوئی وجہ نہیں کیونکہ سوائے دفن اور نماز میت کے سب اُمورِ میت میت مفروض سے بہرحال یقیناً ساقط ہیں (ابوالحسن مدظلہٗ)

کو حنوط کرنا بھی واجب ہے ؁

مسئلہ نمبر ۱۳۔ جبکہ میت کی ہڈیاں بلا گوشت کے ملیں یعنی سب ہڈیاں بدنِ میت کی ملیں تو جملا اعمالِ میت[2] کا جاری کرنا ان پر واجب ہوگا ؁

مسئلہ نمبر ۱۴۔ جبکہ کوئی جزو میت مشتبہ ہو مذکر اور مؤنث کے درمیان یعنی یہ معلوم نہ ہو کہ یہ میت عورت کا جزو ہے یا میت مرد کا کوئی حصہ ہے پس احوط اس موقعہ پر ہے کہ مرد بھی اسکو غسل دے اور اس کے بعد عورت بھی غسل دے ؁

فصل کیفیتِ غسلِ میّت کے بیان میں

میت کو تین غسل دینے واجب ہیں اوّل آب سدر سے دوسرا آب کافور سے تیسرا آب صاف وخالص سے۔ اغسال ثلثہ کے درمیان ترتیب واجب ہے جیسا کہ مذکور ہوا یعنی پہلے آب سدر۔ دوسرے آب کافور۔ تیسرے آب خالص یہ ترتیب غسل دینے میں ملحوظ رہے اس کے خلاف نہ کیا جائے ورنہ یعنی اگر اس کی مخالفت کی جائے گی اور ترتیب کو بدلا جائے گا تو غسل کا اس طور سے اعادہ کرنا لازم ہوگا کہ ترتیب مذکور جو کہ فوت ہو گئی تھی حاصل ہو جائے اور ہر غسل کی کیفیت اور ترتیب ویسی ہی ہوگی جیسا کہ غسل جنابت میں مذکور ہوئی۔ پس واجب ہوگا اول سر و گردن کا دھونا۔ بعد اس کے دہنی جانب میت پھر بائیں جانب کا دھونا لازم ہوگا۔ رہی عورتین یعنی شرمگاہ میت اس کو متعلق غسال کو اختیار ہے خواہ ہر طرف کے ساتھ پوری شرمگاہ کو دھوئے خواہ اس کے غسل کو ہر دو جانب کے غسل پر تقسیم کردے یعنی نصف عورتین دہنی جانب دھونے میں دھوئے اور نصف حصہ شرمگاہ بائیں طرف کے غسل میں دھوئے۔ یہی ناف میت کے متعلق حکم ہے اور اگر غسل ترتیبی ممکن ہو بلا دشواری تو ارتماسی کو اختیار کرنا خلاف احتیاط ہے بلکہ ایسی حالت میں احوط یہی

[1] جبکہ ان کے ہمراہ محل حنوط میں سے کوئی محل بھی ہو تو محض اس محل حنوط پر حنوط کیا جائے گا۔ اور اجزائے میت پر نہیں (ابو الحسن مدظلہ)

[2] حنوط میں اشکال ہے (ابو الحسن مدظلہ)

کہ غسل ارتماسی کافی نہ ہوگا البتہ اگر ہر غسل میں تینوں اعضاء میت (سر و گردن - دہنی جانب
بائیں جانب) کو ترتیب مذکور کو ملحوظ رکھتے ہوئے آب کثیر میں غوطہ دیدیا جائے تو کوئی
مضائقہ نہیں - جائز ہے ؛

مسئلہ نمبر ۱ - غسل میت دینے سے پہلے جسم میت سے نجاست کا دور کرنا احوط
ہے اگرچہ جس عضو میت کو غسل میت دینا ہو اس کے شروع کرنے سے پہلے اس
عضو سے نجاست کا دور کرنا علی الاقوی کافی ہے اگرچہ اور اعضا نجس ہوں ؛

مسئلہ نمبر ۲ - واجب ہے کہ برگ سدر یا کافور اسقدر زیادہ داخل نہ کرے کہ پانی بسبب
زیادتی کافور کے مثلاً مطلق سے خارج ہو کر مضاف کا مصداق ہو جائے اور جانب
قلت میں اس قدر برگ سدر مثلاً ہونا معتبر ہے کہ یہ کہا جائے کہ یہ پانی سدر یا کافور
سے مخلوط ہے اور آب خالص میں ان دونوں (برگ سدر اور کافور) سے خلوص
معتبر ہے یعنی جس پانی کے متعلق یہ کہا جائے کہ اس میں برگ سدر یا کافور ملا ہوا
نہیں بس وہ آب خالص کہلائے گا اور بعض علماء نے اس کی مقدار معین کر دی ہے کہ
برگ سدر ایک رطل بھر پانی میں ڈالنا چاہیے اور کافور کو تخمیناً نصف مثقال ڈالنا
چاہیے لیکن مناط وہی ہے کہ جس کو ہم ذکر کر چکے یعنی اتنی مقدار برگ یا کافور کی
ہونی چاہیے کہ جس میں مخلوط ہونا کہا جائے خواہ رطل بھر ہو یا نہ ہو ؛

مسئلہ نمبر ۳ - غسل میت کیساتھ غسل سے پہلے نہ بعد میت کو وضو کرانا واجب
نہیں اگرچہ سنت ہے اور بہتر یہ ہے کہ قبل غسل کرایا جائے بغیر مضمضہ و استنشاق کی
(یعنی میت کو کلیاں نہ کرائی جائیں اور ناک میں پانی نہ ڈالا جائے)

مسئلہ نمبر ۴ - غسل میت میں کس قدر پانی صرف کیا جائے اس کی کوئی مقدار شرعاً
نہیں بلکہ مناط یہ ہے کہ پانی اس قدر ہونا چاہیے کہ جس میں واجبات غسل یا مستحبات
بھی ادا ہو سکیں البتہ چونکہ بعض احادیث میں یوں مذکور ہے کہ حضرت رسالتمآبؐ نے
وصیت فرمائی حضرت ولایت مآب امیر المومنینؑ کو کہ چھ مشکوں سے غسل دیویں اُن
حضرت کو اس بناء پر اگر وصیت آنحضرتؐ کی تاسی اور پیروی کی جائے اور مقدار مذکور
بھر پانی غسل میت میں صرف کیا جائے تو اچھا ہے سنت ہے ؛

مسئلہ نمبر ۵ - اگر برگ سدر مثلاً میسر نہ آئے - دشوار ہو تو اسکا اعتبار اور

وجوب ساقط اس کے عوض میں آب خالص[1] سے غسل دیا جائے گا۔ یہی غسل آب خالص غسل آب سدر کے قائم مقام ہو جائے گا اور اگر برگ سدر اور کافور دونوں دشوار ہوں میسر نہ آئیں تو تینوں غسل آب خالص سے دئے جائیں گے غسل اول میں بدل آب سدر کی اور دوسرے میں بدل آب کافور کی نیت کرنی پڑے گی۔

مسئلہ نمبر۶۔ اگر غسل میت کے لئے پانی ناممکن اور دشوار ہو تو تین تیمم تینوں غسل کے بعوض کرائے جائیں گے اور تینوں تیمم میں بھی وہی ترتیب ملحوظ رہے گی۔ جو کہ تینوں غسل میں واجب و لازم ہے اور جب تینوں تیمم سے فراغت ہو جائے تو ایک تیمم علی الاحوط[2] اور کرا دیا جائے جس میں تینوں غسل کے بدلہ کی نیت اور بقصد ہو اور اگر تیسرے تیمم میں یہ قصد کر لیا جائے کہ جو ہمارے ذمہ اس میت کو دلانا واجب ہے خواہ وہ تینوں غسل کے بعوض ہو یا محض آب خالص کے عوض میں ہو وہ تیمم کراتے ہیں تو احتیاط مذکور کی ادائیگی کیلئے کافی ہوگا چوتھے تیمم کی حاجت نہ رہیگی۔ یہی تیسرا تیمم چوتھے تیمم کا بھی کام دیگا۔

مسئلہ نمبر۷ جبکہ پانی بقدر ایک غسل کے ممکن اور دستیاب ہو تو غسل اول[3] میں اس پانی کو صرف کیا جائے گا خواہ برگ سدر اور کافور ہر دو میسر ہوں خواہ دونوں ناممکن ہوں خواہ محض سدر ہی ممکن ہو۔ بہر حال غسل اوّل کرایا جائے گا۔ رہے دو غسل ان کے عوض میں دو تیمم حسب ترتیب معلوم و مذکور کرائے جائیں گے اور ایک احتمال یہ بھی ہے کہ غسال کو اختیار ہے جبکہ سدر اور کافور دونوں ناممکن ہوں کہ اس پانی کو جس غسل میں چاہے صرف کرے خواہ آب سدر کے عوض غسل دیوے خواہ آب کافور کے عوض خواہ آب خالص والے غسل میں اسکو صرف کرے اور جبکہ سدر اور کافور دونوں ملسکتے ہوں تو غسل دہندہ کو اختیار ہے خواہ پہلا غسل دلائے اور دوم سوم کے

---

[1] آب سدر یا آب کافور کے عوض آب خالص سے غسل دینا علی الاحوط ہے (ابوالحسن مدظلہ)

[2] اس احتیاط کو ترک نہ کرنا چاہئے (ابوالحسن مدظلہ)

[3] جبکہ سدر اور کافور دونوں ممکن ہوں یا محض سدر ہی ممکن ہو تو غسل اوّل میں صرف کرنا احوط ہے لیکن جبکہ دونوں مفقود ہوں اور دشوار ہوں تو آب خالص والے غسل ہی میں اس پانی کا صرف کرنا اور اوّل وثانی کے عوض میں تیمم دلانا بعید نہیں (ابوالحسن مدظلہ)

عوض میں تیمم دیو ے خواہ دوسرا غسل دیو ے اور غسل اوّل وسوم کے بالعوض تیمم دیوے
اور اگر محض کافور ملتا ہے سدر نہیں ملتا تو ایسی حالت اور ایسے موقع پر دو احتمال ہیں ایک
تو یہ کہ حکم مذکورہ بالا کے موافق عمل کیا جائے اور غسل دیا جائے دوسرے یہ کہ غسل
ثانی میں اس پانی کو صَرف کرنا واجب ہے۔ اوّل غسل کے عوض میں اور تیسرے غسل
کے بدلہ تیمم کرا دیا جائے۔ حسب ترتیب معلوم یعنی پہلے تیمم بالعوض آب سدر کرایا جائے
اُسکے بعد آب کافور سے غسل دیا جائے پھر آب خالص کے بالعوض تیمم کرا دیا جائے۔

مسئلہ نمبر ۸ جبکہ میت زخمی ہو یا آتش زدہ ہو۔ آگ میں جلی ہوئی یا جسد میت
آبلہ دار ہو اور استعمال آب سے گوشت و پوست میت کے شگافتہ ہو جانے کا اندیشہ ہو۔
علیحدہ ہو جانے کا خوف ہو تو تیمم کرایا جائے گا۔ جیسا کہ پانی کے مفقود ہونے میں تین
تیمم واجب و لازم تھے ویسا ہی یہاں بھی تین تیمم دلائے جائیں گے۔

مسئلہ نمبر ۹ جبکہ میت حالت احرام عمرہ یا احرام حج میں ہو تو غسل ثانی میں اُس کے
پانی میں کافور نہ ڈالا جائے گا یعنی آب کافور سے غسل نہ دیا جائے گا مگر یہ کہ موت
بعد طواف حج یا عمرہ واقع ہو تو آب کافور سے غسل دینے میں کوئی مضائقہ نہ ہو گا ایسے مُردہ
کا حنوط بھی کافور سے نہ کیا جائے گا بلکہ کسی قسم کی خوشبو علاوہ کافور کے بھی اُس کے
قریب نہ لائی جائے گی چہ جائیکہ اُس کے جسد سے مس کی جائے۔

مسئلہ نمبر ۱۰۔ جبکہ پانی میت کو تیمم دینے کے بعد ہاتھ آئے اور اسی طرح سدر
و کافور ہاتھ آئے اُس وقت جبکہ آب خالص سے عوض آب سدر اور آب کافور بھی غسل
دے چکا ہو۔ خلاصہ یہ کہ جس مجبوری اور دشواری کی وجہ سے میت کو تیمم یا محض
آب خالص سے غسل دئے گئے تھے وہ مجبوری اور دشواری بعد تیمم یا بعد غسل آب خالص
دفن ہونے سے پہلے اگر دفع ہو جائے تو اعادہ غسل واجب و لازم ہے وہ تیمم یا غسل
ناکافی ہو گا اور اگر بعد دفن دشواری مذکورہ اور عذر مزبور بالا رفع ہو جائے اور کسی وجہ سے
میت قبر سے نکالی جائے۔ اتفاقیہ میت کا خروج قبر سے ہو جائے تو علی الاحوط غسل

۱؎ یہ احوط ہے (ابوالحسن مدظلہ)

۲؎ چھٹے مسئلہ میں درصورت دشواری آب جو احتیاط بیان کیگئی ہے اسکا لحاظ یہاں بھی کرنا پڑیگا (ابوالحسن مدظلہ)

غسل دلانا چاہئے۔ تیمم یا غسل مذکور پر باقی رہنا خلاف احتیاط ہوگا۔

مسئلہ نمبر ۱۱۔ یہ تیمم زندہ کے ہاتھ سے ہونا واجب ہے نہ کہ میت کے ہاتھ سے اگرچہ اوحط[1] یہ ہے کہ ایک تیمم دوسرا بدن میت سے بھی ہونا چاہئے اگر ممکن ہو ورنہ نہیں اور علی الاقوی ایک ہی ضرب کی کفایت منہ کے لئے بھی ہے اور دونوں ہاتھ کے لئے بھی اگرچہ احوط یہ ہے کہ دو ضرب ہونی چاہئیں۔ مترجم۔ کیفیت تیمم یہ ہے کہ پہلے میت کے اعضائے تیمم کو پاک کریں بعد ازاں شخص زندہ نیت کر کے اپنی دونوں ہاتھوں سے زمین پر ضرب لگائے اور بعد ازاں مسح پیشانی میت کرے بدستور مقرر اور بعد ازاں موافق احتیاط دوسری ضرب لگا کر پشت کف دست راست میت کو مسح کرے اپنی بائیں ہتھیلی سے اور بعد اُس کے پشت کف دست چپ میت کو اپنی دہنی ہتھیلی سے مسح کرے۔

مسئلہ نمبر ۱۲۔ اگر کسی میت کو غسل اضطراری دیویں مثل اس کے کہ سدر و کافور دونوں میسر نہ ہوں تینوں غسل آب خالص کے دیویں یا مثلاً کافور دستیاب نہ ہو۔ دو غسل آب خالص کے دیویں یا میت کو عوض تینوں غسلوں کے تیمم دیں بسبب پانی نہ ہونے کے یا کسی اور عذر کی وجہ سے میت کو بجائے غسلوں کے تیمم دیویں تو ایسی میت کا مس کرنا آب خالص سے غسل کے بعد یا تینوں تیمم کے بعد موجب غسل مس میت نہیں ہے یعنی غسل مس میت واجب نہ ہوگا۔ اگرچہ احتیاطاً غسل مس میت کرنا اچھا ہے۔

فصل شرائطِ غسلِ میّت میں

اور وہ چند امور ہیں اوّل غسل میت دینے میں قربت کی نیت ہونی چاہئے جیسا کہ بحث وضو میں بیان ہوا۔ دوسرے غسل کا پانی پاک ہو۔ تیسرے جس عضوِ میت کو غسل میت

---

[1] یہ احتیاط ترک نہ کرنی چاہئے (ابو الحسن مدظلہٗ)

دینا ہو بہ نیت غسل دھونا ہو اُس سے پہلے اس عضو میت سے نجاست دور کرنا چاہئے
بلکہ احوط یہ ہے کہ اصل غسل شروع کرنے سے پہلے تمام جسد میت سے نجاست دور
کرنا چاہئے چوتھے جو چیز حاجب اور مانع ہو پانی کے پہنچنے کو اُسکو اُتار لینا چاہئے بالوں
کے درمیان پانی پہنچنا چاہئے جبکہ وجود مانع میں شک و شبہ ہو تو اچھی طرح سے اُس کی
تحقیق و تفحص کر لینا چاہئے۔ اس کی طرف سے بے پروائی نہ کرنی چاہئے پانچویں
غسل کا پانی اور جس ظرف میں پانی لیکر غسل دیویں وہ اور جس جگہ غسل دیویں اور غسالہ جہاں
جاری ہو اور وہ تختہ کہ جس پر غسل دیویں اور وہ فضا جس میں جسد میت ہو اور برگ سدر
اور کافور یہ سب چیزیں مباح ہوں غصبی نہ ہوں اور درصورت جہالت غصبیت یعنی یہ
معلوم نہ ہو کہ مثلاً کافور غصبی ہے یا غصبی ہونے کا علم تو تھا مگر غسل کے وقت یاد نہ رہا
اور غصبی سے غسل دیدیا جائے تو بعد غسل غصبی کا علم ہونے پر غسل میت کا اعادہ واجب
نہیں۔ علاوہ اباحت کے۔ اور جس قدر شرائط غسل کے مذکور ہوئے ان کے مفقود ہونے
پر اور ترک ہونے پر خواہ بوجہ جہالت کے ترک ہو یا بوجہ سہو و نسیان کے۔ بہر حال
جب اور شرائط غسل میں سے کوئی شرط چھوٹ جائے تو بعد علم غسل کا اعادہ کرنا واجب و
لازم ہوگا ؎

مسئلہ نمبر ۱۔ غسل میت بالائے لباس سے دینا جائز ہے اگرچہ غسال مماثل میت
ہو بلکہ بعض علما کا خیال ہے کہ پس پردہ سے غسل دینا افضل ہے لیکن ظاہر یہ ہے کہ
محض ستر عورتین کے بعد اگرچہ غسل دہندہ میت مماثل میت ہو غسل دینا افضل ہے ؎

مسئلہ نمبر ۲۔ غسل میت غسل جنابت اور حیض کے قائم مقام اور ان دونوں کے لئے
کافی ہو سکتا ہے یعنی اگر کوئی شخص جنابت کی حالت میں یا کوئی عورت بحالت حیض فوت ہو جائے
حائضہ مرجائے تو نہ تو غسل جنابت کی ضرورت ہے اور نہ میت عورت کو غسل حیض دینے
کی حاجت ہے بلکہ محض غسل میت دینا واجب ہے بلکہ ایسی حالت میں غسل جنابت یا غسل حیض
کے لئے کوئی وجہ ترجیح معلوم نہیں۔ اگرچہ جناب علامہ رحمہ کے نزدیک ہر دو غسل کا رجحان
معلوم ہوتا ہے ؎

مسئلہ نمبر ۳۔ غسل میت میں اس کی شرط نہیں کہ بعد سرد ہو جانے کے دیا جائے بلکہ سرد
ہونے سے پہلے بھی میت کو نہلا سکتے ہیں اگرچہ سرد ہونے سے پہلے غسل دینا خلاف احتیاط ہے ؎

مسئلہ نمبر ۴۔ نامحرم کا عورتین میت کی طرف نظر کرنا حرام ہے لیکن باوجود حرمت نظر اگر دیکھے گا تو غسل میت کی صحت میں خلل نہ ہوگا۔ مترجم اگرچہ ناظر گنہگار ہوگا۔

مسئلہ نمبر ۵۔ جبکہ میت بلا غسل کے دفن ہو جائے تو بعد علم بغرض غسل یا تیمم نبش قبر (قبر کا اکھاڑنا) جائز بلکہ واجب ہے۔ اسی طرح اگر تینوں غسل میں سے کوئی غسل چھوٹ جائے اگرچہ جان کر نہیں بلکہ بھول کر چھوٹ جائے اور میت دفن ہو جائے یا بعد دفن غسل کا باطل یا غلط ہونا ثابت ہو یا تینوں غسل میں سے کسی ایک کا غلط ہونا معلوم ہو تو بھی نبش قبر واجب و لازم ہے اور پھر سے غسل میت دینا یا تیمم کرانا واجب لازم ہے۔ اسی طرح بلا کفن اگر میت دفن ہو جائے یا کفن کا غصبی ہونا بعد دفن معلوم ہو تو نبش قبر واجب اور کفن پہنانا اور اس کا بدل دینا غصبی کا اتارنا واجب لازم ہے لیکن جبکہ بلا نماز میت دفن ہو جائے یا بعد دفن نماز کا فاسد و خراب ادا ہونا معلوم ہو تو بغرض نماز جنازہ نبش قبر جائز نہیں بلکہ قبر کے اوپر نماز کا اعادہ کیا جائے خلاصہ یہ کہ غسل و کفن میں اگر غلطی اور خلاف شرع ہونا اُن کا معلوم ہو تو قبر اکھاڑنا اور میت کا اس غرض سے نکالنا واجب اور اگر نماز میں غلطی یا بالکل نہ ہونا معلوم ہو تو بدون نبش یہ فریضہ ادا ہو سکتا ہے۔ قبر ہی پر نماز ہو سکتی ہے لہذا نبش اس موقع پر حرام ہے۔

مسئلہ نمبر ۶۔ غسل میت پر اُجرت لینا غسال کے لئے جائز نہیں بلکہ اگر غسال مزدوری حاصل کرنے کی غرض سے غسل دیگا۔ غسل دینے کا باعث اور علت مزدوری کا حاصل کرنا ہوگا جو کہ منافی قربت ہے تو غسل میت بھی باطل ہو جائے گا۔ البتہ اگر غسل تو قربۃً الی اللہ دیوے غسل میں تو قصد قربت ہو اُجرت لینے کے ساتھ تو مزدوری کا حاصل کرنا منافی صحتِ غسل نہ ہوگا۔ اس قصد سے غسل باطل نہ ہوگا بلکہ غسل صحیح ہوگا لیکن بایں ہمہ اُجرت لینا غسال کو حرام ہے البتہ اگر مستحبات غسل میت کے مقابلہ میں اگر اُجرت قرار پا جائے تو مزدوری کے حاصل کرنے میں کوئی مضائقہ نہ ہوگا۔

مسئلہ نمبر ۷ جبکہ سدر و کافور بہت کم ہو یعنی اس قدر کم ہو کہ بقدر کفایت نہ ہو یعنی یہ نہ کہیں کہ غسل آب سدر و کافور سے دیا گیا۔ اس قدر کمی کے ساتھ دستیاب ہو تو علی الاحوط اسی مقدار قلیل پر اکتفا کی جائے جس قدر کمی کے ساتھ ممکن ہو اسی قدر پانی

ہوگا بلکہ جس قدر ممکن ہوگا ۔ اُسی کو مخلوط کر کے غسل دیا جائے گا۔ مقدار معتبر نہ ملنے کی وجہ سے غسل آب کافور کا وجوب ساقط نہ ہیں مخلوط کر دیا جائے ۔

مسئلہ نمبر ۸۔ جبکہ بعد غسل یا دورانِ غسل میں میت نجس ہو جائے خواہ نجاست خارجیہ کی وجہ سے مثلاً غسال کا ہاتھ کسی وجہ سے نجس ہو گیا تھا وہ جسد میت سے مس ہو گیا تو ہاتھ غسال کا جو کہ نجس تھا میت کے جسم سے مل گیا۔ خواہ میت سے کوئی نجاست خارج ہو۔ بعد غسل اُس سے میت نجس ہو جائے بہرحال جب میت بعدِ غسل نجس ہو جائے تو غسل کا اعادہ واجب نہیں بلکہ جو حصّہ جسم میت نجس ہو گیا ہے بس اُسی کی طہارت بعد ازالۂ نجاست واجب ہے دوبارہ غسل دلانے کی ضرورت نہیں اگرچہ وہ نجاست جس سے میت نجس ہوئی وہ میت کا پیشاب یا براز یا منی ہی کیوں نہ ہو غسل میّت کا اعادہ واجب نہیں ۔ اگرچہ درمیان غسل میں پیشاب یا منی میّت سے خارج ہو تو علی الاحوط پھر سے غسل دلانا چاہیے خاصکر اُن دونوں (پیشاب یا منی) میں سے کسی ایک کا خروج دورانِ غسل آب خالص میں ہو تو خصوصیت کیساتھ اس احتیاط پر عمل کرنا چاہیے ۔ البتہ نجاست کا دُور کرنا جسم میّت سے بہرحال واجب و لازم ہے یہاں تک کہ اگر قبر میں اُتارنے کے بعد نجاست کا خروج ہو اور اسکا دفعیہ امکان سے باہر نہ ہو۔ نہ کوئی مشقت ہو اور نہ میت کی ہتک حُرمت اُسکے دور کرنے میں ہوتی ہو تو نجاست کا دُور کرنا واجب و لازم ہے۔

مسئلہ نمبر ۹۔ وہ تختہ یا وہ تخت کہ جس پر میت کو غسل دیا جائے اُس کی طہارت اور اُس کو پاک کرنا بعد ہر غسل کے واجب نہیں ہاں احتیاط یہ ہے کہ دوسری میت کو جب اُس تختہ پر غسل دیا جائے تو اُس تختہ کو طاہر کر لیا جائے اگرچہ اقوٰی یہ ہے کہ میت کی طہارت کے ساتھ بالتبع یہ بھی پاک ہو جائیگا علیحدہ سے اسکی طہارت لازم نہیں۔ یہی حکم اس لنگ کا ہے کہ جس میں میت کو غسل دیا جائے کہ وہ بھی بالتبع میّت کیساتھ پاک ہو جائے گا۔ جُداگانہ اسکے پاک کرنے کی ضرورت نہیں اگرچہ احوط یہ ہے کہ علیحدہ بھی اسکو طاہر کر لیا جائے۔

فصل آدابِ غسلِ میّت (مستحباتِ غسلِ میّت) میں

اور وہ چند اُمور ہیں اوّل میت کو بلندی پر یا تختہ پر غسل کے وقت لٹا دیں اسطرح

پر کہ جانب پا اُس کی پشت ہو تا کہ غسالہ اُس سے با آسانی جدا ہو اور میت آلودہ خاک و کیچڑ وغیرہ میں نہ ہو اور بہتر یہ ہے کہ وہ تختہ جس پر میت کو غسل دیا جائے وہ ساج کا ہو۔ ساج ایک تختہ ہے طویل و دراز چہار گوشہ کا کہ جو ایک مخصوص درخت کا ہوتا ہے جو کہ ملک ہند میں پیدا ہوتا ہے۔ مترجم بعض نے فرمایا ہے کہ شاید وہ درخت آبنوس اصلی ہو کہ ہند سے لاتے ہیں بعض کا خیال ہے کہ شاید مراد اس سے وہ درخت ہو کہ جسے ہندی میں سا کھو کہتے ہیں پس گویا کہ ساج معرب ساکھ کا۔ اسکے بعد جس درخت کا بھی تخت مِل جائے اُس پر غسل دینا سُنّت ہے۔ اس کے بعد ہر مقام بلند پر مثل دکہ (چبوترہ) کے غسل دینا سُنّت ہے خلاصہ یہ کہ افضل اور بہتر تو ہے تخت ساجہ پر غسل دینا اُس کے بعد اس فضیلت سے گھٹ کے یہ ہے کہ جس درخت کا بھی تخت مِل جائے اُس پر غسل دیا جائے اس سے ادنی اور پست مرتبہ یہ ہے گویا سب سے گھٹیا اس سنّت کی ادائگی ہے ہر مقام بلند پر غسل دینا۔ دُوسرے یہ کہ وقت غسل دینے کے میّت کو رُو بقبلہ کریں مثل وقت احتضار کے بلکہ ایسے موقع پر قبلہ رُو کرنا میت کا احوط ہے۔ تیسرے یہ کہ جس وقت پیراہن (قمیص) میت کو اُتاریں جو پیراہن پہنے ہُوئے وہ شخص فوت ہُوا ہے تو میّت کو پہلو کی طرف نہ پھیریں بلکہ جس طرح کہ چت لیٹا ہے اُسی طرح اُس کے پیراہن کو پاؤں کی طرف سے اُتاریں نہ جانب سر سے۔ ہر چند محتاج پھاڑنے کا ہو یعنی بدون چاک کئے نہ اُترے لیکن پارہ کرنے میں اجازت اور اذن حاصل کرنا شرط ہے اُسکے وارث بالغ عاقل سے اور بہتر یہ ہے کہ ایسے جامہ کو ساترِ عورت میت قرار دیں حال غسل میں۔ چوتھے یہ کہ وقتِ غسل کوئی حائل میت اور آسمان کے درمیان قرار دیں یعنی زیر سقف (چھت کے نیچے) یا زیر سائبان زیر خیمہ غسل دیویں اور اول الذکر میں اولویت ہے پانچویں یہ کہ میت کو غسل دینے کے وقت گڑھا علیحدہ کھود دیں تا کہ غسالہ غسل (غسل کا پانی) اُس گڑھے میں جاوے چھٹے یہ کہ میّت کو برہنہ کر کے غسل دیں صِرف عورَتین چھپائیں ساتویں عورَتین میت کو بوقت غُسل ڈھانکیں خواہ غُسل دہندہ اور اُن لوگوں کو کہ جو وہاں موجود ہوں نظر کرنا عورَتین میت پر جائز ہو خواہ ناجائز آٹھویں یہ کہ میّت کی اُنگلیاں اور جوڑوں کو نرمی کے ساتھ مالش کریں اگر اُس میں کوئی دشواری نہ ہو ورنہ اُسی حالت پر رہنے دیں۔ نویں تینوں غُسل میں

ہر غسل سے پہلے میت کے دونوں ہاتھوں کو نصف ذراع تک دھووے اور بہتر یہ
ہے کہ غسل اول میں آب سدر اور غسل ثانی میں آب کافور اور غسل سوم میں آب خالص
سے ہر دو دست میت کو تین تین بار دھووے۔ دسویں آب سدر کو گھولیں اور
حرکت دیں تاکہ کف پیدا کرے اس سے یا خطمی سے سر میت کو دھوئیں لیکن اس
طرح پر کہ نتھنوں اور کانوں کے سوراخ میں پانی نہ جائے۔ ان دونوں کی حفاظت
کرتے ہوئے دھوویں۔ گیارھویں غسل دینے والا عورتین میت کو قبل غسل تین مرتبہ
اشنان (ایک قسم کی گھاس) اور سدر دونوں سے دھووے اور بہتر یہ ہے کہ غسل دہندہ
اپنے ہاتھ پر تھیلی چڑھالے یا کوئی کپڑا عورتین میت کے دھونے کے وقت لپیٹ لے۔
بارھویں غسل اول اور دوم کے پہلے آہستہ سے ہاتھ میت کے شکم پر پھیرے مگر یہ
میت زن حاملہ ہو اور بچہ شکم میں فوت ہو گیا ہو تو بوجہ خوف اسقاط حمل اس صورت
میں امر مذکور جائز نہ ہوگا۔ تیرھویں یہ کہ تینوں غسل میں ہر غسل کی ابتدا میت کے سر
کی دہنی جانب سے ہو۔ چودھویں غسل دہندہ میت کے دہنے پہلو میں کھڑا ہو
پندرھویں غسل دہندہ تین مرتبہ اپنے دونوں ہاتھوں کو کہنیوں تک بلکہ کاندھوں
تک ہر غسل سے پہلے دھووے سولھویں وقت غسل کے ہاتھ بدن میت پر پھیرے
تاکہ تمام اعضائے میت تک پانی پہنچنے کا یقین ہو جائے اور باعانت ہاتھ کے پانی تمام اعضائے
میت پر پہنچے مگر جبکہ اندیشہ ہو بدن میت سے کسی جزو میت کے چھٹ جانے کا بوجہ پھیرنے
ہاتھ کے تو یونہی پانی بلا اعانت ہاتھ بدن میت پر ڈال دینا کافی ہوگا سترھویں آب غسل
بقدر چھ مشکوں کے ہو۔ مترجم حضرت رسالتمآب ص نے وصیت فرمائی تھی حضرت امیرؑ
کو کہ چھ مشکوں سے غسل دیویں آں حضرت کو اٹھارھویں یہ کہ خشک کریں بدن میت کو
بعد تینوں غسلوں کے پاک و صاف کپڑے وغیرہ سے انیسویں یہ کہ میت کو قبل از غسل یعنی
تینوں غسلوں سے پہلے وضو کرائیں مثل وضو نماز کے البتہ یہاں وضو نماز کے علاوہ نصف
ذراع (گٹوں سے اوپر تک) میت کے ہاتھوں کا دھونا بھی سنت ہے بیسویں یہ کہ
ہر ایک غسل میں سر کو تین مرتبہ جانب راست کو تین مرتبہ جانب چپ کو تین مرتبہ دھوئیں اکیسویں
اگر غسل دہندہ میت کو کفن پہنانا چاہے تو اس کو چاہئے کہ اپنے دونوں پیر گھٹنوں تک
دھو لیوے بائیسویں یہ کہ غسل دہندہ وقت غسل کے ذکر خدا میں مشغول ہو اور میت

کے لئے طلب مغفرت خدا سے کرے جس زبان میں اور جس طور سے چاہے اُس کے لئے دعائے مغفرت کرے اور بہتر یہ ہے کہ غسل دینے میں بار بار کہتا رہے رَبِّ عَفْوَكَ رَبِّ عَفْوَكَ یا یوں کہے اَللّٰھُمَّ ھٰذَا بَدَنُ عَبْدِكَ الْمُؤْمِنِ وَ قَدْ اَخْرَجْتَ رُوْحَهٗ مِنْ بَدَنِهٖ وَ فَرَّقْتَ بَيْنَهُمَا فَعَفْوَكَ فَعَفْوَكَ خصوصاً جس وقت میت کو دھونے میں کروٹ دلائیں اُس وقت اِن کلمات مذکورہ کا پڑھنا زیادہ خصوصیت رکھتا ہے مترجم حدیث میں ہے کہ جو شخص اِن کلمات کو اُس وقت کہے خداوند غفار سب گناہ غسل دہندہ کے یا گناہ یکسالہ کو اُس کے سوائے گناہانِ کبیرہ کے بخشتا ہے۔ تئیسویں یہ کہ ہر عیب کو چھپا وے جسکو بدن میت پر دیکھے اور لوگوں کو اُس سے مطلع نہ کرے ؛

فصل مکرُوہات غسل میں

وہ بھی چند چیزیں ہیں اوّل میت کا غسل دینے کے وقت بٹھانا دوسرے اپنے دو پاؤں کے درمیان وقت غسل غسل دینے والے کا میت کو رکھنا تیسرے میت کے سر کے بالوں یا اُس کے موئے زہار کا مونڈنا چوتھے میت کی بغل کے بالوں کا اکھاڑنا پانچویں لینا شارب میت کا یا کاٹنا چھٹے لینا ناخن میت کا بلکہ احوط یہ ہے کہ ناخن میت اور شارب میت اور میت کے زیر بغل بالوں کا اور میت کے سر اور اُس کے موئے زہار کا ان سب بالوں اور ناخن میت کو کاٹنا اور لینا نہ چاہئے بلکہ ان کو بدستور رہنے دیں ساتویں کنگھی کرنا میت کے بالوں میں آٹھویں صاف کرنا میل کا ناخنہائے میت سے نویں غسل دینا اُس پانی سے جو آگ سے گرم ہوا ہو بلکہ مکروہ ہے غسل دینا ہر آب گرم سے ہر چند سوائے آگ کے گرم ہوا ہو مگر اضطراری حالت میں مثلاً وقت زیادتی سردی کے ضرورت آب گرم کی ہو تو گرم پانی سے غسل دینا مکروہ نہیں دسویں میت پر وقت غسل پاؤں رکھنا۔ گیارھویں آب غسل کا بیت الخلا میں بہانا بلکہ چوبچہ میں بھی اسکو نہ بہانا چاہئے بلکہ سُنّت ہے کہ اُس کے لئے ایک مخصوص گڑھا کھودا جائے جیسا کہ مستحبات میں اس کا تذکرہ ہو چکا ہے بارھویں ہاتھ پھیرنا شکم میت پر اُس وقت کہ

میت حاملہ ہو ٭

مسئلہ نمبر۱۔ بدن میت سے جو چیز بھی گر جائے ٹوٹ جائے از قسم بال و ناخن و دندان میت و جلد (کھال) میت جدا ہو جائے اُسکو اُس کے کفن کے درمیان رکھ دیں اور ہمراہ میت دفن کر دیں بلکہ بعض احادیث میں وارد ہوا ہے کہ دندان کی حفاظت کرنا اور اُن کو محفوظ رکھنا اور ساتھ میت کے دفن کرنا اس غرض سے بحفاظت رکھنا اُن کا کہ ساتھ ہی دفن ہوں سُنّت ہے چنانچہ حدیث میں وارد ہے کہ ایک دانت حضرت امام محمد باقر روحی فداہ کا ٹوٹ گیا۔ اُن حضرت نے اُس دانت کو دستِ مبارک میں لیکر فرمایا اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ اور حضرت امام جعفر صادق ؑ کو دیا اور فرمایا کہ جب مجھ کو دفن کرنا تو اِس دانت کو میرے ساتھ دفن کر دینا ٭

مسئلہ نمبر۲۔ میت کا ختنہ کرنا جبکہ غیر مختون مر گیا ہو ناجائز ہے ٭

مسئلہ نمبر۳۔ اگر حالت احرام میں احرام باندھنے کے بعد کوئی شخص فوت ہو جائے تو اُس کو کافور سے حنوط کرنا ناجائز ہے اور آب کافور سے غسل دینا بھی جائز نہیں ہے جیسا کہ اوپر بھی اُس کا تذکرہ ہو چکا ہے مگر یہ کہ اُس کی موت بعد طواف حج یا عمرہ کے واقع ہوئی ہو تو کافور سے حنوط بھی جائز اور آب کافور سے غُسل دینا بھی مباح ہے ٭

فصل تکفینِ میّت کے بیان میں

کفن پہنانا میّت کا سب مُکلّفین پر واجب ہے بوجوب کفائی خواہ میّت مرد ہو یا عورت مخنث ہو یا بچہ ہو یا بڑا ہو۔ بہر حال تین پارچوں سے تکفین میت کی جائے اوّل لنگی اس کا عرض وجوباً اتنا ہو کہ ناف سے دونوں گھٹنوں تک چھپ جائے اور افضل یہ ہے کہ سینہ سے میّت کے پیر تک لنگی ہو۔ دوسرے قمیص (کفنی) اس کا طول واجب ہے کہ شانوں سے نصف ساق (پنڈلی) تک ہو اور افضل یہ ہے کہ پیروں تک ہو۔ تیسرے چادر سرتاسر جو کہ تمام بدن کو چھپالے اس قدر لمبائی اور چوڑائی ہونا واجب ہے کہ جس میں تمام بدن میت چھپ جائے اور احوط یہ ہے کہ یہ چادر اسی قدر لمبی اور چوڑی ہو کہ سر اور پیر کی طرف بندھ سکے اور ایک حصّہ چادر دوسرے حصہ

چادر پر ڈالی جا سکے جیسا کہ مروج ہے جبکہ ورثہ میت نابالغ خورد سال ہوں توجس قدر کفن واجب ہے اُس سے زائد کا بار اطفال میت پر علی الاحوط[1] نہ ڈالا جائے گا۔ اگرچہ میت نے وصیت کی ہو کہ مقدار واجب سے زائد کفن مجھ کو ثلث مال متروکہ میں سے دیا جائے تب بھی وصیت بوجہ نابالغیت ورثہ نافذ اور قابل عمل نہ ہو گی اور اگر تینوں قطعات کفنی۔ لنگ۔ سرتاسری) دستیاب نہ ہوں توجس قدر بھی ممکن ہو سکے بس اُسی پر اکتفا کی جائے یعنی مقدور بھر اکتفا کی جائے اور اگر اتنا پارچہ ملسکتا ہو کہ اُس کی یا تو محض لنگ بن سکتی ہے یا محض کفنی ہوسکتی ہے یا سرتاسری میں کام آسکتا ہے تینوں میں سے ایک کوئی کفن واجب بن سکتا ہے سب نہیں تو اس کی چادر سرتاسری ہی بنائی جائے گی اُس پارچہ کو چادر ہی میں صرف کیا جائے گا۔ اسی کو تقدم اور ترجیح حاصل ہوگی اور اگر اس پارچہ میں چادر کا بننا ناممکن ہو بوجہ کمی طول وعرض چادر نہ ہوسکتی ہو۔ تو اُس کو پیراہن (کفنی) قرار دیں۔ اگر اس کے لئے بھی کافی نہ ہو تو اس سے محض ستر عورتین میت کردیں۔ اگر یہ بھی ناممکن ہو تو محض اس پارچہ سے ستر قبل (مقام بول) میت ہی کردی جائے اور اگر اتنا پارچہ ملسکتا ہو کہ اُس سے ستر ہو سکتا ہے اور کچھ نہیں تو بس ستر میت ہی کر دیا جائے۔ ستر ہی اُس وقت واجب لازم ہے اور اگر سوائے مقدار ستر ایک کے دونوں عورتین سے اور زیادہ کفن کا مقدور کسی شخص کو نہ ہو تو ستر قبل مقدم کیا جائے۔

مسئلہ نمبر ۱۔ کفن پہنانے میں قصد قربت یعنی قربت کی نیت کرنا معتبر نہیں اگرچہ احوط ہے۔

مسئلہ نمبر ۲۔ بنابر احتیاط ہر پارچہ کفن کو ایسا دبیز ہونا چاہئیے کہ اپنے ماتحت کو چھپالے۔ پس اس بنا پر جو پارچہ خاکی یعنی مہین اور باریک ہو گا وہ کفن کے لئے ناکافی ہو گا۔ اگرچہ سب پارچہ کفن ملکر ساتر ہوسکیں اور جُداگانہ حاکی ہوں توبھی کفن کے لئے ایسے پارچے سزاوار نہیں البتہ جو کپڑا کہ فی نفسہ حاکی اور مہین ہو یعنی اکہرا باندھنے پر ساتر نہ ہو اور دوہرا کر کے باندھنے پر ساتر ہو جائے یا کسی اور تدبیر سے

---

[1] اگرچہ اصل ترکہ میت سے اس کا دینا اور اس کی قیمت کا نکالنا اور اس کا جائز ہونا بعید نہیں ہے (ابوالحسن مدظلہ)

وہ حاکی نہ رہے تو اس کپڑے کا کفن دینے میں استعمال کرنا مضائقہ نہیں رکھتا۔ اگرچہ بمقتضائے احتیاط ہر پارچہ کفن کا فی نفسہ ساتر ہونا بلا تدبیر کے حاکی نہ ہونا مناسب ہے

مسئلہ نمبر ۳۔ جلد میت (غیر ذبیحہ حیوان کی کھال) کا کفن دینا جائز نہیں اسی طرح کفن کا غصبی ہونا جائز نہیں اور ان دونوں سے پرہیز ہر حال ہے اگرچہ اضطرار کی حالت کیوں نہ ہو۔ تب بھی کھال میتہ اور غصبی کا کفن دینا جائز نہیں یہاں تک کہ اگر غصبی کفن دیدیا جائے اور بعد دفن معلوم ہو تو بھی مُردہ سے اُس کفن کا اُتارنا واجب ہے

مسئلہ نمبر ۴۔ بحالت اختیار میت کو نجس کفن دینا جائز نہیں۔ اگرچہ کفن میں وہ نجاست ہو کہ جو نماز میں معاف ہے تب بھی علی الاحوط اجتناب کرنا چاہیئے یہی حکم ہے حریرہ محض کا یعنی خالص ریشم کا کفن دینا جائز نہیں اگرچہ میت نابالغ طفل خورد سال کی ہو یا عورت کی میت ہو اور کفن کا طلائی ہونا بھی جائز نہیں اور یہی حکم ہے غیر ماکول اللحم کی کھال اور بال اور اُون کا کہ ان میں سے کوئی کفن نہ ہو اور احتیاط اس میں ہے کہ ماکول اللحم کی کھال بھی کفن میں استعمال نہ کی جائے۔ اب رہے اس کے بال اور اُون اُنکا ہونا کفن میں مضائقہ نہیں رکھتا اگرچہ احتیاط اسی میں ہے کہ جلد ماکول اللحم کے ساتھ اُس کے بال وغیرہ سے بھی اجتناب کیا جائے لیکن یہ سب ممانعت اور احتیاط حالت اختیار میں ہے یعنی بحالت اختیار کفن نجس نہ ہو۔ ریشمی نہ ہو۔ طلائی نہ ہو کھال کا نہ ہو۔ اُونی نہ ہو اور بحالت اضطرار و مجبوری ایسی اشیا سے کفن دینا جائز ہے۔

مسئلہ نمبر ۵۔ ثوب حریر و طلا باف و پوست حیوان ماکول اللحم ان کے سوا اور کچھ کفن میت کو جب دستیاب نہ ہو تو جلد ماکول اللحم کو تقدم حاصل ہوگا اسی کا کفن دیا جائیگا اس کی موجودگی میں سوائے پارچہ خالص اور کسی کو ترجیح نہ ہوگی اور اگر سوائے جامۂ نجس اور ثوب حریر یا پارچہ نجس اور غیر ماکول اللحم کے اجزاء سے بنے ہوئے کپڑے کی اور کوئی کپڑا کفن کیلئے دستیاب نہ ہو تو جامۂ نجس کو اس موقعہ پر تقدم اور ترجیح ہونا بعید نہیں اگرچہ یہ ترجیح خالی اشکال سے نہیں اور اگر سوائے پارچہ حریر اور غیر ماکول کے اور کفن دستیاب نہ ہو۔ تو پارچہ حریر کو کفن کے لئے مقدم رکھا جائیگا اگرچہ درصورت غیر ماکول سے جلد غیر ماکول مُراد لینے میں حریر کو ترجیح ہونا خالی اشکال سے نہیں اور جبکہ سوائے کھال غیر ماکول اور اُس کے اجزا سے بنے ہوئے پارچہ کے اور کفن

نا ممکن ہو تو اجزائے غیر ماکول کے لباس کو ترجیح ہو گی کھال غیر ماکول پر ٭

مسئلہ نمبر ۶۔ جو ریشمی کپڑا خالص ریشم کا نہ ہو اس کا کفن دینا جائز ہے بشرطیکہ جس چیز کی اس میں آمیزش ہو وہ ریشم سے زائد ہو علی الاحوط۔

مسئلہ نمبر ۷۔ اگر کسی خارجی نجاست سے یا خود میت سے نجاست نکلی اس سے کفن نجس ہو جائے تو نجاست کا دفعیہ کفن سے واجب و لازم ہے اگرچہ قبر میں رکھنے کے بعد کیوں نہ ہو پس اتارنے کے بعد اگر نجس ہوا ہے تو اس کو پانی سے پاک کریں یا مقراض سے اتنے کفن کو کاٹ دیں بشرطیکہ اور کفن خراب نہ ہو ورنہ یعنی نہ دھونا ممکن ہو اور نہ مقراض سے قطع و برید کرنا بدون فساد کفن ہو سکے تو حتی الامکان کفن کی تبدیلی اور اس کا بدلنا واجب ہو گا ٭

مسئلہ نمبر ۸۔ زوجہ کا کفن بہر حال شوہر کے ذمہ ہے خواہ زوجہ مالدار ہو یا تنگدست بالغہ ہو یا نا بالغہ۔ دیوانی ہو یا عقلمند۔ آزاد ہو یا کنیز۔ وطی شدہ ہو یا وطی کی نوبت سے محروم ہو۔ منکوحہ ہو یا متعہ[۱]۔ فرمان بردار ہو یا نا فرمان بلکہ زوجیت میں ہو یا طلاق شدہ ہو بشرطیکہ بائن نہ ہو ہر حالت میں شوہر ذمہ دار کفن زوجہ ہے خواہ شوہر بالغ ہو یا نابالغ عقلمند ہو یا پاگل۔ بہر طور شوہر کفن زوجہ کو دیگا نابالغ اور مجنون ہونے کی حالت میں اس کا ولی کفن ادا کریگا ٭

مسئلہ نمبر ۹۔ چند شرطوں سے شوہر زوجہ کے کفن کا ذمہ دار ہو سکتا ہے یعنی چند شرطوں سے شوہر پر زوجہ کا کفن واجب ہوتا ہے اول یہ کہ شوہر اتنا مال رکھتا ہو کہ جس سے تمام کفن یا بعض پارچہ ہائے کفن دستیاب ہو سکے مستثنیات دین سے زائد مال ہو یعنی جو چیزیں بحکم شرع سے دیون سے خارج ہوتی ہیں قرضہ کا بار جن اشیاء پر نہیں پڑتا ان اشیا سے زائد شوہر کے پاس مال ہو تو کفن شوہر کے ذمہ واجب ہو گا ورنہ نہیں یعنی شوہر مالدار ضرور ہے لیکن جو بار قرضہ سے مستثنےٰ ہے اس سے زائد نہیں۔ بس اتنا ہی ہے جتنی ضرورت ہے شبانہ روز کیلئے۔ اس سے زائد نہیں

[۱] جبکہ مدت متعہ کوتاہ ہو چند روز کے لئے متعہ ہوا تھا۔ اسی میں موت واقع ہو گئی ہو تو شوہر کے ذمے کفن ہونے میں تامل ہے اسی طرح مطلقہ رجعیہ کے کفن کی ذمہ داری قابل تامل ہے (ابو الحسن مدظلہ)

تو کل کفن درصورت کچھ بھی زائد نہ ہونے کے یا بعض کفن جبکہ کچھ زائد ہو کہ جس سے بعض پارچہ کفن خریدے جا سکتے ہوں خود زوجہ ہی کے ذمہ ہوگا اُسی کے مال سے نکالا جائیگا۔
دُوسرے یہ کہ زن و شوہر دونوں ساتھ ہی نہ مریں ورنہ یعنی اگر ساتھ ہی مریں گے تو شوہر کے ذمہ سے وجوب ساقط ہو جائے گا تیسرے یہ کہ زوجہ کے مرنے سے پہلے شوہر کی جائداد بوجہ دیوان کے کورٹ میں نہ آگئی ہو یعنی حاکم شرع کی طرف سے اسکو اپنے مال میں تصرف کرنے سے روک نہ دیا گیا ہو کہ جس کو کورٹ کہتے ہیں۔
چوتھے اموال شوہر مرہون یا مانند اس کے نہ ہوں پانچویں یہ کہ زوجہ نے وصیت کفن کی اپنے اموال میں سے نہ کی ہو؛

مسئلہ نمبر ۱۰۔ جس کنیز کو اُس کے آقا نے کسی غیر شخص کے لئے حلال کر دیا ہو شخص دیگر کی زوجیت میں دیدیا ہو تو اُس کا کفن آقا کے ذمہ ہے نہ کہ اُس شخص کے ذمہ جس کو آقا نے وطی کرنا مباح کر دیا تھا؛

مسئلہ نمبر ۱۱۔ زوجہ نے پہلے انتقال کیا۔ اُس کے بعد شوہر کا انتقال ہو گیا شوہر کے پاس اتنا مال ہے کہ جس سے ایک کفن کا انتظام ہو سکتا ہے دُوسرے کا نہیں۔ پس ایسی حالت میں تجہیز و تکفین شوہر کو تقدم حاصل ہوگا زوجہ پر اور اگر زوجہ کی تجہیز و تکفین ہو چکی تھی دفن کی نوبت نہیں آئی تھی کہ شوہر فوت ہو گیا اور صورت حال یہی ہے کہ جو ندکور ہوئی تو زوجہ سے وہ کفن اُتار کے شوہر کو پہنا دیں اور زوجہ کی نسبت حکم فاقد الکفن (جس کے واسطے کفن مہیا نہ ہو سکے تو اُسکو بغیر کفن کے دفن کر دیا جائے گا) کا جاری کیا جائے گا اور اگر زوجہ کے مدفون ہونے کے بعد موت شوہر واقع ہوئی ہے تو مضیٰ ما مضیٰ (جو کچھ ہونا تھا ہو گیا) اب شوہر کو یونہی دفن کرنا پڑیگا کفن کے لئے زوجہ کی قبر نہ کھودی جائے گی؛

مسئلہ نمبر ۱۲۔ جبکہ کوئی شخص تبرعاً لوجہ اللہ کسی کی زوجہ کو کفن اپنے مال سے دیدے تو اُس کے شوہر کے ذمہ سے اس کا وجوب ساقط ہو جائیگا؛

مسئلہ نمبر ۱۳۔ کسی میت کا کفن خواہ وہ عزیز و قریب ہی کیوں نہ ہو کسی وارث و غیر وارث پر واجب نہیں ہے اگرچہ میت اُن لوگوں میں سے کیوں نہ ہو کہ جن کا نفقہ مثلاً زید پر واجب ہے تب بھی اس میت کا کفن زید پر واجب نہ ہوگا بلکہ مالِ میت سے

دیا جائیگا۔ اگر کچھ نہیں چھوڑا تو یونہی بعد غسل برہنہ دفن کر دیا جائے گا البتہ زوجہ کا کفن شوہر پر واجب ہے بشرائط مذکورہ بالا ٭

مسئلہ نمبر ۱۴ جبکہ کسی شخص نے اپنی زوجہ کو کفن دیا بعد اس کے وہ میت مثلاً غرق ہو گئی یا میت کو درندہ کھا گیا اور وہ کفن رہ گیا تو ایسی حالت میں وہ کفن ملک ورثہ میت (زوجہ) نہ ہو گا بلکہ ملک شوہر بدستور رہیگا۔ شوہر کو چاہئے کہ اُس کفن پر قبضہ کرے اگرچہ یہ صورت بعد دفن ہی پیش آئے تب بھی کفن ملک شوہر ہے ٭

مسئلہ نمبر ۱۵۔ اگر ورثہ زن نے اس کو اُس کے مال سے کفن دیا بوجہ نہ قادر ہونے زوج کے کفن زن پر۔ اُس کے بعد وُہ غنی ہو گیا پس اب ورثہ زن کو قیمت کفن شوہر سے طلب کرنے کا کوئی حق نہیں جو کچھ ہونا تھا ہو گیا ٭

مسئلہ نمبر ۱۶۔ کفن زن کا شوہر پر واجب ہے اگرچہ کسی وجہ سے کفنہائے متعددہ کی ضرورت ہو دینے پڑیں گے۔ اس کی مثال یوں ہو سکتی ہے کہ زندگی میں کفن زوجہ کو حوالہ کر دیا تھا کہ اس کو اپنے لئے محفوظ رکھو۔ اتفاق وقت چوری گیا یا وُہ کفن جل گیا یا سیلاب آیا۔ یا کسی اور وجہ سے غرق ہو گیا اِن سب صورتوں میں بعد ضائع ہونے کے پھر مہیا کرنا کفن کا شوہر کے ذمّہ واجب ہو گا بلکہ اگر بعد دفن دوبارہ کفن کے دینے کی نوبت آئے تو علی الاحوط دینا پڑیگا۔

مسئلہ نمبر ۱۷۔ عورت اگر مرجائے تو علاوہ کفن جملہ مایحتاج اُس کے یعنی جو غسل اور دفن میں اُس کے صرف ہو۔ اُس کے شوہر کے ذمّے علی الاقویٰ واجب نہ ہو گا۔ اگرچہ بمقتضائے احتیاط اسباب تجہیز و تکفین بھی مال شوہر سے ہو تو اچھا ہے یعنی علی الاحوط اسباب تجہیز و تکفین شوہر کے ذمّہ ہیں ٭

مسئلہ نمبر ۱۸۔ غلام کا کفن اُس کے آقا کے ذمّہ ہے اسی طرح اسباب تجہیز و تکفین تدفین سب آقا کے ذمّہ ہیں مگر جبکہ کنیز زوجیت میں کسی دوسرے شخص کے ہو تو بقاعدہ مذکورہ بالا اُس کنیز کا کفن اُس کے آقا کے ذمّہ نہ ہو گا بلکہ اُسکے شوہر کے ذمّہ ہو گا یہ حکم عام ہے بلا استثنا ہے جس قدر غلام کی قسمیں ہو سکتی ہیں سب کو شامل ہے البتہ جو نصف آزاد ہو گا اور نصف غلام ہو گا اُس کا کفن نصف اُس کے آقا کے ذمّہ ہو گا اور جس غلام میں مثلاً دو شخص شریک ہوں گے تو اُس کا کفن بھی اُن دونوں پر واجب

ہوگا بحصہ مساوی نہ کہ کسی ایک شخص کے ذمہ ۔

مسئلہ نمبر ۱۹ - کفن زن شوہردار شوہر کے ذمہ اور کفن مملوک اُس کے آقا کے ذمہ ہے ان کے علاوہ کفن واجبی اصل ترکہ میت سے نکالا جائے گا بلکہ سب ضروریات واجبات تجہیز و تغسیل مثلاً قیمت سدر و کافور اور قیمت زمین اور جو کچھ قبر کی جگہ کے حاصل کرنے میں صرف ہو اور اُجرت قبر کھودنے والوں کی اور جنازہ اٹھانے والوں کی مزدوری وغیرہ وغیرہ سب اصل ترکہ سے نکالی جائیں گی اور دیون اور وصیت پر ان ضروریات اور تمام مایحتاج میت کو تقدم حاصل ہوگا مگر قدر واجب سے زیادہ کوئی چیز بغیر اذن ورثا کے نہ لی جائے گی تا وقتیکہ بالغ ورثا اجازت نہ دیں اُس وقت تک اُن کے حصہ میں سے غیر واجبات تجہیز و تکفین میں کچھ صرف نہ کیا جائیگا مگر جبکہ میت نے وصیت کی ہو کہ علاوہ واجبات کے جو کچھ صرف ہو تجہیز و تکفین وغیرہ میں وہ ثلث ترکہ سے نکالا جائے یا بدون تعیین واجبات و مستحبات بدون تذکرہ مصارف مطلقاً کل ثلث ترکہ یا بعض ثلث کی وصیت کی ہو تو قدر واجب سے زیادہ بغیر اذن ورثا اس ثلث یا بعض ثلث کو صرف کرنا جائز ہے ۔

مسئلہ نمبر ۲۰ - قدر واجب کے مہیا کرنے میں احوط یہ ہے کہ کم قیمت پر انحصار کیا جائے یعنی کم قیمت کفن دینا میت کو موافق احتیاط ہے ۔ پس اگر بیش قیمت کفن دیا جائے تو اجازت ورثا کی لینی پڑے گی بالغ وارث تا وقتیکہ بیش قیمت کفن دینے پر اپنے حصہ میں سے رضامند نہ ہوں گے اُس وقت تک زیادہ قیمت کا کفن نہ دیا جائے گا بلکہ جملہ مایحتاج میت کے مہیا کرنے میں اگر صرف کثیر ہوگا تو بدون رضائے ورثا نہ ہوگا پس اس بنا پر اگر کوئی جگہ قبر کی ایسی ہے کہ جس میں کچھ صرف کرنا پڑتا ہے اگرچہ تھوڑا ہی سا ہو جب اجازت قبر حاصل ہوتی ہو تو ایسی جگہ میت کو دفن کرنا جائز نہیں بدون اجازت ورثا کہ جس میں صرف کثیر کے بعد اجازت قبر حاصل ہوتی ہو اور دفن کی نوبت آتی ہو ہاں اگر قدر قلیل صرفہ ہو یا مقام مذکور میں نہ دفن کرنے سے ہتک حرمت میت ہوتی ہو تو ایسی حالت میں اصل ترکہ سے اس کے مصارف بھی نکالے جائیں ورثا کے حصہ سے اسکو کوئی تعلق نہ ہوگا قبل تقسیم مقام معلوم میں دفن وغیرہ کی اُجرت کو اصل ترکہ میت سے نکالا جائے گا ۔ اسی طرح اگر ترک مستحبات میں توہین میت ہوتی ہو گی ۔ مستحبات کفن کو چھوڑنے سے ہتک حرمت میت ہوتی ہو گی تو اصل متروکہ سے اُس کو بھی پورا کیا جائے گا پس اس بنا پر

جملہ احتیاج میت میں اگر قدر واجب پر اکتفا و اختصار کرنے میں ہتک حرمت میت ہوتی ہوگی تو مستحبات تجہیز و تکفین بھی اصل ترکہ سے پورے کئے جائیں گے۔

مسئلہ نمبر ۲۱۔ اگر جائداد میت پر قرضہ کا بار ہو یا متروکہ میت رہن یا بوجہ افلاس و زیادتی قرضہ حقیت کورٹ میں ہو یا اس کے مثل اور کسی کے حق کا تعلق اس ترکہ میت سے ہو تو حقوق ناس اور کفن میت میں کس کو تقدم حاصل ہوگا کس کو ترجیح ہوگی اس میں اشکال ہے[1]۔ پس ایسے موقع پر مراعات احتیاط مناسب ہے۔

مسئلہ نمبر ۲۲۔ جبکہ میت کا ترکہ اس قدر نہ ہو کہ جس سے کفن دیا جا سکے تو ظاہر مسلمانوں پر کفن دینا واجب نہیں کیونکہ واجب کفائی میت کو کفن پہنانا ہے نہ کہ اپنے پاس سے کفن دینا۔ لہٰذا کفن دینا اہل اسلام پر واجب نہ ہوگا البتہ احوط یہ ہے کہ ایسے موقع پر کوئی شخص مسلم اپنے پاس سے خرید کر کفن پہنا دے یا جملہ مسلمین چندہ سے میت کو کفن دیدیں اور اگر زکوۃ میں سے سہم سبیل اللہ موجود ہو تو اس کو ایسی میت کے تجہیز و تکفین پر صرف کرنا احوط ہے اور ایسے موقعہ پر بہتر بلکہ احوط یہ ہے کہ ورثہ میت مذکور کو سہم سبیل اللہ دیدیا جائے کہ وہ اس کے ذریعہ سے تجہیز و تکفین میت کریں۔ جبکہ شخص غیر کے اہتمام سے کفن دفن ہونے میں ورثائے میت کو ناگواری اور ان کی سبکیت ہوتی ہو اور کفن دینے میں عار اور عیب ورثائے میت کے نزدیک ہوتا ہو تو سہم مذکورہ بالا ان کو دیدیا جائے کہ وہ بطور خود کفن دفن کا انتظام کریں۔

مسئلہ نمبر ۲۳۔ محرم اور غیر محرم کفن میں دونوں ایک حکم رکھتے ہیں یعنی جس قدر اور جیسا غیر محرم کو کفن دینا اور پہنانا واجب ہے اسی قدر اور ویسا ہی محرم کو، دونوں مساوی ہیں۔ اس بنا پر اس کے سر اور چہرہ کا ڈھانپنا کوئی قباحت نہ رکھیگا۔ سر اور چہرہ کے ڈھکنے میں کوئی مضائقہ نہ ہوگا۔ البتہ بوئے خوش کا میت محرم سے قریب کرنا اور اس کے جسم کو لگانا حرام ہے اس میں محرم اور غیر محرم میں فرق ہے کفن میں نہیں بلکہ مساوات ہے۔

فصل مستحبات کفن کے بیان میں

وہ چند امور ہیں اوّل مرد کے لئے عمامہ ہونا سنت ہے کہ جس کا طول و عرض بقدر

[1] حق جنایت کے علاوہ جس قدر حقوق ہیں ان سب پر کفن میت کو تقدم حاصل ہوگا (ابو الحسن مدظلہ)

مسمی کافی ہے یعنی جس میں کہ ہیئت عمامہ ہو جائے اتنا پارچہ عمامہ کیلئے کافی ووافی ہے اور
بہتر یہ ہے کہ اتنا کپڑا ہو کہ سر پر باندھنے کے بعد اس کے دونوں سرے تحت الحنک
ہونے کے بعد سینہ تک میت کے اس طور سے آسکیں کہ دہنا بائیں طرف اور بایاں دہنی
جانب ہو کر سینہ پر ڈالا جا سکے دوسرے عورت کیلئے مقنعہ ہے بدل عمامہ کے اس
میں بھی بقدر مسمی کافی ہے تیسرے سینہ بند ہے عورت کیلئے کہ جس کی لمبائی اور چوڑائی اتنی
ہو کہ پشت پر گرہ باندھ سکے چوتھے ایک پارچہ وسط میت میں باندھنا چاہئے خواہ
میت مرد ہو یا عورت دونوں کے لئے سنت ہے پانچویں۔ ران پیچ کہ جس سے
دونوں رانیں لپیٹی جائیں گی اور بہتر یہ ہے کہ اس کی لمبائی ساڑھے تین ہاتھ ہو اور
چوڑائی ایک بالشت یا زیادہ ہو۔ طریقہ اس کے باندھنے کا یہ ہے کہ چوڑائی میں اس کو
چاک کر کے میت کے کمر میں باندھ دیں پھر دونوں رانوں پر مضبوطی کے ساتھ
لپیٹ دیں گھٹنوں تک۔ کوئی حصہ ران کا ظاہر نہ ہو سب چھپ جائے اس طرح سے
پیٹیں۔ پھر سرا اس پارچہ کا پیروں کے نیچے کو نکال کر بائیں طرف کر دیں چھٹے یہ
کہ ایک پارچہ اور ہونا چاہئے چادر سرتاسری کے اوپر اور بہتر یہ کہ پارچہ چادر یمنی ہو
بلکہ سنت ہے ایک تیسرے پارچہ کا ہونا بالخصوص عورت کے لئے کہ جس کو اوڑھنی
کے ساتھ تعبیر کرتے ہیں ساتویں یہ کچھ روئی وغیرہ دونوں پیروں کے درمیان اس
طرح رکھ دیں کہ اس کی عورتین چھپ جائے اور جس چیز سے حنوط کیا ہو۔ کچھ اس میں
سے بھی اس روئی پر ڈال دیں اگر مقام بول وبراز اور ناک سے کسی چیز کے خارج
ہونے کا اندیشہ ہو تو مقامات مذکورہ بالا میں کچھ روئی رکھ دیں اسی طرح ہر وہ مقام
کہ جس سے کچھ خارج ہونے کا خدشہ ہو اس میں ذرا فہور روئی رکھدی جائے۔

فصل بقیہ سات مستحبات کے بیان میں

یہ بھی چند ہیں اول یہ کہ کفن خوب ہو کیونکہ اموات کفن خوب پر قیامت میں فخر
کریں گی اور اسی کفن سے محشور ہونگی اور حضرت موسی بن جعفرؑ کو ایسا کفن دیا گیا
تھا کہ جس کی قیمت دو ہزار دینار تھی اور تمام قرآن اس پر لکھا تھا۔ دوسرے یہ کہ

کفن روئی کا ہو۔ کسی دوسری جنس کا نہ ہو تیسرے یہ کہ سفید ہو بلکہ رنگین مکروہ ہو
البتہ حبرہ اگر سُرخ رنگ ہو تو مضر نہیں کیونکہ بعض اخبار میں ہے کہ حضرت رسالت مآبؐ
کو حبرِ سُرخ[1] میں کفن دیا گیا تھا چوتھے یہ کہ کفن طیّب طاہر مال سے خریدا جائے۔
خاص مال کا کفن مشتبہ مال سے کفن نہ دیا جائے۔ پانچویں یہ کہ کفن لباس احرام سے ہو
یا اُس کپڑے کا کہ جس میں نماز میت پڑھتی ہو۔ چھٹے یہ کہ قدرے کافور اور ذریرہ کفن پر
چھڑکیں۔ ذریرہ کی حقیقت کے متعلق بعض کہتے ہیں کہ اس کا دانہ مثل دانہ گندم کے ہوتا
ہے جب اُسکو باریک کیا جاتا ہے تو اس میں خوشبو پیدا ہوتی ہے آجکل اس کو قمحہ
کہتے ہیں۔ غالباً پہلے اس کو ذریرہ کہتے ہوں گے اور سنت ہے کہ آب فرات یا آب زمزم
میں دھونے کے بعد تبرک کیا ہوا ہو مس کرنے سے ضریح مقدس سے اور تربت قبر
امام حسینؑ سے یا اور ائمہ معصومینؑ کی ضرائح سے مس شدہ ہو ساتویں چادر سر بری
کے دہنی جانب کو بائیں جانب اور بائیں طرف کو دہنی طرف ڈال دیں آٹھویں یہ کہ
وہ ڈورہ کہ جس سے کفن کے سینے کی ضرورت پڑ جائے نہ کفن سے نکال لیں نویں
جو شخص کفن پہنائے وہ نجاست حدثی سے پاک و صاف ہو اور اگر غسل دہندہ ہی اس
کام کو کرنا چاہے تو اس کیلئے سُنت ہے کہ اپنے دونوں ہاتھ کہنیوں تک بلکہ شانوں تک
تین مرتبہ دھولے اور پیروں کو زانوؤں تک تین مرتبہ دھولے تب کفن پہنائے
اور بہتر یہ ہے کہ اگر اور بدن اس کا کہیں سے نجس ہو تو اس کو بھی دھولے اور غسل مس
میت بھی کرلے تب کفن پہنائے دسویں یہ کہ لکھیں حاشیہ پر تمام پارچہ ہائے کفن کو
واجبی ہوں یا سُنتی یہاں تک کہ عمامہ پر بھی اسم میت اور اُس کے باپ کا نام اس
طور پر فلان بن فلان یَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِیْكَ لَهٗ وَ
اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَاَنَّ عَلِیًّا وَّالْحَسَنَ وَالْحُسَیْنَ وَعَلِیًّا وَّمُحَمَّدًا
وَّجَعْفَرًا وَّمُوْسٰی وَعَلِیًّا وَّمُحَمَّدًا وَّعَلِیًّا وَّالْحَسَنَ وَالْحُجَّةَ الْقَائِمَ اَوْلِیَاءُ
اللّٰهِ وَاَوْصِیَاءُ رَسُوْلِ اللّٰهِ وَالْاَئِمَّةُ وَاَنَّ الْبَعْثَ وَالثَّوَابَ وَالْعِقَابَ حَقٌّ
گیارھویں لکھنا کفن پر تمام قرآن اور دعا جوشن صغیر و کبیر کا اور سنت ہے کہ جوشن کبیر
کو ایک ظرف پر کافور یا مشک سے لکھ کر پھر ظرف کو پانی سے دھوئیں اور اسی پانی کو کفن پر
چھڑکیں۔ حضرت امام حسینؑ فرماتے ہیں کہ وصیت کی مجھکو میرے والد بزرگوار امیر المومنینؑ

[1] ایک قسم کی چادر

نے کہ اے بیٹا! اِس دُعا کو محفوظ رکھو اور اے بیٹا لکھنا اس دعا کو میرے کفن پر اور میرے اہل بیت کو اس دُعا کی تعلیم دو اور سنّت ہے کفن پر ان اشعار کا لکھنا کیونکہ حضرت امیر المومنینؑ نے ان کو کفن سلمان فارسی رح پر لکھا تھا اور وُہ اشعار یہ ہیں :-

وفدت علی الکریم بغیر زادٍ — مِن الحسنات والقلب السلیم

وحمل الزاد اقبح کل شیءٍ — اذا کان الوفود علی الکریم

اور مناسب ہے اس حدیث کا لکھنا کہ جس کی سند مشہور و معروف اور سلسلۃ الذھب کے ساتھ موسوم ہے :-

وھو حدثنا محمد بن موسی المتوکل وقال حدثنا علی بن ابراھیم عن ابیہ یوسف بن عقیل عن اسحاق بن داھویہ قال لما وافی ابوالحسن الرضا علیہ السلام نیشاپور واراد ان یرتحل الی المامون فاجتمع علیہ اصحاب الحدیث فقالوا یابن رسول اللہؐ تدخل علینا ولا تحدثنا بحدیث فنستفیدہ منک وقد کان قعد فی العماریۃ واطلع راسہ فقال عؑ سمعت ابی موسیٰ بن جعفر علیہ السلام یقول سمعت ابی جعفر بن محمدؑ یقول سمعت ابی محمد بن علیؑ یقول سمعت ابی علی ابن الحسینؑ یقول سمعت ابی الحسین بن علیؑ یقول سمعت ابی امیر المومنین علی ابن ابی طالبؑ یقول سمعت رسول اللہؐ یقول سمعت جبریل یقول سمعت اللہ عزوجل یقول لا الٰہ الا اللہ حصنی فمن دخل حصنی امن من عذابی فلما مرت الراحلہ نادی اما بشروطھا وانا من شروطھا

اور چونکہ سند دیگر میں بھی وارد ہوا ہے اور شاید ذکر سند کو بھی مدخلیت ہو۔ لہٰذا اس کو بھی کفن پر لکھنا اچھا ہے :-

حدثنا احمد بن الحسن القطان قال حدثنا عبد الکریم بن محمد الحسینی قال حدثنا محمد بن ابراھیم الرازی قال حدثنا عبداللہ بن یحیی الاھوازی قال حدثنی ابوالحسن علی بن عمرو قال حدثنا الحسن محمد بن جمھور قال حدثنی علی بن بلال عن علی بن موسی الرضاؑ عن موسی بن جعفرؑ عن جعفر بن محمدؑ عن محمد بن علیؑ عن علی بن الحسینؑ عن الحسین بن علیؑ عن علی بن ابی طالب عن رسول اللہؐ عن جبرئیل عن میکائیل

عن اسرافیل عن اللوح والقلم قال یقول اللہ عزوجل ولایۃ علی ابن ابی طالب حِصْنِیْ فَمَنْ دَخَلَ حِصْنِیْ اَمِنَ مِنْ نَارِیْ

اور عقیق کے نگینہ کی انگشتری ہو اور اس پر شہادتین اور اسماء آئمہؑ اور اقرار ان حضرات کی امامت کا کندہ اس نگینہ پر ہو تو مناسب ہے بلکہ ہر وہ چیز کہ جس سے امید منفعت ہو اسکی تحریر ہمراہ میت اچھی ہے خواہ اس غرض سے تحریر ہو کہ منقول ہو ائمہ حضرات سے خواہ تحریر سے مقصود محض فائدہ ہو ورود سے قطع نظر ہو اور بہتر یہ ہے کہ ادعیہ مذکورہ خاک شفا تربت قبر امام حسینؑ سے لکھی جائیں یا جس امام کی بھی تربت قبر مل جائے اُس سے تحریر کریں یا دوات میں قدرے خاک پاک ڈال کر لکھیں اور یہ بھی جائز ہے کہ مٹی میں پانی ڈال کر اُس سے کفن تحریر کریں بلکہ انگلی سے بھی لکھنا جائز ہے بدون دوات اور سیاہی کے بارھویں مہیا کرنا کفن کا ہر شخص کو حال حیات میں اور اسی طرح سدر و کافور کا۔ حدیث ہے کہ جو شخص کہ کفن اُس کا اُس کے گھر میں ہو اور جو شخص اپنا کفن حالتِ حیات میں اپنے مہیا کرے۔ وہ غافلین سے نہیں لکھا جاتا اور جس وقت اس کی نظر کفن پر پڑتی ہے ایک حسنہ اُس کے لئے لکھا جاتا ہے تیرھویں کفن پہنانے کی حالت میں میت کا منہ قبلہ کی طرف مثل احتضار کے یا مثل نماز میت کے ہو۔ تتمہ جبکہ ادعیہ مذکورہ اور کلام اللہ کفن پر کسی وجہ سے نہ لکھا جا سکے تو علیحدہ ایک پارچہ پر ان سب کو لکھکر میت کے سینہ یا سر پر ڈال دینا تاکہ نجاست سے آلودہ نہ ہو، اچھا ہے فائدے سے خالی نہیں ؛

فصل مکروہات کفن میں

اور وہ چند امور ہیں اوّل کفن کو لوہے سے کاٹنا۔ دوسرے آستین اور گھنڈی اس پیراہن میں رکھنا جو میت کے لئے تیار کریں ہاں اگر میت کو اسی پیراہن میں کفن کریں جو کہ زندگی میں اُس کے بدن میں تھا تو آستین میں کوئی مضائقہ نہیں رہنے دیں۔ گھنڈیاں توڑ ڈالیں تیسرے لعاب دہن سے اُس ڈورے کو تر کرنا کہ جس سے کفن سیا جائے چوتھے کفن کو ایسی چیزوں سے دھونی دینا کہ جو خوشبو رکھتی ہیں مثل

اگر وغیرہ کے بلکہ کفن پر خوشبو لگانا اگرچہ بدون دھونی کے ہو مکروہ ہے۔ ان کافور اور ذریرہ سے خوشبو کرنا کفن کا سنت ہے جیسا کہ پہلے بھی تذکرہ ہو چکا ہے پانچویں کفن کا سیاہ ہونا چھٹے سیاہی سے لکھنا ساتویں کفن کا کتان یا اس چیز سے ہونا جو مخلوط بہ کتان (چھال سے بنا ہوا) ہو آٹھویں۔ اس کپڑے کا کفن ہونا جس میں حریر مخلوط ہو بلکہ احوط اس کا ترک کرنا ہے مگر جبکہ حریر کم مقدار میں ہو اور دوسری چیز جو مخلوط ہے وہ زیادہ ہو تو کوئی مضائقہ نہیں نویں مکروہ ہے کفن کی قیمت کے طے کرنے میں جد و جہد کرنا اور کوشش بلیغ کرنا کہ وہ ارزاں اور سستا ہاتھ آئے، دسویں میلا ہونا اور پاکیزہ نہ ہونا گیارھویں پارچہ ہائے کفن کا سینا سنت ہے کہ ہر پارچہ بے جوڑ اور بے پیوند کا ہو علیحدہ ٹکڑا ہو ملا ہوا ہو یہ بعض علما کا قول ہے اور اس میں کوئی مضائقہ نہیں۔

فصل حنوط کے بیان میں

میت کا حنوط کرنا واجب ہے بعد غسلوں کے یا غسل کے بجائے تیمم کے۔ پس اس سے پہلے حنوط کرنا جائز نہیں ہاں جائز ہے قبل کفن پہنانے کے اور بعد کفن پہنانے کے اور کفن پہنانے کے درمیان میں بھی حنوط جائز ہے لیکن بہتر یہ ہے کہ کفن پہنانے کے پہلے حنوط کیا جائے اور حنوط سے مراد یہ ہے کہ کافور ملا جائے ان سات اعضا پر کہ جن کا زمین پر رکھنا لازم ہے نماز میں یعنی پیشانی اور دونوں ہتھیلیاں اور دونوں زانو اور دونوں پاؤں کے انگوٹھوں کا اور سنت ہے کہ ناک کے سرے پر بھی حنوط کیا جائے بلکہ اسکو حنوط میں شامل کرنا احوط ہے اور احوط یہ ہے کہ حنوط ہاتھ کے ذریعہ سے ہو بلکہ ہتھیلی سے مسح ہونا چاہئے اور دونوں بغلوں اور ناک کے نتھنوں اور بن گاسوں اور جمیع جوڑوں اور پاؤں کے دونوں تلووں کے۔ ان سب مقامات پر مسح کرنا بھی سنت ہے بلکہ ہر وہ مقام کہ جس سے بدبو آتی ہو اس میں کافور سے حنوط کرنا، اور کافور کا ملنا مستحب ہے اور کافور کیلئے شرط ہے کہ پاک ہو مباح ہو۔ غصبی نہ ہو۔ نیا ہو۔ پس پرانا کہ جس کی بو بھی جاتی رہی ہو گی حنوط کے لئے

ناکافی ہوگا اور یہ بھی شرط ہے کہ نرم اور گھسا ہوا ہو ۔

مسئلہ نمبر ۱۔ ہر میت کا حنوط کرنا واجب ہے خواہ وہ میت بالغ ہو یا نابالغ۔ عورت ہو یا خنثی یا مرد۔ آزاد ہو یا غلام۔ البتہ جو شخص قبل طواف بجالانے کے حالت احرام میں مرجائے اُس کو حنوط کرنا جائز نہیں چنانچہ پہلے بھی اس کا تذکرہ ہو چکا ہے اور جو عورت حالت عدۃ میں انتقال کرے اور جو شخص بحالت اعتکاف فوت ہو جائے وہ اس حنوط میں محرم کے حکم میں نہ ہوں گے بلکہ عام اموات جیسا حکم ان پر بھی جاری ہوگا یعنی وجوب حنوط سے یہ دونوں مستثنےٰ نہ ہوں گے اگرچہ ان دونوں کو بحالتِ زندگی کسی قسم کی بوئے خوش کا لگانا حرام ہے مگر حنوط بعدِ مُردن حرام نہیں ۔

مسئلہ نمبر ۲۔ حنوط کرنے میں نیت قربت کی شرط نہیں اس بنا پر اگر تمیز دار بچہ بھی اس وجوب کو پورا کر دے گا تو جائز ہوگا مکلفین بری الذمہ ہو جائیں گے ۔

مسئلہ نمبر ۳۔ حنوط میں مقدار کافور بقدر مسمی کافی ہے اور افضل یہ ہے کہ کافور تیرہ درہم اور ایک ثلث بھر ہو جو کہ بحساب مثقال صرفی سات مثقال کے برابر ہے۔ اور اقوی یہ ہے کہ یہ مقدار مذکور کافور کی محض حنوط کے لئے ہے نہ کہ حنوط اور غسل، دونوں کے لئے اور اس افضل سے کم درجہ یہ ہے کہ مثقال شرعی بھر ہونا چاہئے۔ اور درجہ مذکورہ سے افضل یہ ہے کہ چار درہم بھر کافور ہونا چاہئے اور اس سے افضل یہ ہے کہ چار مثقال شرعی بھر کافور محض حنوط کے لئے ہونا چاہئے۔ مترجم ایک مثقال شرعی تین ماشہ اور تین رتی ہوتا ہے ۔

مسئلہ نمبر ۴۔ جبکہ کافور میسر نہ آئے تو کوئی دوسری چیز اُس کے قائم مقام نہ ہوگی بلکہ حنوط کا وجوب بھی ساقط ہو جائے گا۔ حنوط واجب نہ رہیگا۔ البتہ میت کو خوشبو کرنا ذریرہ سے جائز ہے نہ کہ اُس سے حنوط کرنا یعنی میت کو خوشبو کرنا ذریرہ سے حنوط نہیں کہلائے گا۔ اب رہا میت کا مشک اور عنبر اور عُود وغیرہ سے خوشبو کرنا اگرچہ آمیزش کافور ہو مکروہ ہے بلکہ احوط اس کا ترک ہے ۔

مسئلہ نمبر ۵۔ میت کی آنکھ یا ناک یا کان میں کافور ڈالنا مکروہ ہے ۔

مسئلہ نمبر ۶۔ جو کافور حنوط سے بچ رہے اسکو میت کی سینہ پر ڈال دینا چاہئے۔

مسئلہ نمبر ۷۔ کافور کا ہاتھ سے نرم کرنا سنت ہے نہ کہ ہاون دستہ سے۔ لہٰذا
ہاون سے پرہیز کرنا چاہیے۔

مسئلہ نمبر ۸۔ کافور کا نعش پر رکھنا مکروہ ہے۔

مسئلہ نمبر ۹۔ مستحب ہے کہ ملاویں کافور حنوط میں تھوڑی سی تربت قبر حسینؑ
لیکن اس سے اُن مواضع کا حنوط نہ کریں جو خلاف احترام ہیں مثل عورتین اور دونوں
پاؤں کے انگوٹھے۔

مسئلہ نمبر ۱۰۔ انگیٹھی کا میت کے ساتھ ہونا مکروہ ہے اسی طرح وقت غسل
میت انگیٹھی کا میت کے قریب ہونا مکروہ ہے۔

مسئلہ نمبر ۱۱۔ حنوط کی ابتدا پیشانی سے ہونی چاہیے بعد اُسکے تمام مقامات حنوط
میں اختیار ہے جسکو چاہے پہلے حنوط کریں اور جسکو چاہیں بعد کو کسی کو آپس میں ترجیح
حاصل نہیں۔

مسئلہ نمبر ۱۲۔ اگر مقدار کافور کم ہو کہ وفا نہ کرے غسل و حنوط دونوں کو بلکہ ایک
کو کافی ہو پس مقدم کریں غسل کو اُس کافور کو غسل میں صرف کریں اور حنوط ساقط
ہو جائے گا اور اگر کافور اس قدر ہو کہ ساتوں اعضا کے حنوط کو کافی نہ ہو بلکہ کسی
ایک عضو کا حنوط ہو سکتا ہو تو پیشانی کے حنوط کو دیگر اعضا کے حنوط پر مقدم رکھیں

فصل جریدتین کے بیان میں

شیعوں کے نزدیک جریدتین کا ہمراہ میت رکھنا سُنّت موکدہ ہے خواہ میت
بالغ ہو یا نابالغ مرد ہو یا عورت۔ اعمال حسنہ رکھتا ہو یا بداعمال ہو گنہگار ہو، یا
معصیت سے پاک صاف ہو۔ میت پر عذاب قبر ہونے کا اندیشہ ہو یا نہ ہو بہرحال
میت کے ہمراہ جریدتین کا رکھنا سُنّت مؤکدہ ہے کیونکہ حدیث میں آیا ہے کہ جریدتین
ہر شخص کو فائدہ دیتی ہیں خواہ مؤمن ہو یا کافر۔ سعید ہو یا شقی۔ نیک ہو یا بد۔

لہ اس کا شرعاً مستحب ہونا معلوم نہیں (ابوالحسن مدظلہ)

جب تک تر و تازہ رہیں گی مُردہ سے عذاب قبر دور رہیگا یعنی عذاب قبر سے محفوظ رہیگی
روایت میں آیا ہے کہ جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا گذر ایک قبر سے ہوا
کہ اُس قبر کا صاحب مُعذّب ہو رہا تھا پس حضرت ص نے ایک جریدہ طلب فرمایا اور
اسکے دو ٹکڑے برابر کے کئے ایک سر میّت کے نزدیک اور دوسرے کو دونوں
پاؤں کے نزدیک اُس کے رکھا اور فرمایا جب تک یہ تر و تازہ رہیں گی - عذاب
قبر کی اس سے تخفیف رہیگی اور بعض اخبار میں ہے کہ جب حضرت آدم بہشت سے زمین
پر بھیجے گئے تو گھبراتے تھے - پروردگار سے سوال کیا کہ انکو کسی درخت سے درختان
بہشت سے مانوس کرے - پروردگار منان نے اُن کے اُنس کے واسطے درخت
خرما کو مقرر فرمایا - وہ درخت اُن کا انیس رہا تا وفات آنحضرت کے - وقت اخیر حضرت
آدم نے وصیت فرمائی کہ بعد وفات کے اُن کے میّت کے ہمراہ دو جریدہ رکھیں
اُس خرما کے تاکہ آخرت میں بھی ان کے مونس رہیں اور سب انبیا اسکو کرتے رہے
سب کا معمول یہ رہا - زمانۂ جاہلیت میں آکر یہ ترک ہوگیا اور ہمارے پیغمبر ص نے
اسکو زندہ کیا اور جریدتین کا رکھنا سنّت آں حضرت قرار پایا ؛

مسئلہ نمبر ۱ - بہتر یہ ہے کہ حتی الامکان جریدتین شاخ خرما سے ہو - والّا
درخت بیری سے والّا درخت بید اور انار سے والّا کسی ہرے درخت سے ہو

مسئلہ نمبر ۲ - جریدہ خشک کافی نہیں -

مسئلہ نمبر ۳ - بہتر یہ ہے کہ جریدتین طول میں ایک ذراع ہوں اگرچہ اس سے
کم و بیش بھی کافی ہے اور موٹائی جس قدر زیادہ موٹی لکڑی ہوگی اسی قدر اچھا ہے -
کیونکہ دیر میں خشک ہوگی اور جس قدر خشک ہونے میں تاخیر ہوگی اسی قدر تخفیف
عذاب قبر میں دیر پا ہوگی اسی وجہ سے موٹائی میں فائدہ ہے ؛

مسئلہ نمبر ۴ - کیفیت اُس کے رکھنے کی بہتر یہ ہے کہ ایک کو داہنی جانب
نیچے پیراہن (کفنی) کے بدن پر رکھیں جسم میّت سے ملی رہے اور دوسری کو بائیں
جانب سر تا سری کے اوپر پیراہن کے رکھیں اور سرا ہر ایک جریدہ کا سامنے ہنسلی کے
قرار دیں اور بعض اخبار میں یوں وارد ہوا ہے کہ ایک داہنی بغل کے نیچے اور دوسری
کو دونوں گھٹنوں کے درمیان اس طور پر کہ نصف اس کا پنڈلی تک پہنچے اور نصف

ران تک اور بعض اخبار میں یوں آیا ہے کہ دونوں کو پہلو بہ راست میت میں رکھیں اور ظاہرا ہمراہ میت قبر میں جس طرح سے بھی ہو اُن کا رکھنا سُنّت ہے ۔

مسئلہ نمبر ۵۔ اور جبکہ بھول جاوے یا کسی اور وجہ سے رکھنا ترک ہو جائے تو قبر پر ڈال دینا بھی فائدہ مند ہو گا۔ قبر کے اوپر رکھدی جائیں ۔

مسئلہ نمبر ۶۔ اگر ایک جریدہ دستیاب ہو تو اُس کو داہنی جانب میت کے رکھدیں ۔

مسئلہ نمبر ۷۔ بہتر یہ ہے کہ اُن پر میت اور اُس کے باپ کا نام لکھیں اور اُس کے بعد یہ عبارت لکھ دیں یَشْھَدُ اَنْ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ ؐ وَاَنَّ الْاَئِمَّۃَ مِنْ بَعْدِہٖ اَوْصِیَائُہٗ اُس کے بعد سب ائمہ معصومین کے اسمائے بعد دیگرے ترتیب وار تحریر ہونے چاہئیں ۔

فصل تشییع جنازہ اور اُسکے آداب کے بیان میں

سُنّت ہے اولیاء میت کیلئے کہ مومنین کو خبر کریں تاکہ اہل ایمان اُس کے جنازہ پر حاضر ہوں۔ نماز میت میں شرکت کریں۔ میت کے لئے استغفار کریں بعد اطلاع موت مومنین کے لئے مستحب ہے کہ اپنے تئیں جنازہ تک پہنچانے میں جلدی کریں۔ حدیث میں آیا ہے کہ اگر جس وقت ولیمہ کی طرف دعوت دی جائے اُسی وقت میت کے ہونے کی اطلاع پہنچے تو میت میں شرکت کرنا ولیمہ کی شرکت سے مقدم رکھا جائے کیونکہ میت میں شرکت کرنا آخرت کو یاد دلانے والا ہے اور ولیمہ کی شرکت دُنیا کی یاد کو تازہ کرنے والی ہے اور آخرت کو دُنیا پر ترجیح ہے لہٰذا ایسے مقام پر جانا کہ جہاں آخرت کی یاد تازہ ہوتی ہو زیادہ مستحسن اور محبوب ہے اُس جلسہ کی شرکت سے کہ جس میں یاد دہانی دنیا کی ہو۔ تشییع جنازہ کی کوئی حد مقرر نہیں البتہ بہتر یہ ہے کہ دفن تک ہونی چاہیئے یعنی بعد دفن اپنے اپنے گھروں کو واپس جانا چاہئے اس سے قبل نہیں۔ اِس سے کم درجہ تشییع یہ ہے کہ نماز جنازہ تک حاضر رہنا چاہئے۔ بعد نماز واپس ہو جائیں۔ یہ پہلی صورت سے ادنیٰ مرتبہ ہے تشییع کا۔ احادیث اس کے ثواب میں بہت کچھ وارد ہوئی ہیں چنانچہ بعض اخبار میں یوں آیا ہے کہ اوّل تحفہ مومن یہ ہے کہ

اُسکو اور اُس کے مشایعت کرنے والوں کو اُس کی قبر میں بخشتے ہیں یعنی ملایک بشارت اور مژدہ اُس میت کو دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ خوش آمدی تحقیق کہ خدائے تعالٰے نے ہر اُس شخص کو بخشا ہے جس نے تیری مشایعت کی اور ہر اُس شخص کی دعا کو قبول کیا کہ جس نے تیرے واسطے رحمت طلب کی اور بعض احادیث کا مضمون یہ ہے کہ جو مشایعت کرے جنازہ مومن کی پس اُس کے واسطے ہر قدم پر لاکھ حسنہ لکھے جاتے ہیں اُس سے لاکھ گناہ محو ہوتے ہیں اور اُس کے لاکھ درجے بلند ہوتے ہیں پس جبکہ یہ مشایعت کنندہ نماز جنازہ پڑھتے ہیں یعنی یہ لوگ نماز میں بھی شرکت کریں تو خداوند عالم اسکے صلہ میں لاکھ ملک کو مقرر فرماتا ہے کہ جو مشایعت کرتے ہیں جنازہ مشایعت کنندہ کی درآں حالیکہ اُن کے لئے استغفار کرتے ہیں جبتک کہ وہ اپنی قبروں سے مبعوث اور محشور ہوں اور بعض احادیث میں ہے کہ جو جنازہ کی مشایعت کرے اور اس کی نماز میں بھی شرکت کرے پس اس کے لئے ایک قیراط اجر اور ثواب ہے اور اگر یہ صبر کرے اور وہاں دفن میت تک رکا رہے تو اُس کے لئے دو قیراط اجر اور ثواب ہے اور قیراط مثل کوہ احد کے ترازوئے اعمال میں اُس کے وزن میں ہوگا اور بعض اخبار میں ہے کہ ہر قدم پر مشایعت کنندہ کو ایک قیراط اجر ملیگا

آداب مشایعت چند امور ہیں اول یہ کہ جب جنازہ کو دیکھے تو کہے إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ اللّٰهُ أَكْبَرُ هٰذَا مَا وَعَدَنَا اللّٰهُ وَرَسُولُهُ وَصَدَقَ اللّٰهُ وَرَسُولُهُ اَللّٰهُمَّ زِدْنَا إِيْمَانًا وَتَسْلِيمًا اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي تَعَزَّزَ بِالْقُدْرَةِ وَقَهَرَ الْعِبَادَ بِالْمَوْتِ. ان کلمات کا زبان پر جاری کرنا مشایعت کنندہ کے واسطے مخصوص نہیں بلکہ ہر اُس شخص کے واسطے کہنا سنت ہے کہ جو جنازہ کو دیکھے خواہ مشایعت کرے یا نہ کرے اسی طرح ہر دیکھنے کے لئے مشایعت کنندہ ہو یا نہ ہو یہ کہنا سنت ہے: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي لَمْ يَجْعَلْنِي مِنَ السَّوَادِ الْمُخْتَرَمِ دوسرے یہ کہ اُٹھانے والا جنازہ کا کہے بِسْمِ اللّٰهِ وَبِاللّٰهِ وَصَلَّى اللّٰهُ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَآلِهِ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِلْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ تیسرے یہ کہ مشایعت کنندہ پیادہ ہوں سوار نہ ہوں

کیونکہ بلا عذر کے سوار ہونا مکروہ ہے ہاں واپسی میں اگر سواری پر آئیں تو کوئی مضائقہ
نہیں **چوتھے** یہ کہ مشایعت کنندہ جنازہ کو اپنے کندھوں پر اٹھائیں نہ یہ کہ کسی حیوان
کے اوپر یا دوسری چیز پر رکھیں اور لے جائیں مگر جبکہ معذور ہوں مثل بعدِ مسافت
کے **پانچویں** مشایعت کنندہ باخشوع ہو تدبر اور فکر کرے اور اپنے مقام پر
اس میت کے ٹھہرا دے اور گمان وخیال کرے کہ وہ خود بعد مرگ دنیا میں پھر دیا
گیا ہے یہ زندگانی وہی ہے پس تدارک وتلافی کرے مافات کی **چھٹے** یہ کہ پیچھے
جنازہ کے یا دونوں پہلوؤں میں راہ چلے سامنے نہ چلے اور افضل اول (پیچھے
چلنا) ہے ثانی (پہلو میں چلنا) ہے اور ظاہراً سامنے چلنا جنازہ کے مکروہ ہے
خاص کر غیر مومن کے جنازہ کے آگے ؛ **ساتویں** یہ کہ جنازہ پر کوئی ایسا کپڑا
ڈال دیا جائے کہ جو غیر مزین یعنی زرنگار اور عمدہ نہ ہو **آٹھویں** یہ کہ جنازہ کو چار
شخص کاندھے پر اٹھائیں نہ اس سے کم **نویں** سُنت تربیع اس طرح بجا لائے
کہ زید مثلاً ابتداءً جانب دستِ راست میت کو اپنے داہنے کندھے پر اٹھاوے
بعدازاں اسی جانب میں موخر جنازہ کو اپنے داہنے کندھے پر اٹھاوے بعدازاں
بائیں جانب میت میں مؤخر (پائینتی) جنازہ کو بائیں کندھے پر اٹھاوے بعدازاں سامنے
اپنے بڑھ جائے یہاں تک کہ مقام شانہ چپ میت کو اپنے بائیں کندھے پر
اٹھائے جب زید شخص واحد اس طرح سے گردش کر کے دورہ ختم کر چکے پس
اسی طرح اور مشایعت کنندہ اور اٹھانے والے جنازہ کو اٹھا دیں **دسویں**
یہ کہ صاحب میت برہنہ پا ہو یا یہ کہ بے ردا ہو کہ لوگ اسکو پہچانیں یا تغیر لباس یا
وضع کرے کہ پہچانا جائے ؛

مشایعت کی حالت میں جو امور مکروہ ہیں وہ یہ ہیں

اول خندہ اور لہو ولعب کرنا حالِ مشایعت میں یعنی ہنستے کھیلتے مشایعت جنازہ
کریں **دوسرے** صاحب میت کے علاوہ کسی کا تغیر وضع کرنا بے ردا ہونا
تیسرے باتیں کرنا ہمراہ جنازہ کے سوائے ذکر ودعا درود واستغفار کے یہاں تک
کہ حدیث میں آیا ہے کہ سلام علیکم کہنا مشایعت کنندہ کے اوپر ترک کرے **چوتھے**
یہ کہ عورات مشایعت جنازہ نہ کریں جوان ہوں خواہ پیر وہ میت عورت کی ہو خواہ مرد کی

پانچویں تند و تیز میت کا لے جانا اس قدر تعجیل چلنے میں ہونا جو کہ منافی آرام میت ہو خاص کر جبکہ تیز چلنا مثل دوڑنے کے ہو۔ ہاں اگر چلنے میں میانہ روی ہو تو کوئی مضائقہ نہیں۔ چھٹے صاحب میت کا یا ہر شخص کا گریہ و بکا کی حالت میں اظہارِ افسوس کی حالت میں ہاتھ کا ران یا دوسرے ہاتھ پر مارنا ساتویں صاحب میت وغیرہ کے لئے یہ کہنا کہ اِرْفَقُوْا بِہٖ یعنی مہربانی کرو میت پر یا اِسْتَغْفِرُوْا لَہٗ یعنی میت کے لئے دعائے مغفرت کرو یا تَرَحَّمُوْا عَلَیْہِ تم لوگ میت پر رحم کرو یا قِفُوْا بِہٖ یعنی روکو تم یا ٹھہرو تم کہنا مکروہ ہے آٹھویں آگ کا اگرچہ انگیٹھی ہی میں ہو ہمراہ جنازہ لیجانا مکروہ ہے مگر تاریکی شب کی ضرورت کی وجہ سے لے جانا مکروہ نہیں ہے اسی بنا پر وقت شب چراغ بغرض روشنی ہمراہ رکھنا مکروہ نہیں نویں جنازہ جا رہا ہو اور راستہ میں کوئی شخص بیٹھا ہو تو اس کو جنازہ دیکھکر کھڑا ہونا مکروہ ہے مگر جبکہ میت کافر کی ہو اور شخص مسلم بیٹھا ہو تو اس کو دیکھکر کھڑا ہونا مکروہ نہیں کیونکہ اگر وہ بیٹھا رہیگا تو کافر کا مسلم پر بلند ہونا لازم آئے گا اور اس سے بچنا اور بچانا ضروری ہے اس بنا پر اس کے کھڑے ہونے میں کوئی کراہت و قباحت نہ رہے گی دسویں یہ بھی کہا جاتا ہے کہ کافر اور منافق اور فسق و فجور کرنے والے کو مشایعت جنازہ مومن سے روکیں ؛

فصل نمازِ میت کے بیان میں

ہر مسلمان کی میت پر نماز پڑھنا واجب ہے خواہ وہ میت کسی مسلمان عادل کی ہو۔ خواہ کسی مرد فاسق و فاجر کی ہو خواہ شہید کا جنازہ ہو یا غیر شہید کا۔ بہرحال مسلمان کا جنازہ ہو تو اس پر نماز پڑھنا واجب ہو گا اگرچہ وہ مسلمان گناہِ کبیرہ ہی کیوں نہ کرتا ہو مثلاً زانی ہو یا غاصب یا سارق ہو بلکہ اگرچہ اس نے خودکشی کی ہو تو بھی اسکی میت پر نماز پڑھنا واجب و لازم ہے مگر اطفال مسلمین کی میت پر نماز پڑھنا واجب نہیں مگر جب مسلم بچے کا سن چھ سال کو پہنچ جائے اسکی میت پر ضرور نماز ہوگی یعنی نماز پڑھنا واجب ہوگا اور اس سے کم سن بچہ کی میت پر اگرچہ پیدا ہوتے ہی مر گیا ہو

بشرطیکہ زندہ پیدا ہوا ہو۔ نماز پڑھنا سنت ہوگی۔ پس جو بچہ مردہ پیدا ہوگا اس پر
نہ نماز واجب ہوگی نہ سنت۔ پس اس سے ثابت ہوا کہ کافر کی جس قدر قسمیں ہو سکتی
ہوں یہاں تک کہ مرتد فطری ہو یا ملی۔ بہرحال اس کی میت پر نماز نہ ہوگی۔
بشرطیکہ مرتد بلا توبہ کے فوت ہو گیا ہو ورنہ اس کے مردہ پر بھی نماز پڑھی جائیگی
اور جو بچہ مسلمانوں کے شہر میں یا دار الاسلام (جہاں مسلمان کثرت سے رہتے
ہوں) میں بلکہ دار الکفر (جہاں کفار کی کثرت ہو) میں مردہ پایا جائے اور اس کے
ماں باپ کا حال معلوم نہ ہو وہ بھی مسلم کے حکم میں سمجھا جائے گا یعنی اسکی میت
پر بھی نماز پڑھی جائے گی البتہ آخر الذکر بچہ پر حکم اسلام جاری کرنے میں اتنی شرط
ضرور ہے کہ وہاں کوئی ایسا مسلمان ہو کہ جس کے نطفہ سے پیدا ہونے کا احتمال ہو اس
بچہ مجہول الحال کا پیدا ہونا محتمل ہو اس مسلمان سے تو اس پر حکم اسلام جاری ہوگا
ورنہ نہیں ؛

مسئلہ نمبر۱۔ نماز جنازہ اسی وقت صحیح ہوگی جبکہ اس کا ادا کرنیوالا پڑھنے
والا مومن ہوگا۔ اور اولیائے میت کی جانب سے اجازت حاصل کئے ہوئے
ہوگا اور اولیائے میت کا تذکرہ تفصیل کے ساتھ پہلے ہو چکا ہے بغیر ان کی اجازت
کے نماز درست نہیں خواہ جماعت سے پڑھی جائے یا بغیر جماعت فرداً فرداً
فرادی پڑھی جائے۔ بہرحال بدون اذنِ ولی میت نماز صحیح نہیں ؛

مسئلہ نمبر۲۔ بعض طفل ممیز اگر جنازہ کی نماز پڑھے تو علی الاقوی صحیح ہے لیکن مکلفین
بالغین کے ذمہ سے اس کے وجوب کا سقوط ہوگا یا نہیں۔ اس میں اشکال ہے ؛

مسئلہ نمبر۳۔ نماز میت میں شرط ہے کہ بعد غسل اور کفن پہنانے کے بعد ہو لہذا
اس سے پہلے کافی نہیں اگرچہ دوران تکفین ہی میں کیوں نہ ہو۔ بہرحال غسل اور
کفن پہنانے سے پہلے نماز میت درست نہیں خواہ بوجہ جہالت کے پڑھی جائے یا

۱؎ بنا بر احتیاط (ابوالحسن مدظلہ)

۲؎ ہم بھی اس کے متعلق پہلے کہہ چکے ہیں (ابوالحسن مدظلہ)

۳؎ اس طفل ممیز کی نماز کا کافی ہونا اور اسکے پڑھنے سے مکلفین کا بری الذمہ ہو جانا بعید نہیں (ابوالحسن مدظلہ)

جان کر اور بالقصد پڑھی جائے خواہ بوجہ فراموشی ایسا ہوگیا ہو بہر حال نماز درست نہیں۔ ہاں اگر کسی وجہ سے غسل دینا اور اس کے بدل تیمم کرانا میت کو دشوار ہو یا محض کفن پہنانا یا غسل وتکفین دونوں دشوار ہوں تو نماز ضرور پڑھی جائے گی۔ غسل کے ساقط ہونے سے نماز ساقط نہ ہوگی۔ تکفین کے ناممکن ہونے سے نماز میت معاف نہ ہوگی ضرور پڑھی جائے گی پس اگر اُس کی عورتین پوشیدہ یعنی چھپی ہوئی ہیں تو اُس پر نماز پڑھی جائے گی ورنہ اُس کو قبر میں اس طرح سے رکھا جائے گا کہ جس طرح نماز کے وقت میت کو رکھا جاتا ہے اور اُس کی عورتین کو مٹی دیکر چھپا دیا جائیگا اور قبر پر کھڑے ہو کر نماز پڑھی جائے گی۔ بعد نماز میت کو مثل دفن کے پٹا دیا جائے گا ؛

مسئلہ نمبر ۴۔ کسی ایک واجب کے دشوار اور ناممکن ہونے کا اثر اور واجبات پر نہ پڑے گا۔ پس اگر دفن ناممکن ہوگا تو اور واجبات میت ضرور بجا لائے جائیں گے۔ غسل میت ضرور ہوگا۔ تکفین ہوگی۔ نماز میت ضرور پڑھی جائے گی۔ خلاصہ یہ کہ جو امر دشوار گذار اور قوت وطاقت سے انسان کی باہر ہوگا۔ ناممکن ہوگا۔ وہ ساقط ہو جائے گا۔ اُس کی تکلیف نہ رہے گی اور جو ممکن ہوگا۔ ہو سکتا ہوگا۔ اُس کو ضرور کرنا پڑے گا۔ اُس کا وجوب بدستور رہیگا۔ پس اس بنا پر اگر جنگل بیابان میں کوئی میت پڑی ہو اور بوجہ اُس کا غسل وکفن ناممکن۔ دفن کرنا قدرت سے باہر ہو تو اُس پر نماز میت پڑھ کر یونہی وہیں چھوڑ دیا جائے۔ اُسکے بعد کسی وقت اگر دفن کرنا ممکن ہو تو دفن بھی کر دیا جائے ؛

مسئلہ نمبر ۵۔ متعدد اشخاص ایک وقت میں فرادا نماز میت پڑھ سکتے ہیں۔ جائز ہے۔ اسی طرح ایک میت پر متعدد جماعت بھی ہو سکتی ہے یعنی کچھ لوگ باجماعت نماز میت پڑھ چکیں تو اُس کے بعد اور لوگ اگر آئیں اور نماز میت پڑھنا چاہیں تو جماعت سے نماز میت دوبارہ ہو سکتی ہے۔ یہ لوگ بعد کو آنے والے نماز باجماعت پڑھ سکتے ہیں۔ اس میں کوئی قباحت نہیں۔ جائز ہے۔ اب رہی یہ بات کہ سابق اور لاحق کیسی نیت کریں گے۔ پس اگر ابتداءً نماز پڑھتے ہیں یعنی اس سے پہلے نماز کسی نے نہیں پڑھی تو جب تک کوئی نماز سے فارغ نہ ہو۔ سب کے سب بہ نیت

وجوب نماز جنازہ پڑھیں گے۔ اس نماز کے بعد جو بھی پڑھے گا ایک یا دو دس یا بیس سب بہ نیت استحباب پڑھیں گے۔ واجب کفائی کے تو یہی معنی ہیں کا تو مقتضا یہی ہے لیکن جناب سید صاحب اعلی اللہ مقامہ تحریر فرماتے ہیں کہ ایسے موقع پر نیت میں قصد وجوب و استحباب لازم نہیں بلکہ قصد قربت مطلقاً کافی ہے خواہ ابتداء نماز پڑھی جائے یا ایک نماز کے بعد پھر نماز پڑھی جائے۔ بہرحال دونوں کے لئے قصد قربت کافی ہے کوئی ضرورت نہیں وجوب یا سنت کے قصد کی۔

مسئلہ نمبر ۶۔ پہلے تذکرہ ہو چکا ہے کہ اگر بعض حصہ بدن میت دستیاب ہو اور اس میں میت کا سینہ بھی ہو یا محض سینہ ہی ملے بلکہ کچھ حصہ سینہ کا ملے۔ پورا نہ ہو لیکن اس حصہ میں قلب (دل) ضرور ہو یا سینہ کی ہڈی ہو بلا گوشت کے۔ ان سب صورتوں میں اس بعض حصہ بدن میت پر نماز جنازہ پڑھی جائے گی۔ نماز میت اس پر پڑھنا واجب ہوگا ورنہ نہیں۔ البتہ اگر پورا عضو میت مل جائے اگرچہ اس پورے عضو کی ہڈی ہی ہو مثلاً ہاتھ یا پیر وغیرہ میت کا دستیاب ہو تو اس پر نماز پڑھنا احوط ہے اگرچہ اقوی اس کے خلاف ہے۔ پس اس بنا پر اگر پورا عضو میت ملا اور اس پر نماز پڑھ لی گئی اس کے بعد دوسرا پورا عضو دستیاب ہوا تو بظاہر احتیاطاً اس پر بھی نماز ہوگی۔ اگر وہ عضو سینہ کے علاوہ یا بعض حصہ صدر ہو جس کے ہمراہ قلب بھی ہو۔ اس کے علاوہ وہ عضو ہے تو احتیاطاً نماز ہوگی ورنہ نماز واجب ہوگی۔

مسئلہ نمبر ۷۔ قبل دفن نماز میت پڑھنا واجب ہے۔

مسئلہ نمبر ۸۔ اگر میت کے شرعی اولیا چند ہوں اور سب ایک درجہ کے ولی ہوں تو سب سے اجازت حاصل کرنا بنا بر احتیاط[۱] واجب ہے اور ہر ایک ولی کو بدون اذن ولی دیگر نماز پڑھنا جائز ہے بلکہ یہ بھی جائز ہے کہ بعض اولیا و بعض اولیا کی اقتدا کریں اور جماعت سے نماز پڑھیں بشرطیکہ ان میں کسی کو اہلیت پیش نمازی

۱۔ اگرچہ علی الاقوی در صورت اذن کو شرط ماننے کے بعض اولیا سے اجازت حاصل کر لینا کافی ہے بشرطیکہ دوسرے اولیاء میت اس کے مزاحم اور مانع نہ ہوں (ابوالحسن مدظلہ)

کی حاصل ہو۔ کسی ولی کو امام جماعت بننے کی قابلیت ہو تو اور اولیا اس کے پیچھے نماز پڑھ سکتے ہیں۔

مسئلہ نمبر ۹ جبکہ ولی میت عورت ہو تو اسکو خود نماز جنازہ پڑھنا جائز ہے خواہ وہ میت مرد کی ہو یا عورت کی اور یہ بھی جائز ہے اُسکو کہ کسی شخص غیر کو نماز پڑھنے کی اجازت دے خواہ وہ شخص کوئی بھی ہو۔

مسئلہ نمبر ۱۰ جبکہ میت نے وصیت کی ہو کہ فلاں شخص معین اُس پر نماز جنازہ پڑھے تو ظاہرا ولی کو اجازت دینا واجب ہے اُس شخص کی نماز کے لئے اور اِس شخص معین کو چاہئے کہ بنا بر احتیاط ولی سے بھی اجازت حاصل کرے اور میت کے وصیت کرنے سے اگرچہ ہم اس کی وصیت کو نافذ اور قابل عمل بھی سمجھیں تو بھی اعتبار اذن ولی اس موقع پر ساقط[1] نہ ہوگا۔ پس معلوم ہوا کہ ہر حالت میں اذن ولی معتبر ہے۔

مسئلہ نمبر ۱۱۔ نماز میت با جماعت پڑھنا سنّت ہے اور احوط بلکہ اظہر یہ ہے کہ نماز میت پڑھانے والے میں جملہ شرائط امامت کے موجود ہوں یعنی جس قدر امام جماعت کی شرائط ہیں وہ سب اس میں موجود ہوں۔ بالغ بھی ہو۔ عاقل بھی ہو۔ مومن بھی ہو عادل بھی ہو۔ مردوں کو اگر نماز پڑھائے تو مرد ہونا بھی ضروری ہے۔ امام کا زنا زادہ بھی اس کو نہ ہونا چاہئے یہ تمام شرائط جس شخص میں پائی جائیں وہ امام نماز میّت ہو بلکہ جماعت کی تمام شرائط کا پایا جانا بھی بنا بر احتیاط ضروری ہے یعنی امام اور ماموم کے درمیان کوئی چیز حائل نہ ہو۔ امام کی قیامگاہ ماموم سے بلند نہ ہو امام بیٹھکر نماز نہ پڑھائے درآنحالیکہ ماموین استادہ ہوں۔ امام اور ماموین میں بُعد دوری نہ ہو۔ فاصلہ نہ ہو۔ ماموین صف اول میں ایک دوسرے سے دور کھڑے نہ ہوں بلکہ ملکر کھڑے ہوں

مسئلہ نمبر ۱۲۔ امام نماز میت میں متحمل ماموم سے کسی چیز کا نہیں ہوتا۔ مترجم لہٰذا ماموین کو ساکت نہ رہنا چاہئے۔ تکبیریں اور دعائیں آہستہ آہستہ پڑھتے رہیں۔

---

[1] بلکہ بنا بر وصیت کے نافذ ہونے کے اعتبار اذن ولی ساقط ہو جائے گا کیونکہ وصیت کے نافذ ہونے کے یہی معنی اور مطلب ہے کہ یہ شخص غیر اُس کام کیلئے مقرر ہے خواہ ولی اذن دے یا نہ دے (ابوالحسن مدظلہ)

مسئلہ نمبر ۱۳۔ جماعت میں امام اور ماموین سب کو وجوب کی نیت کرنا جائز ہے کیونکہ جب تک کسی ایک کی نماز ختم نہ ہوگی وجوب کفائی کا سقوط نہ ہوگا ؛

مسئلہ نمبر ۱۴۔ عورات کی جماعت کو عورت کا نماز پڑھانا اور پیش نماز ہونا عورتوں کے لئے جائز ہے پس مردوں کا امام جماعت عورت نہیں ہوسکتی اور بہتر بلکہ احوط یہ ہے کہ جبکہ عورتوں کی جماعت ہو اور امام جماعت عورت ہو تو اس کو عورتوں کے آگے نہ کھڑا ہونا چاہئے بلکہ صف نسواں میں اسکو کھڑا ہو کر عورتوں کی امامت کرنا چاہئے ؛

مسئلہ نمبر ۱۵۔ نماز میت برہنہ بھی ہوسکتی ہے خواہ فرادا ہو یا جماعت سے جبکہ سب برہنہ ہوں تو نماز جنازہ پڑھ سکتے ہیں البتہ جماعت کی صورت میں بہرحال امام جماعت آگے سب کے کھڑا نہ ہوگا بلکہ مثل جماعت نسوان امام اثنائے صف اول میں کھڑا ہوگا نہ آگے اور نہ تھوڑا بہت صف سے نکلا ہوا بلکہ سب کے برابر صف میں رہ کر امامت کریگا۔ پس اگر ستر عورتین اپنے اپنے ہاتھوں سے اگر سب کو ممکن ہو یا کسی اور چیز سے مثل برگہائے درخت چھپانا آگے پیچھے کا اگر ہو سکتا ہو تو سب استادہ پڑھیں وَالّا سب نشستہ پڑھیں ؛

مسئلہ نمبر ۱۶۔ جبکہ جماعت نسوان اور برہنہ ماموین کے علاوہ جماعت ہو تو بہتر یہی ہے کہ امام سب کے آگے اور ماموین اس کے پیچھے ہوں بلکہ ماموین کا پہلو امام میں کھڑا ہونا اگرچہ ماموم ایک ہی ہو مکروہ ہے ؛

مسئلہ نمبر ۱۷۔ جبکہ امام جماعت مرد ہو اور کوئی عورت اس کی اقتدا یعنی اُس امام کی پیچھے نماز پڑھنا چاہے تو اس عورت کے لئے مستحب یہ ہے کہ اُس مرد امام کے پیچھے کھڑی ہو اور اگر مردوں کی جماعت ہو تو اُس عورت کو سب مردوں کے پیچھے کھڑا ہونا چاہئے اور اگر عورات بھی متعدد ہوں اور مرد عورت سب کی جماعت ہو ۔ ہر دو صنف کے متعدد ماموین ہوں اور ان میں سے کوئی حائض بھی ہو تو اُس حائض عورت کو صف نسواں میں نہ کھڑا ہونا چاہئے بلکہ علیحدہ صف میں تنہا کھڑے ہو کر با جماعت نماز میت پڑھنا چاہئے ؛

مسئلہ نمبر ۱۸۔ نماز میت میں اثنائے نماز میں ماموین کے لئے ایک پیش نماز سی دوسرے

پیش نماز کی طرف عدول جائز ہے مُترجم اس کی مثال یوں ہوسکتی ہے کہ زید و عمرو دو شخص بارادۂ پیش نمازی میت پر نماز پڑھنے لگے اور ماموین نے زید کیساتھ نیت اقتدا کی اب اثنائے نماز میں نیت کو بدل کر کہ ہم اب زید سے اقتدا نہیں کرتے اب بقیہ نماز عمرو کے پیچھے پڑھتے ہیں جائز ہے اور حالت اختیار میں نماز جنازہ کا توڑنا بھی جائز ہے۔ اِسی طرح جماعت سے انفراد کی طرف عدول کرنا بھی جائز ہے لیکن منفرد ہونے کی حالت میں شرط یہ ہے کہ جنازہ سے اِتنا دور نہ ہو کہ جتنا مضر صحتِ نماز ہے یعنی زیادہ دور نہ ہو اور اس منفرد اور جنازہ کے درمیان کوئی حائل بھی نہ ہو اور یہ شخص منفرد جنازہ کے حدود سے باہر بھی نہ ہو۔ اُس کے محاذات میں ہو تب اسکی نماز صحیح اور درست ہوگی ورنہ نہیں مترجم۔ اس سے معلوم ہُوا کہ متعدد اشخاص متعدد صفیں بنا کر انفرادی صورت سے نماز جنازہ ایک وقت میں نہیں پڑھ سکتے۔ کیونکہ جنازہ سے بُعد ہو جائیگا۔ جنازہ اور منفرد کے درمیان حائل کا ہونا لازم آئیگا جو کہ صحت نماز کیلئے مُضر اور ضرر رسان ہے ؛

مسئلہ نمبر ۱۹۔ اگر کوئی شخص امام کی تکبیر اول سے پہلے تکبیر کہے تو اُسکو یہ حق حاصل ہے کہ چاہے منفرد ہو جائے چاہے اس نماز کو قطع کر کے پھر سے تجدید نیت کر کے تکبیر کہہ کر امام کے ساتھ ہو جائے اور اگر دوسری یا تیسری تکبیر میں یہ صورت پیش آئے یعنی امام نے ابھی تکبیر ثانی یا ثالث نہ کہی تھی کہ ماموم نے اللہ اکبر کہہ دیا۔ تو اس ماموم کیلئے جائز ہے کہ خواہ منفرد ہو جائے خواہ صبر کرے رُکا رہے یہاں تک کہ امام تکبیر کہے اور اسکے ساتھ یہ ماموم دعا میں شریک ہو جائے لیکن اس موقعہ پر احوط یہ ہے کہ امام کی تکبیر کے بعد ماموم پھر تکبیر کا اعادہ کرے کیونکہ ماموم کا امام کے بعد تکبیر کہنا یا امام کی تکبیر کے ساتھ تکبیر کہنا شرط ہے نماز میں اور تکبیرات میں ماموم کا تقدم امام سے بعید نہیں کہ نماز جماعت کو باطل کر دے اگرچہ یہ نماز باطل نہ ہوگی ؛

مسئلہ نمبر ۲۰۔ ہرگاہ کوئی شخص اثنائے نماز جماعت میّت میں حاضر ہو تو ہوسکتا ہے کہ نیت اقتدا کرے شریک جماعت ہو اور جو تکبیر امام کی پائے اُس کو اپنی تکبیر اوّل قرار دیکر جو کچھ کہ اُسکو پڑھنا چاہیئے تھا بعد تکبیر اوّل کے وہی پڑھے اسیطرح بعد ہر تکبیر کے جو اُس کا وظیفہ اور دعا ہو۔ پڑھتا رہے۔ امام کی نماز تمام ہو جانے کے بعد

جو تکبیریں باقی رہ گئی ہوں ان کو فرادی اگرچہ بدعائے مختصرہ ہی ہوں پڑھ کر تمام کرے اور اگر اختصار کی بھی مہلت نہ ملے کہ لوگ جنازہ کو اٹھا کر لے جائیں تو بقیہ تکبیروں کو بغیر دعا جلد جلد پے درپے بجالائے اور یہ بھی جائز ہے کہ جنازہ کے ہمراہ پیچھے پیچھے پڑھتا ہوا چلا جائے بشرطیکہ اس طرح پڑھنے اور تمام کرنے میں استقبال قبلہ اور دیگر شرائط نماز فوت نہ ہوں ۔

فصل کیفیتِ نمازِ میت میں

نماز میت میں پانچ تکبیریں ہیں یعنی نماز میت پانچ تکبیروں کے ساتھ پڑھی جاتی ہے۔ پہلی تکبیر کے بعد شہادتین دوسری تکبیر کے بعد صلوٰۃ نبی اور ان کی آل طاہرین پر تیسری تکبیر کے بعد دعائے مغفرت مومنین اور مومنات کے لئے چوتھی تکبیر کے بعد دعا میت کے حق میں پھر پانچویں تکبیر کہہ کر نماز کو ختم کرے۔ کیفیت مختصرہ نماز کی جو کہ کافی ہے وہ یہ ہے کہ پہلے نماز کی نیت قربۃً الی اللہ تعین میت کے ساتھ اگرچہ مجملاً ہی ہو کرے۔ اس کے بعد کہے اللہ اکبر اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰهِ اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِهٰذَ الْمَيِّتِ اللّٰهُ اَكْبَرُ

اور بہتر یہ ہے کہ بعد تکبیر اوّل کے کہے اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيْكَ لَهُ اِلٰهًا وَّاحِدًا اَحَدًا صَمَدًا فَرْدًا حَيًّا قَيُّوْمًا دَائِمًا اَبَدًا لَمْ يَتَّخِذْ صَاحِبَةً وَّلَا وَلَدًا وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُوْلُهُ اَرْسَلَهُ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهِ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ اور بعد دوسری تکبیر کے کہے اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ وَبَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ وَّارْحَمْ مُحَمَّدًا وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ اَفْضَلَ مَا صَلَّيْتَ وَبَارَكْتَ وَتَرَحَّمْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَاٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ وَصَلِّ عَلٰى جَمِيْعِ الْاَنْبِيَآءِ وَالْمُرْسَلِيْنَ اور بعد تیسری تکبیر کے یہ کہے۔

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِلْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ وَالْمُسْلِمِیْنَ وَالْمُسْلِمَاتِ الْاَحْیَاءِ مِنْھُمْ وَالْاَمْوَاتِ تَابِعِ اللّٰھُمَّ بَیْنَنَا وَبَیْنَھُمْ بِالْخَیْرَاتِ اِنَّکَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ۔ اور بعد چوتھی تکبیر کے یہ کہے اَللّٰھُمَّ اِنَّ ھٰذَا الْمُسَجّٰی قُدَّامَنَا عَبْدُکَ وَابْنُ عَبْدِکَ وَابْنُ اَمَتِکَ نَزَلَ بِکَ وَاَنْتَ خَیْرُ مَنْزُوْلٍ بِہٖ اَللّٰھُمَّ اِنَّکَ قَبَضْتَ رُوْحَہٗ اِلَیْکَ وَقَدِ احْتَاجَ اِلٰی رَحْمَتِکَ وَاَنْتَ غَنِیٌّ عَنْ عَذَابِہٖ اَللّٰھُمَّ اِنَّا لَا نَعْلَمُ مِنْہُ اِلَّا خَیْرًا وَاَنْتَ اَعْلَمُ بِہٖ مِنَّا اَللّٰھُمَّ اِنْ کَانَ مُحْسِنًا فَزِدْ فِیْ اِحْسَانِہٖ وَاِنْ کَانَ مُسِیْئًا فَتَجَاوَزْ عَنْ سَیِّئَاتِہٖ وَاغْفِرْ لَنَا وَلَہٗ اَللّٰھُمَّ احْشُرْہُ مَعَ مَنْ یَّتَوَلَّاہُ وَیُحِبُّہٗ وَاَبْعِدْہُ مِمَّنْ یَّتَبَرَّءُ مِنْہُ وَیُبْغِضُہٗ اَللّٰھُمَّ اَلْحِقْہُ بِنَبِیِّکَ وَعَرِّفْ بَیْنَہٗ وَبَیْنَہٗ وَارْحَمْنَا اِذَا تَوَفَّیْتَنَا یَا اِلٰہَ الْعَالَمِیْنَ وَاکْتُبْہُ عِنْدَکَ فِیْ اَعْلٰی عِلِّیِّیْنَ وَاخْلُفْ عَلٰی عَقِبِہٖ فِی الْغَابِرِیْنَ وَاجْعَلْہُ مِنْ رُفَقَاءِ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہِ الطَّاھِرِیْنَ وَارْحَمْہُ وَاِیَّانَا بِرَحْمَتِکَ یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ اور بہتر یہ ہے کہ بعد فراغ نماز یہ کہے رَبَّنَا اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَۃً وَّفِی الْاٰخِرَۃِ حَسَنَۃً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ۔

اگر عورت کی میت ہو تو قول ھٰذَا الْمُسَجّٰی کے عوض ھٰذِہِ الْمُسَجَّاۃُ قُدَّامَنَا اَمَتُکَ وَابْنَۃُ اَمَتِکَ وَابْنَۃُ عَبْدِکَ کہے اور ضمائر مذکر کو مؤنث کیساتھ بدل دے اور اگر میت مستضعف کی ہو تو چوتھی تکبیر کے بعد اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِلَّذِیْنَ تَابُوْا وَاتَّبَعُوْا سَبِیْلَکَ وَقِھِمْ عَذَابَ الْجَحِیْمِ رَبَّنَا وَاَدْخِلْھُمْ جَنّٰتِ عَدْنِ الَّتِیْ وَعَدْتَّھُمْ وَمَنْ صَلَحَ مِنْ اٰبَائِھِمْ وَاَزْوَاجِھِمْ وَذُرِّیَّاتِھِمْ اِنَّکَ اَنْتَ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ۔

اور اگر میت مجہول الحال کی ہو تو یوں کہے اَللّٰھُمَّ اِنْ کَانَ یُحِبُّ الْخَیْرَ وَاَھْلَہٗ فَاغْفِرْ لَہٗ وَارْحَمْہُ وَتَجَاوَزْ عَنْہُ اور اگر طفل نابالغ کی میت ہو تو چوتھی تکبیر کے بعد کہے اَللّٰھُمَّ اجْعَلْہُ لِاَبَوَیْہِ وَلَنَا سَلَفًا وَّفَرَطًا وَّاَجْرًا۔

مسئلہ نمبر ۱۔ پانچ تکبیروں سے کم تکبیر کہنا اور اس مقدار سے کم پر اکتفا کرنا بغیر تقیہ یا میت کے منافق ہونے کے جائز نہیں اگر سہواً کوئی تکبیر چھوٹ جائے تو نماز باطل

ہو جائے گی اور اعادہ نماز واجب ہو جائے گا بشرطیکہ موالات فوت ہو گئی ہو ورنہ جو ترک ہو گئی ہے اسکو بجالائے نماز کو تمام کردے اعادہ کی ضرورت نہیں ۔

مسئلہ نمبر ۲۔ ہر تکبیر کے بعد جو ادعیہ پڑھی جاتی ہیں ان کے متعلق یہ لازم نہیں کہ جو حضرات ائمہ سے منقول ہیں وہی پڑھی جائیں یا اُسی قدر کم وبیش پڑھی جائیں ۔ یہ ضروری نہیں بلکہ ہر دُعا کا پڑھنا جائز ہے خواہ وہ منقول ہو یا نہ ہو بشرطیکہ تکبیر اول کے بعد شہادتین پڑھی جائیں یعنی تکبیر اول کے بعد جو دُعا ہو اگرچہ ایجاد بندہ ہو ۔ اُس میں شہادتین ضرور ہوں اور دوسری تکبیر کے بعد جو دُعا ہو اس میں محمدؐ و آل محمدؐ پر درود ضرور ہو ۔ تیسری تکبیر کے بعد دعا مغفرت مومنین و مومنات پر مشتمل ہو ۔ چوتھی تکبیر کے بعد دُعا میں میت کیلئے مغفرت کا اظہار ضرور ہو اُسکے لئے دُعائے مغفرت لازمی ہے اور قرآن کی آیات اور دوسری قسم کی ادعیہ کا پڑھنا بھی نماز میت میں جائز ہے بشرطیکہ صورت صلوٰۃ میت محفوظ رہے جبتک نماز میت نماز میت رہے ۔ اُس وقت تک اُس میں کلام اللہ اور دیگر ادعیہ کا پڑھنا جائز ہے ۔

مسئلہ نمبر ۳۔ جن ادعیہ کا نماز میت میں پڑھنا واجب و لازم ہے اُن کا بزبان عربی ہونا واجب ہے یعنی دیگر زبان میں وہ نہیں پڑھی جا سکتیں ۔ عربی زبان ہی میں پڑھی جائیں گی ۔ البتہ اس وجوب کے ادا ہونے کے بعد مصلّی کو اختیار ہے کہ جو ادعیہ ضرورت سے زیادہ پڑھنا چاہے اُن کو خواہ بزبان عربی پڑھے یا بزبان فارسی یا کسی اور زبان میں ۔

مسئلہ نمبر ۴۔ نمازِ میت میں نہ اذان ہے اور نہ اقامت نہ حمد ہے نہ رکوع و سجود نہ تشہد ہے اور نہ سلام اور نہ وہ تکبیریں ہیں کہ جو تکبیرۃ الاحرام سے پہلے مع ادعیہ کے مستحب ہیں پس اگر کوئی شخص اُنہیں سے کسی کو نماز میت میں بقصد تشریع کریگا ۔ شرعی سمجھکر بجالائے گا ۔ بدعت کا مرتکب ہو گا ۔ فعل حرام کا فاعل کہلائے گا معصیت میں مبتلا ہو گا ۔

مسئلہ نمبر ۵۔ اگر نہ جانے کہ میت عورت کی ہے یا مرد کی تو ضمائر مذکر کے ساتھ بھی ادعیہ پڑھ سکتے ہیں بقصدِ میت یا شخص یا انسان یا نعش یا بدن اور ضمائر مؤنث کے ساتھ بھی پڑھ سکتے ہیں بلحاظ جثہ و جنازہ بلکہ باوجود علم اور یہ جاننے کے بعد کہ میت عورت کی ہے

مثلاً بغیر مذکر کی دعا میں لا سکتے ہیں بقصد نعش یا بدن مثلاً خلاصہ یہ کہ ضمائر میں تغیر اور واقع کے برخلاف ضمائر لانا جائز ہے جبکہ قصد و ارادہ ضمائر کے موافق ہو اور اگر کوئی شخص بدون لحاظ شخص یا انسان مثلاً یا بغیر قصد جثہ و جنازہ مثلاً ضمائر میں جہلاً یا سہواً اختلاف کرے گا۔ واقع کے خلاف ضمائر ادعیہ میں پڑھیگا تو ظاہر نماز باطل نہ ہوگی۔ ظاہراً ایسی صورت میں بھی صحت نماز ہے *

مسئلہ نمبر ۶ جبکہ شمار تکبیرات میں شک ہو کہ نہ معلوم تین تکبیریں کی ہیں مثلاً یا چار تو ہمیشہ اقل پر بنا کرنی چاہیئے یعنی صورت مفروضہ میں یہ سمجھے کہ میں نے تین تکبیریں کہی ہیں البتہ اگر دوسری تکبیر کے بعد والی مثلاً دعا پڑھ رہا تھا یا تیسری تکبیر کے بعد جو کچھ پڑھا جاتا ہے وہ پڑھ رہا تھا کہ یہ شک ہوا کہ نہ معلوم پہلی تکبیر کہی یا نہیں یا دوسری تکبیر اس تیسری تکبیر کے پہلے کہی یا نہیں تو یہ سمجھے کہ میں کہہ چکا ہوں۔ مترجم چونکہ محل شک سے فصل گذر چکا ہے جب شک ہوا ہے اس وجہ سے شک کا اعتبار نہیں لہذا ایسے موقع پر یہی تصور کیا جائے گا کہ تکبیر اول مثلاً کہی جا چکی ہے۔ مشکوک کے تدارک کی حاجت نہیں اگرچہ مراعات احتیاط بہتر ہے *

مسئلہ نمبر ۷۔ کتاب ہاتھ میں لیکر بھی نماز میت اور اس کی ادعیہ پڑھنا جائز ہے بالخصوص جبکہ نماز میت و ادعیہ اسکی یاد نہ ہوں *

فصل شرائط نماز میّت میں

اس نماز میں چند شرطیں ہیں اول یہ کہ میت کو چت لٹایا جائے دوسرے یہ کہ نماز پڑھنے کی حالت میں میت کا سر مصلی کی داہنی طرف اور پیر میت کے بائیں جانب مصلی کے ہوں تیسرے یہ کہ جنازہ آگے ہو اور مصلی اس کے پیچھے جنازہ سے محاذی ہو نہ یہ کہ جنازہ کے سرانے یا پیر کی جانب مثلاً مصلی ہو البتہ نماز جماعت میں ماموین کی صفیں اگر طویل و عریض ہونے کی وجہ سے حد جنازہ خارج پیر کی جانب یا سر میت کی جانب محاذی جنازہ مصلی نہ ہوں گے تو کوئی مضائقہ نہیں۔ نماز ہو جائے گی۔ چوتھے میت حاضر ہو مصلی کے سامنے پس میت غائب پر نماز صحیح نہ ہو گی اگرچہ وہ میت اسی شہر

یا قصب میں ہو کہ جس کی نماز پڑھنی مقصود ہے **پانچویں** میت اور مصلی کے درمیان کوئی چیز حائل مثل پردہ یا دیوار کے نہ ہو اور میت کا تابوت وغیرہ میں ہونا مضر نماز نہیں **چھٹے** میت مصلی سے دور نہ ہو یعنی اس قدر زیادہ فاصلہ درمیان میت و مصلی کے نہ ہو کہ جس سے نزدیک میت کھڑا ہونا مصلی کا نہ کہلائے مگر جماعت میں جبکہ صفوف باہمی میں اتصال ہو تو میت سے دور ہونا مضر نماز نہیں **ساتویں** میت مصلی سے اور مصلی میت سے زیادہ بلند نہ ہو یعنی میت اور مصلی پستی اور بلندی میں مساوی ہوں ایک دوسرے سے زیادہ بلند و پست نہ ہو۔ **آٹھویں** مصلی نماز میت کی حالت میں روبقبلہ ہو۔ **نویں** یہ کہ مصلی کھڑے ہو کر نماز پڑھے **دسویں** میت کا تعین ہونا چاہیے تاکہ ابہام نہ رہے۔ اگر میت حاضر کا قصد کرے نماز میں یا جسکو امام نے معین کر لیا ہے اس کا قصد و ارادہ کر کے مصلی نماز پڑھے تو بھی کافی ہے کیونکہ اس قصد میں بھی رفع ابہام ہو جائے گا۔ **گیارھویں** قصد قربت نماز میں ہونا چاہیے **بارھویں** جس جگہ نماز میت پڑھی جائے وہ مباح ہو[1] غصبی نہ ہو۔ **تیرھویں** تکبیرات اور ادعیہ میں معاملات اس حد تک ہونی چاہیے کہ صورت نماز فوت نہ ہو۔ بگڑے نہیں یعنی بعد ہر تکبیر دعا کو باتصال پڑھنا چاہیے **چودھویں** نماز میت کی حالت میں استقرار مصلی بھی شرط ہے یعنی ایسا اضطراب نہ ہو کہ جو منافی قیام ہو یعنی حرکت کرتے ہوئے یا راہ چلتے ہوئے یہ نماز نہیں ہو سکتی **پندرھویں** نماز غسل و کفن اور حنوط کرنے کے بعد ہونی چاہیے **سولھویں** یہ کہ نماز کے وقت میت کی عورتین چھپی ہوئی ہونی چاہئیں پس اگر کفن دشوار اور ناممکن ہو تو کسی اور چیز سے مثل پتھر وغیرہ کے عورتین کو چھپا کر نماز میت پڑھنی چاہیے۔ **سترھویں**[2] ولی کی اجازت ہونی چاہیے۔

مسئلہ نمبر ۱ نماز میت میں نہ طہارت حدثی (غسل جنابت وغیرہ) کی ضرورت ہے اور نہ نجاست خبثی (پیشاب و پاخانہ وغیرہ) سے پاک ہونے کی شرط ہے اور نہ لباس مصلی کا مباح ہونا اور نہ نماز پڑھنے والے کا ستر عورتین کرنا معتبر ہے ان میں سے کسی چیز کا

---

[1] بنا بر احتیاط (ابوالحسن مدظلہ)

[2] یعنی غیر شخص کو مزاحم ولی نہ ہونا چاہیے (ابوالحسن مدظلہ)

صحت نماز میں اعتبار نہیں بلکہ بدون اُن کے نماز ہو سکتی ہے۔ برہنہ بھی نماز پڑھ سکتا ہے اور جنب بھی لباس غصبی میں بھی نماز ہو سکتی ہے اور بول و براز سے آلودہ میں بھی اگرچہ بنابراحتیاط تمام شرائط نماز پنجگانہ ہونا اس نماز میں بھی معتبر ہے یہاں تک کہ لباس مُصلّی ریشمی بھی نہ ہو۔ سونے کا بھی نہ ہو۔ غیر ماکول اللحم کا کوئی جزو بھی لباس مصلی میں لگا ہوا نہ ہو۔ اسی طرح بنابراحتیاط مبطلات نماز پنجگانہ کا ترک کرنا بھی اس نماز میں معتبر ہے مثلاً حالت نماز میں کلام نہ کرنا چاہیئے۔ ہنسنا نہ چاہیئے۔ جانب قبلہ سے اِدھر اُدھر التفات نہ ہونا چاہیئے۔

مسئلہ نمبر۲۔ اگر کوئی شخص کھڑے ہو کر نماز نہ پڑھ سکتا ہو تو اُس کو بیٹھ کر نماز میت پڑھنا جائز ہے۔ اگر کوئی شخص کھڑے ہو کر تو نماز پڑھ سکتا ہے لیکن اضطراب کے ساتھ یعنی ثبات و قرار اُس کے لئے قیام میں ناممکن ہے اور بیٹھ کر نماز پڑھنے میں یہ سب ممکن ہے تو ایسی حالت میں بھی قیام ہی کو ترجیح رہے گی قعود پر یعنی کھڑے ہی ہو کر نماز پڑھے اگرچہ پیروں میں لغزش ہو اور استقرار نہ ہو اور اگر نماز میت کھڑے ہو کر ناممکن ہو چل پھر کر ممکن ہو یعنی اگر چلنے پھرنے کی حالت میں نماز کا ہونا ممکن ہو تو ایسی حالت میں جلوس مُقدم ہے یعنی بیٹھ کر نماز پڑھی جائے گی۔ چلتے پھرتے نہیں بشرطیکہ میت کے خراب ہو جانے کا اندیشہ نہ ہو ورنہ بنابراحتیاط چلتے پھرتے بھی نماز پڑھی جائے گی اور بیٹھ کر بھی یعنی دونوں طرح ایسے موقعہ پر نماز پڑھنا چاہیئے۔

مسئلہ نمبر۳ جبکہ استقبال قبلہ ناممکن ہو تو بالکل قبلہ کی رعایت ایسے موقع پر ساقط یعنی بدون سمت قبلہ بھی نماز ہو جائے گی اور اگر سمت قبلہ مشتبہ ہو تو چاروں طرف نماز پڑھی جائے گی بشرطیکہ اتنی دیر تک میت کے رکھنے میں اُس کے بدن کے فساد کا اندیشہ نہ ہو ورنہ مُصلّی کو اختیار ہے جس طرف چاہے نماز پڑھے اور اگر کسی طرف قبلہ ہونے کا مظنہ یعنی گمان ہو تو بس اُسی طرف نماز پڑھی جائے گی دوسری طرف نہیں اگرچہ احوط یہ ہے کہ مظنہ کی صورت میں بھی چاروں طرف نماز پڑھی جائے۔

مسئلہ نمبر۴۔ اگر میت غصبی جگہ میں رکھی ہو اور مصلی کی جائے قیام مباح ہو تو نماز میت ہو جائے گی۔ صحت نماز میں کوئی مضائقہ نہ ہوگا۔

مسئلہ نمبر۵ جبکہ صحت نماز میت میں اِذنِ ولی کی شرط ہوئی تو اگر دو متیقن پر

ایک ہی دفعہ نماز پڑھی جائے اور ایک میت کے ولی سے اجازت حاصل کرلی ہو۔ دوسری میت کے ولی سے اجازت نہ لی ہو تو یہ نماز بس اسی میت کے لئے کافی ہوگی کہ جس کی اجازت حاصل کرلی ہے دوسری کیلئے نہیں۔

مسئلہ نمبر۶۔ جبکہ بعد نماز میت کا اوندھا ہونا ظاہر ہو تو نماز کا اعادہ واجب ہے اس کو چت لٹا کر پھر سے نماز پڑھنا لازم ہے۔

مسئلہ نمبر۷۔ جبکہ میت بلا نماز کے دفن ہو جائے تو اس کی قبر پر نماز پڑھنا واجب ہے اسی طرح جبکہ بعد دفن ظاہر ہو کہ نماز میت کسی وجہ سے باطل تھی تو قبر پر نماز کا اعادہ کرنا ضروری ہوگا۔

مسئلہ نمبر۸۔ جبکہ کسی میت کے دفن کے بعد قبر پر نماز پڑھیں اور بعد ازاں کسی ضرورت سے میت کو قبر سے نکالنا پڑے تو احوط اعادۂ نماز میت ہے۔

مسئلہ نمبر۹۔ باوصف قدرت کے استعمال آب پر تیمم واسطے ادائے نماز جنازہ جائز ہے اگرچہ احوط ترک ہے الا جبکہ کوئی ضرورت ہو مثلاً کوئی حرج ہو۔ در صورت وضو یا غسل یا خوف فوت نماز جنازہ ہو وضو کرنے میں۔

مسئلہ نمبر۱۰۔ اثنائے نماز میت میں ترک کلام احوط[۱] ہے اگرچہ کلام کرنے کی صورت میں نماز کا باطل نہ ہونا بعید نہیں۔

مسئلہ نمبر۱۱۔ باوجود ایسے شخص کے موجود ہونے کے کہ جو بحالت قیام نماز میت ادا کر سکتا ہو دوسرا شخص کہ جو قیام سے عاجز ہو نماز بیٹھ کر پڑھے تو یہ نماز کافی ہوگی یا نہیں۔ اس میں اشکال[۲] ہے بلکہ اس کی صحت بھی اشکال سے خالی نہیں۔

مسئلہ نمبر۱۲۔ اگر کوئی شخص بوجہ عذر شرعی قیام سے مجبور ہو کر بیٹھ کر نماز میت یہ سمجھ کر بجا لائے کہ کوئی اور دوسرا شخص کھڑے ہو کر نماز پڑھنے والا موجود نہیں اور بعد ختم نماز کھڑے ہو کر پڑھنے والا دستیاب ہو جائے تو علی الظاہر نماز میت کا اعادہ واجب ہوگا۔ پہلی نماز جو کہ بیٹھ کر پڑھی گئی ناکافی ہوگی بلکہ اگر ابتدا ہی سے قیام پر قدرت رکھنے والا

۱۔ اس احتیاط کو ترک نہ کرنا چاہئے (ابوالحسن مدظلہ)

۲۔ جبکہ قیام پر قدرت رکھنے والا نماز پڑھنے والا موجود ہو اور کھڑا ہو کر نماز پڑھے (ابوالحسن مدظلہ)

موجود نہ ہو اور بعد فراغت معلوم ہو کہ فلاں شخص کھڑے ہو کر نماز پڑھ سکتا ہے۔ ایسا شخص پایا جائے کہ جو بحالت قیام نماز ادا کر سکتا ہو تو بھی پہلی نماز ناکافی اور اعادہ نماز واجب ہو گا۔ یہی حکم اُس حالت میں بھی ہے کہ جبکہ کوئی شخص قادر و مختار نماز میت شروع کرے اور اثنائے نماز میں کوئی ایسا امر لاحق ہو کہ نماز کو بطریق عاجزانہ اور مضطر بیٹھکر بجالائے اور تمام کرے پس یہ نماز اُس شخص کے حق میں ناکافی ہوگی کہ جو تمام تکبیریں معہ ادعیہ کھڑے ہو کر بجالا سکتا ہے لہذا قدرت رکھنے والے پر کھڑے ہو کر اس نماز کا پڑھنا واجب ہو گا پہلی نماز جو کچھ قیام کی حالت میں ہوئی اور کچھ بیٹھ کر نا کافی ہوگی جبکہ تمام نماز کا بحالت قیام پڑھنے والا موجود ہے ؛

مسئلہ نمبر ۱۳۔ جبکہ نماز میت کا ہونا مشکوک ہو نہ معلوم کسی نے پڑھی ہے یا نہیں یہ شک ہو تو ایسے موقع پر یہ سمجھنا چاہیئے کہ نماز نہیں ہوئی لہذا نماز پڑھ دینی چاہیئے اور اگر نماز کا ہونا تو یقینی ہو لیکن صحت اس کی مشکوک ہو۔ نہ معلوم صحیح طریقہ سے پڑھی گئی ہے یا غلط طریقہ سے یہ شک ہو تو جو نماز ہو چکی اُس کو صحت پر حمل کرنا چاہیئے یعنی اس شک کا کوئی اعتبار نہیں جو پڑھی گئی وہ صحیح طور سے پڑھی گئی۔ یہی سمجھنا چاہیئے اگرچہ جس نے پڑھی وہ فاسق و فاجر ہی کیوں نہ ہو۔ جب بھی نماز صحیح سمجھنا چاہیئے اعادہ کی حاجت نہیں البتہ اگر نماز کے فاسد اور خراب ہونے کا علم ہو جائے تو اعادہ واجب و لازم۔ اگرچہ جس نے پڑھی اُس نے اپنی دانست اور اپنے علم و یقین میں صحیح طور سے اور بقاعدۂ شرعیہ پڑھی ہو تو بھی جن کو فساد کا علم ہو گیا ہے اُن پر اس کا اعادہ واجب ہے ؛

مسئلہ نمبر ۱۴۔ اگر کوئی شخص مجتہد یا مقلد موافق اپنے اجتہاد یا تقلید کے صحیح سمجھ کر نماز میت ادا کرے تو دوسرے مجتہد یا مقلد پر جو اُس کے اجتہاد یا تقلید کا قائل نہ ہو بلکہ اُس کے فساد کا قائل ہو اس نماز کا اعادہ واجب نہیں[1] البتہ اگر اُس دوسری شخص کو شخص اول کی نماز کا بطلان یقینی اور قطعی طور پر معلوم ہو تو اُس پر نماز کا بجالانا واجب ہے اگرچہ شخص اول کو اپنی نماز کی صحت کا یقین ہی کیوں نہ ہو تب بھی اُس دوسرے

[1] اس پر اشکال ہے (ابو الحسن مدظلہ)

شخص پر نماز پڑھنا واجب و لازم ہے۔

مسئلہ نمبر ۱۵۔ مصلوب (جس کو سُولی دی گئی) خواہ بحکم شرع ہو خواہ حاکم جور کے حکم سے ہو۔ بہر کیف اُتارنے سے پہلے اُس پر نماز نہ ہوگی بلکہ اترنے پر تین دن گذرنے سے پہلے نماز نہ ہوگی۔ تین دن کے بعد نماز پڑھنی چاہئے۔ اِس حکم میں ہر دو قسم کے مصلوب مساوی ہیں البتہ آخر الذکر مصلوب کا فوراً سُولی پر سے اُتارنا واجب اور نماز پڑھنا لازم ہے۔ تین دن گذرنے کا انتظار نہ کیا جائے اور اگر اُتارنا ناممکن ہو تو اُس وقت میں سُولی کے پاس کھڑے ہو کر نماز پڑھی جائے گی اور شرائط صحت نماز میت کا حتی الامکان لحاظ رکھنا ضروری ہوگا۔

مسئلہ نمبر ۱۶۔ ایک میت پر مکرر (کئی کئی بار) نماز پڑھنا جائز ہے۔ خواہ ایک ہی شخص کئی مرتبہ پڑھے یا متعدد اشخاص چند بار پڑھیں، جائز ہے بکراہت مگر جبکہ وہ میت اہل علم یا اہل تقویٰ یا اہل شرف سے ہو تو کراہت زائل ہو جائیگی بلا کراہت تکرار جائز ہوگی۔

مسئلہ نمبر ۱۷۔ قبل دفن نماز میت پڑھنا واجب ہے۔ لہٰذا دفن کے بعد تک تاخیر نماز میں جائز نہیں یعنی بعد دفن پڑھنا جائز نہیں البتہ اگر بدون نماز میت دفن ہو جائے خواہ دیدہ و دانستہ بوجہ جہالت ایسا ہو خواہ جان کر مخالفت شرع کی ہو بلا نماز دفن کر دیا ہو خواہ بھول کر ایسا ہو گیا ہو خواہ اور کسی وجہ یا عذر کی وجہ سے ایسا ہو گیا ہو۔ یا نماز تو پڑھی گئی ہو مگر خلاف شرع اور بعد دفن خلاف شرع اور فاسد ہونا نماز کا معلوم ہو اگرچہ فساد نماز اس وجہ سے ہو کہ میت مُنہ کے بل پڑی تھی حالت نماز میں بہر حال کسی وجہ سے نماز کا فاسد ہونا بعد دفن ظاہر ہو تو ان سب شکلوں میں نماز کا اعادہ کرنے کی غرض سے نبش قبر کرنا جائز نہیں بعد دفن اس غرض سے میت کو قبر سے نکالنا درست نہیں بلکہ قبر ہی پر نماز پڑھی جائے گی اور شرائط نماز (استقبال وغیرہ) کا لحاظ رکھا جائیگا اگرچہ نماز پڑھنے کی نوبت قبر پر ایک رات و دن گذرنے کے بعد دفن کے آئے بلکہ اگرچہ چند دن کے بعد اسکی نوبت آئے تو بھی جائز ہے نماز ہو جائیگی البتہ دفن کو اتنا عرصہ نہ ہو جائے کہ جس میں جسد میت بوسیدہ ہو کر شخص میت کا مصداق نہیں رہتا اگر اتنا زمانہ گذر گیا ہے دفن کو تو وجوب نماز ساقط ہو جائیگا اور اگر قبر پر نماز پڑھنے کے بعد نبش قبر یا کسی اور طریقہ یا ضرورت سے

میت کو نکالنا پڑے میت نکل آئے تو احوط اعادہ نماز ہے ۔

مسئلہ نمبر ۱۸۔ جو میت بعد نماز دفن ہوئی ہو۔ اُس کی قبر پر بھی نماز میت پڑھنا جائز ہے بشرطیکہ دفن کو ایک رات دن سے زائد عرصہ نہ گذرا ہو ورنہ احوط ترک ہے یعنی شب و روز کی مدت سے زائد گذرنے پر بنا بر احتیاط نماز قبر پر نہ پڑھنی چاہیئے ۔

مسئلہ نمبر ۱۹۔ نماز میت کا کوئی وقت معین نہیں ہمہ وقت جائز ہے بلا کراہت خواہ نماز میت واجب ہو خواہ سُنّت یہاں تک کہ اُن اوقات میں بھی جائز ہے کہ جنمیں نوافل مکروہ ہیں بنا بر شہرت کے ۔

مسئلہ نمبر ۲۰۔ نماز میت کی طرف جلدی کرنا اور سبقت کرنا سُنّت ہے اگرچہ نماز واجبی کی فضیلت کا وقت کیوں نہ ہو تب بھی نماز میت کو مقدم رکھنا اور فضیلتِ نماز واجبی کا پاس و لحاظ نہ کرنا مستحب ہے لیکن جبکہ فرائض یومیہ میں سے کسی فریضہ کی فضیلت کا وقت تنگ ہو تو نماز یومیہ کو مُقدّم کر دینا اور اُس کو ترجیح دینا نماز میت پر بعید نہیں جیسا کہ نماز میت کو نوافل اور قضائے فرائض (قضائے عمری) پر مُقدم کرنا بعید نہیں بلکہ تقدیم نماز میت اس موقعہ پر بہتر ہے اور جبکہ تاخیر نماز میت میں فسادِ میت کا اندیشہ ہو اور نماز یومیہ کا وقت وسیع ہو تو نماز واجبی کو تاخیر سے پڑھنا جائز ہے چہ جائیکہ نفلی اور نماز میت کو مُقدّم کرنا واجب ہے اور اس کے برعکس صورت میں یعنی نماز واجبی کا وقت تنگ ہو۔ ختم ہوا چاہتا ہو اور میت فساد کے اندیشہ سے محفوظ ہو تو تاخیر نماز میت واجب اور تقدیم نماز واجبی لازم ہو گی اور اگر اُدھر میت کے ضائع اور برباد اور فاسد ہونے کا اندیشہ ہو اور اُدھر فریضہ کا وقت بھی تنگ ہو تو نماز واجبی کو مُقدم رکھا جائے گا اور میت کو بلا نماز کے دفن کیا جائے گا اور بعد دفن قبر پر نماز پڑھی جائیگی اور اگر نماز میت تو ہو چکی تھی لیکن دفن کی ابھی نوبت نہیں آئی تھی کہ فریضہ کا وقت تنگ ہو گیا اور تاخیر دفن میں اندیشہ ہے تو ایسی حالت میں دفن میت کو مُقدّم رکھا جائے گا۔ اور فریضہ کی قضا پڑھی جائے گی اور اگر دفن میت کے ساتھ ہی ساتھ[۱] اشارہ سے فریضہ کو ادا کر سکتا ہو تو ادا کرے۔ دونوں کام ایک وقت میں انجام پا جائیں گے لیکن فریضہ کی قضا ضرور ادا کرنی پڑے گی محض اشارہ سے پڑھنا کافی نہ ہو گا۔

[۱] اس میں تامل ہے (ابو الحسن مدظلہ)

مسئلہ نمبر۲۱۔ اِثنائے نماز پنجگانہ و نماز آیات وغیرہا میں نماز میت پڑھنا علی الاحوط
جائز نہیں اگرچہ نماز کی صورت وشکل بوجہ تکبیرات پر اختصار کرنے اور مختصری ادعیہ (تاکہ
وجوب ادا ہو جائے) پر حالت قنوت میں مثلاً اکتفا کرنے پر نہ بگڑے شکل نماز میں کوئی فرق
نہ آئے بوجہ اختصار کے تو بھی اثناء فریضہ میں اس نماز کا پڑھنا خلاف احتیاط ہے۔

مسئلہ نمبر۲۲۔ جبکہ دو میت جمع ہو جائیں اور اندیشہ فساد سے دونوں محفوظ ہوں
تو دونوں پر علیحدہ علیحدہ بھی نماز پڑھنا جائز ہے اور تشریک بھی یعنی ایک ہی نماز میں
دونوں کو شریک کر سکتے ہیں اگرچہ دونوں وجوب واستحباب میں مختلف ہوں یعنی
ایک میت ایسی ہو کہ جس پر نماز پڑھنا واجب ہو اور دوسری پر سُنّت تو بھی شرکت
جائز ومباح ہے مگر چوتھی تکبیر کے بعد ضمیر تثنیہ لانا دعا میں لازم ہوگا اور اگر تاخیر میں
خوف فساد میت ہو تو تشریک یا فساد والی میت کی تقدیم نماز میں واجب لازم ہوگی
علیحدہ علیحدہ نماز پڑھنا جائز نہ ہوگا ؁

مسئلہ نمبر۲۳۔ ہرگاہ اثنائے نماز میت میں میت دوسری آجائے اور ہر دو میت
فساد کے خوف سے محفوظ ہوں تو مصلی ایسے موقع پر ان دو طریقوں میں سے جس طریقہ سے
چاہے نماز پڑھے اس کو اختیار ہے۔ طریقہ اول یہ کہ میت اول پر نماز تمام کر کے دوسری
میت پر علیحدہ نماز پڑھے طریقہ دوم پہلی نماز کو قطع کر کے دونوں پر نماز بصورت تشریک
شروع کرے جو تکبیریں اول کی باقی رہ گئی تھیں اُن میں دونوں کو شریک کر دے اور دونوں
میت کے مناسب اور ہر تکبیر کی جو دعا مخصوص ہے اسکو بجالائے پڑھے اور جب پہلی میت
کی تکبیریں ختم ہو جائیں تو دوسری میت کی مابقی تکبیریں بجالائے اسکو مثال میں یوں سمجھئے
مثلاً پہلی میت پر نماز ہو رہی تھی دو تکبیریں ہو چکی تھیں۔ تیسری کی ابھی نوبت نہیں آئی
تھی کہ جو دوسری میت بھی آ گئی پس مُصلّی کو چاہیئے کہ اس تیسری تکبیر میں دونوں کو شریک
کر دے یعنی اول کے حق میں اسکو تیسری قرار دیکر جو اسکی دعا ہے یعنی اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ
لِلْمُؤْمِنِیْنَ پڑھ کر دوسری میت کی پہلی تکبیر قرار دیکر شہادتین پڑھے میت ثانی پر اور
چوتھی تکبیر کے بعد دعائے مغفرت میت اول کیلئے اور صلوٰۃ علی النبی وآلہٖ میت
ثانی کے لئے پڑھے اور بعد پانچویں کے میت اول کی نماز ختم ہو جائے گی میت ثانی کیلئے
جو دعا تکبیر ثالث کی ہوتی ہے وہ پڑھے اور جو تکبیریں ثانی کی باقی رہ گئی ہیں مع ادعیہ کے

پڑھ کر اس کی نماز بھی ختم کردے۔ اس عنوان سے شرکت ہو سکتی ہے مُصلّی کو اس طور سے نماز پڑھنے میں یہ بھی اختیار حاصل ہے کہ تکبیر مشترک کے بعد خواہ میت اوّل کی دعا پہلے پڑھے خواہ میت ثانی کی دعا کو مقدم کرے اور اگر تاخیر نماز میں فساد میت کا اندیشہ ہو تو جس کے فاسد ہونے کا اندیشہ ہو اس پر پہلے نماز پڑھ دینی چاہئے اگر میت اول پر اندیشہ ہے تو بطریق اوّل نماز پڑھے یعنی علیحدہ علیحدہ پہلے میت اول کی نماز تمام کرے اس کے بعد دوسری پر شروع کرے اگر میت ثانی خطرناک ہے تو بطریق دوم نماز پڑھے صورت تشریک اختیار کرے یا پہلی نماز توڑ کر دوسری پر نماز پڑھے اور اگر دونوں خطرہ سے خالی نہ ہوں تو مصلی کو چاہئے کہ اس پر غور کرے کہ طرق مذکورہ بالا میں سے کونسے طریقہ سے نماز پڑھنے میں وقت کم صرف ہوتا ہے جس میں دیر کم لگتی ہو وہ عنوان نماز پڑھنے میں اختیار کرے خواہ وہ قطع کی صورت میں ہو خواہ تشریک کی۔ حتی الامکان غور دخوض کے بعد جس صورت میں تعجیل مفقود نہ ہو وہ صورت اختیار کرے اور اگر ہر طرح صرف وقت مساوی ہو کوئی فرق نہ ہو۔ کمی بیشی کسی طریقہ سے بھی نہ ہو تو علی الاحوط نماز کو قطع نہ کرے تشریک کی صورت اختیار کرے ؀

فصل آدابِ مستحبہ نمازِ میّت میں

یہ چند چیزیں ہیں اوّل یہ کہ نماز پڑھنے والا باوضو یا باغسل یا باتیمم ہو اور ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ اس موقعہ پر باوجود امکان اب پھر بھی تیمم جائز ہے اگر وضو کرنے میں نماز میت ضائع ہو جانے کا اندیشہ ہو بلکہ بہر حال تیمم جائز ہے خواہ فوت نماز کا خوف ہو یا نہ ہو۔ دوسرے مُصلّی جبکہ منفرد ہو یا پیش نماز ہو تو برابر کمر میت مرد بلکہ ہر مذکر کی کمر کے برابر استادہ ہو اور اگر جنازہ عورت کا ہو تو مقابل اس کے سینہ کے استادہ ہو بلکہ ہر مؤنث کی میت کیلئے یہی سنت ہے البتہ اگر میت خنثیٰ کی ہے تو مُصلّی کو اختیار ہے خواہ اس کو مرد تصور کر کے برابر کمر کے استادہ ہو خواہ اس کو عورت مان کر مقابل سینہ استادہ ہو اور اگر دونوں صنف کی میت پر ایک ہی مرتبہ بالتشریک نماز پڑھنے کا اتفاق ہو جائے تو یہ استحباب یوں حاصل ہو سکتا ہے کہ عورت کا جنازہ مرد کے جنازہ کے برابر اس عنوان سے رکھا جائے کہ سینہ عورت

کہ میت مرد کے مقابل آجائے تاکہ ہر دو استحباب فوت نہ ہوں تیسرے یہ کہ مصلی پابرہنہ ہو بلکہ کفش اور نعلین میں نماز مکروہ ہے۔ جراب اگر پیر میں ہو تو کوئی مضائقہ نہیں۔ چوتھے یہ کہ تکبیر اول کے لئے ہاتھوں کو اٹھایا جائے۔ بدون ہاتھ اٹھائے تکبیر اول نہ کہے بلکہ علی الاقوی تمام تکبیروں کے لئے ہاتھ اٹھانا چاہئے پانچویں یہ کہ مصلی اس قدر متصل جنازہ استادہ ہو کہ اگر ہوا چلے تو اس کے کپڑے اڑ کر جنازہ تک پہنچیں یعنی بہت ہی قریب بالکل ملکر جنازہ سے کھڑا ہونا چاہئے چھٹے یہ کہ پیش نماز باواز بلند اس نماز کو پڑھے۔ تمام تکبیرات وادعیہ بلند آوازی سے پڑھنا چاہئیں۔ اور ماموین کو آہستہ آہستہ ساتویں یہ کہ نماز جنازہ ان مواضع میں پڑھی جائے کہ جہاں مقرر اور معمول ہو نماز ہائے جنازہ پڑھنے کا اس شہر یا قریہ میں تاکہ اجتماع مصلین اور نماز پڑھنے والے کثرت سے آجائیں کیونکہ حسب معمول جو سنے گا وہیں پہنچیگا اس وجہ سے جلسئے مقررہ پر مجمع زیادہ ہوگا آٹھویں علاوہ مسجد حرام اور مساجد میں نماز جنازہ نہ پڑھی جائے کیونکہ مکروہ ہے نویں یہ کہ یہ نماز باجماعت ہو اگرچہ انفرادا بھی ہو سکتی ہے اگرچہ منفرد پڑھنے والی عورت ہی ہو تو بھی کافی ہے نماز ہو جائے وجوب ادا ہو جائے گا دسویں یہ کہ ماموم اگرچہ ایک نفر ہو پس پشت امام استادہ ہو بخلاف نماز یومیہ کے کہ اس میں ایک ہی ماموم اگر ہے تو پہلوئے امام میں اسکو استادہ ہونا سنت ہے گیارھویں میت اور مومنین کے حق میں دعا کرنے میں جد وجہد کرنا چاہئے بارھویں قبل نماز جنازہ تین بار الصلوٰۃ کہی جائے تیرھویں اگر عورت حائض جماعت میں شریک ہو تو اس کے لئے سنت ہے کہ علیحدہ صف میں تنہا کھڑی ہو چودھویں بنا بر قول بعض علماء چوتھی تکبیر کے بعد جو دعا میت کے لئے کی جائے ہاتھ اٹھا کر مثل قنوت نماز کی جائے لیکن بقصد ورود اور خصوصیت اس طور سے دعا کرنا اشکال سے خالی نہیں ؛

مسئلہ نمبر ۱۔ اگر متعدد جنازے جمع ہو جائیں تو بہتر تو یہی ہے کہ سب پر جداگانہ نماز پڑھی جائے اگر اشتراک کا قصد ہو تو حسب ذیل ترتیب سے نماز پڑھنا سنت ہے ترتیب اول۔ سب جنازوں کو برابر برابر مصلی کے سامنے رکھا جائے اگر مختلف صفات واصناف کے جنازہ ہیں تو باعتبار شرف صنف جنازہ کو قرب وبعد کا لحاظ رکھنا

بہتر ہے۔ پس اگر ہر دو صنف کے (مذکر مونث عورت مرد کے) جنازے ہوں تو بہتر یہ
ہے کہ بوجہ ترجیح مرد کے جنازہ مرد کا قریب مُصلّی رکھا جائے خواہ وہ مرد آزاد ہو
یا غلام اور اگر آزاد اور غلام کی میتیں ہوں تو بوجہ شرفِ حُر آزاد کو قریب مُصلّی رکھا جائے
اگر جنازہ عورت کے ساتھ طفل نابالغ شش سالہ کی میت جمع ہو جائے تو میت
طفل کو قریب مُصلّی رکھا جائے بشرطیکہ وہ بچہ آزاد ہو غلام نہ ہو ورنہ عورت پر ترجیح
نہ ہوگی اور اگر سب جنازے صفات میں مساوی ہوں تو میت کے فضائل و خصائص
دینیہ کے اعتبار سے ترجیح دی جائے گی مُترجم مثلاً عالم کی میت کو قریب مُصلّی
متقی کو نزدیک مُصلّی رکھا جائے گا اور اگر صفاتِ دینیہ میں بھی مساوات ہو تو قرعہ اندازی
کے ذریعہ سے قُرب و بُعد کا فیصلہ کیا جائے گا قرعہ کے ذریعہ سے ترجیح دی جائے گی
مگر یہ ملحوظ رہے کہ اس ترجیح کا پاس و لحاظ حدِ وجوب میں نہیں ہے تاکہ بدون اس ترجیح
کے نماز ہی درست نہ ہو بلکہ سُنّت ہے جس طور سے بھی پڑھی جائے ہو جائے گی۔
دُوسرے یہ کہ سب جنازوں کو ایک صف میں اس طور سے رکھا جائے ایک میت
کے سرین کے پاس دوسری میت کا سر ہو۔ اس طریق سے رکھتے چلے جائیں جب
سب کو اس ترتیب سے رکھ دیا جائے تو مُصلّی یا پیش نماز اس صف کے بیچ میں کھڑا
ہو کر نماز پڑھے اور چوتھی تکبیر کے بعد ایک دُعا میں سب میتوں کو شریک کر دے مُصلّی
کو اختیار ہے خواہ اس دُعا میں ضمیر تثنیہ استعمال کرے خواہ جمع کی خواہ مذکر یا مؤنث
کی ضمیر لائے اُس کو اختیار ہے اور یہ بھی جائز ہے کہ بلحاظ میت سب کے لئے ضمیر
مذکر یا بلحاظ جنازہ سب کے لئے ضمیر مونث استعمال کرے۔

فصل دفنِ میّت کے بیان میں

میت کا دفن کرنا واجب کفائی ہے یعنی اس طور سے زمین میں چھپانا کہ اُس کا بدن
ضرر درندوں سے محفوظ رہے اور اُس کی بدبو منتشر ہو کر لوگوں کو اذیت نہ پہنچائے
حالت اختیار میں درآں حالیکہ زمین میں دفن کرنا ممکن ہے میت کو کسی مکان یا تابوت
میں اگرچہ وہ پتھر ہی کا کیوں نہ ہو رکھنا جائز نہیں اگرچہ درندہ وغیرہ سے حفاظت

اس صورت میں بھی ہو سکتی ہو اور باوجود امکان دفن کسی مکان وغیرہ میں میت کو
بجائے دفن کرنے کی رکھنا جائز نہیں لیکن درصورت تعذر و دشواری دفن مکان وغیرہ
میں محفوظ کر دینے میں کوئی مضائقہ نہ[1] ہوگا اور جس مقام پر درندے نہ ہوں اور درندوں
سے امن و امان ہو یا کوئی انسان وہاں پہ نہ رہتا ہو یعنی آبادی نہ ہو تاکہ بدبو سے
اذیت کا اندیشہ ہو وہاں جس طور سے بھی ہو زمین میں پوشیدہ کر دینا میت کا
علی الاقوی کافی ہوگا۔ کسی خاص اہتمام کی ضرورت نہ ہوگی عنوان مذکورہ بالا کا لحاظ
ایسے موقعہ پر ضروری نہ ہوگا اگرچہ احوط یہی ہے کہ بہرحال بعنوان مذکور میت کو دفن
کیا جائے یعنی اگرچہ اذیت وغیرہ سے امن و امان ہو تب بھی قبر کو اسی قدر گہرا کھودنا
چاہیے کہ جس قدر اندیشہ کی حالت میں کھودا جاتا ہے۔

مسئلہ نمبر ۱۔ واجب ہے کہ میت کو داہنی کروٹ روبقبلہ لٹائیں اس طور سے
کہ اس کا سر مغرب کی طرف ہو اور پیر بجانب مشرق ہوں۔ مترجم اس طرح سے
میت کو انہی مقامات پر لٹایا جائے گا کہ جہاں کا قبلہ قطب جنوبی ہوگا اس طور سے
دفن میت بہرحال ہے خواہ اس کے بدن پر سر ہو یا نہ ہو بلکہ اگر سر بغیر بدن یا سینہ
میت تنہا پایا جائے اس کو بھی بعنوان مذکورہ بالا دفن کرنا واجب ہوگا بلکہ ہر جزو میت
کو تا حدِ امکان اس طور سے دفن کرنا لازم ہوگا۔

مسئلہ نمبر ۲۔ اگر کوئی شخص کشتی پر دریا میں مرے اور اس قدر تاخیر ممکن ہو کہ
خشکی میں لے جا کر بلا دقت دفن کر دیا جائے تو تاخیر واجب اور دفن کرنا لازم ہوگا
ورنہ یعنی خشکی میں لے جانا ناممکن ہو خواہ فسادِ میت کے خوف کی وجہ سے خواہ اور
کسی وجہ سے خشکی تک پہنچنا اور پہنچانا میت کا دشوار ہو تو اسی جگہ بعد غسل و کفن
و حنوط وغیرہ نماز میت پڑھ کر ایک ظرف گلی کلاں میں مانند خم کے داخل کر کے منہ
اس ظرف کا مستحکم بند کر کے اس طریق سے اسکو دریا میں گرائیں کہ اس وقت میں
میت کا منہ اس کے اندر بجانب قبلہ ہو۔ علی الاحوط اگرچہ ایسے موقعہ پر علی الاقوی

[1] بلکہ مکان وغیرہ میں رکھنا واجب ہے (ابوالحسن مدظلہ)

[2] بنا بر احتیاط (ابوالحسن مدظلہ)

استقبال قبلہ واجب نہیں یا اس میں کوئی بھاری پتھر یا اور کوئی چیز سنگین باندھ کر پانی پر داہنی کروٹ سے روبقبلہ کر کے ڈبو دیں۔ ڈال دیں لیکن حتی الامکان بطریق اول میت کو دریا میں چھوڑنا احوط ہے اور خشکی میں دفن میت ممکن تو ہو لیکن بعد دفن نبش قبر کا اندیشہ ہو اور قبر کھود کر میت کو اذیت پہنچانے اور عضو میت کے کاٹنے کا خوف ہو یعنی فلاں دشمن میت کے کان یا ناک کاٹ لے جائے گا یہ خوف ہو تو بجائے دفن بطریق مذکور دریا میں ڈبو دینا واجب و لازم ہو گا۔

مسئلہ نمبر ۳۔ عورت خواہ کتابیہ (یہود و نصاریٰ) ہو یا غیر کتابیہ جبکہ مرد مسلم سے حاملہ ہوئی ہو۔ خواہ نکاح دائمی کی وجہ سے حمل قرار پایا ہو خواہ نکاح منقطع (متعہ) اس کا باعث ہوا ہو خواہ مملوکہ ہونے کی وجہ سے اس پر تصرف ہوا ہو جس کا نتیجہ حمل ہو۔ بہر حال جب حاملہ ہو کر فوت ہو جائے تو اس کو پشت بقبلہ دفن کریں بائیں کروٹ سے لٹائیں تاکہ جنین کا منہ قبلہ کی طرف ہو چونکہ جنین کا منہ طرف پشتِ مادر کے ہوتا ہے اس وجہ سے پشت بقبلہ ایسی عورت کے لٹانے کا حکم ہے۔ یہ حکم اور طریقہ دفن بہر حال رہیگا بنا بر احتیاط خواہ جنین اس مدت تک پہنچا ہو کہ جس میں روح داخل ہو جاتی ہے خواہ اس حد تک نہ پہنچا ہو۔ بہر طور ایسے موقعہ پر اس طریقۂ دفن پر عمل ہو اوفق احتیاط ہے بلکہ بہر کیف اس طریقہ دفن پر عمل کرنا قوت سے خالی نہیں ہے۔

مسئلہ نمبر ۴۔ دفن میت میں قصد قربت ہونا معتبر اور ضروری نہیں تاکہ بدون مکلفین اور بالغین یہ وجوب ادا ہی نہ ہو سکے بلکہ میت کا باقاعدہ دفن ہونا ضروری ہے خواہ وہ بالغ کے ہاتھوں ہو یا نابالغ کے ہاتھ سے۔ لہٰذا طفل نابالغ کا کسی میت کو زیر زمین بقاعدۂ شرعیہ دفن کر دینا کافی ہو گا۔ وجوب کفائی ادا ہو جائیگا اگرچہ یہ معلوم ہو جائے کہ اس بچے نے دفن کے وقت قصدِ قربت نہیں کیا تب بھی وجوب ادا ہو گیا۔ مکلفین بری الذمہ ہو گئے۔

مسئلہ نمبر ۵۔ جس میت کے متعلق بعد دفن یہ اندیشہ ہو کہ درندہ اس کو قبر سے نکال لیگا تو اس قبر کا معمول سے زیادہ مستحکم کرنا واجب ہے اگرچہ استحکام قبر پختہ اینٹوں اور گچ ہی سے ہو۔ کیا جائے گا۔ خوب اچھی طرح سے اسکی حفاظت

کرنا خواہ کسی چیز سے بھی ہو واجب ولازم ہے۔ اسی طرح مُردہ کو بقاعدہ مذکورہ بالا دریا میں چھوڑتے ہوئے بحالت اختیار و امکان اس کا لحاظ واجب ولازم ہے۔ کہ فوراً ڈالتے ہی کہیں کوئی جانور دریائی اس کو نگل جائے لہذا ڈالنے سے پہلے ایسا مقام تلاش کرنا چاہیئے حتی الوسع جو کہ بلع (نگلنا) حیوانات سے مامون و محفوظ ہو۔

مسئلہ نمبر ۶۔ جس چیز سے میت کو دریا میں ڈالنے کی غرض سے وزنی اور بھاری کیا جائے مثلاً پتھر یا لوہا یا مٹکا کہ جس میں میت کو رکھا جائے اُن کی خریداری اور مہیا کرنے میں جو صرف ہو اُس کو اصل ترکہ میت سے نکالنا چاہیے اسی طرح بغرض حفاظت میت جو درستی اور مضبوطی قبر میں اینٹ وغیرہ کی خریداری میں جو صرف ہو اُس کو بھی ترکہ میت سے مثل مصارف تجہیز و تکفین نکالنا چاہیے۔

مسئلہ نمبر ۷۔ دفن میت میں بھی مثل نماز وغیرہ اذن ولی معتبر اور اجازت ولی کی شرط ہے۔

مسئلہ نمبر ۸ جبکہ قبلہ مشتبہ ہو تحصیل سمت قبلہ ناممکن ہو تو ظن پر[1] عمل کیا جائے جس طرف قبلہ ہونے کا گمان ہو جائے اُس طرف میت کا مُنہ کر دینا چاہیے اور اگر کسی جانب ظن بھی قائم نہ ہو سکے تو چندے توقف اور صبر کریں دفن میت میں مگر جبکہ صبر کرنے میں فساد میت کا اندیشہ ہو اور توقف کرنے میں ضرر کا خوف ہو زندوں کے حق میں تو وجوب استقبال کی تکلیف ساقط ہو جائے گی۔ ہر طرف میت کا دفن کرنا مباح ہو جائیگا

مسئلہ نمبر ۹۔ جو بچہ کہ زنا زادہ ہو پدر و مادر کی طرف سے اُس پر علی الاحوط احکام مسلم جاری ہوں گے بشرطیکہ اُس کے ماں باپ دونوں یا اُن میں سے ایک مسلمان ہو اور اگر ماں یا باپ کی جانب سے زنا زادہ ہے اور ایک ان میں سے مسلمان ہے تو بھی اُس پر احکام اسلام بلا اشکال جاری ہوں گے یعنی مثلاً مقابر مسلمین میں دفن بھی ہوگا رُو بقبلہ بھی کیا جائے گا

مسئلہ نمبر ۱۰۔ مسلم کا دفن کرنا مقبرہ کفار میں جائز نہیں اسی طرح کفار کا دفن مقابر مسلمین میں جائز نہیں۔ ہاں اگر میت کافر اور مسلم میں اشتباہ ہو تشخیص نہ ہو سکے

[1] بنا بر احتیاط (ابوالحسن مدظلہ)

تو دونوں کا دفن مقبرۂ مسلمین میں جائز ہوگا اگر کافر مقبرہ مسلمین میں اور مسلم مقابر کفار میں دفن ہو جائے تو دونوں کی قبر کا نبش (کھودنا) جائز ہے کیونکہ حرمتِ نبشِ قبور بوجہ حرمتِ میت کے ہے اور کافر شرعاً محترم نہیں اور مقتضائے حرمت میت مسلم یہ ہے کہ میتِ کافر کی معیت[1] میں نہ ہو اس بنا پر حرمت نبش قبر ہر دو میت زائل ہو جائے گی لہٰذا دونوں کا قبر سے نکالنا بعد دفن جائز ہوگا۔

مسئلہ نمبر ۱۱۔ جس جگہ میں دفن کرنے سے ہتکِ حرمت میت ہوتی ہو مثل مزبلہ وغیرہ کے۔ اس میں دفنِ مسلم جائز نہیں۔

مسئلہ نمبر ۱۲۔ مکان غصبی میں دفن میت جائز نہیں۔ اسی طرح اُس اراضی میں دفن جائز نہیں جو کہ دفن کے علاوہ اور امور کے لئے وقف کی گئی ہو۔ اس بنا پر[2] مساجد اور مدارس وغیرہا میں بھی دفنِ میت جائز نہ ہوگا۔ اسی طرح اُس قبر میں بھی دفنِ میت دیگر جائز نہ ہوگا کہ جس کا مُردہ ہنوز بوسیدہ نہیں ہوا ہے۔

مسئلہ نمبر ۱۳۔ میت سے جو اجزا جُدا ہو جائیں مثل بال اور ناخن اور دنداں کے ان کا ہمراہ میت دفن کرنا واجب و لازم ہے البتہ اگر یہی اجزا کسی زندہ سے جُدا ہوں تو انکا دفن واجب نہیں اگرچہ اُن کے ہمراہ ذرا ذرا گوشت بھی کیوں نہ ہو تب بھی انکا دفن لازم نہیں ہاں سنت ہے انکا دفن کرنا بلکہ حالتِ حیات میں اگر یہ جُدا ہو جائیں تو اُن کو ساتھ میں دفن ہونے کی نیت سے محفوظ رکھنا سُنّت ہے چنانچہ بعض احادیث میں وارد ہوا ہے کہ ایک دانت شریف حضرت امام محمد باقر ع کا جُدا ہو گیا تھا پس اُن حضرت نے وصیت فرمائی تھی کہ اسکو میرے ساتھ میری قبر میں دفن کر دینا۔ جناب امیر ع فرماتے ہیں کہ حضرت سرورِ کائنات ص نے حکم فرمایا ہے کہ چار چیزوں کو دفن کرنا چاہیے بال، دانت، ناخن اور خون۔ عائشہ راوی ہیں کہ حضرت ختمی مرتبت ص نے فرمایا تھا کہ سات چیزوں کو دفن کرنا چاہیے۔ چار تو وہی کہ جو اوپر مذکور ہوئیں اور خون حیض۔ بچہ دان اور علقہ۔

مسئلہ نمبر ۱۴۔ اگر کوئی شخص کنویں میں گر کر مر جائے اور اسکا نکالنا ناممکن ہو تو چاہ کا

---

[1] اس میں اشکال ہے (ابوالحسن مدظلہٗ)

[2] اس میں تامل ہے (ابوالحسن مدظلہٗ)

بند کردینا واجب ہے اور اسی چاہ کو اس کی قبر قرار دینا لازم ہے ۔

مسئلہ نمبر ۱۵۔ اگر بچہ شکم مادر میں مرجائے اور اس کے شکم میں رہنے سے اُسکی ماں کی زندگی خطرناک ہو تو کسی تدبیر اور علاج سے اُسکا باہر نکالنا واجب ہے اگرچہ پارہ پارہ کر کے ہی ہو تو بھی نکالنا لازم ہے۔ البتہ نکالنے میں آسان سے آسان اور سہل سے سہل طریقہ اختیار کرنا چاہئے اور واجب ہے کہ اس کام کو عورت انجام دے۔ عورت کے ذریعے سے بچہ نکلوایا جائے یا اس کا شوہر اس کام کو کرے اور دونوں کے نہ ہونے کی صورت میں مرد بھی اس کو انجام دے سکتا ہے بشرطیکہ نامحرم نہ ہو پس اگر یہ بھی دشوار اور ناممکن ہو تو بمجبوری نامحرم ہی اس کو انجام دے تو کوئی مضائقہ نہ ہوگا کیونکہ اُس کی ماں کی حفاظت نفس واجب ہے اسکو موت سے بچانا لازم ہے اگرچہ نامحرم ہی کے ذریعے ہو اور اگر بچہ زندہ ہو اور اُس کی ماں مرجائے تو بچہ کا نکالنا واجب ہے اگرچہ شکم مادر کو چاک کر کے ہی کیوں نہ ہو تب بھی نکالنا ضروری ہے پس ایسے موقعہ پر بائیں جانب شکم میں شگاف دینا چاہئے اور بچے کو نکال کر مقام شگاف کو سی دینا چاہئے اس کے بعد غسل و کفن باقاعدہ دیکر دفن کردینا چاہئے یہ حکم ہر حال ہے خواہ بعد نکالنے کے بچہ کی زندگی کی امید ہو یا نہ ہو اور اگر بچہ اور اس کی ماں دونوں زندہ ہوں اور دونوں کی حیات خطرناک ہو اور دونوں کے تلف ہونے کا اندیشہ ہو تو ایسی حالت میں ایک کی حیات کی وجہ سے دوسرے کو تلف کردینا ایک کی حفاظت کرنا اور دوسرے کو ماردینا مناسب نہیں لہذا انتظار کرنا چاہیے کسی ایک کی موت کا۔ اور قبل اس کے کوئی کارروائی نہ کرنی چاہئے ۔

فصل اُن امور کے بیان میں جو کہ قبل دفن اور بعد دفن اور وقت دفن سنت ہیں

اور یہ چند امور ہیں اوّل عمق اور گہرائی قبر کی شانہ تک یا بقدر قد آدمی مستوی الخلقہ کے ہو اس سے زیادہ میں احتمال کراہت ہے دوسرے اگر زمین قبر کی سخت ہو تو قبر کھودنے کے بعد بمقدار قد میت اس میں قبلہ کی طرف لحد بنادیں اور اسکو اسقدر کشادہ لنبائی اور چوڑائی میں بنائیں کہ اس میں میت کا بیٹھنا ممکن ہو یعنی بیٹھ سکے اور اگر زمین نرم ہو کہ خوف قبر کے بیٹھ جانے و دھنسنے کا ہو تو بطور

نہر کے بیچ قبر میں بقدر قامتِ میت تھوڑی زمین سامنے کی کھودیں اور اس میں میت کو لٹاکر اوپر سے چھت کو پاٹ دیں تیسرے یہ کہ جو مقبرہ نزدیک ہو اس میں دفن کریں۔ جیساکہ بعض علما نے تذکرہ فرمایا ہے مگر جبکہ دور کے مقبرہ کو کسی وجہ سے ترجیح ہو مثل اس کے کہ کوئی علما و صلحا و بزرگان دین سے وہاں دفن ہو یا یہ کہ لوگ فاتحہ خوانی اور زیارت قبور کے لئے وہاں بکثرت آتے جاتے ہوں چوتھے جنازہ کو قبر سے دو تین ہاتھ یا زیادہ فاصلہ پر پہلے رکھیں بعد اس کے تھوڑی دور چل کر پھر جنازہ کو رکھدیں پھر اٹھائیں اور لیکر چلیں پھر رکھدیں غرضکہ تین مرتبہ جنازہ کو اٹھاتے رکھتے توقف کرتے ہوئے متصل قبر پہنچ جائیں۔ قبر کے نزدیک رکھدیں۔ تیسری مرتبہ توقف کے بعد باہستگی قبر میں داخل کریں۔ اس طور سے آہستہ آہستہ قبر تک پہنچیں اور قبر میں رکھیں جس سے ثابت ہو کہ میت خود آمادہ اور تیار ہے قبر میں جانے کے لئے۔ ناگہانی اور دفعتہً قبر میں نہ اتاریں۔ کیونکہ قبر میں ہول اور سختی بہت ہے۔ اسی وجہ سے توقف کرتے ہوئے آہستہ آہستہ قبر تک پہنچانا اور باہستگی قبر میں رکھنا سنت اور اس کے برخلاف (دفعتہً قبر میں رکھنا) مکروہ قرار دیا گیا ہے پانچویں اگر میت مرد ہو تو سر جنازہ کو پائنتی قبر کے رکھے اور پائین قبر سے داخلِ قبر کریں کیونکہ دروازہ قبر کا پائنتی قبر کی ہے اور ہر چیز کو دروازہ سے داخل ہونا مناسب ہے اور اگر میت عورت ہو تو اس کا جنازہ قبلہ کی طرف رکھیں اور اسی طرف سے داخل قبر کریں چھٹے وقت اتارنے میت عورت کے قبر میں چادر یا پردہ وغیرہ سے قبر کے منہ پر پردہ کریں ساتویں جنازہ یا تابوت سے میت کے اٹھانے اور قبر میں اتارنے میں نرمی سے کام لیا جائے۔ سختی نہ کرنی چاہئے نہایت آہستہ آہستہ نکالکر تابوت سے قبر میں رکھنا چاہئے آٹھویں جنازہ سے میت کو اٹھاتے وقت یہ دعا پڑھنا

بِسْمِ اللّٰهِ وَبِاللّٰهِ وَعَلٰى مِلَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ؐ اَللّٰهُمَّ اِلٰى رَحْمَتِكَ لَا اِلٰى عَذَابِكَ اَللّٰهُمَّ افْسَحْ لَهٗ فِيْ قَبْرِهٖ وَلَقِّنْهُ فِيْ حُجَّتِهٖ وَثَبِّتْهُ بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ وَقِنَا وَاِيَّاهُ عَذَابَ الْقَبْرِ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهُ رَوْضَةً مِنْ رِيَاضِ الْجَنَّةِ وَلَا تَجْعَلْهُ حُفْرَةً مِنْ حُفَرِ النَّارِ

اور بوقت اتارنے میت کے قبر میں یہ دعا پڑھنا چاہئے اَللّٰهُمَّ عَبْدُكَ وَابْنُ عَبْدِكَ وَابْنُ اَمَتِكَ نَزَلَ بِكَ وَاَنْتَ خَيْرُ مَنْزُوْلٍ بِهٖ اور بعد رکھنے

میت کے قبر میں یہ دعا پڑھے اللّٰھم جاف الارض عن جنبیہ وصاعد عملہ
ولقہ منک رضوانا اور بوقت رکھنے میت کے لحد میں یوں کہے بسم اللّٰہ وباللّٰہ
وعلیٰ ملۃ رسول اللّٰہ۔ اس کے بعد سورۃ الحمد اور آیۃ الکرسی اور معوذتین اور قل
ھو اللّٰہ پڑھے۔ اس کے بعد کلمہ اعوذ باللّٰہ من الشیطان الرجیم زبان پر
جاری کرے اور جب تک قبر تختوں یا اینٹوں سے بند نہ ہولے یہ کہتا رہے اللّٰھم صل
وحدتہ وآنس وحشتہ وآمن روعتہ واسکنہ من رحمتک رحمۃ
تغنیہ بھا عن رحمۃ من سواک فانما رحمتک للظالمین ۔ اور
قبر سے نکلتے وقت یوں کہے انا للّٰہ وانا الیہ راجعون اللّٰھم ارفع درجتہ
فی علیین واخلف علیٰ عقبہ فی الغابرین وعندک نحتسبہ یا رب
العالمین اور قبر میں مٹی ڈالتے وقت پڑھے انا للّٰہ وانا الیہ راجعون اللّٰھم
جاف الارض عن جنبیہ واصعد الیک بروحہ ولقہ منک رضوانا واسکن
قبرہ من رحمتک ما تغنیہ بہ عن رحمۃ من سواک کہے اور یہ بھی کہے۔
ایمانا بک وتصدیقا ببعثک ھذا ما وعدنا اللّٰہ ورسولہ وصدق اللّٰہ
ورسولہ اللّٰھم زدنا ایمانا وتسلیما نویں میت کو قبر میں رکھنے کے بعد
کفن کی گرہ کھول دی جائیں اور اس کی ابتدا سر میت سے کی جائے یعنی سر میت پر
جو گرہ ہو۔ پہلے اسکو کھولنا مستحب ہے دسویں میت کے منہ کو کھول کر خاک پر رکھ
دیں۔ گیارھویں۔ اینٹ یا ڈھیلا میت کی پشت یا شانہ سے ملا کر رکھدیں تاکہ میت
الٹی نہ ہو جائے بارھویں میت کے منہ کے مقابل خاکِ کربلا معلی بقدر ایک اینٹ کے
اس طور سے رکھدیں کہ نجاست میت سے محفوظ رہے۔ میت کے شگافتہ ہونے کے
بعد اس کی نجاست تربتِ حسین علیہ السلام تک نہ پہنچے۔ مترجم ایک روایت میں وارد ہوا ہے کہ
ایک عورت زانیہ بخوف اپنے اقربا کے جو اولاد زنا سے پیدا ہوتی تھی بعد جننے کے جلا ڈالتی
تھی۔ اور سوا اس کی ماں کے اور کوئی اس کے حال سے مطلع نہ تھا جب وہ عورت زانیہ مر گئی
اور دفن کی گئی تو قبر نے اسکو قبول نہ کیا۔ قبر سے باہر پھینک دیا۔ اسکو دوسری جگہ دفن
کیا۔ وہاں بھی قبر نے قبول نہ کیا۔ باہر کر دیا۔ اس وقت اس کے اقربا خدمت صادق آل محمد
میں حاضر ہوئے اور قصہ بیان کیا۔ آپ نے اس کی ماں سے پوچھا کہ یہ عورت اپنے

زمانہ حیات میں کیا کرتی تھی۔ اسکی ماں نے اسکا ماجرا بیان کیا۔ حضرت نے فرمایا چونکہ یہ عورت خلق خدا پر عذاب خدا کیا کرتی تھی اس لئے قبر اسکو قبول نہیں کرتی اب اسکی قبر میں تھوڑی سی خاک کربلائے معلی رکھدو۔ لوگوں نے ایسا ہی کیا۔ اس وقت خدا نے اس عورت کو قبر میں چھپایا

تیرھویں میت کو لحد میں رکھنے کے بعد تختہ رکھنے سے قبل تلقین پڑھنا اس طور سے کہ پڑھنے والا اپنا منہ قریب میت کے کان کے لے جائے اور داہنے ہاتھ سے داہنے شانہ میت کو اور بائیں ہاتھ سے بائیں شانہ کو پکڑ کر زور سے اُسے حرکت دے اور یا فلان بن فلان اِسْمَعْ اِفْهَمْ تین مرتبہ کہے بجائے فلاں بن فلاں کے نام میت اور اُس کے باپ کا کہے پھر کہے اَللّٰهُ رَبُّكَ وَمُحَمَّدٌ نَبِيُّكَ وَالْاِسْلَامُ دِيْنُكَ وَالْقُرْاٰنُ كِتَابُكَ وَعَلِيٌّ اِمَامُكَ وَالْحَسَنُ اِمَامُكَ۔ اسی طرح بارہ اماموں کے اسماء زبان پر جاری کرے اس کے بعد اَفَهِمْتَ يَا فُلَانَ بْنَ فُلَانٍ کہہ کر پھر اسی طرح تلقین مذکورہ بالا کا اعادہ کرے۔ تین مرتبہ اس کے پڑھنے کے بعد یوں کہے ثَبَّتَكَ اللّٰهُ بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ هَدَاكَ اللّٰهُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ عَرَّفَ اللّٰهُ بَيْنَكَ وَبَيْنَ اَوْلِيَائِكَ فِيْ مُسْتَقَرٍّ مِّنْ رَحْمَتِهٖ اَللّٰهُمَّ جَافِ الْاَرْضَ عَنْ جَنْبَيْهِ وَاصْعَدْ بِرُوْحِهٖ اِلَيْكَ وَلَقِّهٖ مِنْكَ بُرْهَانًا اَللّٰهُمَّ عَفْوَكَ عَفْوَكَ اور جو تلقین کہ جامع تر اعتقادات حقہ اور کلمات ہے وہ یہ ہے اِسْمَعْ اِفْهَمْ يَا فُلَانَ بْنَ فُلَانٍ کو تین بار بدستور سابق کہہ کر اس طرح تلقین شروع کرے هَلْ اَنْتَ عَلَى الْعَهْدِ الَّذِيْ فَارَقْتَنَا عَلَيْهِ مِنْ شَهَادَةِ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ وَسَيِّدُ النَّبِيِّيْنَ وَخَاتَمُ الْمُرْسَلِيْنَ وَاَنَّ عَلِيًّا اَمِيْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ وَسَيِّدُ الْوَصِيِّيْنَ وَاِمَامٌ نِ افْتَرَضَ اللّٰهُ طَاعَتَهٗ عَلَى الْعَالَمِيْنَ وَاَنَّ الْحَسَنَ وَالْحُسَيْنَ وَعَلِيَّ بْنَ الْحُسَيْنِ وَمُحَمَّدَ بْنَ عَلِيٍّ وَجَعْفَرَ بْنَ مُحَمَّدٍ وَمُوْسَى بْنَ جَعْفَرٍ وَعَلِيَّ بْنَ مُوْسٰى وَمُحَمَّدَ بْنَ عَلِيٍّ وَعَلِيَّ بْنَ مُحَمَّدٍ وَالْحَسَنَ بْنَ عَلِيٍّ وَالْقَائِمَ الْحُجَّةَ الْمَهْدِيَّ صَلَوَاتُ اللّٰهِ عَلَيْهِمْ اَئِمَّةُ الْمُؤْمِنِيْنَ وَحُجَجُ اللّٰهِ عَلَى الْخَلْقِ اَجْمَعِيْنَ وَاَئِمَّتُكَ اَئِمَّةُ هُدًى اَبْرَارٌ يَا فُلَانَ بْنَ فُلَانٍ اِذَا اَتَاكَ الْمَلَكَانِ الْمُقَرَّبَانِ الرَّسُوْلَانِ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى وَسَاَلَاكَ

عَنْ رَبِّكَ وَعَنْ نَبِيِّكَ وَعَنْ دِيْنِكَ وَعَنْ كِتَابِكَ وَعَنْ قِبْلَتِكَ وَعَنْ
أَئِمَّتِكَ فَلَا تَخَفْ وَلَا تَحْزَنْ وَقُلْ فِي جَوَابِهِمَا اللّٰهُ جَلَّ جَلَالُهُ رَبِّي
وَمُحَمَّدٌ صلعم نَبِيِّي وَالْإِسْلَامُ دِيْنِي وَالْقُرْاٰنُ كِتَابِي وَالْكَعْبَةُ قِبْلَتِي وَأَمِيْرُ
الْمُؤْمِنِيْنَ عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ إِمَامِي وَالْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ الْمُجْتَبٰى إِمَامِي وَ
الْحُسَيْنُ بْنُ عَلِيٍّ الشَّهِيْدُ بِكَرْبَلَا إِمَامِي وَعَلِيٌّ زَيْنُ الْعَابِدِيْنَ إِمَامِي وَمُحَمَّدُ
نِ الْبَاقِرُ إِمَامِي وَجَعْفَرُ نِ الصَّادِقُ إِمَامِي وَمُوسَى الْكَاظِمُ إِمَامِي وَعَلِيُّ نِ
الرِّضَا إِمَامِي وَمُحَمَّدُ نِ الْجَوَادُ إِمَامِي وَعَلِيُّ نِ الْهَادِيْ إِمَامِي وَالْحَسَنُ الْعَسْكَرِيُّ
إِمَامِي وَالْحُجَّةُ الْمُنْتَظَرُ إِمَامِي هٰؤُلَاءِ صَلَوَاتُ اللّٰهِ عَلَيْهِمْ أَجْمَعِيْنَ أَئِمَّتِي
وَسَادَتِي وَقَادَتِي وَشُفَعَائِي بِهِمْ أَتَوَلّٰى وَمِنْ أَعْدَائِهِمْ أَتَبَرَّءُ فِي الدُّنْيَا
وَالْآخِرَةِ ثُمَّ اعْلَمْ يَا فُلَانَ بْنَ فُلَانٍ إِنَّ اللّٰهَ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى نِعْمَ الرَّبُّ
وَأَنَّ مُحَمَّدًا صلعم نِعْمَ الرَّسُوْلُ وَأَنَّ عَلِيَّ بْنَ أَبِي طَالِبٍ وَأَوْلَادَهُ الْمَعْصُوْمِيْنَ
الْأَئِمَّةَ الْاِثْنَيْ عَشَرَ نِعْمَ الْأَئِمَّةُ وَأَنَّ مَا جَاءَ بِهِ مُحَمَّدٌ صلعم حَقٌّ وَ
أَنَّ الْمَوْتَ حَقٌّ وَسُؤَالَ مُنْكَرٍ وَنَكِيْرٍ فِي الْقَبْرِ حَقٌّ وَالْبَعْثَ حَقٌّ وَالنُّشُوْرَ
حَقٌّ وَالصِّرَاطَ حَقٌّ وَالْمِيْزَانَ حَقٌّ وَتَطَايُرَ الْكُتُبِ حَقٌّ وَأَنَّ الْجَنَّةَ
حَقٌّ وَالنَّارَ حَقٌّ وَأَنَّ السَّاعَةَ اٰتِيَةٌ لَا رَيْبَ فِيْهَا وَأَنَّ اللّٰهَ يَبْعَثُ
مَنْ فِي الْقُبُوْرِ اس کے بعد کہے اَفَهِمْتَ يَا فُلَانَ بْنَ فُلَانٍ (حدیث میں ہے
کہ مردہ کہتا ہے۔ ہاں سمجھا میں) کہہ کر یہ کہے ثَبَّتَكَ اللّٰهُ بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ وَهَدَاكَ
اللّٰهُ إِلٰى صِرَاطٍ مُسْتَقِيْمٍ عَرَّفَ اللّٰهُ بَيْنَكَ وَبَيْنَ أَوْلِيَائِكَ فِي مُسْتَقَرٍّ
مِنْ رَحْمَتِهِ پھر کہے۔ اَللّٰهُمَّ جَافِ الْأَرْضَ عَنْ جَنْبَيْهِ وَاصْعَدْ بِرُوْحِهِ
إِلَيْكَ وَلَقِّهِ مِنْكَ بُرْهَانًا اَللّٰهُمَّ عَفْوَكَ عَفْوَكَ اور بہتر یہ ہے کہ تلقین
بعبارت مذکورہ بالا زبان عربی میں بھی پڑھی جائے اور زبان میت میں بھی اگر میت عرب ہو
چودھویں قبر (لحد) کو اینٹ یا کسی اور چیز سے مانند لکڑی کے تختوں کے چھپا دیں
تاکہ میت پر خاک ومٹی نہ گرے اور بہتر یہ ہے کہ قبر کے بند کرنے میں ابتدا سر میت
سے کریں اور اینٹوں کو گارے سے جمانا اور مضبوط کرنا اچھا ہے پندرھویں
قبر سے نکلے تو پائنتی سے قبر کی نکلے کیونکہ اس میں احترام میت ہے ونیز دروازہ قبر

پائینتی میت کی ہے لہذا پائینتی سے نکلنا مناسب ہے سولھویں اتارنے والا میت
کا قبر میں باوضو رہے۔ ٹوپی وعمامہ سر سے اتار ڈالے۔ سر و پا برہنہ رہے۔ اور چادر
بھی نہ رہے اور بند و تکمہ وغیرہ بھی سب کپڑوں سے اپنے کھول ڈالے۔ ہاں اگر کوئی ضرورت
اور وجہ ایسی ہو کہ جس کی وجہ سے بند وغیرہ کو نہ کھول سکتا ہو تو نہ کھولنے میں کوئی مضائقہ
نہیں سترھویں۔ حاضرین سوائے اقربائے میت کے پشت دست سے قبر میں
مٹی ڈالیں اور زبان سے اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَیْهِ رَاجِعُوْنَ کہتے جائیں۔ مٹی ڈالنے میں کلمہ مذکورہ
زبان پر جاری رہے۔ مترجم حدیث میں امام رضاؑ سے منقول ہے کہ جو شخص پشت
دست سے تین دفعہ مٹی قبر میں ڈالے اور کہے اَللّٰهُمَّ اِیْمَانًا بِكَ وَتَصْدِیْقًا
بِكِتَابِكَ هٰذَا مَا وَعَدَنَا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ تو خدا بعدد ذرہ خاک کے پڑھنے والے کے
لئے ثواب لکھتا ہے اٹھارھویں۔ میت عورت کو محارم اس کے قبر میں اتاریں یا اسکا
شوہر اور اگر ان میں سے کوئی بھی موجود نہ ہو تو اُس کے اقربا اتاریں اگر یہ بھی نہ ہوں تو بیگانہ
اُتارے۔ مترجم اگر بیگانہ مرد صالح اور پیرانہ سال ہو تو انسب ہے اور اگر میت مرد ہو
تو بہتر ہے کہ اسکو بیگانہ داخل قبر کرے نہ کہ اقربا۔ اُنیسویں بقدر چار انگلیوں کی کھولی
ہوئی یا طائی ہوئی کے قبر کو بلند کریں۔ بیسویں قبر کو برابر اور چار گوشہ دار بنائیں مترجم
تا کہ بارانِ رحمت اُس قبر پر قرار لیوے اور ماہی پشت بنانا قبر کا مکروہ بلکہ اسکا ترک موافق
احتیاط ہے اکیسویں ایک نشان و علامت سر قبر پر قائم کرنا۔ بائیسویں پانی قبر پر ڈالیں
اور بہتر یہ ہے کہ پانی ڈالنے والا رُو بقبلہ رہے اور پانی ڈالنا سر قبر سے شروع کرے اور
پائینتی کی طرف لا دے پھر پائینتی سے بجانب سر قبر لے جائے اور اگر پانی بچ جائے
تو بیچ قبر میں چھڑک دے اور استحباب پانی ڈالنے کا چالیس روز ہر روز ایک مرتبہ بلکہ
چالیس مہینہ تک حدیث سے ثابت ہے تئیسویں بعد پانی ڈالنے کے حاضرین اپنی
انگلیاں کشادہ کرکے اس طور سے قبر پر رکھیں کہ انگلیوں کا نشان قبر پر بن جائے
بلکہ یہ نشان ایک مدت تک باقی رہے اور بہتر یہ ہے کہ ہاتھ رکھنے والے رُو بقبلہ ہوں
اور سر میت سے ہاتھ رکھنا شروع کریں اور جو شخص نماز میت میں شریک نہ ہوا ہو یعنی جس نے
نماز میت نہ پڑھی ہو اُس کے حق میں استحباب مذکور سنت مؤکدہ ہے یعنی اُس کو ضرور
ادا کرنا چاہئے اور اگر میت ہاشمی ہو تو بہتر ہے کہ حاضرین اس طور اور طاقت سے قبر پر

ہاتھ رکھیں کہ انگلیاں اچھی طرح قبر میں اتر جائیں۔ اچھی طرح پیدا و نشان قبر پر قائم ہو جاؤ
اور سنت ہے کہ ہاتھ رکھتے وقت یہ کلمہ بِسْمِ اللّٰہِ خَتَمْتُکَ مِنَ الشَّیْطَانِ اَنْ
یَدْخُلَکَ زبان پر جاری کریں و نیز سنت ہے کہ حاضرین رو بقبلہ ہو کر سات مرتبہ سورۂ قدر
قبر پر ہاتھ رکھکر پڑھیں اور دعائے مغفرت میت کیلئے کریں اور کہیں اَللّٰھُمَّ جَافِ
الْاَرْضَ عَنْ جَنْبَیْہِ وَاصْعَدْ اِلَیْکَ رُوْحَہٗ وَلَقِّہٖ مِنْکَ رِضْوَانًا
وَاَسْکِنْ قَبْرَہٗ مِنْ رَحْمَتِکَ مَا تُغْنِیْہِ بِہٖ عَنْ رَحْمَۃِ مَنْ سِوَاکَ
یا یوں کہیں اَللّٰھُمَّ ارْحَمْ غُرْبَتَہٗ وَصِلْ وَحْدَتَہٗ وَاٰنِسْ وَحْشَتَہٗ وَاٰمِنْ
رَوْعَتَہٗ وَافِضْ عَلَیْہِ مِنْ رَحْمَتِکَ وَاَسْکِنْ اِلَیْہِ مِنْ بَرْدِ عَفْوِکَ وَسَعَۃِ
غُفْرَانِکَ وَرَحْمَتِکَ مَا یَسْتَغْنِیْ بِھَا عَنْ رَحْمَۃِ مَنْ سِوَاکَ وَاحْشُرْہُ
مَعَ مَنْ کَانَ یَتَوَلَّاہُ اور یہ استحباب وقت دفن کے ساتھ مختص نہیں ہے بلکہ جو زیارت
قبور مومنین کے لئے جائے اُس کے لئے سنت ہے کہ سات مرتبہ سورہ اِنَّا اَنْزَلْنَا
پڑھے اور طلب مغفرت کرے اور دعائے مذکورہ بالا کی قرأت کرے چوبیسویں ولی
میت یا کوئی دوسرا باجازت ولی قبر کے تیار ہونے اور حاضرین کے ہٹ جانے کے بعد
باواز بلند تلقین مذکور کو پھر پڑھے کیونکہ حدیث میں ہے کہ یہ تلقین باعث امن کی ہوتی ہو
کہ نکیرین داخل قبر نہیں ہوتے اور میت سے سوال نہیں کرتے اور ایک فرشتہ دوسرے
سے کہتا ہے کہ تلقین کافی ہے سوال سے اور بعض احادیث سے ظاہر ہوتا ہے کہ چار وقت
میں تلقین مستحب ہے اوّل حالت احتضار میں دوسرا ہے بعد کفن دینے کے تیسرے قبر
میں اُتارنے کے بعد چوتھے بعد قبر درست ہو جانے کے اور چلے جانے حاضرین کے۔ اور
حالت تلقین میں رُو بقبلہ ہونا سُنّت ہے اور بعد دفن سر قبر پر مُنہ رکھکر اور قبر کو دونوں
ہاتھوں سے پکڑ کر آخری تلقین کا پڑھنا سُنّت ہے پچیسویں نام قبر پر میت کا لکھیں
یا اور کسی چیز (پتھر یا لکڑی) پر لکھکر سر قبر پر نصب کریں چھبیسویں نگینہ عقیق کا کہ جس
پر لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ اَللّٰہُ رَبِّیْ وَمُحَمَّدٌ نَبِیِّیْ اور کل ائمہ طاہرین کے اسماء کندہ ہوں
مُنہ میں میت کے رکھیں ستائیسویں قبر پر از قسم سنگ ریزہ کچھ ڈال دیں اور بہتر
یہ ہے کہ سُرخ رنگ کے ہوں کیونکہ ثواب اُسکا زائد ہے اٹھائیسویں صاحب مصیبت
کے پاس جا کر تعزیت ادا کریں اُسکو تسلی اور تشفی دیں۔ رسم تعزیت کا ادا کرنا اگرچہ قبل دفن

اور بعد دفن ہر دو محل پر سُنّت ہے لیکن بعد دفن اس رسم کو ادا کرنا افضل ہے - اور رسم تعزیت کے ادا ہونے کا دارومدار عُرف پر ہے اہل عُرف کے نزدیک جس طور سے یہ رسم ادا ہوتی ہوگی اگر اُسی طریق سے ادا کی جائے گی تو استحباب ادا ہوگا ورنہ نہیں اگرچہ محض صاحب مصیبت کا دیکھنا کسی کو اِس موقعہ پر حصُولِ ثوابِ تعزیت کیلئے کافی ہے بدُون کلمات تعزیت کے ادا کئے تعزیت ادا ہو جائے گی اور اگر صاحب میت کا حزن وملال دفع ہوگیا تو ایسے کلمات زبان پر جاری کرنا کہ جس کی وجہ سے اُس کے رنج وغم میں تجدید ہو جائے اچھا نہیں - پاس بیٹھنے والوں اور آنے جانیوالوں کو اسکا لحاظ رکھنا مستحسن ہے اور صاحب مصیبت کو تعزیت میں بیٹھنا جائز ہے اگرچہ اسکی مدّت عندالشرع کوئی معین نہیں لیکن بعض علماء کرام نے اس کی حد دو یا تین روز قرار دی ہے اور بعض فقہا فرماتے ہیں کہ ایک دن سے زائد تعزیت میں بیٹھنا مکروہ ہے بہرکیف بقصد تلاوت کلام اللہ اور دعائے مغفرت میت کے تعزیت میں بیٹھنا معیوب نہیں بلکہ اسکو ترجیح ہے اُنتیسویں تین دن تک اہل میت کیلئے کھانا بھیجنا سُنّت ہے اور میت کے گھر اوروں کو اہل میت کے پاس بیٹھکر کھانا مکروہ ہے بلکہ اخبار سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ طریقہ زمانہ جاہلیت کا ہے اہل جاہلیت ایسا ہی کیا کرتے تھے تیسویں چالیس یا پچاس اہل ایمان کا میت کے باایمان اور خیر پر ہونے کی بابت الفاظ وعبارت گواہی دینا اَللّٰهُمَّ اِنَّا لَا نَعْلَمُ مِنْهُ اِلَّا خَيْرًا وَاَنْتَ اَعْلَمُ بِهٖ مِنَّا اکتیسویں موت مومن میں رونا اور نوحہ کرنا سُنّت ہے بتیسویں صاحب مصیبت ومیت کو چاہئے کہ موت سرور کائنات صلعم کو یاد کر کے اپنے نفس کو تسلی دے کیونکہ موت آنحضرت ص اعظم مصیبات سے ہے تینتیسویں صاحب میت کو چاہئے کہ صبر کرے اور حضرات انبیاء اور اولیا علیہم السلام کی صبر کرنے میں تاسی کرے بالخصوص مرگ اولاد میں خاصان خدا کی تاسی ضرور کرے - چونتیسویں جب صاحب مصیبت ومیت کو مصیبت یاد آئے یا میت کا خیال دل میں گذرے تو کلمہ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ کا زبان پر جاری کرنا مصیبت والے کے لئے سُنّت ہے - پینتیسویں زیارت قبور مومنین کرنا اور اُن پر یوں سلام کرنا اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ يَا اَهْلَ الدِّيَارِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ يَرْحَمُكُمُ اللّٰهُ اِنَّا اِنْ شَاءَ اللّٰهُ بِكُمْ لَاحِقُوْنَ اور قبرستان میں کلام اللہ پڑھنا اور دُعائے مغفرت اور طلب رحمت کرنا اموات کے حق میں مستحب ہے اور ہر مرد وزن کیلئے سُنّت موکدہ ہے کہ پنجشنبہ اور

دو شنبہ کو قبور مومنین کی زیارت کریں بالخصوص جمعرات کے دن بوقت عصر اور شنبہ کے
دن علی الصبح زیارت قبور مومنین سے ضرور مشرف ہونا چاہیے اس کے متعلق احادیث
میں تاکید زیادہ ہے بشرطیکہ قبور پر جزع فزع نہ ہو ۔ قبرستان میں پہنچکر گریہ وزاری حد
اعتدال سے متجاوز نہ ہو جائے ۔ زمام صبر ہاتھ سے نہ چھوٹے تو زیارت قبور ستوجب ورنہ نہیں
نیز سنت ہے کہ قبرستان میں پہنچکر یوں کہے اَلسَّلَامُ عَلٰی اَھْلِ دِیَارِ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ
رَحِمَ اللّٰہُ الْمُتَقَدِّمِیْنَ مِنْکُمْ وَالْمُتَاَخِّرِیْنَ وَاِنَّا اِنْشَاءَ اللّٰہُ بِکُمْ لَاحِقُوْنَ
دنیز زائر کے لئے مستحب ہے کہ رو بقبلہ ہو کر قبر پہ ہاتھ رکھکر سات مرتبہ اِنَّا اَنْزَلْنَاہُ
پڑھے اور سورۂ الحمد اور معوذتین اور آیۃ الکرسی ہر ایک تین بار پڑھے اور بہتر ہے کہ سورۂ
مذکورہ رو بقبلہ بیٹھکر پڑھے اگرچہ ایستادہ پڑھنا بھی جائز ہے اور سورہ یٰسٓ کا پڑھنا
بھی سُنّت ہے ونیز یہ بھی سُنّت ہے کہ زائر قبرستان میں پہنچکر کہے بِسْمِ اللّٰہِ الرَّ
حْمٰنِ الرَّحِیْمِ اَلسَّلَامُ عَلٰی اَھْلِ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مِنْ اَھْلِ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ یَا
اَھْلَ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کَیْفَ وَجَدْتُمْ قَوْلَ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مِنْ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ یَا
لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ بِحَقِّ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ اِغْفِرْ لِمَنْ قَالَ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاحْشُرْنَا
فِیْ زُمْرَۃِ مَنْ قَالَ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ عَلِیٌّ وَلِیُّ اللّٰہِ
چھتیسویں نزدیک قبر والدین طلب حاجت کرنا ۔ دعائیں مانگنا سینتیسویں اقارب
کو ایک دوسرے کے نزدیک دفن کرنا یعنی اقارب کی قبور کا بھی قریب قریب ہونا سُنّت
ہے اڑتیسویں قبر کو مضبوط اور مستحکم بنانا ۔ انتالیسویں مرگ فرزند پر حمد خدا کرنا ۔
اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ کہنا ۔ خداوند عالم سے سوال کرنا کہ اسکا نعم البدل عطا فرمائے
چالیسویں اول شب دفن میں نماز ہدیہ پڑھنا کہ جسکی ترکیب اور طریقہ بنا بر ایک
روایت کے یہ ہے کہ نماز ہدیہ میت کی نیت سے قربۃً الی اللہ دو رکعت نماز پڑھے
رکعت اول میں بعد حمد کے آیۃ الکرسی پڑھے تا فقرہ ھم فیھا خالدون بنا بر احتیاط اور
دوسری رکعت میں بعد سورۂ حمد کے دس مرتبہ سورہ انا انزلناہ پڑھے اور بعد ختم
نماز محمدؐ وآلِ محمدؐ پر درود بھیجے اس کے بعد کہے والجث ثوابھا الی قبر فلان اور بنا
بر دوسری روایت کے پہلی رکعت میں بعد حمد قل ھو اللہ احد دو مرتبہ اور دوسری
رکعت میں بعد حمد سورۂ تکاثر دس مرتبہ پڑھے اس کے بعد بطریق مذکورہ بعد درود

نماز کا ہدیہ تم میت کی طرف کرے اور اگر ہر دو روایت کے موافق نماز پڑھے تو بہتر ہے اور کم از کم ایک شخص کا اس نماز کو ایک بار پڑھنا اس استحباب کے ادا کیلئے کافی ہے اگرچہ بہتر یہ ہے کہ چالیس شخص اس نماز کو پڑھیں لیکن بقصد خصوصیت نہ پڑھیں یعنی یہ قصد نہ ہو یا یہ نہ سمجھیں کہ اس نماز کیلئے چالیس نفر کی شرط ہے اس سے کم ویش اسکو شرعاً نہیں پڑھ سکتے۔ اسی بنا پر جائز ہے کہ ایک شخص بقصد اہداء ثواب متعدد بار اس نماز کو پڑھے اور بظاہر اس نماز کا وقت وسیع ہے اول شب سے صبح تک پڑھ سکتا ہے اگرچہ ابتداء شب میں بعد عشا پڑھنا بہتر ہے۔ اگر سہواً بخلاف کیفیت مذکورہ نماز پڑھی ہو تو دوبارہ نماز پڑھنی چاہیے اور اگر سہواً کوئی آیت سورۂ اِنَّا اَنزَلنَاہُ کی یا آیۃ الکرسی کی چھوٹ گئی ہو تو بھی اعادۂ نماز کرنا چاہیے دوبارہ نماز ہدیہ ادا کرنی چاہیے۔ اس نماز کو باجارہ بھی پڑھوا سکتے ہیں بنابریں اگر اجیر اس نماز کو بالکل ترک کر دے یا کوئی آیت اس نماز میں ترک کر دے یا اور کسی واجب امر کو چھوڑ دے تو اجیر پر رد اجرت واجب ہوگی اجرت کی واپسی لازمی ہوگی اجرت دہندہ تک اجرت کا پہنچانا ضروری ہوگا بشرطیکہ اجرت دہندہ کو معلوم ہو اور وہ اسکو پہچانتا ہو ورنہ مجہول الحال کی صورت میں اجرت دہندہ کی جانب سے اجیر اجرت کو تصدیق کریگا۔ اور اگر اجیر یہ جانتا ہے کہ دوسرے وقت میں اگر صحیح طور پر اس نماز کو ادا کر دیا جائیگا تو متاجر (اجرت دہندہ) کے خلاف نہ ہوگا تو دوسرے وقت میں اسکا ادا کرنا اور میت کو ہدیہ کرنا عندالشرع معیوب نہ ہوگا لیکن بقصد ورود ایسا نہ کرے یعنی دوسرے وقت میں اسکو ادا کرنے میں یہ خیال نہ کرے کہ بطریق مذکور نماز مزبور کا پڑھنا دوسرے وقت میں بھی شرعاً جائز ہے کیونکہ یہ نماز شب دفن کیلئے ہی مخصوص ہے کسی اور شب میں نہیں پڑھی جا سکتی ؛

مسئلہ نمبر ۱۔ اگر میت کو کسی دوسرے مقام پر بغرض دفن لیجائیں مثلاً کربلائے معلےٰ یا مشہد مقدس وغیرہ یا کسی اور وجہ سے دفن میں تاخیر ہو جائے اور ایک عرصہ کے بعد دفن کی نوبت آئے تو اس نماز ہدیہ میں بھی تاخیر کی جائے گی کیونکہ یہ نماز شب دفن کی ہے اور دفن کی نوبت ایک عرصہ کے بعد مثلاً آئے گی لہذا یہ نماز بھی جب پڑھی جائیگی اس میں بھی عرصہ ہوگا ؛

مسئلہ نمبر ۲۔ استحباب تعزیت: مابین مرد و زن مشترک مساوات رکھتا ہے جیسا کہ مردوں کو تعزیت اہل مصیبت کا ادا کرنا سنت ہے ویسا ہی عورات کو رسم تعزیت ادا کرنا سنت ہے خواہ عورت جوان ہو یا سن رسیدہ استحباب تعزیت سے مستثنےٰ نہیں اسی طرح خواہ صاحب میت

مرد ہو یا عورت۔ جوان عورت ہو یا کبیرسن، اس حکم میں مساوی ہیں۔ رسم تعزیت ہر صاحب میت کی ادا کرنا مستحب ہے بشرطیکہ در صورتیکہ جوان عورت صاحب میت ہو۔ تعزیت ادا کرنیوالے ایسے کلمات زبان پر جاری نہ کریں کہ موجب فتنہ و فساد ہوں اور اگر کافر ذمی صاحب میت ہو تو بھی رسم تعزیت ادا کرنے میں مضائقہ نہیں بشرطیکہ تعزیت ادا کرنیوالے بغیر تقیہ یا دیگر مصالح زیادتی اجر کی دعا صاحب میت کے حق میں نہ کریں ۔

مسئلہ نمبر ۳۔ ہر شخص کیلئے سُنّت ہے کہ ہر اُس شخص پر کہ جو آثار موت اپنے میں دیکھے یہ وصیت کرنا مستحب ہے کہ اتنا مال میرے ماتم داروں کے خورد و نوش میں صرف کیا جائے

فصل مکروہاتِ دفن کے بیان میں

اور یہ بھی چند امور ہیں اوّل دو میت کو حالتِ اختیار میں بنابر اقوی ایک قبر میں دفن کرنا جائز ہے اگرچہ مکروہ ہے۔ خواہ ہر دو میت محرم ہوں یا نامحرم اور در صورت ضرورت درمیان میں دونوں کی فاصلہ کر دینا اور کوئی حائل درمیان میں قرار دیدینا بہتر ہے چونکہ بعض علما اسکی حرمت کے قائل ہوئے ہیں اور بعض کا خیال ہے کہ مرد اجنبی نامحرم اور عورت اجنبیہ کو ایک قبر میں دفن کرنا حرام ہے اس بنا پر اسکو احتیاطاً ترک کر دینا چاہیے۔ اسی طرح دو میت عورت کا ایک تابوت میں رکھنا بھی مکروہ ہے اور احتیاطاً اسکو بھی ترک کر دینا چاہیے دوم۔ زمین میں قبر کے اندر اینٹ یا پتھر یا تختہ یا کسی اور چیز کا فرش کرنا مکروہ ہے۔ ہاں اگر قبر کی زمین تر ہو تو اینٹ وغیرہ سے فرش کرنا حرج نہیں رکھتا۔ اسی طرح قبر کے اوپر کی سطح پر اینٹ وغیرہ سے فرش کرنا مضائقہ نہیں رکھتا۔ اسی طرح پشتِ قبر پر یعنی قبر بند کرنے کے بعد قبر پر بوریے کا یا مخملی فرش کرنا کوئی معیوب نہیں اگرچہ بعض علما اسکو بھی مکروہ جانتے ہیں سِلیم ہے بیٹے کی قبر میں باپ کا اُترنا مکروہ ہے کیونکہ زمامِ صبر کے ہاتھ سے چھوٹ جانے کا اندیشہ ہے بہت ممکن ہے کہ باپ اس وقت بے صبر ہو جائے جسکی وجہ سے اُسکا اجر فوت ہو جائے اس لئے باپ کو روکا گیا ہے کہ اپنے ہاتھ سے پسر کو دفن نہ کرے بلکہ یہی اندیشہ اور اقارب کیلئے بھی اگر ہو تو دیگر اقارب کیلئے بھی قبر میں اُترنا مثلاً بھائی کو بھائی یا فرزند کو پدر کی قبر میں اُترنا بغرضِ دفن مکروہ ہوگا بلکہ بعض فقہانے اسی خیال سے مطلقاً اقارب کیلئے قبر میں اُترنا مکروہ قرار دیدیا ہے البتہ شوہر زوجہ کو قبر میں

اُتار سکتا ہے۔ محرم عورت کی قبر میں اُتر سکتا ہے مکروہ نہیں چوتھے اقربائے میت کا قبر میں مٹی ڈالنا کیونکہ یہ فعل موجب قساوت قلب ہے پانچویں دوسری مٹی سوائے اُس قبر کی مٹی کے اُس قبر میں ڈالنا اسی طرح گلکاری کرنا کسی اور مٹی سے مکروہ ہی کیونکہ حدیث میں ہے کہ یہ میت پر گران و سنگین ہے چھٹے قبر کی گلکاری یا گچ کاری کرنا بلا ضرورت جبکہ کسی اور ذریعہ سے قبر کا مضبوط اور مستحکم کرنا ممکن ہو۔ مکروہ ہے۔ قبر کے اندرونی حصہ میں تو اسکی کراہت یقینی اور اجماعی ہی البتہ قبر بند کرنے کے بعد اسکے اوپر ظاہر قبر پر گلکاری کرنا یا اسکو پختہ بنانا اختلافی مسئلہ ہے بعض علما فرماتے ہیں کہ سوائے قبور انبیا و ائمہ و شہدا و صلحا کے کسی اور کی قبر کو پختہ کرنا مکروہ ہے خواہ اندر سے ہو یا باہر سے۔ کراہت بہر حال ہے ساتویں قبر کو ٹوٹ جانے اور مٹ جانے کے بعد مرمت کرنا مکروہ ہے مترجم کیونکہ حدیث میں ہے کہ خداوند عالم فرماتا ہے کہ میں دوست رکھتا ہوں قبر شکستہ و کہنہ کو اور دل شکستہ کو۔ یہاں تک کہ فرماتا ہے کہ میں نزدیک رہتا ہوں دل شکستہ و قبر شکستہ کے۔ ہاں قبور انبیا اور ائمہ علیہ السلام اور صلحا اور علما کے کہ تعمیر و مرمت ان کی مستحب ہے آٹھویں قبر کو ماہی پشت بنانا بلکہ احتیاطاً اسکو ترک کر دینا چاہئے نویں قبر کے اوپر مکان بنانا مثل روضہ و قبہ کے مکروہ ہے مگر قبور انبیا و ائمہ و صلحا پر کہ واسطے حفاظت زائروں کے سردی گرمی سے اور واسطے قرآن پڑھنے کے قبر پر یا اُس کے علاوہ کوئی اور غرض صحیح تعمیر عمارت میں ہو تو حضرات معصومین کی قبور پر عمارت بنانا مضائقہ نہیں رکھتا مترجم حدیث میں ہے کہ جو شخص قبور ائمہ کو تعمیر و مرمت اور درست کرے تو بمنزلہ اُس شخص کے ہے جس نے سلیمان بن داؤد علیہما السلام کی اعانت کی بیت المقدس کے بنانے میں۔ البتہ مکان کے اندر چھت کے نیچے میت کا دفن قباحت نہیں رکھتا۔ بظاہر یہ فعل کراہت سے خالی ہے دسویں مقبرہ کو مسجد قرار دیدینا یعنی قبر پر نماز پڑھنا مکروہ ہے اس کراہت سے بھی کہ قبور معصومین مستثنےٰ ہیں لہٰذا انحضرات کی قبور پر نماز پڑھنا مکروہ نہ ہوگا گیارھویں قبر پر ٹھہرنا اور اُس پر توقف کرنا۔ نزدیک قبور قیام کرنا یہ سب مکروہ ہے البتہ قبور انبیا و ائمہ اس سے مستثنےٰ ہیں بارھویں قبر پر بیٹھنا کیونکہ حدیث میں ہے کہ آگ پر بیٹھنا خوب ہے قبر پر بیٹھنے سے تیرھویں پائخانہ و پیشاب کرنا مقبرہ و قبرستان میں چودھویں قبرستان میں ہنسنا پندرھویں قبر گھر میں بنانا مترجم کیونکہ باعث وحشت ہے اور خوف باشندگان مکان ہے اور نزول رحمت کم ہوگی اس مکان میں

بہ نسبت قبرستان مومنان سولھویں آلودہ کرنا قبر کا نجاست وکثافت سے کیونکہ قبر کا نجس
کرنا باعثِ ہتکِ حرمتِ میت ہے سترھویں قبر پر راہ چلنا بغیر کسی غرض اور ضرورت کے
مثلاً فاتحہ خوانی یا زیارت قبور مومنین کی وجہ سے قبور تک پہنچنا قبور کے اوپر چلنے پر موقوف ہو
تو چلنا کراہت سے خالی ہوگا۔ مترجم حدیث میں ہے کہ جس وقت تو قبرستان میں داخل
ہو تو قبروں کے اوپر راہ چل کہ جو میت مومن ہے وہ قبر پر راہ چلنے سے راحت وآرام پاتی
ہے اور جو منافق ہے دردناک وغمگین ہوتی ہے اٹھارھویں قبور پر تکیہ کرنا۔ انیسویں
میت کو دفعتہ قبر میں داخل کرنا بغیر اس کے کہ جنازہ کو قریب قبر تین مرتبہ رکھیں اور اٹھائیں
فوراً میت کو قبر میں اُتار دینا کراہت رکھتا ہے بیسویں چار کھلی ہوئی انگلیوں سے زائد
قبر کو زمین سے بلند کرنا۔ اکیسویں لے جانا میت کا اس جگہ سے کہ جہاں موت آئی ہے
دوسری جگہ مگر لے جانا مشاہد مشرفہ ومحترمہ کی طرف مثل عرفات سے مکہ کی طرف اور
نجف اشرف وکربلائے معلیٰ وکاظمین ومشہد مقدس امام رضاؑ کے مکروہ نہیں۔ کیونکہ
دفن نجف اشرف میں عذاب قبر اور سوال منکر ونکیر کو روکتا ہے بلکہ اور قبورِ ائمہ کی طرف
بھی انتقال میت کراہت سے خالی ہے بلکہ مستحب ہے۔ اسی طرح علما وصلحا کے
مقابر کی طرف میت کو لیجانا بلکہ ایک مقام مقدس سے دوسرے مقام متبرک میں
لیجانا بھی سنت ہے اور یہ جواز نقل میت بہرحال ہے خواہ قبلِ دفن ہو یا بعدِ دفن بشرطیکہ
بعد دفن نقل میت نبش قبر کو مستلزم نہ ہو جو کہ حرام ہے۔ اسی وجہ سے بعض علما دفن کے
بعد نقل میت کو حرام قرار دیتے ہیں۔ پس اگر حرمت نبش قبور سے بچاؤ ہو سکتا ہو تو بعد دفن
انتقال میت میں کوئی قباحت نہ ہوگی اس کو مثال میں یوں سمجھئے کہ مثلاً درندہ نے میت کو قبر
سے باہر نکالدیا یا کسی ظالم یا دیوانہ یا کسی طفل ناسمجھ نے نبش قبر کردی اور میت کو قبر سے
باہر نکالدیا لہٰذا اس میت کو کسی مقام مقدس کی طرف نقل کرنے میں کوئی مضائقہ نہ ہوگا اور
یہ انتقال میت ہر حالت میں جائز ہے خواہ اس انتقال سے جسد میت میں فساد اور خرابی پیدا
ہو۔ خواہ بدستور رہے کسی قسم کی خرابی میت میں نہ ہو بشرطیکہ اتنا فساد میت میں نہ آگیا ہو
یعنی میت اتنی خراب نہ ہوگئی ہو کہ جس کی بو سے اہل اسلام کو اذیت ہوتی ہو تو انتقال
جائز ہوگا ورنہ نہیں کیونکہ جو متمسک بدامنِ اہلبیتؑ ہوگا وہ فائز المرام ہوگا جو دستِ توسل
اہل بیتؑ کی طرف دراز کریگا وہ دلی مراد پائے گا جو اِن حضراتؑ کی پناہ میں آجائے گا وہ

مہالک سے نجات پائے گا جو ان حضرات کی بارگاہ میں ملتجی ہو گا وہ عقوبات سے امن و امان میں ہو گا جس نے اہل بیت علیہم السلام کی پناہ پکڑی اُس نے خدا کی پناہ پکڑی اور جو ان حضرات سے متوسل ہو گا وہ محروم نہ رہیگا۔ ولی مُراد پائے گا۔

مسئلہ نمبر ۱۔ رونا اور نوحہ اور فریاد کرنا میت پر جائز ہے خواہ باواز بلند ہو خواہ بغیر اُس کے ہو بلکہ اگر آتش حزن وملال کا خاموش ہونا سوزش قلب کا دفعیہ اگر گریہ و بکا پہ موقوف ہو تو رونا انسب و اولیٰ ہو گا۔ رونے کو نہ رونے پر ترجیح ہو گی بشرطیکہ شکوہ و شکایت خدا زبان پر جاری نہ ہو ایسے کلمات زبان سے نہ نکلیں کہ جو منافی رضائے قضائے الٰہی ہوں اور اس رونے کا جواز عام ہے بلا استثنٰے ہے خواہ عزیز قریب کی میت ہو خواہ بیگانہ کی میت ہو بلکہ عام مومن کہ جس سے کسی قسم کی قرابت و رشتہ داری اور تعلق نہ ہو اگر اس کی میت پر بھی رونا سُنت ہے بلکہ بعض احادیث سے پتہ چلتا ہے کہ اگر کسی کا ساتھی سفر میں چھوٹ جائے یا گم ہو جائے۔ اُس پر بھی گریہ کرنا جائز ہے اب رہیں وہ احادیث و اخبار جن سے معلوم ہوتا ہے کہ میت پر رونا میت کو عذاب میں گرفتار کرتا ہے یعنی گریہ باعث عذاب میت ہے سراسر ضعیف ہیں کیونکہ نص قرآنی لَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ اُخْرٰی کے خلاف ہیں بلکہ عدل الٰہی کے منافی ہیں لہٰذا اس قسم کی خبر قابل عمل نہیں اب رہا وہ گریہ و بکا کہ جو جزع و فزع پر مشتمل ہو کہ جس سے بے صبری ٹپکتی ہو وہ بھی حرام نہیں۔ جائز ہی بشرطیکہ یہ رونیوالا راضی برضائے قضائے الٰہی ہو البتہ اس قسم کا گریہ باعث حرمان ہو گا۔ اجر صابرین سے یہ شخص محروم ہو جائے گا اس اجر کا مستحق نہ رہیگا۔ اسی بنا پر یہ گریہ مکروہ قرار دیا گیا ہے ؛

مسئلہ نمبر ۲۔ میت پر رونا نوحہ کرنا نظماً ہو یا نثراً دونوں طرح سے جایز ہے بشرطیکہ وہ نوحہ کذب یعنی ایسے کلمات پر مشتمل نہ ہو کہ جو خلافِ واقعہ ہوں مثلاً میت جاہل تھی نوحہ میں اسکو عالم نظم کر دیا بخیل تھی اُ کو سخی تحریر کر دیا۔ یا سخاوت میں حد سے زیادہ بڑھا دیا جو صفات اُس میں نہ تھیں وہ بھی نوحہ میں نظم کر دیں ایسا اگر نہ ہو تو نوحہ میں کوئی مضائقہ نہ ہو گا یا یہ کہ نوحہ میں نارضی کا اظہار ہو قضائے الٰہی سے تو ایسا نوحہ ناجائز ہو گا البتہ شب میں نوحہ کرنا مکروہ ہے اور باُجرت بھی نوحہ کرنا جائز ہے اس پر اُجرت لینا بھی کوئی مضائقہ نہیں رکھتا بشرطیکہ نوحہ باطل پر مشتمل اور خلاف واقع نہ ہو تو اس کے عوض میں اُجرت لینا مباح ہو گا ورنہ نہیں البتہ بہتری

اسی میں ہے کہ پہلے اس پر اجرت طے نہ کی جائے بلا شرط اجرت نوحہ کیا جائے اگرچہ بعد کو بخشش دے مباح ہے ؛

مسئلہ نمبر ۳ - کپڑے پھاڑنا۔ منہ پر طمانچہ مارنا۔ بال نوچنا بلکہ حد اعتدال سے زیادہ چلانا چیخنا باواز بلند رونا کسی عزیز قریب کی موت و مصیبت میں یہ سب ناجائز ہے اور آخر الذکر (حد اعتدال) سے احتیاطاً پرہیز کرنا مناسب ہے البتہ میت پدر و برادر و ان کی مصیبت اس حکم مذکور سے مستثنےٰ ہے لہٰذا فرزند میت پدر پر بھائی بھائی کی نعش پر جو حال بھی اپنا بنائے کپڑے پھاڑے پیٹ پر پسلی مارے۔ بہن بھائی کے جنازہ پر سر کے بال کھولے اس مصیبت میں سر کے بال نوچے جائز ہیں لیکن احتیاط اسکے خلاف ہے لہٰذا احتیاط پدر و برادر کی میت و مصیبت میں بھی امور مذکورہ بالا سے پرہیز کرنا چاہئے

مسئلہ نمبر ۴ - اگر کوئی عورت اپنے شوہر کی میت پر سر کے بال کاٹے تو اُس پر کفارہ واجب ہو جائیگا۔ ماہ صیام میں روزہ افطار کرنے کا جو کفارہ ہوتا ہے وہ کفارہ اُس عورت کو دینا ہوگا اور اگر بال نوچے یا اکھاڑے یا اس مصیبت میں اپنے چہرہ پر خراش کرے تو کفارہ یمین (دس مساکین کو کھانا کھلانا یا اُن کو لباس پہنانا یا ایک غلام آزاد کرنا) اس پر واجب ہوگا

مسئلہ نمبر ۵ - اگر کوئی شخص اپنی زوجہ کی موت یا مرگ فرزند میں کپڑے پھاڑے تو کفارہ یمین اسکو ادا کرنا لازم ہوگا ؛

مسئلہ نمبر ۶ - کسی مومن کی قبر کا بعد دفن کھودنا حرام ہے خواہ وہ مومن نابالغ ہو خواہ مجنون اور دیوانہ ہو۔ کوئی میت مومن اس حکم سے مستثنےٰ نہیں البتہ اگر تمام جسد میت کا کہنہ ہونا مٹنا اور مٹی ہونا معلوم ہو جائے تو قبر کے کھودنے میں حرمت عائد نہ ہوگی لہٰذا ظن یعنی گمان اس کے متعلق کافی نہ ہوگا۔ حرمت سے بچا نہ سکیگا اور اگر محض اُستخوان میت باقی ہوں پس اگر سخت ہیں تو ایسی قبر کا کھودنا اور اُسکا جواز اشکال سے خالی نہیں اور اگر محض صورتِ استخوان باقی ہے یعنی اس قدر بوسیدہ ہڈیاں ہیں کہ ذرا سی حرکت میں خاک اور مٹی ہو جائیں تو بظاہر نبش جائز ہے۔ اب رہیں قبور انبیا و دیگر معصومین اور ان حضرات کی اولاد کے مقابر پس اُنکی قبور کا کسی حالت کسی وقت میں بھی نبش جائز نہیں حرام ہے خواہ اجسام طاہرہ اُن کے باقی ہوں یا بالکل مٹی ہو جائیں۔ خواہ دفن ہوئے سینکڑوں ہزاروں برس گذر جائیں تب بھی اُنکی قبور کا اکھاڑنا حرام ہوگا خواہ انکی قبور مزار اور روضات کی صورتیں ہوں یا معمولی حالت میں بہرحال اُن کی قبور کا نبش کسی حالت اور کسی صورت میں بھی جائز نہیں ہے اور اسی حکم میں علما و صلحا اور شہدا کے مقابر بھی داخل ہیں اب رہی یہ بات کہ نبش کس کو

کہتے ہیں اور نبش کا صدق کس حد تک کھودنے پر ہے اسکے متعلق بس اتنا سمجھنا کافی ہوگا کہ تا وقتیکہ جسد میت ظاہر نہ ہوا اسوقت تک نبش جو کہ حرام ہے شرعاً نہیں کہا جائیگا۔ پس اگر تھوڑی مٹی قبر کی ہٹائی جائے اور اتنی قدرے قلیل قبر کھودی جائے کہ جسد میت ظاہر نہ ہو تو اس کھودنے پر نبش محرم کا اطلاق نہ ہوگا لہذا یہ فعل جائز ہوگا اگرچہ بہتر معیار نبش عُرف ہے اور ہتک حرمتِ میت ہے یعنی عرفاً اگر نبش کہا جائے گا اور ہتک حرمتِ میت کو یہ ذریعہ ہو کھودنا مُستلزم ہوگا تو شرعاً بھی اس کھودنے میں قباحت آجائے گی لہذا اس بنا پر ذرا ذرا سی مٹی بھی نہ ہٹانی چاہیئے اسی طرح صدق نبش سے مُستثنےٰ ہے سرداب کہ جس میں ایک میت کے بعد دوسری میت دروازہ سرداب کھول کر رکھی جاتی ہے اس پر نبش صادق نہیں آتا بالخصوص جبکہ ایک میت کے رکھنے میں دوسری میت کا جسم ظاہر نہ ہوتا ہو تو سرداب میں میت رکھنے پر نبش صادق نہ آئے گا اسیطرح اگر زمین میں دفن میت کسی وجہ سے ممکن نہ ہو یا باوجود امکان پھر دفن نہ کیا جائے یا ورثاء میت یا خود میت عدم دفن کے جواز کی قائل ہو اس بنا پر اسکو زمین پر رکھکر اس کے اوپر عمارت بنادی گئی ہو۔ تو اُس مکان سے اس میت کا نکالنا نبش نہیں کہلائیگا لہذا اس نکالنے میں حرمت نہ آئے گی اسی طرح جبکہ کسی صندوق کے اندر خواہ وہ صندوق چوبی ہو یا آہنی یا پتھر کا ہو میت کو رکھکر سپرد زمین کر دیا جائے تو اس صندوق کے نکالنے میں نبش کا اطلاق نہ ہوگا۔

مسئلہ نمبر ۱۔ حرمتِ نبش سے چند مقامات مستثنےٰ ہیں اوّل جبکہ میت زبردستی یا بوجہ جہالت اور لاعلمی یا بوجہ سہو و فراموشی زمین غصبی میں دفن ہو جائے اور اسکا مالک دفن پر بعد دفن بھی رضامند نہ ہو تو اس حال میں نبش جائز اور اس جگہ سے میت کا نکالنا واجب ہوگا۔ اسی طرح اگر میت کا کفن غصبی ہو یا اُس کے ہمراہ کوئی مال غصبی دفن ہو گیا ہو یا میت کا وہ مال کہ جو اُس کے ورثا کی طرف منتقل ہوتا ہے بعد موت وہ اس کے ہمراہ مدفون ہو گیا ہو تو نبش جائز اُس مال کے نکالنے کی غرض سے قبر کا کھودنا مباح ہوگا البتہ اگر میت نے وصیت کی تھی کہ میرے ہمراہ دُعا یا کلام اللہ یا انگشتری جو میرے ہاتھ میں ہے دفن کر دینا تو اب اُن کے لینے کی غرض سے نبش قبر جائز نہ ہوگا بلکہ اگر کسی وجہ سے میت قبر سے باہر ہو جائے تو بھی بعد وصیت مذکورہ اِن اشیاء مذکورہ کا لینا اور میت کے ہاتھ سے انگشتری کا اُتارنا جائز نہ ہوگا۔ اسی طرح وصیت کو ترک کرنا اور اس پر عملؔ نہ کرنا بھی جائز نہ ہوگا۔ دوسرے جبکہ میت بغیر غسل یا کفن کے

لہ جبکہ وصیت ثلث ترکہ سے زائد نہ ہو (ابوالحسن مدظلہ)

دفن ہو جائے یا بعد دفن غسل میت کا بطلان معلوم ہو جائے یا اُس کے کفن کا خلاف شرع (مثلاً حریر محض یا جلد غیر ماکول کے) ہونا ظاہر ہو یا بوجہ جہالت یا فراموشی بغیر استقبال قبلہ میت کو قبر میں لٹا یا گیا ہو۔ اِن سب صورتوں میں نبش قبر جائز ہے اور تدارک امور مذکورہ کا واجب و لازم ہے بشرطیکہ یہ اخراج موجب ہتک حرمت میت نہ ہو۔ نبش میں ہتک حرمت اُسکی مظنون نہ ہو اور اگر بوجہ فقدان آب میت کو بدلہ غسل تیمم کرا کر مدفون کیا ہو اور بعد دفن پانی مل جائے یا بوجہ عذر شرعی و دشواری حریر محض میں کفنا کر میت کو دفن کر دیا ہو تو اِن ہر دو صورتوں میں جواز نبش اشکال سے خالی نہ ہوگا اور اگر بدون نماز میت دفن ہوئی ہو یا نماز کا باطل ہونا بعد دفن ظاہر ہو تو دوبارہ نماز پڑھنے کی غرض سے نبش قبر جائز نہ ہوگا بلکہ لازم ہوگا کہ بالائے قبر نماز میت پڑھی جائے۔ تیسرے جبکہ کسی حق کا ثبوت یا اثبات جسم میت کے دیکھنے پر موقوف ہو تو نبش قبر جائز ہے چوتھے میت کے اجزا اور اعضا جدا شدہ کو ہمراہ میت دفن کرنے کی غرض سے نبش قبر جائز ہے لیکن بہتر یہ ہے[1] کہ اس ترکیب سے قبر کھودیں کہ جسد میت ظاہر نہ ہو اور اعضائے مذکورہ بالا اُس کے ہمراہ دفن ہو جائیں پانچویں جبکہ میت غیر مناسب مقبرہ میں دفن ہو گئی ہو مثلاً[2] کفار کے مقبرہ میں یا اُس کے ہمراہ کوئی کافر دفن ہو گیا ہو یا مزبلہ یا چو بچہ میں یا ازیں قبیل کسی ایسے مقام و محل میں دفن کر دی گئی ہو کہ موجب ہتک حرمت اُس کی ہوتا ہو تو قبر کا اکھاڑنا جائز اور وہاں سے میت کا نکالنا لازم ہوگا چھٹے نعش کے مشاہد مشرفہ اور مقامات مقدسہ کی طرف نقل کرنے کی غرض سے نبش قبر بنا بر اقوی جائز ہے اگرچہ میت نے اس کے متعلق کوئی وصیت نہ کی ہو تو بھی انتقال نعش جائز اور اس غرض سے نبش قبر مباح ہوگا لیکن وصیت نہ کرنے کی حالت میں احوط[3] ترک انتقال ہے ساتویں جبکہ کسی تابوت یعنی صندوق میں رکھکر زمین میں دفن کر دیا ہو تو زمین کھود کر صندوق نکالنا نبش نہیں کہلائے گا کیونکہ محض صندوق نکالنے سے جسم میت ظاہر نہ ہوگا لہذا صندوق کا نکالنا جائز ہوگا اور صندوق میں رکھکر دفن کرنا اُسی وقت خالی اشکال سے ہو سکتا ہے جبکہ بارادہ نقل بمشاہد مشرفہ ایسا کیا ہو۔ لہذا بہتر یہی ہے کہ جبکہ کربلائے معلی مثلاً میت کا لیجانا مقصود ہو تب صندوق میں رکھکر مدفون کیا جائے ورنہ نہیں آٹھویں درصورتیکہ میت بدون اذن[4] ولی دفن

---

[1] بلکہ اوط ہے (ابوالحسن مدظلہ)

[2] یہ احتیاط ترک نہ ہونی چاہئے بالخصوص جبکہ اس میں ہتک حرمت یعنی ظہور عیب و بدہیئتی اور گندگی ہو (ابوالحسن مدظلہ)

[3] اس میں اور اسکے بعد آنیوالے مسئلہ میں اشکال ہے ہر دو صورتیں اقوی عدم جواز نبش ہے (ابوالحسن مدظلہ)

ہو جائے نبش قبر جائز ہوگا نویں درصورتیکہ میت نے وصیت کی ہو کہ فلاں جگہ دفن کرنا پس اگر اس کے خلاف عمل ہوگا خواہ جان کر یا بوجہ جہالت اور لاعلمی کے خلاف وصیت مدفون ہوگئی ہو یا بوقتِ دفن وصیت فراموش ہوگئی ہو اس وجہ سے کسی دوسرے مقام پر دفن کر دیا ہو۔ تو نبش قبر جائز۔ میت کے نکالنے کی غرض سے قبر کا کھودنا مباح ہوگا دسویں جبکہ کوئی ضرورت نبش قبر کو مقتضی ہو یا کوئی اور وجہ ایسی پیدا ہو جائے کہ جو حرمتِ نبش سے اہم اور بڑھکر ہو تو جوازِ نبش کو حرمتِ نبش پر ترجیح ہو جائے گی لہذا نبش قبر مباح ہو جائے گا گیارھویں درصورتیکہ میت ایسے مقام میں دفن ہو جائے کہ جہاں درندہ کا خوف دشمن کا اندیشہ کہ میت کو نکالکر لے جائیگا یا سیلاب کا کھٹکا ہو تو وہاں سے بغرض نکالنے میت کے نبش قبر جائز ہوگا۔

بارھویں جبکہ میت نے نبش قبر کی وصیت کی ہو کہ بعد اتنی مدت کے مثلاً میری میت کو مثلاً کربلائے معلیٰ پہنچا دینا تو اس وصیت پر عمل کرنے کی غرض سے نبش قبر جائز ہوگا بلکہ ہر وہ مقام کہ جہاں ہتکِ حرمتِ میت نبش میں نہ ہوتی ہو اور خلقِ خدا کو اس سے اذیت نہ ہوتی ہو اور نبش میں کسی وجہ سے رجحانِ شرعی ہو تو بہت ممکن ہے کہ ایسے مقام پر نبش قبر جائز و مباح ہو جائے کیونکہ سوائے اجماع اصحاب کوئی دلیل واضح حرمتِ نبش پر نہیں ہے اور اجماع دلیل عقلی ہے جس سے موارد مذکورہ بالا کا خروج یقینی اور قطعی ہے لہذا ہر محل و مقام پر حرمت نبش عائد نہ ہوگی تاہم یہ مسئلہ اشکال سے خالی نہیں۔

مسئلہ نمبر ۸۔ جبکہ میت کا بوسیدہ اور خاک ہو جانا کسی وجہ سے معلوم ہو جائے تو آثار قبر کا مٹانا بھی جائز ہو جائیگا بالخصوص جبکہ مقبرہ اہل اسلام کیلئے وقف ہو اور جگہ تنگ ہو اور مسلمین کو ضرورت ہو دفن اموات کی یا وہ زمین اگرچہ وقف نہیں ہے لیکن دفن اموات کے لئے مباح کر دی گئی ہو تو درصورت احتیاج مسلمین آثار قبور کا مٹانا جائز و مباح ہوگا تاکہ اور میتیں دفن ہو سکیں لیکن بدون حاجت مسلمین قبور کے آثار کا مٹانا خلاف احتیاط ہوگا بالخصوص جبکہ اراضی قبرستان وقف نہ ہو بلکہ مباح ہو تو تاوقتیکہ ضرورت نہ ہو خراب کرنا آثار قبور کا احتیاط کے خلاف ہوگا۔

مسئلہ نمبر ۹۔ جبکہ کسی قبر کے متعلق یہ معلوم نہ ہو کہ اس کی میت مسلم ہے یا کافر ہے تو ایسی قبر

لہ یہ قاعدہ کلیہ اشکال سے خالی نہیں بنا بریں موارد مذکورہ بالا کے علاوہ میں احتیاط ترک نہ ہونی چاہئے (ابوالحسن مدظلہ)

کا نبش نہ کرنا احوط ہے۔ ہاں اگر میت کا بوسیدہ اور خاک ہونا معلوم ہو جائے یا یہ قبر مقبرہ کفار میں ہو تو اس کی نبش میں کوئی مضائقہ نہ ہوگا۔

مسئلہ نمبر ۱۰ جبکہ ملک غیر میں بدونِ اذنِ غیر (مالک) میت دفن ہو جائے تو مالک پر بقاءِ قبر پر رضامند ہونا واجب نہیں بلکہ جائز ہے کہ باوجود عوض و معاوضہ دینے کے پھر بھی بقاءِ میت کی اجازت نہ دے۔ اگرچہ بوجہ جہل و فراموشی میت مدفون ہوئی ہو تو بھی مالک زمین کو جائز ہے کہ ورثاء میت سے مطالبہ کرے اور انکو نبشِ قبر پر مجبور کرے یا خود نبش قبر کرے اسی طرح جبکہ مال غیر میت کے ہمراہ دفن کر دیا گیا ہو تو غیر کیلئے ورثاء میت سے مطالبہ نبش کرنا یا خود نبش کرنا جائز ہے اگرچہ اس موقعہ پر بہتر بلکہ احوط[1] یہی ہے کہ اگر ورثاء میت اسکا معاوضہ دیں تو اُس شخص کو قبول کر لینا چاہیے اور ارادۂ نبش سے باز رہنا چاہیے یا اُس مال سے دست بردار ہو جائے اُس کا دعویدار نہ ہو۔

مسئلہ نمبر ۱۱۔ اگر کسی میت کو زمین غیر میں باذنِ مالک (خواہ بعوضِ معاوضہ اجازت دی ہو یا بدون معاوضہ) زمین میں دفن کریں تو بعد دفن اس مالک کو اجازت سے پھرنا جائز نہیں کیونکہ یہ خود باعثِ دفن ہوا ہے اس کا اجازت دینا گویا دفن پر اقدام کرنا ہے پس یہ صورت حرمتِ نبش سے مستثنیٰ نہ ہوگی البتہ اگر کوئی شخص اپنے مکان میں نماز پڑھنے کی اجازت دے تو دورانِ نماز میں اسکو اجازت سے پھرنا جائز ہے یہ کہہ سکتا ہے کہ میں اب اجازت نہیں دیتا۔ بنابریں اگر وقت نماز میں گنجایش ہے تو مصلی پر نماز کا توڑنا واجب ہوگا کیونکہ حرمت قطع صلوۃ مختص ہے نماز پڑھنے والے سے اور حرمتِ نبش کسی شخص خاص کے ساتھ مخصوص نہیں بلکہ ہر شخص ہر کس و ناکس پر نبشِ قبور حرام ہے اور شخص کا اطلاق مالک مذکور پر بھی ہے لہذا اس پر اجازت سے انحراف جائز نہ ہوگا البتہ میت کے قبر میں اتارنے کے بعد اور قبر کے بند ہونے سے پہلے یعنی مٹی دینے سے قبل اُسکے لئے انحراف کرنا اجازت سے جائز ہے بشرطیکہ اجازت عقد لازمی میں داخل نہ ہو اذن کا شمار عقد لازمی میں نہ ہو۔ ورنہ انحراف اذن سے مطلقاً جائز نہ ہوگا خواہ مٹی دینے کے قبل ہو یا بعد۔ اجازت سے پھرنے کا اُسکو حق حاصل نہ ہوگا۔

مسئلہ نمبر ۱۲۔ اگر باجازت مالک زمین میت دفن ہو کر پھر کسی وجہ سے (خواہ کسی کے نبش کرنے

---

۱ اس احتیاط کا ترک کرنا مناسب نہیں (ابوالحسن مدظلہ)

کے سبب یا درندہ کے نکالنے کی وجہ سے یا سیلاب کے باعث) قبر سے باہر ہو جائے تو دوبارہ مالک کو اسی جگہ دفن کی اجازت دینا واجب نہیں بلکہ اذن سابق سے عدول اس کے لئے جائز ہے بشرطیکہ اذن عقد لازمی میں داخل نہ ہو ورنہ اب بھی اجازت سے انحراف جائز نہ ہوگا۔

مسئلہ نمبر ۱۳۔ اگر زمین مباح میں میت دفن ہو اور اسباب مذکورہ بالا میں سے کسی سبب سے میت قبر سے باہر ہو جائے تو یہ واجب لازم نہیں کہ پھر اسی زمین یا قبر میں اسکو دفن کیا جائے بلکہ جائز ہے کہ کسی دوسری جگہ دفن کیا جائے اور اس دفن ثانی میں اجازت ولی میت حاصل کرنا احوط ہے البتہ اگر محض ہڈیاں میت کی رہ گئی ہیں اور سب خاک ہو گیا ہے تو دوبارہ دفن کرنے میں اجازت ولی ضروری نہ ہوگی اگرچہ اب بھی حتی الامکان اجازت حاصل کر لینا موافق احتیاط ہی

مسئلہ نمبر ۱۴۔ اعزا و اقارب ونیز اولاد سے اُن کے والدین کی موت کو مخفی رکھنا اور اس سے آگاہ نہ کرنا مکروہ ہے ہاں اگر اخفا میں کوئی مصلحت راجح ہو تو مخفی رکھنے میں کوئی مضائقہ نہ ہوگا

مسئلہ نمبر ۱۵۔ جن مقامات میں کہ دفن میت سُنت ہے اور اُن کی طرف انتقال میت جائز ہے وہ حرم خدا ہے اور مکہ معظمہ تمام حرموں سے اشرف وافضل ہے اور بعض اخبار میں وارد ہوا ہے کہ حرم میں دفن میت کرنا فزع اکبر سے مُردہ کو امن وامان میں دینا ہے اور بعض احادیث میں ہے کہ عرفات سے مکہ معظمہ کی طرف انتقال میت سُنت ہے۔

مسئلہ نمبر ۱۶۔ ہر مومن کیلئے سزاوار ہے کہ اپنی زندگی (خواہ تندرستی وصحت کا عالم ہو خواہ مرض اور بیماری کی حالت) میں اپنی قبر تیار کرائے ونیز مناسب ہے کہ اس قبر میں بیٹھکر تلاوت قرآنمجید کرے

مسئلہ نمبر ۱۷۔ مومنین کے دفن کیلئے زمین مباح کر دینا اور اپنی اراضی اسی کام کیلئے چھوڑ دینا سنت ہے ونیز میت مومن کو کفن دینا مستحب ہے اگرچہ وہ مالدار ہی کیوں نہ ہو۔ تب بھی کفن دینا مستحب ہے کیونکہ حدیث میں آیا ہے کہ جو کسی مومن کو کفن دے مثل اس شخص کے ہے کہ جو کسی کے لباس کا قیامت تک کیلئے ذمہ دار ہوا ہو۔

مسئلہ نمبر ۱۸۔ میت مومن کیلئے قبر کھودنا سُنت ہے کیونکہ حدیث میں آیا ہے کہ کسی مومن کیلئے خود قبر کھودنا گویا اس شخص کو خاص اپنے گھر میں جائے مناسب میں قیامت تک کیلئے جگہ دینا ہی۔

مسئلہ نمبر ۱۹۔ مومن کیلئے میت مومن کو خود غسل دینا سُنت ہے۔ حدیث میں ہی کہ کلیم اللہ نے بارگاہِ الٰہی میں مناجات کی کہ خداوندا میت کو غسل دینے کا کیا ثواب ہے۔ درگاہِ رب العزۃ سے جواب ملا کہ میں اُسکو گناہوں سے ایسا پاک وصاف کر دونگا گویا آج وہ بطن مادر سے پیدا ہوا ہے

مسئلہ نمبر ۲۰۔ اپنے لئے کفن بحالتِ حیات مہیا کرنا اور اپنے گھر میں تیار رکھنا اور سونا نہ مگر یہ کہ
اس پر نظر ڈالنا سنت ہے حدیث ختمی مرتبت ہے کہ کفن اپنے پاس رکھنے والا شخص اجر و ثواب
ہے و نیز حدیث میں ہے کہ ہر وقت کفن کو پیش نظر رکھنے والا شخص غافلین میں محسوب ہوگا
جب کفن کو دیکھے گا جزا کا مستحق ہوگا۔

فصل غسل ہائے سنتی کے بیان میں

سنتی غسل بکثرت ہیں بعض علما نے سینتالیس اور بعض نے پچاس اور بعض نے ساٹھ اور بعض
نے ستائیس اور بعض نے سو تک تعداد غسل سنتی کی بیان فرمائی ہے۔ یہ غسل تین طرح کا ہوتا ہے
زمانی فعلی مکانی۔ غسل فعلی یا تو ایسے کام کے لئے ہوگا کہ جسکو کرنے کا ارادہ ہے یا جس کام کو کر چکا ہو
اسکے لئے ہوگا۔ غسل مکانی بھی درحقیقت غسل فعلی ہی ہے کیونکہ یہ غسل یا تو کسی مکان میں داخل ہونے
کے لئے سنت ہوگا یا کسی مکان میں ہونا اس غسل کا باعث ہوگا۔ اب رہا غسل زمانی اسکی تعداد
بہت ہے۔

اول غسل جمعہ۔ اس کو ترجیح دیگر اغسال مسنونہ پر ضروریات شرع میں سے ہے۔
اس کے استحباب کی تاکید شرعاً ثابت اور معلوم ہے اس کی ترغیب و تحریص میں اخبار بکثرت
اور احادیث ثبت ہیں اور بعض احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ غسل جمعہ پاک کرتا ہے گناہ سے دوسرے
جمعہ تک اور کفارہ ہے ان گناہوں کا کہ جو واقع ہوتے ہیں ایک جمعہ سے دوسرے جمعہ تک۔ مترجم
بعض احادیث میں وارد ہوا ہے کہ تارک غسل جمعہ مہموم و مغموم رہتا ہے دوسرے جمعہ تک اور بعض
احادیث سے غسل جمعہ کا وجوب مستفاد ہوتا ہے چنانچہ ایک حدیث میں ہے کہ غسل جمعہ ہر مرد و زن
پر واجب ہے خواہ وہ آزاد ہوں یا غلام۔ دوسری حدیث میں معصوم سے غسل جمعہ کے متعلق
سوال کیا گیا فرمایا ہر مذکر و مونث پر واجب ہے خواہ وہ آزاد ہو یا غلام۔ تیسری حدیث میں ارشاد
ہوتا ہے کہ غسل جمعہ کے دن واجب ہے۔ چوتھی خبر میں غسل جمعہ کیوں واجب ہوا۔ فرمایا جناب
اقدس الٰہی نے نماز واجبی کی سنتی نماز کے ذریعے تکمیل کی اور وضو نافلہ کو غسل جمعہ سے مکمل فرمایا
اور پانچویں حدیث اس غسل کو وہی ترک کریگا کہ جو فاسق ہوگا۔ چھٹی حدیث میں ہے کہ اگر کوئی غسل
جمعہ کرنا بھول جائے اور بعد نماز جمعہ یاد آئے تو اگر وقت نماز باقی ہے تو بعد غسل اس نماز کو دوبارہ

پڑھے اور اگر وقت نماز گذرنے پر غسل جمعہ کا فوت ہونا یاد آیا تو نماز صحیح ہے اور قبیل اور اخبار بھی ہیں۔ انہی مضامین کی اور احادیث بھی ہیں اسی وجہ سے کہ ایک جماعت علماء اس کے وجوب کی قائل ہوگئی ہے منجملہ ان کے یعقوب کلینی اور صدوق اور شیخ بہائی علیہ الرحمۃ ہیں اگرچہ ان حضرات کی تحریر سے اس کا وجوب ظاہر و باہر ہے لیکن اقوی اسکا مستحب ہونا اور جن اخبار سے وجوب ظاہر ہے ان سے مراد تاکید استحباب ہے کیونکہ ان اخبار میں ایسے قرائن موجود ہیں کہ جو مراد مذکور پر روشنی ڈال رہے ہیں۔ اس بنا پر واجب نہ ہونا اس کا بلا اشکال ہوگا اگرچہ احوط اسکا ترک نہ کرنا ہے۔

مسئلہ نمبر ۱۔ وقت ادا واسطے غسل جمعہ کے از ابتدائے صبح صادق تا زوال شمس بروز جمعہ ہے۔ اس کے بعد آخر روز شنبہ تک قضا کا وقت ہے اور بعد زوال غروب آفتاب تک بروز جمعہ اگر غسل کیا جائے تو بنا بر احتیاط بقصد قربت غسل کرنا چاہیئے نہ کہ ادا کی نیت یا قضا کے قصد سے۔ اسی طرح بروز جمعہ غروب آفتاب تک اس غسل کی اگر نوبت نہ آئے تو بہتری اسی میں ہے کہ شنبہ کے دن بعنوان قضا اسی غسل کو ادا کرنا چاہیئے نہ کہ شب شنبہ میں اور آخر وقت قضا غروب آفتاب بروز شنبہ ہے اور بعض علماء کرام نے یہ احتمال پیدا کیا ہے کہ وقت قضا اس غسل کا موسع (گنجائش والا) ہے آخر ہفتہ تک لیکن ایسا احتمال اشکال سے خالی نہیں۔ ہاں ہفتہ بھر میں کسی دن اگر اس غسل کو کر لیوے بدون قصد ورود محض بامید مطلوب شارع۔ تو مضائقہ نہ ہوگا۔ قضا ادا ہو جائے گی کیونکہ دلیل اس کے محبوب ہونے پر بجز رضوی کے نہیں ہے اور رضوی کا امام رضاؑ سے منقول ہونا قطعی نہیں۔ اس حدیث کا حدیث امام رضاؑ ہونا یقینی نہیں لہذا اس سے استدلال عدم جواز پر مشکل ہے۔

مسئلہ نمبر ۲۔ جبکہ جمعہ کے دن پانی کے کمیاب اور نایاب اور دستیاب نہ ہونیکا اندیشہ ہو تو بہ نیت تقدیم بروز پنجشنبہ بلکہ شب جمعہ[1] میں بھی غسل جمعہ کرنا جائز ہے لیکن شب پنجشنبہ میں اس غسل کا کرنا صورت مذکورہ میں خالی اشکال سے نہیں۔ ہاں اگر قصد تشریع نہ ہو تو کوئی مضائقہ بھی نہ ہوگا اور بعض علمائے کرام نے شروع ہفتہ (مثلاً شنبہ یا یکشنبہ) میں اس کی تقدیم کو جائز قرار دیا ہے۔ بہر حال تقدیم کی صورت میں جب جمعہ کے دن غسل پر قدرت

---

[1] اس میں تامل ہے لہذا بہتری اسی میں ہے کہ شب جمعہ میں غسل مذکور بقصد امید مطلوب شارع کیا جائے (ابوالحسن مدظلہ)

حاصل ہو جائے تو اسکا اعادہ کرنا مستحب ہے اور اس کے ترک میں شنبہ کو اس کی قضا کو ادا کرنا سنت ہے اور اگر غسل جمعہ کے ادا پر قدرت نہ ہو تو اس کی قضا بھی مستحب نہ رہیگی اور شخص غیر قادر پر غسل جمعہ کی تقدیم قضا سے اولی ہے ۔

مسئلہ نمبر ۳۔ سنت ہے کہ بوقت غسل جمعہ یوں کہے اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ وَّاجْعَلْنِيْ مِنَ التَّوَّابِيْنَ وَاجْعَلْنِيْ مِنَ الْمُتَطَهِّرِيْنَ ۔ بقول صادق آل محمدؑ یہ غسل اور دعا اسکو پاک کرتی ہے دوسرے جمعہ تک یعنی اس کے گناہ بخش دئے جاتے ہیں ۔ مترجم

مسئلہ نمبر ۴۔ یہ غسل بلا استثنا سنت ہے اسکا استحباب بلا فرق ہے۔ ہر شخص پر یہ سنت ہے خواہ مرد ہو یا عورت حاضر ہو یا مسافر آزاد ہو یا غلام خواہ نماز جمعہ پڑھی جائے یا ظہر سب اس استحباب میں مساوات رکھتے ہیں بلکہ بنا بر اقوی طفل ممیز تمیز دار بچہ بھی اس استحباب میں شریک ہے اس پر بھی ویسا ہی سنت ہے جیسا کہ بالغ و عاقل پر۔ البتہ درصورتیکہ غسل جمعہ کرنے سے حق آقا فوت ہوتا ہو تو غلام کو بدون اذن آقا غسل کرنا صحیح نہ ہوگا بلکہ اگرچہ غلام کا غسل کرنا منافی حقوق آقا نہ بھی ہو تو بھی بنا بر احتیاط بدون اجازت آقا اس کو غسل کرنا ٹھیک نہیں اور بہ نسبت عورات کے مردوں پر اس غسل کی زیادہ تاکید ہے اور بعض اخبار میں عورات کو اس غسل کے ترک کی اجازت بھی مذکور ہے ۔

مسئلہ نمبر ۵۔ بعض اخبار سے مستفاد ہوتا ہے کہ غسل جمعہ کا ترک کرنا مکروہ ہے بلکہ بعض سے معلوم ہوتا ہے کہ تارک غسل مامور باستغفار ہے یعنی جو اس کو ترک کرے اس کو توبہ و استغفار کرنا چاہئے۔ حضرت امیرؑ جب بعض اشخاص کو ملامت اور سرزنش کرتے تھے تو فرماتے تھے کہ تو عاجز تر ہے اس شخص سے کہ جو غسل جمعہ نہیں کرتا کیونکہ غسل جمعہ کرنے والا ایک جمعہ سے دوسرے جمعہ تک گناہ سے پاک و صاف رہتا ہے ۔

مسئلہ نمبر ۶۔ اگر مثلاً پنجشنبہ کو یہ معلوم ہو جائے کہ بہت ممکن ہے کہ کل غسل جمعہ فوت ہو جائے۔ علاوہ عدم دستیابی آب کسی اور عذر کے پیدا ہو جانے کا اندیشہ ہو مثلاً استعمال آب پر کل قدرت نہ ہوگی بوجہ کسی مرض وغیرہ کے یا باوجود پانی کے موجود ہونے پر بھی پانی تک کل رسائی نہ ہوگی کیونکہ پانی قیمت سے ملتا ہو اور کل تک بقدر قیمت آب مال دنیا کا رہنا

یقینی نہ ہو۔ بہت ممکن ہے کہ کل ہمارے پاس اتنے پیسے نہ ہوں کہ جس سے آب غسل خریدا جائے پس ایسی حالت میں تقدیم غسل جمعہ جائز اور پنجشنبہ کے دن اس غسل کا کرنا مباح ہوگا اگرچہ اس صورت میں بہتری اسی میں ہے کہ بہ نیت ورود از شارع اس غسل کو نہ کیا جائے بلکہ اس قصد سے کیا جائے کہ بہت ممکن ہے کہ یہ تقدیم غسل حسب مطلوب شارع علیہ السلام ہو۔

مسئلہ نمبر ۷۔ پنجشنبہ کو یہ اندیشہ پیدا ہوا کہ جمعہ کے دن پانی غسل جمعہ کے لئے نہ ملیگا اس بنا پر غسل جمعہ شروع کیا۔ ابھی غسل ختم ہونے نہیں پایا تھا کہ معلوم ہوا کہ پانی جمعہ کے دن ملیگا ملسکتا ہے اور جمعہ کے دن غسل بھی ہوسکتا ہے تو اس وقت یہ غسل باطل ہو جائیگا اور اسکا بہ نیت تقدیم غسل جمعہ تمام کرنا جائز نہ ہوگا بلکہ اس کو چاہئے کہ فوراً دوسرے غسل کی نیت کرکے غسل تمام کردے۔ ایسے وقت میں بھی سنت ہے کہ دوسرے غسل کی طرف عدول کرے البتہ اگر شروع ہی سے دو غسل کی نیت کی ایک جمعہ دوسرے اور کوئی تو اب عدول کرنے اور نیت بدلنے کی ضرورت نہیں۔

مسئلہ نمبر ۸۔ جس قدر قریب زوال غسل جمعہ کیا جائے گا اسیقدر بہتر اور افضل ہوگا۔ اگرچہ صبح صادق سے زوال تک کرلینا بھی کفایت کرتا ہے۔

مسئلہ نمبر ۹۔ اوقات قضائے غسل جمعہ کے متعلق بعض علما فرماتے ہیں کہ جس قدر وقت ادائے قضا قریب ہوگا اسی قدر افضلیت اور بہتری ہوگی بنابریں صبح شنبہ غسل جمعہ کی قضا کے لئے افضل ہے اپنے مابعد سے۔ اسی طرح درصورت تقدیم۔ پس عصر پنجشنبہ بہتر ہے صبح پنجشنبہ سے تقدیم غسل جمعہ میں یہ قول خالی از وجہ نہیں اگرچہ دلیل واضح اس پر قائم نہیں ہے[1] اسی طرح اگر قبل زوال بروز جمعہ غسل فوت ہوگیا ہو تو بعد زوال بجالانا بلا اشکال افضل ہے شنبہ کے دن غسل کرنے سے اگرچہ بعد زوال اس کے قضا کے متعلق قائل ہوں چنانچہ اقوی یہی ہے کہ بعد زوال قضا کا وقت ہے تو بھی شنبہ پر روز جمعہ کو افضلیت ہے ادائے قضا میں۔

مسئلہ نمبر ۱۰۔ اگر غسل جمعہ کی نذر کی ہو تو وقت ادا میں اس کا بجالانا واجب و لازم ہو جائیگا اور درصورت ترک عمداً کفارہ خلاف نذر کا دینا واجب ہوگا اور بنا بر احتیاط اس غسل کی قضا کرنی ہوگی۔ شنبہ کے دن اسی طرح احتیاطاً اس کی قضا کرنا ہے اگر بوجہ فراموشی یا بوجہ قادر

---

[1] اس میں تأمل ہے (ابوالحسن مدظلہ)

نہ ہونے کی پانی پر وقت معین و مقرر میں غسل جمعہ ترک ہو جائے لیکن اس صورت میں کفارہ خلاف نذر واجب ہوگا۔

مسئلہ نمبر ۱۱۔ اگر کوئی شخص بخیال پنجشنبہ کے بقصد تقدیم یا بخیال شنبہ بقصد قضا غسل کرے اس کے بعد معلوم ہو کہ آج روز جمعہ ہے تو اس غسل کی صحت اور کفایت بعید نہ ہوگی۔ جبکہ امر واقعی کا قصد ہو اور تطبیق میں اشتباہ ہو جائے اسی طرح جبکہ کوئی شخص بخیال روز جمعہ کے روز غسل کرے اور بعد کو معلوم ہو کہ آج پنجشنبہ ہے اور اسکے بعد یعنی کل کے متعلق پانی نہ ملنے کا اندیشہ ہو۔ یا بعد غسل معلوم ہوا کہ آج شنبہ ہے تو یہ غسل صحیح ہے اور غسل جمعہ کے لئے کفایت کریگا لیکن در صورت اشتباہ روز جمعہ میں قصد کسی اور غسل کا کرے یا غیر جمعہ میں شتباہاً قصد غسل جمعہ کر لیوے اور بعد غسل معلوم ہو کہ یہ شخص مکلف کسی دوسرے غسل کا تھا تو اس غسل کی صحت خالی اشکال سے نہیں۔ ہاں اگر قصد غسل میں امر فعلی واقعی کے بجا لانے کا ہو اور مطابقت میں اشتباہ ہو گیا ہو تو صحت غسل میں مضائقہ نہ ہوگا۔

مسئلہ نمبر ۱۲۔ غسل جمعہ حدث اصغر (نواقض وضو) اور حدث اکبر (موجبات غسل) سے باطل نہیں ہوتا کیونکہ مقصود شارع غسل کا کرنا ہے جمعہ کے دن اور جب یہ غسل ہو چکا بس ہو چکا لہذا نواقض وضو یا غسل اسکو توڑیں گے نہیں اگرچہ دوران غسل میں انکا صدور ہو جائے تو بھی غسل صحیح رہیگا۔

مسئلہ نمبر ۱۳۔ زن حائض اور جنب بھی اگر اس غسل کو بجا لائیں تو بنا بر اقوی اسکی صحت میں کوئی کلام نہ ہوگا بلکہ غسل جمعہ کا غسل جنابت کیلئے بھی کافی ہونا بعید نہیں[1]۔ یعنی اگر جنب غسل جمعہ کر لیوے تو پھر غسل جنابت کی حاجت نہ رہیگی۔ بلکہ زن حائض بعد ختم ایام حیض و بند ہونے خون کے اگر بجائے غسل حیض کے غسل جمعہ کر لیوے تو یہ غسل کافی ہوگا۔ غسل حیض کرنا واجب نہ ہوگا۔

مسئلہ نمبر ۱۴۔ در صورت مفقود ہونے پانی کے یا اس کے استعمال پر قادر نہ ہونے کے اگر بدل غسل جمعہ تیمم کر لیا جائے تو تیمم صحیح ہوگا اور غسل جمعہ کیلئے کافی ہو جائے گا۔ ہاں اگر قبل خروج وقت غسل پانی پر مثلاً قدرت حاصل ہو جائیگی تو بنا بر احتیاط استحباب[2] غسل بھی حاصل کرنے کے لئے غسل جمعہ کرنا اچھا ہے۔

دوم۔ اغسال زمانیہ میں سے ماہ مبارک کی طاق (جو برابر تقسیم نہ ہو) راتوں کا غسل ہے

---

[1] اس میں اشکال ہے (ابو الحسن مدظلہ)

[2] اسمیں اشکال ہے لہذا اسکا بجا لانا بامید مطلوبیت شرع موافق احتیاط ہے (ابو الحسن مدظلہ)

اور ماہ مذکور کے عشرہ اخیرہ کی راتوں کے اغسال ہیں اور تیئیسویں شب ماہ صیام میں دو غسل سنت ہیں ایک اول شب میں اور دوسرا آخر حصہ میں اسی رات کے اور اس مہینہ کی پہلی تاریخ میں بھی غسل مستحب ہے۔ ان سب غسلوں کی شمار بائیس تک پہنچتی ہے۔ گویا بائیس غسل ماہ صیام میں مسنون ہیں۔ بعض علما فرماتے ہیں کہ اس مہینہ کی تمام راتوں میں خواہ وہ جفت ہوں یا طاق غسل سنت ہے۔ پس بنابراں قول کے ماہ صیام میں بتیس غسل مستحب ہوں گے لیکن چونکہ اس قول پر کوئی دلیل نہیں اس بنا پر بقصد احتمال مطلوبیت شارع اگر دوسرے قول پر بھی عمل کیا جائے اور عشرہ اول و دوم کی جفت راتوں میں بھی غسل کئے جائیں تو کوئی مضائقہ نہ ہوگا اور شبہائے قدر اور پندرہ تاریخ ماہ صیام کی رات سترھویں رات اور پچیسویں شب ستائیسویں شب اور انتیسویں شب میں اسی ماہ کی غسل کرنا سنت موکدہ ہے ؎

مسئلہ نمبر ۱۵۔ اول روز و شب ماہ مبارک آب جاری میں غسل کرنا سنت ہے۔ اسی طرح یہ بھی سنت ہے کہ قبل غسل مذکور یا بعد غسل مذکور تیس چلو پانی سر پر ڈالے تاکہ خارش بدن سے محفوظ رہے لیکن یہ فعل غسل میں داخل نہیں بلکہ خارج ہے اس کو غسل سے کوئی ربط نہیں یہ علیحدہ ایک مستقل استحباب ہے ؎

مسئلہ نمبر ۱۶۔ شبوں کے اغسال کا کوئی وقت مقرر اور معین نہیں جس حصہ میں شب کی چاہے بجالائے اگرچہ بہتر شروع حصہ شب میں غسل کرنا ہے بلکہ قبل غروب آفتاب بلکہ متصل غروب اور قریب غروب ان اغسال کا بجالانا بہت ہی اچھا ہے تاکہ اول شب سے آخر شب تک باغسل رہے اور البتہ عشرہ آخر ماہ صیام کی راتوں کے غسل کا درمیان مغرب و عشا بجالانا رجحان رکھتا ہے کیونکہ جناب سرور کائنات صلعم کا یہی طریقہ تھا۔ آپ بعد نماز مغرب اور قبل نماز عشا عشرہ اخیرہ میں غسل فرمایا کرتے تھے۔ اب رہا تیئیسویں شب کا دوسرا غسل اسکو آخر حصہ شب میں بجالانا سنت ہے ؎

مسئلہ نمبر ۱۷۔ اگر شب تیئیس میں غسل اول ترک ہو جائے تو غسل ثانی اس شب کا کفایت کریگا۔ ادائے استحباب میں یعنی محض غسل ثانی کرنے سے ہر دو غسل کا ثواب و استحباب حاصل ہو جائیگا اگرچہ یہ بہتر ہے کہ آخر شب میں دو غسل بقصد امید مطلوبیہ بجالائے یا مخصوص جبکہ ان دونوں میں فصل ہو گیا ہو تو قصد ورود از شرع غسل میں نہ کرے اور یہ بھی جائز ہے کہ ایک غسل بعنوان تداخل بجالائے اور دونوں کا قصد اسی ایک غسل میں کرلیوے ؎

مسئلہ نمبر ۸ا۔ اغسال مذکورہ بھی مثل غسل جمعہ حدث اکبر و اصغر سے نہیں ٹوٹتے ؛

تیسرے اغسال زمانیہ میں سے **عید الفطر اور عید اضحیٰ** کے دن کا غسل ہے ان دونوں عیدوں میں غسل کرنا سنت موکدہ ہے یہاں تک کہ بعض اخبار میں ہے کہ اگر بوجہ فراموشی غسل عید ترک ہو جائے اور بعد نماز عید یاد آجائے پس اگر وقت نماز عید باقی ہے تو بعد غسل عید اس نماز کا اعادہ کرے اور اگر بعد ختم وقت نماز غسل کا چھوٹنا یاد آئے تو جو نماز عید پڑھ چکا ہے بس وہ کافی ہے صحیح ہے۔ دوسری خبر میں ہے کہ معصوم سے غسل عید قربان کے متعلق دریافت کیا گیا۔ فرمایا جو شخص منیٰ میں ہو اُس پر یہ غسل واجب لازم ہے چونکہ اور اخبار تصریح عدم وجوب کی کر رہے ہیں۔ اس بنا پر خبر مذکور سے تاکید استحباب سمجھی جائے گی گویا یہ غسل منیٰ والوں پر سُنّت مؤکدہ ہے اور اس غسل کا وقت صبح سے زوال شمس تک ہے اور یہ بھی محتمل ہے کہ غروب آفتاب تک اس کا وقت ہے لیکن بہتری اسی میں ہے کہ اگر بعد زوال غروب تک یہ غسل کیا جائے تو بہ نیت ورود از شارع نہ کیا جائے ۔ اسی طرح بہتری اس میں ہے کہ قبل نماز عید غسل عید کیا جائے تاکہ نماز با غسل واقع ہو اور مستحب ہے کہ غسل بروز عید نہر میں کیا جائے اگر نہر نہ ہو تو سُنّت ہے کہ با خضوع وخشوع چاہ سے آب کشی کرے اور زیر چھت یا سایہ یا دیوار کے نیچے یہ غسل بجالائے اور وقت غسل اپنے جسم کے چھپانے میں مبالغہ سے کام لے۔ حد درجہ پردہ کر کے نہائے اور ہنگام ارادہ غسل یہ دُعا پڑھے اَللّٰھُمَّ اِیْمَانًا بِکَ وَ تَصْدِیْقًا بِکِتَابِکَ وَاتِّبَاعَ سُنَّۃِ نَبِیِّکَ بعد ازاں بسم اللہ الرحمن الرحیم کہہ کر غسل شروع کرے اور بعد غسل کہے اَللّٰھُمَّ اجْعَلْہُ کَفَّارَۃً لِذُنُوْبِیْ وَطَھُوْرًا لِدِیْنِیْ اَللّٰھُمَّ اَذْھِبْ عَنِّی الدَّنَسَ اور بہتر یہ ہے کہ غسل عید قربان میں بھی ان اعمال کو بجالائے لیکن قصد ورود نہ ہو کیونکہ حدیث اور نص عید الفطر کو اعمال مذکورہ بالا کے ساتھ مختص کر رہی ہے اسیطرح شب عید الفطر میں بھی غسل سُنّت ہے اور اسکا وقت شروع رات یعنی بمجرد غروب آفتاب بجالائے اور صبح تک اس کا وقت ہی اور بہتر وقت ابتدائی حصہ شب ہے اور بعض اخبار میں ہے کہ بعد غروب آفتاب بجالانا چاہئے اور شب عید قربان میں بھی غسل کرنا بہتر ہے لیکن بقصد ورود نہ کیا جائے کیونکہ نص استحباب غسل کی مخصوص ہی شب فطر کے ساتھ ؛

چوتھے غسل آٹھویں تاریخ ذی الحجہ کا ہے کہ جسکو روز ترویہ کہتے ہیں اور وقت اس کا تمام دن ہے تاریخ مذکور کا۔ **پانچویں غسل روز عرفہ** ہے یعنی نویں تاریخ ذی الحجہ کا

خواہ کوئی عرفات میں ہو یا کسی اور شہر یا قریہ میں ہو غسل بہرحال سنت ہے اور اس غسل کا وقت بھی غروب آفتاب تک ہے اور بہتر وقت زوال بجا لانا ہی چھٹے رجب کی پہلی اور پندرھویں اور ستائیسویں اور روز مبعث یعنی ستائیس تاریخ میں غسل سنت ہے اور اسکا وقت بھی صبح سے غروب تک ہے اور کفعمی اور مجلسی علیہما الرحمۃ سے منقول ہے شب مبعث میں بھی غسل مسنون ہے اور اسمیں کوئی مضائقہ نہیں بشرطیکہ بقصد ورود نہ کیا جائے **ساتویں** غسل عید غدیر ہے یعنی اٹھارھویں تاریخ ذی الحجہ کو زوال سے قبل اسکو کرنا بہتر ہے **آٹھویں** غسل عید مباہلہ جو کہ چوبیس ذی الحجہ ہے بنا بر اقوی اگرچہ بعض کے نزدیک اکیس اور بعض کی بنا پر پچیس اور بقول بعض ستائیس ذی الحجہ ہے پس ان تاریخوں میں اگر بدون قصد ورود غسل کیا جائے تو کوئی مضائقہ نہ ہوگا **نویں** پندرھویں تاریخ شعبان میں غسل سنت ہے **دسویں** روز ولادت جناب سرور کائنات جو کہ سترھویں ربیع الاول کی ہے **گیارھویں** غسل نوروز کا ہے **بارھویں** غسل نویں ربیع الاول **تیرھویں** غسل روز دحو الارض کہ بتاریخ ۲۵ ماہ ذیقعدہ ہے **چودھویں** ہر شب جمعہ میں بلکہ بقول بعض ہر زمانہ شریف اور ہر وقت بہتر میں غسل کرنا سنت ہے اس قول پر عمل کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں بشرطیکہ بقصد ورود نہ ہو

مسئلہ نمبر ۱۹۔ اغسال مذکورہ بالا کے تارک کیلئے جبکہ اوقات اغسال گذر جائیں۔ قضا بجا لانا جائز نہیں۔ اسی طرح جبکہ اوقات معینہ میں غسل نہ ہو سکنے کا اندیشہ ہو تو مقدم کرنا اغسال مذکورہ کا اوقات سے جائز نہیں۔ البتہ غسل جمعہ کی تقدیم بھی جائز ہے اور قضا بھی چنانچہ گذشت لیکن شیخ مفید علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ اگر غسل عرفہ قضا ہو جائے تو بروز عید قربان اسکی قضا سنت ہے شہید رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ تمامی اغسال زمانیہ کی قضا بھی سنت ہے اور تقدیم بھی جبکہ وقت میں غسل نہ ہو سکنے کا خوف ہو لیکن وجہ اور دلیل قول شہید رح کی معلوم نہیں واضح نہیں۔ لہذا اس قول پر عمل کرنے میں کوئی مضائقہ نہ ہوگا جبکہ بقصد ورود نہ ہو ؛

مسئلہ نمبر ۲۰۔ بعض علمائے کرام فرماتے ہیں کہ غسل مستحب نفسی ہے پس ہمہ وقت غسل کرنا سنت ہے اور مشروع ہے خواہ اسکی کوئی وجہ یا علت یا غایت ہو یا نہ ہو۔ اس قول کی بھی وجہ غیر معلوم ہے اور واضح نہیں ہے لہذا بدون بقصد ورود اگر اس قول پر عمل کیا جائے تو کوئی مضائقہ نہ ہوگا

فصل اغسال مکانیہ کے بیان میں

یہ غسل کسی مکان شریف و متبرک میں داخل ہونے کیلئے کیا جاتا ہے وقت ارادہ دخول یہ غسل سنت ہے۔ اس قسم کے اغسال آٹھ ہیں اول دخول شہر مکہ دوم دخول حرم مکہ۔ سوم دخول مسجد الحرام چہارم غسل دخول کعبہ پنجم دخول شہر مدینہ ششم دخول حرم مدینہ ہفتم دخول مسجد نبی ہشتم دخول

مشاہدہ مشرفہ ائمہ معصومین اور وقت اس غسل کا وقتِ ارادہ ہو دخول سے پہلے جیسا جب مسجد نبی
میں داخل ہونے کا قصد کرے تو داخل ہونے سے قبل غسل کر لیوے اور اگر قبل دخول کیا ہو تو بعد دخول
جبکہ اس مقام مقدس میں قیام کا قصد ہو تو غسل کرنے میں کوئی مضائقہ نہ ہوگا اور اس غسل کا
مستحب ہونا بھی بعید نہ ہوگا۔ اسی طرح اگر کوئی شخص مکرر کرے دن میں یا رات میں مثلاً حرم
میں داخل ہو تو اسکے لئے شروع دن یا رات میں ایک غسل کر لینا کافی ہوگا۔ ابتدائی دخول
سے قبل غسل کرنا شام یا صبح تک کیلئے کافی ہوگا۔ تکرار دخول کے ساتھ تکرار غسل کی حاجت
نہیں۔ اسی طرح اغسال متعددہ میں تداخل بھی جائز ہے اسکو مثال میں یوں سمجھیے۔ مثلاً
ایک شخص ایک ہی دن میں حرم و مکہ و مسجد و کعبہ سب میں جانا چاہتا ہے اور سب کے لئے
غسل سُنّت ہے پس اس کو چاہیئے کہ ایک غسل بہ نیت جمیع (حرم و مکہ و مسجد و کعبہ) بجالائے
اور سب جگہ ہو آئے۔ اسیطرح اگر کوئی شخص ایک ہی روز میں مدینہ۔ حرم اور مسجد نبوی کا
عازم ہو تو ایک غسل سب کے لئے کر لیوے کافی ہوگا۔ ہر سہ استحباب کا فائدہ یہ ایک غسل دیگا

مسئلہ نمبر ۱۔ بعض علمائے کرام سے منقول ہے کہ ہر مکان شریف میں دخول کیلئے
غسل سنّت ہے چونکہ وجہ اس قول کی غیر واضح ہے لہذا اگر بہ دن قصد ورود اس قول
پر عمل کیا جائے تو کوئی مضائقہ نہ ہوگا ؀

فصل اغسال فعلیہ کے بیان میں

:- غسل فعلی دو قسم پر منقسم ہے **قسم اول** سے
مراد وہ غسل ہے کہ جو مستحب ہے قبل بجالانے کسی فعل یا کسی چیز کے جبکہ ارادہ کرے اس
فعل یا چیز کے کرنے کا۔ اسطرح کے غسل چند ہیں اوّل غسل احرام حج بعض کے نزدیک
یہ غسل واجب ہے۔ دوسرے غسل طواف کیلئے۔ خواہ طواف طواف حج ہو یا طواف عمرہ یا
طوافِ نساء بلکہ خواہ طواف واجب ہو یا مندوب[1] بہرحال ہر طواف کے لئے غسل سنّت
ہے تیسرے غسل کرنا واسطے وقوف عرفات کے چوتھے وقوف مشعر الحرام کے لئے غسل کرنا
پانچویں ذبح یا نحر شتر کے لئے غسل کرنا چھٹے سر منڈوانے کیلئے غسل کرنا اور بعض حضرات
رمی جمرات کنکریاں پھینکنے کیلئے بھی غسل مستحب قرار دیتے ہیں ساتویں معصومین کی زیارت
پڑھنے کی غرض سے غسل کرنا خواہ زیارت قریب سے ہو یا دور سے بہرحال غسل سنّت ہے
آٹھویں کسی امام کو خواب میں اگر دیکھنا مقصود ہو تو مستحب ہے کہ غسل کر کے بستر خواب
پر آرام کرے۔ چنانچہ حضرت موسیٰ بن جعفر علیہ السلام فرماتے ہیں کہ جو شخص یہ چاہے کہ

[1] سنت

ائمہ طاہرین میں سے کسی کو خواب میں دیکھوں تو اس کے چاہیئے کہ تین شب متواتر غسل کرے اور بعد غسل انہی حضرات معصومین سے مناجات کرے ۔ فریاد کرے پس عالم رویا میں زیارت ہوگی نظر آئیں گے نویں غسل نماز حاجت کیلئے ہے بلکہ طلب حاجت کیلئے خواہ بدون نماز حاجت کا طلب کرنا ہو یا نماز کے ساتھ ۔ بہر حال طلب حاجت کیلئے غسل سنت ہے دسویں نماز استخارہ کیلئے بلکہ ہر استخارہ کیلئے غسل سنت ہے خواہ وہ بدون نماز ہو یا نماز کیساتھ ہو ۔ گیارھویں غسل واسطے عمل ام داؤد کے بارھویں غسل خاکِ شفا لینے کی غرض کو تربت قبر سید الشہداءؑ اٹھانے کی غرض سے غسل کرنا سنت ہے تیرھویں جو شخص عازم سفر ہو بالخصوص جبکہ عزم کربلائے معلی ہو تو غسل کرنا سنت ہے چودھویں نماز استسقا کیلئے بلکہ طلب باراں کے لئے غسل کرنا سنت ہے خواہ وہ طلب نماز کے ساتھ ہو یا بدون نماز پندرھویں غسل توبہ ہے خواہ توبہ کفر اصلی سے ہو یا ارتداد سے ہو بلکہ فسق و فجور سے جو توبہ ہو اس کے لئے بھی بلکہ گناہ صغیرہ سے بھی توبہ کی جائے تو اس کے لئے بھی استحباب غسل بے وجہ نہیں ہے سولھویں غسل کرنا مظلوم کا جبکہ داد اپنی چاہے پروردگار سے چنانچہ منقول ہے صادق آل محمدؐ فرماتے ہیں کہ ظالم کے حق میں نفریں مت کرو ۔ ظالم کو بددعا مت کرو ۔ کیونکہ بسا اوقات اس نفرین اور دعائے بد کی بدولت مظلوم ظالم ہو جاتا ہے بلکہ مظلوم کو چاہیئے کہ پہلے غسل کرے بعد ازاں دو رکعت نماز زیر آسمان پڑھے بعد نماز یہ دعا پڑھے اَللّٰھُمَّ اِنَّ فُلَانَ بْنَ فُلَانٍ ظَلَمَنِیْ وَلَیْسَ اَحَدٌ اَصُوْلُ بِہٖ عَلَیْہِ غَیْرَکَ فَاسْتَوْفِ لِیْ ظُلَامَتِیْ السَّاعَۃَ السَّاعَۃَ بِالْاِسْمِ الَّذِیْ اِذَا سَئَلَکَ بِہِ الْمُضْطَرُّ اَجَبْتَہٗ فَکَشَفْتَ مَا بِہٖ مِنْ ضُرٍّ وَمَکَّنْتَ لَہٗ فِی الْاَرْضِ وَجَعَلْتَہٗ خَلِیْفَتَکَ عَلٰی خَلْقِکَ فَاَسْئَلُکَ اَنْ تُصَلِّیَ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ وَاَنْ تَسْتَوْفِیْ ظُلَامَتِیْ السَّاعَۃَ السَّاعَۃَ اس عمل کے بعد عنقریب مطلوب حاصل ہوگا ۔ آرزو دلی پوری ہوگی فلاں بن فلاں کی بجائے ظالم اور اس کے پدر کا نام لیوے سترھویں غسل اسکا کہ جو خائف ہو کسی ظالم سے اور طلب حفظ و امان کرے اس کے ظلم سے بدرگاہ پروردگار بایں طریق ہے کہ پہلے غسل کرے پھر دو رکعت نماز پڑھے اور دو زانو بیٹھے جانماز پر ۔ درآنحالیکہ دونوں زانو برہنہ ہوں اور دونوں ہاتھوں کو اٹھاوے بطریق کہ ہتھیلیاں قبلہ کی طرف ہوویں ۔ پس سو مرتبہ کہے یَا حَیُّ یَا قَیُّوْمُ یَا حَیُّ یَا لَآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنْتَ بِرَحْمَتِکَ اَسْتَغِیْثُ فَصَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ

وَاَغِثْنِی السَّاعَۃَ السَّاعَۃَ بعد اناں یہ کہے اَسْئَلُکَ اَنْ تُصَلِّیَ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ وَاَنْ تَلْطُفَ بِیْ وَاَنْ تَغْلِبَ لِیْ وَاَنْ تَمْکُرَلِیْ وَاَنْ تَخْدَعَ لِیْ وَاَنْ تَکْفِیَنِیْ مُؤْنَۃَ فُلَانِ بْنِ فُلَانٍ بِلَا مُؤْنَۃٍ بجائے فلاں بن فلان ظالم اور اُس کے باپ کا نام لیوے یہ وہ دعا ہے کہ جو سرور کائنات ؐ نے روز احد پڑھی تھی اٹھارھویں دفع بلا کے واسطے یا نزول بلا سے تحفظ کیواسطے تین روزے رکھے یعنی بتاریخ تیرہ چودہ پندرہ چاند کی روزہ رکھے اور پندرہ تاریخ کو قریب زوال غسل کرے اور دعا مانگے واسطے طلب مذکور کے اُنیسویں واسطے مباہلہ کی یعنی جو شخص کسی امر باطل کا مدعی ہو اُس کے حق میں نفرین کرنے کیلئے غسل کرنا بیسویں ہر عبادت پہ تحصیل نشاط کیلئے غسل کرنا یا نماز شب کیلئے بالخصوص غسل کرنا۔ سید بن طاؤس رحمہ فلاح السائل جناب امیر ؑ سے نقل فرماتے ہیں کہ حضرت امیر ؑ موسم سرما میں بوقت شب تحصیل نشاط کیلئے نماز شب کیواسطے غسل کیا کرتے تھے اکیسویں نماز شکر کیلئے بائیسویں میت کو غسل وکفن دینے کیلئے تیئیسویں حجامت (خون لینا مثل فصد وغیرہ) کیلئے بھی بعض حضرات نے غسل سُنت قرار دیا ہے لیکن دلیل اور وجہ اسکی معلوم نہیں۔ بعض نے حجامت کو لفظ جمعہ روایت میں پڑھا ہے۔ چوبیسویں جبکہ کوئی شخص دوبارہ مجامعت کرنا چاہے تو اُسکے لئے غسل کرنا ہر دو جماع میں ہے رسالہ ذہبیہ میں ہے کہ جماع بعد جماع بلا فصل غسل موجب جنون و دیوانگی فرزند ہے بلکہ ظاہر ہے کہ اس غسل سے مُراد غسل جنابت ہے پچیسویں علامہ ابن جنید رحمہ فرماتے ہیں کہ ہر اُس عمل کے لئے غسل سنت ہے کہ جو قربت الی اللہ کیا جائے تقرب بخدا حاصل کرنے کی غرض سے جو عمل بھی کیا جائے اُس کیلئے غسل سنت ہے چونکہ وجہ قول مذکور غیر معلوم ہے لہذا بدون قصد ورود کرنے میں کوئی مضائقہ نہ ہوگا۔ **دُوسری قسم غسل فعلی** سے مُراد وہ غسل ہے کہ جو بعد کسی فعل کے کیا جائے اور اس کے بھی چند موقع ومحل میں اوّل غسل توبہ۔ بعض علما فرماتے ہیں کہ یہ غسل اُن معاصی سے پاک وصاف کرتا ہے کہ جنکا یہ ارتکاب کر چکا ہے یا یہ کہ اصل توبہ پشیمانی اور حقیقت توبہ ندامت ہے گناہ پر اور قصد حتمی اُس کے ترک کا آئندہ اور یہ امر قبل از غسل واقع ہوتا ہے۔ پس غسل بعد واقعی توبہ کے واقع ہوگا اور یہ غسل شکرانہ توفیق توبہ ہے اور فال نیک ہے بابت پاک ہونے کے گناہوں سے پس اس بنا پر یہ غسل قسم ثانی میں داخل ہوگا لیکن ظاہر اخبار وکلمات علما سے اسکا قسم اوّل میں شمار معلوم ہوتا ہے اور ممکن ہے کہ اس میں ہر دو جہت استحباب موجود ہوں چونکہ یہ غسل

بعد معصیت یا ندامت کے واقع ہوتا ہے۔ اس بنا پر قسم دوم کی یہ شاخ ہوگی اور چونکہ نماز بہ
قصد توبہ استغفار سے ہے اور یہ غسل قبل استغفار ہوتا ہے اس بنا پر یہ صنف قسم اول میں داخل
ہوگا۔ اب رہا خبر مسعدہ بن زیاد جو کہ مخصوص ہے بیت الخلا میں غنا کی طرف کان لگانے کے
متعلق ہے اور دوسری خبر کہ جس میں امام ؑ فرماتے ہیں کھڑا ہو اور غسل کر اور اس کے بعد جو نماز
بھی پڑھنا چاہیے پڑھ۔ ان ہر دو خبر کا رجحان اگرچہ ہر دو جہت مذکورہ بالا کیطرف ممکن ہے
لیکن اظہر یہی ہے کہ غسل توبہ کمال ثواب توبہ اور سرعت قبولیت توبہ کیلئے ہوتا ہے نہ کہ توبہ
غسل پر موقوف ہے تاکہ کسی قسم کے تحت میں اس غسل کو مانا جائے۔ دوسرے غسل ہے بعد قتل
چلپاسہ یعنی بعد مار ڈالنے چھپکلی کے اس غسل کے احتمال زیادتی ثواب قتل چلپاسہ ہے اور شکریہ
اسکی توفیق کا ہے کیونکہ یہ حیوان خبیث ہے اخبار عامہ و خاصہ اسکی مذمت میں بکثرت وارد ہوئی
ہیں۔ جناب ختمی مرتبت ؐ فرماتے ہیں کہ اسکو مارو اگرچہ کعبہ میں ہو۔ دوسری حدیث ہے کہ جو چھپکلی کو
مارے تو گویا اس نے کسی شیطان کو قتل کیا ہے۔ ایک احتمال اس غسل کے استحباب میں یہ بھی ہے
کہ ممکن ہے کہ اسکے مارنے سے ایک قسم کی گندگی ہو جاتی ہے اسکو یہ غسل دھو دیتا ہے تیسرا
غسل مولود ہے یعنی مستحب ہے کہ طفل کو بعد اسکی ولادت کے غسل دیا جائے۔ جناب صدوق و
ابن حمزہ رحمہ اسکو واجب جانتے ہیں لیکن یہ قول ضعیف ہے اور اسکا وقت ولادت کے بعد فوری
ہے عرفا اور تاخیر دو یا تین دن تک اس میں ضرر رسان نہیں ہے بعض کے نزدیک ایک ہفتہ تک
اس غسل کا وقت باقی رہتا ہے بلکہ بعض کے نزدیک آخر عمر تک اسکا وقت باقی رہتا ہے اور
بہتر یہ ہے کہ جبکہ دو یا تین دن بعد ولادت کے اگر غسل دیا جائے تو یہ دن قصد ورود دیا جائے
چوتھے یہ کہ جس مسلمان کو سولی دی گئی ہو اور کوئی اسکو دیکھنے جائے تو دیکھنے کے بعد غسل کرے
لیکن یہ استحباب غسل مشروط ہے دو شرطوں کے ساتھ اول یہ کہ دیکھنے کے قصد و ارادہ سے
کوئی جائے اور اسکو دیکھے۔ پس اگر بدون قصد اسپر اتفاقاً نظر پڑ جائے یا دیکھنے پر مجبور ہو تو غسل مستحب
نہیں دوسرے یہ کہ سولی کو تین دن گذر گئے ہوں تب اسکو دیکھنے جائے بشرطیکہ کسی امر جائز اور
حق کی وجہ سے اسکو پھانسی دی گئی ہو۔ پس بنا بریں اگر تین روز سے قبل کوئی دیکھنے جائے تو
اس پر غسل سنت نہیں اور اگر کوئی شخص ظلم و ستم سے سولی دیا گیا ہو یعنی حاکم جابر و ظالم نے ناحق
سولی دی ہو تو دیکھنے والے پر غسل بہر حال سنت ہے خواہ تین دن گذر گئے ہوں پھانسی کو یا ابھی
دوسرا ہی دن سولی کو ہو تو بھی غسل مستحب ہے لیکن وجہ شرط ثانی غیر واضح اور معلوم نہیں اب

رہی شرط اول اسکی وجہ اور دلیل ظاہر خبر ہے کہ جو شخص بقصد و ارادہ سولی دئے ہوئے کو دیکھنے
جائے تو از روئے عقوبت (سزا) اُس پر غسل کرنا واجب ہے۔ اس خبر کا ظاہر یہ بتاتا ہے کہ
دیکھنے والا اگر بوجہ غرض صحیح (مثل گواہی وغیرہ) جاکر اسکو دیکھے تو اس پر غسل کرنا ضروری نہیں یعنی اس صورت
میں اُسپر غسل نہیں۔ پانچویں: یہ کہ جب آفتاب یا چاند کے تمام قرص کو گہن ہوا ہو اور شخص مکلف بلا عذر
شرعی نماز آیات نہ پڑھے پس مستحب ہے کہ غسل کر کے قضا اُس نماز کی بجالائے اور بعضوں نے اس
غسل کو واجب کہا ہے لیکن بنابر اقوی یہ غسل واجب[5] نہیں اگرچہ از روئے احتیاط اسکا ترک کرنا بھی
اچھا نہیں اور ظاہر یہ ہے کہ یہ غسل فی نفسہ مستحب ہے جبکہ عمداً نماز کو ترک کیا ہو لیکن بنابر مذہب ایک
جماعت علما کے اس غسل کا مستحب مقدمی ہونا محتمل ہے قضائے نماز کیلئے یعنی اس نماز کو بعد وقت کے
پڑھنے کی وجہ سے یہ غسل مستحب قرار دیدیا گیا ہے قضا بجالانے والے کیلئے پس اس اختلاف کو دیکھتے ہوئے
بہتر یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس غسل کو بقصد قربت مطلقہ بجالائے یعنی بدون لحاظ کسی غایت اور سبب
کے یہ غسل کیا جائے اور اگر نماز آیات دانستہ ترک نہ ہو یا تمام قرص کو گہن نہ لگا ہو تو غسل سنت نہیں
اگرچہ بعض کہتے ہیں کہ دانستہ اس نماز کے ترک ہونے کی حالت میں غسل سنت ہے خواہ تمام قرص کو
گہن لگا ہو یا نہ لگا ہو اور بقول بعض جبکہ تمام قرص گہن میں آگیا ہو تو غسل سنت ہے خواہ نماز بوجہ عذر
شرعی فوت ہوئی ہو یا بلا وجہ۔ چھٹے جو عورت اپنے شوہر کے علاوہ کسی اور کے دکھانے کیلئے معطر
کرے خوشبو لگائے اُسکے لئے مستحب ہے کہ غسل کرے۔ حدیث میں ہے کہ ایسی عورت کی نماز
قبول نہیں ہوتی تاوقتیکہ یہ مثل غسل جنابت غسل نہ کرے بعض علماء مثل صاحب حدائق کے اس خبر
سے یہ احتمال پیدا کرتے ہیں کہ غسل سے مراد خوشبو کا بدن سے دھونا ہے نہ کہ باقاعدہ غسل کرنا۔ یہ احتمال
چونکہ بلا وجہ ہے لہذا بعید ہے ساتویں اگر کوئی شخص مثل شراب نشہ دار چیز پی کر حالت نشہ میں سو جائے
اُسکے لئے بعد بیداری سنت ہے کہ غسل کرے۔ جناب رسالتمآب فرماتے ہیں کہ جو شخص بحالت مستی سوئیگا
وہ صبح تک عروس شیطان رہیگا یعنی ابلیس اُس سے مجامعت کریگا پس بعد بیداری اُسپر غسل
جنابت کرنا لازم ہوگا۔ آٹھویں۔ جو شخص بعد غسل میت مس کرے میت کو اُس کیلئے غسل کرنا سنت ہے

مسئلہ نمبر ۱ شیخ مفید رحمہ فرماتے ہیں کہ اگر کسی شخص پر کوئی ایسا پانی ڈال دے کہ جسکی نجاست
یقینی نہ ہو بلکہ ظنی ہو تو اُسکو غسل کرنا سنت ہے اس قول کی کوئی وجہ و دلیل معلوم نہیں منجملہ اغسال
مسنونہ کے غسل مجنون بھی بتایا جاتا ہے یعنی مجنون جب جنون سے صحیح و سالم ہو جائے تو اُس کو

[5] اسکا وجوب خالی قوت سے نہیں (ابو الحسن مدظلہ)

غسل کرنا مستحب ہے اس قول کی بھی دلیل معلوم نہیں بعض کہتے ہیں کہ شاید اس غسل کی وجہ احتمال جنابت ہے حالت دیوانگی میں۔ پس بنابریں اس شخص پر غسل جنابت احتیاطیہ لازم ہوگا لہذا اس غسل کو اغسال مسنونہ میں شمار کرنا بلا وجہ ہوگا بعض کہتے ہیں کہ جس نے غسل ناقص کیا بعذر شرعی مثل غسل مع الجبیرہ کے مثل صاحب جبیرہ کے یا دوسرے نے اسکو غسل دیا ہو درحالت عجز اسکے۔ پس بعد زوال عذر اسکو اعادہ غسل سُنت ہوگا۔ اس قول کی بھی وجہ معلوم نہیں بعض کہتے ہیں کہ غسل کرنا سُنت ہے اس شخص کو کہ جو لباس مشترک میں منی پاوے یہ قول بھی بلا وجہ ہے یہ سب اقوال احتیاط پر مبنی ہیں۔ یہ سب غسل احتیاطی ہے لہذا انکا اغسال مسنونہ میں شمار کرنا بلا دلیل ہے ؛

مسئلہ نمبر ۲۔ غسل مکانی کا وقت مکان میں داخل ہونے سے قبل ہی بعد داخل ہونے کے ہی بشرطیکہ اس مکان میں قصد قیام ہو اور ایک مرتبہ صبح کو مثلاً غسل کر لینا تمام دن کیلئے کافی ہوگا یہ نہیں کہ صبح سے شام تک جتنی بار مکان میں داخل ہوگا اتنی مرتبہ غسل کریگا۔ اسی طرح شروع شب میں غسل مکانی کر لینا کافی ہوگا تمام شب کیلئے بلکہ دن کا غسل رات کیلئے اور رات کا غسل دن کیلئے علی الاقوی کافی ہوگا اگرچہ افضل یہی ہے کہ دن کیلئے دن کو اور رات کیلئے رات کو غسل ہونا چاہئے اسیطرح اغسال فعلیہ کی قسم اول کا وقت غسل قبل از فعل اور قسم دوم کا وقت بعد تحقق فعل ہی عمر بھر یعنی تمام عمر میں جب کبھی بھی غسل کر لیوے یہ استحباب ادا ہو جائیگا اگرچہ بظاہر فوراً غسل کا کرنا سُنت ہے یعنی بعد از فعل بلا فاصلہ غسل کرنا سُنت ہے پس اگر اسوقت میں ترک ہو جائے تو دوسرے تیسرے وقت مستحب ہے آخر عمر تک بجا لا سکتا ہے

مسئلہ نمبر ۳۔ اغسال مکانیہ اور قسم اول اغسال فعلیہ میں سے حدث اصغر سے باطل ہو جاتے ہیں یہاں تک کہ سونے سے بھی علی الاقوی یہ غسل ٹوٹ جاتے ہیں اور یہ بھی احتمال ہے کہ یہ اغسال حدث اصغر سے باطل نہیں ہوتے اگرچہ بقول بعض بعد صدور نواقض (حدث اصغر) اعادۂ غسل سُنت ہے لیکن بظاہر ان کا حدث اصغر سے باطل ہو جانا ہے ؛

مسئلہ نمبر ۴۔ غسل مستحبی مطلقاً رافع حدث اصغر نہیں ہوتا لہذا وضو کیلئے کافی نہ ہوگا۔ بنابریں پس اگر کوئی شخص محدث بحدث اصغر ہو تو اسکو لازم ہے کہ نماز وغیرہ کیلئے وضو کرے خواہ قبل غسل مذکور کرے یا بعد غسل یہ اسکو اختیار ہے اگرچہ بہتر یہی ہے کہ قبل غسل مستحبی وضو کرے اور یہ بھی جائز ہے کہ اگر غسل سُنتی ترتیبی کرنا چاہے تو دوران غسل میں وضو کرے۔ اس میں کوئی مضائقہ نہ ہوگا ؛

مسئلہ نمبر ۵۔ اگر چند اغسال مسنونہ کسی کے ذمہ ہوں خواہ ایک ہی قسم کے ہوں مثلاً

زمانی غسل کئی ہوں یا ہر سہ اقسام (زمانی و مکانی و فعلی) کے اسباب غسل مجتمع ہوں تو ایک ہی غسل سب
غسلوں کے قصد سے کر لینا کافی ہوگا ہر ایک کیلئے جُدا جُدا غسل کی حاجت نہیں بلکہ اگر ایک ہی کے
قصد سے غسل کر لیا جائے تو بھی سب کیلئے کفایت کریگا بشرطیکہ جس قصد سے غسل کیا ہے وہ از روئے
احتیاط نہ ہو بلکہ اُسکا مقصود شایع اور مطلوب شرع ہونا معلوم ہو تو سب کے لئے کافی ہوگا ورنہ نہیں

مسئلہ نمبر ۶ ۔ جناب شیخ مفید اور محقق اور شہید اور مجلسی علی اللہ مقامہم سے منقول ہے کہ غسل فی نفسہ بدون
کسی غایت علت کے سنت ہے لہٰذا جس وقت چاہے بدون کسی سبب اور وجہ کے غسل کرے سنت ہے کیونکہ جناب اقدس الٰہی
اپنے کلام پاک میں ارشاد فرماتا ہے اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ التَّوَّابِیْنَ وَیُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِیْنَ یعنی خدا توبہ کرنیوالوں اور پاک و
صاف رہنے والوں کو دوست رکھتا ہے حدیث معصوم میں ہے کہ اگر تو شبانہ روز باطہارت رہ سکتا ہو تو باطہارت رہ۔
دوسری حدیث میں ہے کہ کونسا وضو ہے کہ جو غسل سے زیادہ پاک کرنیوالا اور صفائی بدن کرنیوالا ہے
ان کے سوا آب فرات سے غسل کرنیکا استحباب اخبار میں وارد اور مذکور ہے درانحالیکہ کوئی سبب اور علت
غسل مذکور نہیں یہ سب نصوص بتاتے ہیں کہ غسل بلا وجہ سنت اور بغیر کسی سبب کے مستحب ہے لیکن اثبات
مطلب (غسل کا فی نفسہ مستحب ہونا) علماء مذکورین ان اخبار مذکورہ اور نصوص مذکورہ سے مشکل ہے۔

مسئلہ نمبر ۷ ۔ تمام اغسال مسنونہ کی قائم مقامی[1] تیمم کر سکتا ہے بشرطیکہ غسل کرنا ممکن نہ ہو۔

فصل تیمم کے بیان میں

باعث جواز تیمم استعمال آب سے عاجز ہونا ہے اور استعمال پانی پر قدرت نہ ہونا اور اس سے عجز کی چند صورتیں ہو سکتی
ہیں۔ اوّل نہ پایا جانا پانی کا ہے سفر اور حضر میں اُس مقدار بھر کہ جو وضو یا غسل کیلئے کافی ہو سکے
پس مقدار غیر کافی کا وجود مثل عدم کے ہوگا لہٰذا تیمم واجب ہوگا۔ یہ بھی ملحوظ رہے کہ تلاش آب
میں کوشش اور سعی کرنا جبتک کہ طاقت وفا کرے اور نماز کا وقت باقی رہے۔ فوت نہ ہو واجب
و لازم ہے اس بنا پر آبادی میں اسقدر تلاش کرنا چاہیے کہ بالکل نا اُمید ہو جائے پانی سے تو اس
وقت تکلیف تیمم ہے اور اگر بعد تلاش دستیابی آب یقینی نہ ہو بلکہ محتمل ہو پانی ملنے کا احتمال ہو تو
بیابان میں طلب کرنا اور چلنا زمین ناہموار (خواہ ناہمواری بوجہ درختان ہو یا بغیر اسکے) میں بقدر پہنچنے
ایک تیر کے واجب ہے اس طریق سے نہ اپنی جگہ کو مرکز دائرہ فرض کرے اور بقدر ایک تیر پہنچنے
کے اپنے گردسب اطراف و جوانب میں مثل دائرہ کے دورہ کرے اور درمیان مرکز دائرہ مذکورہ اور
اس کے محیط کے ہر سمت و جانب سے فاصلہ ایک تیر کے پہنچنے کا ہو اور اگر زمین ہموار ہو پس فاصلہ مذکورہ

[1] ایں ہمیں تامل البتہ بدل غسل تیمم اگر با مید مطلوب شایع کیا جائے تو کوئی مضائقہ نہ ہوگا (ابوالحسن مدظلہ)

کہ جوانب اربعہ میں سے کسی خاص سمت میں پانی نہ ملیگا تو اس طرف میں تلاش آب کا وجوب ساقط اور اگر تمام اطراف وجوانب میں مفقود ہونا پانی کا یقینی ہو تو کسی طرف میں بھی تلاش آب واجب نہ ہوگا۔ اسی طرح مقدار مذکور سے زائد تلاش میں اگر پانی کا ملنا قطعی ہو اور وقت نماز فوت نہ ہو تو مقدار مذکورہ بالا سے زائد اور دور تک تلاش آب میں چلنا اور کوشش کرنا واجب لازم ہوگا اور اگر مقدار سے باہر وجود آب ظنی ہو محض گمان ہو کہ اس سے زائد تلاش میں پانی ملیگا تو زائد میں تلاش آب واجب ہوگا کیونکہ ظن مثل علم نہیں ہو سکتا اگرچہ ظن پر عمل کرنا موافق احتیاط ضرور ہے لہذا بنا بر احتیاط زائد مقدار میں بھی تلاش کرنا چاہئے بالخصوص جبکہ ظن حد اطمینان تک پہنچ گیا ہو تو احتیاط مذکور پر عمل کرنا انسب ہے بلکہ اس صورت میں احتیاط ترک نہ ہونی چاہئے پس اسقدر تلاش اور سعی کرنا چاہئے کہ اسکا ظن زائل ہو جائے اور محض احتمال وجود آب زائد مقدار میں قابل عمل نہ ہوگا۔

مسئلہ نمبر ۱۔ اگر دو عادل جمیع اطراف یا بعض اطراف میں پانی نہ ملنے کی خبر دیں تو وجوب طلب ان اطراف میں ساقط ہو جائیگا یعنی تلاش آب ان سمتوں میں واجب نہ ہوگی اگرچہ احوط[1] اس صورت میں بھی تلاش آب ہے اور درصورت شہادت عادل واحد احتیاط طلب آب ترک نہ ہونی چاہئے۔

مسئلہ نمبر ۲۔ اگر دو عادل خبر دیں کہ پانی مقدار مذکورہ بالا سے زائد تلاش کرنے میں ملیگا تو علی الظاہر[2] طلب آب زائد میں واجب ہوگی اور درصورت اخبار عادل واحد احتیاط تلاش آب ترک نہ ہونی چاہئے یعنی احتیاطاً اسکے قول پر عمل کرتے ہوئے پانی کی تلاش مقدار سے باہر اور زائد میں ضرور کرنی چاہئے۔

مسئلہ نمبر ۳۔ بظاہر تلاش آب خود واجب نہیں بلکہ بذریعہ نائب اور وکیل بھی پانی کو تلاش کرانا جائز ہے بلکہ یہ بھی جائز ہے کہ دس بیس اشخاص کی طرف سے مثلاً ایک شخص تلاش آب میں نائب ہو جائے سب کی طرف سے وکیل ہو کر تلاش آب کرے اس شخص واحد کی تلاش کا سب کے لئے کافی ہونا بعید نہ ہوگا اور اس وکیل و نائب کا عادل ہونا لازم نہیں بلکہ محض امین اور موثق ہونا کافی ہے۔

مسئلہ نمبر ۴۔ اگر سفر کرنے میں یا اپنے منزل و مسکن یا قافلہ میں وجود پانی کا احتمال ہو تو تحقیق واجب تفحص لازم ہے تاوقتیکہ پانی نہ ملنے کا یقین نہ ہو جائے یا پانی سے مایوسی ہو جائے

---

[1] یہ احتیاط ترک نہ ہونی چاہئے (ابوالحسن مدظلہ) [2] بلکہ علی الاحوط (ابوالحسن مدظلہ)

تلاشش کا جاری رکھنا ضروری ہے ۔

مسئلہ نمبر۵۔ قبل از وقت نماز پانی کی تلاش اور بعد تلاش نہ ملنے کا بعد دخول وقت مفید
ہونا خالی اشکال سے نہیں۔ خاصکر جبکہ تجدید طلب میں احتمال وجود آب ہو لہذا احتیاطاً تجدید طلب
ترک نہ ہونی چاہئے۔ البتہ اگر انتقالِ مکانی و مقامی کے بعد مکلف کو یہ احتمال پیدا ہو کہ پانی اس جگہ
ہے تو بلا اشکال طلب آب واجب ہے ۔

مسئلہ نمبر۶۔ ہر نماز کیلئے جدید تلاش وتحقیق آب واجب نہیں بلکہ ایک نماز کیلئے بعد دخول
وقت نماز پانی کو کما حقہ تلاش کرنا اور بعد تلاش دستیاب نہ ہونا سب نمازوں کے لئے
کافی ہو جائیگا جملہ نمازوں کے لئے تیمم کو جائز کردیگا بشرطیکہ اعادہ طلب اور تلاش میں احتمال
اطلاع مفقود ہو یعنی یہ احتمال نہ ہو کہ دوسری مرتبہ تلاش کرنے میں دوسرے وقت طلب و سعی
کرنے میں پانی کا وجود ممکن ہے بہت ممکن ہے کہ پانی مل جائے۔ یہ احتمال نہ ہو تو تلاش اول
کافی ووافی ہوگی ورنہ اعادہ طلب وسعی احوط ہے ۔

مسئلہ نمبر۷۔ تیر اور کمان، ہوا اور تیر انداز کی قوت اعتدالی یعنی اوسط درجہ کی ہونا چاہئے۔ نہ
بہت زیادہ اور نہ حد درجہ کی کم۔ تب بمقدار رفتار تیر طلب واجب ہوگی ورنہ نہیں ۔

مسئلہ نمبر۸۔ نماز کا وقت اگر تنگ ہے تو تلاش آب کا وجوب ساقط۔ طلب آب واجب ہوگی ۔

مسئلہ نمبر۹۔ اگر دانستہ طلب آب میں تعویق و تاخیر کی یہاں تک کہ وقت نماز تنگ ہوگیا۔ تو
اس صورت میں علی الاقوی نماز تو تیمم سے ہو جائے گی لیکن یہ شخص گنہگار ضرور ہوگا اگرچہ ابتداہی
سے یہ جانتا ہو کہ جب پانی تلاش کریگا ملجائیگا خواہ وقت میں وسعت ہو یا تنگی تو بھی صورت
مذکورہ میں با تیمم نماز ہوگی اور بلا اشکال صحیح ہو جائے گی اگرچہ احوط تلاش آب ہے اگرچہ نماز
قضا ہو جائے بالخصوص جبکہ یہ معلوم ہو کہ تلاش سے پانی ملجائیگا تو نماز کے قضا ہو جانے کی پروا
نہ کرنی چاہئے اور تلاش کرکے پانی حاصل کرنا چاہئے ۔

لہ جبکہ وقت طلب وجود آب میں احتمال ہونے کی جہت سے پانی پر مطلع ہو جانا محتمل ہو تو بعد دخول وقت نماز اعادہ
تلاش و طلب واجب نہیں بلکہ تلاش اول ہی پر اکتفا کی جائے گی اسیطرح اگر وقت نماز پانی آجانا اور موجود ہو جانا
محتمل ہو۔ بدون اس کے کوئی علامت اس احتمال کی مؤید ہو تو محض اس احتمال کی بناء پر تلاش جدید واجب نہ ہوگی بلکہ
تلاش اول ہی اس موقع پر کافی ہوگی البتہ اگر احتمال مذکور کے ساتھ کچھ علامات ایسے بھی پائے جاتے ہوں
کہ جو وجود آب پر قطعاً نہ سہی کم از کم ظناً ہی دلالت کرتے ہوں یعنی جن سے پانی کا وجود مظنون ہو۔ تو
اس صورت میں بظاہر اعادہ تلاش و طلب واجب ہے اور پہلی تلاش کو کافی سمجھنا جائز نہیں یہی حکم بابعد
والے مسئلہ میں بھی جاری ہوگا (ابوالحسن مدظلہ)

مسئلہ نمبر ۱۰- اگر باوجود وسعتِ وقت تلاش آب نہ کیا جائے اور تیمم سے نماز پڑھ لی جائے تو وہ نماز صحیح نہ ہوگی اگرچہ بعد نماز یہ معلوم ہو جائے کہ پانی باوجود تلاش و طلب کے بھی اُس وقت نہ ملتا تو بھی بوجہ نہ طلب کرنے پانی کے نماز باطل ہو جائے گی البتہ اس صورت میں اگر بقصدِ قربت تیمم کر کے نماز پڑھی ہوگی تو علی الاقوی نماز صحیح ہے جبکہ باوجود جستجو پانی کا نہ ملنا اور معدوم ہونا قبل نماز معلوم ہو ؛

مسئلہ نمبر ۱۱- جبکہ بحسب تکلیف خدا اور موافق حکم شرع پانی کو تلاش کیا۔ نہیں ملا۔ تیمم کر کے نماز پڑھی۔ بعد ختم نماز معلوم ہوا کہ پانی حدودِ طلب کے اندر تھا اور ہے یعنی جو مقدار اور مسافت جستجو پانی کی شارع نے معین کی ہے اُسی مسافت کے اندر پانی موجود ہے تو نماز میں کوئی قباحت نہ ہوگی صحیح رہیگی اُس نماز کی قضا یا اعادہ واجب نہ ہوگا ؛

مسئلہ نمبر ۱۲- اگر وقت نماز کو تنگ سمجھتے ہوئے طلب آب کو ترک کر کے تیمم سے نماز پڑھی جائے اور بعد ختم نماز معلوم ہو کہ وقت وسیع تھا یعنی اتنا وقت تھا کہ تلاش آب کے بعد نماز وقت میں ہوسکتی تو اس صورت میں صحتِ[1] نماز بعید نہیں اگرچہ اعادہ وقت میں ہے اور قضا پڑھنا ہے بعد وقت بلکہ اگر وقت باقی ہے تو احتیاطاً اعادہ ترک نہ کرنی چاہیے البتہ اگر باوجود وسعت وقت یہ سمجھتے ہوئے کہ پانی تلاش پر بھی نہیں ملیگا جستجو آب کو ترک کر کے باتیمم نماز پڑھی ہو اور بعد کو معلوم ہو کہ پانی ملسکتا تھا اگر جستجو کی جاتی تو پانی پر اطلاع ممکن تھی تو بظاہر اعادہ یا قضا نماز کی واجب ہوگی ؛

مسئلہ نمبر ۱۳- جبکہ پانی بقدر وضو یا غسل مثلاً موجود ہو اور نماز کا وقت داخل ہو جائے تو اس پانی کا بہانا اور ضائع کر دینا جائز نہیں جبکہ یہ معلوم ہے کہ اور پانی ملنا دشوار اور ناممکن ہے اسی طرح اگر کوئی شخص باوضو ہو اور اُسکو یہ معلوم ہو کہ پانی کا ملنا ممکن نہیں۔ پانی مفقود ہے تو اس وضو کا باطل کرنا جائز نہ ہوگا۔ حفاظت وضو واجب و لازم ہو جائیگی بلکہ اگر قبل از وقت

---

[1] جس مکان و محل میں نماز پڑھی تھی وہیں خلاف اعتقاد وقت کا وسیع ہونا معلوم ہو جائے تو تجدید طلب آب لازم ہے پس اگر باوجود طلب پانی میسر نہ آئے تو جو نماز ہو چکی اُسکو صحیح سمجھنا چاہیئے ورنہ دوبارہ نماز پڑھے اور اگر بعد انتقال از مکان نماز وسعت وقت معلوم ہو اور ساتھ ہی اُسکو یہ معلوم ہو کہ اگر اس نماز سے پہلے پانی کی جستجو کی جاتی تو ضرور دستیاب ہوتا پس بظاہر اس صورت میں اعادہ نماز واجب ہوگا اگرچہ فی الحال طلب آب پر قدرت مفقود ہو چکی ہو اس وجہ سے یہ شخص آب تیمم کا مکلف ہو اس نماز گذشتہ پر کچھ اثر نہ پڑیگا اسکا اعادہ بہرحال لازم ہوگا اور اگر اسکا یقین ہو جائے کہ نماز گذشتہ کیلئے پانی باوجود طلب بھی دستیاب ہوتا تو جو نماز ہو چکی بلا اعادہ صحیح ہے اور اگر بعد علم وسعت وقت اشتباہ رہے یقین کسی طرف قائم نہ ہو یعنی طلب پر دستیاب ہونا یا نہ ہونا دونوں میں سے کوئی بھی یقینی نہ ہو۔ البتہ ہر دو امر کا احتمال ہو تو یہ صورت مشتمل اشکال سے خالی نہ ہوگی پس ایسے موقعہ پر احتیاطاً اعادہ یا قضا کو ترک نہ کرنا چاہیئے (ابوالحسن مدظلہ)

نماز پانی موجود ہو یا کوئی شخص باوضو ہو اور اسکو یہ معلوم ہو جائے کہ وقتِ نماز داخل ہونے پر پانی نایاب ہو جائیگا۔ مل نہ سکیگا وضو نہ ہو سکیگا پس ایسی حالت میں ازروئے احتیاط حفاظت اُس پانی اور وضو کی ضروری ہو جائیگی۔ اور اگر ہر دو صورت مذکورہ میں مخالفت شرع کی پانی بہادیا یا وضو توڑ ڈالا تو تیمم اور نماز ہر دو صحیح ہیں اگرچہ احوط قضا ہے ؛

مسئلہ نمبر ۱۴۔ اگر طلب آب میں اپنی جان یا مال پر ضرر کا اندیشہ ہو مثلاً چور یا درندہ وغیرہ کا خوف ہو یا قافلہ سے چھوٹ جانے کا ڈر ہو یا جستجو آب کرنے میں حرج و مشقت برداشت سے باہر ہو تو ان سب صورتوں میں وجوب طلب ساقط پانی کا تلاش کرنا اور اس کی جستجو کرنا واجب نہ ہو گا ؛

مسئلہ نمبر ۱۵۔ اگر بعض اطراف اراضی ہموار ہوں اور بعض ناہموار تو ہر طرف کیلئے اسکا حکم مذکور جو مقررہ ہے جاری کیا جائیگا دوسرے جبکہ پانی تک نہ پہنچ سکتا ہو بسبب پیری کے یا خوف چور یا درندہ پانی تک پہنچنے کو مانع ہو یا یہ کہ پانی چاہ میں ہو لیکن رسی ڈول نہ ہو اور نہ کوئی کپڑا مثل عمامہ کے ہو کہ جس میں پانی کو جذب کر کے نچوڑ لیوے وضو کے لئے یا غسل کے واسطے ؛

مسئلہ نمبر ۱۶۔ اگر پانی کا دستیاب ہونا بدون خریداری ڈول و رسی وغیرہ ناممکن ہو یا بغیر ڈول و رسی کے اجرت و کرایہ پر لئے یا بدون خریداری آب یا پانی کی تحصیل بدون قرضہ لئے ناممکن ہو تو ان سب صورتوں میں پانی کی تحصیل واجب اور حصول آب کی غرض سے اشیاء مذکورہ کی خریداری اور قرض لینا اگرچہ دو چند یا سہ چند قیمت پر کیوں نہ ہو واجب ہے بشرطیکہ نہ قیمت آب و اشیاء مذکورہ (ڈول وغیرہ) اُس شخص کے مضر حال و ضرر رسان نہ ہو ورنہ تحصیل آب واجب نہیں خریداری آب وغیرہ لازم نہیں اسی طرح اگر یہ بات یقینی یا ظنی ہو کہ خریداری آب کیلئے قرض روپیہ لینے یا اجارہ کرنے میں ادائیگی قرضہ اور معاوضہ کی ناممکن ہے تو بھی تحصیل آب کیلئے قرض وغیرہ لینا واجب نہیں ؛

مسئلہ نمبر ۱۷۔ اگر چاہ کھودنا بدون تحمل زحمت و مشقت ممکن ہو تو وضو کے لئے کنواں کھودنا واجب ہے، اسیطرح اگر شخص دیگر اُسکو اپنا چاہ بخشدے یا اُس کے لئے کنواں کھودے اور اس کا پانی اُسکو ہبہ کر دے تو اس عطیہ اور ہبہ کا قبول کرنا اور لینا اُس شخص پر واجب ہے بشرطیکہ بدون منت و ذلت ہو ورنہ لازم نہیں قبول ہبہ مذکورہ۔ سوم استعمال آب کے خوف جانی یا کسی عضو بدن کیلئے پانی مضر ہو مثلاً جلد کے پھٹ جانے یا سخت ہو جانیکا اندیشہ ہو یا کسی مرض کے پیدا ہو جانے یا مرض کے طول پکڑ جانے یا سختی مرض کا ڈر ہو یا معالجہ کے دشوار ہو جانے کا اندیشہ یا از این قبیل عوارض کا خوف ہو کہ جنکا تحمل و برداشت عادت سے باہر ہو ان سب حالات مذکورہ میں بجائے وضو

تیمم ہو گا بلکہ اگر وضو یا غسل سے بدن میں خشونت کے پیدا ہو جانے کا خوف ہو کہ جس کا تحمل شاق ہو تو بجائے وضو یا غسل تیمم کیا جائیگا۔ مراد خشونت سے ایسی خشونت ہے کہ جو خلقت کو عیب دار اور بدنما کر دے جسکی وجہ سے جلد بدن پھٹ جائے خون نکل آئے ایسی خشونت (سختی۔ کھُردرا پن) کا خوف باعث تیمم ہے۔ یہ بھی یاد رکھنے کی بات ہے کہ جواز تیمم ضرر قطعی پر موقوف نہیں بلکہ ظن ضرر یا محض احتمال ہی ضرر کا ہو بشرطیکہ یہ احتمال موجب خوف ہو تو بھی بلا تامل تیمم جائز ہے اور یہ یقین یا ظن ضرر خود ہی پیدا ہو یا کسی کے کہنے سے ہو خواہ وہ کہنے والا طبیب ہو یا غیر طبیب خواہ طبیب فاسق و فاجر ہو یا کافر و مشرک ہو۔ بہر کیف جب خوف ضرر کا ہو گا استعمال آب میں تو بدلہ وضو مثلاً تیمم کیا جائیگا البتہ مجرد احتمال ضرر بلا خوف کے مجوز تیمم نہیں اسی طرح ایسا ضرر خفیف و قلیل کہ جسکی طرف عقلا توجہ نہ کرتے ہوں موجب تیمم نہ ہو گا اور اگر ضرر آب بوجہ پانی گرم کرنے کے دفع ہو سکتا ہو یعنی آب سرد مضر ہو گرم نہ ہو تو پانی کا گرم کرنا واجب و لازم ہو گا اور تیمم جائز نہ ہو گا۔

مسئلہ نمبر ۱۸۔ اگر کوئی شخص متحمل ضرر آب ہو کر وضو یا غسل کر لیوے پس یہ مسئلہ تین قسم پر منقسم ہو جائیگا۔ اول ضرر مقدمات وضو میں تھا مثلاً تحصیل آب میں نہ کہ استعمال میں اس کے۔ پس اس ضرر کا متحمل ہو کر تحصیل آب کر لیا۔ اس صورت میں وضو یا غسل واجب اور صحیح ہے دوسرے یہ کہ نفس استعمال آب مضر تھا اس حالت میں جو وضو یا غسل کیا ہے باطل ہو گا تیسرے یہ کہ استعمال آب مضر نہ تھا بلکہ استعمال آب میں مشقت تھی مثل برودت موسم سرما اور خشونت جلد وغیرہ کے اس کے الم و درد کو برداشت کر کے ایک شخص نے وضو یا غسل کر لیا پس اس صورت میں صحت وضو یا غسل بعید نہیں کیونکہ جواز تیمم اس قسم و حالت میں من باب رخصت ہے نہ کہ عزیمت یعنی شارع مقدس نے برائے راحت و آرام بندگان اجازت دیدی ہے کہ مثلاً آب سرد کی مشقت موسم سرما میں نہ اٹھائیں اور بدل وضو یا غسل تیمم کر لیں نہ کہ وضو یا غسل کو مثلاً حرام قرار دے دیا ہے پس اگر کوئی اس مشقت کی برداشت کر کے وضو مثلاً کر لیوے تو اس کی صحت میں مضائقہ نہ ہو گا اگرچہ احوط ترک استعمال آب اور بر تقدیر وضو کرنے کے محض وضو ہی پر اکتفا نہ کرے بلکہ اسکے ساتھ احتیاطاً تیمم بھی کرے۔

مسئلہ نمبر ۱۹۔ اگر باعتقاد ضرر یا بخیال خوف استعمال آب تیمم کرے اور نماز پڑھے اور بعد از نماز معلوم ہو کہ ضرر نہ تھا پانی مضر نہ تھا تو تیمم اور نماز دونوں صحیح اور اگر قبل نماز برخلاف اعتقاد و خیال مذکور معلوم ہو تو تیمم باطل۔ پس اس شخص کو چاہئے کہ با وضو یا غسل کر کے نماز پڑھے

اور اگر استعمال آب مضر نہ سمجھتے ہوئے وضو یا غسل کیا بعد کو معلوم ہوا کہ مُضر تھا۔ پس اس صورت
میں اس کا وضو یا غسل صحیح ہوگا لیکن ہر دو صورتوں میں احوط مراعاتِ احتیاط[1] ہے اور اگر باوجود اعتقادِ
ضرر و خوف استعمال آب وضو یا غسل کیا جائے تو یہ وضو یا غسل صحیح[2] نہ ہوگا اگرچہ بعد کو خلاف اعتقاد
ہی ظہور پذیر ہو تو بھی طہارت آبی باطل اور اگر باوجود احتیاط عدم ضرر پھر بھی بجائے وضو مثلاً تیمم کیا
جائے تو تیمم صحیح نہ ہوگا اگرچہ مُضر ہونا بعد کو ثابت ہی ہو جائے تو بھی تیمم درست نہیں ۔

مسئلہ نمبر ۲۰۔ باوجود علم ضرر آب پھر بھی کوئی شخص دانستہ اپنے کو جنب بنالے تو بدل غسل تیمم
کر سکتا ہے اس موقعہ پر بھی تیمم صحیح ہو جائیگا لیکن بعض علماء کرام فرماتے ہیں کہ دریں صورت
غسل کرنا واجب ہے اگرچہ پانی بعد کو مُضر ہو مثلاً غنونیہ ہو جائے کچھ پروا نہ کرے تکلیف و ضرر کا
تحمل کرے انشاء اللہ شفا ہوگی۔ اس بنا پر مابین غسل و تیمم جمع کرنا بہتر[3] ہے یعنی غسل بھی کرے اور
تیمم بھی بلکہ اس بہتر کے ساتھ یہ بھی بہتر ہے کہ بعد زوال عُذر اعادۂ غسل بھی کرے اور جو نماز وغیرہ
پڑھ چکا ہے زمانہ عُذر میں اُن سب کو دوبارہ بجا لائے ۔

مسئلہ نمبر ۲۱۔ پہلے ہم بیان کر چکے ہیں کہ اگر کوئی شخص باوضو ہو مثلاً اور اُسکو یہ معلوم ہو کہ وضو
کیلئے پانی کا میسر ہونا مشکل بلکہ ناممکن ہے تو اس صورت میں بعد دخول وقت نماز اس وضو کا
باطل کرنا جائز نہ ہوگا اور اس وضو کی حفاظت واجب لازم ہوگی لیکن اسکو باوجود عدم امکان
غسل جماع کرنی جائز ہے وجہ جواز اور دلیل فارق مابینِ غسل و وضو نص ہے اگرچہ احوط ترک جماع
ہے یعنی بذریعہ مجامعت وضو کا باطل کرنا خلاف احتیاط ہے چوتھے تحصیل آب اور اُس کے
مہیا کرنے میں یا اُسکے استعمال میں حرج و مشقت ہو اگرچہ موجب ضرر یا باعثِ خوف نہ ہو تو بھی
بجائے وضو مثلاً تیمم کرنا جائز ہے پانچویں یہ کہ وضو میں مثلاً پانی صرف کرنے سے خوف پیاس اپنے یا اپنے
عیال و اولاد یا اپنے متعلقین یا احباب کے متعلق ہو یعنی ایسی تشنگی کا اندیشہ ہو کہ جو موجب اتلافِ نفوس
ہوتی ہے یا پانی نہ ملنے کی حالت میں یہ مذکورین مریض ہو جائیں گے یا عادت و تحمل سے زائد حرج و مشقت
میں مبتلا ہونیکا خوف ہو خواہ اُسی وقت یہ اندیشہ دامن گیر ہو یا دوسرے وقت خواہ علم یقین

ف۱ پہلی صورت میں احتیاط ترک نہ ہونی چاہیے (ابوالحسن مدظلہ)

ف۲ صحت وضو یا غسل اس صورت میں مثل صحت تیمم کے دوسری صورت میں بعید نہیں بشرطیکہ وضو یا غسل یا تیمم کا فعل بقصد قربت وقوع میں آیا ہو اگرچہ ہر دو صورتوں کے متعلق متن میں جو مذکور ہے وہ احوط ہے (ابوالحسن مدظلہ) ف۳ اس بہتری میں کوئی وجہ معلوم نہیں ہوتی۔ درآں حالیکہ اس موقع پر احتمالِ حرمت جنابت ہے (ابوالحسن مدظلہ)

بضررہائے مذکورہ ہو خواہ محض گمان ہی گمان ہو ضرر مذکور کا تو بھی اس موجودہ پانی کو پینے کیلئے محفوظ کیا جائے گا اور بدلہ وضو مثلاً تیمم کیا جائے بلکہ محض احتمال ضعیف ہی کہ جو موجب خوف ہو تیمم کے وجوب کیلئے کافی ہو جائیگا یہاں تک کہ اگر ضرر کا وہم بھی ہو گا تو بھی تیمم لازم ہو جائیگا کیونکہ بسا اوقات وہم بھی باعث خوف ہو جاتا ہے جبکہ مطلب و مقصد میں اہمیت ہو اسیطرح اگر خوف تشنگی اپنے حیوانات مثل بہائم وانعام کے متعلق ہو یا دیگر نفس محترمہ کے متعلق خواہ اس شخص سے انکا تعلق ہو یا نہ ہو یعنی اسکے پالتو جانور ہوں یا شخص دیگر کے بہر حال جب خوف پیاس جاندار نفوس کے متعلق ہو گا تو بھی موجودہ پیاسوں کو پلایا جائیگا اور بدلہ وضو مثلاً تیمم کیا جائیگا اب رہے وہ نفوس کہ جو قابل احترام نہیں ہیں مثلاً کافر حربی اور مرتد فطری اور وہ شخص کہ جسکا قتل از روئے شرع واجب ہے اُن کے متعلق اگر خوف تشنگی ہو تو تیمم جائز نہ ہو گا بلکہ اس پانی کو وضو میں مثلاً صرف کیا جائیگا نفوس مذکورہ اگر مارے تشنگی کے تلف ہو جائیں تو ہونے دیں کچھ پرواہ نہ کریں اسی طرح وہ غیر محترم نفوس کہ جنکا مارڈالنا شرعاً واجب نہیں بلکہ جائز ہے جیسے کتا کاٹنے والا اور سور اور بھیڑیا اور ازیں قبیل درندے انکی تشنگی بھی قابل لحاظ نہیں ان کی پیاس بجھانا بھی ضروری نہیں پس ان پر اگر تشنگی کا غلبہ ہو تو وضو ہی مثلاً کیا جائیگا۔ تیمم جائز نہ ہو گا اگرچہ بظاہر[1] اس موقع پر بھی تیمم جائز ہے اور درندگان مذکورہ بالا کی پیاس بجھانا مناسب ہے خلاصہ یہ ہے کہ خوف عطش کبھی تو موجب حفظ آب اور باعث عدم جواز وضو یا غسل ہوتا ہے اس پانی سے بوجہ پیاس اپنی جان کے تلف ہونے کا اندیشہ ہو یا کسی ایسے شخص کی جان کا خطرہ ہو کہ جس کی حفاظت صاحب آب پر واجب ہو یا خوف حدوث مرض وغیرہ ہو تشنگی سے اور کبھی خوف عطش باعث وجوب حفاظت آب تو ہوتا ہے لیکن وضو یا غسل میں اس پانی کے استعمال کو مانع نہیں بلکہ باعث جواز وضو مثلاً ہوتا ہے اسی پانی سے جیسے ایسے شخص کی جان کے تلف ہوجانے کا اندیشہ ہو کہ جسکی حفاظت مالک آب پر واجب ہو اگرچہ وہ جائز القتل[2] بھی نہ ہو اور کبھی باوجود خوف عطش پانی کا صرف کرنا وضو میں مثلاً واجب ہو جاتا ہے مثلاً ایسے شخص کو پیاس ہو کہ جسکا قتل کرنا واجب ہے پس تیسری صورت میں تیمم کرنا جائز نہیں اور دوسری صورت میں تیمم جائز[3] ہے اور استعمال آب وضو

---

[1] اس میں تامل ہے (ابو الحسن مدظلہ)

[2] یہ منافی ہے مذکورہ بالا کے کیونکہ ابھی ابھی ماتن رحمہ نے فرمایا ہے کہ جس کی حفاظت واجب نہیں۔ وہ جائز القتل ہے (ابو الحسن مدظلہ)

[3] اس میں تامل ہے (ابو الحسن مدظلہ)

یا غسل بھی جائز ہے یعنی تیمم بھی کرے اور وضو بھی مثلاً کرے اور دو صورت اولیٰ تیمم واجب ہے اور استعمال آب وضو یا غسل میں حرام اگر اس کی مخالفت کریگا اور برخلاف اسکے عمل کریگا یعنی وضو کریگا مثلاً تو وضو باطل ہوگا صحیح نہ ہوگا۔

مسئلہ نمبر ۲۲۔ اگر کسی کے پاس دو پانی ہوں ایک پاک اور وضو کیلئے مثلاً کافی ہو اور دوسرا نجس پیاس بجھانے کے لئے کافی ہو تو اس شخص پر بدلہ وضو تیمم کرنا لازم ہے۔ کیونکہ نجس پانی کا پینا حرام ہے لہذا اس کا وجود مثل عدم کے ہوگا۔ پس آب طاہر کو پینے کے لئے محفوظ رکھا جائے گا اور بدلہ وضو تیمم کیا جائیگا۔ البتہ اگر چوپایا مثلاً پیاسا ہو تو آب طاہر سے وضو مثلاً کیا جائے گا اور آب نجس کو چوپائے کے لئے محفوظ رکھا جائیگا اس کی پیاس میں صرف کیا جائیگا۔ اسی طرح اگر طفل نابالغ پر خوف تشنگی ہو تو بھی آب طاہر وضو یا غسل میں صرف کیا جائیگا اور نجس پانی بچہ کے پینے کے لئے رکھا جائیگا بالخصوص جبکہ وہ بچہ خود اس پانی کو پی لے کیونکہ آب متنجس کا اطفال کو پلانے کی حرمت بلادلیل کے ہے اور خود پینا بوجہ غیر مکلف ہونے کے قابل مؤاخذہ نہیں بہرحال پاک پانی وضو یا غسل میں صرف کیا جائے گا بلکہ بہت ممکن ہے کہ یہ کہا جائے کہ اگر رفیق یعنی ساتھی پر عطش کا غلبہ اور خوف ہو تو نجس پانی اُسکے پینے کے لئے محفوظ کیا جائے اور پاک پانی سے وضو[1] یا غسل کیا جائے اس لئے کہ اگر شخص دیگر بوجہ اضطرار کسی شئے نجس یا حرام کے کھانے یا پینے پر مجبور ہو تو دفع اضطرار اُس کا اور اس کو شی نجس کے کھلانے یا پینے سے بچانے کی فکر کرنا غیر پر واجب نہیں۔ اِس بنا پر آب طاہر سے وضو جائز اور آب نجس کا اپنے رفیق کے لئے محفوظ کر دینے میں کوئی مضائقہ نہ ہوگا البتہ اگر رفیق بالفعل پیاسا ہو فی الحال اسکو پانی کی ضرورت ہو تو نجس پانی پینے کی غرض سے اُس کو دینا جائز نہیں درآنحالیکہ آب طاہر موجود ہو اور اگر وہ خود نجس پانی پینے کی طرف سبقت کرے تو اُس سے باز رکھنا بھی غیر پر واجب[2] ولازم نہیں

---

[1] اس میں تامل ہے اور اس صورت میں اور آنیوالی حالت میں فرق نظر سے خالی نہیں (ابوالحسن مدظلہ)

[2] اس میں اشکال ہے بلکہ اس موقعہ پر اقرب یہ ہے کہ اسکو نجس پانی سے روکا جائے اور پاک پانی اسکی پیاس میں صرف کیا جائے البتہ اگر کسی اور وجہ سے وہ از روئے غفلت مثلاً نجس پانی کی طرف سبقت کرے تو غیر پر روکنا اسکا اور اس کو آگاہ کرنا کہ یہ نجس پانی ہے واجب نہیں (ابوالحسن مدظلہ)

چھٹے اگر کوئی امر واجب اہم وضو یا غسل کے مثلاً معارض ہو جائے تو امر اہم کو ترجیح دی جائے گی۔ پانی اسی میں صرف کیا جائیگا اور بدلہ وضو مثلاً تیمم کیا جائیگا۔ اس کو مثال میں یوں سمجھئے کہ کسی شخص کے بدن میں یا کپڑے میں وہ نجاست ہو کہ جو نماز میں معاف نہ ہو اور وضو کرنا بھی اس کو نماز کے لئے واجب ہو اور پانی اس قدر نہ ہو کہ دونوں کام (رافع حدث یا رفع خبث) کے واسطے کافی ہو تو اس صورت میں رفع خبث (نجاست دور کرنے) میں پانی کا صرف کرنا واجب ہوگا اور بدلہ وضو تیمم کیا جائے گا کیونکہ وضو کا بدل تو ممکن ہی اور رفع نجاست کا عوض کوئی نہیں ہے لہذا وضو کے بدل تیمم کیا جائے گا اور پانی سے نجاست دور اور صاف کی جائے گی۔ اس کے ماسوا اخبار سے بھی یہی مستفاد ہوتا ہے کہ رفع خبث میں پانی صرف کیا جائے۔ البتہ بہتری اسی میں ہے کہ پہلے پانی سے خباثت دور کی جائے کپڑا مثلاً اگر نجس ہے تو پہلے اس کو پاک کیا جائے بعد ازاں بدلہ وضو مثلاً تیمم کیا جائے تاکہ وقت تیمم بے آب ہونا کہلائے پانی مفقود ہو جائے۔ پس اگر کوئی شخص اس کی برخلاف کرے گا یعنی وضو مثلاً کرلیگا تو وضو درست نہ ہوگا باطل ہو جائیگا کیونکہ یہ شخص اسی حالت میں مامور وضو کا نہ تھا مکلّف تیمم کا تھا البتہ اگر نقد آب کیا تھ وہ اشیاء بھی مفقود ہوں کہ جن پر تیمم درست ہوتا ہے تو وضو کرنا لازم ہو جائے گا۔ پانی کا صرف کرنا رفع حدث میں واجب ہوگا اور لباس نجس میں نماز ہوگی کیونکہ اب نماز با نجاست لباس یا بدن با وضو اور نماز با لباس طاہر بدون وضو و تیمم کے درمیان مزاحمت واقع ہوگئی۔ یعنی یہ شخص یا تو باوضو ہو کر نجس لباس میں نماز پڑھے یا لباس مثلاً پاک کرکے بلا وضو بلکہ بلا تیمم کیونکہ جن پر تیمم صحیح ہے وہ مفقود ہیں نماز پڑھے اِن دو امروں میں یہ شخص پریشان ہے پس اس موقعہ پر رفع حیرانی و پریشانی یوں ہو سکتی ہے کہ رفع حدث کو مقدم رکھا جائے اسی کو اہم سمجھا جائے اور وضو مثلاً بجا لائے کیونکہ فاقد الطہورین (پانی اور مٹی) کی نماز علی الاقوی باطل ہے پس اس صورت میں رفع خبث اور طہارت لباس مثلاً اس کو کوئی مفید نہ ہو گی جبکہ نماز ہی ندارد ہو گئی لہذا وضو مثلاً ضرور کیا جائے خواہ لباس پاک رہے یا نجس اس کی پروا نہ کرنی چاہئے ÷

ﻪ بلکہ ہر واجب کہ جو بدل نہ رکھتا ہو جبکہ مزاحم وضو مثلاً ہو جائیگا تو وضو پر اسکو ترجیح دی جائیگی۔ شاید یہی مقصود ماتن بھی ہے کیونکہ وجہ ترجیح میں تقدیم رفع خبث ہے یعنی وضو کیلئے بدل ہی ہے اور رفع نجاست بلا بدل ہے یہ قرینہ ہے اس بات کا کہ واجب بلا بدل مزاحم ہو سکتا ہے (ابوالحسن مدظلہ)

مسئلہ نمبر ۲۳۔ اگر کسی کے پاس اتنا پانی ہو کہ جس سے وضو مثلاً بخوبی کرسکتا ہو لیکن طہارت بدن یا لباس کیلئے کافی نہ ہوتا ہو۔ تمام نجس بدن مثلاً پاک نہ ہوسکتا ہو اس پانی سے بلکہ کچھ حصہ بدن نجس کی طہارت ممکن ہو۔ یعنی اگر بجائے وضو تیمم بھی اختیار کیا جائے تو بھی پورے بدن کی مثلاً طہارت نہ ہوسکتی ہو تو اس صورت میں رفع خبث (نجاست بدن کو مثلاً دور کرنا جس قدر بھی ہو) کی تقدیم رفع حدث پر اشکال سے خالی نہیں بلکہ رفع حدث (وضو مثلاً کرنا) کی تقدیم اس موقع پر بعید نہ ہوگی۔[1] ہاں اگر لباس و بدن دونوں نجس ہوں اور پانی اسقدر ہو کہ جس سے یا تو وضو ہی کیا جائے یا بدن ہی پاک کیا جائے یا لباس ہی سے نجاست دور کی جائے ہر سہ امر میں سے ایک ہو سکتا ہو۔ تینوں اس پانی سے ناممکن ہوں تو اس میں دو قول ہیں ایک تو یہ کہ اس پانی سے بدن پاک کیا جائے اور بدلہ وضو تیمم کیا جائے اور نجس لباس ہی میں نماز ادا کی جائے۔ دوسرا قول یہ کہ طہارت بدن کو مقدم رکھتے ہوئے با تیمم ہو کر برہنہ نماز پڑھے یہ قول خالی قوت سے نہیں اسی کو اختیار کرنا چاہیئے ؛

مسئلہ نمبر ۲۴۔ اگر امر دائر ہو مابین ترک نماز وقت میں یا آب نجس پینے میں اسکو مثال میں یوں سمجھیئے کہ ایک شخص کے پاس اتنا پانی پاک ہے کہ جس سے وضو کیا جاسکے اور آب نجس بھی اسی کے پاس ہے کہ جو رفع تشنگی بخوبی کرسکتا ہے اور جس پر تیمم صحیح ہوسکتا ہو وہ قطعی ندارد ہوں مفقود ہوں۔ پس یہ شخص اگر پاک پانی پیتا ہے تو فاقد الطہورین (پانی اور مٹی وغیرہ دونوں مفقود) ہوا جاتا ہے اور فاقد الطہورین کی نماز باطل ہے۔ پس ایسی حالت میں وضو کو ترجیح و تقدیم حاصل ہوگی رفع تشنگی پر یا پاک پانی سے پیاس بجھانا مقدم ہوگا۔ اسکا فیصلہ اشکال[2] سے خالی نہیں ؛

مسئلہ نمبر ۲۵۔ اگر کسی کے پاس اتنا مال ہو کہ جس سے یا تو آب وضو ہی خریدا جائے یا ساتر عورتین کی ہی فکر نماز کے واسطے کی جائے تو ایسی حالت میں اس مال سے ساتر عورتین کی خریداری اور تحصیل کو تقدیم حاصل ہوگی تحصیل آب وضو پر خلاصہ یہ کہ ساتر عورتین کی ترجیح اس صورت میں بعید نہیں لہذا ستر کی فکر کی جائے اور بدلہ وضو تیمم کیا جائے لیکن یہ تقدیم و ترجیح اشکال سے خالی نہیں اور بہتر یہ ہے کہ اوّلاً اس مال کو تحصیل ساتر میں صرف کیا جائے

---

[1] بلکہ اقرب تقدیم اوّل ہے (ابوالحسن مدظلہ)

[2] بربناء بطلان نماز فاقد الطہورین تقدیم نماز اور ترجیح نماز بعید نہیں (ابوالحسن مدظلہ)

بعد ازاں تیمم کیا جائے تاکہ وقت تیمم یہ کہا جا سکے کہ اس کے پاس پانی وضو کیلئے نہیں ہے اور اگر تحصیل آب اور استقبال قبلہ میں امر دائر ہو یعنی اگر تحصیل آب کرتا ہے وضو کیلئے تو نماز میں استقبال قبلہ نہیں ہوتا۔ اگر استقبال قبلہ ہوتا ہے تو نماز بلا وضو کے پڑھنی پڑتی ہے پس ایسی حالت میں کس کو کس پر ترجیح دی جائے کس کو مقدم رکھا جائے اس کا تصفیہ مشکل ہے ساتویں یہ کہ وقت نماز اس قدر نہ ہو کہ وضو یا غسل کرکے پوری نماز وقت میں ہو سکے بلکہ کوئی نہ کوئی جزو نماز ضرور وقت سے خارج میں ادا ہوگا پس ایسی حالت میں واجب ہے کہ تیمم کرکے نماز پڑھے تاکہ پوری نماز وقت کے اندر واقع ہو۔ بعض علماء کرام فرماتے ہیں کہ معیار تنگی وقت یہ ہے کہ ایک رکعت بھی بعد وضو مثلاً وقت میں نہ ہو تو تیمم لازم ہے پس اگر تیمم کرنے سے تمام و کمال نماز وقت میں ہوتی ہو اور وضو کرنے سے محض ایک رکعت یا اس سے کچھ زاید وقت میں ہوتی ہو تو ایسی حالت میں وضو ہی کیا جائیگا کیونکہ جس نے ایک رکعت وقت میں ادا کر دی گویا اس نے پوری نماز وقت میں ادا کر دی تمام وقت گویا اسکو مل گیا لیکن اولیٰ وہی ہے کہ جس کو ہم اوپر بیان کر چکے یعنی پوری نماز وقت میں ہونی چاہیئے۔ ذرا ذرہ بھی نماز وقت سے باہر نہ ہو لہٰذا صورت مذکورہ میں بدلے وضو تیمم کرنا چاہیئے تاکہ پوری نماز وقت میں ہو جائے۔ اب رہا قاعدہ مذکورہ اور معیار مذکور (ایک رکعت وقت میں ہونا گویا پوری نماز کا وقت میں ہو جانا ہے) یہ مخصوص ہے ایسی حالت کے ساتھ کہ جس میں بقدر ایک رکعت کے وقت نماز باقی رہ گیا ہو تو ایک رکعت کا وقت میں ہونا گویا پوری نماز کا وقت کے اندر ہونا ہے۔ بخلاف صورۃ مذکورہ بالا کے کہ اس میں مفروض ہے کہ وقت کافی تھا۔ وضو یا غسل نے ضائع کر دیا۔ اگر باتیمم نماز پڑھی جاتی تو ساری نماز وقت میں ہوتی گویا وضو باعث تاخیر نماز ہوا۔ یہاں تک کہ بقدر رکعت وقت باقی رہ گیا لہٰذا قاعدہ مذکورہ سے یہ صورت خارج ہوگی۔ پس صورت مسئلہ مذکورہ یہ ہوگی کہ اگر مراعات وقت نماز اور مراعات وضو یا غسل میں امر دائر ہو یعنی اگر وقت کا لحاظ کیا جاتا ہے تو بلا وضو مثلاً نماز ہو تب وقت ملے اور اگر باوضو نماز پڑھی جاتی ہے تو خارج وقت میں نماز واقع ہوتی ہے پس ایسی حالت میں لحاظ وقت کو ترجیح ہوگی باوضو ہونے پر یعنی نماز وقت میں واقع ہو خواہ وضو ہو یا نہ ہو کیونکہ تمام اجزاء نماز کے متعلق وقت کا لحاظ اور اعتبار لازمی ہے یعنی ہر جزو نماز وقت کے اندر ہونا چاہیئے پس جبکہ وضو مثلاً مستلزم خروج جزو نماز ہوگی وقت سے تو تحصیل آب وضو جائز نہ ہوگی بلکہ بجائے وضو تیمم کیا جائیگا اگرچہ احوط قضا بجا لانا ہے اس نماز کا کہ جو باتیمم پڑھی

جا چکی ہے بالخصوص جبکہ تیمم سے بھی جزو نماز کا خارج وقت میں ہونا لازم آتا ہو یعنی تیمم مستلزم خروج جزو نماز ہو وقت سے تو بنا بر احتیاط اس نماز کی قضا بھی بجا لانا چاہیے ؛

مسئلہ نمبر ۲۶۔ اگر کسی کے پاس پانی بقدر وضو مثلاً موجود ہو اور دانستہ نماز میں اس قدر تاخیر کرے کہ وقت اتنا تنگ ہو جائے کہ جس میں وضو نہ ہو سکتا ہو پس ایسا شخص گنہگار ضرور ہے لیکن با تیمم نماز ہو سکتی ہے پس واجب ہے کہ تیمم کر کے نماز پڑھے اور اس کی قضا واجب نہیں کیونکہ نماز ہو گئی اگرچہ بمقتضائے احتیاط بعد گذرنے وقت کے اسکی قضا کرنا بھی اچھا ہے بلکہ ضروری ہے۔ دوبارہ پڑھنا بھی لازم ہے ؛

مسئلہ نمبر ۲۷۔ اگر تنگی وقت اور فراخی وقت مشکوک ہوں بقائے وقت پر بنا کرتے ہوئے یعنی خیال کرتے ہوئے کہ وقت نماز ابھی باقی ہے وضو یا غسل کر کے نماز شروع کردے اور اگر وقت کا تنگ ہونا معلوم ہو لیکن وقت کا بقدر طہارت (وضو یا غسل کے بقدر) اور نماز ہونا مشکوک ہو تحصیل طہارت میں وقت صلوٰۃ کے فوت ہو جانے کا اندیشہ ہو تو ایسی حالت میں بدلہ وضو مثلاً تیمم کرنا بعید نہیں کیونکہ پہلی صورت مسئلہ میں اور اس میں فرق[ل] ہے۔ صورت اولیٰ میں احتمال وسعت وقت کا ہے اور اس صورت میں علم تنگی وقت کا ہے۔ پس اس صورت میں وقت کے فوت ہو جانے کا اندیشہ ہے اگر باوضو ہو کر مثلاً نماز پڑھی جائے اور پہلی صورت اس اندیشہ سے پاک وصاف ہے اور خوف فوت باعث جواز تیمم ہے لہذا دوسری صورت میں تیمم جائز ہو گا نہ کہ اوّل میں ؛

مسئلہ نمبر ۲۸۔ اگر کسی شخص کے پاس پانی نہیں لیکن اسکی تحصیل پر قدرت ضرور ہے مگر وقت میں اتنی گنجائش نہیں کہ تحصیل آب کر سکے یعنی اگر پانی کی جستجو میں ادھر ادھر جاتا ہے تو پوری نماز یا جزو نماز خارج وقت میں واقع ہوتی ہے۔ پس اس شخص کو چاہیے کہ بدلہ وضو مثلاً تیمم کر کے وقت میں نماز ادا کرے اور اس صورت مسئلہ کا اشکال کمتر ہے صورت سابقہ سے کیونکہ صورت موجودہ میں باوجود آب وقت میں استعمال آب کی گنجائش نہیں یعنی اتنا وقت نہیں کہ وضو مثلاً کر سکے۔ پس اس صورت میں پانی کا وجود مثل عدم کے ہو گا یعنی یہاں پر پانی کا نہ ہونا کہلائے گا لہذا تیمم کا حکم یہاں پر بلا اشکال ہو گا کہ جس میں احتیاطاً قضا کی بھی حاجت نہ ہو گی یعنی عمل بالاحتیاط کرنے کی کوئی ضرورت نہ ہو گی بخلاف صورت سابقہ

[ل] بظاہر ہر دو صورت مسئلہ میں کوئی فرق نہیں بجز عبارتی فرق کے اور کوئی فرق ظاہر نہیں ہے ہاں اگر دوسری صورت سے مراد یہ ہو کہ مقدار وقت معلوم ہو اگرچہ تخمیناً ہی سہی لیکن اسکی کفایت مشکوک ہو یعنی یہ معلوم نہ ہو کہ وقت بقدر طہارت و صلوٰۃ ہے یا نہیں تو البتہ ہر دو صورت مختلف ہو جائیں گی ۱۲۔ ابو الحسن مدظلہ ؛

کے کہ اس میں فقدان آب صادق نہیں آتا +

مسئلہ نمبر ۲۹ - اگر کوئی شخص بوجہ تنگی وقت نماز مکلف تیمم ہو بدلہ وضو مثلاً تیمم کرنا اس پر واجب ہو اور وہ اس کے برخلاف عمل کرے۔ یعنی وضو یا غسل کرلیوے تو باطل ہوگا۔ نہ وضو ہی صحیح ہوگا اور نہ غسل ہی۔ دونوں باطل کیونکہ وہ اس نماز کیلئے محکوم بوضو نہیں تھا بلکہ ماموربہ تیمم تھا پس بوجہ مخالفت امر ہوئی طہارت آبی باطل ہوگی بشرطیکہ اس وضو یا غسل میں نماز موجودہ کا قصد کرے یعنی جس نماز کا وقت ہے اگرچہ تنگ ہی ہی اس کا قصد وارادہ کرتے ہوئے مثلاً غسل کرے تو غسل بلا تامل باطل ہوجائیگا۔ ہاں اگر اس نماز سے قطع نظر کرتے ہوئے کسی اور غرض وغایت کے قصد سے یا محض باطہارت رہنے کی نیت سے وضو مثلاً کرلیوے تو بنا براقوی یہ طہارت آبی اسکی صحیح ہوگی کیونکہ کسی شے کا حکم دینا اس شے کی ضد کی ممانعت کو مقتضی نہیں لہذا اگرچہ شخص مذکور ماموربہ تیمم ہے لیکن بقصد دیگر وضو بھی کرسکتا ہے اس میں کوئی مضائقہ نہ ہوگا۔ اور اگر کوئی شخص تنگی وقت سے جاہل ہو اور ساتھ ہی اس کے یہ بھی نہ جانتا ہو کہ اسکو تکلیف تیمم کی ہے یا وضو کی مثلاً غرضیکہ اپنی تکلیف سے بیخبر ہو کر وضو کرلیوے تو بظاہر یہ وضو صحیح ہوگا بشرطیکہ اس وضو میں یہ نیت ہو کہ میں اس نماز کے لئے وضو کرتا ہوں کیونکہ اس نیت سے وضو باطل ہوگا کیونکہ اس نماز کے لئے یہ ماموربہ تیمم ہے نہ کہ وضو کا۔ بلکہ علاوہ اس نماز کے کسی اور غرض وغایت کے لئے اگر وضو کیا ہے تو وضو بلا تامل صحیح ہوجائیگا

مسئلہ نمبر ۳۰ - باوجود آب جو تیمم بوجہ تنگی وقت کیا جائے وہ محض اسی نماز کو مباح کریگا۔ کہ جس کا وقت تنگ ہے اس کے علاوہ کسی اور شے کو مباح نہ کریگا یہاں تک کہ دوسری نماز بھی اس سے پڑھنا جائز نہ ہوگا۔ اگرچہ دوسری نماز کے وقت پانی مفقود ہی ہو تو بھی تیمم مذکور سے یہ نماز صحیح نہ ہوگی اور اس کے لئے دوسرا تیمم کرنا ہوگا بلکہ اگر دوران صلوٰۃ ادائی میں پانی مفقود ہوجائے تو بھی یہ تیمم دوسری نماز کیلئے کافی نہ ہوگا بلکہ اس کے واسطے تجدید تیمم کی ضرورت ہوگی اگرچہ آخر الذکر صورت میں تیمم اول کا ہر دو نماز کیلئے کافی ہونا محتمل[۱] ہے +

مسئلہ نمبر ۳۱ - جو تیمم بوجہ تنگی وقت نماز کیا جائے اس سے سوائے نماز کے اور کوئی چیز مباح نہ ہوگی اگرچہ دوران نماز ہی میں[۲] کوئی اور عمل علاوہ نماز کے کیوں نہ ہو تب بھی وہ اس تیمم مباح نہ ہوگا جائز ہوگا۔ بنابریں مس کتابت قرآن اسکے لئے جائز نہ ہوگی اگرچہ دوران نماز ہی میں

---

۱ بلکہ کفایت خالی قوت سے نہیں (ابو الحسن مدظلہ)

۲ اس میں تامل ہے بلکہ غیر نماز کا دوران نماز میں اس تیمم سے مباح ہونا بعید نہیں (ابو الحسن مدظلہ)

ہیں کیوں نہ ہو۔ اسی طرح اگر تیمم بدلہ غسل کے ہے تو سجدہ والی سورتوں کا پڑھنا اس تیمم سے جائز نہ ہوگا۔ پس معلوم ہوا کہ صحت تیمم مذکور اور اسکی اباحت مخصوص ہے اسی نماز کے ساتھ کہ جس کا وقت تنگ ہے ٭

مسئلہ نمبر ۳۲۔ تنگی وقت سے مراد یہ ہے کہ وقت نماز واجبات نماز کے ادا کرنے کے لئے کافی نہ ہو تو بدلہ وضو تیمم کیا جائیگا۔ پس اگر واجبات نماز کیلئے تو کافی وقت ہو لیکن مستحبات نماز اس وقت میں ادا نہ ہو سکتے ہوں تو اس نماز کیلئے وضو کرنا واجب اور محض واجبات نماز پر اکتفا کرنا لازم ہوگا بلکہ اگر اتنا وقت نہ ہو کہ حمد کے ساتھ سورہ بھی پڑھا جائے تو بھی اس نماز کیلئے وضو ہی کیا جائیگا اور سورہ کا وجوب بوجہ تنگی وقت ساقط ہو جائیگا یعنی محض حمد پر اکتفا کی جائے گی سورہ پڑھنا واجب نہ ہوگا ٭

مسئلہ نمبر ۳۳۔ جن سنتی نمازوں کے اوقات معین ہیں ان میں سے کسی نماز کا وقت اگر اتنا نہ ہو کہ وضو کر کے وقت کے اندر نماز پڑھی جا سکے تو بدلہ وضو تیمم کا جائز ہونا مثل نماز واجب خالی اشکال[1] سے نہیں۔ بنابریں اگر نماز تہجد کا وقت تنگ ہو اور پانی موجود ہو اور استعمال آب پر بھی قدرت ہو تو وضو سے تیمم کی طرف انتقال اس موقعہ پر مشکل ہوگا ٭

مسئلہ نمبر ۳۴۔ اگر باعتقاد وسعت وقت وضو کیا جائے اور بعد کو معلوم ہو کہ وقت تنگ تھا پس اگر اسی نماز کی غرض اور قصد سے وضو کیا گیا ہے تو باطل کیونکہ اس وقت تکلیف وضو نہ تھی ورنہ وضو صحیح یعنی اس نماز سے قطع نظر کر کے کسی اور غرض و غایت یا محض باطہارت ہونے کے قصد سے وضو کیا گیا ہے تو وضو درست ہے۔ اسی طرح اگر تمام ان چیزوں کا قصد ایک وضو میں کر لیوے کہ جن کے بجالانے کا فی الحال یہ شخص مامور ہو تو بھی وضو صحیح ہوگا اور اگر باعتقاد تنگی وقت تیمم کیا جائے اور بعد نماز وقت کا وسیع ہونا ظاہر ہو تو بظاہر ایسی صورت میں اعادۂ نماز واجب ہوگا اور اگر نماز شروع کرنے سے پہلے خلاف اعتقاد مذکور ظاہر ہو۔ پس اگر وقت وسیع ہو تو وضو کر کے نماز پڑھے ورنہ اعادۂ تیمم واجب یعنے اگر بعد ظہور خلاف اعتقاد وقت وسیع نہ ہو پہلے اگرچہ وسیع تھا تو دوبارہ تیمم کرنا اس نماز کیلئے واجب ہوگا۔

آٹھویں درصورتیکہ استعمال آب میں کوئی مانع شرعی موجود ہو مثلاً پانی چاندی یا سونے کے ظرف میں ہو یا ظرف غصبی میں پانی ہو اور سوائے اس پانی کے اور پانی ناممکن ہو اور ان ظروف مذکورہ بالا سے دوسرے ظرف میں پانی کا کرنا بھی قدرت سے باہر ہو تو بدلہ وضو تیمم کرنا لازم ہوگا۔ اسی طرح ہر اس مقام و محل میں کہ جہاں استعمال آب میں کسی وجہ سے حرمت شرعیہ عاید ہوتی ہو تیمم واجب ہوگا ٭

---

۱ جواز تیمم خالی از قوت نہیں "۔ ابوالحسن مدظلہ

مسئلہ نمبر ۳۵- اگر کوئی شخص مسجد سے باہر جنب ہو- اور پانی سوائے مسجد کہیں نہ پائے۔ پس اگر مسجد سے پانی لانا بدون توقف بحالت مرور یا کسی اور شخص کے ذریعے ممکن ہو تو تحصیل آب واجب مسجد سے پانی لانا لازم- غسل کرنا ضروری ہوگا۔ تیمم جائز نہ ہوگا اور اگر کوئی ظرف ایسا نہ ہو کہ جس میں مسجد سے پانی لا سکے یا ظرف میں پانی بھرنا اور لانا توقف پر موقوف ہو- بدون مسجد میں ٹھہرے ظرف کا بھرنا اور لانا ممکن نہ ہو- پس اگر ہو سکے تو بحالت مرور ہی غسل کرے-۔ اسی طور سے اس پر غسل واجب ہے اور اگر یہ بھی ممکن نہ ہو یا یہ کہ پانی مسجد الحرام یا مسجد نبوی میں ہو کہ جن میں دخول جنب مطلقاً حرام ہے تو بظاہر مسجد میں داخل ہونے کے لئے اور وہاں سے پانی لینے کے واسطے یا وہاں غسل کرنے کی غرض سے جانے کے واسطے تیمم واجب ہوگا مگر یہ ملحوظ رہے کہ اس تیمم سے محض دخول ہی مباح ہوگا- مسجد سے پانی لینا یا وہاں غسل کرنا ہی جائز ہوگا اور کوئی عمل یا فعل اس تیمم سے جائز نہ ہوگا- اب رہا یہ شبہ اور اشکال کہ اس موقعہ پر صحت مذکورہ سے بطلان تیمم ضرور لازم آئیگا کیونکہ جب یہ تیمم کرکے مسجد میں مثلاً داخل ہوگا- پانی دستیاب ہو جائیگا اس کے استعمال پر قدرت حاصل ہو جائے گی لہذا فوراً داخل ہوتے ہی تیمم باطل اور ٹوٹ جائیگا- پس اب مسجد سے خروج یا مرور بلا تیمم کے کہلائیگا جو کہ بلا تامل ناجائز ہے- یہ شبہ اور اشکال ایسا ضعیف اور باطل ہے کہ جس کا بطلان[۱] مخفی نہیں بلکہ ظاہر باہر ہے؛

مسئلہ نمبر ۳۶- استعمال آب پر قدرت ہوتے تیمم کرنا جائز نہیں سوائے دو مقام و محل کے اول ان میں سے نماز جنازہ ہے کہ بنا بر مشہور باوجود قدرت استعمال آب نماز میت پڑھنے کیلئے بدلہ وضو یا غسل تیمم کرنا جائز ہے لیکن متیقن (یقینی) یہ بات ہے کہ اگر وضو یا غسل کرنے میں نماز میت کے فوت ہو جانے کا اندیشہ ہو تو بدلہ وضو یا غسل تیمم کیا جائے ورنہ نہیں مگر چونکہ نماز میت کے لئے طہارت مستحب ہے اس بنا پر تیمم بھی مستحب ہی ہوگا پس باوجود عدم خوف اور درصورت اطمینان اگر بدون قصد ورود مشروعیت تیمم بھی کر لیا جائے تو کوئی مضائقہ نہ ہوگا۔ دوم ان میں سے سونے کیلئے تیمم کرنا ہے بر بنائے شہرت باوجود امکان آب و قدرت بر غسل و وضو کرنے کیلئے تیمم بدلہ وضو یا غسل کرنا جائز ہے- بعض علما فرماتے ہیں کہ اس موقعہ پر جواز تیمم مخصوص ہے بدلیت وضو کیساتھ یعنے سونے کیلئے بدلہ وضو بغیر عذر شرعی کے تیمم جائز نہیں

[۱] کیونکہ وجدان آب اسوقت باعث بطلان تیمم ہوتا ہے جبکہ استعمال آب پر قدرت بھی تو ہو اور قدرت سے مراد وہ قدرت نہیں جو کہ بذریعہ اور بوجہ تیمم حاصل ہوئی ہو جیسا صورت مفروضہ میں ہے لہذا دخول سے تیمم شکستہ نہ ہوگا۔ ابوالحسن مدظلہ

نہ کہ بدلہ غسل کے اور قدر متیقن اس مقام پر یہ ہے کہ اگر بستر خواب پر پہنچنے کے بعد یاد آئے کہ بے وضو ہونا تو بدلہ وضو باوجود امکان وضو لحاف یا توشک پر تیمم کرنا جائز ہے اسی حالت مخصوصہ میں جواز تیمم ثابت ہے۔ پس معلوم ہوا کہ بستر خواب پر پہنچنے سے قبل باوجود امکان وضو دانستہ بدلہ وضو تیمم کرنا جائز نہیں مگر چونکہ بطہارت ہونا مستحب ہے اس بنا پر بدلہ طہارت آبی اگر بدون قصد ورود تیمم کر لیا جائے تو کوئی مضائقہ نہ ہوگا۔ شرعاً اس میں کوئی قباحت نہ ہوگی بعض علما نے ایک تیسری صورت بھی جواز تیمم کی نکالی ہے یعنی اگر کوئی شخص مسجد الحرام میں مُحتلم ہو جائے تو اس پر واجب ہے کہ تیمم کر کے مسجد سے باہر ہو۔ اگرچہ مسجد میں غسل کے بقدر پانی موجود ہو تب بھی بدلہ غسل تیمم کرنا مسجد سے باہر نکلنے کی غرض سے جائز ہے یہ قول خالی اشکال سے نہیں کیونکہ مسجد میں جنب کا ہونا حرام ہے اور فوراً باہر ہونا واجب ہے اس بنا پر غسل اور تیمم اور مسجد سے باہر نکلنا ان ہر سہ امور میں سے جس کسی کے بجا لانے اور کرنے میں زمانہ اور وقت کم صرف ہونا ہوگا اسکو اختیار کیا جائیگا اور یہ ظاہر ہے کہ بہ نسبت غسل تیمم میں بہت ہی کم وقت صرف ہوتا ہے لہذا اس وجہ سے تیمم بدلہ غسل اس محل پر جائز ہوگا لہذا اس تیمم کو منجملہ مجوزات تیمم شمار کرنا انسب ہوگا کیونکہ یہاں پر مانع شرعی استعمال آب موجود ہے کیونکہ استعمال آب میں مسجد میں سے نکلنے میں تاخیر ہوگی اور قیام میں اضافہ ہو جائیگا جو کہ قطعاً ناجائز و حرام ہے لہذا بدلہ غسل تیمم کر کے فوراً باہر نکلنا واجب ہوگا۔

مسئلہ نمبر ۳۷۔ اگر کسی کے پاس اتنا تھوڑا پانی ہو کہ وضو یا غسل کے لئے بدون اضافہ مضاف ناکافی ہوتا ہو تو اسقدر آب مضاف کہ جو اطلاق آب کو برقرار رکھ سکے اس آب خالص میں ملانا وجوباً بعید نہ ہوگا[۱] اور بعد آمیزش وضو کرنا مثلاً واجب ہو جائیگا اگرچہ آمیزش اور ملانا واجب نہ ہو مگر بعد مخلوط کرنے کے بوجہ بقدر وضو مثلاً پانی کے پائے جانے کے وضو کرنا واجب و لازم ہو جائیگا۔

فصل اُن چیزوں کے بیان میں کہ جن پر تیمم کرنا صحیح ہے

علی الاقوی زمین پر مطلقاً تیمم کرنا جائز ہے خواہ وہ مٹی ہو یا ریت یا پتھر یا ڈھیلا یا از قبیل چیز کہ جو جُز و زمین محسوب ہوتی ہو اُن سب پر تیمم صحیح ہے اور سنگ گچ و آہک (چونہ) پر بھی تیمم جائز ہے

[۱] اس کا وجوب نظر سے خالی نہیں اگرچہ احوط ہے۔ ابوالحسن مدظلہ

بشرطیکہ پختہ نہ ہو ورنہ بنابراقوی تیمم درست[1] نہیں۔ اسی طرح مٹی پختہ مثل طباق وکوزہ وغیرہ کے اور پختہ اینٹ پر بنابراقوی تیمم درست نہیں اگرچہ ان کو پیس کر مثل خاک کے کرلیا ہو تب بھی پختہ مٹی اور پختہ اینٹ پر تیمم جائز نہ ہوگا۔ اسی طرح ہڑتال نمک اور سونا چاندی اور ازیں قبیل اشیاء جن کو زمین نہیں کہتے اور معادن میں داخل ہیں اُن میں سے کسی پر تیمم جائز نہیں ہے اور درصورت مفقود ہونے اُن اشیاء کے کہ جن کا شمار زمین میں ہوتا ہے یعنی جو زمین یا جزو زمین کہلاتے ہیں وہ اگر نہ پائی جائیں تو غبار پارچہ[2] یا غبار فرش یا یال اسپ وغیرہ پر کہ جن میں غبار ہوتا ہے تیمم کرنا جائز ہوگا اور درصورت امکان نکان دیگر غبار فرش کو مثلاً جمع کرنا قبل تیمم بغرض تیمم واجب و لازم ہوگا اور جمع ہونے کے بعد یہ غبار خاک کہا جائیگا اور احوط یہ ہے کہ ایسی چیز کو اختیار کرے تیمم کیلئے کہ جس میں غبار زیادہ ہو اور اگر غبار بھی ناممکن ہو مفقود ہو تو گیلی مٹی پر تیمم کرے بشرطیکہ اسکا خشک کرنا ممکن نہ ہو پس بنابریں جس چیز پر کہ تیمم صحیح ہے وہ تین درجوں یا مرتبوں سے خالی نہ ہوئی کہ درصورت امکان درجہ اول والی چیز کے دوسرے درجہ کی چیز سے تیمم درست نہ ہوگا یعنی سابق کے ہوتے لاحق پر تیمم جائز نہ ہوگا اوّل زمین خواہ سفید ہو یا رنگین بشرطیکہ معدنی نہ ہو دوسرے غبار تیسرے گیلی مٹی۔ اور جس شخص کو نہ تیمم کی چیز ممکن ہو اور نہ پانی تو بنابراقوی ایسی حالت میں نماز ساقط ہے لیکن بعد تمکن قضا واجب ہے۔ اور احوط[3] ہے کہ بے طہارت کے بھی نماز پڑھے اور قضا بھی کرے اور اگر شخص مذکور کو یخ یا برف ملسکتا ہو تو بخیال بعض علما اس شخص پر واجب ہے کہ اعضاء وضو کو مثلاً اُس یخ یا برف سے مسح کرے اگرچہ اعضا پر پانی جاری نہ ہو دھونا نہ کہلائے بلکہ مسح کہلائے اور اگر مسح مذکور بعنوان مذکور ناممکن ہو تو یخ یا برف پر تیمم کرنا واجب ہے جناب سید علیہ الرحمۃ کے نزدیک اس قول کا پاس و لحاظ احوط[4] ہے اور اقوی وہی ہے (کہ ایسے شخص پر بعد تمکن قضا واجب ہے) کہ جو اوپر گذرا اور احوط مذکور بالا (بے طہارت کے بھی نماز پڑھے اور قضا) کے ساتھ قول بعض علما کا لحاظ رکھنا بھی احوط ہے بشرطیکہ یخ یا برف کا پگھلانا اور اسکا پانی کرنا ممکن نہ ہو یا

---

[1] بلکہ مٹی وغیرہ کی موجودگی میں بنابر احوط ان پر تیمم درست نہیں۔ ابوالحسن مدظلہ

[2] بشرطیکہ غبار کپڑے کے اوپر ہو ورنہ درصورت کپڑے کے اندر ہونے کے اور وقت ضرب اڑنے کے غبار کو گیلی مٹی سے مقدم کرنا اشکال سے خالی نہیں۔ ابوالحسن مدظلہ

[3] یہ احتیاط ترک نہ ہونی چاہئے۔ ابوالحسن مدظلہ

[4] لیکن مسح اور تیمم مذکورین کے ساتھ نماز کافی نہ ہوگی بلکہ بعنوان مذکور نماز پڑھنے کے بعد اس کی قضا بھی ضروری ہوگی ۱۲۔ ابوالحسن مدظلہ

اعضائے وضو پر مثلاً یخ کا مسح اس طور سے ناممکن ہو کہ اعضا پر جریان آب ہو جائے ورنہ وضو کرنا مثلاً واجب اور معین ہو جائیگا اور برف پر تیمم کرنا اس موقعہ پر ناجائز ہوگا محض وضو مثلاً کافی ہوگا

مسئلہ نمبر ۱۔ پہلے بیان ہو چکا ہے کہ مطلق زمین تیمم کیلئے علی الاقوی کافی ہے لیکن باوجود خاک (خواہ وہ سفید ہو یا سیاہ۔ زرد ہو یا سرخ) بنا بر احتیاط خاک کو زمین پر ترجیح ہوگی یعنی خاک کے ہوتے زمین پر تیمم کرنا خلاف احتیاط ہوگا۔ اسی طرح سنگ و کلوخ کی تمام اقسام جواز تیمم میں مساوی ہیں اور درصورت خاک کے دستیاب نہ ہونے کے رمل (ریگ۔ بالو) کا مقدم کرنا پتھر وغیرہ سے موافق احتیاط کے ہے یعنی رمل کے ہوتے پتھر پر مثلاً تیمم کرنا خلاف احتیاط ہے۔ اسیطرح درصورت مفقود ہونے رمل کے کلوخ پر تیمم کرنا احوط ہے اور اسکو احتیاطاً پتھر پر مقدم کرنا ہے +

مسئلہ نمبر ۲۔ بحالت اختیار پکی ہوئی مٹی پر مثل اینٹ اور خزف (ٹھیکرے) کے تیمم صحیح نہ ہوگا۔ اسیطرح گچ اور آہک پختہ اور خاکستر (راکھ) پر تیمم درست نہ ہوگا اگرچہ خاکستر جزو زمین ہو تو بھی اس پر تیمم جائز نہ ہوگا اور بحالت مجبوری یعنی درصورتیکہ خاک و رمل اور کلوخ و پتھر ناممکن ہوں تو خاکستر (راکھ لکڑی وغیرہ کی) کے سوا تمامی مذکورات بالا اور غبار اور گیلی مٹی پر بنا بر احتیاط تیمم کرنا چاہئے۔ یعنی اینٹ پر بھی مثلاً تیمم کرے اور گچ پر بھی آہک (چونہ) سے بھی تیمم کرے اور غبار سے بھی اور درصورت مفقود ہونے غبار کے گیلی مٹی پر تیمم کرے اور جبکہ غبار یا گیلی مٹی ناممکن ہو تو مذکورات بالا (گچ وغیرہ) میں سے جو کوئی بھی دستیاب ہو سکے اس پر تیمم درست ہوگا اور نماز اس تیمم سے صحیح ہوگی لیکن بعد قدرت اس نماز کا اعادہ یا قضا کو بجا لانا ضروری ہوگا +

مسئلہ نمبر ۳۔ بحالت اختیار ایسی دیوار پر بھی تیمم جائز ہے کہ جو مٹی سے بنی ہوئی ہو یا خشت خام کی دیوار ہو یا خشت پختہ کی ہو لیکن اس پر مٹی پھری ہوئی ہو تو خشت پختہ کی دیوار پر تیمم درست ہوگا ورنہ نہیں +

مسئلہ نمبر ۴۔ گل سرشو (ملتانی) اور گل ارمنی پر تیمم کرنا جائز ہے اگرچہ نرم نہ ہو۔ اسی طرح سنگ آسیا اور سنگ چقماق اور سنگ چاقو اور ازیں قبیل اشیاء پر تیمم درست ہے کیونکہ اشیاء مذکورہ بالا معدنیات سے نہیں ہیں تاکہ اسم زمین سے خارج شمار کی جائیں +

مسئلہ نمبر ۵۔ زمین شورزار پر تیمم جائز ہے بشرطیکہ اسم زمین کا اس پر اطلاق اور صدق ہوتا ہو یعنی اس پر نمک جما ہوا نہ ہو +

مسئلہ نمبر ۶۔ اگر مٹی پر تیمم کیا جائے اور ہاتھ مٹی سے آلودہ ہو جائیں تو اولاً ہاتھوں سے مٹی کا دور کرنا اور جھاڑنا واجب ہے بعد ازاں پیشانی اور ہاتھوں کا مسح کرنا لازم ہے اور بجائے ہاتھوں کے

؎ بنا بر احتیاط چنانچہ گذشت (ابو الحسن)

جھاڑنے کے دھونا ہاتھوں کا اشکال سے خالی نہیں ۔

مسئلہ نمبر ۷۔ ایسی خاک پر کہ جس میں چیز دیگر مثل گھاس پھونس اور راکھ وغیرہ کے ملی ہوئی ہو تیمم جائز نہیں ۔ اسی طرح ایسی مٹی پر کہ جس میں گھاس پھونس وغیرہ کی آمیزش ہو تیمم درست نہیں پس بنا بریں جن اشیاء پر تیمم جائز ہے انکا خالص ہونا معتبر اور ایسی چیزوں سے غیر مخلوط ہونا ضروری ہے کہ جن پر تیمم درست نہیں البتہ ذرا ذرا سی آمیزش کہ جو مثل نہ ہونے کے ہو بوجہ غلبہ خاک مثلاً مضائقہ نہیں رکھتی ۔

مسئلہ نمبر ۸۔ جبکہ یخ یا برف کے علاوہ ناممکن ہو اور انکا پانی کرنا پگھلا کر ممکن ہو تو برف کا مثلاً پگھلانا وضو یا غسل کے لئے واجب و لازم ہے ۔ اسی طرح جبکہ سوائے گیلی مٹی کے اور کچھ ممکن نہ ہو تو بشرط امکان اس کا خشک کرنا واجب ہے ۔

مسئلہ نمبر ۹۔ جو شخص تیمم کا مکلف ہو اور جس چیز پر شرعاً تیمم درست ہو سکتا ہو۔ اس کے پاس نہ ہو تو اس شخص مذکور پر واجب و لازم ہے کہ جدوجہد سے ایسی چیز مہیا اور حاصل کرے کہ جس پر تیمم جائز اور ہو سکتا ہو اگرچہ اس کی تحصیل بذریعہ خریداری ہی ہو کرے جیساکہ آب وضو کا مثلاً وضو کیلئے خریدنا لازم ہے ویسا ہی اشیاء تیمم کا بھی خریدنا واجب ہے ۔

مسئلہ نمبر ۱۰ جو شخص ازروئے شرع غبار پر تیمم کرنے کا مکلف ہو اس کے لیئے بہتر یہی ہے کہ ایسی چیز غبار والی مہیا کرے کہ جس میں غبار بہ نسبت دیگر اشیاء کے زیادہ ہو ۔[ل]

مسئلہ نمبر ۱۱۔ بحالت اختیار زمین نمناک (تر) اور تراب نمناک پر تیمم جائز ہے اگرچہ باوجود زمین خشک اور تراب خشک کے تراب نمناک کا مثلاً اختیار کرنا خلاف احتیاط ہے ۔

مسئلہ نمبر ۱۲۔ اگر کسی چیز کے متعلق یہ یقین کرتے ہوئے کہ اس پر تیمم جائز ہے تیمم کیا جائے اور بعد کو معلوم ہو کہ اس پر جائز نہ تھا تو تیمم مذکور باطل ہوگا اور جو نماز اس سے پڑھی ہوگی وہ بھی باطل ہوگی لہذا اس نماز کا اعادہ یا قضا بجالانا واجب ہو جائیگا اسی طرح اگر کسی چیز کے متعلق یہ یقین کرتے ہوئے کہ یہ مراتب ثلاثہ مذکورہ میں سے مرتبہ دوم میں داخل ہے کہ جس پر تیمم کرنے کا میں مامور ہوں۔ تیمم کیا جائے اور بعد کو معلوم ہو کہ یہ مرتبہ اخیرہ میں داخل ہے و نیز یہ معلوم ہو کہ یہ شخص ازروئے شرع ایسی چیز پر تیمم کرنے کا مکلف تھا کہ جو مرتبہ اول میں داخل ہے تو تیمم باطل ہو جائے گا ۔

[ل] بنا بر احتیاط۔ ابوالحسن مدظلہ

مسئلہ نمبر ۱۳۔ گیلی مٹی کہ جسکا شمار درجہ آخیرہ میں ہے اُس سے مُراد ایسی مٹی ہے کہ جس سے ہاتھ بھر جائے جو ہاتھوں کو چسپاں ہو جائے بایں وجہ بعض علما نے اسکی تعبیر کیچڑ سے کی ہے پس اگر اسقدر رطوبت اس میں نہ ہو تو بظاہر اس کا شمار مرتبہ اولیٰ میں ہوگا۔ اگرچہ باوجود امکان خاک خشک رطوبت والی مٹی کو مقدم کرنا اور ترجیح دینا تیمم کے لئے خلاف احتیاط ہے لہذا تقدیم خاک خشک احوط ہے۔

فصل جن پر تیمم صحیح ہے اُنکے شرائط کا بیان

جن چیزوں پر تیمم جائز ہے اُن میں چند شرائط کا لحاظ لازمی ہے اوّل یہ کہ جس پر تیمم کیا جائے پاک ہو پس اگر بوجہ جہالت (مثلاً خاک کا نجس ہونا معلوم نہ تھا) یا فراموشی نجس پر تیمم کیا جائے گا تو تیمم باطل ہو جائیگا پس اگر کسی کے پاس مرتبہ اولیٰ میں سے سوائے خاک نجس کے اور کوئی چیز تیمم کیلئے نہ ہو تو اُس پر لازم ہے کہ غبار پر تیمم کرے اگر یہ بھی نجس ہو تو گیلی مٹی پہ تیمم کرے اگر خشک کرنا ممکن نہ ہو۔ اگر یہ بھی نجس ہو تو ایسی حالت میں یہ شخص فاقد الطہورین (نہ تیمم کی چیز اسکو دستیاب ہو اور نہ پانی اسکو ممکن ہو) کہلائیگا اسکا حکم اور تکلیف پہلے بیان ہو چکی ہے۔ دُوسرے یہ کہ جس چیز پر تیمم درست ہے اُس میں کوئی چیز ایسی مخلوط نہ ہو کہ جس پر تیمم صحیح نہیں۔ تیسرے یہ کہ جس پہ تیمم کیا جائے وہ اور جہاں اس چیز کو رکھکر تیمم کیا جائے وہ اور جس فضا میں تیمم کیا جائے وہ مباح ہوں غصبی نہ ہوں اسیطرح تیمم کرنیوالا جہاں بیٹھکر مثلاً تیمم کرے غصبی نہ ہو مباح ہو پس ان ہر سہ اشیاء مذکورہ بالا میں سے کوئی ایک بھی غصبی ہوگی تیمم باطل ہو جائیگا بشرطیکہ دانستہ غصبی جان کر تیمم کیا ہوگا ورنہ یعنی اگر بوجہ جہالت و فراموشی غصبی پہ مثلاً تیمم کیا ہے تو بلا تامل صحیح ہوگا۔

مسئلہ نمبر ۱۔ اگر مٹی مثلاً سونے یا چاندی کے برتن میں ہو تو تیمم صحیح نہ ہوگا بشرطیکہ اسکی حُرمت کو جان کر ایسا کیا ہو کیونکہ تیمم کرنے سے استعمال ظرف مذکور کہا جائیگا اہل عُرف اس کو استعمال کہیں گے لہذا حرام اور تیمم دُرست نہ ہوگا۔

ل۔ اسمیں اباحت کی شرط نظر سے خالی نہیں بلکہ اسکی شرطیت ممنوع ہے بنا بریں اگر کوئی شخص فرش غصبی پر بیٹھکر بشرطیکہ زمین فرشی مباح ہو۔ مباح خاک پر تیمم کرے تیمم صحیح ہوگا پس معلوم ہوا کہ جس چیز پر تیمم کیا جائے وہ اور وہ فضا کہ جس میں افعال تیمم وقوع میں آئیں مباح ہونا چاہئے انہی کی اباحت صحت تیمم میں معتبر ہے۔ ابوالحسن عفی عنہ

مسئلہ نمبر ۲۔ اگر کسی کے پاس دو خاک ہوں اور بغیر تعیین اور بغیر شناخت ایک کا نجس ہونا معلوم ہو تو ایسی حالت میں دونوں خاک پر تیمم کرنا لازم ہوگا اسی طرح اگر خاک اور غیر خاک میں اشتباہ ہو اور امتیاز نہ ہو سکتا ہو تو بھی دونوں پر تیمم کرنا لازمی ہوگا البتہ اگر خاک مباح اور خاک غصبی میں امتیاز اور شناخت مفقود ہو جائے تو دونوں سے پرہیز کرنا ضروری ہوگا اس میں سے کسی ایک پر بھی تیمم درست نہ ہوگا اور اگر ان کے علاوہ خاک کا ملنا ناممکنات سے ہو تو اس کے بعد والی مرتبہ میں جو چیز اور جس چیز پر تیمم درست ہو سکتا ہو اُس پر تیمم کرے اور اگر سوائے خاک مذکور اور کوئی چیز کسی مرتبہ میں بھی مراتب ثلاثہ میں سے تیمم کیلئے ناممکن ہو تو ایسی حالت میں شخص مذکور فاقد الطہورین کہلائیگا جس کا حکم پہلے گذر چکا ہے اسی طرح اگر تیمم کا انحصار خاک غصبی میں ہو جائے یعنی سوائے غصبی خاک کے اور کوئی چیز تیمم کیلئے ناممکن ہو تو یہ شخص فاقد الطہورین کا مصداق ہو جائے گا۔

مسئلہ نمبر ۳۔ اگر کسی کے پاس پانی بھی ہو اور خاک بھی لیکن اجمالاً ان میں سے کسی ایک کا بلا تعیین غصبی ہونا معلوم ہو تو اس صورت میں ہر دو چیز سے نہ وضو جائز ہے اور نہ تیمم اور در صورت انحصار یہ شخص فاقد الطہورین کہلائیگا کہ جس کا حکم و تکلیف گذر چکی اور اگر ان میں سے ایک کا نجس یا مضاف ہونا بلا امتیاز و تعیین معلوم ہو تو انحصار[1] کی حالت میں اُن سے وضو بھی جائز ہے اور تیمم بھی یعنی آبِ مذکور سے وضو کرے اور خاک مزبور سے تیمم بھی کر لیوے۔ دونوں کا بجا لانا واجب و لازم ہے اس کے بعد نماز پڑھ سکتا ہے۔ انشاء اللہ صحیح ہوگی۔

مسئلہ نمبر ۴۔ جو خاک مشکوک بہ نجاست ہو اُس پر تیمم جائز ہے مگر یہ کہ اس سے قبل اُسکا نجس ہونا معلوم ہو تو اس خاک سے اجتناب لازم ہوگا۔

مسئلہ نمبر ۵۔ در صورتیکہ کسی چیز کے متعلق یہ شک ہو کہ نہ معلوم یہ مٹی ہو خاک ہے یا وہ چیز ہے کہ جس پر تیمم درست نہیں تو ایسی حالت میں اُس مشکوک چیز پر تیمم کرنا جائز نہ[2] ہوگا تو تیمم کیلئے

---

[1] اگرچہ پہلی صورت میں محض وضو پر اکتفا کرنا اور فقط وضو ہی کا جائز ہونا خالی وجہ سے نہیں لیکن اس کے ساتھ تیمم کرنا بھی احوط ہے اور اس احتیاط کو ترک کرنا چاہئے لیکن پہلے تیمم کرے اسکے بعد وضو بجا لائے کیونکہ اگر وضو کو مقدم کر دیا جائیگا تو تیمم کا بُطلان از روئے نجاست اعضائے تیمم یا بوجہ نجاست خاک تفصیلاً معلوم ہو جائیگا۔ اس مصلحت سے تقدیم تیمم ہی میں احتیاط ہے۔ ابوالحسن مدظلہ

[2] مگر جبکہ اس مشکوک چیز کا پہلے خاک ہونا ثابت ہو اور اب تراب ہونا مشکوک ہو بوجہ اسکے کہ اسکا استحالہ ہونا ممکن ہو تو اس پر تیمم کرنے میں کوئی مضائقہ نہ ہوگا۔ ابوالحسن مدظلہ

غبار تلاش کرنا ہوگا۔ غبار[۱] پر تیمم صحیح ہوگا۔ اگر یہ بھی مفقود ہو تو گیلی مٹی پر جبکہ خشک کرنا ممکن نہ ہو۔
درست ہوگا۔ اگر اس کا ملنا بھی دشوار ہو تو بنا بر احتیاط اسی مشکوک چیز پر تیمم کرکے نماز پڑھنی چاہیے
اور بعد تمکن اگر وقت نماز ہے تو دوبارہ اسی نماز کو ادا کرنا چاہیے ورنہ قضا بجالانی چاہیے۔ تیمم

مسئلہ نمبر ۶۔ اگر کوئی شخص جائے غصبی میں مقید او محبوس ہو تو اسی جگہ اُس شخص کو تیمم کرنا
جائز ہے کیونکہ تیمم کرنا عرفاً تصرف نامہ میں شمار نہیں اگرچہ تیمم کا جواز خالی اشکال[۲] سے نہیں بلکہ
اگر قید خانہ میں رہ کر آب قیدخانہ سے وضو کرلی جائے بشرطیکہ آب وضو یعنی جو پانی وضو میں صرف ہو۔
قیمت نہ رکھتا ہو تو وضو کرنے میں شرعاً کوئی مضائقہ نہ ہوگا۔ اگرچہ جواز وضو اس موقع پر خالی اشکال کر
نہیں بلکہ بہ نسبت سابق اس میں اشکال شدید ہے پس اس اشکال سے بچنے کی غرض سے قید خانہ
میں رہ کر آب قیدخانہ سے وضو کرنا اور نماز پڑھنا اور بعد رہائی اور خلاصی اُس نماز کا اعادہ یا قضا کرنا احوط[۳] ہے

مسئلہ نمبر ۷۔ اگر بوجہ کمی خاک معاً دونوں ہاتھوں سے ضرب ممکن نہ ہو تو ایسی حالت میں
مکرر ضرب لگائے اور تا وقتیکہ اُس کا یقین نہ ہو جائے کہ دونوں ہاتھ خاک پر ٹپ ضرب
ناکافی ہوگی۔ لہذا بدون حصول یقین مذکور پیشانی اور پشت دست کا مسح نہ کرنا چاہیے اور
اگر خاک اس قدر قلیل ہو کہ باوجود تکرار ضرب علم مذکورہ بالا ناممکن ہو تو ایسی حالت میں
دو تیمم کرنا لازم ہوں گے۔ ایک اسی خاک قلیل پر جس طور سے بھی ہو سکے۔ دوسرا غبار پر
اگر مل سکے ورنہ گل پر بجائے غبار تیمم ثانی کرنا لازم ہوگا اور اس سے نماز مباح ہو جائیگی۔
اور اگر غبار وغیرہ ممکن نہ ہو۔ سوائے خاک قلیل کوئی ایسی چیز نہ مل سکتی ہو کہ جس پر تیمم درست ہو سکتا
ہو تو اسی خاک قلیل پر تیمم کرکے نماز شروع کر دینی چاہیے اور بعد تمکن اس نماز کا احتیاطاً
اعادہ یا قضا بجالانی چاہیے ۔

---

۱ بلکہ اس موقعہ پر شے مشکوک اور غبار پر بشرط امکان تیمم کرنا احوط ہے۔ ابوالحسن مدظلہ

۲ جواز تیمم قید خانہ میں بلا اشکال ہے البتہ خاک قید خانہ سے تیمم کرنا اشکال رکھتا ہے اگرچہ اسکا
جواز بھی بعید معلوم نہیں ہوتا۔ اب رہا وضو قید خانہ میں۔ پس اگر یہ آب مباح سے ہوا ہے تو مثل تیمم
یہ بھی بلا تامل صحیح ہوگا۔ بالخصوص جبکہ وضو اس طور سے کیا جائے کہ قطرات آب وضو ارض محبس پر نہ گریں
اب رہا آب قید خانہ سے وضو کرنا اسکا جواز رضامندی مالک محبس پر موقوف ہے خواہ اُس پانی کی قیمت ہو یا نہ ہو۔ بہرحال
بدون رضامندی وضو صحیح نہ ہوگا۔ ابوالحسن مدظلہ **۳** یہ احتیاط بلاوجہ ہے بلکہ اس جگہ اس شخص پر تیمم کرنا لازم ہے
بشرطیکہ ہمارے نزدیک اس موقعہ ومحل پر تیمم کرنا صحیح بھی ہو اور پانی ناممکن ہو ورنہ شخص مذکور فاقد الطہورین میں داخل ہوگا۔
ابوالحسن مدظلہ

مسئلہ نمبر ۸۔ ایسی خاک تیمم کے لیئے ہونا سنت ہے کہ جس سے ہاتھ بعد ضرب آلودہ ہو جائیں ونیز بعد ضرب ہاتھوں کا جھاڑنا بھی سنت ہے۔

مسئلہ نمبر ۹۔ مستحب ہے کہ تیمم ایسی سطح زمین پر کیا جائے کہ جو بلند ہو کیونکہ جائے بلند اکثر و بیشتر نجاست سے محفوظ ہوتی ہے۔ مقامات بلند سے نجاست دور رہتی ہے۔

مسئلہ نمبر ۱۰۔ زمین شورہ زار پر درصورتیکہ نمک اُسکے اُوپر نہ پڑا ہو تیمم مکروہ ہے ورنہ (جبکہ نمک اُسکے اُوپر ہو) ناجائز۔ اسیطرح ریگ اور زمین سے پست حصہ یعنی نشیب میں اور ایسی مٹی پر تیمم کرنا کہ جس پر لوگ راستہ چلتے ہوں اکثر و بیشتر آمدورفت مردمان ہوتی ہو اور شارع عام پر تیمم کرنا مکروہ ہے۔

فصل طریقۂ تیمم کے بیان میں

تیمم میں چند چیزیں واجب ہیں اوّل کفِ ہر دو دست کا ایک ساتھ زمین پر مارنا۔ پس زمین پر رکھ دینا کافی نہیں اور نہ ایک ہاتھ کی ضرب کافی ہے اور نہ علی التعاقب (یکے بعد دیگرے علیحدہ علیحدہ) دونوں ہاتھوں کا مارنا کافی ہے اور نہ بحالتِ اختیار پشتِ دست کی ضرب کافی ہے البتہ مجبوری کی حالت میں بدونِ ضرب محض ہاتھوں کا زمین پر رکھنا ہی کافی ہے اور اگر ایک ہاتھ میں کوئی عذر ہو اور دوسرا صحیح ہو تو معذور کا محض رکھنا اور صحیح سے ضرب لگانا تیمم کیلئے کافی ہو جائیگا اور اگر کفِ ہر دو دست (دونوں ہتھیلیاں) یا ایک میں کوئی عذر اور مانع ضرب موجود ہو تو بجائے کفِ دست پشت دست کی ضرب تیمم کیلئے کافی ہو جائیگی اور اگر دونوں ہتھیلیاں یا ایک نجس ہوں تو پشت دست کی ضرب کافی نہ ہوگی بلکہ درصورت ناممکن ہونے طہارت کے نجس ہی ہتھیلیوں سے ضرب لگائی جائے گی۔ پشت دست کی ضرب اِس موقعہ پر ناجائز ہوگی دوسرے دونوں ہاتھوں سے پیشانی اور کنپٹیوں کا مسح کرنا اور اُسکی ابتدا بالوں کے اُگنے کی جگہ سے چاہیئے اور انتہا ابرو دل اور ناک کی جانب اعلیٰ تک چاہیئے اور احتیاطاً ابرُوؤں کا بھی مسح کر لینا چاہیئے اور تیمم میں تمامی ہتھیلیوں سے پوری پیشانی اور کُل کنپٹیوں کا مسح مُعتبر ہے۔ پس بعض کفِ دست سے مسح کرنا یا کچھ حصہ پیشانی کا مثلاً مسح میں چھوڑ دینا کافی نہ ہوگا۔ ہاں تمامئے اجزاءِ کفِ دست سے

کا کل پیشانی اور کنپٹیوں پر ملنا واجب نہیں بلکہ تقسیم کافی ہے یعنی کچھ حصہ پیشانی پر مثلاً ایک کفِ دست
سے مسح کیا جائے اور مابقی پیشانی پر دوسری کفِ دست مل دی جائے۔ تیسرے بائیں ہاتھ سے
داہنے ہاتھ کی پشت کا مسح کرنا گٹوں سے انگلیوں کے سرے تک پوری کفِ دست سے تمامی پشتِ
دست کا مسح کرنا پھر اسی طرح داہنے ہاتھ سے بائیں پشتِ دست کا مسح کرنا اور بوجہ حصولِ علم جو
مقدار مسح اور حدود مسح بیان کی گئی ہیں اُن سے زائد لینا اُن سے باہر مسح کرنا بھی واجب ہے تاکہ حدود
مذکورہ کا مسح میں داخل ہونا متحقق ہو جائے اور انگلیوں کے درمیان کا مسح لازم نہیں بلکہ جسقدر مسح کرنے
اور ہاتھ کی کشید میں پشتِ دست دیگر ملاقی ہو سکے ماسح سے اسکا مسح کرنا واجب لازم ہے بلکہ مسح میں
زیادہ تفحص و تجسس بظاہر معتبر نہیں جبکہ عرفاً مسح تمام صادق آتا ہو۔

شرائط تیمم بھی چند چیزیں ہیں۔ اوّل نیت تیمم کرکے فوراً ضرب لگانا یعنی نیت
اور ضرب کے درمیان بون بعید نہ ہو بلکہ مقارنت ہو جس طور سے کہ مبحث وضو میں بیان
کیا گیا ہے اور نیت میں رفع حدث کا قصد اور اباحت نماز کا ارادہ کرنا معتبر نہیں بلکہ
بقصدِ قربت تیمم کرنا کافی ہے **دوسرے** بحالت اختیار افعال تیمم کا خود بجا لانا **تیسرے**
موالات یعنی بے تاخیر اُن افعال کا بجا لانا یعنی اس قدر تاخیر نہ ہو کہ اہل عرف کی نظر میں صورت
تیمم اور اُس کی ہیئت بگڑ جائے اور اس کا وجوب و لزوم ہر حال ہے خواہ بدلہ وضو کے
تیمم ہو یا بدل غسل کے ہو **چوتھے** ترتیب یعنی اوّل پیشانی کا مسح کرنا پھر داہنے
ہاتھ کا پھر بائیں ہاتھ کا۔ **پانچویں** مسح اوپر سے نیچے کو ہونا چاہیے **چھٹے** ماسح اور ممسوح
کے درمیان کوئی حائل اور مانع نہ ہو **ساتویں** بحالت اختیار اعضائے تیمم کا پاک ہونا۔

مسئلہ نمبر ۱۔ اگر محل مسح میں سے ذرا ذہو رکچھ مسح سے باقی رہ جائے۔ دانستہ یا بوجہ فراموشی
یا بوجہ نادانی کے تو تیمم باطل ہو جائیگا۔ باایں ہمہ تجسس واجب نہیں اس کی تحقیق لازم
نہیں جبکہ عرفاً صدق مسح کلیتہً ہو رہا ہے۔

مسئلہ نمبر ۲۔ محل مسح میں اگر گوشت زائد ہو تو اُس کو بھی مسح میں دخل کرنا واجب ہے
اور اگر دست زائد ہو تو مبحثِ وضو میں اس کے متعلق جو حکم ہوا ہے اُس پہ یہاں بھی عمل کیا جائے

مسئلہ نمبر ۳۔ محل مسح میں خواہ وُہ پشتِ دست ہو یا پیشانی اگر بال ہوں یعنی روئیدہ ہوں
تو بالوں پر مسح کر لینا کافی ہوگا ان کے علیحدہ کرنے کی ضرورت نہیں البتہ اگر سر کے بال پیشانی پر
پڑے ہوں تو مسح کے لئے ان کا ہٹانا اور علیحدہ کرنا لازم ہوگا کیونکہ یہ حائل ہے اور بال کا

ہر طرف کرنا واجب ہے۔

مسئلہ نمبر ۴۔ اگر ماسح یا ممسوح پر جبیرہ ہو تو جبیرہ سے یا جبیرہ پر مسح کر لینا کافی ہوگا

مسئلہ نمبر ۵۔ اگر افعال تیمم خلافِ ترتیب مذکور واقع ہوں خواہ بوجہ جہالت یا بوجہ فراموشی تو تیمم باطل ہو جائے گا۔

مسئلہ نمبر ۶۔ درصورتیکہ خود افعال تیمم بجالانے سے عاجز ہو تو تیمم کیلئے نائب بنانا اور معین کے ذریعے سے تیمم کرانا جائز ہے پس نائب کو چاہیے کہ منوب عنہ کے ہاتھوں کو پکڑ کر زمین پر مارے اور منوب عنہ کی پیشانی اور ہاتھوں کا مسح اُسی شخص عاجز کے ہاتھوں سے کرا دے اور اگر باعانت معین و نائب ضرب لگانا ممکن نہ ہو تو نائب خود اپنے ہاتھوں سے ضرب لگا کر منوب عنہ (عاجز) کی پیشانی اور ہاتھوں کا مسح کرے۔

مسئلہ نمبر ۷۔ اگر باطن کفِ دست نجس ہوں تو حتی الامکان پاک کرنا واجب ہے ورنہ اعتبار طہارت ساقط۔ طہارت کی تکلیف شرعاً نہ رہیگی۔ اسی حالت نجاست میں ضرب لگا کر تیمم کر لینا چاہیے۔ تیمم صحیح ہو جائیگا۔ ہاں اگر کفِ دست میں ایسی نجاست لگی ہو کہ جو ممسوح (پیشانی) کو نجس کر دے یعنی سرایت کرنیوالی نجاست ہاتھوں میں ہو اور خشک کرنا ممکن نہ ہو تو بجائے باطن کفِ دست ظاہر (پشت) کفِ دست سے تیمم ہو جائے گا۔

مسئلہ نمبر ۸۔ اگر ایک ہاتھ کٹ گیا ہو تو باقی ماندہ ہاتھ یعنی دوسرے ہاتھ سے ضرب لگا کر پیشانی کا مسح کرنا اور اس صحیح ہاتھ کی پشت کو بقصدِ مسح زمین پر مثلاً رکھ دینا تیمم کے لئے کافی ہو جائیگا۔ اس طور سے تیمم صحیح ہو جائے گا اور احوط ایسے شخص کیلئے یہ ہے کہ دوسرے کو نائب بنائے پس نائب کو چاہیے کہ ایک ہاتھ سے اعانت اور نیابت کرے یعنی دست بُریدہ اپنے ایک ہاتھ کو نائب کے ایک ہاتھ کیساتھ زمین پر مارے اسکے بعد ہر دو دست نائب و منوب عنہ سے ملا کر منوب عنہ (دست بریدہ) کی پیشانی پر مسح کیا جائے بعد ازاں نائب پُشتِ دست منوب عنہ کا مسح اپنے ہاتھ سے کرے۔ اس کے بعد از روئے احتیاط دست بُریدہ پُشتِ دست کو اپنے زمین پر مل لیوے اور اگر دونوں ہاتھ کٹ گئے ہوں تو یہ شخص تیمم کیلئے خاک پر مثلاً پیشانی کو مس کرے۔ مل دے اور بر فرض امکان خاک پر پیشانی کو ملنے کے ساتھ ہی احوط یہ ہے کہ اگر بازو باقی ہوں مثلاً کہنی سے دست بریدہ ہوں تو اپنے دونوں بازو زمین پر مارے اور اُن سے پیشانی کا مسح کرے اور ایک بازو سے دوسرے بازو کا مسح کرے

مسئلہ نمبر ۹۔ اگر باطن کف دست میں ایسی جرم دار نجاست لگی ہو کہ جس کا دفعیہ اور ازالہ ناممکن ہو تو بنابر احتیاط باطن کفِ دست اور پشتِ دست دونوں سے افعالِ تیمم بجا لانے چاہئیں۔

مسئلہ نمبر ۱۰۔ بوقت تیمم انگشتری کا ہاتھ سے جدا کرنا واجب ہے کیوں کہ یہ حائل ہے اور حائل کا ازالہ اور اُتارنا لازم ہے۔

مسئلہ نمبر ۱۱۔ جس کے بدلہ میں تیمم کیا جا رہا ہے اگر ایک ہی ہے تو نیت تیمم میں اسکی تعیین اور تذکرہ قلبی کہ فلاں کے عوض میں تیمم کرتا ہوں واجب نہیں کیونکہ وہ تو متعین ہے ہاں اگر کسی کے ذمہ غسل بھی واجب ہو اور وضو بھی۔ مثلاً کوئی حائض یا نفسا غسل کرنے سے معذور ہو تو مبدل منہ (جسکے بدلہ تیمم کرنا ہے) کی تعیین اگرچہ مجملاً ہی ہو واجب و لازم ہے۔

مسئلہ نمبر ۱۲۔ درصورتیکہ غرض و غایتِ تیمم ایک ہی ہو مثلاً محض ادائے نماز کی غرض سے تیمم کیا جائے تو تعیینِ غرض نیتِ تیمم میں واجب نہیں۔ ہاں اگر متعدد غرضیں ہوں تو سب کا قصد کر کے ایک تیمم کرنا جائز ہے اور یہ بھی جائز ہے کہ بدون قصد جمیع اغراض مافی الذمہ کا قصد کر کے ایک تیمم کر لیوے بلکہ اگر کسی ایک یا دو غرض کا قصد کر کے تیمم کرے تو بھی جمیع اغراض کیلئے یہ تیمم کافی و وافی ہوگا۔

مسئلہ نمبر ۱۳۔ اگر بقصدِ غایت معینہ تیمم کیا اور بعد کو معلوم ہو جائے کہ یہ غرض و غایت اُسکے ذمے نہ تھی مثلاً بقصد و بدلِ غسل جنابت تیمم کیا۔ بعد تیمم معلوم ہُوا کہ یہ جنب نہ تھا تو تیمم باطل ہو جائیگا ہاں اگر کسی اور غرض و غایت کا ہونا اس کے ذمہ ثابت ہو مثلاً غسل مس میت اس پر واجب تھا تو یہ تیمم صحیح ہو جائیگا درصورتیکہ اشتباہاً بجائے قصد بدلہ غسلِ مس میت غسل جنابت کا قصد کیا ہو یعنی بوقت تیمم بوجہ اشتباہ غسل جنابت کا قصد ہو گیا ہو تو تیمم مذکور صحیح اور غسل مس میت کیلئے کافی ہو جائیگا ورنہ (بدون اشتباہ قصد غسل جنابت کیا ہو) تو تیمم باطل اور کسی دوسری غرض کیلئے ناکافی ہوگا۔

مسئلہ نمبر ۱۴۔ اگر کوئی شخص اپنے کو محدث بحدث اصغر سمجھتے ہوئے بدل وضو تیمم کرے اور بعد کو معلوم ہو کہ اس پر غسلِ جنابت واجب تھا۔ پس اگر بوجہ اشتباہ قصد بدلیت وضو ہو گیا یا مافی الذمہ کے قصد سے تیمم کیا ہے تو تیمم مذکور صحیح ہوگا اور غسل جنابت کیلئے کافی ہو جائیگا ورنہ باطل۔

۱ے تعیین بہرحال ضروری ہے اگرچہ اجمالاً ہی ہو مگر یہ کہ صورت اتحاد میں مافی الذمہ کا قصد کرلینا تعیین اجمالی کیلئے کافی ہو جائیگا البتہ درصورت تعدد قصد مذکور کے علاوہ کسی اور طریق سے تعیین کرنا ضروری ہوگا۔ ابوالحسن مدظلہ

مسئلہ نمبر ۱۵۔ مسح پیشانی کا ہو یا ہاتھوں کا۔ بہرحال ماسح کا ممسوح پہ پھیرنا واجب ہے اور اوپر سے نیچے کو مسح کرنا لازم ہے یعنی پیشانی ساکن رہے۔ ہاتھوں کو حرکت دی جائے اور پشت دست ساکن رہے اور جس ہاتھ سے مسح کرتا ہے اُسے حرکت ہو تو مسح صحیح اور تیمم درست ہے ورنہ باطل ہاں اگر خفیف سی حرکت ممسوح کو زیر ماسح ہو جائے تو کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ اتنی حرکت مضر مسح اور تیمم نہیں ہے بشرطیکہ ممسوح اس ذراسی حرکت پر بھی عرفاً ممسوح کہلائے ماسح نہ ہو جائے ؛

مسئلہ نمبر ۱۶۔ اگر کوئی شخص دوران مسح میں ہاتھ کو ممسوح پر سے قبل تمام ہونے مسح کے اٹھالیوے اور پھر فوراً بلا فصل اُسی مقام مسح پر رکھدے کہ جہاں سے اٹھایا تھا اور بقیہ مسح کو پورا کردے تو بظاہر اس میں کوئی قباحت نہ ہوگی۔ ظاہراً مسح اور تیمم کے لئے یہ فعل ضرر رساں نہ ہوگا اگرچہ بمقتضائے احتیاط مسح اور تیمم کرنا اعادہ کرنا اچھا ہے ؛

مسئلہ نمبر ۱۷۔ اگر کوئی شخص اتنا جانتا ہے کہ اس کے ذمے ایک تیمم واجب ہے لیکن یہ معلوم نہ ہو کہ یہ تکلیف تیمم بدلہ غسل کے ہے یا وضو کے بدلہ اس سے بالکل لاعلمی ہو تو ایسی حالت میں ما فی الذمہ کے قصد سے ایک تیمم کرلینا کافی ہوگا ؛

مسئلہ نمبر ۱۸۔ بین علماء کرام مشہور ہے کہ تیمم بدل وضو میں ایک ہی ضرب پیشانی اور ہاتھوں کے لئے کافی ہے البتہ بدل غسل میں دو ضرب ہونی چاہئیں۔ ایک ضرب پیشانی کے لئے اور دوسری ضرب ہاتھوں کیلئے اس کی مخالفت جائز نہیں لیکن ہمارے نزدیک بہرحال ایک ضرب علی الاقوی کافی ہے خواہ تیمم بدل وضو ہو یا بدلہ غسل۔ اگرچہ احوط مشہور مذکور ہے۔ اور اس سے زائد احتیاط اس میں ہے کہ بدلہ وضو بھی دو ضرب لگائی جائیں اور بہتر یہ ہے کہ پہلی ضرب میں پیشانی اور ہاتھوں کا مسح کیا جائے اور دوسری ضرب میں محض ہاتھوں کا ہی مسح کیا جائے اور بعض حضرات مجتہدین فرماتے ہیں کہ انتہا درجہ کی احتیاط اس میں ہے کہ محض دست چپ سے تیسری ضرب لگائی جائے اور اس سے دستِ راست کا مسح کیا جائے اور دستِ راست سے چوتھی ضرب لگائی جائے تاکہ دستِ چپ کا مسح کیا جائے ؛

مسئلہ نمبر ۱۹۔ اگر تیمم سے فارغ ہونے کے بعد کسی جزو تیمم میں شک ہو کہ نہ معلوم فلاں جزو یا فلاں عضو پر تیمم کیا ہے یا نہیں مثلاً دستِ راست کا مسح کیا ہے یا نہیں تو اس شک کی پروا نہ کرنی چاہئے اور تیمم کو صحیح سمجھنا چاہئے۔ اسی طرح اگر کسی شرط تیمم میں شک بعد فراغ ہو مثلاً خاک تیمم پاک تھی یا نجس غصبی تھی۔ یا مباح تو بھی اس شک کی اعتنا نہ کرتے ہوئے تیمم کو درست سمجھنا چاہئے اور اگر دوران تیمم میں کسی جزو یا شرط تیمم میں شک ہو۔ پس اگر شک مذکور بعد گذرنے محل کے ہے مثلاً بعد مسح دستِ راست

مسح پیشانی یا طہارت پیشانی میں شک ہو یا اثنائے مسح دست راست میں شک مذکور واقع ہو تو تیمم کو صحیح سمجھا جائے گا اور اگر ہنوز محل شک سے تجاوز نہ ہوا تھا مثلاً ابھی دست راست کے مسح کی نوبت نہیں آئی تھی کہ جو شک مذکور واقع ہوگیا تو اس جزو مشکوک یا شرط مشکوک بجا لا کر کے اس کے مابعد والے جزو کو بجالانا چاہیئے یہ حکم شک مزبور کے متعلق علی الاقوی بہرحال ہے۔ خواہ تیمم بدلہ وضو ہو یا بعوض غسل لیکن احوط[1] ہر حالت میں شک مذکور کا لحاظ کرنا اور جزو مشکوک کا مثلاً بجالانا ہی خواہ قبل تجاوز شک ہو یا بعد تجاوز بلکہ اگرچہ بعد فراغت گذشت ہو جب بھی بمقتضائے احتیاط مشکوک کو بجالانا چاہیئے بشرطیکہ بعد فراغت یہ شخص اسی مقام پر بیٹھا ہو اور کسی کام میں مشغول نہ ہوا ہو تو احتیاط مذکور پر عمل کرنا مستحسن ہے ورنہ یعنی اگر اس مقام سے کھڑا ہوگیا ہے کہ جہاں تیمم کیا تھا یا دوسرے مشغلہ میں ہوگیا ہے تو احتیاط مذکور قابل عمل نہیں۔ تیمم صحیح سمجھا جائیگا جیسا کہ مبحث وضو میں بھی اس کا تذکرہ ہو چکا ہے اور یہ ملحوظ رہے کہ احتیاط مذکور۔ پر عمل ہر تیمم میں نہیں ہے بلکہ اسی تیمم میں ہے جو کہ بدلہ وضو ہو۔ بدلہ غسل والا تیمم اس احتیاط سے مبرا ہے ۔

مسئلہ نمبر ۲۰۔ اگر بعد فراغ از تیمم کسی جزو تیمم کا ترک ہونا معلوم ہو تو جزو متروک کو اور اس کے بعد والے جزو کو بجالانا چاہیئے بشرطیکہ موالات رہے (بے تاخیر ان افعال کا بجالانا) باقی ہو فوت نہ ہوئی ہو۔ ورنہ از سر نو تیمم کرنا واجب لازم ہوگا اور اگر بعد نماز کسی جزو یا شرط تیمم کا چھوٹنا معلوم ہو تو بعد تیمم صحیح اعادہ نماز یا اس کی قضا واجب ہوگی البتہ اگر جہلاً یا بوجہ فراموشی زمین غصبی پر تیمم کیا یا آب غصبی سے کسی عضو تیمم کی طہارت کی ہو تو اعادہ نماز بعد علم واجب نہیں چنانچہ گذشت ۔

فصل احکام تیمم کے بیان میں

مسئلہ نمبر ۱۔ نماز کے لئے وقت سے پہلے تیمم جائز نہیں۔ اگرچہ بقصد تہیو (نماز کے لئے آمادہ ہونے کی غرض سے قبل از وقت تیمم کرنا ہو) تو بھی ناجائز ہے۔ ہاں اگر کسی اور غرض غایت[2] (خواہ وہ غرض واجب ہو یا سنت) کیلئے قبل از وقت نماز تیمم کیا ہو تو اس سے بعد دخول وقت نماز پڑھ سکتے ہیں اس کو مثال میں یوں سمجھئے کہ جو چند شرعی نماز قضائے عمری یا کسی غد کے پڑھنے کی

---

[1] یہ احتیاط ترک نہ ہونی چاہیئے۔ ابوالحسن مدظلہ

[2] جو شخص یہ جانتا ہے کہ بعد دخول وقت تیمم پر قدرت نہ ہوگی اس کے لئے احوط یہی ہے کہ قبل وقت نماز کسی اور غرض و غایت کے قصد سے تیمم کر لیوے اور اس کو نواقض سے محفوظ رکھے وقت نماز تک اس تیمم کو باقی رکھنے کی کوشش کرنی چاہیئے تاکہ وقت نماز میں نماز باطہارت ادا ہو جائے۔ ابوالحسن مدظلہ ۔

غرض سے بدلہ وضو تیمم کیا اُس کے بعد نماز یومیہ کا وقت آگیا ہو تو اسی تیمم سے یہ نماز صحیح ہے ÷

مسئلہ نمبر ۲۔ بعد دخول وقت فریضہ یا نافلہ جب تیمم کیا جائے تو اس سے وہ نماز بھی پڑھی جا سکتی ہے کہ جس کا ابھی وقت نہیں آیا بشرطیکہ نواقض تیمم میں سے کوئی ناقض (تیمم توڑنے والا سبب) پیدا نہ ہوا ہو۔ یا پانی عالم وجود میں آگیا ہو۔ پس بنابریں اگر نماز صبح کے لئے تیمم کیا جائے تو نماز ظہر اِس سے ہو سکتی ہیں۔ اسی طرح علاوہ نماز کے اور کسی غرض وغایت کے لئے اگر تیمم کیا جائے تو اس سے وقت آنے پر نماز پڑھی جا سکتی ہے ÷

مسئلہ نمبر ۳۔ آخر وقت سے پہلے علی الاقوی تیمم کرنا جائز ہے یعنی باوجود وسعت وقت نماز تیمم کرنا جائز ہے اگرچہ آخر وقت نماز میں عذر برطرف ہو جانیکا احتمال بلکہ گمان بھی ہو تو بھی اوّل وقت تیمم کر کے نماز پڑھنا جائز ہے البتہ اگر آخر وقت میں عذر برطرف ہونیکا علم ہو تو صبر کرنا واجب ہے اور اول وقت تیمم کرنا اور اس سے نماز پڑھنی ناجائز ہے لیکن درصورت احتمال رفع عذر آخر وقت میں بلکہ اگر اسکا وہم بھی ہو تو انتظار رفع عذر احوط ہے۔ احتیاطاً تیمم میں تاخیر کرنی چاہئے۔ ہاں اگر آخر وقت میں برطرف نہ ہونا عذر کا متیقن ہو اور بقائے عذر یقینی ہو تو بلا اشکال مبادرت (جلدی) تیمم جائز اور آخر وقت پر تقدیم تیمم بلاریب مباح ہوگی۔ خلاصہ کلام یہ کہ یا تو مکلف آخر وقت تک عذر کے باقی رہنے کو جانتا ہے یا اس سے پہلے اُس کے زوال کو جانتا ہے یا اسکا زوال وارتفاع اس کے نزدیک متیقن نہیں بلکہ محتمل ہے پس اول صورت میں شروع وقت اور اول وقت نماز میں تیمم کرنا جائز ہے اور دوسری صورت میں تاخیر تیمم واجب ہے اور تیسری صورت میں اقوی جواز مبادرت ہے خاصکر جبکہ بقائے عذر مظنون ہو اور احوط تاخیر کرنا ہے تیمم میں۔ بالخصوص جبکہ آخر وقت میں زوال عذر مظنون ہو ÷

مسئلہ نمبر ۴۔ اگر ایک نماز کیلئے تیمم کیا ابھی وہ باقی تھا۔ نواقض تیمم سے محفوظ تھا کہ نماز دیگر کا وقت آگیا تو اسی تیمم سے یہ نماز اوّل وقت میں پڑھنا جائز ہے اگرچہ آخر وقت میں زوال عذر محتمل ہو تو بھی علی الاقوی اول وقت میں یہ نماز تیمم سے پڑھی جا سکتی ہے بلکہ جو حضرات پہلی نماز میں وجوب تاخیر تیمم کے قائل ہوئے ہیں وہ بھی اِس نماز کو اوّل وقت میں تیمم مذکور سے پڑھنا جائز سمجھتے ہیں لیکن تاخیر اس نماز میں بھی احوط ہے اگرچہ احتیاط اس موقعہ پر مثل احتیاط نماز اوّل نہیں ہے بلکہ امر احتیاط نماز دوم سہل وآسان ہے البتہ اگر زوال عذر آخر وقت میں نماز دوم میں بھی متیقن ہو مثل نماز سابق تو تاخیر نماز دوم بھی واجب ہے مثل نماز اوّل کے ÷

مسئلہ نمبر ۵۔ آخر وقت سے مراد کہ جس تک تاخیر نماز واجب یا احوط ہے آخر عرفی ہے پس اس
کی تحقیق میں عرف پر بنا کرتے ہوئے عمل کیا جائے اس سے زائد تحقیق و تدقیق اس میں واجب نہیں
اور نہ یہ لازم ہے کہ اتنی تاخیر کی جائے کہ آخر وقت میں اتنا وقت نماز باقی رہ جائے کہ جس میں محض
واجبات نماز ہی ادا ہو سکتی ہو بلکہ اتنے وقت میں تیمم کر کے نماز پڑھنا جائز ہے کہ جس میں کل واجبات
و مستحبات نماز بخوبی ادا ہو سکیں بلکہ اگر اسقدر مقدار پر وقت باقی رہے کہ جس میں بعد تیمم اور قبل نماز
بعض مقدمات قریبہ بھی ادا ہو سکتے ہوں تو بھی صحت تیمم میں کوئی مضائقہ نہ ہوگا۔

مسئلہ نمبر ۶۔ نماز قضائے عمری کیلئے تیمم کرنا جائز اور ان نمازوں کا تیمم سے بجا لانا مباح ہے
اور زوال عذر تک ان نمازوں کے پڑھنے میں تاخیر کرنا واجب نہیں۔ ہاں اگر جلدی زوال عذر کا علم
ہو جائے یعنی یہ معلوم ہو جائے کہ بہت جلد وہ عذر برطرف ہو جانیوالا ہے کہ جس کی وجہ سے میں مکلف
تیمم ہوں تو قبل زوال عذر نماز ہائے مذکورہ کا جواز اور ان کے لئے تیمم کا مباح ہونا خالی از اشکال
نہیں۔ اسی طرح نوافل موقتہ مثلاً شبانہ روز کی سنتی نمازوں کا باوجود وسعت نماز وقت تیمم
سے بجا لانا جائز ہے بشرطیکہ آخر اوقات میں ان کے عذر کے برطرف ہو جانے کا علم و یقین نہ ہو۔

مسئلہ نمبر ۷۔ اگر ضیق وقت[1] سمجھتے ہوئے تیمم کر کے نماز پڑھے اور بعد کو معلوم ہو کہ وقت
وسیع تھا یعنی اتنا وقت تھا کہ جس میں وضو یا غسل کیا جا سکتا تھا تو بنا بر ہمارے مختار کے یہ نماز
صحیح ہوگی اور احتیاطاً اس کا اعادہ کیا جائے گا اور بنا بر ان حضرات کے کہ جو وجوب تاخیر کے قائل
ہیں۔ اعادہ اس نماز کا واجب ہوگا۔

مسئلہ نمبر ۸۔ جو نماز کہ تیمم صحیح کے ساتھ ادا کر دی گئی ہے اس کا اعادہ یا قضا خارج وقت میں
بعد زوال عذر واجب نہیں البتہ از روئے استحباب اعادہ اس نماز کا چند مقامات میں احوط و اولیٰ ہے۔
اول، باوجود خوف استعمال آب اگر کوئی شخص عمداً اپنے کو جنب بنا لیوے اور تیمم کر کے نماز پڑھے تو بعد
زوال عذر احتیاطاً اس شخص کو یہ نماز دوبارہ پڑھنی چاہیے اگرچہ خارج وقت میں بصورت قضا ہو
ادا کرنی چاہیئے دوسرے بوجہ ازدحام و انبوہ مردماں اگر وضو کرنے میں نماز جمعہ فوت ہو جانے
کا اندیشہ ہو تو تیمم کر کے یہ نماز پڑھنی اور جماعت نماز جمعہ میں شرکت کرنی جائز ہے اور بعد زوال عذر
اسکا یا اسکے قائم مقام کا اعادہ احتیاطاً مستحب ہے۔ تیسرے اگر کوئی شخص قصداً تلاش آب میں

[1] تنگی وقت کا سمجھنا اور اسکا اعتقاد اسی وقت مفید ہوگا جبکہ جو عذر تیمم کو جائز کر رہا ہے وہ ایسا عذر ہو کہ
جو غیر ضیق وقت میں بھی تیمم کو مباح کرتا ہو تو خلاف اعتقاد ظاہر ہونے پر نماز صحیح ہوگی ورنہ نہیں۔ ابوالحسن عفی عنہ

کوتاہی کرے اور پانی کی جستجو نہ کرے یہاں تک کہ وقت آخیر ہو جائے اور اب تیمم کر کے نماز پڑھی اور بعد کو ظاہر ہو کہ اگر طلب آب کی جاتی تو ضرور دستیاب ہوتا تو اس صورت میں احتیاطاً اس نماز کا اعادہ اولیٰ ہے چوتھے اگر کوئی شخص یہ جانتا ہو یا گمان کرتا ہو کہ موجودہ پانی کے بہانے اور ضائع کرنے کے بعد وضو کے لئے مثلاً آب دستیاب نہ ہوگا۔ با ایں ہمہ پھر پانی بہاوے اور وقت نماز تیمم کر کے نماز پڑھے تو نماز ہو جائے گی لیکن اس نماز کا احتیاطاً اعادہ کرنا سنت ہوگا۔ اسی طرح اگر کوئی شخص پاک وصاف ہو اور یہ اس کو معلوم یا مظنون ہو کہ پانی کا ملنا غسل کے لئے ناممکن ہے پھر بھی اپنے کو جنب بنالیوے اور اپنے اوپر غسل واجب کر لیوے اور بجائے غسل تیمم کر کے نماز پڑھے تو نماز ہو جائے گی لیکن علی الاحوط اس نماز کا دوبارہ پڑھنا سنت ہوگا۔ پانچویں اگر کوئی شخص قصداً نماز میں اتنی تاخیر کرے کہ وضو کا وقت باقی نہ رہے تیمم کر کے نماز پڑھے تو یہ نماز صحیح ہوگی لیکن بنا بر احتیاط استحبابی اس نماز کا اعادہ کرنا ہوگا

مسئلہ نمبر ۹۔ کسی غرض وغایت مخصوصہ کے قصد سے تیمم کرنے والا شخص حکم میں طاہر کے ہے جبتک یہ تیمم کسی ناقض سے شکستہ نہ ہو۔ عذر باقی رہے۔ یہ شخص پاک اور باطہارت کہا جائیگا۔ پس تمام اُن چیزوں کو بجا لا سکتا ہے کہ جن میں طہارت مثلاً با وضو ہونا شرط ہے مگر درصورتیکہ جواز و اباحت تیمم اسی غایت کے ساتھ مخصوص ہو مثلاً بوجہ تنگی وقت بدلہ وضو نماز کے لئے تیمم کیا ہو تو اس سے اور کوئی چیز (مثلاً کتابت قرآن شریف کا مس کرنا سورۂ سجدہ کا پڑھنا۔ مساجد میں داخل ہونا[۱] جبکہ بدلہ غسل جنابت تیمم کیا ہو بوجہ ضیق وقت) مباح اور جائز نہ ہوگی چنانچہ گذشت اسیطرح اگر باوجود آب نماز میت کیلئے یا بوقت خواب تیمم کیا ہو تو اس سے سوائے نماز میت اور سونے کے کوئی اور چیز مباح اور جائز نہ ہوگی۔

مسئلہ نمبر ۱۰۔ جو اغراض اور غایات وضو اور غسل کے ہیں وہی بعینہا تیمم کے ہیں پس جس مقام پر اور جس چیز کے لئے وضو یا غسل واجب ہے اُسی کے لئے بدلہ وضو یا غسل کے تیمم واجب ہوگا اور جس محل پر اور جس چیز کے لئے وضو یا غسل سنت ہے اُسی موقعہ اور اُسی کے لئے بدلہ وضو یا غسل تیمم کرنا سنت ہوگا۔ اسی بنا پر اغسال مسنونہ اور وضوئات مندوبہ کے بدلہ تیمم صحیح[۲] ہے یہاں تک کہ حائض اور وضو تجدیدی کرنے والا شخص بھی فقدان آب

ف[۱] ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ اس میں تامل ہے بلکہ جواز مس کتابت قرآن اثنائے نماز میں بعید نہیں ابوالحسن مدظلہ

ف[۲] اغسال مستحبہ اور وضوات مندوبہ کے بدلہ تیمم کا صحیح ہونا خاصکر وضو تجدیدی کے بالوض اشکال سے خالی نہیں البتہ بامید مطلوبیت ان کے بدلہ تیمم کرنے میں کوئی مضائقہ نہ ہوگا۔ ابوالحسن مدظلہ

بدہ تیمم کرسکتا ہے البتہ وضو تہیوئی (قبل از وقت نماز کے لئے آمادہ ہونے کی غرض سے
وضو کرنا) کے عوض بوجہ مفقود ہونے آب کے مثلاً تیمم کرنا جائز نہیں۔ اسی طرح جو وضو
باطہارت رہنے کی غرض سے کی جاتی ہے اُس کے بدلہ بھی تیمم کرنا اشکال سے خالی
نہیں البتہ بقصد مذکور تیمم کرنے میں بامید مطلوبیت کوئی مضائقہ نہیں ہوگا۔ ہاں ایسے تیمم سے
اُن چیزوں کو بجالانا کہ جنمیں طہارت شرط یا اُنکا بجالانا باطہارت سنت ہے۔ اشکال سے خالی نہیں

مسئلہ نمبر ۱۱ - جو تیمم بدلہ غسل جنابت ہوگا وہ اثر میں مثل غسل مذکور ہوگا یعنی جیسا کہ بعد غسل
جنابت وضو کی حاجت نہیں۔ تنہا غسل جنابت نماز وغیرہ کی اباحت کے لئے کافی ہے
ویسا ہی اس کا قائم مقام (تیمم) تنہا کافی ہوگا۔ اس کے بعد وضو کی ضرورت نہ ہوگی
اور جتنے بھی اغسال ہیں اُن کے بدلہ جو تیمم ہوگا وہ ضرور محتاج وضو ہوگا کیونکہ تمامِ اغسال
علاوہ غسل جنابت تنہا نماز وغیرہ کیلئے ناکافی ہیں۔ محتاج وضو ہیں لہٰذا ان کا قائم مقام اور
بالعوض جو ہوگا وہ بھی تنہا نماز کی اباحت کے لئے مثلاً کافی نہ ہوگا بلکہ اُس کے بعد وضو یا
اُس کے بھی بدلہ تیمم کرنا ہوگا یعنی اگر وضو کرنے سے بھی معذوری ہوگی تو اس وقت میں
دو تیمم کرنے ہوں گے ایک بدلہ غسل دوسرا بدلہ وضو تب نماز وغیرہ پڑھنا درست اور
صحیح ہوگا ورنہ نہیں ؛

مسئلہ نمبر ۱۲ - جو چیزیں وضو اور غسل کو توڑنے والی ہیں وہی تیمم کو بھی توڑ دیں گی[1]
اُن کے نواقض اور تیمم کے نواقض میں کوئی فرق نہیں اسی طرح پانی کا دستیاب ہونا یا
عذر کا زائل ہونا بھی تیمم کو شکستہ کر دیگا اور یہ پہلے بیان ہو چکا ہے کہ جو نماز وغیرہ تیمم
کی حالت میں ادا کی گئی ہیں اُن کا اعادہ بعد زوال عذر واجب نہیں اگرچہ عذر کا برطرف
ہونا اثنائے وقت نماز ہی میں کیوں نہ ہو جب بھی جو نماز پڑھی جا چکی ہے اُس کو دوبارہ پڑھنا
واجب نہیں اگرچہ احوط اعادہ کرنا صورت مذکورہ میں ہے بلکہ گذشتہ پانچوں صورتوں
میں خارج وقت میں از روئے احتیاط قضا بجالانا بھی مستحسن ہے ؛

مسئلہ نمبر ۱۳ - اگر پیش نماز پانی دستیاب ہو جائے یا وہ عذر کہ جس کی وجہ سے

---

[1] یعنی جو تیمم بدلہ وضو ہوگا وہ نواقض وضو سے شکستہ ہوگا اور جو بدلہ غسل ہوگا وہ نواقض غسل سے
ٹوٹیگا۔ اب رہی یہ بات کہ بدلہ غسل والا تیمم نواقض وضو سے شکستہ ہو سکتا ہے اسکا حکم انشاء اللہ مسئلہ ۲۴ میں آئیگا
ابو الحسن مدظلہ

بدلہ وضو مثلاً تیمم کیا تھا۔ برطرف ہو جائے تو اب اس تیمم سے نماز صحیح نہ ہوگی جو پڑھی جائیگی وہ ہوگئی (کیونکہ پانی کا ملنا اور عذر کا برطرف ہونا تیمم کو شکستہ کر دیتا ہے چنانچہ گذشت) پس اگر ملنے کے بعد پھر پانی مفقود ہو جائے یا کوئی اور عذر جدید مانع وضو پیدا ہو جائے تو دوبارہ تیمم کرنا واجب ہوگا۔ ہاں اگر وجدانِ آب اور فقدانِ آب یا عذر جدید کے حادث ہونے اور عذر سابق کے برطرف ہونے کے درمیان اس قدر کم فصل ہو جو کہ وضو کے لئے ناکافی ہو تو ایسی حالت میں بقائے تیمم اوّل بعید نہیں اور تجدید تیمم کا واجب نہ ہونا دور نہیں۔ اگرچہ بہر حال تجدید تیمم احوط ہے۔ اسی طرح اگر ضیق وقت نماز میں پانی دستیاب ہو یا عذر تیمم برطرف ہو تو اعادۂ تیمم برائے نماز مُضیّق واجب نہیں بلکہ پہلا ہی تیمم باقی رہیگا۔ وہی کافی ہے ؁

مسئلہ نمبر ۱۴۔ اگر دورانِ نماز میں پانی دستیاب ہو جائے پس اگر پہلی رکعت میں رکوع سے پہلے پانی ملا ہے تو تیمم اور نماز دونوں باطل[1]۔ اور اگر بعد رکوع پانی ملا ہو تو تیمم اور نماز دونوں صحیح۔ لہذا نماز کو تمام کر دینا چاہیئے اگرچہ در صورت وسعت وقت نماز احوط بعد اتمام نماز وضو کر کے اسی نماز کو دوبارہ پڑھنا ہے اور اس حکم تفصیل میں نافلہ اور فریضہ دونوں مساوی ہیں بنا بر اقوی اگرچہ احتیاطاً اعادہ فریضہ کی زیادہ تاکید ہے بہ نسبت سُنتی نماز کے ؁

مسئلہ نمبر ۱۵۔ حکم مذکورہ بالا نماز کے ساتھ مختص ہے لہذا غیر نماز کسی اور غرض و غایت کے اثنا میں اگر پانی ملجائیگا یا عذر تیمم برطرف ہو جائے گا تو وہ عمل باطل ہو جائیگا بلکہ بہر حال بُطلان عمل ہے اگرچہ قبل جزو آخیر عمل پانی ملے تو بھی عمل باطل ہو جائیگا۔ اس کو مثال میں یوں سمجھیے کہ ایک شخص نے طواف کیلئے تیمم کیا۔ ابھی طواف ختم نہیں ہوا تھا۔ قریب ختم تھا یعنی شوط (گشت) آخیر تھا کہ عذر تیمم برطرف ہو گیا۔ پانی موجود ہو گیا۔ پس طواف باطل ہو جائے گا۔ از سر نو باوضو ہو کر طواف کرنا ہوگا۔ اسی طرح میت کو بوجہ ناممکن ہونے پانی کے بدلہ غسل کے تیمم کرایا تھا۔ نماز میت ہو رہی تھی کہ پانی بقدر اغسال یا کسی ایک غسل کے بقدر پانی ممکن ہو گیا تو میت کو غسل دینا واجب اور بعد غسل اعادۂ نماز میت

---

[1] اس میں تامل ہے بلکہ عدم بُطلان مع استحباب رجوع قوت سے خالی نہیں۔ ابوالحسن مدظلہ

لازم ہوگا بلکہ اگر قبر میں اُتارنے کے بعد تکمیلِ دفن سے قبل بقدر غسل پانی دستیاب ہو جائے تو
قبر سے میت کا نکالنا اور اُس کو غسل دیکر نماز پڑھنا بعدہٗ سپردِ زمین کرنا واجب و لازم ہوگا

مسئلہ نمبر ۱۶- اگر باعثِ تیمم نقدانِ آب نہ ہو بلکہ عُذر دیگر کی وجہ سے تیمم کیا ہو مثلاً
پانی کا استعمال مُضر ہو۔ اسی وجہ سے تیمم کیا ہو اور اثنائے نماز میں یہ عُذر برطرف ہو جائے
تو ایسی حالت میں مسئلہ ۱۴ والے حکم کو جاری کرنا اشکال سے خالی نہیں لہٰذا اس موقعہ پر مناسب
یہی ہے بلکہ بمقتضائے احتیاط وجوبی یہی ہے کہ اگر پہلی رکعت میں رکوع کے بعد عذر مذکور
زائل ہو جائے تو نماز کو تمام کرنے کے بعد اس کو دوبارہ پڑھنا چاہئے۔ ہاں اگر زوالِ عذر
دورانِ نماز میں ہو، مگر وقت نماز میں اتنی گنجائش نہ ہو کہ تمام کر کے اعادۂ نماز کیا جائے
تو بس اتمام نماز ہی پر اکتفا کی جائے گی اعادہ کی حاجت نہیں۔ اسی طرح درصورتیکہ زمانہ
زوالِ عذر مضیق ہو یعنی عذر برطرف ہونے پر اتنا وقت نہیں گذرا تھا کہ جس میں وضو کیجاتی
کہ فوراً عذرِ جدید حادث ہو گیا تو بظاہر تیمم اوّل باطل نہ ہوگا اگرچہ احوط اعادۂ تیمم ہے۔

مسئلہ نمبر ۱۷- اگر پہلی رکعت میں رکوع کے بعد پانی ملا لیکن اثنائے نماز میں یا بعد فراغ
نماز فوراً بلا فصل کے مفقود ہو جائے تو بظاہر یہ تیمم باطل نہ ہوگا۔ دوسری نماز بھی اس سے
پڑھی جا سکتی ہے بشرطیکہ زمانہ وجوب آب اس قدر کم ہو کہ درحالیکہ نماز میں بھی نہ ہو۔ تب
بھی وضو کرنے کیلئے وہ وقت کافی نہ ہوتا ہو تو بظاہر تیمم کی بقا رہے گی بطلان نہ ہوگا دیگر نماز
کیلئے بھی یہ تیمم کافی ہوگا البتہ اُس کے برعکس صورت میں (اگر نماز میں یہ شخص نہ ہوتا تو زمانہ وجوب
آب وضو کیلئے مثلاً کافی تھا) احتیاطاً اس تیمم پر اکتفا نہ کرنی چاہئے[1] بلکہ اس نماز کے علاوہ نماز
کے لئے تجدید تیمم ہونا چاہئے اس لئے کہ تحقیق سے جو کچھ ثابت ہُوا ہے اور معلوم ہُوا ہے
وہ بس اتنا ہی ہے کہ بعد رکوع اگر پانی دستیاب ہو تو یہ تیمم شکستہ نہ ہوگا۔ باقی رہیگا۔
محض اسی نماز کیلئے نہ کہ دیگر نماز کے واسطے بھی اس کی بقا رہیگی۔ یہ ثابت نہیں لہٰذا جس
نماز میں یہ مشغول ہے وُہ تو صحیح اور درست ہے البتہ دوسری نماز کیلئے تجدید تیمم لازم ہوگا

مسئلہ نمبر ۱۸- جبکہ حالتِ نماز میں بعد رکوع پانی دستیاب ہو تو نماز ہی کی حالت
میں کتابتِ قرآن مجید کا چھُونے اور سُورہ ہائے سجدہ کی تلاوت کرنے کا جواز درصُورتیکہ

[1] اقوی اس تیمم کی کفایت اور اس پر اکتفا کرنا ہے بشرطیکہ جس نماز میں یہ مشغول ہے اُس کا
وقت تنگ ہو۔ ابوالحسن مدظلہٗ

یہ جنب یا حائض یا نفسا ہوا شکال سے خالی نہیں کیونکہ جو کچھ متیقن اور معلوم ہے وہ بس اتنا ہی کہ اس تیمم کی بقا اور صحت بس اسی نماز کیلئے ہے نہ کہ دیگر امور کے واسطے البتہ اگر یہ کہا جائے کہ اس تیمم کی صحت و بقا اسی نماز کے پورے ہونے تک ہے خواہ وقت نماز میں مصلی محض نماز ہی پڑھے دیگر امور جائز نہ کرے خواہ اس اثنا اور دوران نماز میں جو چاہے کرے بشرطیکہ منافی نماز نہ ہو بہر حال تمامئے نماز تک اس تیمم کی تمامی ہے تو دوران نماز میں مس کتابت کلام اللہ بھی جائز ہو جائے گا اور سورہ ہائے سجدہ کی تلاوت بھی مباح ہو جائے گی۔ اسی وجہ سے بعض علمائے کرام حالت صلوۃ میں مس اور تلاوت دونوں کو جائز کرتے ہیں اور ہمارے خیال واشکال مذکور کی بنا پر اس نماز سے سابق نماز کی طرف عدول کرنا بھی جائز نہ ہوگا۔ اس کو مثال میں یوں سمجھیئے کہ ایک شخص نماز ظہر پڑھ رہا تھا مثلاً بعد رکوع پانی پیدا ہوا اور اس کے ساتھ ہی یہ معلوم ہوا کہ صبح کی نماز نہیں پڑھی تو اب نماز ظہر سے نماز صبح کی طرف اپنی نیت کو نہیں بدل سکتا کیونکہ اس نماز کے علاوہ نماز کے لئے اس تیمم کا باقی نہ رہنا محتمل ہے ؂

مسئلہ نمبر ۱۹۔ درصورتیکہ اثنائے نماز میں سجود میں داخل ہونے کے بعد پانی پیدا ہو اور ساتھ ہی اس کے یہ شک ہو کہ نہ معلوم رکوع کیا ہے یا نہیں چونکہ بعد تجاوز محل شک یہ شک ہے اس بنا پر یہ شخص شک کا اعتبار نہ کرتے ہوئے بحکم شرع یہ سمجھے گا کہ میں نے رکوع کر لیا ہے پس ایسے رکوع جو کہ یقینی نہ ہو بلکہ حکمی کے بعد پانی کا ملنا تیمم کو شکستہ کریگا یا نہیں۔ اس تیمم پر اکتفا کی جائے گی مثل حکم مسئلہ نمبر ۱۴ یا نہیں۔ اسکا فیصلہ مشکل ہے لہذا از روئے احتیاط اس نماز کے تمام کرنے کے بعد اس کا اعادہ ضرور کرنا چاہئے نماز کا دوبارہ پڑھنا لازمی ہے ؂

مسئلہ نمبر ۲۰۔ بعد رکوع پانی پیدا ہونے پر صحت نماز کا حکم بوجہ حرمت قطع نماز نہیں ہے کیونکہ یہ حکم صحت برقرار ہے اگرچہ کسی وجہ سے قطع نماز جائز بھی ہو تو بھی حکم مذکور اپنی جگہ پر قائم و برقرار رہیگا بشرطیکہ مصلی نے بوجہ جواز قطع ابھی نماز توڑی نہ ہو بلکہ برفرض وجوب قطع درصورتیکہ مصلی نے جان کر وجوب قطع سے واقف اور باخبر ہو کر نماز کو نہ توڑا ہو تو بھی بنا بر اقوی حکم صحت نماز علی حالہ باقی رہیگا کیونکہ حکم وجوب قطع کی مخالفت میں اور نماز کے پورا کرنے میں بطلان نماز عائد نہیں ہوتا بلکہ معصیت ہوتی ہے

مسئلہ نمبر ۲۱۔ جس جنب نے کہ بدلہ غسل تیمم کیا ہو اگر بقدر وضو پانی اس کو ملجائے
تو اس کا تیمم باطل نہ ہو گا۔ بخلاف حائض ونفسا کے مثلاً کہ انہوں نے اگر بوجہ ناممکن ہونے
پانی کے وضو اور غسل دونوں کے لئے دو تیمم کئے ہوں گے ایک بدلہ وضو اور دوسرا
بدلہ غسل تو جس کے بقدر پانی ملجائے گا وہی تیمم باطل ہوجائیگا۔ اس تیمم کا بطلان بقائے
صحت تیمم آخر کے لئے ضرر رسان نہ ہو گا۔ بنابریں اگر اتنا پانی ملے کہ جو غسل کے لئے
کافی ہو سکتا ہو۔ وضو کیلئے نہ بچتا ہو وضو کے لئے صرف کرنا اس پانی کا ناممکن ہو تو غسل
ہی میں اس پانی کا صرف کرنا لازم ہو گا کیونکہ یہ شخص اس وقت غسل کے لئے ماٴمور ہے
نہ کہ وضو کے لئے اور اگر اس قدر پانی ملے کہ وضو اور غسل میں سے ایک کے لئے بلا تعیین
کافی ہو سکتا ہو لیکن دونوں میں صرف کرنا کسی صورت سے ممکن نہ ہو تو ایسی حالت میں
ہر دو تیمم باطل ہوجائیں گے اور یہ بھی محتمل[1] ہے کہ بدلہ وضو والا تیمم باطل نہ ہو کیونکہ غسل
میں پانی کا صرف متعین ہے لہذا یہ شخص وضو کے لئے ماٴمور نہیں بایں ہمہ اقوی قول
اول (دونوں تیمم باطل) ہے۔

مسئلہ نمبر ۲۲ - اگر ایک جماعت کثیرہ باتیمم ہو اور سب کو پانی مباح اس قدر دستیاب
ہو کہ ایک کیلئے کفایت کرسکتا ہو تو وسعت وقت میں تیمم سب کا باطل اور اس کے
برعکس صورت (وقت نماز اس قدر تنگ ہو کہ گنجائش وضو کرنے کی مثلاً نہ رکھتا ہو)
میں تیمم سب کا صحیح اور باقی رہیگا۔ اسیطرح اگر آب مذکور کا مالک شخص دیگر ہو اور وہ
سب تیمم والوں کو برابر استعمال کی اجازت دیتا ہو بلا امتیاز تو وسعت میں سب کا بطلان
اور ضیق وقت میں سب کا تیمم صحیح رہیگا لیکن اگر یہ شخص دیگر جو کہ مالک آب ہے۔ ان
میں سے کسی شخص خاص کو مثلاً اجازت استعمال دے اور کو نہیں تو فقط اسی شخص مجاز
کا تیمم باطل ہو گا اور کا علی حالہ باقی رہیگا۔ اسی طرح اگر یہ آب مباح بعض کے لئے
کفایت کرتا ہو بوجہ اس کے کہ انکا تیمم بدلہ وضو ہو اور بعض کے لئے نہیں چونکہ ان کا
تیمم بدلہ غسل ہو اور پانی بقدر غسل نہ ہو تو محض بعض اول کا تیمم باطل ہو گا اور کا بدستور
صحت پر باقی رہیگا۔

[1] کیونکہ صورت مفروضہ میں غسل ہی میں پانی کا صرف کرنا متعین ہے۔ اس بنا پر احتمال مذکور میں
تقویت زیادہ ہے۔ ابوالحسن مدظلہ

مسئلہ نمبر ۲۳۔ اگر کسی کو ضرورت غسل واجبی اور وضو دونوں کی ہو مثل زن حائض اور پانی اس قدر ہو کہ ایک ہی کے واسطے کافی ہو تو اگر پانی بقدر غسل ہو تو غسل کرنا لازمی ہے غسل کرنا مقدم ہے اور بدلہ وضو تیمم کیا جائے اور اگر پانی بقدر غسل نہ ہو پس وضو کر لیوے اور عوض غسل کے تیمم کرے ؛

مسئلہ نمبر ۲۴ جو تیمم بدلہ غسل کے ہوگا خواہ جنابت سے غسل واجب ہوا ہو یا کسی اور وجہ سے مثلاً حیض یا نفاس سے وہ بمنزلہ غسل کے ہے لہٰذا حدث اصغر (پیشاب پائخانہ وغیرہ) سے شکستہ نہ ہوگا پس جبتک وہ عذر باقی ہے کہ جس کی وجہ سے بعوض غسل تیمم کیا ہے وہ تیمم بھی باقی رہیگا۔ پس اگر اس تیمم کے بعد حدث اصغر صادر ہو تو نماز وغیرہ کے لئے اگر آب بقدر وضو ہے تو وضو کیا جائے گا ورنہ بدلہ وضو بھی بنا بر اقویٰ تیمم کیا جائیگا اگرچہ احوط اعادہ تیمم بدل غسل بھی ہے بنابریں اگر پانی بقدر وضو ہے تو از روئے احتیاط تیمم بدلہ غسل کرنے کے بعد وضو کیا جائے غیر جنابت میں ورنہ دو تیمم کئے جائیں ایک بدلہ غسل اور دوسرا بدلہ وضو جبکہ جنابت نہ ہو ورنہ درصورتیکہ آب بقدر وضو نہ ہو اور غسل جنابت ہو تو ایک تیمم بقصد مافی الذمہ کر لینا کافی ہوگا۔ اور بعد رفع عذر غسل کرنا واجب ہوگا۔ اگر جنابت ہے تو محض غسل ہی واجب ہوگا ورنہ غسل کے ساتھ وضو بھی کرنا ہوگا ؛

مسئلہ نمبر ۲۵۔ حکم تداخل جیسا کہ اغسال میں جاری ہے چنانچہ گذشت۔ ویسا ہی تیمم میں بھی ساری ہے۔ کوئی فرق نہیں۔ پس اگر چند غسل کسی شخص پر واجب ہوں اور سب سے معذور ہو تو ایک تیمم بدل اغسال کافی ہے۔ پس اگر ان اغسال میں غسل جنابت تھا تو آب وضو کی یا اُس کے بدلہ تیمم کی ضرورت نہیں ورنہ وضو یا اُس کے بالعوض تیمم کرنا واجب ہوگا ؛

مسئلہ نمبر ۲۶۔ جبکہ متعدد غسل کے عوض تیمم کیا جائے اور اس کے بعد ظاہر ہو کہ جن غسلوں کے بدلہ تیمم کیا ہے اُن میں سے بعض غسل نہ تھے یعنی شمار اغسال میں غلطی ہو جائے تو تیمم مزبور بقیہ اغسال کے بدلہ صحیح رہیگا لیکن اگر بقصد غسل مخصوص و معین تیمم کیا تھا اور بعد کو اُس کے خلاف ظاہر ہو مثلاً غسل مس میت کے قصد سے تیمم کیا بعد کو معلوم ہوا کہ یہ واجب نہ تھا بلکہ غسل حیض تھا۔ پس اگر تطبیق میں اشتباہ ہوا تو پھر بھی یہ تیمم صحیح ورنہ درصورت تقیید بلا اشتباہ تیمم باطل چنانچہ اس کے نظائر بکرات و مرات بیان ہو چکے ہیں۔

گذشتہ مسائل میں ازیں قبیل مسائل گذر چکے ہیں۔

مسئلہ نمبر ۲۷۔ اگر غسل میّت دینے کی ضرورت ہو اور دوسرے شخص کو رفع حدث اصغر مثلاً وضو کی ضرورت ہو اور تیسرے کو غسل جنابت کرنے کی ضرورت ہو اور پانی اس قدر نہ ہو کہ تینوں کی رفع ضرورت کے واسطے کافی ہو بلکہ ثلاثہ میں سے کسی کی ضرورت کیلئے کفایت کرتا ہو تو اگر اُن تین شخصوں میں سے پانی کسی کا مملوک ہے۔ پس وہ مقدم ہو گا لہذا پانی رفع ضرورت مالک آب میں صرف کرنا لازم ہو گا۔ اسی طرح اگر پانی مملوک چوتھی شخص کا ہو اور وہ ان تینوں میں سے کسی ایک کو صرف کی اجازت دے تو مجاز اور ماذون کو صرف آب میں تقدّم حاصل ہو گا اور اگر وہ پانی مباح ہو یا مالک آب سب کو اجازت صرف برابر دیوے تو جنب کا غسل کرنا اور غسل جنابت میں اس پانی کا صرف کرنا متعین اور لازمی ہو گا اور میّت کو بدلہ اغسال تیمم کرایا جائیگا اور وضو والا بھی بدلہ وضو تیمم کریگا

مسئلہ نمبر ۲۸۔ اگر یہ نذر کی جائے کہ میں فلاں کام ہونے پر فلاں سنتی نماز پڑھوں گا* (یا جمعہ کو) قید نہ ہو بلکہ علی الاطلاق سنتی نماز کے ادا کرنے کی نذر کی ہو اور کام ہونے پر پانی وضو کیلئے ناممکن ہو تو ایفائے نذر میں تا زمانہ امکان وضو صبر کرنا واجب ہے چونکہ ایفائے نذر میں کسی زمانہ اور وقت مخصوص کی شرط نہ تھی اس بنا پر بدلہ وضو صورتِ مفروضہ میں تیمم جائز نہ ہو گا بلکہ جب تک وضو پر قدرت نہ ہو ایفائے نذر میں تاخیر کرنا بظاہر واجب ہو گا۔ ہاں اگر نذرِ مقید بوقت خاص تھی کسی مخصوص زمانہ میں نماز ادا کرنا نیت نذر میں داخل تھا اور وقتِ مذکور پر کسی وجہ سے وضو ممکن نہ ہو تو بدلہ وضو تیمم کر کے نذر کا پورا کرنا اور زمانہ منذور کا ادا کرنا جائز ہو گا۔

مسئلہ نمبر ۲۹۔ ایسے شخص کو نماز میّت نماز قضا عمری میّت کیلئے نائب اور اجیر بنانا جائز نہیں کہ جو وضو کرنے سے معذور ہو اور تیمم سے نماز ادا کر سکتا ہو بلکہ اگر قادر کو اجیر بنایا تھا اور بعد کو اُس میں وضو سے معذوری پیدا ہو جائے تو جواز اتیانِ نماز میت زمانہ عذر میں اشکال سے خالی نہ ہو گا۔ پس اس نائب پر حق نیابت ادا کرنے میں یعنی نماز میت مثلاً ادا کرنے میں تا امکان وضو تاخیر کرنا لازم ہو گا جب وضو پر قدرت ہو جائے۔ تب نائب بنانے والے کے مقصد کو پورا کرے بشرطیکہ زمانہ اجارہ میں وسعت ہو بلکہ تنگی زمانہ کی صورت میں بھی کفایت نماز نائب

---

* اور اسی ایفائے نذر میں کسی زمانہ اور وقت کی (مثلاً صبح کو پڑھونگا یا شام کو پنجشنبہ کو پڑھونگا

یا تیمم مشکل ہو پس مراعاتِ احتیاط ترک ہونی چاہیے یعنی ازروئے احتیاط بہرحال اُسکو زمانۂ قدرت تک صبر کرنا لازمی ہو

مسئلہ نمبر ۳۰۔ تیمم والا جنب کو اگر مسجد سے سوا کہیں پانی نہ ملتا ہو اور اُس کا غسل مسجد میں داخل ہونے اور اُس میں توقف کرنے پر موقوف ہو یعنی بدونِ دخول و توقف مسجد میں غسل ناممکن ہو تو یہ تیمم باطل نہ ہوگا۔ مسجد میں پانی کا وجود اس کے تیمم کو شکستہ نکریگا پس اِس شخص پر جائز ہے کہ اِسی تیمم سے مسجد میں جائے اور غسل کرے البتہ دیگر امور (سورہائے سجدہ کی تلاوت حروف کلام اللہ کو چھونا) جو کہ بحالتِ جنابت ناجائز ہیں وہ اِس تیمم سے مباح اور جائز نہ ہونگے یہ تیمم امورِ مذکورہ کی اباحت کا فائدہ نہ دیگا۔ خلاصہ یہ کہ تیمم مذکور سے محض دخول و توقف مسجد میں مباح ہوگا اور کوئی چیز اس سے مباح نہ ہوگی۔ اسی طرح اگر کوئی شخص مسجد سے باہر جنب ہو اور سوائے مسجد کے پانی اور کہیں نہ پائے اور کوئی شخص ایسا بھی نہیں ہے کہ پانی مسجد سے لادیوے اور پانی کا مسجد سے لانا توقف پر موقوف ہو۔ بدونِ مسجد میں ذرا دیر ٹھیرے پانی کا لانا ناممکن ہو تو اس شخص پر مسجد میں داخل ہونے اور پانی لانے کی غرض سے تیمم کرنا واجب ہے اور اس تیمم سے سوائے دخول و توقف کے کوئی اور چیز مباح نہ ہوگی لہذا اِس تیمم کے بعد مسِ کتابت قرآن مجید اور سجدہ والی سورتوں کا پڑھنا ناجائز ہوگا۔

مسئلہ نمبر ۳۱۔ پہلے بیان ہوچکا ہے کہ اگر کسی شخص کے بدن میں یا کپڑے میں وہ نجاست ہو جو نماز میں معاف نہ ہو اور وضو کرنا بھی مثلاً اُس کو نماز کے واسطے واجب ہو اور پانی اِس قدر نہ ہو کہ دونوں کام کے واسطے کافی ہو بلکہ کسی ایک کا رفع ہوسکتا ہو تو رفع نجاست لباس کو مثلاً مقدم رکھا جائے گا اور بدلہ وضو تیمم کیا جائیگا بشرطیکہ رفع حدث (وضو یا غسل) میں پانی کا صرف کرنا اور اُس کے غسالہ کو کسی پاک ظرف میں جمع کرنا طہارتِ بدن یا لباس کے لئے ناممکن ہو تو طہارتِ لباس میں مثلاً پانی صرف کیا جائیگا ورنہ غسالہ وضو یا غسل سے رفع خبث (نجاست بدن یا لباس) کرنا لازم اور پانی کا رفع حدث میں صرف کرنا متعیّن ہوگا۔ اسی طرح اگر غسلِ میت دینے کی ضرورت ہو اور دوسرے شخص کو وضو کی اور تیسرے کو غسل جنابت کرنے کی ضرورت ہو اور اسقدر نہ ہو کہ تینوں کے لئے کفایت کرسکتا ہو تو اگر غسالہ کا کسی پاک ظرف میں جمع کرنا ممکن ہو تو پہلے وضو والا وضو کرے اور اسی غسالہ سے

جنب غسل کرے بشرطیکہ اُسکا بدن نجس نہ ہو اور اُسکا غسالہ لیکر میت کو غسل دیا جائے ورنہ مترجم وضو والا تیمم کرے۔ اب رہی میت اور جنب ان میں وجوب تخییری کا حکم جاری کیا جائیگا اور بعید نہیں کہ جنب کو ترجیح دی جائے۔ ازیں قبل مسائل میں یہی حکم جاری ہوگا اسی طریقہ سے فیصلہ ہوگا ؛

مسئلہ نمبر ۳۲۔ اگر پیش از وقت نماز یہ معلوم ہو کہ اسوقت تیمم نہ کیا تو بعد دخول وقت اُن چیزوں میں سے کہ جن پر تیمم صحیح ہے کوئی چیز بھی نہ ملیگی تحصیل پر قدرت نہ ہوگی تو ایسی حالت میں احوط یہ ہے کہ علاوہ اُس نماز کے کہ جسکا وقت آنیوالا ہے کسی اور غرض وغایت کے قصد سے قبل وقت نماز تیمم کرلیوے اور دخولِ وقت تک اس تیمم کو باقی رکھے شکستہ نہ کرے جب وقت نماز داخل ہوجائے اسی سے نماز پڑھ لے صحیح ہوگی۔ اسیطرح اگر قبل از وقت نماز یہ معلوم ہو کہ بعد دخولِ وقت وضو پر قدرت ہوگی اِس وقت تو ہے تو علی الاحوط کسی اور غرض یا طہارت پر رہنے کی غرض سے قبل از وقت نماز وضو کرلے اور اسکو نماز کے وقت تک باقی رکھے شکستہ نہ کرے۔ اسی سے نماز صحیح ہوجائے گی ؛

مسئلہ نمبر ۳۳۔ اگر کسی وجہ سے کتابتِ کلام اللہ کا چھونا واجب ہو تو بدلہ وضو تیمم کرنا واجب مذکورہ کے ادا کرنے کی غرض سے واجب ہے اور اگر چھونا مستحب ہو تو اس کے لئے تیمم کرنا سنت ہے لیکن اگر مس کتابت کلام مجید مباح ہو تو اس غرض سے تیمم کرنا مشروع نہیں۔ ہاں کسی اور غرض سے تیمم کر کے اس اباحت کو پورا کرنا اور مس کرنا جائز ہے ؛

مسئلہ نمبر ۳۴۔ اگر موہائے سر طولانی ہوں اسقدر کہ پیشانی کے اوپر پڑے ہوں پس اگر زائد از متعارف (جو کہ علی العموم پیشانی تک ہوتے ہیں اُن کی خلاف) ہوں تو برائے تیمم اُنکا ہٹانا اور بلند کرنا واجب اور جلد پیشانی پر مسح کرنا لازم ہوگا۔ ورنہ (متعارف سے زاید نہ ہوں) بالوں ہی پر مسح بدلہ جلد کی کافی ہوجائیگا اگرچہ احوط اس صورت میں بالوں اور جلد دونوں پر مسح کرنا ہے

مسئلہ نمبر ۳۵۔ اگر اعضائے تیمم پر کسی حاجب اور مانع کے وجود و عدم میں شک ہو تو مثل وضو و غسل تفحص واجب ہوگا تاوقتیکہ یقین یا گمان کسی حاجب کے نہ ہونیکا نہ ہوجائے تیمم نہ کرنا چاہئے ؛

مسئلہ نمبر ۳۶۔ جن موارد و مواقع (مثلاً حائض و نفسا اور مس میت) میں دو تیمم ایک بدلہ غسل اور دوسرا بدلہ وضو واجب ہیں ان میں بنا بر احتیاط ایک تیسرا تیمم بقصد استباحتِ نماز کرنا چاہیے لیکن اس تیمم سوئم کو بدلیت وضو یا غسل کے ساتھ معین و مقید نہ کرے کیونکہ از باب تداخل محتمل ہے کہ ایک سے زائد تیمم اِن مواقع میں نہیں

ہے ہاں اگر تیمم اول کو بقصد وضو بجا لائے اور دوسرے میں ما فی الذمہ قصد کر لیوے تو اب ثالث کی حاجت نہ ہوگی۔ تیسرے تیمم کی ضرورت نہ ہوگی ۔

مسئلہ نمبر ۳۷۔ اگر کسی شخص کے کسی عضوِ بدن پر اسم جلالی یا دیگر اسمائے الٰہی یا آیات و کلمات قرآن شریف تحریر اور نقش ہوں تو تا حدِ امکان و مقدور انکا مٹانا اور زائل کرنا احوط ہے کیونکہ بحالت جنابت یا حیض وغیرہ بدن پر انکا رہنا اندیشہ شرعی سے خالی نہیں کیونکہ بحالت حدث مس کرنا انکا حرام ہے اور اگر انکا زائل کرنا ممکن نہ ہو یا ہمارے نزدیک انکا محو کرنا واجب ہو تو وضو یا غسل کرنے میں اُن پر ہاتھ پھیرنا حرام ہوگا بنا بریں جسم پر پانی بہانا وضو یا غسل ارتماسی کرنا بدون مس واجب ہوگا یا ہاتھ پر کوئی پارچہ لپیٹ کر جسم پر پھیرنا لازم ہوگا اور اگر وضو یا غسل بدونِ مس ناممکن ہوں تو اس موقعہ پر یا تو حرمتِ مس کا سقوط ہوگا یا بدلہ غسل یا وضو تیمم کرنا لازم ہوگا۔ بظاہر سقوطِ حرمت ہی معلوم ہوتی ہے بلکہ اگر محل تیمم میں یہ نقش ہو تو سقوط حرمت قطعی ہے کیونکہ ایسی صورت میں امر دائر ہوگا۔ مابین ترک نماز و ارتکاب مس یعنی اگر حرمت مس کا خیال کیا جائے تو تیمم نہ کرنا چاہئے اسکے معنی یہ ہوئے کہ نماز کو معطل کر دینا چاہیے تا وقتیکہ نقوش مذکورہ محو نہ جائیں اور تیمم نہ ہو نماز نہ پڑھنی چاہیے اور اگر وجوب نماز کا خیال کیا جائے تو ارتکاب مس ضرور ہوگا اس سے قطع نظر کرنی پڑیگی پس اب فیصلہ اس طرح ہو سکتا ہے کہ چونکہ اہمیت وجوب نماز معلوم اور اپنے مقام پر ثابت ہے لہذا فرض اول میں وضو یا غسل کرے اگرچہ یہ مستلزم مس ہو اسکی کچھ پرواہ نہ کرے لیکن احوط اس کے ساتھ جبیرہ کرنا بھی ہے یعنی کوئی چیز اس تحریر اور نقش پر رکھکر رطوبت کفِ دست سے مسح کر دے۔ گیلا ہاتھ اُس پر پھیر دے اور اس سے زائد احتیاط اس میں ہے کہ جو کچھ مذکور ہوا اسپر بھی عمل کرے اور کسی باوضو شخص کو نائب بنائے کہ وہ اس مقام منقوش کو اپنے ہاتھ سے دھووے بلکہ در صورتیکہ وہ نقش محل تیمم پر ہو ہر دو احتیاط مذکور کیساتھ خود تیمم بھی کرے اور اگر یہ شخص تیمم کا مکلف ہو اور مواضع تیمم میں سے کسی موضع پر نقش مزبور ہو اور احتیاط پر عمل کرنیکا قصد ہو تو بایں طور عمل کرے یعنی مابین ثلثہ کا جمع کرے اول خود تیمم کرے اور اس مقام پر مسح کرے دوسرے موضع تحریر پر جبیرہ کرے تیسرے اس محل کے مسح کرنے میں کسی کو نائب بنائے۔ اگرچہ اقویٰ وہی ہے جو کہ پہلے گذرا یعنی تیمم کافی ہے بمباشرت خود اور حرمت مس دریں صورت ساقط ہوگی

بحمد اللہ ترجمہ کتاب الطہارت ختم ہوا۔ ۲۴ جمادی الاولیٰ ۱۳۵۷ھ

اعلان

زادِ آخرت کے متمنی حضرات کی خوش قسمتی ہے کہ کتاب العُروۃ الوثقیٰ (مصنفہ سرکار حجۃ الاسلام جناب آغا محمد کاظم صاحب طباطبائی اعلی اللہ مقامہٗ مع حاشیہ جناب حجۃ الاسلام آقا سید ابوالحسن صاحب اصفہانی نجفی مدظلہ العالی مجتہد اعظم العصر والزمان جنکی تقلید میں فی زمانہ تمام ہندوستان کے مومنین ہیں اور اس وقت اعلم فالاعلم جامع الشرائط ہیں) کا اردو ترجمہ چھپ کر تیار ہے جس کو جناب مولانا سید نذر محمد صاحب قبلہ ممتاز الافاضل ناظم دینیات امامیہ یتیم خانہ دہلی نے ایک دینی خدمت سمجھ کر نہایت محنت اور جانفشانی سے عام مومنین کی سہولیت کے واسطے انجام دیا اور زاد العقبیٰ کے نام سے موسوم کیا اور جناب مولانا مفتی سید احمد علی صاحب قبلہ مجتہد العصر والزمان لکھنؤ نے حرف بحرف ملاحظہ فرما کر توثیق ثبت فرمادی۔ یہ وہ کتاب ہے جس کا عرصہ سے مومنین کو اشتیاق تھا۔ اس جامع کتاب میں روزمرہ کے جملہ مسائل فقہ درج ہیں اور تمام ہندوستان کے ہر مومن کے گھر میں بطور عملیہ اس کتاب کا ہونا اور اس پر عمل کرنا نہایت ضروری اور جنت کی گارنٹی ہے بالخصوص ایسے دیہات کے واسطے تو نعمت ہے جن کا علما صاحبان تک دسترس نہیں ہے۔ یہ بیش بہا دینی تحفہ آپکی خدمت میں حاضر ہے جہاں آپ سینکڑوں روپیہ دُنیا کے کاموں میں صرف کرتے ہیں وہاں قلیل رقم میں اس کتاب کو خرید کر اس سے دینی فائدہ اُٹھائیں۔ زادِ آخرت کی طرف اگر دُنیا میں آپ نے توجہ نہ کی تو یقین جانئے کہ بعد مرگ پچھتانا پڑیگا اور اس وقت پچھتانا بے سود اور بے معنی ہوگا۔ لہذا خوابِ غفلت سے چونکئے اور اس کتاب کو پڑھ کر ذریعۂ نجات بنائیے۔ دورانِ جنگ میں اس کتاب کو شائع کرنے سے صرف دینی خدمت مطلوب ہے۔ تجارت مقصود نہیں ہے۔ اسی وجہ سے بہت کم رکھی گئی ہے تاکہ ہر امیر و غریب اس سے فائدہ اُٹھا سکے۔ بہت جلد آرڈر دیکر مندرجہ ذیل پتہ سے طلب کیجئے بوجہ جنگ بہت تھوڑی تعداد میں یہ کتاب شائع کی گئی ہے۔ حجم ۵۲۰ صفحے قیمت صرف دو روپے قسم دوم و دو روپے آٹھ آنہ قسم اوّل۔ علاوہ محصول ڈاک۔

آنریری جنرل سکرٹری امامیہ یتیم خانہ ہملٹن روڈ۔ دہلی

امامیہ یتیم خانہ ہملٹن روڈ دہلی

زیر سرپرستی

حضرات علماء کرام و زیر انصرام شیعۃ الصفا پروونشل شیعہ کانفرنس دہلی

یہ یتیم خانہ زیر سرپرستی حضرت خطیب اعظم مولانا سیّد محمد صاحب قبلہ عرصہ گیارہ سال سے متصل عمارت جامع مسجد شیعیاں واقع ہملٹن روڈ، دہلی نہایت، کامیابی سے جاری ہے اس میں قوم کے نونہالان جن کے سروں سے اُن کے باپ یا ماں باپ دونوں کا سایہ اٹھ گیا ہے۔ شفقت والدین سے محروم ہو کر اس یتیم خانہ کی آغوش میں زیر نگرانی عالم دین مثل اولاد کے پرورش پا رہے ہیں اور تعلیم دینی و دُنیوی و صنعت و حرفت سے بہرہ ور ہو رہے ہیں۔ آپ کی خدمت میں بادب استدعا ہے کہ براہِ مہربانی عید الفطر کے فطرہ اور عید الاضحیٰ کی قربانی کی کھالوں یا ان کی قیمت سے آپ اپنی قوم کے یتیم بچوں کو نظر انداز نہ فرمائیں جن کی اُمیدیں آپ ہی کی سخاوت کے ساتھ وابستہ ہیں۔ اور جن کی حسرت بھری نگاہیں آپ کی طرف لگی ہوئی ہیں امامیہ یتیم خانہ ہذا کی امداد فرما کر خدا اور رسول کی طرف سے جو فرض آپ پر عائد ہوتا ہے اس سے سبکدوشی حاصل کیجئے اور اپنے لئے قصر ہائے جنت مخصوص کرائیے۔ **فطرہ و قربانی** کی کھالوں کے علاوہ **خمس۔ زکوٰۃ۔ نذر و نیاز۔ امام ضامن۔ منّت مُراد اور خوشی** کے موقعہ پر رقومات سے خود بھی یتیم خانہ ہذا کی امداد کریں اور اپنے احباب کو بھی اس کی ترغیب دیکر ثواب دارین حاصل کریں۔

۲۔ امامیہ مشن لکھنؤ کے رسائل ممبر و غیر ممبر صاحبان یتیم خانہ ہذا سے مطابق شرائط امامیہ مشن لکھنؤ خرید کر یتیم خانہ ہذا کی امداد کریں۔

۳۔ کتاب ہذا زاد العقبیٰ یتیم خانہ ہذا سے مل سکتی ہے۔

۴۔ رسالہ تعقیبات زیر طبع ہے۔ یتیم خانہ ہذا سے طلب کریں۔

آنریری جنرل سکریٹری امامیہ یتیم خانہ ہملٹن روڈ دہلی